2911/1
311/23

درسِ قرآن

پہلی منزل

(سُورَۃُ الفَاتِحہ - اَلبَقَرہ - آلِ عِمرَان - اَلنِّسَآء)

پہلے سَوا پانچ پارے

مُرَتَّبَہ

دَرسِ قرآن بورڈ

شَائِع کَردَہ

ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگس ۱۰۶ میکلوڈ روڈ لاہور

Marfat.com

85918

درسِ قرآن بورڈ

85918

ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور نے درسِ قرآن مجید کی پہلی منزل کی ترتیب و تدوین کے لیے مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل ایک بورڈ قائم کیا اور اس کے زیرِ اہتمام یہ منزل چھپ کر تیار ہوئی:

① مولانا خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی

سابق پروفیسر و صدر شعبہ اسلامیات - اسلامیہ کالج - ریلوے روڈ، لاہور

② مولانا حافظ مرغوب احمد صاحب توفیق

مولوی فاضل منشی فاضل ایم - اے - ایم - او - ایل سابق پروفیسر و صدر شعبہ اسلامیات و عربی ڈھاکہ یونیورسٹی

③ حاجی عبدالواحد صاحب ایم - اے

سابق انسپکٹر آف سکولز

④ حافظ نذر احمد صاحب

سابق لیکچرار علومِ اسلامی - اسلامیہ کالج - ریلوے روڈ - لاہور

○

سرٹیفکیٹ: میں نے اس قرآن مجید کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔
اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کوئی
کمی بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

محمد رمضان

مولوی محمد رمضان چاہ میراں لاہور۔

Marfat.com

2911/1

فہرست مضامین

درسِ قرآن بورڈ

فہرستِ مضامین

پیش لفظ

فہرستِ مضامین و آیات (منزلِ اوّل)

فہرستِ الفاظ (منزلِ اوّل)

فہرست اسماء و اعلام (منزلِ اوّل)

پارہ اوّل	۳
پارہ دُوم	۱۶۷
پارہ سُوم	۳۲۲
پارہ چہارم	۴۲۱
پارہ پنجم	۵۲۹
پارہ ششم	۶۱۹
سُورۃُ فاتحہ	۱
سُورۃ البقرہ	۱۳
سُورۃ آلِ عمران	۳۵۸
سُورۃ النساء	۵۰۵

Marfat.com

پیش لفظ

قوم کی ایک اہم ضرورت کے پیش نظر ۱۹۵۴ء کے اواخر میں ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور کی مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا کہ آسان عبارت اور عام فہم زبان میں قرآن پاک کے سمجھانے کا ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو درس قرآن کی صورت میں ہو اور ہر روز کے لئے علیحدہ علیحدہ اسباق پر مشتمل ہو جو گھر بیٹھے بٹھائے ہر شخص تک پہنچ جائے۔

اللہ کے فضل سے ۱۶ مئی ۱۹۵۵ء کو پندرہ روزہ "درس قرآن" کی ابتدا ہوگئی اور ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۵ء تک کسی ایک دن کی تاخیر کے بغیر بلاناغہ ہر ماہ کی یکم اور سولہ کو شائع ہوتا رہا ہے اور اس طرح سبقاً سبقاً پورے قرآن حکیم کے درس شائع ہو چکے ہیں۔

درس قرآن کی اشاعت نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ کلام اللہ مشکل نہیں آسان ہے جیسا کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ یقیناً ہم نے سمجھنے کے لئے قرآن کو آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی غور کرنے والا۔

پہلی منزل

دو سال کے عرصہ میں درس قرآن پہلی منزل تک پہنچ گیا مگر مختلف اوقات میں آئندہ کے ہر خریدار اور قاری کی بجا طور پر یہی خواہش رہی کہ ادارہ اصلاح و تبلیغ اسے سبقاً سبقاً بصورت درس شائع کرے پھر یہ درس ایک جلد کی صورت میں بھی محفوظ ہو جائیں۔ اسی دوران میں ملک کے ہر گوشے سے اسی بات کے تقاضے ہوئے۔ ان حالات میں یہ ضروری ہو گیا کہ پہلی منزل نظر ثانی کے بعد ایک جلد میں شائع کی جائے تاکہ ہر پندرھویں دن شائع ہونے والے سارے اوراق ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ چنانچہ ان تجاویز کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ جس کے نتیجہ میں پہلی منزل آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح پورے قرآن حکیم کے درسوں کو سات منزلوں میں چھپوا دیا ہے اور یہ سلسلہ کتابی صورت میں بھی مکمل ہو گیا ہے۔

ہمارا مقصد

"درس قرآن" کی اشاعت سے ہمارا ایک مقصد تو یہ ہے کہ کلام اللہ سمجھنے کی اجتماعی کوشش کی جائے۔ مزید برآں ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر گھر قرآنی سکول بن جائے۔

اس کی عملی صورت یہ ہے کہ ہر روز کوئی خواندہ فرد باقی افراد خانہ کو مطبوعہ درس کا ایک صفحہ ان کی مادری زبان میں صرف پانچ منٹ کے اندر پڑھ کر باقاعدگی سے سنا دیا کرے۔

ہر کارخانے، فیکٹری، دفتر، مدرسے، کالج، مسجد اور ادارہ میں کارکنوں اور طلبہ کو مطبوعہ درس مستقل طور پر سنانے کا اہتمام کیا جائے۔ ہر فرد ملت قرآن مجید کا متعلم، معلم اور مبلغ بن جائے کہ قرآن حکیم کا درس اس کے ہاتھ میں ہو وہ خود پڑھے، دوسروں کو پڑھائے اور غیروں تک پہنچائے۔

ہم نے ابتدا سے ہی کوشش کی ہے کہ یہ اسباق ایسی عام فہم اور سادہ زبان میں پیش کریں کہ بچے اور معمولی خواندہ بھی اسے سمجھ سکیں۔

آپ کا تعاون

ان مقاصد کے حصول کے لئے ہم ہر فرد ملت کا تعاون اور خصوصی اشتراک عمل چاہتے ہیں۔ یہ کام جس قدر ضروری ہے۔ اسی قدر توجہ طلب ہے۔ اگر آپ اسے انتہائی مفید اور ضروری کام سمجھتے ہیں تو اپنا عملی تعاون پیش کیجئے۔

درس قرآن ہر گھر تک پہنچانے میں ہماری مدد کیجئے۔

اپنے احباب، اعزہ، رفقائے کار اور افراد کو مستقل خریدار بنائیے۔

پڑھے لکھے مناسب اشخاص کے پتے ہمیں بھیجئے۔

ناظم

ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگس ۱۰۶ میکلوڈ روڈ لاہور

Marfat.com

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۷	منافقوں کی بے بسی	۱۹
۳۸	منافقوں کا تذبذب	۲۰
۳۹	منافقوں کو وعید	۲۰
۴۰	عبادت کا مطالبہ	۲۱
۴۱	شرک کی ممانعت	۲۲
۴۲	کلام اللہ کی سچائی کا دعویٰ	۲۳
۴۳	کلام اللہ کا چیلنج	
۴۴	مخالفین کی بے بسی	۲۴
۴۵	نیکوکار مومنوں کو خوشخبری	۲۵
۴۶	جنت کی نعمتیں	۲۵
۴۷	قرآن مجید کی مثالیں	۲۶
۴۸	مثالوں کا اثر اور نتیجہ	۲۶
۴۹	ہدایت اور گمراہی	۲۶
۵۰	گمراہ کون ہوتے ہیں ؟	۲۷
۵۱	اللہ کا انکار کیسے ؟	۲۸
۵۲	اللہ کی نشانیاں	۲۹
۵۳	تیسرے رکوع پر ایک نظر	
۵۴	انسان کا مقام	۳۰
۵۵	خلیفۃ اللہ	۳۰
۵۶	فرشتوں کی گذارش	۳۰
۵۷	فرشتوں کو جواب	۳۰
۵۸	علم کی برتری	۳۱
۵۹	آدمؑ کا فرشتوں سے مقابلہ	۳۲-۳۱
۶۰	علم کی فتح	۳۳
۶۱	فرشتوں کا سجدہ	۳۴
۶۲	حضرت آدمؑ جنت میں	۳۵
۶۳	شجرِ ممنوعہ	۳۵
۶۴	حضرت آدمؑ کی لغزش	۳۶
۶۵	جنت سے نکلنا	۳۶
۶۶	حضرت آدمؑ کی توبہ	۳۷
۶۷	وحی کی ضرورت	۳۸
۶۸	منکرینِ وحی کا انجام	۳۹
۶۹	بنی اسرائیل	۴۰
۷۰	بنی اسرائیل پر انعاماتِ خداوندی	۴۰
۷۱	دعوتِ قرآن	۴۱
۷۲	آیاتِ الٰہی کا مول	۴۱
۷۳	حق کو چھپانے کی ممانعت	۴۲
۷۴	نماز۔ زکوٰۃ اور اتحاد	۴۳
۷۵	دیگراں را نصیحت خود را فضیحت	۴۴
۷۶	صبر اور نماز سے مدد	۴۵
۷۷	آخرت کا تصور	۴۶
۷۸	بنی اسرائیل کی فضیلت	۴۷
۷۹	قیامت کے دن کیا کام آئے گا	۴۸
۸۰	بنی اسرائیل پر مصائب	۴۹
۸۱	فرعون کی غرقابی	۵۰
۸۲	بچھڑے کی پوجا	۵۱
۸۳	معافی کا اعلان	۵۲
۸۴	کتاب اور فرقان	۵۳
۸۵	شرک کی سزا	۵۴
۸۶	بنی اسرائیل کی ایک اور گستاخی	۵۵
۸۷	موت کے بعد زندگی	۵۶
۸۸	من وسلویٰ	۵۷
۸۹	بنی اسرائیل کی شہری زندگی	۵۸
۹۰	تحریف کلامِ الٰہی کی سزا	۵۹

Marfat.com

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۹۱	بارہ چشمے	۶۰
۹۲	بنی اسرائیل کی بے صبری	۶۱
۹۳	یہود پر غضب الٰہی	۶۱
۹۴	اللہ کے غضب کا سبب	۶۱
۹۵	ایمان اور عمل صالح کا اجر	۶۲
۹۶	کوہ طور کا بلند ہونا	۶۳
۹۷	قانون سے منہ موڑنے کی سزا	۶۴
۹۸	صورتیں مسخ ہونا	۶۵
۹۹	سرمایۂ عبرت	۶۶
۱۰۰	ذبح گاؤ کا حکم	۶۷
۱۰۱	اللہ کے حکم میں حجت بازی (ا)	۶۸
۱۰۲	اللہ کے حکم میں حجت بازی (ب)	۶۹
۱۰۳	اللہ کے حکم میں حجت بازی (ج)	۷۰-۷۱
۱۰۴	مُردے کا زندہ ہونا	۷۲-۷۳
۱۰۵	یہود کی تنگ دلی	۷۴
۱۰۶	کلام اللہ میں تحریف	۷۵
۱۰۷	یہود کی منافقت	۷۶-۷۷
۱۰۸	جھوٹی آرزوئیں	۷۸-۷۹
۱۰۹	جنت کے ٹھیکیدار	۸۰
۱۱۰	جنت اور دوزخ	۸۱-۸۲
۱۱۱	میثاق بنی اسرائیل	۸۳
۱۱۲	خون ریزی اور جلاوطنی	۸۴
۱۱۳	عہد شکنی اور نافرمانی	۸۵
۱۱۴	صرف بعض احکام کی اطاعت	۸۵
۱۱۵	آخرت کے بدلے دنیا	۸۶
۱۱۶	حضرت مسیحؑ کی آمد	۸۷
۱۱۷	نفس پرستی اور قتل انبیاء	۸۷

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۱۸	بنی اسرائیل کا تعصب	۸۸
۱۱۹	جان بوجھ کر کفر	۸۹
۱۲۰	ضد اور تعصب کا نتیجہ	۹۰
۱۲۱	دعوتِ ایمان کا انکار	۹۱
۱۲۲	گوسالہ پرستی	۹۲-۹۳
۱۲۳	موت کی تمنا	۹۴
۱۲۴	لمبی عمر کی حرص	۹۵-۹۶
۱۲۵	حضرت جبرائیل کی دشمنی	۹۷-۹۸
۱۲۶	یہود کی عہد شکنی	۹۹-۱۰۰
۱۲۷	کتاب اللہ کی مخالفت	۱۰۱
۱۲۸	جادو کے عمل	۱۰۲
۱۲۹	ہاروت و ماروت	۱۰۲
۱۳۰	سفلی عملیات کی خرابیاں	۱۰۲
۱۳۱	گھاٹے والا سودا	۱۰۲-۱۰۳
۱۳۲	الفاظ کا غلط استعمال	۱۰۴
۱۳۳	کفار کا تعصب	۱۰۵
۱۳۴	آیات کی تنسیخ	۱۰۶-۱۰۷
۱۳۵	نبی سے سوالات	۱۰۸
۱۳۶	کفار کا حسد	۱۰۹
۱۳۷	آخرت کا توشہ	۱۱۰
۱۳۸	جنت کا مستحق کون ہے؟	۱۱۱-۱۱۲
۱۳۹	مذہبی گروہ بندیاں	۱۱۳
۱۴۰	مساجد کو ویران کرنے والے	۱۱۴
۱۴۱	ہر طرف اللہ ہی کا جلوہ ہے	۱۱۵
۱۴۲	اللہ کی کوئی اولاد نہیں	۱۱۶
۱۴۳	کُن فَیَکُون	۱۱۷
۱۴۴	واضح دلائل	۱۱۸

Marfat.com

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۴۵	نبی کریمؐ کی ذمہ داریاں	۱۱۹
۱۴۶	یہود و نصاریٰ کی خواہش	۱۲۰
۱۴۷	کتبِ سابقہ میں تائید	۱۲۱
۱۴۸	یومِ آخرت میں گرفت	۱۲۳-۱۲۲
۱۴۹	حضرت ابراہیمؑ کی قیادت و امامت	۱۲۴
۱۵۰	امامت کی وراثت	۱۲۴
۱۵۱	خانہ کعبہ کی اہمیت	۱۲۵
۱۵۲	حج کے مراسم	۱۲۵
۱۵۳	مکہ - امن والا شہر	۱۲۶
۱۵۴	اُمتِ مسلمہ کے لیے دُعا	۱۲۸-۱۲۷
۱۵۵	آنحضرتؐ کی چار خصوصیات	۱۲۹
۱۵۶	دینِ ابراہیمی	۱۳۰
۱۵۷	حضرت ابراہیمؑ کی وصیت	۱۳۲-۱۳۱
۱۵۸	حضرت یعقوبؑ کی وصیت	۱۳۳
۱۵۹	اپنے ہی عمل کام آئیں گے	۱۳۴
۱۶۰	ملتِ ابراہیمیؑ	۱۳۵
۱۶۱	تمام نبیوں پر ایمان	۱۳۶
۱۶۲	اللہ کافی ہے	۱۳۷
۱۶۳	اللہ کا رنگ	۱۳۹-۱۳۸
۱۶۴	کتمانِ حق	۱۴۰
۱۶۵	اپنے اعمال ہی کام آئیں گے	۱۴۱
۱۶۶	پارۂ اوّل کے اسباق کا خلاصہ	
	پارہ سَیَقُول (۲)	
۱۶۷	مسلمانوں کا قبلہ	۱۴۲
۱۶۸	میانہ رو اور اعتدال پر در اُمت	۱۴۳
۱۶۹	تبدیلی قبلہ کی حکمت	۱۴۳

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۱۷۰	ایمان ضائع نہیں ہوتا	۱۴۳
۱۷۱	رسُول اللہ کی آرزو	۱۴۴
۱۷۲	خانہ کعبہ قبلہ ہوگیا	۱۴۴
۱۷۳	اہلِ کتاب کی ہٹ دھرمی	۱۴۵
۱۷۴	اہلِ کتاب اور پیغمبرِ اسلام	۱۴۷-۱۴۶
۱۷۵	نیکی میں سبقت	۱۴۸
۱۷۶	خانہ کعبہ اور اتمامِ حجت	۱۵۰-۱۴۹
۱۷۷	آنحضرتؐ کی خصوصیات	۱۵۱
۱۷۸	ذکر و شکر	۱۵۲
۱۷۹	صبر و نماز	۱۵۳
۱۸۰	شہید زندۂ جاوید ہوتا ہے	۱۵۴
۱۸۱	امتحان و آزمائش	۱۵۵
۱۸۲	صبر کرنے والوں کی سیرت	۱۵۶
۱۸۳	صبر کرنے والوں کا صلہ	۱۵۷
۱۸۴	حج کے مراسم	۱۵۸
۱۸۵	اللہ کی لعنت	۱۵۹
۱۸۶	توبہ کی شرائط	۱۶۰
۱۸۷	کفر کی موت	۱۶۲-۱۶۱
۱۸۸	اللہ ایک ہے	۱۶۳
۱۸۹	اللہ کے نشانات	۱۶۴
۱۹۰	غیر اللہ سے محبت	۱۶۵
۱۹۱	تمام قوت اللہ کے لیے ہے	۱۶۵
۱۹۲	مشرکوں کی بے بسی	۱۶۷-۱۶۶
۱۹۳	حلال و طیب غذا	۱۶۸
۱۹۴	بُرائی اور بے حیائی	۱۶۹
۱۹۵	اندھی تقلید	۱۷۰
۱۹۶	اندھی تقلید کی مثال	۱۷۱

Marfat.com

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۱۹۷	حرام غذائیں	۱۷۳-۱۷۲
۱۹۸	مجبوری کی صورتیں	۱۷۳
۱۹۹	بُرے عالموں کی سزا	۱۷۴
۲۰۰	مزید سزائیں	۱۷۴
۲۰۱	گھاٹے والا سودا	۱۷۶-۱۷۵
۲۰۲	اصل نیکی (۱) اچھے عقائد	۱۷۷
۲۰۳	〃 (۲) اچھے معاملات	۱۷۷
۲۰۴	〃 (۳) صلوٰۃ وزکوٰۃ	۱۷۷
۲۰۵	〃 (۴) ایفائے عہد	۱۷۷
۲۰۶	〃 (۵) صبر وثبات	۱۷۷
۲۰۷	قتل کا بدلہ (قصاص)	۱۷۸
۲۰۸	〃 〃 (معروف واحسان)	۱۷۸
۲۰۹	قصاص میں زندگی ہے	۱۷۹
۲۱۰	وصیت	۱۸۰
۲۱۱	وصیت میں تبدیلی	۱۸۲-۱۸۱
۲۱۲	روزوں کا حکم	۱۸۳
۲۱۳	مریض اور مسافر کو رعایت	۱۸۳
۲۱۴	مجبوری کا فدیہ	۱۸۳
۲۱۵	روزہ کی برکتیں	۱۸۴
۲۱۶	رمضان کی فضیلت	۱۸۵
۲۱۷	قرآن مجید کی خصوصیات	۱۸۵
۲۱۸	روزہ کی فرضیت	۱۸۵
۲۱۹	اللہ آسانی چاہتا ہے مشکل نہیں	۱۸۵
۲۲۰	روزہ کے دوسرے مقاصد	۱۸۵
۲۲۱	دُعا	۱۸۶
۲۲۲	دُعا کی دو شرطیں	۱۸۶
۲۲۳	میاں بیوی کا تعلق	۱۸۷
۲۲۴	مباشرت کا مقصود	۱۸۷
۲۲۵	روزہ کے اوقات	۱۸۷
۲۲۶	اعتکاف کے احکام	۱۸۷
۲۲۷	حدُود اللہ	۱۸۷
۲۲۸	ناحق مال	۱۸۸
۲۲۹	رشوت	۱۸۸
۲۳۰	چاند کا حساب	۱۸۹
۲۳۱	جاہلیت کی ایک رسم	۱۸۹
۲۳۲	اللہ کی راہ میں جنگ	۱۹۰
۲۳۳	جنگ اور جلاوطنی	۱۹۱
۲۳۴	فتنہ قتل سے بدتر ہے	۱۹۱
۲۳۵	خانہ کعبہ کا احترام	۱۹۲-۱۹۱
۲۳۶	قتال کی حدِ آخر	۱۹۳
۲۳۷	حُرمت والے مہینے	۱۹۴
۲۳۸	اللہ متقیوں کے ساتھ ہے	۱۹۴
۲۳۹	انفاق فی سبیل اللہ	۱۹۵
۲۴۰	قتال وجہاد کے احکام	۱۹۵
۲۴۱	حج	۱۹۶
۲۴۲	حج وعمرہ کے چند احکام	۱۹۶
۲۴۳	سر منڈانا	۱۹۶
۲۴۴	حج اور عمرہ کی قربانی	۱۹۶
۲۴۵	حکم قربانی کی وضاحت	۱۹۶
۲۴۶	زمانۂ حج اور اخلاقی حدُود	۱۹۷
۲۴۷	حج کا زادِ راہ	۱۹۷
۲۴۸	دُنیاوی فائدے	۱۹۸
۲۴۹	عرفات اور مشعر حرام	۱۹۸
۲۵۰	ذکر وعبادت	۱۹۸

Marfat.com

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۲۵۱	مساوات کا حکم	۱۹۹
۲۵۲	مناسکِ حج کے بعد	۱۹۹
۲۵۳	دُنیا کے طلب گار	۲۰۰
۲۵۴	دُنیا اور آخرت کے طالب	۲۰۱
۲۵۵	محاسبۂ اعمال	۲۰۲
۲۵۶	حج کے ایام	۲۰۳
۲۵۷	نیکی ہی اصل تقویٰ ہے	۲۰۳
۲۵۸	قسمیں کھانے والے جھگڑالو	۲۰۴
۲۵۹	مفسدہ پردازی	۲۰۵
۲۶۰	جھوٹا وقار	۲۰۶
۲۶۱	اللہ کی رضا چاہنے والا	۲۰۷
۲۶۲	اسلام میں پُورے پورے داخل ہوجاؤ	۲۰۸
۲۶۳	دانستہ غلطی نہ کرو	۲۰۹
۲۶۴	غیر معقول مطالبہ	۲۱۰
۲۶۵	بنی اسرائیل سے عبرت	۲۱۱
۲۶۶	مومنوں کا مذاق نہ اُڑاؤ	۲۱۲
۲۶۷	اُمّتِ واحدہ	۲۱۳
۲۶۸	مذہبی اختلاف	۲۱۳
۲۶۹	آزمائش کی گھڑی	۲۱۴
۲۷۰	کہاں خرچ کریں	۲۱۵
۲۷۱	جنگ کا حکم	۲۱۶
۲۷۲	انسان کی پسند و ناپسند	۲۱۶
۲۷۳	ماہِ حرام میں جنگ	۲۱۷
۲۷۴	کافروں کی روش	۲۱۷
۲۷۵	کافروں کی کوششیں	۲۱۷
۲۷۶	مرتد کی سزا	۲۱۷
۲۷۷	ایمان، ہجرت اور جہاد	۲۱۸
۲۷۸	شراب اور جُوا	۲۱۹
۲۷۹	شراب اور جُوئے کے بارہ میں حکم	۲۱۹
۲۸۰	مالی قربانیوں کا معیار	۲۱۹
۲۸۱	غور و فکر کی بات	۲۱۹
۲۸۲	یتیموں کی اصلاح	۲۲۰
۲۸۳	یتیموں کے بارے میں احکام	۲۲۰
۲۸۴	مشرکہ سے نکاح	۲۲۱
۲۸۵	مسلمان لونڈی کا درجہ	۲۲۱
۲۸۶	مشرک مرد سے نکاح	۲۲۱
۲۸۷	حیض کی حقیقت	۲۲۲
۲۸۸	حیض کے بعد	۲۲۲
۲۸۹	بیوی کا درجہ	۲۲۳
۲۹۰	آئندہ کی فکر	۲۲۳
۲۹۱	قسموں کا غلط استعمال	۲۲۴
۲۹۲	غلط قسمیں	۲۲۵
۲۹۳	طلاق کی ابتدا	۲۲۶-۲۲۷
۲۹۴	عِدّت	۲۲۸
۲۹۵	رجعت اور میاں بیوی کے حقوق	۲۲۸
۲۹۶	رجعی طلاق	۲۲۹
۲۹۷	خُلع	۲۲۹
۲۹۸	رجُوع کی صورت	۲۳۰
۲۹۹	حلالہ	۲۳۰
۳۰۰	بیویوں کے ساتھ برتاؤ	۲۳۱
۳۰۱	احکامِ الٰہی کا مذاق	۲۳۱
۳۰۲	عورت کی رضا	۲۳۲
۳۰۳	دُودھ پلانے کی مدّت	۲۳۳
۳۰۴	دُودھ پلانے کے دیگر قانون	۲۳۳

Marfat.com

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۳۰۵	عِدّت	۲۳۴
۳۰۶	نکاحِ ثانی کا نامہ و پیام	۲۳۵
۳۰۷	چھونے سے پہلے طلاق	۲۳۶
۳۰۸	طلاق اور مہر	۲۳۷
۳۰۹	نمازوں کی پابندی	۲۳۸ ۲۳۹
۳۱۰	بیوہ کے لیے وصیت	۲۴۰ ۲۴۲
۳۱۱	موت سے نہ بھاگو	۲۴۳
۳۱۲	قرضِ حسنہ	۲۴۴ ۲۴۵
۳۱۳	حضرت طالوت کا قصّہ	۲۴۶
۳۱۴	سپہ سالار کا انتخاب	۲۴۷
۳۱۵	سپہ سالار کی خصوصیات	۲۴۷
۳۱۶	تابوت سکینہ	۲۴۸
۳۱۷	مجاہدوں کی آزمائش	۲۴۹
۳۱۸	ہار جیت قلت و کثرت پر موقوف نہیں	۲۴۹
۳۱۹	صبر و استقامت	۲۵۰ ۲۵۱
۳۲۰	گذشتہ نشانیاں	۲۵۲
۳۲۱	دوسرے پارہ کے اسباق کا خلاصہ	
	پارہ تلک الرّسل (۳)	
۳۲۲	رسُولوں کے درجات	۲۵۳
۳۲۳	حضرت عیسٰی علیہ السّلام	۲۵۳
۳۲۴	اللہ کی راہ میں خرچ	۲۵۴
۳۲۵	آیت الکرسی	۲۵۵
۳۲۶	آیت الکرسی کی تشریح	۲۵۵
۳۲۷	دین میں جبر نہیں	۲۵۶
۳۲۸	ہدایت اور گمراہی	۲۵۶ ۲۵۷
۳۲۹	حضرت ابراہیمؑ اور نمرود	۲۵۸

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۳۳۰	اُجڑی بستی کی مثال	۲۵۹
۳۳۱	سابقہ مثال کی وضاحت	
۳۳۲	مُردوں کو زندہ کرنا	۲۶۰
۳۳۳	حضرت ابراہیمؑ کا ایک واقعہ	
۳۳۴	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثال	۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴
۳۳۵	خیرات ضائع نہ کرو	۲۶۴
۳۳۶	خیرات ضائع کرنے کی مثال	۲۶۵
۳۳۷	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ایک اور مثال	۲۶۶
۳۳۸	ریاکاری سے خرچ کرنے کی مثال	۲۶۷
۳۳۹	اللہ کی راہ میں اچھی چیز دو	۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱
۳۴۰	اللہ کے وعدے اور انعام	۲۷۲
۳۴۱	خیرات کیسے کی جائے	۲۷۳
۳۴۲	خیرات کا پورا پورا اجر	۲۷۴
۳۴۳	خیرات کے مستحق	۲۷۵
۳۴۴	خیرات کا اجر	
۳۴۵	سُود حرام ہے	۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹
۳۴۶	سُود کی بُرائیاں	۲۸۰ ۲۸۱
۳۴۷	سُود اور خیرات کا موازنہ	۲۸۲
۳۴۸	سُود لینا چھوڑ دو	۲۸۲
۳۴۹	تنگدست سے رعایت	۲۸۳
۳۵۰	لکھت پڑھت	۲۸۴
۳۵۱	گواہی	۲۸۵
۳۵۲	گواہی کے احکام	۲۸۶
۳۵۳	رہن کی ہدایات	
۳۵۴	اللہ محاسبہ فرمائے گا	
۳۵۵	اجزائے ایمان	
۳۵۶	دُعائیں	

Marfat.com

نمبر شمار صفحہ	مضمون	آیت نمبر
۳۵۷	سورۂ بقر پر ایک نظر	
	سورۂ آلِ عمران	
۳۵۸	سورۃ کا تعارف	
۳۵۹	اللہ تعالیٰ کی صفات	۱-۲
۳۶۰	قرآن مجید اور کتب سابقہ	۳-۴
۳۶۱	غلط عقیدوں کی تردید	۵-۶
۳۶۲	آیات کی دو قسمیں	۷
۳۶۳	محکمات و متشابہات	
۳۶۴	دو دعائیں	۸-۹
۳۶۵	ایک تنبیہ	۱۰-۱۲
۳۶۶	اللہ تعالیٰ کی نصرت	۱۳
۳۶۷	فانی اشیاء سے محبت	۱۴
۳۶۸	متقیوں کے لیے اجر	۱۵
۳۶۹	متقین کی صفات	۱۶-۱۷
۳۷۰	الوہیتِ خداوندی کی گواہی	۱۸
۳۷۱	اصلی دین ـــــ اسلام	
۳۷۲	اختلاف کی وجہ	۱۹
۳۷۳	نبی کا فرض محض تبلیغ ہے	۲۰
۳۷۴	کافروں کی کرتوت	۲۱-۲۲
۳۷۵	عیسائیوں کا جھوٹا عقیدہ	۲۳-۲۴
۳۷۶	آخرت کا انجام	۲۵
۳۷۷	اللہ تعالیٰ کا اختیار و قدرت	۲۶
۳۷۸	قدرتِ خداوندی	۲۷
۳۷۹	کافروں سے دوستی	۲۸
۳۸۰	کافروں کی پشیمانی	۲۹-۳۰
۳۸۱	حضرت رسولِ اکرمؐ کی پیروی	۳۱-۳۲
۳۸۲	انبیاء کا سلسلہ	۳۳-۳۴
۳۸۳	حضرت مریمؑ کی پیدائش	۳۵-۳۶
۳۸۴	حضرت مریمؑ کی پرورش	۳۷
۳۸۵	حضرت زکریاؑ کی دعا	۳۸-۳۹
۳۸۶	حضرت یحییٰؑ کی پیدائش	۴۰-۴۱
۳۸۷	حضرت مریمؑ کا درجہ	۴۲-۴۳
۳۸۸	حضرت مریمؑ کی کفالت	۴۴
۳۸۹	حضرت مسیحؑ کی بشارت	۴۵-۴۶
۳۹۰	بن باپ کے بیٹا	۴۷
۳۹۱	حضرت عیسیٰؑ کے معجزے	۴۸-۴۹
۳۹۲	حضرت مسیحؑ کی تعلیم	۵۰-۵۱
۳۹۳	حضرت عیسیٰؑ کے حواری	۵۲-۵۴
۳۹۴	حضرت عیسیٰؑ سے اللہ کے وعدے	۵۵-۵۶
۳۹۵	نیکوکار لوگوں کا اجر	۵۷
۳۹۶	حضرت عیسیٰؑ کی مثال	۵۸-۶۰
۳۹۷	مباہلہ	۶۱
۳۹۸	قصص الحق	۶۲-۶۳
۳۹۹	دعوتِ اتحاد	۶۴
۴۰۰	اہلِ کتاب کو تنبیہ	۶۵-۶۶
۴۰۱	حضرت ابراہیمؑ کا مسلک	۶۷-۶۸
۴۰۲	گمراہ کن اہلِ کتاب	۶۹-۷۱
۴۰۳	منافق اہلِ کتاب	۷۲
۴۰۴	اہلِ کتاب کا حسد	۷۳-۷۴
۴۰۵	خائن اہلِ کتاب	۷۵-۷۶
۴۰۶	حریصوں کی سزا	۷۷
۴۰۷	اہلِ کتاب کی دھوکہ دہی	۷۸
۴۰۸	یہ نبی کا کام نہیں	۷۹

Marfat.com

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۴۰۹	نبی کی تعلیم	۷۹-۸۰
۴۱۰	انبیاء کا عہد	۸۱
۴۱۱	عہد شکن	۸۲
۴۱۲	دینِ حق کی مخالفت	۸۳
۴۱۳	انبیاء کا سلسلہ	۸۴
۴۱۴	اسلام کے سوا	۸۵
۴۱۵	محرومِ ہدایت	۸۶
۴۱۶	ظالموں پر لعنت	۸۷-۸۸
۴۱۷	توبہ اور اصلاح	۸۹
۴۱۸	ناقابلِ قبول توبہ	۹۰
۴۱۹	فدیہ ہرگز قبول نہ ہوگا	۹۱
۴۲۰	گناہ کی سزا	۹۱
	پارہ لن تنالوا (۴)	
۴۲۱	قربانی کا معیار	۹۲
۴۲۲	بنی اسرائیل میں حلال و حرام	۹۳
۴۲۳	اللہ پر بہتان	۹۳-۹۴
۴۲۴	ملتِ ابراہیمی کا اتباع	۹۵
۴۲۵	اوّلین عبادت گاہ ــــ خانہ کعبہ	۹۶-۹۷
۴۲۶	بیت اللہ کا حج	۹۷
۴۲۷	اہلِ کتاب کا انکار	۹۸-۹۹
۴۲۸	اہلِ کتاب کا کہا نہ مانو	۱۰۰
۴۲۹	رسُول اللہ کی موجودگی	۱۰۱
۴۳۰	اسلام پر زندگی، اسلام پر موت	۱۰۲
۴۳۱	اعتصام بحبل اللہ	۱۰۳
۴۳۲	اخوّت ــــ احسانِ خداوندی	۱۰۳
۴۳۳	اصلاحی جماعت کے فرائض	۱۰۴
۴۳۴	فرقہ بندی	۱۰۵
۴۳۵	بدکردار ــــ سیاہ چہرے	۱۰۶
۴۳۶	نیک کردار ــــ نورانی چہرے	۱۰۷
۴۳۷	قرآنی آیات برحق ہیں	۱۰۸-۱۰۹
۴۳۸	خیرِ اُمّت	۱۱۰
۴۳۹	اہلِ کتاب کو نصیحت	۱۱۰-۱۱۱
۴۴۰	اہلِ کتاب پر عتابِ الٰہی	۱۱۲
۴۴۱	عتابِ الٰہی کے اسباب	۱۱۲
۴۴۲	سب اہلِ کتاب برابر نہیں	۱۱۳
۴۴۳	اللہ والوں کی مزید خصوصیات	۱۱۴-۱۱۵
۴۴۴	اللہ کے مال بچاؤ	۱۱۶
۴۴۵	کفار کا انفاقِ مال	۱۱۷
۴۴۶	بیگانے راز دار	۱۱۸
۴۴۷	اہلِ کتاب کی دوستی	۱۱۹
۴۴۸	اہلِ کتاب کا حسد	۱۲۰
۴۴۹	غزوۂ اُحد ــــ میدانِ جنگ کا منصوبہ	۱۲۱
۴۵۰	غزوۂ اُحد ــــ جنگ کا نقشہ	۱۲۲
۴۵۱	بدر کی جیت	۱۲۳
۴۵۲	فرشتوں کی مدد	۱۲۴-۱۲۵
۴۵۳	غیبی امداد کا مقصود	۱۲۶-۱۲۷
۴۵۴	اللہ کا اختیار	۱۲۸-۱۲۹
۴۵۵	سُود کی ممانعت	۱۳۰
۴۵۶	سُود خوروں کی سزا	۱۳۱-۱۳۳
۴۵۷	متقین کی صفات	۱۳۴-۱۳۵
۴۵۸	متقین کی خصوصیات اور اجر	۱۳۶
۴۵۹	درسِ عبرت	۱۳۷-۱۳۸
۴۶۰	مسلمانوں کا غلبہ	۱۳۹

Marfat.com

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۴۶۱	گردشِ ایام	۱۴۰
۴۶۲	آزمائش اور امتحان	۱۴۱-۱۴۰
۴۶۳	جنت کے داخلہ کی شرط	۱۴۳-۱۴۲
۴۶۴	حضرت محمد رسولِ خدا ہیں	۱۴۴
۴۶۵	رسولِ خدا کی رحلت	۱۴۴
۴۶۶	دُنیا اور آخرت کا بدلہ	۱۴۵
۴۶۷	حضراتِ انبیاء اور اُن کے ساتھی	۱۴۶
۴۶۸	اللہ والوں کی دُعا	۱۴۸-۱۴۷
۴۶۹	کافروں کا کہا نہ مانو	۱۵۰-۱۴۹
۴۷۰	اسلام کا رُعب	۱۵۱
۴۷۱	مسلمانوں کی آزمائش	۱۵۲
۴۷۲	رسول کی نافرمانی کا نتیجہ	۱۵۳
۴۷۳	اللہ تعالیٰ کی رحمت	۱۵۴
۴۷۴	منافقانہ وسوسے	۱۵۴
۴۷۵	منافقوں کی منافقت	۱۵۴
۴۷۶	آزمائشِ الٰہی کا مقصود	۱۵۵-۱۵۴
۴۷۷	منافقوں کی چال	۱۵۶
۴۷۸	موت وحیات کا مسئلہ	۱۵۸-۱۵۶
۴۷۹	آنحضرتؐ کی نرم خوئی	۱۵۹
۴۸۰	نصرتِ الٰہی	۱۶۰
۴۸۱	نبی کی شان	۱۶۳-۱۶۱
۴۸۲	رسُول اللہ کے خصائص	۱۶۴
۴۸۳	ابتلا کا شکوہ	۱۶۵
۴۸۴	آزمائش کا مقصود	۱۶۷-۱۶۶
۴۸۵	منافقوں کی حیلہ سازی	۱۶۸-۱۶۷
۴۸۶	شہداء زندہ ہیں	۱۷۱-۱۶۹
۴۸۷	ہیبت کی بجائے ایمان	۱۷۳-۱۷۲
۴۸۸	اللہ کا فضل	۱۷۴
۴۸۹	شیطان کا ڈراوا	۱۷۶-۱۷۵
۴۹۰	ایمان کے بدلے کفر	۱۷۸-۱۷۷
۴۹۱	حکمتِ خداوندی	۱۷۹
۴۹۲	بخل کا انجام	۱۸۰
۴۹۳	یہودیوں کی گستاخی	۱۸۲-۱۸۱
۴۹۴	یہودیوں کی کٹ حجتی	۱۸۴-۱۸۳
۴۹۵	موت کا مزہ	۱۸۵
۴۹۶	جان و مال کی آزمائش	۱۸۶
۴۹۷	اہلِ کتاب کا عہد	۱۸۷
۴۹۸	خوش فہمیاں	۱۸۹-۱۸۸
۴۹۹	آیاتِ الٰہی میں غور وفکر	۱۹۱-۱۹۰
۵۰۰	داعی کی پکار	۱۹۳-۱۹۲
۵۰۱	نیکوکاروں کا اجر	۱۹۵-۱۹۴
۵۰۲	کفار کی خوشحالی	۱۹۸-۱۹۶
۵۰۳	اصولِ کامرانی	۲۰۰-۱۹۹
۵۰۴	سورہ آلِ عمران پر ایک نظر	
	سُورۃ النساء	
۵۰۵	سورۃ النسا کا خلاصہ	
۵۰۶	انسان کی پیدائش	۱
۵۰۷	یتیموں کا مال	۲
۵۰۸	تعدد ازدواج	۳
۵۰۹	حق مہر	۴-۵
۵۱۰	یتیموں کی تربیت	۶
۵۱۱	میراث اور ترکہ کے حصہ دار	۷
۵۱۲	تقسیم میراث میں نرمی	۸

Marfat.com

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۵۱۳	یتیم کو اپنی اولاد پر قیاس کرو	۹ - ۱۰
۵۱۴	مرد و عورت کے حصّوں کا تناسب	۱۱
۵۱۵	والدین کا حصّہ	۱۱
۵۱۶	میاں بیوی کا حصّہ	۱۲
۵۱۷	کلالہ کا حصّہ	۱۲
۵۱۸	وصیّت اور قرض	۱۲
۵۱۹	حدُودُ اللہ	۱۳-۱۴
۵۲۰	بدکار عورتوں کی سزا	۱۵
۵۲۱	بدکار مردوں کی سزا	۱۶
۵۲۲	توبہ	۱۷
۵۲۳	جھُوٹی توبہ	۱۸
۵۲۴	مجرموں سے سلوک	۱۹
۵۲۵	مہر کی ادائیگی	۲۰-۲۱
۵۲۶	ماؤں کا احترام	۲۲
۵۲۷	محرم عورتیں	۲۳
۵۲۸	دُوسری محرم عورتیں	۲۳
	پارہ والمحصنٰت	
۵۲۹	نکاح کی شرائط	۲۴
۵۳۰	مہر اور باہمی رضامندی	۲۴
۵۳۱	لونڈیوں سے نکاح	۲۵
۵۳۲	لونڈی سے نکاح کی شرائط	۲۵
۵۳۳	اللہ کیا چاہتا ہے؟	۲۶-۲۸
۵۳۴	مسلمان کی جان و مال	۲۹-۳۰
۵۳۵	کبائر سے گریز	۳۱
۵۳۶	حسد	۳۲
۵۳۷	وارثوں کا تقرر	۳۳

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۵۳۸	مردوں کو عورتوں پر فضیلت	۳۴
۵۳۹	سرکش عورتوں کی اصلاح	۳۴
۵۴۰	مصالحت اور ثالثی	۳۵
۵۴۱	حقوق العباد	۳۶
۵۴۲	ریاکار بخیل	۳۸-۳۸
۵۴۳	ریاکار بخیل غور کریں	۳۹-۴۰
۵۴۴	قیامت کے دن کفار کی حسرت	۴۱-۴۲
۵۴۵	نشہ اور نماز	۴۳
۵۴۶	تیمّم	۴۳
۵۴۷	یہُودیوں کا ارادۂ بد	۴۴-۴۵
۵۴۸	یہُودیوں کی چالاکیاں	۴۶
۵۴۹	بہتر طریقہ	۴۶
۵۵۰	یہُود کو دعوتِ ایمان	۴۷
۵۵۱	مشرک کی بخشش نہیں	۴۸
۵۵۲	جھُوٹ اور بُہتان	۴۹-۵۰
۵۵۳	طاغوت اور بتوں کے فرمانبردار	۵۱-۵۲
۵۵۴	یہُودیوں کی محرومی	۵۳-۵۴
۵۵۵	دوزخ کا عذاب	۵۵-۵۶
۵۵۶	جنّت کی نعمتیں	۵۷
۵۵۷	امانتیں اور عدل و انصاف	۵۸
۵۵۸	واجب الاطاعت کون؟	۵۹
۵۵۹	اختلاف کی صورت میں فیصلہ	۵۹
۵۶۰	آنحضرتؐ کا فیصلہ	۶۰
۵۶۱	آنحضرتؐ کے فیصلے کے بعد	۶۱-۶۲
۵۶۲	صحیح طرزِ عمل	۶۳-۶۴
۵۶۳	ایمان کی کسوٹی	۶۵
۵۶۴	شرعی احکام مشکل نہیں	۶۶-۶۸

Marfat.com

نمبر شمار صفحہ	مضمون	نمبر آیت
۵۶۵	اللہ کے انعام یافتہ بندے	۶۹-۷۰
۵۶۶	جہاد کے لیے تیار رہو	۷۱-۷۲
۵۶۷	جہاد اور اس کا اجر	۷۳-۷۴
۵۶۸	مظلوموں کی مدد میں جہاد	۷۵
۵۶۹	مومن اور کافر کی جنگ	۷۶
۵۷۰	لڑائی سے ڈرنے والے	۷۷
۵۷۱	موت سے بچنا ممکن نہیں	۷۷
۵۷۲	شامتِ اعمال	۷۸-۷۹
۵۷۳	رسُول اللہ کی اطاعت	۸۰
۵۷۴	رسُول کے خلاف سازشیں	۸۱
۵۷۵	صداقتِ قرآن کی دلیل	۸۲
۵۷۶	بے تحقیق افواہیں	۸۳
۵۷۷	جہاد اور اس کی ترغیب	۸۴-۸۵
۵۷۸	نیکی کا بدلہ	۸۶-۸۷
۵۷۹	ایمان کا معیار	۸۸-۸۹
۵۸۰	منافقوں سے جنگ	۸۹-۹۰
۵۸۱	صلح جُو لوگوں سے جنگ	۹۰-۹۱
۵۸۲	نادانستہ قتلِ مسلم کی سزا	۹۱
۵۸۳	قتلِ عمد کی سزا	۹۲-۹۳
۵۸۴	جہاد میں قتل کے اندر احتیاط	۹۴
۵۸۵	مجاہدوں کے درجات	۹۵-۹۶
۵۸۶	مظلوموں کے لیے ہجرت	۹۷-۹۹
۵۸۷	مہاجر فی سبیل اللہ	۱۰۰
۵۸۸	سفر میں نمازِ قصر	۱۰۱
۵۸۹	نمازِ خوف	۱۰۲
۵۹۰	احتیاط ضروری ہے	۱۰۲
۵۹۱	نماز کے سوا ذکرِ الٰہی	۱۰۳
۵۹۲	دشمن کو ڈھیل نہ دو	۱۰۴
۵۹۳	طرفداری کے بغیر انصاف	۱۰۵-۱۰۶
۵۹۴	مجرم کی کوئی حمایت نہیں	۱۰۷-۱۰۸
۵۹۵	استغفار	۱۰۹-۱۱۰
۵۹۶	بہتان اور تہمت	۱۱۱-۱۱۲
۵۹۷	آنحضرتؐ کی شان	۱۱۳
۵۹۸	سرگوشی	۱۱۴
۵۹۹ھ	رسُول اللہ کے مخالفین	۱۱۵
۶۰۰	شرک ناقابلِ معافی ہے	۱۱۶
۶۰۱	مشرکوں کا شرک	۱۱۷-۱۱۹
۶۰۲	شیطان کے ہتھکنڈے	۱۱۹-۱۲۱
۶۰۳	اللہ کا سچا وعدہ	۱۲۲
۶۰۴	آرزو پر فیصلے نہیں ہوتے	۱۲۳-۱۲۴
۶۰۵	اسلام اور ملّتِ ابراہیمی	۱۲۵-۱۲۶
۶۰۶	قیامِ عدل	۱۲۷
۶۰۷	بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک	۱۲۸
۶۰۸	بیویوں میں عدل شرط ہے	۱۲۹-۱۳۰
۶۰۹	خوفِ خدا	۱۳۱-۱۳۲
۶۱۰	اللہ سب سے بے نیاز ہے	۱۳۳-۱۳۴
۶۱۱	بے لاگ گواہی	۱۳۵
۶۱۲	اہلِ ایمان سے مطالبۂ ایمان	۱۳۶
۶۱۳	ڈھل مِل یقین منافق	۱۳۷-۱۳۹
۶۱۴	بُری مجالس کا بائیکاٹ	۱۴۰
۶۱۵	منافقوں کی دوزخی مثال	۱۴۱
۶۱۶	منافقوں کی پہچان	۱۴۲-۱۴۳
۶۱۷	کفّار کی دوستی	۱۴۴-۱۴۵
۶۱۸	نجات کی راہ	۱۴۶-۱۴۷

Marfat.com

نمبر شمار و صفحہ	مضمون	نمبر آیت
	پارہ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ (۶)	
۶۱۹	اصلاح کا طریق	۱۴۸-۱۴۹
۶۲۰	مکمل کفر	۱۵۰-۱۵۱
۶۲۱	اہلِ ایمان کے درجات	۱۵۲
۶۲۲	اہلِ کتاب کے سوال	۱۵۳
۶۲۳	یہود کی زیادتیاں	۱۵۴
۶۲۴	یہود کی بداعمالیاں	۱۵۵
۶۲۵	حضرت عیسیٰؑ سے یہود کا سلوک	۱۵۶-۱۵۷
۶۲۶	حیات و ممات مسیحؑ	۱۵۷-۱۵۹
۶۲۷	یہودیوں پر سختی	۱۶۰-۱۶۱
۶۲۸	اجرِ عظیم	۱۶۲
۶۲۹	اللہ کی وحی	۱۶۳-۱۶۴
۶۳۰	اللہ کی شہادت	۱۶۵-۱۶۷
۶۳۱	کفار کے لیے جہنم	۱۶۸-۱۶۹
۶۳۲	آخری رسول کی آمد	۱۷۰
۶۳۳	اہلِ کتاب کو نصیحت	۱۷۱
۶۳۴	اللہ کی بندگی کا اقرار	۱۷۲
۶۳۵	ایمان و عمل کی جزا	۱۷۳
۶۳۶	اللہ کی سند	۱۷۴-۱۷۵
۶۳۷	میراث کے باقی حکم	۱۷۶
۶۳۸	سورۃ النساء پر ایک نظر	

Marfat.com

فہرست الفاظ منزل اوّل

(سورۃ الفاتحہ۔ البقرہ۔ آلِ عمران۔ النساء)

صرف وُہ الفاظ جن کی تشریح حل لغات کے طور پر درسِ قرآن میں کی گئی ہے۔

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
الف		اجر	۶۳۵	اسلِم	۱۵۷	اللہ	۲/۳
اللہ	۲-۴	اجل مسمّیً	۳۵۰	اسماء	۵۸	الاسلام	۳۷۱
اٰخرۃ	۲۲	اجلھن	۳۰۰-۴۲	اسمٰعیل	۱۵۲	الحمد	۴
اٰدم	۳۸۲	اجورھن	۵۳۰	اشتراء	۳۳/۴۹۰	الّذین اتبعوا	۱۹۲
اٰذوھما	۵۲۱	احاطت بہ	۱۱۰	اشکرواالی	۱۷۸	الّذین کفروا	۱۳۳/۵۶۹
اٰل عمران	۳۸۲	احسان	۲۹۶	اشھرالحرام	۲۳۷/۲۴۹	الّذین اٰمنوا	۵۶۹
اٰل فرعون	۸۰	احسنوا	۲۳۹	اصحٰب	۶۸	الّذین ھاجروا	۲۷۷
اٰیت اللہ	۹۴	احصروا	۳۴۳	اصحٰب النّار	۶۸	الّذین جاھدوا	۲۷۷
اٰیٰت بیّنٰت	۱۲۶	اذّنتم	۱۰۴	اصحٰب السّبت	۵۵۰	الّذین یقاتلونکم	۲۳۲
اٰیۃ الکرسی	۳۲۵/۳۲۶	اذا	۵۷۰	اصطفٰک	۳۸۷	الّذی حاجّ	۳۲۹
ابنِ مریم	۳۲۳	اذیً	۲۸۷	اضطر	۱۹۸	الّذی مرّ	۳۳۰
ابتلیٰ	۱۴۹	اذکرونی	۱۷۸	اضعافًا	۴۵۵	الٓمّٓ	۱۵
ابتغوا ماکتب اللہ	۳۲۴	اذن	۲۶۸	اضللن	۶۰۱	المتر	۳۱۱
ابراھیم	۱۴۹	ازل	۶۴	اعتدوا	۹۸	الٰہ	
ابلیس	۶۱	ازواج مطھرۃ	۵۵۶	اعتزلوا	۲۸۷/۵۸۱	امام	۱۴۹
اتّباعٌ بالمعروف	۲۰۸	ازواج	۳۰۲	اعتصام	۴۳۱	امانت	۵۵۷
اتخذ	۱۴۲	اسباط	۱۶۱	اعلون	۴۶۰	امانیۃ	۱۰۸
اتّخذنا ھزوا	۱۰۰	اسجدوا	۶۱	افضتم	۲۴۹	امّۃ واحدۃ	۲۶۷
اتقاء	۴۰/۹۶	اسحٰق	۱۵۸	اقتلوا	۲۳۳	امۃ مسلمۃ	۱۵۴
اتّقوا اللہ	۲۳۸	استعینوا	۷۶/۱۷۹	اقتلوا انفسکم	۸۵	امرءۃ عمران	۳۸۳
اثم	۱۱۳/۲۷۹	استمتاع	۵۳۰	اقسط	۳۵۲	امنا	۱۵۱
اثنتا عشرعینا	۹۱	السّلم	۵۸۱	اقوم	۳۵۲	اُم الکتاب	۳۶۲

Marfat.com

لفظ	صفحہ
امنین	۶۰۱
امیّین	۳۷۳
انداد	۴۱
انظرنا	۱۳۲
انفاق	۳۰
اوحینا	۶۲۹
اوّل بیت	۴۲۵
اولیاء	۴۸۹
اولوالعلم	۳۷۰
اولی القربیٰ	۵۱۲
اهبطوا	۶۵-۸۷
اهل الکتاب	۱۳۳
اهله	۲۳۰
ایام	۴۶۱
ایام معدودة	۱۰۹
ایقان	۲۲
ایلاء	۲۹۳
اِیمان	۱۸-۹۵
اَیمان	۵۳۷
ب	
بابل	۱۲۹
باطل	۲۸۸
باشروهن	۲۳۴
بالحق	۱۴۵
بحر	۸۱
بدر	۴۵۱
بدل	۹۰
بدیع	۱۴۳
بِر	۷۵-۲۰۲
بروج مشیّدہ	۵۷۱
برهان	۶۳۶
بسطة	۲۱۵
بشیر	۱۴۵
بعثت	۲۶۷
بغیًا	۲۶۸
بکر	۱۰۱
بکم	۳۵
بیت	۵۷۴
البیت	۱۵۱
بیّنات	۸۵-۱۱۶
	۳۲۳
بیّنات من الهدیٰ	۲۱۷
بنی اسرائیل	۶۵-۷۰
ت	
تاب	۶۶
تابوا	۱۸۶
تابوت سکینة	۳۱۶
تتقون (اتقا)	۹۶
تجارة حاضرة	۳۵۲
تحریر	۵۸۲
تحریف (یحرفونه)	۱۰۶
تحیّة	۵۷۸
تختانون	۲۲۴
تدلوا	۲۲۹
تراضو	۳۰۲
تسبیح (تسبح)	۵۶
تشکردن	۸۳-۲۲۰
تعتدوا	۲۳۲
تطعمون	۱۰۶
تطوع	۲۱۴
تقوی (تتقون)	۹۶
تکبّروا اللّٰه	۲۲۰
تکتموا	۷۳
تُکلّف	۵۷۷
تکملوا العدّة	۲۲۰
تلاوت	۱۷۴
تلبسوا	۷۳
تمتع	۲۴۴
تنسیخ	۱۳۴
تنکح	۲۹۸
تنکیل	۵۷۷
توّابین	۲۸۸
توبه	۶۶-۴۱۷
تولّی	۲۵۹
ث	
ثقفتموا	۵۸۱
ثلثة قروء	۲۹۴
ج	
جالوت	۳۱۸
جبریل	۱۲۵
جهر	۶۱۹
الجُهلین	۱۰۰
جنبًا	۵۴۵
جنّة	۶۲
جنّت	۵۵۶
جنوبٍ (واحد جنب)	۵۹۱
ح	
حافظوا	۳۰۹
حبل اللّٰه	۴۳۱
حبل من اللّٰه	۴۴۰
حبل من النّاس	۴۴۰
حج	۱۸۴ / ۲۴۱
حدُود اللّٰه .	۲۲۶ / ۵۱۹
حرثٍ	۲۵۹ / ۲۸۹
حرج	۵۶۳
حروف مقطعات	۱۵
حزن	۴۶-۳۴۴
"	۴۶۰
حسد	۱۳۶
حسنَة	۲۵۴ / ۵۶۲
حطة	۸۹
حَظًّا	۴۸۹
حفیظ	۵۷۳
حق تلاوته	۱۲۶
حکیم	۲۶۳
حکمة	۱۵۵ / ۳۴۰
حنیف	۱۶۰ / ۲۰۱
حلال	۱۹۳

Marfat.com

لفظ	صفحہ
حلالہ	۲۹۹
حنیف	۴۲۴-۱۶۰
	۴۰۱
حواریون	۳۹۳
حوبًا	۵۰۷
الحی	۳۲۵
حین البأس	۳۰۶
خ	
خالد	۶۰۳
خلدون	۴۶
ختم	۲۵
خدع	۶۱۶-۲۸
خسرین	۹۷
خسارہ	۹۷
خشوع	۷۶
خصیم	۵۹۳
خطوات	۲۶۲
خلع	۲۹۷
خلیفہ	۵۴
خمر	۲۷۸
خون	۳۴۴-۶۷
خیر	۲۱۰-۳۴۲
	۲۷۰
خیرکثیر	۳۴۰
خیرامّة	۴۳۸
خیرات	۱۷۵
د	

لفظ	صفحہ
داؤد	۳۱۹
دِیَة	۵۸۲
دَین	۳۵۰
دِین	۶-۳۲۷
	۲۳۶
دین اللہ	۴۱۲
ذ	
ذالك	۲۴۵-۱۶
ذرّیّة	۱۵۰
ذکر	۲۵۰-۱۷۸
ذکراللہ	۵۹۱
ذلة	۹۳
ذوالقربیٰ	۲۰۳
ر	
راغ	۶۲۸
راعنا	۱۳۲
رب	۴
ربّانی	۴۰۹
ربوا	۳۴۵
رحمٰن	۵-۳
رحیم	۵-۲
رجز	۹۰
رجعت	۲۹۶-۲۹۵
رزق	۳۲۴-۲۰
رسل	۳۲۳
رسول	۱۲۷
رشد	۳۲۷

لفظ	صفحہ
رضاعة	۵۲۰-۳۰۳
رفث	۲۲۳
رقاب	۲۰۳
رقبہ	۵۸۲
رکوع	۷۴
رمضان	۲۱۶
روح القدس	۳۲۳
رهن	۳۵۳
ز	
زکریا	۳۸۴
زکوٰة	۷۴
زللتم	۲۶۳
زیع	۳۶۴
س	
ساء سبیلا	۵۲۶
سبت	۹۸
سبع سمٰوٰت	۵۲
سجدہ	۶۱
سجّین	۶۳۳
سحر	۱۲۹
سریع الحساب	۲۵۵
سعة	۵۸۷
سعی فی الارض	۲۵۹
سفهاء	۱۶۷-۳۱
سفك	۱۱۲
سکادیٰ	۵۴۵
سُلطٰن	۴۱۷-۴۷۰

لفظ	صفحہ
سِلم	۳۶۲
سلویٰ	۸۸
سلیمٰن	۱۲۸
سماءٌ	۳۶
سوّهُنّ	۵۲
سیئة	۵۷۲
ش	
شبه	۶۲۵
شجرة	۵۶۳-۶۳
شُح	۶۰۷
شرك	۵۵۱
شعائر	۱۸۴
شفاعت (یشفع)	۳۲۵
شکر (تشکرون)	۸۳
(اشکرلی)	۱۷۸
شهدآء	۱۶۸-۴۲
شهد اللہ	۳۷۰
شهید	۵۴۴
شهرالحرام	۲۳۷/۲۷۳
شهرین	۵۸۲
شیٰطین	۶۴-۳۲
	۱۲۸
ص	
صابرین	۲۰۶
صاعقه	۶۲۲
صالحین	۵۶۵
صابئین	۹۵

Marfat.com

لفظ	صفحہ
صبر	۷۶-۱۷۹
صبغة الله	۱۶۳
صدقات	۵۰۹
صدیقین	۵۶۵
الصّعقه	۸۶
صفا و مروه	۱۸۴
صلوٰة	۱۹
صلوات	۱۸۳
صلوٰة الوسطیٰ	۳۰۹
صم	۳۵
صیام	۳۱۲
ض	
ضال	
ضآلّین	۱۱-۲۵۰
ضرب	۵۸۴
ضربت علی	۹۳-۴۴۰
ضلّوا	۶۳۰
ط	
طاغوت	۳۲۸/۵۵۳
طالوت	۳۱۴
طائف	۱۵۲
طائفتین	۴۵۰
طبع	۶۲۴
طغیان	۳۲
طلاق	۲۹۳
طوٰی	۱۸۴
طور	۹۶
طیّبًا	۱۹۳
ظ	
ظالم	۶۳
ظلمات	۳۴-۳۲۸
ظن	۷۷
ع	
عاد	۱۹۸
عاکف	۱۵۲-۲۲۶
عالمین	۴-۷۸۰
عبلد	۴۰۸
عبادت	۷-۴۰۰
عدل	۷۹
عدّت	۲۹۴/۳۰۵
عدوان (اعتدوا)	۹۸-۱۱۳
عصا	۹۱
عظمة	۳۹۱
عرفات	۲۴۹
عفو	۲۸۰
علیٰ حبّه	۲۰۳
عمره	۱۸۴-۲۴۲
عمل صالح	۴۵
عمی	۳۵
عدوان	۱۰۱
عهد	۵۰-۷۰
عیسیٰ	۱۱۶/۳۰۹
غ	
غرور	۶۰۲
غشاوة	۲۵
غشی	۴۷۳
غضب	۴۴۰
غلف	۱۱۸-۶۲۴
غیّ	۳۲۷
غیب	۱۸
ف	
فاحشه	۵۲۰
فارض	۱۰۱
فاسق	۴۹
فتنة	۱۳۰
فجر	۲۲۵
فحشاء	۱۹۴
فدیه (افتداء)	۴۱۹
فرقان	۴۸/۲۱۷
فرقنا بکم البحر	۸۱
فسق	۹۰
فقرآء	۳۴۱
فضل	۲۴۸/۵۹۷
فضلنا	۲۲۲
فضلت	۷۸
فلاح	۳۲
فوق	۴۷
فی سبیل الله	۱۸۰/۲۳۲
ق	
قاتلوا	۲۳۲/۲۳۶
قانت	۱۴۴/۳۰۹
قبله	۱۵۱
قتل (یقتلون)	۹۴
قتلیٰ	۲۰۷
قدموا لانفسکم	۲۹۰
قربان	۴۹۴
قرض حسنه	۳۱۲
قروء	۲۹۴
قریب	۲۲۱
قریه	۸۹
قصاص	۲۰۷
قصر (نماز)	۵۸۱
نقص الحق	۳۹۸
قفینا	۱۱۶
قوامون	۵۳۱
قول معروف	۳۳۵/۵۱۲
قیوم	۳۲۵
ك	
کاظمین الغیظ	۴۵۷
کافة	۲۶۲
کبائر	۵۳۵
الکتٰب	۱۶
کتب الله	۱۲۷
کتب علیکم	۲۰۷/۵۷۰
کرسی	۳۲۵
کفر (کفروا)	۲۴
(یکفرون)	۹۴
(الذین کفروا)	۱۳۳

Marfat.com

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
کلمۃ	۳۸۹	متطھرین	۲۸۸	مصیبۃ	۱۸۲		۶۲۴
کلمات	۶۶	متعمّدًا	۵۸۳	مطلقٰت	۲۹۴	میقات	۲۴۵
کلالہ	۶۲۷-۵۱۷	متعوھنّ	۳۰۷	معدودات	۲۵۲	**ن**	
کلم اللہ	۳۲۹	متقین	۴۰-۱۷	معروف	۲۹۶	الناس	۴۰
کن فیکون	۱۴۳	مثل	۴۲-۳۴	مغانم	۵۸۴	نجوی	۵۹۰
ل		مثل دیج	۴۴۵	مغفرۃ	۳۳۵	نذر	۳۴۱
لااکراہ	۳۲۷	مثابہ	۱۵۱	مغضوب	۱۱	نذیر	۱۴۵
لاتلقوا بایدیکم	۲۳۹	محراب	۳۸۴	مفلحون	۲۳	نری اللہ	۸۶
لاتشکفون	۱۱۲	محسن	۸۹	مقام ابراھیم	۱۵۱	نسبّح	۵۶
لاھم ینصرون	۱۱۵	محسنات	۵۳۹/۵۳۱	مقتا	۵۲۶	نسک	۲۴۳
لباس	۲۲۳	محیض	۲۸۷	مکر	۳۹۳	نشوز	۶۰۷
لحم الخنزیر	۱۹۷	مُحیط	۳۷	ملئکۃ	۶۳۴-۵۴	نصاریٰ	۹۵
لعلّ	۴۰	محکمات	۳۶۲	ملّۃ	۱۴۶	نعمتی	۷۰
لعنت	۱۱۸	مرسلین	۳۲۰	ملّۃ ابراھیم	۴۳۴-۱۶۰	نقدس	۵۶
لعنون	۱۸۵	مریم	۱۱۶	ملکین	۱۲۹	نقیر	۶۰۴
لغو	۲۹۲	مَس	۳۰۷	مَن	۴۸۲	نکاح	۲۹۸
للہ	۲۴۳	مسجد	۱۴۰	من وسلویٰ	۸۸	نکالاً	۹۹
لئلا	۶۳۰	مسکنۃ	۹۳	منذرین	۲۶۷	ننسخ	۱۳۴
لیل	۲۲۵	مسلمًا	۴۰۱	مناسک	۲۵۲	النھر	۳۱۷
م		مسلمین	۱۵۴	منافق	۵۷۹-۲۶	**و**	
ما اھل بہ	۱۹۷	مسیح	۳۸۹	منھم	۱۵۵	والدٰت	۳۰۳
مالک	۶	مسجد الحرام	۱۷۱/۲۳۵	مواقیت	۲۳۰	وارث	۳۰۴
مالک الملک	۳۷۷	مشرکین	۱۳۳	موسیٰ	۸۲	وجھہ	۱۴۱-۱۳۸
مباھلہ	۳۹۷	مشعر الحرام	۲۴۹	مھتدون	۱۸۳	وداء ظھورھم	۱۲۷
مبشرین	۲۶۷	مصدق	۳۶۰	مھین	۵۹۰/۴۹۰	وسطا	۲۶۸
متاع الغرور	۴۹۵	مصر	۹۲	میتۃ	۱۹۷	وصیۃ	۳۱۰-۳۱۰
متشابہ	۳۶۲	مصلحون	۳۰	میثاق	۱۱۱-۴۹۷	وقع	۵۸۷

Marfat.com

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
دلی	۳۲۸	یتربصن	۲۹۴-۳۰۵	یستجیبوالی	۲۱۲	یکفرون	۹۴
دھن	۴۶۰	یتعد	۵۱۹	یُضٰعفه	۳۱۲	ینفقون	۲۰
ھ		یتلوا علیھم	۱۵۵	یطوف	۱۸۴	یوم	۷۹
ھادوا	۹۵	یتیم	۲۸۲	یطیقونه	۲۱۴	یوم	۶
ھبوط	۶۵-۶۷	یحاجوکم	۱۰۷	یظنّون	۷۷	یوم	۳۲۴
ھدایت	۹	یحزنون	۱۰۶	یعقوب	۱۵۷	یوم التقی الجمعٰن	۴۸۴
ھُدیً	۲۱۷	یرغب	۱۵۶	یعلمھم الکتٰب	۱۵۵		
ھُدیٰ	۳۴۲	یرفع	۱۵۴	یعمھون	۳۲	یوصیکم	۵۱۴
ھٰذہ الشجرہ	۶۳	یزکیھم	۱۵۵	یفسقون	۹۰	یوقنون	۲۲
ھنیئًا مریئًا	۵۰۹	یسارعون	۴۸۹	یقتلون	۹۴	یؤمنون	۱۸
ی		یستفتحون	۱۱۹	یقیمون	۱۹	یؤمنذ ابی	۲۲۲
یتامیٰ	۵۰۷	یستغثون	۶۰۶	یکسب	۵۹۶	یؤلون	۲۹۳

میں نے اس پہلی منزل درس قرآن کے متن کو حرفاً حرفاً پڑھا میں تصدیق کرتا ہوں کہ اب اس کے متن میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

محمد اقبال غفرلہٗ

مدرس شعبہ تجوید۔ مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندی گراں۔

لاہور

Marfat.com

فہرست اسماء واعلام منزل اوّل

(سُورۃ الفاتحہ۔ البقرہ۔ آلِ عمرٰن اور النسآء میں استعمال شُدہ اسماء)

مع نام سُورت ونمبر آیت

آدمؑ: البقرہ ۳۱-۳۲-۳۴
۳۵-۳۷
آلِ عمران: ۳۳
آلِ ابراہیمؑ: آلِ عمران-۳۳
آلِ عمران: " " -۳۴
آلِ فرعون: البقرہ-۴۹-۵۰
آلِ عمران-۱۱
ابراہیمؑ: البقرہ-۳۴-۱۲۴
۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۳۰
۱۴۰-۲۵۸-۲۶۰
آلِ عمران-۶۷-۶۸
۸۴-۹۵-۹۷
النسآء-۱۶۳
اِبلیس: البقرہ-۳۲
اسحٰقؑ: البقرہ-۱۴۰
آلِ عمران-۸۴
اسلام: آلِ عمران-۱۹-۸۵
اسمٰعیلؑ: البقرہ-۱۳۷-۱۴۰
آلِ عمران-۸۴
النسآء-۱۶۳
اِمراۃ عمران: آلِ عمران-۳۵
انجیل: آلِ عمران-۸۴
ایوبؑ: النسآء-۱۶۳

بابل: البقرہ-۱۰۲
بدر: آلِ عمران-۱۲۳
بکّہ (مکّہ): آلِ عمران-۹۶
توراۃ: " -۸۴-۹۳-۵۰
جالوت: البقرہ-۲۴۹-۲۵۰
۲۵۱
جبریلؑ: البقرہ-۹۷-۹۸
حج: " -۱۸۹-۱۹۶-۱۹۷
حواری: آلِ عمران-۵۲
خنزیر: البقرہ-۱۷۳
داؤدؑ: النسآء-۱۶۳
رمضان: البقرہ-۱۸۵
رُوح القدس: البقرہ-۸۷-۲۵۳
زبُور: النسآء-۱۶۳
زکریاؑ: آلِ عمران-۳۷-۳۸
سلیمٰنؑ: البقرہ-۱۰۲
النسآء-۱۶۳
شیطین: البقرہ-۱۰۲-۱۶۸
صابئین: " -۶۲
صفا: " -۱۵۸
طالوت: " -۲۴۷-۲۴۹
طور: " -۶۳-۹۳
النسآء-۱۵۴

عرفات: البقرہ-۱۹۸
عمران: آلِ عمران-۳۵
عیسیٰؑ: البقرہ-۸۷-۲۵۳
آلِ عمران-۴۵-۵۲
۵۵-۵۹
۸۴
النسآء-۱۵۷-۱۶۳
۱۷۱-۱۷۲
فرقان: البقرہ-۱۸۵
آلِ عمران-۴
قرآن: البقرہ-۱۸۵
النسآء-۸۲
ماروت: البقرہ-۱۰۲
محمدؐ: آلِ عمران-۱۴۴
مروہ: البقرہ-۱۵۸
مریمؑ: آلِ عمران-۳۶-۳۷
۴۳-۴۵
مسجد: البقرہ-۱۸۷
مسجد الحرام: البقرہ-۱۹۱-۱۹۶
۲۱۷
مسیحؑ: (دیکھو عیسیٰؑ)
مشعر الحرام: البقرہ-۱۹۸
مقامِ ابراہیمؑ: " -۱۲۵

موسیٰؑ: البقرہ-۵۱-۵۳-۵۴
۵۵-۶۰-۶۱-۶۷
۸۷-۹۲-۲۴۸
النسآء-۱۵۳-۱۶۴
آلِ عمران-۸۴
میکٰئیل (میکائیل): البقرہ-۹۸
نصرانی: البقرہ-۱۱۲
۱۲۰-۱۳۵
۱۴۰
نوحؑ: آلِ عمران-۳۳
النسآء-۱۶۳
ہارُوت: البقرہ-۱۰۲
ہارُون: " -۲۴۸
النسآء-۱۶۳
یحییٰؑ: آلِ عمران-۳۹
یعقوبؑ: البقرہ-۱۴۰
آلِ عمران-۸۴
النسآء-۱۶۳
یُونسؑ: النسآء-۱۶۳
یہُودی: البقرہ-۶۲-۱۱۱
ھادُوا-یہودی): ۱۱۳-۱۲۰
النسآء-۴۶
۱۶۰

Marfat.com

تعوّذ

اَعُوْذُ - بِاللّٰہِ - مِنَ - الشَّیْطٰنِ - الرَّجِیْمِ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی سے شیطان مردود میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں مردود شیطان سے

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق وُہ بھی ہے جسے شیطان کہتے ہیں۔ وُہ آگ سے پیدا کیا گیا ہے جب فرشتوں در آدم علیہ السلام میں مُقابلہ ہُوا۔ اور حضرت آدمؑ اس امتحان میں کامیاب ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وُہ سب کے سب آدمؑ کے آگے جھک جائیں چنانچہ اُن سب نے اُنہیں سجدہ کیا۔ مگر شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ اس کے اندر تکبّر کی بیماری تھی۔ جب اس سے جواب طلبی کی گئی۔ تو اُس نے کہا۔ مجھے آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آدم کو مٹی سے۔ اس لئے میں اس سے بہتر ہوں۔ آگ مٹی کے آگے کیسے جُھک سکتی ہے؟ شیطان کو اسی تکبّر کی بنا پر ہمیشہ کے لئے مردُود قرار دے دیا گیا اور قیامت تک کے لئے اس پر لعنت کی گئی۔

اب شیطان نے اپنی اس ذلّت کا بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ کسی نہ کسی طریقہ سے حضرت آدمؑ اور اُن کی بیوی حوّا کو جنّت سے نکلوا دیا۔ اور اُس نے اِس بات کا اعلان کر دیا۔ کہ مَیں قیامت تک آدمؑ کی اولاد کو صحیح راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ شیطان ہمارا مستقل دُشمن ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حُکم دیا کہ اس طرح اللہ کے حضُور میں دُعا کریں۔ "اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہُوں شیطان کے وسوسوں سے۔ اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہُوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آئے۔"

حضرت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ شیطان تمہارے رگ و ریشہ میں اس طرح اثر کرتا ہے۔ جس طرح کہ خُون تمام جسم میں دوڑتا ہے۔ شیطان آدمی کو دیکھتا ہے۔ مگر آدمی شیطان کو نہیں دیکھ سکتا۔ نہ اس کے حملہ سے آسانی کے ساتھ بچاؤ کر سکتا ہے۔ اِس لئے ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وُہ شیطان کے اثر سے پناہ مانگے۔

قرآن مجید کی تلاوت کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ تلاوت کی ابتداء میں

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

پڑھا جائے۔ تاکہ خدائے بزرگ و برتر ہمیں اپنی پناہ میں لے لے اور اس نیک کام میں شیطان کو بہکانے اور پھسلانے کا موقع نہ ملے۔ آیات کی غلط تاویل سے معنوں کی حقیقت بدل جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی گمراہیوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

Marfat.com

سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ سَبْعُ اٰیَاتٍ

تسمیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ کے نام کے ساتھ جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

ب ۔ اسم ۔ اللہ ۔ الرحمٰن ۔ الرحیم ○

ساتھ نام اللہ بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے تین نام بیان کئے گئے ہیں۔ اَللّٰہُ ۔ رَحْمٰنُ ۔ رَحِیْمُ

اَللّٰہُ : ایسا نام ہے جو صرف اسی کی ذات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کسی اور کو اس نام سے نہیں پکارا جاتا۔ اسے اسم ذات کہتے ہیں۔ اللہ ہی وُہ ذات ہے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ زمین بھی اسی کی پیدا کی ہُوئی ہے اور آسمان بھی۔ دریا، پہاڑ، نباتات، جمادات چاند، سورج غرض ہر چیز اسی کی پیدا کی ہُوئی ہے۔ اسی کی قدرت سے چاند اور ستارے روشن ہوتے ہیں۔ پرندے اسی کے حکم سے اُڑتے ہیں۔ وہی بارش برساتا ہے۔ اور ہر قسم کی پیداوار اُگاتا ہے۔

رَحْمٰنُ : (بہت مہربان) اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ یہ اس کی رحمتِ عامہ کا اظہار ہے۔ کہ وُہ سب پر یکساں رحم فرماتا ہے۔ اس کی ہوا، بارش اور دُوسری مہربانیاں نیک و بد پر یکساں ہوتی ہیں اور وُہ بن مانگے ہم پر بے شمار انعام فرماتا ہے۔

رَحِیْمُ : (نہایت رحم کرنے والا) یہ اللہ تعالیٰ کا دُوسرا صفاتی نام ہے۔ اور اس کی خاص رحمت کا اظہار ہے۔ وُہ اپنے بندوں پر خصُوصی انعام فرماتا ہے۔ ایک نیکی کے بدلے میں ستّر بلند درجے بخشتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی کام شروع کرتے تو اس سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ لیا کرتے تھے۔

جب ہم اس کا نام لے کر کسی کام میں ہاتھ ڈالیں گے۔ تو گویا ہم یہ کہیں گے۔ کہ میرا دل بالکل پاک ہے۔ میری نیّت میں پُورا پُورا خلوص ہے۔ میرا مقصد اعلیٰ ہے۔ میں صرف اللہ کا بندہ ہُوں اور شرک سے پُوری طرح بیزار ہُوں۔

جب اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے۔ تو ہمیں اسی کی رحمت پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ ہمّت نہ ہارنی چاہیئے۔ اور ڈرپوک بن کر پیچھے نہ ہٹنا چاہیئے۔ جب ہم اس طرح اللہ کی رحمت پر توکل کریں گے۔ تو ہر کام میں یقیناً کامیاب ہوں گے۔ اسی لئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ اگر کسی کام کے شروع کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔ تو اس کام میں خدا کی برکت شامل نہ ہوگی۔ اور اس سے دِل کو اطمینان حاصل نہ ہوگا۔

ہم درسِ قرآن کی ابتداء اسی کے نام سے کرتے ہیں۔ اس کی مدد یقیناً ہمارے ساتھ ہوگی اور ہم اپنی زندگی میں کامیاب ہوں گے۔

Marfat.com

سُورۃ فاتحہ ـــــ تعارُف

سورۃ فاتحہ قرآن مجید کی پہلی سورۃ ہے۔ ہم اس سے متعلق چند ضروری باتیں بیان کرتے ہیں۔

یہ مکّی سورۃ ہے فاتحہ کے معنی ہیں ابتدا کرنے والی۔ یہ سورۃ قرآن مجید کے شروع میں آئی ہے۔ اس لئے اسے الفاتحہ کہتے ہیں۔ گویا یہ قرآن مجید کا دیباچہ ہے۔ اس کا نام آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود تجویز فرمایا۔ اس کے اور بھی کئی نام ہیں۔ مثلاً سُورَۃ الشفاء کہ اس کی تاثیر سے رُوحانی اور جسمانی شفا حاصل ہوتی ہے۔ اُمّ القران کہ یہ قرآن کی اصل ہے اور قرآن مجید کے سب علوم اس میں جمع ہیں۔ تعلیم المسئلہ کہ اس میں خدا تعالیٰ نے بندوں کو سوال کرنا سکھایا ہے۔ السبع المثانی کہ اس کی سات آیتیں ہیں اور وُہ بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ الحمد کہ اس میں خدا کی خوبیوں کا بیان ہے۔ اسی طرح الکافیہ، الکنز الاساس اور الصّلوٰۃ وغیرہ بھی اس کے نام ہیں جن سے اس سورۃ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

اس سورۃ کی اہمیّت اس بات سے ظاہر ہے کہ یہ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے۔ الفاظ کے اعتبار سے گو مختصر ہے مگر مضامین اور معانی کے لحاظ سے گویا دریا کوزہ میں بند ہے۔

اگر ہم قرآن حکیم کی تعلیمات کا خلاصہ بیان کرنا چاہیں تو یوں کہیں گے کہ قرآن کریم میں تین مضمون بیان کئے گئے ہیں اور ان کا بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ پہلا یہ کہ زمین و آسمان اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ وُہ واحد ہے اور تمام چیزوں کی وہی نگہبانی اور پرورش کرتا ہے۔ دُوسرا مضمون یہ ہے کہ ہر انسان اپنے کاموں کا خود ذمّہ دار ہے۔ اور قیامت کے روز تمام لوگوں کو اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔ جہاں کاموں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ اور انہی کے مطابق جزا اور سزا دی جائے گی۔ تیسرا مضمون یہ ہے کہ دُنیا کے ہر مُلک اور ہر قوم میں اللہ کی طرف سے رسُول بھیجے گئے ہیں۔ جو لوگوں کو سیدھی اور غلط راہ میں فرق بتلاتے رہے اور نیکی کی ہدایت کرتے رہے۔ قرآن مجید کے یہ تینوں مضامین سورۂ فاتحہ میں چند جملوں کے اندر بیان کر دیئے گئے ہیں۔

جناب ابی سعد بن معلیٰؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ کہ دیکھو میں تمہیں مسجد سے باہر جانے سے پیشتر قرآن کی ایک اہم سورۃ بتاؤں گا۔ آپ میرا ہاتھ پکڑ کر چلے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ وُہ سورۃ الحمد ہے جس کی سات آیتیں ہیں اور وُہ بہت بڑا ورد ہے۔ جو مجھ کو عطا ہُوا ہے۔ جناب عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریلؑ حاضر تھے۔ کہ ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہُوا اور کہا کہ یا رسُول اللہ مژدہ ہو کہ آپؐ کو خُدا نے دو نور عطا فرمائے۔ جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔ ایک سورۃ الفاتحہ اور دُوسرا سورۃ البقرہ۔

آپ نے دیکھا کہ یہ سورۃ کس قدر فضیلت والی ہے۔ گویا سارے قرآن کا خلاصہ ہے۔ اس سورۃ کو خاص توجّہ اور غور کے ساتھ پڑھنے، سمجھنے اور دُوسروں کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اللہ ہم سب کو توفیق بخشے۔

Marfat.com

رَبُّ العالمین

اَلْحَمْدُ - لِلّٰهِ - رَبِّ - الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲

تمام خوبیاں اللہ کے لئے رب تمام جہانوں کا تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اس آیت میں چند لفظ آئے ہیں۔ پہلے آپ اُن کا مطلب سمجھ لیجئے۔

اَلْحَمْدُ (ال: تمام حمد: تعریفیں اور خوبیاں) عربی زبان میں ال تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ تمام، خاص اور جو یہاں پہلے (تمام) معنوں میں آیا ہے۔ حمد سے مُراد تعریف اور خوبی ہے۔ جو مدح اور شکر سے بلند تر ہے۔

اَللّٰهُ: خُدا کا اسم ذات ہے۔ کسی اور کے لئے اس کا استعمال نہیں ہوسکتا۔ نہ کبھی خدا کے سوا کسی اور کے لئے استعمال ہُوا ہے۔ یہ کسی اور لفظ سے نہیں بنا۔ یہ نام اُس کی ذات پاک کے لئے مخصُوص ہے۔

رب: سے مُراد وُہ ذات پاک ہے۔ جس نے سب چیزوں کو وجُود عطا کیا۔ پھر ایک حال سے دُوسری حالت کی طرف ترقی دی۔ یہاں تک کہ درجۂ کمال تک پہنچا دیا۔

عَالَمِيْنَ: سے مُراد ہے تمام خلقت۔ تمام موجودات۔ تمام جماعتیں اور تمام جہان۔ عالمین کا واحد عالَم ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی پہچان کرائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے۔ کہ حمد و ثنا درحقیقت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اگر کوئی حاکم انصاف کرتا ہے۔ تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ نے صفتِ عدل اس کے اندر رکھ دی ہے۔ کسی کے ہاتھ میں اگر شفا ہے۔ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اسے یہ کمال عطا کر دیا ہے۔ کوئی حسین اور خوبصُورت ہے یا کسی کی عادت پاکیزہ ہے تو اس کے لئے بھی صفت و ستائش کی اصلی حق دار اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کیونکہ یہ اسی کا عطیہ ہے۔

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہُوا کہ اسلام کا خُدا کسی مخصُوص نسل، کسی مخصُوص قوم یا قبیلہ کا خُدا نہیں۔ اسلام سے قبل جتنے مذہب موجُود تھے۔ وُہ اس وسیع تصوّر سے واقف نہ تھے۔ ہر قوم خُدا کو صرف اپنا خُدا سمجھتی تھی۔ گویا خدا کی حیثیت محض قومی خُدا کی رہ گئی تھی۔ بنی اسرائیل جیسی توحید پرست قوم بھی اسے صرف اپنا خدا سمجھتی تھی۔ مگر قرآن نے ان تمام غلط عقیدوں کو مٹا دیا اور بتایا۔ کہ اس کائنات کے ہر ذرّہ اور ہر چیز کا خدا ایک ہی ہے۔

ہمیں اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے۔ کہ ہم تمام انسانوں کی خدمت کریں۔ انسانوں کے علاوہ حیوانات سے بھی ہمدردی رکھیں کسی کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔

ہمارا تصوّر محدُود نہیں۔ بلکہ ہم یہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ ہمارا اللہ سارے جہانوں کا رب ہے۔ وُہ صرف انسانوں کا نہیں۔ بلکہ ساری مخلوق کا پروردگار ہے۔ صرف اس دُنیا کا نہیں۔ بلکہ سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

Marfat.com

رحمٰن و رحیم

الرَّحْمٰنِ ۔ الرَّحِیْمِ ۝۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲

جو رحم کرنے والا جو بڑا مہربان جو نہایت رحم کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

رَحْمٰن :۔ یعنی بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ انسان جب دُنیا میں آتا ہے۔ تو وُہ جسمانی اور رُوحانی بلاؤں میں گرفتار ہوتا ہے۔ اُسے سینکڑوں چیزوں کی ضرُورت پڑتی ہے۔ اس دُنیا میں مومن و کافر بُرے بھلے سب بستے ہیں۔ اور سب کو اُس کی رحمت کی ضرُورت ہے۔ اس لئے اللہ نے اپنی صفت رحمان بتائی۔ یعنی وُہ بلا تمیز ہر شخص پر اپنی رحمت برساتا ہے۔ کسی کو اپنے انعامات سے محرُوم نہیں کرتا اور بن مانگے انعام واکرام فرماتا ہے۔

رَحِیْمٌ :۔ یعنی بڑا مہربان۔ اس لفظ سے اُس نے یہ بتایا۔ کہ اللہ لوگوں کو اُن کے حق سے بہت زیادہ دیتا ہے۔ جو اس کے احکام کی پیروی کریں گے۔ اُن پر خاص انعامات فرمائے گا۔ اس نام کو آخر میں لانے سے ہمیں یہ بھی بتا دیا کہ اس دُنیا کے بعد ایک دُوسری دُنیا آئے گی۔ اور جب ہم یہاں سے کُوچ کر کے اگلے جہان میں جائیں گے۔ تو ہمارے ایمان اور عمل کے لحاظ سے ہم پر اللہ کی خاص رحمت کا ظہور ہو گا۔ رحمانیت اس کی صفتِ عام ہے اور رحیمیت اس کی صفتِ خاص ہے۔

رَحْمٰن ہونے کی صُورت میں اس نے ہماری ہر حاجت کو پُورا کرنے کا سامان کر دیا۔ زمین و آسمان پیدا کئے۔ سُورج، چاند اور ستارے بنائے۔ دریا اور سمُندر بہائے۔ جنگل پھیلائے اور پہاڑ کھڑے کئے۔ نباتات، جمادات اور حیوانات پیدا کئے۔ اپنی رحمت کا سایہ والدین کے دِل پر ڈالا۔ کہ وُہ اولاد سے بے غرض اور دِلی محبّت کرتے ہیں۔ اولاد کو ہر طرح کا آرام پہنچاتے ہیں۔ اللہ کے یہ انعام مُسلمان اور کافر سب پر یکساں ہیں۔ نیک اور بد کی کوئی تمیز نہیں۔

رَحِیْم ہونے کی صُورت میں ہمارے نیک کاموں کا اجر زیادہ سے زیادہ دیتا ہے۔ اور اس دُنیا کے بعد بھی ہمیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے گا۔ اور جنّت کا وارث بنائے گا۔ وُہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے بڑے بڑے نتائج پیدا کرتا ہے۔ معمُولی معمُولی نیکیوں کے اجر زیادہ سے زیادہ دے گا۔

اللہ کی ان صفتوں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔ کہ ہم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ محبّت اور شفقت سے پیش آئیں۔ اُن کی جو ضرُورت ہم پُوری کر سکتے ہوں۔ اُن کی مدد کریں۔ اور اُن کی لغزشوں سے درگُذر کریں۔ تاکہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا اظہار ہو۔ اور اُس کی مخلوق راحت حاصل کرے۔

Marfat.com

جزا و سزا

مٰلِكِ - يَوْمِ - الدِّيْنِ ﴿۳﴾　　مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳﴾

مالک　دن　بدلہ　　وُہ بدلہ کے دن کا مالک ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی چوتھی صِفت بیان کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ وُہ بدلہ کی گھڑی کا مالک ہے۔ آپ ان لفظوں کے معنے سمجھ لیجئے۔

مالک: اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ کوئی حاکم یا قاضی کیسے ہی وسیع اختیارات رکھتا ہو۔ بہرحال اُس کے اختیارات محدُود ہی ہوتے ہیں۔ اور وُہ مجرم کو قانون کے مُطابق سزا دینے پر مجبُور ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مالک کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جسے پُورے پُورے اختیارات حاصل ہیں۔ چاہے تو وُہ مجرم کو بخش دے۔ چاہے تو سزا دے۔ اُس پر کوئی حاکم نہیں۔

دِین: اس کے لفظی معنی جزا اور بدلہ کے ہیں۔ اور قیامت کو روزِ جزا اسی لئے کہا جاتا ہے۔ کہ وُہ حِساب اور بدلہ کا دن ہوگا روزِ جزا کا مالک ہونے سے مُراد یہ ہے۔ کہ اُس روز اس کی صِفتِ مالکیّت کو بڑے سے بڑا مُنکر اور کافر بھی دیکھ لے گا! وُہ کوئی حساب کتاب اور جزا و سزا سے بھاگ نہیں سکے گا۔

دُنیا میں جس قدر نبی آئے۔ وُہ سب کے سب لوگوں کو بتاتے رہے۔ کہ ہر انسان اپنے کاموں کا خود ہی ذمّہ دار ہے۔ اور ایک وقت ایسا آئے گا۔ جب اس سے اس کے کاموں کے بارے میں پُوچھا جائے گا۔ اور ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جائے گا۔ یہ بدلہ اگرچہ دُنیا میں بھی مِلتا ہے۔ مگر پُورا پُورا قیامت کو ہی مِلے گا۔ جبکہ زمین اور آسمان کی ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ تمام لوگ اللہ کے دربار میں جمع ہوں گے۔ اُس روز اسی کی بادشاہت ہوگی۔ وُہ لوگوں کے اچھّے کاموں پر ثواب اور بُرے کاموں پر عذاب دے گا۔ اُس روز کسی کو طاقت نہ ہوگی کہ اُس کے فیصلہ کی نافرمانی کر سکے۔ یا اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ یا مجرم کو زبردستی چھُڑا لے جائے۔ یا کچھُ معاوضہ دے کر نجات حاصل کر لے۔

جو شخص اُس روز سُرخرو ٹھیرا۔ وُہ بہت خوش قسمت ہوگا۔ وُہ عالیشان باغات اور محلوں میں آباد ہوگا۔ اُس کے لئے قسم قسم کے میوے شہد اور دُودھ کی نہریں ہوں گی۔ اس کے برعکس اس روز جو شخص ناکام رہا۔ وُہ بہت بدنصیب ہوگا۔ دوزخ کی آگ کے شعلوں میں جھونکا جائے گا۔

اُس دِن کی پریشانی اور عذاب سے بچنے کے لئے ہمیں اس دُنیا میں تیاری کرنی چاہیئے۔ ہمیشہ ایسے کام کریں۔ جن کا حُکم خدا اور اُس کے رسُول نے ہمیں دیا ہے۔ تاکہ قیامت کے روز ہمیں شرمساری نہ ہو۔ جہنم کے ہولناک عذاب سے نجات حاصل ہو۔ اور جنّت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں حاصل ہوں۔

Marfat.com

عبادت

اِیَّاکَ ۔ نَعْبُدُ	اِیَّاکَ نَعْبُدُ
صرف تیری ہم عبادت کرتے ہیں	ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں

ہم اللہ کی چار صفتیں پڑھ چکے ہیں ۔ وُہ تمام جہانوں کا رب ہے ۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اپنی ترقی اسی کی مدد سے پاتی ہے ۔ وہی ہر ایک کی ضرورتوں کا پُورا کرنے والا ہے ۔ وُہ بے حد مہربان ہے ۔ اپنی رحمت سے ہر شخص کی ضرورتیں پُوری کرتا ہے ۔ ہر قسم کی مشکلات دُور کرتا ہے ۔ وُہ رحیم بھی ہے ۔ جو شخص اُس کے حکم ماننے اور اس کے بتلائے ہُوئے قانون کے مُطابق عمل کرے ۔ وُہ اُسے اچھا بدلہ دیتا ہے ۔ اور اس دُنیا سے کُوچ کرنے کے بعد اُسے دُوسری دُنیا میں اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے گا ۔ وُہ بدلہ کی گھڑی کا مالک بھی ہے ۔ اس دُنیا میں بھی ہمارے کاموں کے نتیجے پیدا کرتا ہے ۔ اور اُن کا بدلہ دیتا ہے ۔ اور قیامت کے بعد بھی ہمارے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلہ دے گا ۔ اچھے کاموں کی جزا اور بُرے کاموں کی سزا دے گا ۔

اللہ کی یہ صفات بیان کرکے اس آیت میں اب بندوں کو اُن کا فرض بتایا گیا ہے ۔ کہ وُہ صُبح و شام سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے صرف اسی ایک اللہ کی اطاعت اور بندگی میں مصرُوف رہیں ۔ ہر وقت اسی کو پُکاریں ۔ مُصیبت کی گھڑی میں اُسی سے فریاد کریں ۔ اور آرام و سکون کے وقت اُسی کا شکر ادا کریں ۔ تمام جھُوٹے معبودوں سے ہٹ کر صرف اسی کی عبادت کریں ۔

عِبَادَت کے معنی بندگی ۔ اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں ۔ اور اس سے مُراد نہایت درجہ کی عاجزی اور انتہائی انکساری ہے ۔ جو کسی کی تعظیم کے لئے عمل میں آئے ۔ گویا ہر حرکت کرتے وقت انسان اللہ کی عبادت میں لگا رہے ۔ اسلام نے عبادت سے صرف پرستش اور بندگی مُراد نہیں لی ۔ بلکہ عبادت میں بندگی کے علاوہ کامل اطاعت اور فرمانبرداری کو شامل کیا ۔ مقصد یہ ہے کہ انسان ہر کام اللہ کے حُکموں کے مُطابق کرے ۔ اور کوئی بات اُس کی مرضی کے خلاف نہ کرے ۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ (ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور آئندہ بھی تیری ہی اطاعت کریں گے) ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں ۔ کہ اس میں کسی اور کو شریک نہ کریں گے ۔

تمام انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں ۔ کس میں یہ طاقت ہے کہ وُہ اپنے آپ کو خدا کہلا سکے اور کسی کو اپنی بندگی پر مجبُور کرے یا کسی انسان کے لئے یہ کب جائز ہے کہ وُہ خدا کے سوا کسی اور کے حکموں کو مانے یا اپنی مرضی پر چلے ۔ ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں اس کے حکموں کے مقابلہ میں کسی کا حکم ماننے کے لئے تیار نہیں ۔

Marfat.com

انسان کی دستگیری

وَ۔ اِیَّاکَ ۔ نَسۡتَعِیۡنُ ﴿۴﴾ ط

اور تیری ہی ہم مدد طلب کرتے ہیں۔

وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ﴿۴﴾ ط

اور ہم تیری ہی مدد طلب کرتے ہیں۔

انسان جب اللہ کو اپنا رب مہربان اور مالک تسلیم کرتا ہے۔ اور اپنی عاجزی اور بندگی کا اقرار کرتا ہے۔ تو اب بندے کے لئے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔ کہ وہ اپنی ہر ضرورت کے وقت اسی کو یاد کرے۔ اور اپنے ہر کام میں کامیابی کے لئے اور ہر مصیبت میں بچاؤ کے لئے اور ہر ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اُسی آقا کو پکارے۔

وہ اپنی کتاب میں جا بجا یہ وعدہ کرتا ہے۔ کہ اگر انسان پوری طرح خدا کا فرمانبردار ہو کر رہے۔ تو خدا کبھی اُسے نامراد اور ناکام نہیں لوٹائے گا۔ اللہ تمام کائنات کی ہر قسم کی مخلوق کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ بھوکوں کو روزی پہنچاتا ہے۔ بیماروں کو شفا بخشتا ہے۔ یتیموں اور مسکینوں کی نگرانی کرتا ہے۔ دن رات کھلے ہاتھوں اپنی رحمت لٹاتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی رحمت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اگر زمین و آسمان کے بسنے والے سب اپنی اپنی آرزوؤں کا اظہار اپنے اپنے طور پر اسی کے سامنے کرتے ہیں۔ اور خدا ان سب کو پورا کرتا ہے۔ پھر بھی اس کے خزانے میں اتنی کمی نہیں ہوتی۔ جتنی ایک بڑے سمندر میں ایک سوئی ڈبو کر باہر نکال لینے سے ہو سکتی ہے۔ ہم میں کوئی شخص کتنا بھی امیر ہو۔ وہ اس قدر دولت تقسیم نہیں کر سکتا۔ اور اگر جرأت کرے بھی۔ تو اس کا خزانہ پل بھر میں ختم ہو جائے گا۔ اور آخر کار وہ بھی خدا ہی سے مانگنے پر مجبور ہو گا۔

اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ: عربی میں سادہ طور پر اس مطلب کے ادا کرنے کے لئے کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ نَسۡتَعِیۡنُکَ کہا جاتا ہے۔ لیکن اللہ ربُّ العزت نے معنی میں خاص زور اور تاکید پیدا کرنے کے لئے اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ فرمایا۔ اب اس کے معنی یہ ہو گئے کہ ہم سب کو چھوڑ کر تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

انسان کی بے بسی اور بے چارگی کا تقاضا ہے۔ کہ وہ کسی ضرورت کے لئے خدا کے سوا کسی اور سے مدد نہ مانگے۔ ہر امتحان میں اسی کا سہارا ڈھونڈے۔ ہر مصیبت میں نجات اسی سے طلب کرے۔ ہر مہم میں کامیابی کے لئے اسی کو پکارے۔ اس کے سوا کون ہے جو اُس کے دردِ دل کا درماں بن سکے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اس بات کا وعدہ کرے کہ وہ کبھی کسی سے نہیں مانگے گا۔ اس پر تمام صحابہ نے عہد کیا کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں مانگیں گے چنانچہ ان صحابہؓ نے زندگی بھر کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ بعض لوگوں نے یہاں تک کیا کہ اگر سواری پر بیٹھے ہوئے چابک گر جاتا۔ تو کسی سے چابک اُٹھا کر دینے کو نہ کہتے۔ بلکہ خود اُترتے اور چابک اُٹھاتے۔

یہ ہے ہمارے بزرگوں کا عمل۔ ہم بھی اسی راہ پر چل کر اپنی دُنیا اور آخرت کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔

Marfat.com

سیدھا راستہ

اِهْدِ - نَا - الصِّرَاطَ - الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۵﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۵﴾

تو ہدایت دے ہم کو راستہ سیدھا تو ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے

ہم نے اللہ کو اپنا رب، مالک اور مہربان تسلیم کر کے اس کے ساتھ اقرار کیا۔ کہ ہم صرف اسی کی اطاعت اور بندگی کریں گے۔ اور اسی سے ہر وقت مدد مانگیں گے۔ اب ہماری یہ آرزو ہے۔ کہ ہمارا آقا ہماری رہنمائی کرے اور ہم بھولے سے بھی کوئی ایسی غلطی نہ کر بیٹھیں۔ جو اس کی ناراضگی کا سبب ہو۔ اس کے لئے ہمیں ایسی راہ کی ضرورت ہے۔ جس پر چل کر ہم اُس کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ اور جو ہمیں بالکل سیدھا اُسی تک پہنچا دے۔

اِهْدِ (ہدایت دے) ہدایت عربی زبان کا ایک بڑا جامع لفظ ہے۔ اس کے معنیٰ میں کئی باتیں شامل ہیں۔ (۱) راستہ دکھانا۔ (۲) راستہ پر چلانا۔ (۳) منزلِ مقصود پر پہنچا دینا۔ یعنی دُعا یہ ہے۔ کہ ہمیں اگر راستہ معلوم نہ ہو۔ تو وُہ دکھا دے۔ اور جو راستہ کا علم رکھتے ہیں۔ انہیں اُس پر چلنے کی توفیق بخش۔ اور جب نیک راستہ پر چل رہے ہیں۔ تو اس پر قائم رکھ۔ تاکہ اپنی کامیابی کی منزل کو پالیں اور راستہ ہی میں نہ رہ جائیں۔

یہ راہ ہم اپنے علم اور اپنی عقل سے دریافت نہیں کر سکتے۔ چونکہ علم محدود ہے اور عقل ناقص ہے۔ اس لئے ہم اسی سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے علم کی بنا پر ہمیں ایسی راہ بتا دے۔ جس میں کوئی کجی نہ ہو۔ کوئی اُونچ نیچ نہ ہو۔ کہیں ٹھوکر لگنے کا ڈر نہ ہو۔ زندگی کا مکمل دستور العمل ہو۔ زندگی کے ہر گوشہ اور ہر شعبہ میں ہدایت کا ایک مکمل قاعدہ ہو۔

یہ دُعا ہم جمع کے صیغے میں اس لئے کرتے ہیں۔ تاکہ ہر شخص کا ذاتی تعلق پُوری اُمّت سے قائم رہے۔ عبادت کرتے ہیں تو ہم سب۔ مدد مانگتے ہیں تو ہم سب۔ ہدایت کی درخواست کرتے ہیں تو ہم سب۔ مِل جُل کر رہنے کی ایسی تعلیم اسلام کے سوا کہیں اور نہیں پائی جاتی۔

یہ دُعا کس قدر جامع اور مکمل ہے۔ "اللہ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے"۔ کون سا ایسا وقت ہے جب انسان کو صحیح راہ اور درست طریقہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ کھانا پینا، لکھنا، پڑھنا، چلنا پھرنا، خرید و فروخت، حکومت و سلطنت کے کام، عدالت اور مُقدمات کے فیصلے۔ غرض زندگی کا ایسا کون سا مسئلہ ہے۔ جس میں انسان کو صحیح رہنمائی درکار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا ہر نماز میں مقرر کر دی۔ تاکہ صبح و شام اور رات دِن ہر وقت انسان زندگی کے معاملات میں اللہ سے رہنمائی اور توفیقِ عمل طلب کرتا رہے۔

ہر مذہب نے اپنے ماننے والوں کو دُعا تلقین کی ہے۔ مگر کوئی روٹی مانگتا ہے۔ کوئی طاقت کے لئے دُعا کرتا ہے۔ کوئی دِل کی روشنی چاہتا ہے۔ کوئی گناہوں کی معافی کے لئے دُعا کرتا ہے۔ ہمارے پروردگار نے ہمیں ایک جامع اور مکمل دُعا بتلائی کہ ہر دم ہر کام میں صحیح اور درست راہ معلوم کرنے اور اُس پر چلنے اور قائم رہنے کی دُعا کرو۔

Marfat.com

انعام پانے والوں کا راستہ

صِرَاطَ - الَّذِيْنَ - اَنْعَمْتَ - عَلَيْ - هِمْ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

راستہ ان لوگوں کا تو نے انعام کیا پر وُہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

اس سے پہلی آیت میں ہم نے اللہ سے دُعا کی تھی۔ کہ وُہ ہمیں سیدھی راہ دکھائے۔ اب سیدھی راہ کی مزید تشریح اس آیت میں کی گئی ہے۔ مکمل تعلیم اور ہدایت کی ساری کی ساری باتیں قرآن مجید میں آگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان ہدایتوں کے عملی نمونے بھی انسانوں میں کثرت سے بھیج دیئے۔ تاکہ ان کی پاکیزہ زندگی سامنے رکھ کر صراطِ مستقیم پر چلنا ہمیں اور زیادہ آسان ہو جائے۔ چنانچہ ہمیں دُعا بتلائی۔ کہ وُہ ہمیں ایسے لوگوں کے نقشِ قدم پر چلائے۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل فرمائے۔

ان انعام یافتہ لوگوں کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ نساء کی آیت ۶۹ میں موجود ہے۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے "اُن لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح اور ان کی رفاقت کیسی اچھی ہے"۔ (۴ : ۶۹)

نبی: اس برگزیدہ شخصیت کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لئے چُن لیا ہو۔ نبی کی تعلیم میں کسی غلطی کا امکان نہیں ہوتا۔ وُہ ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ اور معصوم ہوتا ہے۔ بے شمار انبیاء کی زندگی کے واقعات قرآن مجید میں کثرت سے بیان ہوئے ہیں۔ نبیوں کی اس پاکیزہ جماعت کے سب سے بڑے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ آپ کی مبارک سیرت کی ایک ایک بات محفوظ ہے۔ اور ہر بات کی پیروی ہماری زندگی میں کامیابی اور آخرت میں نجات کا باعث ہے۔

صدیق: انبیاء کے بعد دُوسرے درجہ پر ہیں۔ یہ لوگ نبیوں کی تعلیمات کے ذریعے بڑے اُونچے درجہ کو پہنچتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق اکبر کہلائے۔

شہداء: وُہ بزرگ کہلاتے ہیں۔ جن پر نبیوں کی تعلیم سے ایک خاص اثر پڑتا ہے۔ ان کو ثواب اور اللہ کے وعدوں پر پُورا یقین ہوتا ہے۔ اور وُہ یہاں تک آمادہ ہو جاتے ہیں کہ اپنی جان تک کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اُن لوگوں کو اللہ ہمیشہ کی زندگی عطا کرتا ہے۔

صالحین: وُہ لوگ ہیں جو انبیاء کی پیروی ہر ممکن طریق سے کرتے ہیں۔ یہ سبھی لوگ اپنے اپنے درجہ میں بعد میں آنے والوں کے لئے نمونہ کا کام دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ کہ سیدھی اور درست راہ وہی ہے۔ جس پر یہ انعام یافتہ لوگ چلے ہیں۔ اُنہی کے نقشِ قدم پر چل کر کامیابیاں حاصل ہوں گی۔

Marfat.com

گمراہوں کا راستہ

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ ۝۷ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ ۝۷ ع ۱

نہ غضب کیا گیا جن پر اور نہ گمراہ نہ ان کا جن پر غضب کیا گیا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوئے

سورۂ فاتحہ میں ہمیں یہ دُعا بتلائی گئی ہے۔ کہ "اے ہمارے رب ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ اُن لوگوں کی راہ جو دُنیا و آخرت میں تیرے انعام کے مستحق ہُوئے۔ جن پر ہمیشہ تیری برکتیں نازل ہوتی رہیں۔ اس آیت میں بتلایا کہ یہ بھی دُعا کرو۔ کہ "اے اللہ ہمیں اُن لوگوں کی راہ سے بچا جو مغضوب اور گمراہ ہُوئے"۔

مَغْضُوبٌ: (غضب سے ہے) یعنی وُہ لوگ جو اللہ کے غضب کا شِکار ہُوئے۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا غصّہ اور عذاب نازل ہُوا۔ جنہوں نے اللہ کے احکام کی نافرمانی کی۔ نبیوں کو جھٹلایا اور حق کو پہچان لینے کے بعد بھی اُس کو مٹانے کی کوشش کی۔ جنہوں نے تیری تنبیہ کی کوئی پرواہ نہ کی اور جان بُوجھ کر اپنے کاموں کی وجہ سے تیرے غصّہ اور غضب کا نشانہ بنے۔

اَلضَّآلِّيْنَ: (گمراہ) اس سے مُراد ایسے لوگ ہیں۔ جو غلط راہ پر پڑ گئے۔ یہ گمراہی اس طرح ہوتی ہے۔ کہ ہدایت کے اسباب تو میسّر ہیں۔ مگر جان بُوجھ کر غلط راستہ اختیار کیا جائے۔ یہ بات کبھی ذاتی خواہشوں میں پھنس کر اخلاق و روحانیت کو چھوڑ دینے سے، کبھی مال و دولت کی حرص سے، کبھی غلط رسموں اور بُری عادتوں میں پڑ جانے سے اور کبھی بُری صُحبت سے پیدا ہو جاتی ہے۔

مفسّرین کرام فرماتے ہیں کہ اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی پُوری مثال یہودی ہیں جو اللہ کے غضب کا شِکار ہُوئے۔ اس بات کی تائید میں حدیثیں بھی آئی ہیں۔ یُوں یہ آیت ان سب کے حق میں عام ہے۔ جو شرارت اور ذاتی بُرائی کی وجہ سے سچائی کی مخالفت جان بُوجھ کر کرتے رہے۔ اور اُن پر اللہ کا عذاب آیا۔

مفسّرین کے نزدیک الضّآلّین کی ظاہری مثال عیسائیوں کی ہے۔ جو ایک نبی کو مان لینے کے بعد بھی گمراہی میں جا پھنسے اور شرک میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے علاوہ جو قوم بھی حق کی راہ سے بھٹکے گی۔ گمراہ کہلائے گی اور الضّآلّین کی فہرست میں شمار ہو گی۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وُہ ہمیں ایسے تمام لوگوں سے بچائے جن پر اُس کا غصّہ اور غضب ہُوا۔ جو عملی غلطیوں کے شِکار ہُوئے۔ اور جو سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔ اور عقیدہ کی خرابی اور عمل کی بُرائی کا شکار ہُوئے۔

آمین (خدا کرے ایسا ہی ہو)

Marfat.com

سُورۂ فاتحہ کا خلاصہ

سورۂ فاتحہ قرآن مجید کی سب سے پہلی سورۃ ہے۔ اسی لئے الفاتحہ (کھولنے والی اور پہلی سورۃ) اس کا نام رکھا گیا۔ یہ سورۃ ایک طرح سے کتاب اللہ کا دیباچہ اور خلاصہ ہے۔ اس سورۃ میں مختصر طور پر ان مضامین کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ جن کا مفصّل ذکر قرآن حکیم میں آئے گا۔ اسی بناء پر اس کے دُوسرے نام۔ اُمّ القرآن، الکنز اور اساس القرآن ہیں۔

جب ہم سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ تو سب سے پہلے یہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں۔ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس لئے ہمیں یہ بات اچھّی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے۔ کہ جب وُہ ہماری تمام ضرُورتوں کا ضامن ہے تو ہمیں اپنی ضرُوریات کو پُورا کرنے کے لئے سیدھی راہ سے کبھی بھی اِدھر اُدھر نہ ہونا چاہیئے۔ ہمیں چاہیئے کہ دھوکہ، فریب جھُوٹ اور ناجائز ذریعہ ہرگز استعمال نہ کریں۔ جب ہماری حاجتوں کا پُورا ہونا یقینی اور اٹل ہے تو انہیں غلط طریقہ سے کیوں پُورا کیا جائے۔

اس کے بعد ہم نے پڑھا کہ وُہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اپنی بے حساب رحمت سے کام لے کر اس کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی شے سے لے کر بڑی سے بڑی ہستی پر اپنی رحمتوں کی بارش برساتا ہے۔ ہر بُرے بھلے اور مومن و کافر کی ضرُورتوں کو پُورا کرتا ہے۔ اُس کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ وُہ اس دُنیا میں بھی ہم سے مہربانی اور شفقت سے پیش آتا ہے۔ اور اس دُنیا کے بعد آنے والی دُوسری دُنیا میں بھی ہمیں اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے گا۔

پھر ہم نے پڑھا کہ وُہ حساب و کتاب کے دن کا مالک ہے۔ اس روز تمام انسان اپنے نامۂ اعمال ہاتھوں میں لئے اُس کے حضور میں عاجزی سے کھڑے ہوں گے۔ اور اپنے اپنے کاموں کا بدلہ پائیں گے۔ ہمیں اُس دن سے ڈرنا چاہیئے اور نیک عمل کرنے چاہئیں۔

اس کے بعد ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ ہم صرف اُس ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور ہر کام میں اُسی کی مدد مانگتے ہیں۔ زندگی کی ہر مُصیبت اور ہر کٹھن منزل پر اُسی کی طرف لوٹتے ہیں۔ تاکہ وُہ ہمیں سیدھی راہ دِکھائے۔ جس پر چل کر ہم اپنی منزلِ مقصُود کو پہنچ جائیں۔ یہ راہ اُن لوگوں کی ہو۔ جن پر اُس نے انعامات کی بارش کی۔ اور ان لوگوں کی راہ سے بچائے۔ جن پر اُس کا غصّہ اور عذاب نازل ہُوا۔ اور ہمیں اس راہ سے بھی محفوظ رکھے۔ جس سے قومیں گمراہی میں گرفتار ہُوئیں۔

آمین (خدا کرے ایسا ہی ہو)

Marfat.com

سُورۃ بقرہ ـــــ تعارُف اور خُلاصہ

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ : قرآن مجید کی دُوسری سورۃ ہے۔ مدینہ میں نازل ہُوئی۔ یہ سورۃ قرآن مجید کی سب سُورتوں سے بڑی ہے۔ اس میں ۲۸۶ آیات اور ۴۰ رکوع ہیں۔ بقرہ کے معنے ہیں گائے۔ چونکہ اس سورۃ میں گائے کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس کا نام سُوْرَہ بقرہ رکھا گیا۔

یہ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورۃ ہے۔ عقائد اور اعمال سے متعلق اہم ترین تعلیمات اس کے اندر آگئی ہیں۔ روایتوں میں آتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے سیکھنے میں کئی سال لگ گئے۔ اس سے مُراد الفاظ کا حفظ نہیں بلکہ اس کے حکموں اور مسئلوں کا سیکھنا اور سمجھنا ہے۔ ذیل میں ہم اس کے مضامین کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

اس سورت میں سب سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ قرآنِ حکیم ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ جن کے دِلوں میں اللہ کا خوف اور پرہیزگاری کا مادہ ہو۔ اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے۔ کہ قرآن سُن کر تین قسم کے لوگ پیدا ہوں گے۔ جیسا کہ دُنیا میں ہر نئی تحریک کے سلسلہ میں ہوتا آیا ہے۔ اوّل مومن جو اس پر تہِ دل سے ایمان لائیں گے۔ دوم کافر جو اس کے مخالف ہوں گے۔ اور سوم منافق جو ظاہری طور پر مانیں گے مگر دل سے انکار کریں گے۔ اس کے بعد سب سے پہلا حکم تمام انسانوں کو اللہ کی عبادت کا دیا گیا ہے۔ اور قرآن کریم کی سچّائی ثابت کی گئی ہے۔

چوتھے رکوع میں حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش اور اُن کے خلافتِ ارضی کے مستحق ہونے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد ایک بڑے خاندان یعنی بنی اسرائیل کی زندگی کا ذکر پانچویں رکوع سے شروع ہوتا ہے۔ اس خاندان میں سینکڑوں نبی اور رسُول پیدا ہُوئے ہیں۔ اس خاندان کے حالات اللہ تعالیٰ نے سبق آموز طریقہ میں بیان کئے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ اپنی لغو حرکات اور خرابیوں کی وجہ سے یہ قوم خلافتِ الٰہی کے قابل نہ رہی۔

پانچویں رکُوع سے پندرھویں رکُوع تک بنی اسرائیل کی تاریخ کے کئی واقعات بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً اُن کے عہد و پیمان کوہِ طور پر جلوۂ خداوندی۔ سبت (ہفتہ کے دن) کا واقعہ۔ گائے کا واقعہ۔ قتل انبیاء کے حالات۔ سحر اور جادُو کی ناپاک کوششیں انبیاء کی توہین کی ناجائز حرکات۔ نجات اور بخشش کے غلط عقیدے۔ وغیرہ

سولہویں رکوع سے بنی اسرائیل کے مزید حالات اور حضرت آدم کی اولاد میں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عرب میں پیدائش کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی خانہ کعبہ کا ذکر ہے۔ اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے درجات بیان ہُوئے ہیں۔ بیسویں رکُوع میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد حلال و حرام کی بحث ہے۔

Marfat.com

سُورۃ بقرہ ـــــــ خلاصہ

سورۂ بقرہ کے بیسویں رکوع میں ارشاد ہُوا کہ حقیقی نیکی کیا ہے۔ اس کے بعد چھبیسوں رکوع تک قصاص (بدلہ) میراث روزہ، دُعا، حج، جہاد اور اللہ کی راہ میں مالی قربانی کے مسائل اور اس کے احکام مذکور ہُوئے ہیں۔

ستائیسویں رکوع سے معاشری اور خاندانی زندگی کے مسائل شروع ہُوئے ہیں۔ یعنی نکاح حیض ونفاس۔ طلاق۔ عدّت نکاح ثانی۔ بچّوں کی تربیت اور حق مہر وغیرہ۔

رکوع نمبر ۳۲ میں پھر جہاد کا بیان ہے۔ اور مثال میں حضرت طالوت کا جالوت سے مقابلہ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فتح اور شکست، سامانِ جنگ اور لشکروں کی کمی زیادتی پر منحصر نہیں۔ اکثر چھوٹی فوجیں بڑے لشکروں پر غالب آجایا کرتی ہیں۔

چونتیسویں رکوع میں آیۃ الکرسی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کا حیّ وقیوم ہونا اور بہت سی دُوسری صفتیں مذکور ہیں۔ اور یہ کہ اسلام کے قبول کرنے میں کسی پر زبردستی نہیں کیونکہ اس کے دلائل اور خوبیاں واضح ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی زندگی کے چند سبق آموز واقعات مذکور ہیں۔ انتالیسویں رکوع تک صدقہ وخیرات اور پرہیزگاری کے احکام ہیں۔ سُود کی ممانعت ہے اور گواہی کے بارہ میں ہدایات اور قوانین کا بیان ہے۔ تجارت کے چند اصُول بھی درمیان میں آگئے ہیں۔

سورۃ کے آخری یعنی چالیسویں رکوع میں ایمان واسلام کا خلاصہ اور ایک جامع دُعا بیان ہُوئی ہے۔ اس دُعا کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (ہمیں کافروں کی جماعت پر برتری عطا فرما) یہ قرآن کی دعوت کا نتیجہ ہے۔ گویا قرآن کی تعلیم سے جو قوم پیدا ہوگی۔ اس کے ذریعہ سے اللہ کا قانون کفر پر غالب آجائے گا۔ یہاں اللہ کو ماننے والی قوم اور نہ ماننے والی اقوام کا انجام بتایا گیا ہے۔ مومن کامیاب ہوں گے۔ اور منکر مغلوب اور ناکام ہوں گے۔ سورۃ کا اختتام گویا انہی الفاظ پر ہُوا ہے، جہاں سے شروع ہُوا تھا۔

یہ بات نہ بھُولنی چاہیئے۔ کہ یہ خلاصہ محض مضامین کا ایک تصوّر دلانے کے لئے بیان ہُوا ہے۔ ورنہ کلام اللہ کے حقائق اور کمالات کا خلاصہ چند لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اللہ کا نام لے کر اس سورۃ کے احکام میں غور وفکر کریں۔ اس کی حکمتیں سمجھیں اور اُن پر عمل کرنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

Marfat.com

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَسِتٌّ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً

حُرُوفِ مُقطّعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے جو رحم کرنے والا بہت مہربان ہے۔

الٓمّٓ ۝۱ الٓمّٓ ۝۱

سورۃ بقرہ کی ابتدا الٓمّٓ سے ہوئی ہے۔ اس قسم کے حروف کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ یعنی یہ حروف اکٹھے لکھے جاتے ہیں۔ لیکن جُدا جُدا پڑھے جاتے ہیں۔ یہ حروف (الٓمّٓ) اس سورۃ کے علاوہ پانچ اور سورتوں کی ابتدا میں آئے ہیں ان حروف کے علاوہ اس قسم کے کچھ اور حروف بھی ہیں۔ جو قرآن پاک کی مختلف سورتوں کی ابتدا میں شامل ہوئے ہیں۔ حروفِ مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں کی کل تعداد ۲۹ ہے۔

الٓمّٓ کے معنی کیا ہیں؟ اس بارہ میں کوئی قطعی جواب نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے صحابہؓ اور علمائے اُمّت کو ان کا علم ہے۔ اور مختلف بزرگوں نے اپنے اپنے انداز میں ان کی تشریح فرمائی ہے۔ مثلاً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ الٓمّٓ سے مُراد ہے اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ (میں ہوں اللہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا)

ایک بزرگ نے فرمایا کہ الٓمّٓ کے الف سے مُراد اللہ ہے۔ جس نے یہ کتاب پاک نازل فرمائی۔ لٓ سے مُراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی وحی لاتے تھے۔ اور مٓ سے مُراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر اللہ کی یہ کتاب حضرت جبریلؑ کے ذریعہ اتری

ایک نوجوان مصری عالم سیّد نصوح ظاہر نے حروفِ ابجد کے اعتبار سے حساب لگا کر یہ بتایا کہ دراصل ان حُروف میں سورتوں کی آیتوں کی تعداد ملتی ہے۔ ایک اور محقق عالم نے تاریخی اعتبار سے یہ فرمایا ہے کہ ان حروفِ مقطعات میں ان تاریخی واقعات کا سن اور تاریخوں کا ذکر ہے۔ جن کا حال اس سورۃ میں بیان ہُوا ہے۔

مختصر یہ کہ ان حروف کا علم عالموں اور نیک بندوں نے پایا اور ہمیں بتلایا۔ اس طرح کے حروف اسلام سے پہلے بھی عربی زبان میں استعمال ہوتے تھے۔ جن سے ہر عربی جاننے والا بخوبی واقف ہے۔ عربی کے علاوہ اردو، فارسی، انگریزی میں بھی یہ رواج موجود ہے مثلاً امتحانوں کے نام بی اے، ایم اے، ایل ایل بی۔ انجمنوں اور اداروں کے نام مثلاً یو این او، ایس پی ایس کے وغیرہ۔ انسانوں کے نام ایم اے مرزا۔ ایم ڈی شیخ وغیرہ۔ القاب اور خطاب کے بی۔ کے ایس۔ کے سی آئی وغیرہ یہ مثالیں جو ہم نے بیان کی ہیں۔ بہت مشہور ہیں لیکن پھر بھی ہر شخص ان سے باخبر نہیں۔ ان کا مطلب صرف وہی جانتے ہیں جو ان سے تعلّق اور دلچسپی رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید کے پڑھنے اور سمجھنے کا موقعہ دیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ کلام اللہ کو پُوری طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس پر عمل کریں اور اس کا علم و عمل دُور و نزدیک پھیلائیں۔ دُنیا کی مُصیبتوں کا حل اسی میں ہے اور خود ہماری کامیابی اسی سے وابستہ ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید کی حیثیت

ذٰلِكَ ۔ الْكِتٰبُ ۔ لَا ۔ رَيْبَ ۛ ۔ فِيْهِ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۚ مع

یہ کتاب نہیں شک اس میں اس کتاب میں (کوئی) شک نہیں

ذٰلِكَ (یہ) کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ عربی میں ذٰلِكَ اور اس کے علاوہ اور چند لفظ اشارہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ ذٰلِكَ عام طور پر دُور کی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ یہاں قرآن مجید کی بزرگی اور بڑائی کے لحاظ سے یہ دُور کا اشارہ قریب (اس) کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔

اَلْكِتٰبُ: ہر لکھی ہُوئی چیز کو کتاب کہتے ہیں۔ ال جب کسی اسم سے پہلے آئے تو اُسے خاص کر دیتا ہے۔ چنانچہ کتب سے پہلے جو ال ہے۔ اس سے خاص کتاب قرآن مجید مُراد ہے۔

دُنیا میں ہر انسان کو سچّے اصول معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان پر چل کر اپنا مقصد حاصل کرے۔ بعض لوگ چاہتے ہیں۔ کہ ایسے اصُول اپنی عقل سے معلوم کرلیں۔ مگر تجربہ سے ظاہر ہے۔ کہ جو اصُول انسان اپنی عقل سے نکالتا ہے۔ وُہ سچّے اور یقینی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مختلف مسائل کے بارے میں لوگوں کے مختلف خیالات پائے جاتے ہیں۔ گویا ہم اپنی عقل سے ایک اصُول پر جمع نہیں ہو سکتے۔ بلکہ جتنے مُنہ اتنی ہی باتیں ہوں گی۔

اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کمال شفقت سے کتاب عنایت فرمائی۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ اس کتاب کی باتیں حکمت سے بھری ہُوئی سچّی اور اٹل ہیں اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔ اس میں جو وعدے کئے گئے ہیں۔ وُہ یقینی طور پر پُورے ہوں گے۔ اور جو تعلیم اس میں دی گئی ہے۔ وُہ بلاشبہ دُرست نتیجے پیدا کرے گی۔ اگر کسی کو کوئی شک والی بات نظر آئے تو وُہ تھوڑے سے غور وفکر سے خود قرآن ہی کے ذریعہ سے دُور ہو سکتی ہے۔

قرآن کی تعلیم عقل کی پہنچ سے دُور نہیں۔ انسانوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ کہ وُہ تجربہ کر کے قرآن کی سچّائی کو آزمالیں۔ یقیناً اس کے استعمال سے ان کی ہر تکلیف دُور ہو جائے گی۔ کون نہیں جانتا۔ کہ عرب قوم جہالت میں ڈوبی ہُوئی تھی۔ وُہ سب سے زیادہ پسماندہ تھی۔ غیر مہذب اور غیر متمدّن تھی۔ جب اس قوم نے قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کیا تو وُہ اخلاق، معاملات، رہن سہن، تعلیم وحکمت، سیاست اور معیشت غرض زندگی کے ہر مرحلہ میں کامیاب ہوگئی۔ جو سب سے پیچھے تھے۔ وُہ قرآن حکیم کی بدولت دُنیا کے امام بن گئے۔ قرآن کا ہر وعدہ پُورا اترا۔ لیکن جب اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو وہی بیماریاں پھر لوٹ آئیں۔

ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم پھر نئے سرے سے ایک پختہ عزم کے ساتھ اس پر عمل کرنے کا عہد کریں۔ ہر قسم کے شکوک و شبہات چھوڑ دیں۔ اور اللہ کے وعدوں کے مطابق دُنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کریں۔

Marfat.com

قرآن حکیم کا مقصد

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝٢ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝٢

ہدایت واسطے پرہیزگار (جمع) پرہیزگاروں کے واسطے ہدایت ہے۔

هُدًى: (ہدایت) راستہ کا علم، راستہ پر چلنے کا ساز و سامان اور توفیق نیز منزل پر پہنچنے کی قوت۔ یہ تمام باتیں ہدایت کے معنوں میں شامل ہیں۔ اس کی تشریح سورۃ فاتحہ میں گذر چکی ہے)

مُتَّقِينَ (پرہیزگار) یہ متقی کی جمع ہے۔ اور لفظ تقویٰ سے بنا ہے۔ متقی وُہ ہے جس میں تقویٰ ہو۔ تقویٰ احتیاط اور نگہداشت کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے متقی کے معنی ہُوئے پرہیزگاری کے ساتھ بسر کرنے والا۔ جو ہر کام سوچ سمجھ کر احتیاط سے کرتا ہو۔ تقویٰ کی تشریح میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ قابلِ غور ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ تقویٰ کسے کہتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا اگر کسی ایسے جنگل میں سے گذرو جو کانٹوں اور جھاڑیوں سے بھرا ہُوا ہو۔ تو کیا کرو گے؟ اُنہوں نے جواب دیا۔ میں اپنے کپڑوں کو سمیٹ لوں گا۔ کہ دامن کانٹوں سے نہ اُلجھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بس یہی تقویٰ ہے۔

ظاہر ہُوا کہ قرآن کی ہدایت ان لوگوں کے لئے مفید ہے۔ جو دُنیا کی زندگی کے جنگل میں ہر قسم کے کانٹوں یعنی گناہوں وغیرہ سے بچ کر اپنی منزل تک پہنچنا چاہتے ہوں۔

انسان دو قسم کے پائے جاتے ہیں۔ بعض کی طبیعت لاُبالی ہوتی ہے۔ وُہ اس قدر بے فکرے ہوتے ہیں کہ بے سوچے سمجھے ہر کام میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں۔ جو ہر کام کرنے سے پہلے سوچ سمجھ کر احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہدایت سے فائدہ احتیاط سے زندگی بسر کرنے والے لوگ ہی اٹھا سکیں گے۔ یہی لوگ ہیں جن میں تقوے کا رنگ پایا جاتا ہے۔ قرآن پاک کی تعلیمات سے پرہیزگاری انتہائی مدارج تک پہنچ جائے گی۔ اور وُہ صفات جن کا بیان آگے ہے۔ پیدا ہو جائیں گی۔

یہ کتاب ساری دُنیا کی ہدایت کے لئے نازل ہُوئی ہے۔ اور یہ خطاب بھی سارے جہان والوں سے کر رہی ہے مگر عملاً اس سے نفع صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں۔ جن کے اندر سچائی کی طلب اور تلاش ہو۔ آخر ہر کام کے لئے کچھ سامان کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً چلنے کے لئے پاؤں ضروری ہیں، دیکھنے کے لئے آنکھیں۔ اسی طرح قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے دِل کے اندر تقویٰ یعنی احتیاط کا مادہ موجود ہونا لازم ہے۔ سُورج تو سارے جہان پر چمکتا ہے لیکن جنہوں نے اپنی دیکھنے کی قوت ہی ضائع کر دی ہو ان کے لئے اس کی روشنی بیکار ہے۔ اگر زمین شور ہو تو بارش اس پر بے اثر ثابت ہوگی۔ دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے کے لئے ضرُوری ہے کہ ہم خود اپنے کاموں کا محاسبہ کرتے رہا کریں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قبل اس کے کہ دُوسرے تم سے جواب طلب کریں۔ تم خود اپنا جائزہ لیتے رہا کرو"۔

Marfat.com

مُتّقیوں کی صفات ـــــ (۱) ایمان بالغیب

اَلَّذِیْنَ ۔ یُؤْمِنُوْنَ ۔ بِالْغَیْبِ

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ

جو لوگ ایمان لاتے ہیں غیب پر

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ: (وُہ لوگ جو کہ) قواعد میں اسے اسم موصول کہتے ہیں۔ اس کا واحد اَلَّذِیْ ہے۔ یہ لفظ بار بار استعمال ہوگا۔ ذہن نشین کرلیں۔

یُؤْمِنُوْنَ: (ایمان لاتے ہیں) یہ لفظ ایمان سے نکلا ہے۔ ایمان سے مُراد یہ ہے کہ کسی حقیقت کو زبان سے ماننا۔ دِل سے اس پر یقین رکھنا اور اس کے مُطابق عمل کا ارادہ کرلینا۔ جو ایمان لاتا ہے۔ وُہ شک وشبہ سے امن میں آجاتا ہے۔ یہی ایمان ہے جو شریعت میں معتبر ہے۔

غَیْب سے مُراد وُہ عالم ہے۔ جو اس ظاہری دُنیا سے بلند ہے۔ اور جس کی خبریں صرف نبی کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتے، جنّت ودوزخ، قیامت، حساب کتاب اور جزاء وسزا وغیرہ نبی پر ایمان لائے بغیر ایمان بالغیب کامل نہیں ہوتا۔

اس سے پہلے سبق میں بتایا گیا تھا۔ کہ قرآن مجید ان لوگوں کے لئے دستورِ ہدایت ہے۔ جو نہایت خلوص اور پاک نیّت سے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیں۔ جن میں احتیاط اور نگہداشت سے زندگی بسر کرنے کا جذبہ اور استعداد موجود ہو۔ اور وُہ محتاط اور پاکیزہ زندگی گذارنے کے مشتاق ہوں۔ اس آیت میں متّقین کی پہلی صفت بیان کی جاتی ہے۔ جو قرآنی ہدایت سے ان میں پیدا ہوگی۔ وُہ یہ ہے کہ وُہ ایسی چیزوں پر بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ جن کا وجود ظاہری حواس سے بلند ہو۔

ایمان کے بغیر دِل میں بے چینی اور بے قراری ہی رہتی ہے۔ کیونکہ اس کی عدم موجودگی میں شک، تردّد اور وہم وگمان اپنی جگہ دِل میں بنا لیتے ہیں۔ لیکن ایک ایماندار سخت سے سخت مُصیبت اور آزمائش کے وقت بھی کبھی نہیں گھبراتا۔ بلکہ اُس کی ڈھارس بندھی رہتی ہے۔ کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ وُہ ایک بڑا سہارا اور مضبوط آسرا رکھتا ہے۔ اس سے دماغ کو سکون، دِل کو اطمینان اور رُوح کو چین نصیب ہوتا ہے۔ عالمِ غیب کا یہ عقیدہ دین کا مغز اور ایمان کی رُوح ہے۔ اس کے بغیر ایمان پختہ نہیں ہوتا۔

ہم نے اپنے آپ کو قرآن کریم سے ہدایت لینے کے لئے تیار کرلیا اور متقی لوگوں میں شامل ہوگئے۔ اب ہمیں چاہیئے۔ کہ قرآن کی تعلیمات کے مُطابق اپنے اندر وُہ صفات پیدا کریں۔ جن کا قرآنِ حکیم حکم دیتا ہے۔ ہمیں بلا چُون وچرا غیب کی تمام حقیقتوں پر ایمان لے آنا چاہیئے۔ جن کی خبر ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کی توفیق دے۔

Marfat.com

(۲) نماز کی پابندی

وَ۔ یُقِیۡمُوۡنَ ۔ الصَّلٰوۃَ
اور قائم کرتے ہیں نماز

وَیُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ
اور نماز قائم کرتے ہیں ۔

یُقِیۡمُوۡنَ : (قائم کرتے ہیں) اِقَامَتٌ سے بنا ہے ۔ اس کے معنی ہیں قائم کرنا اِقَامَتُ الصَّلٰوۃِ سے مُراد یہ ہے کہ پوری شرائط اور پابندی کے ساتھ نماز باقاعدگی سے خود بھی ادا کرے اور دُوسروں کو بھی اس کی ادائیگی پر آمادہ کرے ۔

صَلٰوۃ کے لفظی معنی دُعا کے ہیں ۔ شریعت کی اصطلاح میں صلوٰۃ خاص عبادت (نماز) کا نام ہے ۔ اس کا نام صلوٰۃ اس لئے رکھا گیا ہے ۔ کہ اس عبادت میں سب سے زیادہ حصّہ دُعا کا ہے ۔ اس میں زبان سے بھی دُعا کی جاتی ہے ۔ دِل سے بھی اور جسم کے ظاہری اعضا سے بھی ۔

ایمان بالغیب کے بعد متقی لوگوں کی دُوسری صفت بیان کی گئی ہے ۔ "یعنی وُہ نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں" نماز خُدا کے آگے جُھکنے ، اپنی بندگی کا اظہار کرنے ، اللہ سے گہرا تعلّق پیدا کرنے اور اُمّت کے تمام لوگوں میں نظم پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے ۔ نماز بدنی عبادتوں میں سب سے اعلیٰ ہے ۔ اور ایمان اور توحید کا اظہار اس کے ذریعہ بڑی خوبی سے ہوتا ہے ۔ فرد کے لئے بھی اس میں اخلاقی ، طبّی اور مادی فائدے ہیں ۔ اور پُوری اُمّت کے لئے بھی اس میں بہت سے معاشرتی فائدے ہیں ۔

تمام مُسلمان پاک وصاف ہو کر دن میں پانچ مرتبہ ایک امام کے پیچھے قبلہ کی طرف مُنہ کر کے ایک قطار میں کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنی بندگی اور آپس میں بھائی بھائی ہونے کا اقرار کرتے ہیں ۔ اس سے جماعت کے تمام لوگوں کے دِل کھوٹ ، حسد اور خود غرضی سے پاک ہو جاتے ہیں ۔ باہمی اُلفت ، محبّت اور مساوات پیدا ہوتی ہے ۔ ایک دُوسرے کے دُکھ درد کا احساس ہوتا ہے ۔ انسان بے حیائی اور گناہ سے رُکتا ہے ۔

نماز باجماعت سے امیر کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ۔ قوم باقاعدگی اور پابندی کی زندگی کا سبق سیکھتی ہے ۔ چُنانچہ اسلام کی ابتدائی زندگی میں مُسلمانوں کو جس قدر کامیابیاں حاصل ہُوئیں ان کی سب سے بڑی وجہ یہی نماز باجماعت کی باقاعدگی تھی ۔ بدوی لوگ جو کسی نظام کے تحت نہ تھے ۔ نماز کی پابندی سے منظّم ترین جماعت بن گئے اور دُنیا کے لئے اتحاد کا نمونہ ثابت ہُوئے ۔

حدیث میں آتا ہے ۔ کہ مُسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز ترکِ نماز ہے ۔ اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیں اپنے اُوپر چسپاں کر کے دیکھنا چاہیئے کہ ہم کس گروہ میں شامل ہیں ۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ نماز مومن کا معراج ہے وُہ بدقسمت ہوگا ۔ جو اس بلند مرتبہ پر پہنچنا نہ چاہتا ہو ۔

نماز ایک ایسی عبادت ہے جو اخلاقی ، رُوحانی ، انفرادی اور اجتماعی غرض ہر لحاظ سے مفید ہے ۔ اسی لئے نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیا ہے

Marfat.com

(۳) مالی قربانی

وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ﴿۳﴾

اور اُس میں سے جو ہم نے اُنہیں دیا وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے اُنہیں دیا اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

رَزَقْنٰهُمْ: (ہم نے انہیں دیا) یہ دو لفظ ہیں رَزَقْنَا وَهُمْ۔ رَزَقْنَا رزق سے نکلا ہے۔ یہ لفظ عربی زبان میں وسیع معنے رکھتا ہے۔ اس کے اندر ہر قسم کی نعمتیں آجاتی ہیں۔ خواہ ظاہری ہوں جیسے مال، صحت اور اولاد وغیرہ یا باطنی ہوں۔ جیسے علم، دانائی اور سمجھ وغیرہ۔ اللہ کی بخشش میں مال ایک بہت بڑا عطیہ ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ اور جو نعمت انسان کو ملتی ہے۔ سب اللہ کی عنایت سے ملتی ہے۔

يُنْفِقُوْنَ: (وُہ خرچ کرتے ہیں) یہ لفظ اِنْفَاق سے نکلا ہے جس کے معنی خرچ کرنا ہیں۔

آیت کے اس حصّہ میں متقی لوگوں کی تیسری صِفت بیان کی جاتی ہے۔ یعنی جو کچھ اللہ نے انہیں دے رکھا ہے۔ وُہ اس میں سے مُناسب اور ضروری موقعوں پر اور جائز اور مفید کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں مال صرف کرنا بڑی قربانی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جسمانی عبادت تو کرتے ہیں۔ مگر مال خرچ کرنے کا نام نہیں لیتے۔ اِس قسم کا بُخل دُنیا اور آخرت دونوں جہان میں نقصان دہ ہے۔

جب انسان کے عزیز و اقارب والدین اور رشتہ دار اس کی طرف رجُوع کرتے ہیں کہ انکی حاجتوں میں وُہ اُن کی کچھ مدد کرے۔ اور بخیل انکار کرتا ہے۔ تو وُہ سخت رنجیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ اور اس کے کاروبار میں فرق آجاتا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کا تعاون اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ جب معاشرہ میں حاجتمندوں، یتیموں اور بے کسوں کی پرورش کا دستور نہیں رہتا۔ اور قوم کی دُرستی، عوام کی بہبُودی اور دُشمن کے دفاع میں خرچ نہیں کیا جاتا۔ تو ساری قوم مُصیبت میں گرفتار ہو جاتی ہے اور انجام کار شخصی دولت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

اُخروی زندگی میں بخل کا یہ انجام ہوتا ہے کہ جب دِل پر مال کی محبّت نقش ہو جاتی ہے اور مَوت کے وقت رُوح جسم کا ساتھ چھوڑتی ہے۔ تو وُہ مال کی محبّت میں بڑی بے چین رہتی ہے۔ اور یہ بے جا محبّت اس جہان میں سانپ بچھو اور آگ کی صُورت میں ظاہر ہو کر عذاب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ دین و دُنیا کی کامیابیوں کے لئے ضروری ہے کہ یہاں مالی قربانی کرو۔ اور اسی طرح اس کی دی ہوئی قوتوں، صلاحیتوں اور استعدادوں کو خدمتِ خلق میں خرچ کرو۔

ہمارا فرض ہے کہ اپنی تمام کوششوں، قوتوں، صلاحیتوں اور مال و دولت کو عام لوگوں کی خدمت میں لگانے سے پیچھے نہ ہٹیں۔ اپنی ہمّت کے مطابق بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں۔ اس میں مُلک اور قوم کا بھی بھلا ہے اور اسی میں ذاتی بھلا ہے۔

Marfat.com

(۴) کتابوں پر ایمان

وَ۔ الَّذِیْنَ ۔ یُؤْمِنُوْنَ ۔ بِمَآ ۔ اُنْزِلَ	وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ
اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو اتارا گیا	اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اُس پر جو
اِلَیْ ۔ كَ ۔ وَ ۔ مَآ ۔ اُنْزِلَ ۔ مِنْ ۔ قَبْلِكَ ۚ	اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ
طرف تیری اور جو اتارا گیا سے تجھ سے پہلے	تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔

اس آیت میں متقی لوگوں کی چوتھی صفت بیان کی گئی ہے۔ یعنی یہ لوگ تمام آسمانی کتابوں اور الہامی نوشتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

گویا اس آیت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ جو کتاب رسولؐ پاک کی طرف نازل ہوئی ہے اس کی تعلیمات و ہدایات پر صدقِ دل سے ایمان لایا جائے اور دوسرے یہ کہ جو کتابیں آپ سے پہلے نبیوں پر نازل ہوئیں۔ انہیں بھی حق اور خدا کی طرف سے مانا جائے۔ یہاں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں صرف آخری نبیؐ کی کتاب اور آپ سے پہلے نبیوں کی کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کے بعد ہونے والے نہ کسی نبی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور نہ کسی کتاب کا۔ معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ورنہ وہ بھی ساتھ ہی بیان کر دیا جاتا۔

جو نبی آپ سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ قرآنِ پاک نے ان میں سے بعض کا نام لے کر ذکر کیا ہے۔ باقی کی طرف صرف اشارہ کیا ہے۔ نبیوں پر ایمان لانے سے مُراد یہ ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی آئے ہیں۔ اُن سب کی نسبت یہ یقین رکھنا کہ وہ سب خدا کے بھیجے ہوئے تھے۔ اور وہ اپنے اپنے زمانہ میں مناسبِ وقت تعلیم دیتے رہے۔ پہلی آسمانی کتابوں میں سے چار کتابوں کا ذکر قرآن مجید نے خاص طور پر کیا ہے (۱) حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے (۲) حضرت موسیٰؑ کی تورات (۳) حضرت داؤدؑ کی زبور اور (۴) حضرت عیسیٰؑ کی انجیل۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ نبوّت کو ایک محل سے تشبیہ دی۔ فرمایا کہ ہر نبی اس عمارت کے بنانے میں اپنے اپنے زمانہ میں ایک ایک اینٹ رکھتا رہا۔ آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے بھی قصرِ نبوت میں ایک اینٹ لگا دی۔ لوگ اس عمارت کو آکر دیکھتے تھے۔ اور اس کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اس میں ایک اینٹ کی کسر باقی رہ گئی ہے۔ کاش وہ بھی اپنی جگہ پر ہوتی۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ آخری اینٹ میں ہوں اور قصرِ نبوت میں اب کسی اور اینٹ کی ضرورت نہیں رہی۔

اللہ کے یہ تمام نبی دُنیا والوں کے سامنے ہمیشہ ایک ہی سچائی پیش کرتے رہے کہ تمام جہانوں کا رب ایک اللہ ہے۔ اب قرآن اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے۔ کہ وہ ان سب پر ایمان لائیں۔ رواداری اور سچائی کو قبول کرنے کی اس سے اعلیٰ مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

(۵) قیامت پر ایمان

وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ — وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴

اور آخرت پر وُہ یقین رکھتے ہیں — اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اَلْاٰخِرَة سے مُراد ہے۔ اَلدَّارُ الْاٰخِرَة یعنی مرنے کے بعد آنے والی دُوسری زندگی۔ اسے قرآن مجید میں اَلْیَوْمُ الْاٰخِر بھی کہا گیا ہے۔

یُوْقِنُوْنَ (وُہ یقین رکھتے ہیں) یہ لفظ ایقان سے بنا ہے۔ جو یقین سے نکلا ہے۔ یقین اس علم کو کہتے ہیں۔ جسے دلیل نے اس قدر واضح اور روشن کر دیا ہو۔ کہ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ بِالْاٰخِرَةِ کا لفظ پہلے اور یُوْقِنُوْنَ کا لفظ بعد میں استعمال کرنے سے تاکید میں اضافہ ہو گیا ہے۔

یہ دُنیا دارالعمل ہے۔ یعنی وہ زندگی جس کے بعد عمل کی مہلت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد آنے والی دُنیا دارالجزا ہے جس میں ہمارے ایک ایک کام کا پُورا پُورا بدلہ ملے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دُنیا میں بھی ہمیں اس کے حالات و واقعات کے لحاظ سے بدلہ ملتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس دُنیا میں انسان کو پورا بدلہ نہیں ملتا۔ نیک عمل جزا سے محرُوم رہ جاتے ہیں اور بدکردار مُجرم سزا سے بچ جاتے ہیں۔ حالانکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کا کوئی عمل بھی بے نتیجہ نہ رہ جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا دن مقرر کر دیا ہے۔ جس روز ہر انسان اور ہر قوم کو اپنے ہر عمل کا پُورا پُورا بدلہ ملے گا۔ اسی لئے جزا و سزا کے لئے ایک مستقل آئندہ عالم پر یقین رکھنا ایک صحیح دِین کے ضروری اجزا میں سے ہے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی۔ کہ عالم آخرت کا اس دُنیا سے گہرا تعلق ہے۔ وُہ زندگی ہمارے ان کاموں ہی کا نتیجہ ہو گی۔ جو ہم یہاں کرتے ہیں۔ اس لئے متقی لوگوں کی یہ صفت ہے کہ وُہ ہر کام کرنے سے پیشتر یہ اطمینان حاصل کر لیتے ہیں۔ کہ وُہ کام عاقبت اور انجام کے لحاظ سے آسمانی تعلیمات اور خدائی ہدایات کے خلاف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں انتخاب و اختیارِ عمل کی پُوری آزادی دے رکھی ہے۔ منزل تک پہنچنے کے لئے ہمارے سامنے کئی راہیں ہیں۔ لیکن ہمیں صرف وہی اختیار کرنی چاہئے۔ جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اگر عاقبت اور جزا و سزا کا عقیدہ ہر لمحہ ہمارے پیش نظر رہے۔ تو یقینی امر ہے کہ ہم اس دُنیاوی زندگی میں راست بازی اور اعتدال کی راہ پر قائم رہیں گے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی زندگی قرآنی اصُولوں میں ڈھالیں۔ تاکہ اس کا نتیجہ نہایت خوشگوار ہو۔ اور ہم دونوں جہان میں کامیاب ہوں جس شخص کو اپنے اعمال کی جوابدہی، حساب کتاب اور بدلہ پر یقین نہ ہو گا۔ وہ اپنے اعمال درست نہ کر سکے گا۔

85918 85918

Marfat.com

کامیاب لوگ

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵

یہی لوگ پر ہدایت سے اپنے رب اور یہی لوگ وُہ فلاح پانے والے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵

یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اَلْمُفْلِحُوْنَ: (فلاح پانے والے) یہ لفظ فلاح سے بنا ہے۔ اس کے لفظی معنیٰ چیرنا پھاڑنا ہیں۔ کاشتکار کو فَلّاح غالباً اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ وُہ زمین کھودتا ہے۔ اور بیج بوتا ہے۔ جو زمین کو چیر کر پودے کی صُورت میں باہر آتا ہے۔ عربی میں یہ لفظ بڑے وسیع معنیٰ میں آتا ہے۔ دُنیا اور آخرت کی ساری کامیابیاں اس میں جمع ہیں۔ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عربی زبان میں ہر قسم کی کامیابیوں کے اظہار کے لئے فلاح سے بڑھ کر کوئی لفظ موجُود نہیں۔ مفلح (کامیاب) وُہ ہے جو ہر قسم کی مشکلوں اور رکاوٹوں کو دُور کرتے ہوئے کامیابی تک پہنچ جائے۔

سورۃ فاتحہ میں ہم نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی۔ کہ وُہ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ اس کے جواب میں ہدایت کا ایک پیغام مِلا۔ جسے ہم پچھلے سبقوں میں پڑھتے آئے ہیں۔ اس کے بعد چند علامتیں بیان ہوئیں۔ کہ جن میں یہ موجود ہُوں۔ وہی ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔ (۱) ان کا اعتقاد اس مادی دُنیا کے علاوہ عالمِ غیب پر ہوتا ہے۔ (۲) اللہ سے اپنا تعلق عملی طور پر ظاہر کرنے کے لئے نماز قائم کرتے ہیں۔ (۳) اللہ کی دی ہُوئی نعمتوں کو اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (۴) رسول پاک کو بہترین ہادی اور قرآن کریم کو اللہ کا کلام مانتے ہیں۔ (۵) قرآن کریم سے پہلی آئی ہُوئی کتابوں اور ہدایتوں کو بھی مانتے ہیں۔ (۶) جزا اور سزا کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔

اب اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ یہی متقی اپنے رب کی حقیقی ہدایت پر ہیں۔ یہی لوگ دُنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب و بامُراد ہوں گے۔ دُنیا کی فلاح یہ ہے۔ کہ انہیں ہدایت کی راہ نصیب ہوگئی۔ اور ہر حیثیت سے مکمل اور بہترین دستورِ حیات مِل گیا۔ جس کے مُطابق انہوں نے اپنی زندگی ڈھال لی اور ہر قسم کی کامیابی حاصل کر لی۔ اور آخرت کی فلاح یہ ہے کہ انہیں اپنے کاموں کا پُورا پُورا بدلہ ملے گا۔

اسلام سے پہلے عرب قوم مفلس تھی۔ شتربانی ان کا پیشہ تھا۔ اُن کے پاس دولت نہ تھی نہ لشکر۔ نہ کھانے پینے کی بہتات۔ لیکن جب انہوں نے اسلام قبُول کر لیا اور قرآن کی تعلیمات پر پختگی سے عمل کیا۔ تو جس طرف بھی گئے۔ وُہ کامیاب ہُوئے۔ زمین نے ان کے قدم چُومے اور آسمان نے ان پر برکتوں اور رحمتوں کی بارش کی۔ اللہ نے ان سے جو وعدے کئے تھے سب پورے ہوئے اگر آج ہم بھی قرآن پاک کے احکام کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھال لیں۔ تو کامیابی کا یہ وعدہ ہمارے لئے بھی ہے اور ہم بھی دُنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کر لیں گے۔

Marfat.com

کافر

اِنَّ - الَّذِیْنَ - کَفَرُوْا - سَوَآءٌ - عَلَیْهِمْ	اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ
بیشک جو لوگ کافر ہیں برابر ہے ان پر	بیشک جو لوگ کافر ہیں برابر ہے ان پر خواہ تو انہیں
ءَاَنْذَرْتَهُمْ - اَمْ - لَمْ - تُنْذِرْهُمْ - لَا یُؤْمِنُوْنَ ⑥	ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ⑥
خواہ تو انہیں ڈرائے یا نہ ڈرائے تو انہیں نہیں ایمان لائیں گے	ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

کَفَرُوْا: (جو انکار کرتے ہیں) یہ لفظ کفر سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں چھپانا۔ شریعت میں کافر اسے کہتے ہیں۔ جو حق کا منکر اور مخالف ہو۔ اللہ اور اس کے رسول کو نہ مانتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جب فلاح حاصل کرنے والے متقیوں کا حال اور ان کی کامیابیوں کا ذکر فرمایا ہے تو ضروری ہے کہ منکروں اور کافروں کا حال اور انجام بھی بیان کیا جائے تاکہ دونوں کا فرق واضح ہو جائے۔ اور پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کا مرتبہ روشن ہو جائے۔

اس آیت سے ایسے لوگوں کا ذکر شروع ہوا۔ جو ایمان والوں کے بالکل ضد واقع ہوئے ہیں۔ دل سے اسلام کے دشمن ہیں اپنا وقت قوت اور دولت غرض ہر چیز اس کی مخالفت میں صرف کرتے ہیں۔ ایسے لوگ دلیلیں سامنے آنے کے باوجود کفر پر اڑے رہتے ہیں۔ حق قبول کرنے کی استعداد مسلسل انکار اور مخالفت کے باعث کمزور ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں نبی کا اُن کے لئے عذاب سے ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ سب لوگ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جائیں۔ اس آیت میں آپؐ کو یہ حقیقت بتائی گئی ہے۔ کہ آپؐ خواہ کچھ کریں۔ یہ حق کو پہچاننے اور ماننے کی قوت ضائع کر چکے ہیں۔

یہ جو کہا گیا ہے کہ "رسول پاکؐ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے"۔ یہ خبر فیصلے کی صورت میں نہیں ہے بلکہ اُن کے مسلسل انکار اور مخالفت کے نتیجے کا اظہار اور اعلان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص میں حق قبول کرنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ لیکن جو لوگ ذاتی فائدوں، کوتاہ نظری، غلط تعلیم یا بُری صحبت کی وجہ سے سچائی کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان میں حق قبول کرنے کی قوت رفتہ رفتہ باقی نہیں رہتی۔ اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ تلاشِ حق کی جو قوت ہمارے اندر فطری طور پر موجود ہے۔ اس کو ضائع نہ ہونے دیں۔ ہمیشہ حق اور صداقت کی جستجو میں لگے رہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ حق کی تعلیم عام کریں اور اس خوش اسلوبی اور حکمت سے حق کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچائیں۔ کہ ان کے دلوں میں نرمی اور خوفِ خدا پیدا ہو جس میں تھوڑی سی بھی حق کو قبول کرنے کی استعداد موجود ہے۔ اُن تک اپنے ہر ممکن وسائل سے پہنچیں۔

Marfat.com

کُفر کا نتیجہ

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى
مہر لگادی اللہ پر اُن کے دِل اور پر

سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ
اُن کے کان اور پر ان کی آنکھیں پردہ

وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۷ ع
اور اُن کے لئے عذاب بڑا۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى
اللہ نے اُن کے دلوں اور کانوں پر مُہر

سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ
لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے

وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۷ ع
اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

خَتَمَ (مُہر لگادی) اس سے مُراد وُہ نتیجہ ہے جو مسلسل انکار اور مخالفت حق سے پیدا ہوتا ہے۔ مُہر لگانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس پر مُہر لگائی گئی ہے۔ باہر سے کوئی چیز اس کے اندر نہ جا سکے اور اندر سے کوئی چیز باہر نہ آسکے۔ مثلاً دل پر مُہر لگ جائے۔ تو نہ حق بات دِل میں داخل ہو سکتی ہے۔ اور نہ کسی اچھی بات کے اظہار کی جرأت رہتی ہے۔

قُلُوْبِهِمْ (ان کے دِل) یہ قلب کی جمع ہے۔ یہاں قلب سے مُراد گوشت کا ٹکڑا نہیں۔ بلکہ وُہ قوّت ہے جو شعور عقل اور ارادہ کا مرکز ہے۔

سَمْعِهِمْ (ان کے کان) سمع کے معنیٰ "سننے کی قوّت" ہے اور مراد کان۔

اَبْصَارِهِمْ (ان کی آنکھیں) ابصار کا واحد بصر ہے اور اس سے مُراد "دیکھنے کی قوّت" ہے۔

غِشَاوَةٌ (پردہ) اس کا مادہ غَشِیٌ ہے جس کے معنیٰ ڈھانپنا ہیں۔ یہاں مُراد وُہ پردۂ غفلت ہے جو حق کی نشانیاں دیکھ کر بھی اس کے ماننے میں حائل ہوتا ہے۔

دُنیا میں یہ قانون ہر چیز پر حاوی ہے۔ کہ جب کوئی قوّت مسلسل طور پر کام میں نہ لائی جائے۔ تو آخر کار وُہ اپنا عمل چھوڑ بیٹھتی ہے۔ یہی حال حق کے سمجھنے اور دیکھنے کی قوتوں کا ہے۔ اگر انہیں مسلسل بیکار رکھا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کا یہ فطری قانون یہاں بھی جاری ہوتا ہے۔ اسی قانون کے اجراء کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔

اللہ کی طرف سے مُہر لگ جانے کا عمل انسان کے جان بُوجھ کر کفر اختیار کرنے اور اس پر اصرار کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ ہر شخص کو اللہ کی طرف سے صحیح فطرت عطا ہوئی ہے اور اس میں اللہ کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی قوّت بھی شامل ہے لیکن جب انسان اپنی قوتوں کا غلط استعمال کرنے لگتا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے مُنہ موڑ کر شیطان کے پیچھے چلنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو وُہ انبیاء علیہم السّلام کے رحمت کے سلسلہ سے نکل جاتا ہے۔ اور اللہ کی مدد اُس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اب وُہ غلط راستے کو ہی سیدھا راستہ سمجھنے لگتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جس طرح زہر کھانے کا قُدرتی نتیجہ موت ہے۔ اسی طرح خدا کے حُکموں سے جان بُوجھ کر روگردانی روحانی موت کا باعث بنتی ہے اور جیسا کہ آپ پڑھ آئے ہیں۔ انسانی زندگی موت کے بعد ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ایک دوسری زندگی بھی ہے جو اس دنیوی زندگی کا نتیجہ ہے۔ اس دُنیا میں مسلسل نافرمانی بطور سزا ایک بہت بڑے عذاب کی شکل میں ظاہر ہوگی۔

Marfat.com

مُنافق

سورہ بقرہ کی تمہید صفحہ ۱۳ میں یہ بات گذر چکی ہے۔ کہ ہر تحریک کی طرح اسلام کے آنے پر بھی تین گروہ پیدا ہوئے ایک اس کی صداقت پر ایمان لانے والے مومن۔ دُوسرے اُس کا انکار اور مخالفت کرنے والے کافر، تیسرے وُہ گروہ جو بظاہر ساتھ ہو گیا۔ مگر حقیقت میں دِل سے ایمان نہ لایا۔ یہ منافق تھے۔ مومن اور کافر کا ذکر پہلے رکوع میں ہُوا۔ اب تیسرے گروہ منافقین کا تذکرہ شروع ہوتا ہے۔

منافق لفظ نفق سے نِکلا ہے۔ اس کے لفظی معنیٰ ہیں سرنگ لگانا۔ جیسے جنگلی جانور زمین کے اندر اندر سرنگیں بناتے ہیں۔ تاکہ وقت آنے پر ان میں چھُپ سکیں۔ اور خفیہ راستوں سے بھاگ کر نِکل سکیں۔ اس اعتبار سے منافق اس بد بخت انسان کو کہا جاتا ہے۔ جو بظاہر اسلام قبول کرے۔ لیکن مُسلمانوں کے مُقابلہ میں خفیہ چالیں چلے اور دُشمنی کے لئے وقت کا منتظر رہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکّے سے مدینے ہجرت کر کے تشریف لائے۔ اُس وقت مدینے میں خزرج قبیلہ کے ایک شخص عبداللہ بن ابی بن سلول کو شہر کا سردار بنانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ وُہ بڑا چالاک اور جوڑ توڑ کرنے والا آدمی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر اس کی تاجپوشی کا مُعاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ سب کی نگاہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگ گئیں۔

عبداللہ نے یہ دیکھا۔ تو خاموش رہا۔ اس نے مصلحت اسی میں سمجھی۔ کہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائے۔ لہٰذا وُہ خود بھی مُسلمان ہو گیا۔ اور اس کے ساتھی بھی مُسلمان ہُوئے۔ لیکن اندرونی طور پر اس انتظار میں رہے کہ آئندہ جب موقعہ لگے گا۔ اسلام چھوڑ دیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

جُوں جُوں وقت گذرتا گیا۔ اسلام کا اثر بڑھتا گیا۔ اور یہ لوگ دِل ہی دِل میں جلتے رہے۔ دُشمنی کی آگ اُن کے دِلوں میں بڑھتی گئی۔ چنانچہ جب بھی اُن کا بس چلا۔ انہوں نے اسلام کی مخالفت کی۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دیا۔ یہ لوگ مارِ آستین ثابت ہُوئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھنے کے باوجود اُن لوگوں نے ہمیشہ وقت پڑنے پر اسلام کی مخالفت کی۔ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ تعمیر کی۔ جسے اللہ نے "مسجد ضرار" کہا۔ غزوۂ احد کے موقعہ پر عین مقابلہ کے وقت مُسلمانوں کا ساتھ چھوڑا۔ دُوسرے رکوع میں منافقین کی عادات و خصائل بیان ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان خرابیوں سے بچائے اور ایمانِ کامل نصیب کرے۔

آج بھی اسلام کو سب سے بڑا خطرہ مُسلمان نما کافروں سے ہے۔ یعنی وُہ لوگ جو بظاہر اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ مُسلمانوں جیسے نام رکھتے ہیں اور مُسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ان کے دِلوں میں کفر ہے اور مُسلمانوں کے خلاف کفّار سے انہیں ہمدردی ہے۔

Marfat.com

مُنافقوں کا دعوٰیٔ ایمانی

وَ - مِنَ - النَّاسِ - مَنْ - يَّقُوْلُ - اٰمَنَّا
اور کچھ لوگ جو کہتے ہیں ہم ایمان رکھتے ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا
اور کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان

بِاللّٰهِ - وَ - بِالْيَوْمِ - الْاٰخِرِ - وَ - مَا
اللہ پر اور روز آخرت اور نہیں

بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا
رکھتے ہیں اور روز آخرت پر حالانکہ

هُمْ - بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸
وُہ ایمان والے

هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸
وُہ ایمان والے نہیں۔

اب تک قرآن مجید نے دو قسم کے انسانوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک اللہ کے قانون کے فرمانبردار مومن۔ دُوسرے قانونِ الٰہی کے انکار کرنے والے کافر۔ اب تیسری قسم کے لوگوں کا ذکر شروع ہو رہا ہے۔ یہ لوگ بھی اسلام کے مخالف اور دُشمن ہی ہیں۔ مگر یہ اپنے کُفر اور دُشمنی پر فریب کا پردہ ڈالے رکھتے ہیں۔ زبان پر اسلام کا دعوٰی رکھتے ہیں۔ لیکن دِل میں کُفر۔ انہیں قرآن کی اصطلاح میں مُنافق کہا گیا ہے۔ نفاق یہ ہے کہ انسان اعلان تو نیکی اور اسلام کا کرتا پھرے۔ لیکن دِل میں بدی اور کُفر چھپائے رکھے۔

اسلام نے جب ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کے عقیدوں کا اعلان کیا۔ تو جس کو مُسلمان بننا منظور ہوتا۔ اُس کے لئے ان دونوں عقیدوں کا ماننا ضرُوری تھا۔ چنانچہ مدینہ کے لوگوں کے ایک خاص گروہ نے انہی دو عقیدوں کا اظہار کر کے چاہا کہ مُسلمانوں میں شامل ہو جائیں۔ وُہ مُسلمانوں میں شامل کر لئے گئے۔ لیکن اُن کے دِل صاف نہ تھے۔ اُن کی چالوں سے بچنا ضرُوری تھا۔ اس لئے خود قرآن مجید نے خبر دے دی کہ یہ ان عقیدوں کو دِل سے نہیں مانتے۔ اس لئے مُسلمانوں کو اِن کی طرف سے خبردار رہنا چاہیئے۔ نفاق کی مکمل تشریح اور مُنافقوں کی مختصر تاریخ گذشتہ اوراق میں گذر چکی ہے۔

معلوم ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں منافق کی علامت یہ تھی۔ کہ وُہ زبان سے اسلام کے ان دونوں عقیدوں پر اپنے ایمان کا دعوٰی کرتے۔ لیکن دِل سے انہیں نہیں مانتے۔ اگر آج بھی کسی کا ظاہر اور باطن ایک نہ ہو۔ تو اسے اپنے طور پر خود محاسبہ کر لینا چاہیئے۔ جب تک زبان اور دِل ایک نہ ہوں۔ اس وقت تک ایمان پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ حالت نفاق کی ہوتی ہے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اپنی بزرگی اور کمال کے باوجود ہمیشہ خود اپنا محاسبہ کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وُہ ایمان اور اخلاص کے اُونچے درجہ پر پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلند مُقامات عطا کئے اور انہیں کامیابیوں سے نوازا۔

Marfat.com

مُنافقوں کا دھوکہ

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ
دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو اور وہ لوگ جو ایمان لائے

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ
اور اللہ اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ
اور نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی ذات کو

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ
اور وُہ دھوکا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩ ؕ
اور نہیں وہ سمجھتے۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩ ؕ
اور وہ نہیں سمجھتے۔

يُخٰدِعُوْنَ (وُہ دھوکہ بازی کرتے ہیں) یہ لفظ خَدَعَ سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ دِل میں بُری بات چھُپانا۔ اور بہ ظاہر اچھّا بن کر دکھانا۔ تاکہ دُوسرے کو فریب دیا جائے اور مغالطہ میں رکھّا جائے۔

اَنْفُسَهُمْ (اُن کی جانیں) یہ نفس کی جمع ہے۔ اس سے مُراد ہے اپنی ذات۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ: (وُہ نہیں سمجھتے) یہ لفظ شعور سے بنا ہے شعور عربی زبان میں بوجھنے کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مُراد اندرونی احساس ہے۔ مقصد یہ ہے۔ وُہ خود فریب میں مبتلا ہیں۔ مگر اپنی حماقت کی انہیں خبر نہیں۔

پچھلے سبق میں منافقوں کی بابت یہ بتلایا گیا تھا۔ کہ جو کچھ وُہ زبان سے کہتے ہیں۔ اسے دل سے نہیں مانتے۔ اور جو دِل میں رکھتے ہیں اسے زبان پر نہیں لاتے۔ وُہ صِرف مُسلمانوں سے فائدہ حاصل کرنے کی خاطر یا اُن کی پکڑ سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو مُسلمان کہتے ہیں۔ اس سبق میں ان کے اس طرزِ عمل پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔ وُہ کُفر کے علاوہ فریب اور دھوکا کا جُرم بھی کر رہے ہیں۔ سچائی کی مخالفت کرتے کرتے ان کی جُرأت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اپنے خیال میں اللہ کو بھی دھوکا دینے لگتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ لوگ مُسلمانوں کی مجلسوں اور مشوروں میں شریک ہوتے اپنا اعتماد جماتے اور پوشیدہ طور پر کفار سے بھی ساز باز رکھتے۔ انہیں مُسلمانوں کی باتوں سے آگاہ کر دیتے۔ اور دوست کی شکل میں ایماندار جماعت پر چھُری چلاتے۔

منافقوں کا یہ طرزِ عمل خاص طور پر قابلِ مذمّت ہے کہ وُہ اپنے اس طرزِ عمل سے مومنوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مغالطہ میں ڈالنا اور دھوکا دینا ان کا مذہب ہوتا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں ہی کو نہیں بلکہ وُہ سمجھتے ہیں کہ وُہ اللہ تعالیٰ کو بھی دھوکہ دے سکیں گے۔ بھلا اس سے بڑی نادانی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ مخلوق اپنے خالق کو دھوکہ دینے کا خیال دِل میں لائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نادان ہیں حقیقت کا شعور نہیں رکھتے۔ نادانی کو دانائی اور بیوقوفی کو عقل مندی سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

مُنافقوں کا روگ

فِیْ۔ قُلُوْبِهِمْ۔ مَّرَضٌ ۙ۔ فَزَادَ۔ هُمُ
میں اُن کے دِل بیماری بڑھادی اُن کی

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ

اُن کے دلوں میں بیماری ہے سو اللہ نے ان کی بیماری

اللّٰهُ۔ مَرَضًا ۚ وَ۔ لَهُمْ۔ عَذَابٌ۔ اَلِیْمٌ ۢ
اللہ بیماری اور اُن کے لئے عذاب دردناک

اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۢ

بڑھادی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

بِمَا۔ كَانُوْا۔ یَكْذِبُوْنَ ⑩
کیونکہ وُہ تھے جھُوٹ کہتے۔

بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ⑩

کیونکہ وُہ جھُوٹ کہتے تھے۔

مَرَضٌ، (بیماری) بیماریاں دو قسم کی ہوتی ہیں جسمانی اور رُوحانی۔ جسمانی بیماری سے بدن میں نقص، خرابی یا درد پیدا ہوتا ہے اور روحانی بیماری سے اخلاق بگڑتے ہیں۔ اور رُوح کو روگ لگ جاتا ہے۔ یہاں کفر و نفاق کی رُوحانی بیماریوں کا ذکر ہے کیونکہ یہ انسان کے نیک کاموں اور دُوسری زندگی کے سنوارنے میں رُکاوٹ ڈالتی ہیں۔ یہاں مرض کے معنی نفس کے ایسے ہی روگ کے ہیں۔ جو اس کے کمالات حاصل کرنے میں رُکاوٹ ڈالے۔ مثلاً جہالت، حسد، کینہ دُنیا کی محبت اور جھُوٹ وغیرہ۔

فَ (سو) یہ حرف اشارہ کرتا ہے کہ آگے جو ذکر ہوگا۔ وُہ مذکورہ بیماریوں کا پھل اور نتیجہ ہوگا۔

زَادَ (بڑھادی) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مُسلمانوں کو اور زیادہ ترقیاں اور فتحمندیاں دے کر ان کے حسد کو بڑھا دیا اُن کے دِل میں اسلام کی دُشمنی اور مُسلمانوں سے حسد کا روگ اور بڑھ گیا۔

اَلِیْمٌ، (دردناک) یہ لفظ الم سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں درد۔ کافروں کے لئے "عذابِ عظیم" کی سزا ہوگی لیکن منافق کافر ہونے کے ساتھ ساتھ دھوکہ باز اور جھُوٹے بھی ہیں اس لئے اُن پر "عذاب الیم" (دردناک عذاب) کی سزا ہوگی۔

یَكْذِبُوْنَ (جھُوٹ کہتے ہیں) یہ لفظ کذب سے بنا ہے۔ اس کے معنے جھوٹ کے ہیں۔ جھُوٹ اس خبر کو کہتے ہیں۔ جو حقیقت کے خلاف اور لوگوں کے لئے ضرر رساں ہو۔

اس آیت میں منافقین کے طرزِ عمل پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کے اندر کُفر اور نفاق کی بیماری ہے جو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں پیدا کر رکھی ہے۔ اور جُوں جُوں مسلمانوں کو ترقیاں اور کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں اُن کے حسد اور کینہ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (سو اللہ نے ان کے مرض میں اضافہ کر دیا) اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے از خود ان کے کفر و نفاق کو بڑھا دیا۔ بلکہ اس سے مُراد یہ ہے کہ ان کے کفر و نفاق کے نتیجے میں اللہ نے ان کا روگ بڑھا دیا۔ ایسے حالات پیدا ہو گئے۔ جن سے انہوں نے اپنی مرض کے بڑھانے کا کام لیا۔ ورنہ اگر وُہ اپنی عقل کا صحیح استعمال کرتے تو انہیں حالات سے ہدایت بھی پا سکتے تھے۔ جس طرح بیماریوں کا نتیجہ جسمانی قوت کا کم ہونا ہے اسی طرح روحانی بیماریوں کا نتیجہ دُوسرے جہان میں دردناک عذاب ہے۔

Marfat.com

منافقوں کی مُفسدانہ چالیں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي
اور جب کہا جاتا ہے ان سے نہ فساد پھیلاؤ میں

الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾
زمین کہتے ہیں بلاشبہ ہم اصلاح کر رہے ہیں۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ
سُن رکھو یہی لوگ وہی فسادی ہیں اور لیکن

لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾
نہیں احساس رکھتے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي
اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد

الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾
نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں بلاشبہ ہم اصلاح کر رہے ہیں۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ
سُن رکھو یہی لوگ فسادی ہیں لیکن وُہ

لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾
احساس نہیں رکھتے۔

لَا تُفْسِدُوْا (مت فساد پھیلاؤ) یہ لفظ فساد سے بنا ہے۔ اس کا معنیٰ ہے مزاج کا بگڑ جانا۔ یہاں فساد سے مُراد نظام میں خلل ڈالنے والے گناہ ہیں۔ جب یہ حالات عام ہو جاتے ہیں۔ تو دُنیا کے امن اور کائنات کے نظام میں خلل پڑتا ہے۔ اسلام کی رُو سے فساد بہت بڑا جُرم ہے۔

مُصْلِحُوْنَ: (اصلاح کرنے والے) یہ لفظ صَلَاح سے نکلا ہے۔ یہ فساد کا اُلٹ ہے۔ فساد میں نظام بگڑتا ہے۔ اصلاح سے نظام سنورتا ہے۔

اس آیت میں منافقوں کی ایک اور بدترین چال کو طشت از بام کیا گیا ہے۔ قانونِ الٰہی کے عِلاوہ کسی اور غلط طریقہ پر قائم رہنا اور اس کا پرچار کرنا کون سا کم جُرم تھا۔ کہ یہ منافق بدنظمی پیدا کرنے اور فساد پھیلانے میں بھی لگ گئے۔ پسِ پردہ سازشیں کرنا دوست بن کر دُشمنی کرنا اُن کی عادت ہو گئی۔ منافقوں پر قلبی روگ یہاں تک غالب آگیا کہ ان کو نیک و بد میں بھی تمیز نہ رہی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اپنے اس طرزِ عمل سے مُلک میں فساد مت پھیلاؤ۔ تو وُہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح اور بھلائی کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً مُفسد وہی ہیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا فساد ہو سکتا ہے۔ کہ ان کی منافقانہ روش سے کافر تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اسلام میں کوئی خوبی نہیں۔ کہ یہ مُنافق اسلام میں داخل ہو کر بھی گناہوں میں مبتلا ہیں۔ دُوسری طرف مُسلمانوں کو دھوکہ دے کر ورغلاتے ہیں۔ اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے خدا کا خوف دِل میں نہیں رکھتے۔ ان کی اس روش سے دُوسروں کے دلوں سے بھی خوف مِٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہُوا کہ سچائی سے لوگوں میں آپس میں سلوک پیدا ہوتا ہے۔ جو دُنیا میں اصلاح کا باعث بنتا ہے۔ اور منافقت سے دنیا کے انتظام میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ جب انسان اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ اور اپنی کمزوری کو نہیں سمجھتا تو تباہ ہو جاتا ہے اور اس کا شعور اور اندرونی احساس ختم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

مُنافقوں کی بے عقلی

وَ۔اِذَا۔قِیۡلَ۔لَهُمۡ۔اٰمِنُوۡا۔كَمَاۤ
اور جب کہا جاتا ہے اُن سے ایمان لاؤ جیسے

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا كَمَاۤ
اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لے آؤ جیسے

اٰمَنَ۔النَّاسُ۔قَالُوۡۤا۔اَنُؤۡمِنُ۔كَمَاۤ
ایمان لائے لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے

اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ كَمَاۤ
لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جیسے کہ

اٰمَنَ۔السُّفَهَآءُ ؕ۔اَلَاۤ۔اِنَّهُمۡ۔هُمُ
ایمان لائے بیوقوف لوگ سُن رکھو کہ خود ہی وہی

اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ
بیوقوف ایمان لائے ہیں۔ سُن رکھو کہ خود وہی لوگ

السُّفَهَآءُ۔وَ۔لٰكِنۡ۔لَّا۔يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳﴾
بے وقوف اور لیکن نہیں علم رکھتے۔

السُّفَهَآءُ وَلٰكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳﴾
بے وقوف ہیں۔ لیکن وُہ علم نہیں رکھتے۔

اَلنَّاسُ: (لوگ) الف لام کے لگنے سے یہ لفظ خاص انسانوں کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی وُہ لوگ جو دِل سے صحیح معنوں میں ایمان لائے اور دوُرخی چال نہ چلے۔

اَلسُّفَهَآءُ: (بے وقوف لوگ) یہ سفیہ کی جمع ہے۔ جو لفظ سفہ سے نکلا ہے اس کے معنی ہیں ہلکا پن چونکہ بے وقوفی عقل میں ہلکے پن اور کمی ہونے کے سبب سے ہوتی ہے۔ اس لفظ کا استعمال بے وقوفی اور حماقت کے لئے ہونے لگا۔

اس آیت میں منافقوں کی ایک اور عادت کا ذکر ہے۔ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اسلام پر صدق و اخلاص کے ساتھ سچے مُسلمانوں کی طرح ایمان لاؤ تو وُہ جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں۔ گویا اُن کے خیال میں ایمان لانے والے بیوقوف ہیں۔ کہ وُہ کُفر کے ایک بڑے طاقتور جتھے کے مقابلہ میں حق بات کو غالب کرنا چاہتے ہیں۔ جو منافقوں کے نزدیک سراسر ناممکن ہے۔ مدینہ کے مُنافق اپنی قوت اور طاقت کے بل بوتے پر بہت مغرور تھے۔ انہیں یقین تھا۔ کہ اُن کے مقابلہ میں اجنبی اور غریب الوطن مُسلمان نہیں ٹھہر سکیں گے۔ وُہ خیال کرتے تھے کہ اسلام چند روز کا کھیل ہے۔ جو خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اس لئے جو لوگ اس میں داخل ہو رہے ہیں۔ وُہ انجام سے غافل اور اپنے نفع سے لاپرواہ ہیں۔

اُن کے اس قول کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی لوگ احمق اور بے وقوف ہیں کیونکہ راستبازی اور سچائی آخر غالب آکر رہتی ہے۔ اور دھوکہ دینے والے مُنافق ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مُنافقین کا آخرت پر ایمان نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ آخرت پر ایمان رکھنے کے لئے بہت زیادہ دُور اندیشی کی ضرورت ہے۔ آخرت کو ماننے سے اس دُنیا کے عیش و عشرت کو ہمیشہ کی زندگی کے آرام کے لئے کسی قدر چھوڑنا پڑتا ہے۔ منافق عاقبت کا خیال نہیں کرتے۔ وُہ اپنے ابدی نفع و نقصان سے غافل رہتے ہیں۔ اس لئے وہی بے وقوف اور احمق ہیں۔

Marfat.com

مُنافقوں کا ہنسی اُڑانا

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا
اور جب ملتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے کہتے ہیں

اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا
ہم ایمان لے آئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں طرف ان کے شیطان وہ کہتے ہیں

اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ⑭
ہم تمہارے ساتھ ہیں محض ہم مذاق کر رہے تھے

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ
اللہ مذاق کرتا ہے ان سے اور ڈھیل دیتا ہے اُن کو

فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑮
میں ان کی سرکشی اندھے ہو رہے ہیں۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا
اور جب اُن لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم

اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا
ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو

اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ⑭
کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو محض مذاق کر رہے تھے۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ
اللہ اُن سے مذاق کرتا ہے اور انہیں ڈھیل دیتا ہے۔

فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑮
وہ اپنی سرکشی میں اندھے ہو رہے ہیں۔

شَيٰطِيْنِهِمْ (اُن کے شیطان) شَیْطَان کا لفظ عربی میں بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ سرکش اور بھڑکانے والے کو شیطان کہتے ہیں۔ انسانوں، جنوں سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہاں شَيٰطِيْنِهِمْ سے مُراد مُنافقین کے سردار لئے گئے ہیں۔ جو اپنی سرکشی کے لحاظ سے شیطان بنے ہُوئے تھے۔

مُسْتَهْزِءُوْنَ (مذاق کرتے ہیں) یہ لفظ استہزاء سے بنا ہے جس کے معنی تمسخر کرنے اور ہنسی اُڑانے کے ہیں۔

طُغْيَانِهِمْ (اپنی سرکشی میں) یہ لفظ طغیٰ سے بنا ہے۔ لفظ طغیانی کا ماخذ بھی یہی ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک مقررہ حد سے تجاوز کرنا۔ یہاں اس سے مُراد سرکشی میں حد سے بڑھ جانا ہے۔

يَعْمَهُوْنَ (اندھے ہو رہے ہیں) یہ لفظ عمہ سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں اندھاپن۔ یہاں ایسی کیفیت مُراد ہے کہ انسان کو راستہ سجھائی نہ دے۔ اور وُہ اِدھر اُدھر اندھوں کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا پھرے۔

اس آیت میں منافقین کے طرزِ عمل کی ایک اور خرابی بیان کی گئی ہے یعنی یہ کہ وہ دورُخی چال چلتے۔ جب مُسلمانوں سے ملتے۔ تو انہیں دھوکہ دینے اور خوش کرنے کو کہتے تھے کہ ہم بھی ایمان لائے۔ لیکن جب وُہ اپنے سرداروں کے پاس تنہائی میں جاتے تو کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو مُسلمانوں کو بیوقوف بناتے ہیں یہ بیوقوف اور سیدھے سادے لوگ ہیں۔ ہماری اس بات کو سچ مان کر ہمیں اپنے پوشیدہ راز بتا دیتے ہیں اور دلی ارادوں اور تدبیروں سے مطلع کر دیتے ہیں۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان کے مذاق کو انہیں پر پلٹ دیا سزا اور معاوضہ کے موقع پر عربی زبان میں یہ محاورہ عام ہے جیسے ہم کہیں کہ برائی کا بدلہ برائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی خراب حالت میں چھوڑ رکھا ہے کہ وُہ اپنی سرکشی اور حماقت میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور قرآن کی روشنی سے محرُوم اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔

Marfat.com

گمراہی اور خسارہ

اُولٰٓئِكَ - الَّذِيْنَ - اشْتَرَوُا - الضَّلٰلَةَ	اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ
یہی لوگ جنہوں نے خرید لی گمراہی	یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی مول لی
بِالْهُدٰى ۪ - فَمَا - رَبِحَتْ - تِّجَارَتُهُمْ	بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ
ہدایت کے بدلے سو نہ سودمند ہُوئی ان کی تجارت	ہدایت کے بدلے سو نہ ان کی تجارت ہی سودمند ہُوئی
وَمَا - كَانُوْا - مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾	وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾
اور نہ وُہ ہوئے ہدایت پانے والے۔	اور وُہ ہدایت پانے والے نہ ہُوئے۔

اِشْتَرَوُا (انہوں نے خرید لی) ایک چیز کے بدلے میں دُوسری چیز پالینا۔ یہ لفظ خریدنے اور بیچنے دونوں کے لئے آتا ہے۔ ایمان کا قبول کرلینا منافقین کے اختیار میں تھا۔ لیکن اس کے بجائے انہوں نے کُفر اور منافقت کی روش اختیار کرلی۔

مَا رَبِحَتْ (سودمند نہ ہُوئی) یہ لفظ ربح سے بنا ہے جس کے معنی ہیں نفع۔

اس سبق میں نفاق کا انجام بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی حاصل کرلی۔ یعنی انسانیت کی جو خوبی ہر شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ جس کی وجہ سے ہر انسان نیکی اور ابدی حیات کا آرام حاصل کرسکتا ہے۔ ان منافقوں نے اس نورِ انسانیت کو بجھا دیا۔ اور جو ہدایت انہیں حاصل کرنی چاہیئے تھی۔ اس کو نظر انداز کرکے اپنے اندر بُرے اخلاق اور غلط عادتیں پیدا کرلیں۔ اور اپنے دِل میں خیال کیا کہ ہم نے یہ سودا بڑا اچھا کیا۔ مُنہ سے توحید کا کلمہ کہہ دیا اور دِل میں کُفر رکھا اور خوش ہُوئے کہ اس سے زیادہ نفع والی تجارت اور کیا ہوسکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس تجارت میں انہیں نفع نہ ہُوا۔ انہوں نے اپنی ساری عمر صرف کرکے دُنیا کے ضائع ہوجانے والے عارضی اور نفسانی فائدے حاصل کرلئے۔ تجارت تو یہ تھی۔ کہ اپنی جان و مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرکے ہمیشہ رہنے والی زندگی کا آرام حاصل کرتے۔ لیکن انہوں نے اصل سرمایہ کو بھی ضائع کردیا۔

منافقین کی یہ گمراہی اور گھاٹا اُن کے اُن اعمال کا نتیجہ ہے۔ جن کا ذکر اس سے پہلی آیات میں گذر چکا ہے کہ وُہ زبان سے اللہ اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔ دِل سے نہیں مانتے۔ مومنوں اور اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اُن کے دِل میں کفر و نفاق کا مرض ہے۔ وُہ اصلاح کے نام سے فساد بپا کرتے ہیں۔ مخلص اور صاحبِ ایمان لوگوں کو بے وقوف سمجھتے ہیں انہیں ایمان اور تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔ لیکن جب اپنے بدکردار ساتھیوں اور سرداروں کے پاس جاتے ہیں تو اُن کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔

Marfat.com

مُنافقوں کی پہلی مثال

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ
اُن کی مثال تو اُن کی سی ہے جنہوں نے آگ جلائی

فَلَمَّآ أَضَآءَتْ مَا حَوْلَهُۥ ذَهَبَ ٱللَّهُ
پس جب آگ نے اس کے اردگرد کو روشن کر دیا تو اللہ نے سلب

بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَٰتٍ
کرلی اُن کی روشنی اور انہیں تاریکی میں چھوڑ دیا۔

لَّا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾
وُہ نہیں دیکھ پاتے۔

مَثَلُهُمْ: (ان کی مثال) مَثَل کسی ایسے پُرانے مشہور واقعہ کو کہتے ہیں۔ جو موجودہ کسی واقعہ سے مِلتا جُلتا ہو اور مشہور ہونے کی وجہ سے لوگوں کی سمجھ میں بہت جلد آسکتا ہو۔ نیز موجودہ واقعہ کی تشریح کے لئے اُس کے بیان کرنے سے بہت مدد ملتی ہو

ظُلُمَات: (اندھیرے) یہ لفظ ظلمت کی جمع ہے۔ جس کا ترجمہ ہے اندھیرا اور تاریکی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافق دو قسم کے تھے۔ ایک وُہ جو دِل سے اسلام کے پکّے دشمن تھے۔ مگر زبان سے مُسلمانوں کے ہمدرد اور رفیق ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ دُوسرے وُہ جو طبیعت کے کمزور تھے اور قطعی طور پر نہ تو اسلام کے حامی تھے اور نہ مخالف۔ جس طرف اپنا فائدہ دیکھتے اس طرف ہو جاتے۔ قرآن مجید نے ان دونوں قسم کے منافقوں کی مثالیں دی ہیں۔ اس آیت میں پہلی قسم کے منافقوں کی مثال بیان کی گئی ہے۔

ان لوگوں کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی شخص نے اندھیری رات میں آگ جلائی۔ اس کی روشنی سے اِردگرد کی تمام چیزیں رَوشن ہوگئیں اور وُہ اس قابل ہوگیا کہ نقصان پہنچانے والی اور نفع بخشنے والی چیزوں میں فرق کر سکے۔ مگر اچانک آنکھوں کی روشنی اللہ نے چھین لی۔ اور اب اُسے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ روشنی کے باوجود اندھوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے۔

یہ مثال منافقوں پر ٹھیک ٹھیک درست آتی ہے۔ وُہ پہلے کُفر کی تاریکی میں پڑے ہوئے تھے۔ نیک و بد میں کوئی فرق نہ کرتے تھے۔ پھر اسلام کی شمع روشن ہوئی اور اُس سے وُہ فائدے اٹھانے لگے کہ اچانک اُن سے اسلام سے فائدہ اٹھانے کے تمام مواقع چھین لئے گئے۔ اُن کی اصلی صُورت مُسلمانوں کے سامنے آگئی۔ اور وُہ اس قابل نہ رہے کہ مُسلمانوں کو دھوکہ دے سکیں کچھ منافق از خود حق کو ٹھکرا کر باطل کی طرف جُھک گئے۔ کچھ اپنی اغراض کی وجہ سے اس روشنی سے فائدہ اٹھانے سے محرُوم ہوگئے ان تینوں صُورتوں میں اُن کے لئے اسلام کی روشنی بے کار ہوگئی۔ اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

Marfat.com

مُنافقوں کا انجام

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

بہرے گونگے اندھے پس وُہ نہیں لوٹیں گے ۔ وُہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں۔ وُہ نہیں لوٹیں گے ۔

صُمٌّ : (بہرے) اس کی واحد اصم ہے جس کے معنے بہرے کے ہیں۔ منافق اگرچہ ظاہری طور پر بہرے نہیں تھے۔ لیکن انہیں بہرہ اس لئے کہا گیا کہ وُہ اسلام کی حق باتیں سنتے اور ٹال دیتے۔ اور سُنی بات کو ان سُنی کر دیتے۔ گویا وُہ بہرے ہیں کچھ سنتے ہی نہیں۔

بُكْمٌ : (گونگے) یہ ابکم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں گونگا۔ اگرچہ ان لوگوں کی زبانیں تو موجود تھیں لیکن سچّی بات پُوچھنے سے گریز کرتے اور حق بات کا اقرار نہ کرتے گویا گونگے ہیں اور اُن کے مُنہ میں زبان نہیں۔

عُمْيٌ : (اندھے) یہ اعمیٰ کی جمع ہے۔ جس سے مُراد ہے اندھا آدمی۔ انہیں اندھا اس لئے کہا گیا کہ آنکھیں رکھنے کے باوجود اللہ کی نشانیاں دیکھ کر قبول نہیں کرتے تھے۔

اس آیت میں منافقوں کے اعمال کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے۔ وُہ لوگ اسلام کی روشنی ظاہر ہو جانے کے باوجود کُفر کے اندھیروں میں پڑے رہے۔ دُنیاوی فائدوں، ذاتی غرضوں اور نفسانی خواہشوں کی پیروی میں انہوں نے اچھے اور بُرے میں تمیز نہ کی۔ جس طرح قدرتی قاعدہ کے ماتحت آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ جُھلس جاتا ہے۔ اسی طرح اُن لوگوں کی کج روی اور جان بُوجھ کر گمراہی کی وجہ سے حق کو پہچاننے کی تمام قوتیں ضائع ہو گئیں۔ کُفر ان پر غالب آ گیا۔ وُہ اسلام کی روشنی سے محرُوم ہو گئے۔ اللہ نے اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے روشنی کو سلب کر لیا اور وُہ اندھیرے میں بھٹکنے لگے۔

نیکی اور بدی کی تمیز اُٹھ جانے کا لازمی نتیجہ یہ ہُوا کہ وُہ حق کی آواز سُننے کے قابل نہ رہے۔ اُن کی زبانیں گونگی ہو گئیں کہ وُہ کسی سے راہِ حق دریافت نہ کر سکتے۔ اُن کی آنکھیں اندھی ہو گئیں کہ اسلام کی روشنی انہیں نظر نہ آتی۔ اور اللہ کی نشانیاں اُن پر کوئی اثر نہ کرتیں۔

علم حاصل کرنے کے تین ظاہری ذریعے ہوتے ہیں۔ کان، زبان اور آنکھ کبھی انسان دُوسروں کی باتیں سُن کر بعض چیزوں کا علم حاصل کرتا ہے۔ کبھی زُبان سے پُوچھ کر معلوم کرتا ہے۔ اور کبھی آنکھ سے دُوسری چیزوں کو دیکھتا ہے۔ لیکن منافق اپنی ضِد اور ہٹ دھرمی کے باعث یہ تینوں ذریعے کھو بیٹھتا ہے۔ اور اب نہ کسی ہدایت دینے والے کی آواز سُنتا ہے۔ نہ وُہ سچّی تعلیم کے بارے میں پوچھتا ہے۔ اور نہ حق کی نشانیوں کو آنکھوں سے دیکھ کر کوئی اثر حاصل کرتا ہے۔ اور اب اس بات کی کوئی اُمید نہیں کہ وُہ کُفر سے اسلام کی طرف یا اندھیرے سے روشنی کی طرف واپس آئے گا۔

Marfat.com

منافقوں کی دُوسری مثال

اَوْ كَ - صَيِّبٍ - مِّنَ - السَّمَآءِ - فِيْهِ	اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ
یا جیسے زور کا مینہ سے آسمان اس میں	یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے زور کا مینہ برس رہا ہو
ظُلُمٰتٌ - وَّ - رَعْدٌ - وَّ - بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ	ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ
اندھیرے اور گرج اور بجلی ڈالتے ہیں	اس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی اپنے کانوں میں
اَصَابِعَهُمْ - فِيْٓ - اٰذَانِهِمْ - مِّنَ - الصَّوَاعِقِ	اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ
اپنی انگلیاں میں اپنے کان سے کڑک	کڑک کے مارے موت کے ڈر سے انگلیاں
حَذَرَ - الْمَوْتِ ؕ	حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ
اندیشہ موت۔	دیتے ہیں۔

صَيِّبٍ: (جیسے مینہ) یہ لفظ صوب سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں بادل یا بارش کا نازل ہونا۔

السَّمَآءِ: (آسمان) یہ لفظ سمو سے بنا ہے۔ اس کے معنیٰ بلندی کے ہیں۔ ہر بلندی والی چیز خواہ بادل ہو یا آسمان اسے اسماء کہا جاتا ہے۔

آپ پڑھ آئے ہیں۔ کہ منافقوں کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو دِل سے اسلام کے پکے دشمن ہیں۔ لیکن ظاہری طور پر اپنے مُسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اُن کی مثال اس سے پہلی آیت میں آپ پڑھ آئے ہیں۔

اِس آیت میں دُوسری قسم کے منافقوں کا ذکر ہے۔ وُہ اپنی طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے نہ تو پُوری طرح اسلام میں داخل ہوتے ہیں اور نہ اسے چھوڑتے ہیں۔ بلکہ شک اور تذبذب میں غرق رہتے ہیں اور قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ دُوسری قسم کے منافقوں کی مثال زوردار بارش سے دی گئی ہے۔ اس میں بے شمار فائدے ہیں۔ مُردہ زمین زندہ ہوتی ہے۔ کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ ندی نالے بہنے لگتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی دِل کو لرزانے والی بادلوں کی کڑک اور آنکھوں کو چندھیانے والی بجلی کی چمک بھی ہوتی ہے۔ گھٹاٹوپ اندھیرا بھی چھا جاتا ہے۔ لیکن ان باتوں کے باوجود کوئی بارش کا دُشمن نہیں ہوتا۔

اسلام بھی بارش کی طرح سراسر رحمت بن کر آیا۔ لیکن اس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور احکام خداوندی کی دُوسری پابندیاں اور دُشواریاں بھی ہیں۔ منافق ان پابندیوں سے بدکتے ہیں اور جی کتراتے ہیں۔

منافق اسلام کے فائدے دیکھتے تو اُس کی طرف دَوڑتے۔ مگر جب قربانی کا وقت آتا تو پیچھے ہٹ جاتے۔ کاش تذبذب چھوڑ کر یہ لوگ ایک طرف ہو جاتے۔ اور اپنی زندگی اسلام کے ساتھ وابستہ کر دیتے۔

Marfat.com

مُنافقوں کی بے بسی

وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ⑲ — اور اللہ کافروں کا احاطہ کئے ہُوئے ہے۔

وَاللّٰهُ - مُحِيْطٌ - بِالْكٰفِرِيْنَ ⑲ — اور اللہ احاطہ کئے ہُوئے ہے کافروں کا

مُحِیْطٌ: (احاطہ کئے ہُوئے) یہ لفظ احاطہ سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں چاروں طرف سے کسی چیز کو گھیر لینا۔ یہاں اس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ کافروں پر اپنی ذات، علم اور قدرت ہر لحاظ سے محیط ہے۔

دونوں قسم کے منافقوں کا حال آپ نے پچھلے سبقوں میں پڑھ لیا۔ پہلی قسم کے لوگ اندرونی طور پر اسلام کے بڑے دُشمن ہیں۔ لیکن ظاہری طور پر وُہ اس کا دم بھرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے حمایتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دُوسری قسم کے منافق طبیعت کے کمزور بُزدل اور پست ہمّت ہیں۔ وُہ جس مجلس میں جائیں۔ اُسی کا اثر قبول کر لیتے ہیں۔ مُسلمانوں کے ساتھ بیٹھیں۔ اُن کے وعظ اور دعوت سُنیں اُن کی شان اور فتحمندی دیکھیں تو مرعُوب ہو کر اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب آزمائش اور امتحان سے واسطہ پڑتا ہے۔ تو پھر کُفر کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ وُہ مشقّت اور موت سے ڈرتے ہیں۔

آیت کے آخر میں بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان منافقوں پر ہر طرح سے حاوی ہے۔ وُہ محض مشقّت اور موت سے بچنے کی خاطر اسلام سے بھاگتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان پر ہر قسم کا اختیار اور قُدرت رکھتا ہے۔ اس لئے موت سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ اسلام اُن سے مُطالبہ کرتا ہے۔ کہ وُہ نفسانی لذتوں اور جھُوٹی خواہشوں کو چھوڑ دیں۔ اللہ کی راہ میں جان و مال پیش کریں۔ تکلیفیں اور مُصیبتیں جھیلیں۔

وُہ عذاب کی آیتیں سُننا نہیں چاہتے اور کان دبا کر نکل جاتے ہیں۔ لیکن وُہ اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ قادرِ مُطلق کی گرفت سے اپنے آپ کو اس طرح بچانے کی کوشش محض حماقت اور کم عقلی کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صرف ڈھیل دیتا ہے۔ اور سمجھنے کے موقعے اُن کے لئے پیدا کرتا ہے۔ جب اُن کی مُہلت ختم ہو جائے گی۔ تو پھر دُنیا کی کوئی طاقت اور اُن کا کوئی دوست انہیں اللہ کے عتاب سے نہیں بچا سکے گا۔ وُہ اُن کی تمام حرکات بلکہ سینوں کے بھیدوں تک کو بھی جانتا ہے اور وُہ اُن پر قُدرت کے لحاظ سے بھی حاوی ہے۔ جس طرح کی سزا دینا چاہے۔ اُسے اس پر قُدرت حاصل ہے۔

جس طرح بارش میں گرج، چمک اور کڑک سب کچھ ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلام میں آزمائش کے طور پر محنت، سختی، غُربت اور تکلیف سب ہی کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر نتیجہ میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وُہ ان عارضی مُصیبتوں سے گھبرا کر اسلام سے بھاگ نہ جائے بلکہ استقلال کے ساتھ اس پر جم جائے۔ انسان اگر مُصیبتوں سے بھاگنا ہی چاہے تو بچ نہیں سکتا۔

Marfat.com

مُنافقوں کا تذبذب

يَكَادُ - الْبَرْقُ - يَخْطَفُ - اَبْصَارَهُمْ - كُلَّمَآ - اَضَآءَ
قریب ہے بجلی اُچک لے اُن کی بینائی جب چمکتی ہے

لَهُمْ - مَّشَوْا - فِيْهِ - وَ - اِذَآ - اَظْلَمَ
اُن پر چلتے ہیں اس میں اور جب اندھیرا ہو

عَلَيْهِمْ - قَامُوْا
اُن پر کھڑے رہ جاتے ہیں۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ كُلَّمَآ اَضَآءَ
قریب ہے کہ بجلی اُن کی بینائی اچک لے وُہ جب ان پر چمکتی ہے

لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَاِذَآ اَظْلَمَ
تو اُس کی روشنی میں چلتے ہیں۔ اور جب ان پر اندھیرا ہو

عَلَيْهِمْ قَامُوْا
وُہ کھڑے رہ جاتے ہیں۔

يَخْطَفُ : (اُچک لے جائے) اس سے مُراد ہے آنکھوں کا چندھیا جانا یعنی اسلام کا غلبہ، طاقت اور شوکت مُنافقوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے اور اُن کے دِلوں میں اس کا رُعب ڈالنے کے لئے کافی ہیں۔

اس آیت میں دُوسری قسم کے مُنافقوں کا حال مزید تشریح اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پہلی آیت میں بارش کی مثال دے کر اُن کی فطرت کے بارے میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ وُہ فائدوں کی طرف لپکتے ہیں لیکن فائدے حاصل کرنے کے لئے کچھ مشقت یا نقصانات اٹھانے پڑیں تو پھر پیچھا دکھا جاتے ہیں۔

بارش نوعِ انسان کے لئے بہت سے فائدوں کا سبب بنتی ہے۔ لیکن جب اس میں بادل کی کڑک اور بجلی کی چمک دیکھتے ہیں۔ تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں اور اس سے بچنا چاہتے ہیں اور بارش کے فائدوں سے سرے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ فلاح اور بہتری کے لئے اگر کچھ قربانی کرنی پڑے یا آزمائش میں مبتلا ہونا پڑے تو اس سے گھبرانا نہیں چاہئے۔

منافقین اسلام کی کامیابیاں اور فتحمندیاں دیکھتے ہیں۔ تو اُن کے قدم اسلام کی طرف بڑھنے لگتے ہیں۔ دراصل اُن کے دِل میں حق کی تلاش نہیں ہوتی۔ صرف اسلام کے رُعب اور شوکت کی وجہ سے اس کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اور جب دیکھتے ہیں کہ اہل ایمان کو آزمائشیں اور مصیبتیں پیش آنے لگی ہیں۔ تو پھر یہ انکار اور بے یقینی کی وجہ سے ٹھٹک کر رہ جاتے ہیں۔ اور اسلام کی طرف اُن کے بڑھتے ہُوئے قدم رُک جاتے ہیں۔ گویا بجلی کے چمکنے کی طرح جب اسلام کی روشنی ان پر واضح ہوتی ہے۔ تو مُسلمان ہو جاتے ہیں۔ اُن کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔ اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن جُوں ہی اندھیرا ہو جاتا ہے۔ یعنی انہیں تکلیفیں اور مُصیبتیں پیش آنے لگتی ہیں۔ تو پھر اُن کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور واپس کُفر کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

اس سے یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ سُکھ اور دُکھ ہمیشہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اگر ہم اللہ کی راہ میں جان مال اور اولاد کی قربانی کریں تو یقیناً اس کے بدلہ میں کامیابی اور فلاح نصیب ہو گی۔ یہ روش ہرگز درست نہیں۔ کہ فائدے کی طرف تو ہم دوڑیں۔ مگر آزمائش کے وقت پیچھے ہٹ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں۔

Marfat.com

مُنافقوں کو وعید

وَ۔لَوۡ۔شَآءَ۔اللّٰهُ۔لَذَهَبَ۔بِسَمۡعِهِمۡ
اور اگر چاہے اللہ لے جائے ان کے کان

وَ۔اَبۡصَارِهِمۡ ؕ اِنَّ۔اللّٰهَ۔عَلٰى۔كُلِّ
اور اُن کی آنکھیں بیشک اللہ پر ہر

شَىۡءٍ۔قَدِيۡرٌ ﴿۲۰﴾ ع
چیز قادر۔

وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمۡعِهِمۡ
اور اگر اللہ چاہے تو ان کے کان

وَاَبۡصَارِهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
اور ان کی آنکھیں لے جائے بے شک اللہ ہر

شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۲۰﴾ ع ۲ ع ۱۳ ۲
چیز پر قادر ہے۔

اس رکوع کی ابتداء سے منافقوں کا بیان شروع ہُوا تھا۔ جو یہاں ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سُننے اور دیکھنے کی قوتیں بخشیں۔ لیکن منافقوں نے یہ قوتیں صرف دُنیا کے عارضی فائدے جمع کرنے اور نفسانی خواہشوں کو پُورا کرنے میں خرچ کر دیں۔ حق کی آواز سُننے اور اللہ کی نشانیاں دیکھنے سے اپنے کانوں اور آنکھوں کو بالکل بند کر لیا۔ انہوں نے اپنی قوتوں سے صحیح کام لینے کی بجائے اُن کا غلط استعمال کیا۔

اب اللہ تعالیٰ انہیں خبردار کرتا ہے۔ کہ اگر وُہ اس غلط روش سے باز نہ آئے۔ تو ان سے یہ قوتیں چھین لی جائیں گی منافق اگرچہ موت کے خوف سے بجلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اور ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ وُہ کڑک اور گرج کی آواز سُن کر کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں کہ مر نہ جائیں۔ اللہ اُن کی آنکھوں کی بینائی اور کانوں کی سُننے کی قوت چھین بھی سکتا ہے۔ خواہ وُہ کتنی ہی بچانے کی کوشش کریں۔

انسان کو دیکھنے، سوچنے اور سُننے کی تمام قوتیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دی ہیں۔ لیکن جب وُہ انہیں اُس کے حکم کے مطابق استعمال نہیں کرتا۔ تو اُسے ڈرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کہیں چھین نہ لے۔ اگر وُہ چھیننے میں کچھ دیر کرے۔ تو نڈر نہ ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ سزا ملنے میں دیر بھی ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے یہ دیر ڈھیل دینے کے لئے ہو۔ یا اُس کی رحمت کی وجہ سے ہو۔

انسان کی آنکھیں اور کان موجود ہوتے ہُوئے بھی جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی اور ارادہ نہ ہو وُہ کام نہیں کر سکتے۔ اگر وہ چاہے تو وُہ انسان کو اعضاء سے کام لینے کی قوتوں سے محرُوم کر سکتا ہے۔ کہ آنکھ ہوتے ہُوئے بھی نہ دیکھ سکے اور کان ہوتے ہُوئے بھی نہ سُن سکے اور یہ بات اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اس نے عالم کے انتظام کے لئے قاعدے، وقت اور سبب مقرر کر رکھے ہیں۔ وُہ دُنیا کے تمام کافروں، منکروں اور منافقوں کو فوراً فنا کر سکتا ہے لیکن مقررہ قاعدوں کے مُطابق انہیں ڈھیل مل جاتی ہے تاکہ وُہ باز آجائیں اس کے باوجود اگر وُہ باز نہ آئیں تو اس کا غضب ان پر یوں آپڑتا ہے کہ انہیں اس کا سان گمان بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ اکثر منافقوں کا حال ایسا ہی ہُوا۔

Marfat.com

عبادت کا مطالبہ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ

اے لوگو عبادت کرو تمہارا رب جس نے

خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

تمہیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے

خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

تمہیں پیدا کیا اور ان کو جو تم سے پہلے تھے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

لَعَلَّكُمْ: (تاکہ تم) عربی میں لَعَلَّ اس موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ جہاں کسی کام کا نتیجہ پیدا ہونے کی قوی امید ہو۔

تَتَّقُوْنَ: (تم متقی پرہیزگار بن جاؤ) متقی اور تتقون اور تقویٰ ایک ہی لفظ سے بنے ہیں۔ اس کی مکمل تشریح سبق (۱۷) میں گذر چکی ہے۔ مختصر یہ کہ تم میں خدا سے ڈرنے اور احتیاط سے زندگی بسر کرنے کی عادت پختہ ہو جائے اس کو پرہیزگاری کہتے ہیں۔

اَلنَّاسُ: (لوگو) قرآن پاک میں اس آیت میں سب سے پہلی بار اللہ تعالیٰ نے ایک مطالبہ کیا ہے اور انسانوں کو يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے عبادت گذار بننے کا مطالبہ ہر انسان سے فرمایا ہے۔

اُعْبُدُوْا: (عبادت کرو) یہ لفظ عبادت سے بنا ہے۔ جس کی اصل عَبْدٌ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو عاجزی اور ادب کے ساتھ ماننا، جسے اطاعت اور فرمانبرداری بھی کہتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ عبادت کے ضروری اجزا ہیں۔ لیکن عبادت انہیں پر ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ وہ پوری زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔

اس سورۃ کے شروع میں سب سے پہلے متقی کی صفات بیان کی گئی تھیں اور بتایا گیا تھا کہ قرآن اہل تقویٰ کے لئے ہدایت ہے اس کے بعد کافروں کا حال بیان کیا گیا۔ اور پھر منافقوں کی کیفیت واضح کی گئی۔ اب یہاں تمام انسانوں کو مخاطب کیا جاتا ہے کیونکہ ان تین قسم کے لوگوں کے ذکر کے بعد آدمی میں واقعی طور پر متقی بننے کا شوق پیدا ہو جانا چاہیئے۔ اس لئے اب اصل تقویٰ حاصل کرنے کی راہ انسان کے سامنے واضح کی جاتی ہے۔

یہاں تمام لوگوں کو پکار کر یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کے تمام عقیدوں اور حکموں کی اصل بنیاد رب کو پہچاننا ہے۔ انسان کو پیدا کرنے کا سب سے پہلا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو ڈھونڈے۔ اس کی کھلی نشانیوں سے اسے پہچانے اور اسی کی عبادت کرے اور دنیا و آخرت کی کامیابی اُسی سے مانگے کیونکہ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور ہر وقت ہر زمانے میں اُس کی پرورش کی اور اس کو اس کی قابلیت کے مطابق ترقی کے راستے بتائے۔ اس رب کی سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ اس نے تم کو اور ان سب کو جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں پیدا کیا۔ اسی معرفت سے تقویٰ حاصل کرنے کی راہ کھلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں بلکہ اس سے سراسر انسان ہی کا فائدہ ہے۔ عبادت کرنے سے انسان کے خیالات کی پریشانی دور ہوتی ہے۔ اور اصل باتوں کی طرف توجہ دینے کا موقع ملتا ہے۔

Marfat.com

شرک کی مُمانعت

الَّذِیْ - جَعَلَ - لَکُمُ - الْاَرْضَ - فِرَاشًا - وَّ	الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ
جس نے بنا دیا تمہارے لئے زمین فرش اور	جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور
السَّمَآءَ - بِنَآءً - وَّ - اَنْزَلَ - مِنَ - السَّمَآءِ - مَآءً	السَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
آسمان چھت اور اتارا سے آسمان پانی	آسمان کو چھت بنا دیا اور آسمان سے پانی اتارا
فَاَخْرَجَ - بِهٖ - مِنَ - الثَّمَرٰتِ - رِزْقًا - لَّکُمْ ۚ	فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۚ
پھر نکالا اس سے سے پھل روزی تمہارے لئے	پھر اس سے تمہاری روزی کے لئے مختلف پھل نکالے
فَلَا - تَجْعَلُوْا - لِلّٰهِ - اَنْدَادًا - وَّ - اَنْتُمْ - تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾	فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾
سو نہ ٹھیراؤ اللہ کے لئے مقابل اور تم جانتے ہو۔	سو نہ ٹھیراؤ اللہ کے لئے کوئی مقابل اور تم جانتے ہو۔

فِرَاشًا: (فرش) وُہ چیز جو بچھا دی گئی ہو۔ یا ایسی ٹھوس اور ہموار چیز جس پر ہم قدم رکھ سکتے ہوں اور چل پھر سکتے ہوں۔ ہموار ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وُہ مستطیل یا مربع ہو۔ بلکہ ایک بڑی گول شکل بھی فرش کا کام دے سکتی ہے۔

اَنْدَادًا: (مقابل) یہ لفظ نِدّ کی جمع ہے۔ جو عربی میں مثل و مشابہ کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ مخالف اور مدِ مقابل کے معنوں میں بھی۔ چنانچہ اَنْدَادًا کے معنی مخالف اور موافق دونوں ہو سکتے ہیں۔

پہلی آیت میں رب کی پہچان یہ بتائی گئی تھی۔ کہ اس کو اپنا اور اپنوں سے پہلوں کا پیدا کرنے والا مانا جائے۔ اس آیت میں کچھ اور نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کرنے والی صفت زمین یا ماں کے پیٹ کے اندر کام کرتی ہے اور آدمی کو نظر نہیں آتی۔ اس لئے دُوسری صفات جو اس سے زیادہ واضح ہیں۔ بیان کی جاتی ہیں۔ تاکہ اُن پر ہر چھوٹا بڑا آدمی غور کر سکے۔

انسان کی زندگی کو باقی اور قائم رکھنا، اس کے اسباب مہیا کرنا اور انسان کی زندگی کو آہستہ آہستہ اس کی ترقی کے آخری درجہ تک پہنچا دینا صرف اس کے رب کا کام ہے۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ وُہ انسان کا رب ہے اور اُسی نے اس کو پیدا کرنے کے بعد اُس کی زندگی باقی رکھنے کے تمام ذریعے اکٹھے کر دیئے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔

(۱) زمین جس پر ہم رہتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بچھایا ہُوا فرش ہے (۲) آسمان جس کو اللہ تعالیٰ نے خیمہ کی چھت کی طرح انسان کے سر پر چھت بنا کر آدھر کھڑا کر رکھا ہے جس سے روشنی کا انتظام بھی خوب ہو رہا ہے (۳) انسان کے روزمرہ کے کھانے پینے کا بندوبست کرنے کے لئے اُوپر سے بارش جس سے رنگا رنگ کے پھل وہی پیدا کرتا ہے جن کو انسان کھاتا ہے اور پانی پیتا ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ انسان موجود ہونے میں بھی اور اپنی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے بھی رب ہی کا محتاج ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ وُہ اپنا معبود بھی اسی رب ہی کو سمجھے۔ اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس رب کا نام جس میں یہ سب صفتیں موجود ہیں اللہ ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وُہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خوب سمجھا کر اپنی نعمتوں اور بخششوں کو بیان کر کے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اور اپنی پہچان کا راستہ بھی بتا دیا ہے تاکہ عبادت اس کو پہچان کر کی جائے۔ بغیر پہچانے عبادت کرتے رہنے سے تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔

Marfat.com

کلامُ اللہ کی سچائی کا دعویٰ

وَ۔اِنۡ۔کُنۡتُمۡ۔فِیۡ۔رَیۡبٍ۔مِّمَّا۔نَزَّلۡنَا
اور اگر تم ہو میں شک جو کہ ہم نے اتارا

عَلٰی۔عَبۡدِنَا۔فَاۡتُوۡا۔بِسُوۡرَۃٍ۔مِّنۡ۔مِّثۡلِہٖ
پر ہمارا بندہ تو لاؤ ایک سورۃ سے اس جیسی

وَ۔ادۡعُوۡا۔شُہَدَآءَکُمۡ۔مِّنۡ۔دُوۡنِ۔اللّٰہِ
اور بلالو اپنے مددگار سے سوا اللہ

اِنۡ۔کُنۡتُمۡ۔صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۳﴾
اگر تم ہو سچے۔

وَاِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا
اور اگر تم کو اس کتاب میں شک ہے جو ہم نے اتاری

عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ
اپنے بندہ پر تو اس جیسی ایک سورۃ بنالاؤ اور

وَادۡعُوۡا شُہَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ
اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بھی بلا لو

اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۳﴾
اگر تم سچے ہو۔

نَزَّلۡنَا: (ہم نے اتارا) تنزیل سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا اُوپر سے نیچے اتارنا۔ اس جگہ قرآن مجید مُراد ہے۔ جو جبریل امین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رفتہ رفتہ اتارا گیا۔

مِثۡلِہٖ: (اس جیسا) اس میں قرآن مجید کی لفظی اور معنوی دونوں خوبیوں کی طرف اشارہ ہے۔ عبارت ایسی ہے جسے ہر ایک سمجھ لے اور مطلب پورا پورا اور صاف صاف خوبصورتی سے بیان ہُوا ہے۔ قرآن مجید کی دُوسری بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر مرد اور عورت کو زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے جس پر چل کر وُہ اس دُنیا میں بھی کامیاب رہے اور آخرت میں بھی کامیاب ہو۔ اگر قرآن مجید کے منکر کو شک ہے کہ اللہ کا کلام نہیں۔ انسانی زبان ہے تو کوئی ایک سورت ہی ایسی بنا لائے جس میں یہ دونوں خوبیاں ہوں نہیں تو اُسے ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور کوئی آدمی بلکہ سارے آدمی مل کر ایسی کتاب نہیں بنا سکتے۔

شُہَدَآءَکُمۡ: (اپنے مددگار) یہ لفظ شہید کی جمع ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں باخبر۔ یہاں اس سے مُراد ہے۔ قرآن جیسی سورۃ بنانے میں مدد کرنے والا۔ اس کے دُوسرے مشہور معنی گواہ ہیں۔ اگر یہاں گواہ مراد لیا جائے۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ اُن لوگوں کو بُلا لو جو تمہارے اس دعویٰ کی کہ تم نے کسی قرآنی سورۃ کا جواب لکھ لیا ہے تصدیق کر دیں۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی تھی۔ کہ تمام انسانوں کو پیدا کرنے والا اور قائم رکھنے والا وہی ہے۔ اس لئے عبادت کے لائق وہی ہے۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے ضروری تھا کہ رسولِ اکرمؐ کی نبوّت کی دلیل سے ثابت کر دیا جائے تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ قرآن جو رسُول اللہ کو عطا ہوا۔ وُہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اسی وجہ سے توحید کے اعلان کے بعد رسالت کے اقرار کی دعوت دی گئی۔ اور لوگوں سے کہا گیا کہ اگر وُہ نبی کی سچائی میں شک کرتے ہیں۔ اور اگر انہیں یہ گمان ہے کہ یہ قرآن نعوذ باللہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ تو اس جیسا کلام پیش کر کے دکھائیں۔ اسلام کی ساری مخالف قومیں اور ان کے علماء آج تک ایسا نہیں کر سکے۔ نہ آئندہ کر سکیں گے۔

Marfat.com

کلام اللہ کا چیلنج

قرآن مجید اپنی صداقت کی خود دلیل ہے۔ کلام اللہ کا دعویٰ ہے۔ اگر انکار کرنے والے منکر اسے خدا کا کلام نہیں سمجھتے تو اس جیسا کلام بنا کر پیش کریں۔ اگر قرآن مجید کسی انسان کا بنایا ہُوا ہے۔ یا نعوذ باللہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دِل سے گھڑ لیا ہے۔ تو یقیناً وُہ بھی ایسا کلام بنانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا۔ تم قرآن جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ دُوسری جگہ فرمایا۔ تین ہی لکھ لاؤ۔ یہاں فرمایا اور نہیں تو کم از کم ایک سورت ہی بنا کر پیش کر دو۔ بے شک اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کر کے کوشش کر دیکھو۔ شرط صِرف ایک ہے۔ کہ تمہارے کلام میں وُہ تمام لفظی اور معنوی خوبیاں ہوں۔ جو اللہ کے کلام میں موجود ہیں۔ اور تمہارا کلام انسانی زندگی پر ایسا ہی اثر کرنے والا ہو۔ جیسے قرآن مجید کی سورتیں ہیں۔

اسلام سے قبل عرب قوم دُنیا کی دُوسری قوموں سے اکثر باتوں میں پیچھے تھی۔ اخلاقی اعتبار سے وُہ انسانیّت کا جوہر کھو چکی تھی۔ معاشرتی اور معاشی زندگی میں عرب حد درجہ پست تھے۔ سیاسی شعور انہیں بالکل حاصل نہ تھا۔ مذہب اور دین کے تصوّر سے وُہ کورے تھے۔ وُہ بہادر ضرور تھے۔ لیکن جہالت اور تعصّب نے انہیں اُجڈ اور ظالم بنا دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلام دیا اور اس کے ذریعے یہی قوم دُنیا کی پیشوا بن گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود کسی اُستاد سے نہ پڑھے تھے۔ وُہ لکھنے پڑھنے سے قطعاً ناآشنا تھے۔ انہیں دُنیا کے کسی بیرونی خطّے کے حالات بھی معلوم نہ تھے۔ اُن کے مُلک کے باشندے بھی امّی تھے۔ اور اُن لوگوں کو اپنے اَن پڑھ ہونے پر ناز تھا۔

کلام اللہ کو لے کر امّی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی اَن پڑھ اور جاہل قوم کو ترقّی اور کمال کے جن مدارج پر پہنچایا۔ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہی عرب اس کلام کے ذریعے اخلاق، روحانیت، معاشرت، معیشت سیاست، حکومت، مذہب غرض زندگی کے ہر شُعبے میں دُنیا کی قوموں کے امام بن گئے۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی فاضل اور ادیب بھی قرآن مجید کے اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا۔ خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں ابن مقفع نے اور چند صدیاں قبل لبنان کے فاضل ادیبوں نے سر توڑ کوششیں کیں۔ مگر وہ سورۂ فاتحہ کی سات آیتوں کا جواب بھی نہ لکھ سکے۔

Marfat.com

مُخالفین کی بے بسی

فَاِنْ - لَّمْ - تَفْعَلُوْا - وَ - لَنْ - تَفْعَلُوْا - فَاتَّقُوا
پھر اگر نہ تم کرسکو اور ہرگز نہ تم کرسکوگے تو تم ڈرو

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا
پھر اگر تم یہ نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکوگے تم اس

النَّارَ - الَّتِیْ - وَقُوْدُهَا - النَّاسُ - وَ - الْحِجَارَةُ ۚ
آگ جس کا اس کا ایندھن آدمی اور پتھر

النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ
آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں

اُعِدَّتْ - لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾
وہ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾
وُہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (اس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جہنم کی آگ بہت شدید ہوگی۔ وُہ انسانوں کے علاوہ پتھروں کو بھی جلا ڈالے گی۔ گویا پتھر کے بُت بھی اس کا ایندھن ہوں گے۔ اَلْحِجَارَة سے اشارہ سنگدل انسانوں کی طرف بھی ہوسکتا ہے۔

پچھلے سبق میں مخالفین کو قرآن کے مُقابلہ کی دعوت دی گئی تھی۔ اب انہیں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اگر تم اس کا مقابلہ نہ کرسکو۔ اور ہم بتائے دیتے ہیں کہ تم ہرگز نہ کرسکوگے۔ تو یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور ظاہر ہوگیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر برحق ہیں۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننا اور قرآنی احکام کی تعمیل نہ کرنا جہنم کے عذاب کا باعث ہوگا۔ اس لئے تم کو اس سے بچنے کا بندوبست کرنا چاہیے کیونکہ جہنم کی آگ معمولی آگ نہیں۔ بلکہ ایسی آگ ہے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ اور یہ آگ ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جو اسلام کے احکام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت، قرآن مجید کے حق ہونے اور شرع کی سچائی کا انکار کرتے ہیں۔

اس آیت سے چند اور باتیں بھی واضح ہوگئی ہیں (۱) جس امر میں اسلام کے مخالفوں خصوصاً قریش کو بڑا دعویٰ تھا۔ یعنی الفاظ کی پاکیزگی اور مطلب کو آسانی سے سمجھا دینا۔ اسی میں عاجز بنا کر اس کا اللہ کی طرف سے ہونا ثابت کر دیا (۲) اللہ کے سوا جس قدر جھوٹے معبود لوگوں نے بنا رکھے ہیں اور اُن سے مرادیں مانگتے ہیں۔ ان سب کی تردید کر دی۔ (۳) کُفر کی سزا دوزخ کو قرار دیا۔

ہمیں چاہیئے کہ قرآن کی حقانیت، اسلام کی صداقت اور حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی میں شک وشبہ نہ کریں کیونکہ اگر تمام دُنیا کے انسان جمع ہوجائیں۔ تو وُہ سب مل کر بھی ایک چھوٹی سی سُورت تک بھی ایسی نہیں بنا سکتے۔ کہ جس میں وُہ تمام خوبیاں موجُود ہوں۔ جو قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ان خوبیوں میں سے چند ایک یہ ہیں۔ پاکیزہ الفاظ، فصاحت وبلاغت، اچھی عادتوں کا پرچار مطالب کا خوبی کے ساتھ ادا کرنا۔ تمام لوگوں کی ہدایت اور نجات کا سامان، زندگی کے تمام مسائل میں نوعِ انسانی کی رہنمائی۔ دُنیا کی تمام اقوام کے لئے یکساں طور پر مفید ہونا۔ وغیرہ۔

Marfat.com

نیکوکار مومنوں کو خوشخبری

وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط

وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط

اور خوشخبری سُنادے وُہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک کہ ان کے لئے باغات بہتی ہوں گی سے نیچے اُن کے نہریں۔

اور ان لوگوں کو خوشخبری سُنادے جو ایمان لائے۔ اور نیک عمل کئے ان کے لئے باغات ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

اٰمَنُوْا: (وہ ایمان لائے) جنہیں اللہ کی معبودیت، حضرت رسولِ خدا کی رسالت اور قرآن کی سچائی میں کوئی شبہ باقی نہ رہا۔

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: (نیک عمل کئے) اس سے مُراد ایسے کام ہیں جو قرآن کریم اور رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق ہوں خرابی اور کجی سے پاک ہوں۔

پچھلی آیات میں قرآن مجید کی سچائی ثابت کرنے کے لئے کافروں اور منکروں کو چیلنج کیا گیا تھا۔ کہ اگر وُہ قرآن مجید کو نعوذ باللہ کسی انسان کا کلام سمجھتے ہیں۔ تو وہ اس جیسا کلام بنا کر دکھائیں جس میں وُہ تمام خوبیاں موجُود ہوں جو قرآن مجید میں موجُود ہیں لیکن اس وقت سے لے کر آج تک ساری دُنیا کے انسان اس کا جواب پیش نہیں کر سکے اور جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی بتا دیا ہے۔ یہ لوگ ہرگز نہیں بنا سکیں گے اس لئے انہیں اس انکار اور تکذیب کی سزا بتا دی گئی تھی یعنی یہ کہ وُہ ایسے دوزخ میں پھینکے جائیں گے جس کا ایندھن انسان اور پتھر دونوں ہیں۔

اس آیت میں کافروں کے مُقابلہ میں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اس بات کی خوشخبری دی گئی ہے کہ وُہ ایسے باغات میں داخل کئے جائیں گے۔ جن میں اُن کے آرام و راحت کے لئے سب کچھ موجُود ہوگا۔ ان میں ٹھنڈے اور خوشذائقہ پانی کے دریا بہتے ہوں گے۔

اس آیت میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جنّت کا حقدار بننے اور اس میں داخل ہونے کے لئے انسان میں دو صفتیں موجود ہونی چاہئیں۔ اوّل یہ کہ اس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کے متعلق اور رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی شک نہ ہو۔ یعنی وُہ اللہ کو اپنا معبُود سمجھتا ہو۔ اسے اپنا رب اور آقا مانتا ہو۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچّا ہونے کا اقرار کرتا ہو۔ قرآن مجید کو اللہ کا کلام سمجھتا ہو اور آخرت پر یقین رکھتا ہو۔ یعنی اس دُنیا کی زندگی کے بعد جو دُوسری زندگی آنے والی ہے۔ اس پر ایمان رکھتا ہو۔

دُوسرے یہ کہ اس کے تمام کام قرآن مجید کے حکموں کے مطابق ہوں۔ اللہ نے جن جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں کبھی نہ چھوڑتا ہو۔ اور جن جن کاموں کے کرنے سے منع کیا ہے۔ اُن کے پاس بھی نہ پھٹکتا ہو۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ محض اچھے کاموں سے جنّت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کے ساتھ دِل میں ایمان اور یقین نہ ہو جسے اذعان کہا جاتا ہے۔ اسی طرح محض ایمان کافی نہیں۔ جب تک ایمان کے ساتھ اعمال درست نہ ہوں۔

Marfat.com

جنّت کی نعمتیں

كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا
جب کبھی کھانے کو دیا جائے گا اس میں سے پھل رزق

قَالُوا هٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ
وُہ کہیں گے یہ وہی ہے جو ہمیں مل چکا ہے سے

قَبْلُ ۙ وَأُتُوا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ
پہلے اور انہیں دیا جائے گا اس سے ملتے جلتے اور

لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ
ان کے لئے اس میں بیویاں پاکیزہ اور وُہ

فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿۲۵﴾
اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا
انہیں جب کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا۔

قَالُوا هٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ
وُہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے مل چکا ہے

قَبْلُ ۙ وَأُتُوا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ
اور انہیں دیا جائے گا ملتا جلتا ہوا اور لائق

لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ
ان کے لئے اس میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وُہ

فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿۲۵﴾
اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مُطَهَّرَةٌ: (پاک) اس سے مُراد یہ ہے کہ وُہ بیویاں ہر لحاظ سے پاک صاف ہوں گی۔ وُہ جسم اور رُوح کی ہر قسم کی گندگی سے دُور ہوں گی۔

خٰلِدُونَ: (ہمیشہ رہیں گے) یہ لفظ خلود سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں ہمیشہ رہنا یعنی جنّت میں سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے چنانچہ جنت کا ایک نام ہی جنت خلد ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایماندار اور نیکوکاروں کے اجر کو اور زیادہ کھول کر بیان کیا ہے۔ عام طور پر انسان کو اچھی زندگی بسر کرنے کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ اس کے پاس عمدہ اور خوبصورت مکان ہو۔ کھانے پینے کے لئے لذیذ اور خوش ذائقہ چیزیں موجود ہوں۔ نیک اور پاک ساتھی ہو۔ آرام اور عیش ہو جو ہمیشہ رہے۔ یعنی چیزیں جو اس کے پاس ہوں ان کے فنا اور ختم ہونے کا خوف نہ ہو۔ بلکہ اُسے یقین ہو کہ وُہ ہمیشہ اُن سے فائدہ اٹھاتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی چیزوں کا ایمان داروں سے وعدہ فرمایا ہے۔ یعنی جو دُنیا میں اللہ تعالیٰ اور رسولؐ پر ایمان لائیں گے اور اُن کے حکموں کے مُطابق عمل کریں گے۔ انہیں اس دُنیا کی زندگی کے بعد ایسی جنّت میں داخل کیا جائے گا جہاں وُہ نہایت خوبصورت باغوں میں رہیں گے۔ کھانے کے لئے انہیں ایسے پھل دیئے جائیں گے جو اگرچہ ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے ان پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے جو انہوں نے دُنیا میں کھائے ہوں گے۔ لیکن لذّت ذائقہ اور خوشبو کے لحاظ سے وُہ دُنیا کے پھلوں سے بہت بڑھ کر ہوں گے۔

جنّت چونکہ مادی اور روحانی ہر قسم کی خوشیوں اور راحتوں کا گھر ہے۔ اس لئے وہاں انہیں پاک صاف اور ستھری بیویاں نصیب ہوں گی۔ وہاں انہیں یہ خطرہ بھی ہرگز نہیں ہوگا۔ کہ اُن کی خوشی اور آرام میں ذرّہ بھر بھی کمی ہوگی یا ان کے ختم ہونے کا اندیشہ ہو جائے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ یقین دلایا جائے گا کہ یہ تمام نعمتیں پائیدار مستقل اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہیں مُبارک ہیں وُہ جو اس جنّت کے حقدار ہیں۔

Marfat.com

قرآن مجید کی مثالیں

إِنَّ - اللّٰهَ - لَا - يَسْتَحْيِيْ - اَنْ - يَّضْرِبَ
بیشک اللہ نہیں شرماتا کہ وہ بیان کرے

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ اَنْ يَّضْرِبَ
بیشک اللہ نہیں شرماتا۔ کہ وہ کوئی مثال بیان کرے

مَثَلًا - مَّا - بَعُوْضَةً - فَمَا - فَوْقَهَا ط
مثال خواہ مچھر یا جو اس سے بڑھ کر ہو۔

مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ط
خواہ مچھر کی یا اس کی جو اس سے بڑھ کر ہو۔

فَوْقَهَا (اس سے بڑھ کر) فوق کے لفظی معنیٰ اُوپر کے ہیں۔ اور اس سے مُراد ہے اس سے بھی زیادہ ادنیٰ اور حقیر چیز۔

اس سے پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سچائی ثابت کرنے کے لئے کافروں اور انکار کرنے والوں کو دعوت دی تھی کہ اگر وُہ اس کو نعوذ باللہ اللہ کا کلام نہیں سمجھتے۔ تو وُہ اس جیسا کلام بنا کر پیش کریں۔ لیکن وُہ لوگ آج تک اس کا جواب نہیں دے سکے اور نہ وُہ قیامت تک دے سکیں گے۔ ایسی بے بسی کی حالت میں ان سے اور تو کچھ نہ بن پڑا۔ البتہ قرآن مجید میں عیب نکالنے لگے اور کہا کہ یہ تو بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اتنی بڑی شان اور عظمت والا ہو کر اپنے کلام میں نہایت حقیر اور ذلیل چیزوں کا ذکر کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر بڑی سے بڑی مخلوق کا ذکر بھی آیا ہے اور چھوٹی سے چھوٹی کا بھی۔ جانوروں میں ایک طرف ہاتھی اُونٹ اور گھوڑے وغیرہ کا اور دوسری طرف چیونٹی، مکھی، مچھر وغیرہ کا۔ لوگوں کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً کسی جگہ یہ کہ کافروں کے بُت ایسے کمزور اور بے بس ہیں۔ کہ ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر اُن کے منہ پر مکھی مچھر بیٹھ جائے تو اڑا بھی نہیں سکتے۔ کسی جگہ یہ کہ کافروں کا دین مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہے۔ ایسی مثالیں سُن کر بعض کافر کہنے لگے کہ مُسلمانوں کا خدا بھی (نعوذ باللہ) عجیب باتیں کرتا ہے۔ کہ وُہ ایسی حقیر چیزوں کے نام لینے سے بھی نہیں جھجکتا ان کے اس اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیا ہے۔

مثال کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ وُہ بات جس کے لئے مثال دی گئی ہے۔ خوب واضح اور روشن کر کے ذہن نشین کر دی جائے اب یہ مطلب جس مثال سے پُورا ہو سکے وُہ مثال سب سے اچھی کہلائے گی۔ خواہ وُہ چیز جو مثال میں پیش کی گئی ہے۔ بجائے خود کیسی ہی معمولی ہو۔ مچھر ایک بہت ہی ادنیٰ اور بے حقیقت سی مخلوق ہے۔ اب جہاں بتوں یا کسی اور مخلوق کی بے حقیقتی بیان کرنی ہو گی وہاں مناسب مثال مچھر ہی کی ہو گی۔ اس پر اعتراض کرنا بے وقوفی اور نادانی کی دلیل ہے۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مچھر یا اس سے بھی چھوٹی چیز کی مثال دینے سے نہیں جھجکتا۔ کیونکہ مثال سے غرض کوئی بات سمجھانا ہوتی ہے۔ جیسی بات ہو گی۔ ویسی ہی مثال دی جائے گی۔ اس میں برائی کی یا جھجکنے کی کوئی بات نہیں۔

Marfat.com

مثالوں کا اثر اور نتیجہ

فَاَمَّا - الَّذِیْنَ - اٰمَنُوْا - فَیَعْلَمُوْنَ - اَنَّهُ - الْحَقُّ
پس جو لوگ ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ وہ حق

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ
پس جو لوگ ایمان لے آئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہے

مِنْ - رَّبِّهِمْ ۚ وَ - اَمَّا - الَّذِیْنَ - كَفَرُوْا
سے اُن کا رب اور جو وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا۔

مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
اُن کے رب کی طرف سے ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا

فَیَقُوْلُوْنَ - مَاذَآ - اَرَادَ - اللّٰهُ - بِهٰذَا - مَثَلًا ۘ
وہ کہتے ہیں کیا ارادہ کیا ہے اللہ اس سے مثال۔

فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ
وہ کہتے ہیں اللہ کا اس مثال سے کیا مطلب تھا؟

وقف لازم

لوگوں کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے۔ ان مثالوں کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی باتیں لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔ نہ یہ کہ وہ ان مثالوں میں کٹھ حجتی اور کج بحثی شروع کر دیں۔

اس سبق میں بتایا گیا ہے کہ ایمان دار لوگ اس مثال کو سچی اور مطلب کے بیان کرنے کے لئے مناسب اور اپنے رب کی طرف سے درست سمجھتے ہیں۔ لیکن کافر اسی مثال کی ہنسی اڑانے لگتے ہیں اور طنز کے طور پر سوال کرتے ہیں۔ کہ اس قسم کی مثالیں بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مطلب کیا ہے؟

ایمان دار لوگ اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا ہونے پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکموں کو ماننا اور ان پر عمل کرنا اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتے ہیں۔ وہ ان کی باتوں پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کوئی مثال بیان فرمائے تو وہ کوشش کرتے ہیں کہ اس مثال کا اصلی مطلب سمجھ لیں۔ وہ اس چیز کی بالکل پروا نہیں کرتے۔ کہ مثال بذاتِ خود کیسی ہے۔ معمولی ہے یا شاندار۔ اس میں کسی اعلیٰ چیز کا ذکر کیا گیا ہے یا گھٹیا چیز کا۔ بلکہ اس مثال کا جو مطلب ہوتا ہے۔ وہ فقط اس پر غور کرتے ہیں اور سبق حاصل کرتے ہیں۔

کافر لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے دل میں حق کی تلاش بالکل نہیں ہوتی۔ وہ صرف اسی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کسی نہ کسی طرح کوئی عیب ڈھونڈیں یا خواہ مخواہ اس پر اعتراض کریں۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ ان کے سمجھانے کے لئے کوئی مثال بیان فرماتا ہے تو وہ لوگ اس کے بجائے کہ اس مثال کا اصلی مطلب سمجھنے کی کوشش کریں وہ اس پر بے تکے اعتراض کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ اور طنز کے طور پر ایمان داروں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اس قسم کی مثال بیان کرنے سے مطلب کیا ہے؟

اس آیت سے سبق ملتا ہے کہ صاحبِ ایمان اور درست کردار وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہوئی مثالوں پر غور کریں، انہیں سمجھیں اور کسی کج بحثی میں نہ پڑیں۔

Marfat.com

ہدایت اور گمراہی

يُضِلُّ - بِهٖ - كَثِيْرًا ۭ وَّ - يَهْدِيْ - بِهٖ

وُہ گمراہ کرتا ہے اس سے بہت اور وُہ ہدایت دیتا ہے اس سے

كَثِيْرًا ۭ - وَ - مَا - يُضِلُّ - بِهٖٓ - اِلَّا - الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۶

بہت لوگ اور نہیں گمراہ کرتا اس سے مگر بدکار ۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ

وہ اسی سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اسی سے بہتوں کو ہدایت

كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۶

دیتا ہے اور وہ اس سے سوائے بدکاروں کے کسی کو گمراہ نہیں کرتا ۔

فَاسِقِيْنَ، (بدکار) فاسق کی جمع ہے ۔ یہ لفظ فسق سے بنا ہے جس کے لفظی معنیٰ ہیں نکلنا ۔ شریعت میں اس سے مُراد ہے خداوند تعالیٰ کی فرمانبرداری سے نکل جانا ۔ نافرمانی اور گناہ کرنا ۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کے سمجھانے کے لئے طرح طرح کی مثالیں بیان فرماتا ہے ۔ بعض لوگ ان مثالوں پر غور کرتے ہیں ۔ ان سے سبق حاصل کر کے ہدایت پا لیتے ہیں اور بعض ان میں کٹھ حجتی کرتے ہیں ۔ اور گمراہ ہو جاتے ہیں ۔ ہدایت پانے والے وُہ ایمان دار لوگ ہیں جو اپنی سوچنے اور دیکھنے کی طاقتوں سے صحیح کام لیتے ہیں ۔

دُنیا میں راہیں بے شمار ہیں ۔ مگر ان میں سیدھی راہ ایک ہی ہو سکتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل بخشی اور سمجھ بُوجھ عطا کی ۔ صرف یہی نہیں بلکہ نبیوں اور رسولوں کے ذریعے راہِ ہدایت کے پیغام بھیجے ۔ اس کے بعد انسان کو اختیار ہے کہ جو راہ چاہے اختیار کرے ۔ اب اگر انسان اپنی اس آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر غلط راہ اختیار کرتا ہے ۔ تو وُہ بُرائی میں پڑ جاتا ہے ۔ اور جب وُہ اپنی مرضی سے گمراہی اختیار کر لیتا ہے ۔ تو اس بُرے راستے کے باقی سامان بھی مہیّا ہو جاتے ہیں ۔ جس طرح آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ جل جاتا ہے ۔ اسی طرح جب کوئی آدمی غلط راہ اختیار کر لیتا ہے ۔ تو اس راستے کی بُرائیاں اور نقصان بڑھتے ہی جاتے ہیں ۔

اس آیت میں یہ جو بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہُوئی مثالوں سے بہت سے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں ۔ تو اس کی وجہ ان کی اپنی کٹھ حجتی اور کج بحثی ہوتی ہے ۔ وُہ ان مثالوں کی غرض پر غور نہیں کرتے ۔ بلکہ اپنی سوچنے کی ساری قوت ان پر اعتراض کرنے میں لگا دیتے ہیں ۔ فاسق یعنی بدکار لوگ جو نفس کی بُری خواہشوں کے پیچھے ہی لگے رہتے ہیں ۔ آسانی سے ایسی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے جو اُن کو ان کی بُری عادتوں سے روکے ۔

آیت کے آخیر میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اور زیادہ واضح کر دیا ہے یعنی یہ کہ گمراہی تو انہی پر آتی ہے ۔ جو خود گمراہ رہنا چاہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کسی پر گمراہی چسپاں نہیں کر دیتا ۔ بلکہ بار بار کی جانی بُوجھی نافرمانیوں سے دِل بُجھ کر رہ جاتا ہے ۔ اور طبیعت میں حق کی طلب اور سچائی کی تلاش باقی نہیں رہتی ۔ باطل اور جھوٹ جم جاتا ہے ۔ گویا گمراہی ان کے فسق (نافرمانی اور مسلسل بدکاری) کا نتیجہ ہوتی ہے ۔

Marfat.com

گمراہ کون ہوتے ہیں؟

الَّذِيْنَ - يَنْقُضُوْنَ - عَهْدَ - اللّٰهِ - مِنْ
وُہ جو توڑتے ہیں اقرار اللہ سے

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ
جو اللہ سے اپنے اقرار کو پختہ ہو جانے کے بعد توڑتے ہیں

بَعْدِ - مِيْثَاقِهٖ - وَ - يَقْطَعُوْنَ - مَآ - اَمَرَ
بعد اس کی پختگی اور کاٹتے ہیں جو حکم دیا

بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ
اور جس چیز کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اُسے

اللّٰهُ - بِهٖٓ - اَنْ - يُّوْصَلَ - وَ - يُفْسِدُوْنَ
اللہ اس سے کہ جوڑے رکھیں اور فساد پھیلاتے ہیں

اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ
توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

فِي - الْاَرْضِ ؕ - اُولٰٓئِكَ - هُمُ - الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾
میں زمین یہی لوگ وُہ نقصان پانے والے ہیں۔

فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾
یہی لوگ نقصان پانے والے ہیں۔

عَهْدَ: (اقرار) عہد اس قول و قرار کو کہتے ہیں جس کے کرنے کے بعد اس کی پابندی ضروری ہو جاتی ہے۔ عہد اللہ سے مُراد ہے۔ اللہ کو رب ماننے اور اس کی اطاعت کرنے کا اقرار۔ خدا نے دُنیا میں بھیجنے سے پہلے تمام انسانوں کو جمع کر کے پُوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہُوں۔ سب نے اقرار کیا تھا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس اقرار پر زمین و آسمان کو گواہ کرتا ہُوں اور اس اقرار کو یاد دلانے کے لئے اپنے رسُول بھیجتا رہوں گا۔ حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ یہاں عہد اللہ سے یہی اقرار مُراد ہے۔ روزِ ازل کے اس عہد کے علاوہ ایک عہد وُہ بھی ہے جو انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ پھر وُہ عہد بھی ہیں جو انبیاء پر ایمان لا کر کئے گئے۔ وُہ اقرار بھی ہیں جو اللہ کے نام پر بزرگوں کے ساتھ کئے جاتے ہیں۔

پچھلی آیت سے یہ مضمون چل رہا ہے کہ فاسق اور نافرمان لوگ گمراہی کا شکار ہوتے ہیں۔ اب ان کی اس گمراہی کے اسباب بیان کئے جا رہے ہیں۔

(۱) وُہ اللہ کے ساتھ جو اقرار کر چکے ہیں اُسے توڑ دیتے ہیں۔ اللہ کو اپنا مالک معبود اور پالنے والا ماننا اور اس کا اقرار کرنا ایک ایسی سیدھی بات ہے کہ خود انسان کی عقل چاہتی ہے کہ وُہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ مانے۔

(۲) دُوسری نشانی یہ ہے کہ فاسق ہر اس رشتے اور تعلق کو کاٹ دیتا ہے۔ جس کے جوڑے رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ اللہ کے اور بندوں کے سارے حق جو ان رشتوں کی وجہ سے اس پر لازم ہوتے ہیں پورے پورے ادا کرے لیکن فاسق اللہ کے اور اس کے بندوں کے حق مارتا ہے۔ (۳) تیسری نشانی یہ ہے کہ فاسق ملک میں فساد پھیلاتا ہے۔ وُہ اپنے بُرے عملوں سے دُنیا کے امن میں خرابی پیدا کرتا ہے۔

فاسق کی تین نشانیاں بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کا انجام بتایا ہے کہ یہی لوگ دین اور دُنیا دونوں کے لحاظ سے گھاٹے میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُن کے شر سے بچائے اور سیدھی راہ پر چلائے۔

Marfat.com

اللہ کا اِنکار کیسے؟

كَيْفَ - تَكْفُرُوْنَ - بِاللّٰهِ - وَ - كُنْتُمْ - اَمْوَاتًا

کس طرح کافر ہوتے ہو اللہ سے اور تم تھے بے جان

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا

اللہ تعالیٰ سے کس طرح کافر ہوتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے

فَاَحْيَاكُمْ - ثُمَّ - يُمِيْتُكُمْ - ثُمَّ

پس زندگی بخشی تمہیں پھر مارے گا تمہیں پھر

فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ

پس تمہیں زندگی بخشی پھر تمہیں مارے گا پھر

يُحْيِيْكُمْ - ثُمَّ - اِلَيْهِ - تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

زندگی بخشے گا تمہیں پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

تمہیں زندگی بخشے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تُرْجَعُوْنَ، (لوٹائے جاؤ گے) اس کا مادہ رَجْعٌ ہے۔ یہاں یہ لفظ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اُسے دوبارہ زندگی ملے گی اور اسے اللہ کے سامنے پیش ہونا پڑے گا۔

اللہ کے پیغمبر دُنیا کی تمام قوموں کے پاس آئے۔ زمین کے ہر گوشہ میں تشریف لائے۔ ان سب کا پیغام ایک ہی تھا۔ کہ اللہ ایک ہے۔ وہی سب کا اصلی معبود ہے اور حقیقی رب ہے۔ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے زمین کو بطور بچھونے کے بنایا۔ اس میں دریا بہائے تاکہ زمین سرسبز و شاداب ہو اور کھیتیاں لہلہا اٹھیں اس پر پہاڑ کھڑے کئے۔ نباتات و جمادات کو پیدا کیا۔ آسمان بغیر ستونوں کے کھڑا کیا۔ سُورج، چاند اور ستارے بنائے جن سے اندھیری راتوں میں راستہ کا پتہ چلتا ہے۔ وہی ہے جس نے ہمیں زندگی بخشی۔ ہماری ترقی کے لئے ضروری سامان مہیا کر دیئے۔

یہ بات بھی خوب سمجھ لیجئے کہ ایک وقت ایسا تھا جب یہاں انسان کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ اس نے انسان کو زندگی بخشی۔ سالہا سال تک یہاں انسان نے زندگی گذاری۔ اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھایا۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آئے گا۔ جب وُہ تمام انسان جو اس وقت زندہ ہوں گے ختم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ کے حُکم سے یہ انسان اور اُن سے پہلے کے مرے ہُوئے سبھی زندہ ہو جائیں گے۔ پھر سب کے سب اللہ کے حضور میں پیش ہوں گے۔

زندگی اور موت کا اختیار صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جب کسی کی زندگی کا آخری وقت آجاتا ہے تو کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی زندگی کو بڑھا نہیں سکتا۔

جب انسانی زندگی اور اُس کے تمام وسیلے اللہ ہی کے اختیار میں ہیں اور ہر سانس اسی کی رحمت پر موقوف ہے۔ تو ہمیں چاہیئے کہ اللہ کے حکموں کے آگے سر جُھکا دیں۔ ہماری نیک بختی اور نجات اسی میں ہے کہ اس کے حضُور میں پیش ہونے اور اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے کے لئے کوشش کرتے رہیں گے۔

Marfat.com

اللہ کی نشانیاں

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ
وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ میں زمین

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ
وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو

جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ
سب پھر قصد کیا طرف آسمان

جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ
کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف قصد کیا

فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ
ان کو ٹھیک کر دیا سات آسمان اور وہ

فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ
پھر سات آسمان ٹھیک کر دیئے اور اللہ

بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾
سے ہر چیز خبردار۔

بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾
تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے۔

فَسَوّٰىهُنَّ (ٹھیک کر دیئے) یہ لفظ تَسْوِیَہ سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کے مختلف حصّوں اور جوڑوں کو ان کی جگہ پر ٹھیک ٹھیک بٹھا دینا۔ درست کر دینا۔

سَبْعَ سَمٰوٰت (سات آسمان) سمٰوٰت کا مادہ سَمْوٌ ہے۔ جس کے معنیٰ بلندی کے ہیں۔ اسی بلندی کی مناسبت سے آسمان کو آسمان کہا جاتا ہے۔ سَبْع کے معنیٰ ہیں سات۔ یوں عربی محاورہ میں یہ لفظ زیادہ اور کثیر کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

انسان جسم اور رُوح کے مجموعہ کا نام ہے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں کی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ ہی پُورا کرتا ہے۔ جس نے اس مٹی کے پُتلے کو بنایا۔ اس کا پہلا احسان یہ ہے کہ انسان کی جس قدر جسمانی ضرورتیں ہیں۔ انہیں پُورا کرتا ہے۔ تاکہ اس کے جسم کی نشوونما اور ترقی ہو اور وُہ پھلے پھُولے۔ جسم کی تربیت کے ساتھ ساتھ انسان کی رُوح کو غذا کی بھی ضرورت ہے۔

اس آیت کا یہی مطلب ہے کہ پروردگار نے سب سے پہلے زمین کو پیدا کیا۔ اس میں ایک طرف دریا اور سمندر بہائے دُوسری طرف اُونچے اُونچے پہاڑ کھڑے کر دیئے کہ آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ درختوں کے جنگل کے جنگل اگائے۔ زمین کے اندرونی حصّوں کو ان گنت خزانوں سے بھرپُور کر دیا۔ اور یہ سب کچھ حضرت آدمؑ اور اُن کی اولاد کی خاطر ہُوا۔ اب انسان کا یہ کام ہے کہ وُہ اپنی عقل اور سمجھ سے ان بے شمار خزانوں سے مناسب فائدہ اٹھائے۔

جَمِیْعًا کا لفظ کہہ کر بتایا کہ یہ سب کچھ حضرت آدمؑ کی اولاد کے لئے ہے۔ وہی اس سے فائدہ اُٹھانے کی حقدار ہے۔ انسان کے جسم کے ساتھ اس کی رُوح کی پرورش بھی ہونی چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے زمین اور اس کی پیداوار کافی نہیں۔ اس لئے زمین پیدا کر چکنے کے بعد اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی۔ وہاں سے انسانوں کی رُوح کی تربیت کے لئے مختلف زمانوں میں ہدایت کی بارشیں ہوتی رہیں۔ انسان جس طرح زمینی چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اس آسمانی بارش سے بھی فائدہ اٹھائے تاکہ اس کی رُوح کی تکمیل بھی ساتھ ساتھ ہو۔ اور اس طرح مکمّل آدمی بن کر اللہ کے دربار میں حاضر ہو۔

Marfat.com

تیسرے رکوع پر ایک نظر

کافروں اور منافقوں کے حالات ابتدائی دو رکوع میں بیان کرنے کے بعد تیسرا رکوع اس مضمون سے شروع ہوا تھا کہ انسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے رب کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے ادب کے ساتھ سر جھکائے۔ اور اس کے احکام بجا لائے۔ تاکہ اسے دونوں جہان میں زندگی کی راحتیں نصیب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان سے سب سے پہلا مطالبہ یہی کیا ہے۔

پھر ارشاد ہوا کہ اس کے احکام معلوم کرنے کے لئے قرآن مجید کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونا چاہیئے۔ جس کے برابر نہ کوئی کتاب موجود ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ اس حقیقت کو سمجھانے کے لئے ایک سیدھا سادہ سوال تعجب کے انداز میں کیا کہ تم اللہ کا انکار کیسے کر سکتے ہو۔ جبکہ تمہیں اپنے یا کسی جاندار کے پیدا کرنے اور مارنے پر کچھ بھی اختیار نہیں ہے۔

کلام اللہ کی صداقت کے بارے میں سیدھی سادی دلیل یہ پیش کی کہ اگر کسی کو شک ہو کہ یہ اللہ کا کلام نہیں۔ بلکہ کسی انسان کا بنایا ہوا ہے۔ تو وہ خود اس جیسی دس سورتیں۔ دس نہیں تو تین یا ایک ہی سورت بنا کر دکھا دے۔ اکیلے ممکن نہ ہو تو اپنے ساتھیوں فاضلوں ادیبوں کو ساتھ ملا کر کوشش کر دیکھے۔

رکوع ختم اس بات پر ہوا کہ اے لوگو! زمین پر ساری چیزیں تمہارے ہی لئے پیدا کی گئی ہیں اور آسمانوں کو بھی اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ سورج، چاند، ستاروں اور بارش کے ذریعہ تمہیں نفع پہنچے۔ اس لئے تم اپنے مرتبہ کو پہچانو اور وہ کام انجام دو۔ جو تمہارے شایانِ شان ہو۔

اگر ہم یہ آیت سمجھ لیں اور دنیا کی اقوام کو ذہن نشین کرا سکیں۔ تو یہ نوعِ انسانی کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ اگر مشرک اور بت پرستوں کو اس حقیقت کا پتہ لگ جائے۔ کہ زمین و آسمان اور کل کائنات انسان کے لئے بنی ہے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ان سب چیزوں کا مخدوم اور تمام کائنات سے افضل انسان اپنے سے کم تر اشیاء کے سامنے سجدہ کر سکے اور خدا کو چھوڑ کر اپنے سے بھی ادنیٰ چیزوں کی پوجا کر سکے۔

جو رکوع اس کے بعد شروع ہوگا۔ اس میں خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ انسان کا مرتبہ کیا ہے۔ اور وہ اس دنیا میں کامیاب زندگی کس طرح گزار سکتا ہے۔ تاکہ انسان اپنی عظمت اور شان کا صحیح اندازہ کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے۔ جس سے وہ اپنے اونچے مرتبہ سے گر جائے۔

Marfat.com

انسان کا مُقام

وَ - اِذْ - قَالَ - رَبُّكَ - لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اور جب اس نے کہا تیرا رب فرشتوں کو

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اور جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا

اِنِّیْ - جَاعِلٌ - فِی - الْاَرْضِ - خَلِیْفَةً ؕ
کہ میں بنانے والا ہوں میں زمین نائب ۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ
کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں ۔

مَلٰٓئِکَۃ: (فرشتے) مَلَک کی جمع ہے ۔ یہ لفظ الوک سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں پیغام پہنچانا ملٰئکۃ کو ملٰئکۃ اس لئے کہا جاتا ہے ۔ کہ افضل ملائکہ کا کام پیغام پہنچانا ہے ۔ وُہ اللہ کے پیغام نبیوں تک لاتے ہیں ۔ ملائکہ نوری مخلوق ہیں ۔ وُہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور اللہ کے حکموں کی نافرمانی نہیں کرتے ۔ قرآن مجید میں ایک دُوسری جگہ اُن کے بارہ میں یہ آیت ہے ۔ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (وُہ اللہ کے حکموں کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کچھ کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے)

خَلِیْفَۃ: (نائب) خلیفہ اُسے کہتے ہیں جو کسی کا نائب ہو ۔ خَلِیْفَۃُ اللّٰہ وُہ ہے جو زمین پر اللہ کی شریعت کی حکومت قائم کرے یہاں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا ہے ۔ کہ انسان کو اللہ کی طرف سے جو طاقتیں اور قوتیں ملیں گی ۔ وُہ دُنیا میں اللہ کی خلافت قائم کرنے کے لئے بالکل ٹھیک ہوں گی ۔

پروردگارِ عالم وُہ ہے جس نے زمین و آسمان اور تمام کائنات کو پیدا کیا ۔ اس کائنات میں ایک طرف زمین کی تمام چیزیں آجاتی ہیں ۔ مثلاً نباتات ، جمادات ، حیوانات ، پہاڑ ، دریا ، نہریں ، چشمے وغیرہ ۔ دُوسری طرف آسمانوں کو بھی لیجئے اور ان تمام چیزوں کو شامل کیجئے ۔ جو ان سات آسمانوں کے اندر پیدا کی گئی ہیں ۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے ؟

اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیات میں ان سوالات کا جواب بیان ہُوا ہے ۔ کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش کیوں ہُوئی ؟ اس مٹی کے پُتلے کو کس غرض کے لئے بنایا گیا ؟ اور اس کا مقصدِ حیات کیا ہے ؟

جب اللہ نے زمین و آسمان اور اُن کے درمیان کی تمام چیزوں کو بنایا ۔ چاند ، سُورج ، ستارے ، دریا اور پہاڑ اپنے اپنے کام پر لگ گئے ۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب فرمایا کہ اب وقت آگیا ہے کہ جس کے لئے یہ چیزیں بنائی گئی ہیں وُہ بھی سامنے آجائے یعنی یہ کہ میں اس زمین پر اپنا ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں ۔ جو ان تمام چیزوں کو اپنے قبضہ میں لائے گا اور دُنیا میں اللہ کے منشا کو پُورا کرے گا ۔ اس کی نیابت اور خلافت کا حق ادا کرے گا اور اس کے احکام کا نفاذ و اجرا کرے گا ۔

Marfat.com

خلیفۃ اللہ

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط اس آیت کا ترجمہ اور مختصر تشریح گذشتہ صفحہ میں بیان ہو چکی ہے۔ اب ہمیں یہ بیان کرنا ہے کہ خلافت سے کیا مراد ہے اور انسان کس معنیٰ میں اللہ کا نائب ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ وُہ تمام صفاتِ حسنہ کا مالک ہے۔ ہم نہ اس کی صفتیں گِن سکتے ہیں اور نہ کام۔ اس نے انسان کے خمیر میں اپنی تمام صِفتوں میں سے تھوڑی تھوڑی خوبیاں ڈال دیں۔ تاکہ وُہ دُنیا میں آکر اس کی صِفتوں کا مظاہرہ کرے۔ اس کا نام بلند کرے اور اپنے قول و فعل سے یہ ثابت کرے کہ وُہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہے۔

اگر اللہ رحم کرنے والا ہے۔ تو ہر انسان کو بھی چاہیئے کہ وُہ نہ صرف اپنے بھائی بندوں پر رحم کرے۔ بلکہ تمام مخلوق پر بھی رحم کرے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب تم کسی جانور کو ذبح کرو۔ تو اُس پر رحم کرو۔ ذبح کرنے والی چھُری تیز ہو تاکہ اُس کی رگ جلدی سے کٹ جائے اور اُسے زیادہ دیر تکلیف نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صِفت عادل اور انصاف کرنے والا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ وُہ عدل و انصاف سے کام لے۔ اپنے اور پرائے کے ساتھ انصاف کے معاملے میں کسی قسم کی رورعایت نہ برتے۔ بلکہ سب کو ایک نظر سے دیکھے۔

اس کا نام حلیم بھی ہے۔ یعنی بُردبار ہے۔ انسان اس کی نافرمانی کرتا ہے اور اُس سے بے شمار گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نرمی سے کام لیتا ہے۔ اس سے درگذر کرتا ہے۔ اور مجرم کو مُہلت دیتا ہے کہ وُہ توبہ کرلے اور اپنا طور طریق بدل لے۔ ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے اندر بردباری کی صِفت پیدا کریں۔ اپنے ساتھیوں سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ اگر ان سے کوئی غلطی ہو تو انہیں اصلاح کا موقعہ دیں۔

غرض یہ کہ

انسان اپنے اندر وُہ تمام اخلاق اور صفات پیدا کرنے کی کوشش کرے جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہیں۔ اور دُنیا کے رہنے والوں سے اس طرح پیش آئے۔ جیسے اللہ اپنے بندوں سے پیش آتا ہے۔

اگر ہم اپنے اندر اللہ کی صفات پیدا نہیں کرتے ہیں۔ تو اس کی خلافت اور نیابت کے مستحق نہیں ٹھیرتے ہیں۔ اور کسی طرح اس اُونچے درجہ کو حاصل نہیں کر سکتے۔ جو اس نے ہمارے لئے پسند فرمایا ہے۔

Marfat.com

فرشتوں کی گزارش

قَالُوْٓا - اَ - تَجْعَلُ - فِيْهَا - مَنْ - يُّفْسِدُ
انہوں نے کہا کیا بناتا ہے اس میں جو فساد کرے

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ
انہوں نے کہا کیا تو اس میں اسے بناتا ہے ۔ جو اس

فِيْهَا - وَ - يَسْفِكُ - الدِّمَآءَ - وَ - نَحْنُ
اس میں اور بہائے خون اور ہم

فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ
میں فساد کرے اور خون بہائے حالانکہ ہم تیری

نُسَبِّحُ - بِحَمْدِكَ - وَ - نُقَدِّسُ - لَكَ ؕ
پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں تیری ۔

نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ
خوبیاں پڑھتے ہیں اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں ۔

يَسْفِكُ ، (وُہ بہائے) یہ لفظ سفك سے نکلا ہے ۔ جس کے معنی خون بہانے کے ہیں ۔

الدِّمَآءَ ، (خون) یہ دم کی جمع ہے جس کے معنیٰ ہیں خون ۔

نُسَبِّحُ ، (ہم تسبیح پڑھتے ہیں) یہ لفظ تسبیح سے بنا ہے ۔ اس سے مُراد ہے دِل سے اللہ کو تمام مخلوق سے بالاتر سمجھنا ۔ اور زبان سے اس کا اقرار کرنا ۔ نیز اس کے مرتبہ کے مطابق اس میں تمام اچھی صِفتوں کا ماننا ۔

نُقَدِّسُ ، (ہم پاکیزگی بیان کرتے ہیں) یہ لفظ تقدیس سے بنا ہے ۔ جس کے معنی ہیں پاکیزگی بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کو تمام بُری صفات اور مخلوق کی صفات سے پاک و برتر سمجھنا ۔

جب فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے خلیفہ بنانے کا اعلان سُنا تو کہا کہ ہم اپنے قول و فعل سے آپ کے مقدّس اور پاک ہونے کا اقرار کرتے ہُوئے عرض کرتے ہیں کہ زمین کی اس مخلوق سے فساد کا خطرہ ہے ۔ وُہ دُنیا میں خوں ریزی کرے گا ۔ اور اس کی وجہ سے دُنیا تباہی و بربادی کا گھر بن جائے گی ۔ کیونکہ وُہ اپنی خواہش کی پیروی کرے گا ۔ اس سے پوری طرح تیری اطاعت نہ ہو سکے گی ۔

فرشتوں نے عرض کیا اے پروردگارِ عالم ! اگر خلیفہ پیدا کرنے سے تیری غرض یہ ہے کہ سب طرف تیری تعریف ہو ۔ سب کے سب تیری حمد کے گیت گائیں اور تیری اطاعت کریں ۔ تو ہم اس خدمت کے لئے حاضر ہیں ۔ ہم ہر وقت تیرا حکم سننے اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں ۔ اس لئے زمین کی مخلوق پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟

انہوں نے یہ بھی کہا کہ تیری ذات پاک ہے ۔ تیرا ہر کام ٹھیک ہے ۔ لیکن ہمیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ زمینی مخلوق میں ایسی مخلوق کیسے ہو سکتی ہے ۔ جو تیری اطاعت اور فرمانبرداری اور تسبیح و تقدیس کے لئے ہر وقت تیار رہے ۔

Marfat.com

فرشتوں کو جواب

قَالَ - اِنِّیۡۤ - اَعۡلَمُ - مَا - لَا - تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾

کہا بیشک میں جانتا ہوں جو نہیں تم جانتے ۔ اس نے فرمایا بیشک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی نورانی مخلوق (فرشتوں) کے سامنے اس خیال کا اظہار فرمایا کہ میں اس زمین میں اپنا ایک نائب مقرر کرنا چاہتا ہوں ۔ تو فرشتوں نے اپنے خیال میں خلیفہ کا ایک تصوّر قائم کیا اور یہ سمجھے ۔ کہ جو ان مختلف چیزوں سے بنایا گیا ہے ۔ وُہ جب دُنیا میں آئے گا تو وُہ لازمی طور پر سب طرف فساد پھیلائے گا ۔ بدامنی کرے گا ۔ آپس میں لڑے جھگڑے گا ۔ اپنے بھائیوں کا خُون بہائے گا ۔ اور لُوٹ مار مچائے گا ۔ اولادِ آدمؑ کی زندگی کا ایک پہلو یہ تھا ۔ جسے فرشتوں نے پیش کیا ۔ یعنی وُہ رُخ جو تاریک تھا اور جس میں صاف بُرائی ہی بُرائی نظر آتی تھی ۔

فرشتوں کے سامنے ہونے والے خلیفہ کا یہ ایک پہلو تھا ۔ اس میں جو خوبیاں پوشیدہ تھیں ۔ جو کمالات اِس کے اندر چھُپے ہُوئے تھے ۔ وُہ نئی نئی باتیں طرح طرح کی ایجادیں اور ترقّی کے جو مختلف پہلو خلیفہ دُنیا میں ظاہر کرنے والا تھا ۔ وُہ فرشتوں کی نظر سے اوجھل تھے ۔ اس لئے انہوں نے اپنے اندازے کی بنا پر یک رُخی تصویر پیش کی ۔ اور اُس کے ساتھ وُہ رُخ بھی پیش کیا جس پر وُہ خود چل رہے تھے ۔ اس میں اللہ کی ہر بات کی تصدیق اور اس کے حُکم کی اطاعت شامل تھی ۔ فرشتوں نے یہ گذارش اعتراض کے طور پر نہیں بلکہ ادب کے ساتھ پیش کی ۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے خلیفہ کی زندگی کے دونوں رُخ موجود تھے ۔ یعنی وُہ اس کی موجودہ حالت سے بھی واقف تھا ۔ اور آگے چل کر زمانہ کے بدلنے کے ساتھ ساتھ اس میں جو تبدیلیاں پیدا ہونے والی تھیں ۔ اور اپنے علم و عقل سے کام لے کر اس ساری دُنیا کا جو رنگ وُہ بدل دینے والا تھا ۔ اللہ اُن سب سے واقف تھا ۔

اِس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں کی گذارش کے جواب میں صِرف یہ فرمایا ۔

"میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے ۔"

یعنی تمہیں معلوم نہیں کہ اس کے خلیفہ بنانے میں کیا کیا مصلحتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں ۔

Marfat.com

علم کی برتری

وَ۔ عَلَّمَ۔ اٰدَمَ۔ الْاَسْمَآءَ۔ کُلَّهَا	وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا
اور سکھلا دیا آدم کو نام سب	اور اس نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھلا دیئے۔

اٰدَمَ: (آدمؑ) یہ تمام انسانوں کے باپ کا نام ہے۔ انہیں ابوالبشر بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ عجمی ہے عربی نہیں۔

اَلْاَسْمَآءَ: (نام) یہ اسم کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں نام۔ اسم وُہ ہے جس کے ذریعے کوئی چیز جانی پہچانی جائے۔ اس کو پہچاننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس چیز کا مقصد اس کی خوبیاں اور نشانیاں معلوم ہوں۔

یہاں اسم سے مُراد ان تمام چیزوں کے نام، خاصیتیں اور کیفیتیں مُراد ہیں۔ جن کی ضرورت حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کو پیش آنی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ان تمام اشیاء کے حالات وکوائف سے واقف کیا۔

اللہ کے علم کے مُطابق جس مخلوق کو زمین پر خلیفہ بننا تھا۔ اس کے ظہور کا جب وقت آیا تو اُس کے مُناسب سارے سامان مہیّا ہو گئے پھر وُہ وجُود میں آیا اور اُس کا نام آدمؑ رکھا گیا۔ (علیہ السّلام)

آپ جانتے ہیں کہ اللہ کی ایک مخلوق فرشتے ہیں جو نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان کا سارا وقت اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کٹتا ہے۔ اور یہی ان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ وُہ ان تمام خواہشوں اور ضرورتوں سے بالکل صاف اور پاک ہیں۔ جو آدمؑ کا خاصہ ہیں۔ اس لئے انہیں بالکل علم نہیں کہ زمین وآسمان کی تمام چیزیں کس کام آئیں گی۔

البتّہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو بغیر کسی مقصد کے نہیں بنایا۔ اس میں ضرُور کوئی مصلحت اور حکمت ہے۔

پروردگارِ عالم نے آدمؑ کو مٹی سے بنایا۔ اس میں ہر قسم کی خواہش اور طرح طرح کی ضروریات پیدا کر دیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اُسے یہ علم بھی دیا کہ وُہ اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے کون کون سے ذریعے کس کس طرح عمل میں لائے۔ اس کے اندر یہ قابلیت پیدا کر دی کہ وُہ ان تمام چیزوں سے واقف ہو جائے اور ان کی خصوصیات کو اچھی طرح جان لے۔

مختلف اوقات میں آدمؑ کو مختلف حادثوں اور تبدیلیوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ تمام پیدا شدہ حالات وواقعات کا اُسے سامنا کرنا پڑے گا۔ ان سے اچھی طرح نپٹنا اور کامیابی کے ساتھ اپنی راہ نکال لینا۔ یہ سب کچھ آدمؑ کی فطرت میں رکھ دیا گیا۔ ہر طرح کی مشکلوں سے مُقابلہ کرنے کے لئے ہر ضروری چیز کا نام اور اس کی خوبی سے آدمؑ کو آگاہ کر دیا گیا۔

Marfat.com

آدمؑ کا فرشتوں سے مقابلہ

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ
پھر ان کو سامنے کیا پر فرشتے پھر فرمایا

اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ
مجھ کو بتاؤ نام اُن کے اگر تم ہو

صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ
سچے۔ بولے تو پاک ہے

لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ
نہیں معلوم ہمیں مگر وہ جو تو نے ہمیں سکھایا

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾
بیشک تو تو جاننے والا حکمت والا

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ
پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کیا پھر فرمایا

اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ
مجھ کو ان کے نام بتاؤ اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ
سچے ہو۔ وہ بولے تو پاک ہے

لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ
ہمیں معلوم نہیں مگر وہ جو تو نے ہمیں سکھایا۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾
بیشک تو جاننے والا حکمت والا ہے۔

یہ بتایا جا چکا ہے۔ کہ فرشتے صرف اسی قدر جانتے ہیں۔ جس قدر انہیں علم دیا گیا ہے۔ جن چیزوں کی انہیں ضرورت نہیں وہ نہ تو اس کی نسبت کچھ جانتے ہیں۔ اور نہ اس کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

اس لئے آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام بتانے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ اور انہیں حکم دیا کہ اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو۔ کہ تم کامل طور پر میری تسبیح و تقدیس کرتے ہو۔ تو بتاؤ کہ ان چیزوں کے نام کیا ہیں؟

فرشتے ایک پاک مخلوق ہیں۔ انہیں خدا کی عبادت کے سوا کوئی کام ہی نہیں۔ وہ اُن کے نام کیسے بتاتے۔ کہنے لگے ہمیں تو بس اسی قدر معلوم ہے۔ جتنا تو ہمیں بتا چکا ہے۔ اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ رہیں یہ چیزیں تو ان کے بارے میں ہم صرف اسی قدر کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان کے پیدا کرنے میں کوئی حکمت اور فائدہ ضرور پوشیدہ ہے۔ کیونکہ تیرے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔

ان آیات سے واضح ہے کہ فرشتوں پر انسان کی برتری اور عظمت علم کے اعتبار سے ہوئی۔ اب اگر اولادِ آدمؑ میں کوئی علم سے لاپرواہ ہے تو خلافتِ الٰہی کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ ہم دیکھتے ہیں واقعی دُنیا میں وہی اقوام ترقی پر ہیں۔ جو علم کی دولت سے مالا مال ہیں۔

(اس آیت کا باقی حصہ ہم اگلے سبق میں بیان کریں گے۔)

Marfat.com

علم کی فتح

قَالَ - يٰٓاٰدَمُ - اَنْۢبِئْهُمْ - بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ
اس نے کہا اے آدم انہیں بتلا دے ان کے نام
فَلَمَّآ - اَنْۢبَاَهُمْ - بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ - قَالَ
پھر جب اُس نے انہیں بتائے ان کے نام اس نے کہا
اَ - لَمْ - اَقُلْ - لَّكُمْ - اِنِّيْٓ - اَعْلَمُ
کیا نہ میں نے کہا تمہیں کہ میں جانتا ہوں
غَيْبَ - السَّمٰوٰتِ - وَ - الْاَرْضِ ۙ - وَ - اَعْلَمُ
چھپی ہوئی باتیں آسمان اور زمین اور میں جانتا ہوں
مَا - تُبْدُوْنَ - وَ - مَا - كُنْتُمْ - تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾
جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم ہو چھپاتے ہو۔

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ
اس نے کہا اے آدم! انہیں ان کے نام بتا دے
فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ
پھر جب اس نے انہیں ان کے نام بتائے اس نے کہا
اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ
کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں جانتا ہوں۔
غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ
آسمان اور زمین کی چھپی ہوئی باتیں اور میں جانتا ہوں
مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾
جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

حضرت آدمؑ کی خلافت کا واقعہ مسلسل بیان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کے سامنے آدمؑ کی خلافت کا اعلان فرمایا۔ تو انہوں نے اوّل تو یہ عرض کیا۔ کہ ہم تیری حمد و ثنا اور بزرگی و پاکیزگی کا ہر دم اقرار کرتے ہیں۔ گویا اگر صرف حمد و ثنا درکار ہے تو یہ کام ہم انجام دے رہے ہیں۔ پھر فرشتوں نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ اولادِ آدمؑ دُنیا میں خونریزی کرے گی اور فساد مچائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کا استحقاق ثابت کرنے کے لئے علم کا امتحان رکھا۔ آدم علیہ السّلام کو ان کی فطری صلاحیت اور استعداد کے مطابق علم اسماء سے نوازا۔ فرشتے اس کے اہل نہ تھے۔ لہٰذا انہیں علمِ اسما حاصل نہ تھا۔ جب دونوں سے سوال و جواب ہوئے تو فرشتوں نے اپنی بے خبری کا اقرار کیا۔ مگر آدمؑ نے چیزوں کے نام بتلا دیئے اور اپنی برتری ثابت کر دی۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میں نے پہلے ہی نہ کہا تھا۔ کہ میں ظاہر و باطن کی ہر بات جانتا ہوں۔ زمین و آسمان کے رازوں سے باخبر ہوں۔ آدمؑ سے متعلق جو خدشے تم نے ظاہر کئے۔ انہیں بھی جانتا ہوں اور جن باتوں کو کھل کر ظاہر نہ کیا۔ ان سے بھی باخبر ہوں۔ گویا علمِ الٰہی تمام باتوں پر حاوی ہے۔ وُہ ہر کسی کو اس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق ہی درجہ اور ذمّہ داری عطا کرتا ہے۔

Marfat.com

فرشتوں کا سجدہ

وَ-اِذْ-قُلْنَا-لِلْمَلٰٓئِكَةِ-اسْجُدُوْا
اور جب ہم نے کہا فرشتوں سے سجدہ کرو

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا
اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کے سامنے سجدہ کرو

لِاٰدَمَ-فَسَجَدُوْٓا-اِلَّآ-اِبْلِيْسَ ؕ
آدم کے سامنے وہ سب جھکے مگر ابلیس

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ
سو وہ جھکے مگر ابلیس (نہ جھکا)

اَبٰى-وَ-اسْتَكْبَرَ ۫ وَ-كَانَ-مِنَ-الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾
اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور ہوگیا سے کافر (جمع)

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾
اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔

اَسْجُدُوْا: (سجدہ کرو) لغت میں سجدہ سے مُراد ہے سر جھکا کر عاجزی اور فرمانبرداری ظاہر کرنا۔ شرع نے خاص طور پر سجدہ کے معنی زمین پر پیشانی رکھنا قرار دیئے ہیں۔ سجدہ انتہائی تعظیم کا نشان ہے اس لئے شریعت نے اللہ کے سوا کسی اور کے لئے حرام کر دیا۔ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے مُراد یہ ہے کہ فرشتے اُن کی بزرگی اور برتری ماننے کے لئے اُن کے آگے اپنے سر تعظیم کے طور پر جھکا دیں۔ اگر شرعی معنے لئے جائیں تو پھر بھی یہ مطلب ہوگا کہ حضرت آدمؑ کی طرف مُنہ کر کے اللہ کو سجدہ کریں کیونکہ یہاں لِاٰدَمَ کے معنے آدم کے واسطے نہیں بلکہ "آدم کی طرف" ہیں۔

اِبْلِيْسَ: (شیطان) اس کے لفظی معنی نا اُمید کے ہیں۔ یہ ابلیس کوئی فرشتہ نہ تھا۔ بلکہ آگ کا بنا ہوا (جنّ) تھا۔ کیونکہ نوری مخلوق سے انکار اور بغاوت کی امید ہی نہیں ہو سکتی۔ ابلیس اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کی وجہ سے فرشتوں کی جماعت میں داخل کر لیا گیا تھا۔

اَبٰى: (اس نے انکار کیا) یہ لفظ اِبا سے ہے۔ اس کا مطلب ہے جان بُوجھ کر کسی چیز سے انکار کرنا۔

اَسْتَكْبَرَ: (تکبّر کیا) یہ لفظ کبر سے بنا ہے اس کے معنی ہیں اپنے آپ کو دُوسروں سے بڑا سمجھنا اور غرور کرنا۔

جب یہ بات واضح ہوگئی۔ کہ حضرت آدمؑ علم اور درجہ میں فرشتوں سے بڑھ کر ہیں اور خلافت کے حقدار وہی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وُہ آدمؑ کی بزرگی کو تسلیم کرنے کے لئے اُن کے آگے جُھک جائیں۔

اس حکم کی تعمیل میں سب فرشتے سجدہ میں گر پڑے۔ البتہ ابلیس نے انکار کیا۔ وُہ کہنے لگا کہ مَیں آگ سے بنا ہوں۔ اور آدمؑ کو مٹی سے بنایا گیا ہے۔ اس لئے میں اس کے آگے نہیں جُھکوں گا۔

اللہ کے حکم کا انکار کرنے سے ابلیس کافر ہوگیا۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیا گیا۔ اُسے اللہ کا قرب بھی حاصل نہ رہا۔ اور وہ لعنت میں گرفتار ہُوا اور عذاب کا مستحق قرار پایا۔

Marfat.com

حضرت آدمؑ جنّت میں

وَ قُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ص

اور ہم نے کہا اے آدم رہو تو اور تیری زوجہ جنت اور کھاؤ اس میں بافراغت جہاں چاہو۔

وَ قُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ص

اور ہم نے کہا اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور اس میں جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ۔

جَنَّة: (جنت) اس کے لغوی معنے ہیں وُہ باغ جس کے گھنے درخت زمین کو چھپالیں۔ شرع کی اصطلاح میں اس سے مُراد وُہ عظیم الشان باغ ہے جس میں بے شمار نعمتیں ہیں اور جو آخرت میں نیکوکاروں کو رہنے کے لئے ملے گا۔ اسے جنّت اس لئے بھی کہتے ہیں کہ اس کی نعمتیں ہماری نظروں سے بھی پوشیدہ ہیں۔

زَوْجُكَ: (تیری بیوی) اس سے مُراد حضرت حوّا ہیں۔ جو اس وقت پیدا ہو چکی تھیں۔ وُہ ہم سب کی ماں ہیں۔

حَيْثُ شِئْتُمَا: (جہاں سے چاہو) اس لفظ سے جنّت کی وُسعت اور بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیّت اور مرضی کے مُطابق حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور انہیں زمین میں اپنا خلیفہ قرار دیا۔ ان کے اس درجہ کو واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وُہ اس کے آگے جُھک جائیں۔ تاکہ بعد میں کسی کو بغاوت یا نافرمانی کی جُرأت نہ رہے۔ فرشتوں نے حضرت آدمؑ کی بڑائی کا اقرار کیا۔ اور اُن کے آگے تعظیم کے طور پر جُھک گئے۔

حضرت آدمؑ کی خلافت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں موقع دیا کہ وُہ اور اُن کی بیوی جنّت میں رہائش اختیار کریں۔ اسی میں رہیں سہیں اور جہاں سے جو جی چاہے کھائیں پئیں۔

حضرت حوّا علیہ السّلام کے بارے میں مفسّرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت آدمؑ جنّت میں اکیلے تھے۔ تو اُن کی طبیعت گھبرائی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت حوّا کو پیدا کیا اور فرمایا کہ تم دونوں جنّت میں رہو اور جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ۔

اس سبق سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو کس قدر بڑے درجے بخشے ہیں۔ پہلے علم کی نعمت دی۔ پھر اپنا نائب بنایا۔ اس کے بعد اس کی راحت اور آرام کے لئے بیوی کی صُورت میں اُنہیں ساتھی دیا۔ جنّت میں جگہ دی اور کھانے کو بے شمار نعمتیں دیں۔ اللہ اپنے بندوں کو ہمیشہ انعامات سے نوازتا ہے۔ اور ان پر طرح طرح کی نوازشیں فرماتا ہے۔ اب یہ بندوں کا فرض ہے کہ اس کے شکر گذار رہیں اور نعمتوں کی قدر پہچانیں۔

Marfat.com

شجرِ ممنوعہ

وَلَا۔ تَقْرَبَا۔ هٰذِهِ۔ الشَّجَرَةَ	وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ
اور نہ قریب ہو یہ درخت	اور اس درخت کے قریب نہ جانا
فَتَكُوْنَا۔ مِنَ۔ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾	فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾
پھر ہو جاؤ گے سے ظالم۔	ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

لَا تَقْرَبَا: (قریب نہ جاؤ) اس حکم سے اصل مُراد یہ تھی کہ حضرت آدمؑ اس درخت کا پھل نہ کھائیں۔ انہیں قریب جانے سے اس لئے روک لیا کہ اس کے پھل کی رغبت ہی پیدا نہ ہو۔

هٰذِهِ الشَّجَرَةَ: (یہ درخت) جنّت کے درختوں میں کوئی درخت تھا۔ اور حضرت آدمؑ کو اس کی پہچان کرا دی گئی تھی۔ قرآن مجید نے اس کی وضاحت نہیں کی۔ البتہ اس درخت کے بارے میں مفسّرین کے کئی قول ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ انگور کا درخت تھا۔ بعض اسے گیہوں کا پودا بتاتے ہیں۔ بعض انجیر کا اور بعض کھجور کا۔ احادیثِ نبوی میں اس کی کوئی وضاحت نہیں آئی۔

مِنَ الظّٰلِمِيْنَ: (گنہگاروں میں سے) اس سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو اپنے آپ پر ظلم کرتے رہتے ہیں۔ اپنے آپ پر سب سے زیادہ ظلم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔ کہ اس وقت جنّت کی حیثیّت نیک اعمال کے بدلے کی سی نہ تھی جیسی کہ اب ہے۔ بلکہ اس وقت وہاں بھی شرعی حکم تھے۔ بعض ایسی باتیں تھیں جن کے کرنے کا حکم تھا اور بعض ایسے کام تھے جن سے باز رہنے کا حکم تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو اپنا خلیفہ مقرّر کرنے کے بعد انہیں جنّت میں رکھا اور جب اُنہوں نے تنہائی محسُوس کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے حضرت حوّا کو پیدا کیا۔ اور پھر یہ اور احسان کیا۔ کہ انہیں اجازت دے دی۔ کہ جنّت میں وُہ جہاں سے چاہیں بافراغت کھائیں۔ البتہ وہاں ایک درخت تھا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ کہ تم اس کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ ورنہ نافرمان قرار دیئے جاؤ گے۔

اس سبق سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ جو شخص شک و شبہ والے کام کرتا ہے اس کے لئے غلطی کرنے کا شدید خطرہ ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اس ممنوعہ درخت کے قریب جانے سے بھی روکا۔ کہ نہ نزدیک جائیں گے۔ نہ کھانے کی خواہش ہوگی۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اولیٰ شک والی باتوں سے بھی پرہیز کریں۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے انسان دراصل اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اُس کی دُنیا بھی خراب ہوتی ہے اور آخرت بھی۔

Marfat.com

حضرت آدمؑ کی لغزش

فَاَزَلَّهُمَا - الشَّيْطٰنُ - عَنْهَا - فَاَخْرَجَهُمَا

پھر انہیں پھسلا دیا　شیطان　اس کے سبب　پھر انہیں نکال دیا

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا

پھر شیطان نے انہیں اس کے ذریعہ پھسلایا۔ پھر انہیں نکال دیا

مِمَّا - كَانَا - فِيْهِ ص

جس سے　تھے　اس میں۔

مِمَّا كَانَا فِيْهِ ص

اس (جگہ) سے جہاں وہ تھے۔

فَاَزَلَّهُمَا، (پھر انہیں پھسلا دیا) یہ لفظ زَلَّہ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں جگہ سے ہٹا دینا یا پھسلا دینا۔ اس لفظ کے مفہوم میں جان بوجھ کر نافرمانی یا سرکشی داخل نہیں۔ بلکہ ایسی لغزش مُراد ہوتی ہے۔ جو بھول چوک یا انجان پنے میں ہو جائے۔

اَلشَّيْطٰنُ، (شیطان) شیطان سے مُراد وُہ مخلوق ہے۔ جو اللہ کی رحمت سے دُور ہو گئی۔ یہ ابلیس کا دُوسرا نام ہے۔ اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اس لئے جنّت سے نکال دیا گیا۔ وُہ آدمؑ کی اولاد کا سخت دُشمن ہو گیا۔ وُہ انسان کو بدکاری اور اللہ کی نافرمانی پر مجبُور نہیں کر سکتا۔ بلکہ مختلف طریقوں سے اسے بُرے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کا اثر دُور سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور نزدیک سے بھی۔ مادی رُکاوٹیں اس کے لئے کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔

عَنْهَا، (اس کے سبب) اس سے اشارہ درخت کی طرف ہو سکتا ہے۔ یعنی اس درخت کے ذریعہ پھسلا دیا۔ اور اس کا اشارہ جنّت کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ اس صُورت میں مطلب یہ ہو گا کہ آدمؑ کو اس جنّت سے نکلوا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور اُن کی بیوی کو جنّت میں بسایا اور حکم دیا کہ فلاں درخت کا پھل نہ کھانا۔ بلکہ اس کے قریب تک نہ جانا۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا تھا اور اس وجہ سے شیطان کو رد کر دیا گیا تھا۔ وُہ حسد کے طور پر ان کا دُشمن بن گیا۔ اس نے دِل میں ٹھان لیا کہ کسی نہ کسی طرح انہیں یہاں سے نکلوا دے۔

قرآن مجید میں دُوسری جگہ آتا ہے۔ کہ وُہ حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی کے پاس پہنچا۔ اور انہیں اپنی دوستی اور خیر خواہی کی قسمیں کھا کھا کر یقین دلایا کہ اگر تم اس درخت کا پھل کھا لو گے۔ تو تم فرشتے بن جاؤ گے یا ہمیشہ جنّت میں رہو گے۔ اور تم یہاں سے کبھی نہیں نکالے جاؤ گے۔

حضرت آدمؑ اور اُن کی بیوی اس کے فریب میں آ گئے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ کوئی خدا کی جھُوٹی قسمیں بھی کھا سکتا ہے۔ انہوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ کھاتے ہی جنّت کا لباس اُن کے بدن سے اتر گیا اور وُہ دونوں شرم کے مارے اپنے بدن پر درختوں کے پتّے چپکانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ شیطان جنّت جیسی نعمت سے نکلوانے کا سبب بنا۔ ہم پر لازم ہے کہ اس کے فریب سے بچتے رہیں۔

Marfat.com

جنّت سے نکلنا

وَ۔ قُلْنَا۔ اهْبِطُوْا۔ بَعْضُكُمْ۔ لِبَعْضٍ
اور ہم نے کہا　تم اتر جاؤ　تم میں سے بعض　بعض کے

وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
اور ہم نے کہا تم سب نیچے اتر جاؤ تم ایک دُوسرے کے

عَدُوٌّ ۚ وَ۔ لَكُمْ۔ فِی۔ الْاَرْضِ۔ مُسْتَقَرٌّ
دُشمن　اور تمہارے لئے ہیں　زمین　ٹھکانا

عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ
دشمن ہو اور تمہارے لئے زمین میں　ٹھکانا ہے

وَّ۔ مَتَاعٌ۔ اِلٰی۔ حِیْنٍ ﴿۳۶﴾
اور　نفع اٹھانا　تک　وقت

وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۳۶﴾
اور ایک وقت تک نفع اٹھانا۔

اِهْبِطُوْا: (تم سب نیچے اُتر جاؤ) اس لفظ کا مادہ ھُبُوط ہے اور یہ اُوپر سے نیچے اُترنے اور ایک جگہ سے دُوسری جگہ جانے کے معنوں میں آتا ہے۔ اس حکم سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ جس جنّت میں حضرت آدمؑ اور اُن کی بیوی کو پہلے رہنے کے لئے کہا گیا تھا۔ وہاں سے اُنہیں چلے جانے کا حکم ہُوا۔ اور دُوسری بات جو اھبطوا (تم سب اُتر جاؤ) جمع کے صیغے سے ظاہر ہوتی ہے۔ وُہ یہ ہے کہ زمین میں قیام کا حکم صِرف حضرت آدمؑ اور اُن کی بیوی ہی کے لئے نہیں بلکہ اُن کی ساری نسل کے لئے ہے۔

عَدُوٌّ: (دُشمن) اس لفظ سے زمین کی زندگی کا نقشہ سمجھایا گیا ہے۔ کہ اس زمین میں کشمکش، بُغض، نفسانیّت، حسد اور خودغرضی وغیرہ کا امکان ہوگا۔ اور ان خرابیوں سے بچنا انسان کی بزرگی کی نشانی ہوگی۔

اِلٰی حِیْنٍ: (ایک وقت تک) اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔ کہ اولادِ آدمؑ کا زمین میں قیام ہمیشہ کے لئے نہیں۔ بلکہ عارضی ہے۔ انہیں پھر اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

جب حضرت آدمؑ نے شیطان کے بہکانے کی وجہ سے بھُول کر اس درخت کا پھل کھا لیا جس کے کھانے سے منع فرمایا گیا تھا۔ تو پھر اللہ کا یہ حُکم ہُوا۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اب یہ جگہ تمہارے لئے موزون نہیں۔ یہاں سے اُتر چلو اور زمین میں جا کر رہو۔ دُنیا میں نسلِ انسانی کے کچھ لوگ صلح و صفائی کے ساتھ نہیں رہیں گے بلکہ آپس میں لڑیں جھگڑیں گے۔ وہاں اپنی موت تک رہنا ہوگا۔ اس مدّت میں وہاں محنت و مشقت کر کے زمین کی چیزوں سے فائدہ اٹھاؤ گے۔ اور کھانے پینے کا سامان اکٹھا کرو گے۔

اس آیت سے جو مفید باتیں نکلتی ہیں اُن میں سے چند ہم یہاں نتیجہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

شیطان انسان کا دُشمن ہے اور وُہ اُسے ہر طریقہ سے دھوکا اور فریب دینے کی کوشش کرتا ہے۔

دُنیا میں انسان کا قیام عارضی ہے۔ اور اس کی حقیقت ایک سرائے کی مانند ہے۔ اس لئے دُنیا کو صرف تھوڑی مدت کے لئے ٹھہرنے کی جگہ سمجھنا چاہیئے۔ اور اُسے ہمیشگی کا گھر سمجھ کر اللہ کو بھُول نہ جانا چاہیئے۔

Marfat.com

حضرت آدمؑ کی توبہ

فَتَلَقّٰٓی - اٰدَمُ - مِنْ - رَّبِّهٖ - كَلِمٰتٍ - فَتَابَ
پھر سیکھ لئے آدم نے سے اپنا رب الفاظ پھر وہ متوجہ ہُوا

عَلَيْهِ ؕ - اِنَّهٗ - هُوَ - التَّوَّابُ - الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾
اس پر بیشک وُہ وہی بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان۔

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ
پھر آدم نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں پھر وُہ ان پر متوجہ ہُوا

عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾
بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

فَتَلَقّٰٓی: (پھر سیکھ لئے) یہ لفظ تَلَقِّی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ملنا۔ کسی چیز کا پانا یا حاصل کرنا۔

كَلِمٰتٍ: (باتیں) یہ لفظ کلمہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں بات۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی رحمت اور شفقت سے حضرت آدمؑ کو توبہ کے کلمات سکھا دیئے۔ یہاں توبہ کے ان کلمات کی طرف اشارہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سکھائے تھے۔ قرآن مجید میں ایک دُوسرے مقام پر انہیں یوں بیان فرمایا ہے۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۖ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ "وُہ دونوں بولے اے ہمارے رب ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے"۔ (الاعراف آیت ۲۳)

فَتَابَ: (توجہ فرمائی) یہ لفظ توبہ سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی کی طرف رجُوع، توجہ کرنا اور لوٹ آنا۔ گناہوں سے معافی مانگنے کو توبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انسان گناہوں کے احساس کے ساتھ ان کا اعتراف کرتا ہے اور آئندہ ان گناہوں سے باز رہنے کا اقرار اور عہد کرتا ہے۔

جب حضرت آدمؑ کو جنت سے نکلنے کا حکم ہُوا۔ تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہُوا۔ وُہ اس پر بہت پچھتائے۔ پریشانی کی حالت میں اپنی خطا پر روتے رہے۔ اور بے قراری میں پشیمان پھرتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کو اُن پر رحم آیا۔ اور حضرت آدمؑ علیہ السلام کے دِل میں بخشش کی دُعا کے چند الفاظ ڈال دیئے۔ انہوں نے انہیں الفاظ میں دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ کیونکہ وُہ یقیناً توبہ قبول کرنے والا اور اپنے بندوں پر ہر حال میں رحمت اور مہربانی فرمانے والا ہے۔

توبہ کے لئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ پہلی یہ کہ انسان اپنے گناہ کو مان لے۔ اور اس پر پچھتائے۔ دُوسری یہ کہ اس کام کو چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ کرلے۔ اور تیسری یہ کہ وُہ اس گناہ کو آئندہ ہرگز نہ کرے۔

قرآن مجید اور حدیثوں میں توبہ کی تاکید بہت آئی ہے۔ ہمیں ہر وقت اپنے دانستہ اور غیر دانستہ بڑے اور چھوٹے ہر قسم کے گناہوں کی معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

وحی کی ضرورت

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا
ہم نے کہا نیچے اتر جاؤ اس سے سب پھر اگر
يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ
تمہیں پہنچے میری طرف سے ہدایت وہ جو چلا
هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
میری ہدایت سو نہ خوف ان پہ اور نہ
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾
وُہ غمگین ہوں گے۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا
ہم نے کہا تم سب یہاں سے نیچے اُتر جاؤ جب کبھی تمہیں
يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ
میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے۔ جو میری ہدایت پر
هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
چلا ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾
وُہ غمگین ہوں گے۔

اِهْبِطُوْا: (نیچے جاؤ) حضرت آدمؑ اور اُن کی اولاد کو یہ حکم سزا کے طور پر نہیں دیا جا رہا ہے۔ حضرت آدمؑ کی لغزش معاف کر دی گئی لیکن زمین میں رہنے کا حکم بدستور باقی رہا۔ چونکہ آدمؑ زمین کے خلیفہ بنائے گئے تھے۔ زمین میں رکھنے سے مقصد یہ تھا کہ جو دُنیا میں رہ کر اللہ کی اطاعت کریں انہیں جنّت میں جگہ ملے۔ اور جو نافرمانی کریں انہیں جنّت سے باہر ہی رکھا جائے۔

خَوْفٌ: (خوف) کسی آنے والے نقصان اور تکلیف کے احساس کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مُراد یہ ہے کہ حشر میں اللہ کے نیک اور ایماندار بندوں کو کوئی سزا نہیں ملے گی۔

لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ: (نہ وُہ غمگین ہوں گے) اس لفظ کا مادہ حزن ہے جس کے معنی ہیں کسی دِل پسند چیز کے جاتے رہنے کا رنج۔ یہاں اس سے مُراد یہ ہے کہ نیک اور مومن بندے اپنی پہلی زندگی پر حسرت و افسوس نہیں کریں گے۔

حضرت آدم علیہ السّلام اور ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم سب کے سب زمین پر اتر جاؤ۔ اور کچھ فکر نہ کرو۔ وہاں بھی میری نظرِ عنایت تم پر رہے گی۔ اور میری رحمت تمہارے شاملِ حال ہوگی اور ساتھ ہی انہیں بتا دیا کہ ضرورت کے وقت میری ہدایات نبیوں کے ذریعہ تمہارے پاس پہنچتی رہیں گی۔ تم اُن کی پیروی کرتے رہنا۔ جو شخص میری ہدایات کے مُطابق چلے گا۔ اس کو کبھی دوزخ کا خوف نہ ہوگا۔ اور نہ جنّت سے نکالے جانے کا غم ہوگا۔ میں اس کو دوبارہ جنّت میں داخل کروں گا۔ اس قصّہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ انسان کو رُوحانی چین اور سکون اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بغیر بالکل ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی۔ اور پھر انہیں دُنیا میں رہنے سہنے اور جنّت میں جانے کا طریقہ بتا دیا۔ ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ اپنے تمام پچھلے گناہوں سے توبہ کریں۔ اللہ سے ان کی معافی کی درخواست کریں۔ اور آئندہ اس کی دی ہُوئی ہدایات پر عمل کریں۔ جو اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہمیں بھیجیں۔

Marfat.com

مُنکرینِ وحی کا انجام

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
وہی دوزخی ہیں وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾
اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اور وہ لوگ جو کفر کریں گے اور جھٹلائیں گے ہماری آیتوں کو

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
وہی جہنمی وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾
اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اَصْحَابُ النَّارِ (جہنمی) اس کا مطلب ہے دوزخ والے۔ گویا جو لوگ شریعت سے انکار کر کے اللہ کے قانون کو جھٹلاتے ہیں۔ انہوں نے اپنا تعلق دوزخ سے جوڑ لیا ہے۔ اُن کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہوگی۔

حضرت آدمؑ جب دُنیا میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس میں رہنے سہنے کا قانون اور جنّت میں دوبارہ جانے کا طریقہ بتا دیا۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرورت کے وقت اپنا پیغام بھیجتا رہے گا۔ جو ان کی رہنمائی کا ذریعہ ہوگا۔ اور ان کی نسل کو بھی انبیاء علیہم السّلام کے ذریعے ہدایت ملتی رہے گی۔ انسان صرف اپنی عقل سے سیدھی راہ نہیں پا سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وُہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجُوع کرے۔ جو اس کی فطرت کا بنانے والا ہے۔ جو لوگ اس کی ہدایت کو سچّے دِل سے قبول کریں گے۔ اس کی بھیجی ہُوئی نشانیوں میں غور کریں گے۔ اور اس کے حکموں پر پختگی کے ساتھ کاربند ہوں گے۔ وہ ہر طرح کے غم اور افسوس سے نجات پائیں گے۔ اور دُنیا کی زندگی کے بعد جنّت میں داخل ہوں گے۔ جہاں ہمیشہ کا آرام اور ہر طرح کا چین انہیں میسّر ہوگا۔ البتّہ جو لوگ اُس کی ہدایت سے مُنہ موڑ لیں گے۔ اُس کے حکموں سے سرتابی کریں گے۔ وُہ اپنی ناقص عقل کی وجہ سے ساری زندگی گمراہی میں بھٹکیں گے۔ انہیں وُہ موت کے بعد دوزخ میں داخل کرے گا جہاں وُہ آگ میں جلیں گے اور طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہوں گے۔

آپ نے غور کیا کہ ان لوگوں کا انجام کس قدر خوفناک ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے مُنہ موڑیں اور اُن لوگوں کا انجام کیسا اچھّا ہے۔ جو اس کی ہدایت پر چلیں۔ آئیے ہم اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر چل کر دُوسرے گروہ میں شامل ہو جائیں اور جنّت کے وارث بنیں۔ اب اس کی صُورت یہی ہے کہ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دِل و جان سے قبول کر لیں اور نیک نیّتی سے اس پر عمل کریں۔ اس یقین کے ساتھ کہ یہ تعلیم آخری تعلیم ہے۔ اور یہ نبی آخری نبی ہے۔ جس کے بعد کوئی اور نبی دُنیا میں نہیں آئے گا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل

یَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ — یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

اے اولاد بندۂ خدا — اے بنی اسرائیل

اب پانچویں رکوع سے بنی اسرائیل کی تاریخ، اُن کے بلند مرتبے، لغزشوں، گناہوں اور فضیلت کے چھن جانے کا بیان شروع ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ حصّہ خاص طور پر توجّہ سے پڑھنے کے لائق ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ میں مُسلمانوں کے لئے بہت سے عبرت اور نصیحت کے مواقع ہیں۔ تاکہ ہم ان لغزشوں اور غلطیوں سے بچ سکیں۔ جن کی وجہ سے یہ عظیم الشان قوم تباہ و برباد ہُوئی اور اللہ کے غضب کا نشانہ بنی۔

بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ: (بنی = اولاد اسرا = بندہ ئیل = خدا) یعنی خدا کے بندہ کی اولاد۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السّلام کا لقب تھا۔ اس اعتبار سے ان کی اولاد اور خاندان کو بنی اسرائیل کا لقب مِلا۔ انہیں یہُودی بھی کہتے ہیں۔

بنی اسرائیل کا سلسلہ اصل میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے شرُوع ہوتا ہے۔ اُن کے دو بیٹے ہُوئے۔

(۱) حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام۔ یہ حجاز میں آباد ہُوئے۔ اور اُن کی اولاد میں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہُوئے۔

(۲) دُوسرے بیٹے حضرت اسحٰقؑ ہُوئے۔ اُن کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السّلام تھے۔ جن کا لقب اسرائیل پڑا۔ اُن کی اولاد فلسطین میں آباد ہُوئی۔

یہ لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد اہلِ مصر نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا۔ انہیں غلاموں کی طرح رکھا اور شدید ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہُوئے اور وُہ اس قوم کو مصر کی غلامی سے نکال کر وادیٔ سینا میں لے گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد یہ لوگ اپنے وطن کنعان میں واپس لوٹے۔ اس قوم کا بہترین زمانہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السّلام کا تھا۔ کچھ عرصہ بعد یہ قوم پھر آپس کی پھُوٹ، دین کی مخالفت اور انبیاء کی دُشمنی کے سبب مصائب کا شکار ہُوئی۔

دو مرتبہ اس قوم پر ایسے زبردست حملے ہُوئے۔ اور اس قدر تباہی آئی کہ یہ لوگ اپنا وطن چھوڑ کر اِدھر اُدھر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر افسوس اپنی شرارتوں اور خرابیوں سے باز نہ آئے۔ اور آج تک اس قوم میں وُہ خرابیاں بدستور موجُود ہیں۔

Marfat.com

بنی اسرائیل پر انعاماتِ خداوندی

اُذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
یاد کرو میرے احسان وہ جو میں نے کئے تم پر

اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور تم

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ
اور پورا کرو اقرار میرا میں پورا کروں گا تمہارا اقرار

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ
میرا اقرار پورا کرو تو میں تمہارا اقرار پورا کروں گا۔ اور

وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾
اور مجھ ہی سے تم ڈرو۔

وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾
مجھ سے ہی ڈرو۔

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (اولادِ اسرائیل) حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا۔ جو حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے اور حضرت ابراہیمؑ کے پوتے تھے یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اور اس کے معنی اللہ کا بندہ ہیں۔ بنی اسرائیل سے مُراد یہودی ہیں۔

نِعْمَتِيَ : (میرے احسان) مُراد اللہ تعالیٰ کی وُہ نعمتیں اور احسانات ہیں۔ جو اس نے یہودیوں پر کئے۔ مثلاً غلامی کے عذاب سے نجات دی۔ اُن کے دشمن فرعون کو غرق کیا۔ اُن کے لئے بحیرۂ قلزم میں راستہ بنایا۔ بیابان میں مَن و سلویٰ جیسی مزیدار خوراک انہیں کسی محنت اور مشقّت کے بغیر دی۔ مُصیبتوں میں غیب سے اُن کی مدد کی۔

عَهْدِيْٓ : (میرا اقرار) عہد دو فریقوں کے آپس کے قول و قرار کو کہتے ہیں۔ یہاں عہد سے مُراد بندوں کا اللہ سے وُہ اقرار ہے۔ جو انہوں نے دُنیا میں آنے سے پہلے اس سے کیا۔ وُہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل بخشی۔ اپنی قدرت کی نشانیوں میں غور کرنے کی طاقت عطا کی اور اس کے بعد انسان نے یہ ذمّہ لیا کہ وُہ اللہ کو پہچانے گا۔ اس کے بھیجے ہُوئے نبیوں پر ایمان لائے گا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر چلے گا۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ انہیں جنّت عطا کی جائے گی۔

فَارْهَبُوْنَ : (تم ڈرتے رہو) یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا ڈر اور خوف دِل میں نہ رکھو۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کرنے اور زمین میں بھیجنے کے بعد اس سے وعدہ فرمایا تھا کہ وُہ اس کی اولاد کے لئے موقع کے مطابق اپنے نبی بھیجتا رہے گا۔ اور ان کے ذریعہ بندوں تک اپنے احکام اور ہدایات پہنچائے گا۔ اس وعدہ کے مطابق دُنیا میں نبی آتے رہے۔ سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی بنا کر بھیجے گئے۔ ان کو جو دین بخشا گیا وُہ ایک عالمگیر دین ہے۔ اس بنا پر اس رکُوع سے تبلیغِ دین اسلام کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ یہود اللہ تعالیٰ کے دین کے طریقہ سے واقف تھے اس لئے سب سے پہلے ان ہی سے خاص طور پر خطاب کیا جاتا ہے اور انہیں یاد دلایا جاتا ہے کہ دینِ الٰہی کی برکتیں تمہارے بزرگ دیکھ چکے ہیں اور تم اُن سے خُوب واقف ہو۔ اب اس آخری نبی پر ایمان لاؤ۔ تاکہ تم پھر انہی نعمتوں کے مستحق ہو۔ ایسا کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے وعدہ پورا کرنے کے برابر سمجھا جائے گا۔ اور اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پُورا کرے گا تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور تمہیں دنیا اور آخرت میں کامیابی عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

دعوتِ قرآن

وَ۔ اٰمِنُوْا۔ بِمَآ۔ اَنْزَلْتُ۔ مُصَدِّقًا

اور مان لو وُہ کتاب جو میں نے اُتاری سچ بتانے والی ہے

لِّمَا۔ مَعَكُمْ۔ وَ۔ لَا۔ تَكُوْنُوْٓا۔ اَوَّلَ

وہ جو تمہارے پاس ہے اور نہ ہوجاؤ اوّل

كَافِرٍ۔ بِهٖ ص

کافر اس کے

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا

اور مان لو اس کتاب کو جو میں نے اتاری ہے۔ اسے سچ

لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ

بتانے والی ہے۔ جو تمہارے پاس ہے۔ اور سب میں اوّل

كَافِرٍ بِهٖ ص

اس کے کافر نہ ہوجاؤ۔

مَا اَنْزَلْتُ: (جو میں نے نازل کیا) اس سے قرآن مجید مُراد ہے۔ جو آخری نبیؐ پر نازل ہُوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔

مَا مَعَكُمْ: (جو تمہارے پاس ہے) اس سے تورات مُراد ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہُوئی تھی۔ جس کی صداقت اور دینی اصُولوں کی تصدیق قرآن مجید کرتا ہے۔

قرآن مجید پر ایمان لانے کی دعوت سب سے پہلے بنی اسرائیل کو دی گئی۔ اہل کتاب میں یہی سب سے زیادہ مشہور تھے۔ اور مدینہ اور اُس کے آس پاس بستے تھے۔ یہ اصُول اس قاعدے کے بھی مُطابق تھا۔ کہ نیکی اور اس کی دعوت پہلے اپنے قرابت داروں اور ہمسایوں سے شروع کرنی چاہیئے۔ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے انعام اور احسانات یاد کرا کے یہ فرمایا تھا کہ وُہ اپنے وعدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے ہیں۔ پُورا کریں۔

وُہ عہد جسے پُورا کرنے کے لئے انہیں کہا جا رہا ہے۔ اس میں اس نئی کتاب یعنی قرآن مجید پر جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔ ایمان لانا شامل ہے۔ اس لئے اس پر ایمان لائیں۔ اور اس کی ہدایات پر عمل کریں۔ اس کتاب میں خود ان کی کتابوں کے اصُولوں کی تصدیق کی گئی ہے۔

اس کے بعد انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دینِ الٰہی سے واقفیت رکھنے والوں میں تم ہی سب سے پہلے اس قرآن مجید کے منکر بنو۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان کا علم اور قرآن مجید کی سچّائی کا علم جتنا تمہیں ہے اور کسی قوم کو نہیں۔ اس لئے تم سے توقع کی جاتی ہے کہ دُوسروں کے لئے تم کفر و انکار کا نمونہ نہ بنو گے۔ بلکہ جیسے تمام اہلِ کتاب میں سب سے پہلے تمہیں دعوت دی جا رہی ہے۔ اسی طرح تم سب سے پہلے اس پر ایمان لا کر دُوسروں کے لئے ترغیب کا باعث بنو گے۔ کہ وُہ بھی تمہیں دیکھ کر اس کو مان لیں۔ تمہیں یہ خوف ہرگز نہ کرنا چاہیئے کہ اس آخری کتاب اور آخری نبی پر ایمان لانے سے تمہارا دنیوی جاہ و جلال اور اثر و رسُوخ ختم ہو جائے گا بلکہ اس کے برعکس تم دیکھ لو گے۔ کہ ساری خرابیاں اسلام کی برکات کی بدولت زائل ہو جائیں گی۔ دُنیا بھی تمہارے لئے باعثِ آرام ہو گی اور آخرت میں بھی سزا سے بچ جاؤ گے۔

Marfat.com

آیاتِ الٰہی کا مول

وَ - لَا - تَشْتَرُوْا - بِاٰيٰتِيْ - ثَمَنًا - قَلِيْلًا
اور نہ تم لو میری آیتیں مول تھوڑا

وَّ - اِيَّايَ - فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾
اور مجھ ہی ڈرتے رہو۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا
اور میری آیتوں پر تھوڑا مول نہ لو

وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾
اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

ثَمَنًا قَلِيْلًا: (تھوڑی قیمت) اس سے مُراد یہ ہے کہ حق کو چھوڑ کر دُنیا کے طلبگار نہ بنو۔ دُنیا بظاہر کیسی ہی بڑی اور شاندار نظر آئے۔ پھر بھی سچّائی اور حق کے مُقابلہ میں حقیر اور بے قدر چیز ہے۔ کیونکہ عارضی اور ناپائیدار ہے۔

وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ: (اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو) اِتّقا کے معنی ہیں بُرائیوں سے بچنا۔ یہاں اس طرف اشارہ ہے کہ برائیوں سے بچنے کا باعث فقط اللہ کے عذاب کا خوف ہونا چاہیئے چونکہ خرابیوں سے وہی بچ سکتا ہے۔ جس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔

قرآن مجید نے یہودیوں کے ساتھ جو نرمی اختیار کی ہے اور جس خُوبی کے ساتھ اسلام کی دعوت انہیں دی ہے۔ وُہ بجائے خود قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کا ثبوت ہے۔ واقعات کے اظہار کے طریقے اور خطاب کے طرز سے یہود کا پُورا احترام ظاہر ہوتا ہے۔ کوئی بات ایسی نہیں کہی گئی۔ جو اُن کے لئے اشتعال کا باعث ہو۔ سچائی کے اظہار کے لئے اس کے مناسب ماحول پیدا کرنا قرآن مجید کا معجزہ ہے۔ جس کی ہم مُسلمانوں سے اگر تھوڑی سی بھی نقل ہو جائے تو دُنیا کے تمام ڈر دُور ہو جائیں۔

یہود نے جو طرزِ عمل اسلام کے ساتھ اختیار کیا۔ اس کی بنیاد ہٹ دھرمی اور نا سمجھی کے سوا کوئی نہیں معلوم ہوتی۔ آیاتِ الٰہی فروخت کرنے سے مُراد یہ ہے۔ کہ یہودی علماء دنیا کے عارضی فوائد کی خاطر اللہ کے احکام کو بدل ڈالتے۔ چند ٹکوں کے بدلے خود ساختہ فتوے جاری کر دیتے۔ اپنے عیوب کو چھُپانے کے لئے اللہ کے احکام کو چھُپاتے اور خلط ملط کر ڈالتے۔ جب کسی قوم کے علماء اس قسم کے عیوب میں پڑ جائیں۔ تو اس قوم کا تباہی سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس سبق میں اللہ تعالیٰ نیک اخلاق کی سب سے زیادہ اہم تلقین فرماتا ہے۔ دُنیا کی زندگی اور اس کے فائدے صرف چند روزہ ہیں۔ اس بنا پر وُہ یہودیوں کو نصیحت کرتا ہے۔ کہ تم نذرانوں اور حقیر رشوتوں کی خاطر میرے کھُلے کھُلے حکموں کو بدل کر لوگوں کی خواہشوں کے مُطابق فیصلے نہ دیا کرو۔ کیونکہ میرے حکموں کو صاف صاف اور ٹھیک ٹھیک بتا دینے سے جو دُنیا اور آخرت دونوں میں انعام ملے گا۔ وُہ ان عارضی اور تھوڑے تھوڑے معاوضوں سے کہیں زیادہ ہے۔

Marfat.com

حق کو چھپانے کی ممانعت

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ
اور مت ملاؤ صحیح غلط سے اور

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ
اور صحیح میں غلط نہ ملاؤ اور

تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾
چھپاؤ سچ اور تم جانتے ہو

تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾
سچ کو نہ چھپاؤ اور تم جانتے ہو۔

لَا تَلْبِسُوْا: (مت ملاؤ) یہ لفظ لبس سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں ایک چیز کو دُوسری چیزوں میں مِلا دینا تاکہ اس کا پہچاننا مشکل ہو جائے۔ اور جھوٹ کو سچ کی شکل میں ظاہر کرنا جس سے سچ کی پہچان مشکل ہو جائے۔ یا جھوٹ کے اُوپر ایسا ملمّع کرنا کہ دیکھنے میں بالکل سچ معلوم ہو۔

تَكْتُمُوْا: (چھپاؤ) یہ کَتَمَ سے بنا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں چھپانا۔ اللہ کے حکموں کو بدلنے کی دو صُورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ ان کے معنیٰ یا الفاظ بدل دینا۔ دُوسری یہ کہ سرے سے چھپا لینا۔ یہودی لوگ دونوں طرح سے آسمانی کتابوں کی تعلیم اور رسولِ عربی صلعم کی بابت پیشگوئیوں کو بدلتے تھے۔ تورات کے ضائع ہو جانے سے بعض احکام تو ویسے ہی سرے سے غائب اور گم ہو گئے تھے۔ پھر جو باقی رہ گئے تھے انہیں بھی ان لوگوں نے اپنی مصلحتوں کے پیشِ نظر بدل ڈالا تھا۔

ظہورِ اسلام کے وقت یہودیوں کے عالموں نے اپنے دین کی رہی سہی شکل کا ستیاناس کر رکھا تھا۔ وُہ اپنی خواہش کے مُطابق آسمانی کتابوں کے احکام کو بدل دیتے تھے۔ جو کتابیں گم ہو چکی تھیں۔ اُن کی جگہ اپنی طرف سے اور کتابیں لکھ کر اُن کے نام پر پیش کر دی تھیں۔ کبھی تشریح اور تفسیر لکھ کر اصلی متن کے ساتھ مِلا دیتے اور دونوں میں فرق کی کوئی نشانی نہ رکھتے۔ آسمانی احکام جس عالمِ کاہن یا راہب کے پاس ہوتے وُہ کسی مالی لالچ یا کسی دُنیاوی طمع کی خاطر انہیں گھٹا بڑھا دیتا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور نبوّت کی تمام نشانیاں ان کی کتابوں میں موجُود تھیں۔ لیکن جب آپ تشریف لائے تو حسد کی آگ میں جل کر ان تمام نشانیوں کو چھُپانے لگے اور بعض کو اُلٹ پلٹ کر بیان کرنے لگے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حق کو نہ چھُپایا کرو۔ تمہاری گمراہی سے دُوسرے لوگ بھی گمراہ ہوتے ہیں۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کے اہم واقعات جو قرآن مجید بیان کرتا ہے۔ ان کی سب سے بڑی غرض یہ ہے کہ ایک طرف تو خود یہود اپنی بُرائیوں سے آگاہ ہو جائیں۔ اور دُوسری طرف مُسلمانوں کو اچھی طرح سمجھا دیا جائے کہ اس قسم کی باتوں کی دین میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ان بیان کردہ واقعات اور بنی اسرائیل کے عُروج و زوال پر غور کریں اور اپنے اندر ان جیسی بُری باتیں پیدا نہ ہونے دیں۔

Marfat.com

نماز، زکوٰۃ اور اتحاد

وَ - اَقِیْمُوا - الصَّلٰوۃَ - وَ - اٰتُوا - الزَّکٰوۃَ
اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ
اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو

وَ - ارْکَعُوْا - مَعَ - الرّٰکِعِیْنَ ﴿۴۳﴾
اور جھکو ساتھ جھکنے والے (جمع)۔

وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ﴿۴۳﴾
اور (نماز میں) جھکنے والوں کے ساتھ جھکو۔

الزکوٰۃ: (زکوٰۃ) اس لفظ کے معنی ہیں بڑھنا۔ اسی طرح زکا الزرع کے معنی ہیں کھیتی بڑھ گئی۔ اللہ کے نام پر مستحق لوگوں کو دینے سے اور جائز کاموں کے لئے مال خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے۔ اس لئے سال کے بعد ایک مقررہ حصہ اللہ کی راہ میں دینے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے دُوسرے معنی پاکیزگی کے ہیں۔ واقعی زکوٰۃ دینے سے مال پاک ہو جاتا ہے۔ صلوٰۃ (نماز) اور زکوٰۃ دو ایسے فرائض ہیں جو ہر مذہب میں عبادت کا لازمی حصہ رہے ہیں۔ البتہ ان کی صُورتیں اور مسائل میں جُزوی اختلاف رہا ہے۔

ارکعوا: (جھکو) یہ لفظ رکُوع سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں جُھکنا۔ چونکہ یہ نماز کا ایک حصہ ہے اس لئے پوری نماز کے لئے بھی یہی لفظ اکثر بول دیتے ہیں کبھی کبھی اس لفظ کے ساتھ اسجدوا کا لفظ بھی آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے پہلے اعتقاد اور ایمان دُرست کرنے کا حکم دیا۔ نیز یہ کہ وُہ اللہ کی بھیجی ہُوئی تعلیم کو بالکل اس کی اصلی شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کریں اور اس میں اپنی طرف سے نہ کچھ ملائیں اور نہ کمی بیشی کریں۔

اب انہیں عمل کی تعلیم دی جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ وُہ نماز پڑھنے کی عادت ڈالیں اور پابندی کے ساتھ باقاعدہ ادا کرتے رہیں۔ نماز بدنی عبادات میں سب سے اعلیٰ عبادت ہے۔ اور اللہ کو پہچاننے اور اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔

اس کے بعد انہیں زکوٰۃ ادا کرنے کا حُکم دیا۔ کہ وُہ دستور کے مطابق ہر سال اپنے مال کا ایک مقررہ حصہ باقاعدہ اللہ کے نام پر غریبوں، مسکینوں، محتاجوں اور مستحق لوگوں کو دیا کریں۔ اُمّت کی بہبودی کے لئے مفید کاموں میں اللہ کا دیا ہُوا مال خرچ کریں۔ یہودی لوگ تاجر اور صنّاع ہونے کی وجہ سے بڑے مالدار تھے اس وجہ سے ان میں مال و دولت کی محبت حد سے زیادہ پیدا ہونے کا خطرہ تھا نماز پڑھنے اور صدقات دینے سے دوسروں کی حاجتوں کا علم اور ہمدردی کے ساتھ ان کا تدارک میسّر ہوتا ہے۔ انہیں کہا گیا کہ نماز گھر میں پڑھنے کی بجائے مسجد میں جا کر سب کے ساتھ مِل کر ادا کریں اور زکوٰۃ مستحقوں کو ادا کریں۔ اس اجتماع اور اتحاد کے بہت فائدے ہوں گے۔

Marfat.com

دیگراں را نصیحت خود را فضیحت

اَ تَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ	اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ
کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا	کیا لوگوں کو نیک کام کا حکم دیتے ہو
وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ	وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ
اور بھول جاتے ہو اپنے نفس اور تم پڑھتے ہو	اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو اور تم تو کتاب
الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾	الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾
کتاب پھر کیوں نہیں تم سوچتے۔	پڑھتے ہو پھر کیوں نہیں سوچتے۔

اَلْبِرّ بِرّ کے معنی نیکی اور احسان کے ہیں۔ اس میں خوش خلقی پُرخلوص عبادات اور اچھے مُعاملات سب داخل ہیں۔ اس کے مقابل اثم ہے جس کے معنے گناہ ہیں۔

الکِتٰب: یہاں کتاب سے مُراد تورات ہے۔ جس میں یہود کے لئے نیک اخلاق عبادات اور دینی معاملات کے سب احکام بہ تفصیل موجود ہیں۔

جب کسی قوم کی تباہی کے دن آتے ہیں تو اس کے اندر جاہ طلب اور آرام کے بھوکے علماء اور لیڈر پیدا ہو جاتے ہیں جو لوگوں کو بہ ظاہر ہر وقت وعظ و نصیحت کرتے رہتے ہیں کہ اپنی عادتیں درست کرو۔ دُوسروں سے معاملات کرتے وقت ایمانداری، صداقت اور ہمدردی سے کام لو۔ جھوٹ مت بولو۔ فریب مت دو۔ نماز پڑھو۔ روزے رکھو۔ دُوسروں کی خدمت کرو۔ لیکن خود ان میں سے ایک بات پر بھی عمل نہیں کرتے۔ دنیاوی عیش و آرام کے سوا اُن کی کوئی غرض نہیں ہوتی۔ دُوسرے لوگوں پر بھی نصیحتوں کا وُہ فقط اتنا اثر چاہتے ہیں کہ صدقات کے نام سے خود اُن کو خوب نذر و نیاز، تحفے تحائف دیتے رہیں تاکہ انہیں خوب گلچھرے اڑانے کا موقعہ ملے۔

بنی اسرائیل کے علماء میں یہی بات پیدا ہو چکی تھی وُہ فقط دنیاوی مال و دولت، نام اور شہرت کے طالب تھے اگر اُن کا یہ ارادہ اس غرض سے ہوتا کہ لوگوں کو اپنے اثر سے نیکوکار بنائیں گے تو یقیناً تعریف کے قابل ہوتا لیکن دُوسروں کو نیک بنانا بغیر اس کے کہ پہلے خود نیک بنیں نہیں ہو سکتا۔ اور اس سے وُہ کوسوں دُور تھے۔

اس آیت میں علماء کو شرم دلائی گئی ہے کہ تم یہ کیا کرتے ہو؟ لوگوں کو نیکوکار بننے کی زبان سے ہر وقت ہدایت کرتے رہتے ہو۔ حالانکہ خود راست بازی اور سچائی کے قریب بھی نہیں جاتے۔ کیا تمہاری غرض صرف یہ ہے کہ لوگ تم کو اپنا ہادی اور رہنما مانیں۔ تمہاری خدمت کرتے رہیں۔ حیف ہے کہ تم توراۃ پڑھتے ہوئے بھی صرف ظاہر داری کے قائل ہو۔ اور اپنی اصلاح سے بالکل غافل ہو۔ عقل کا سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ راستبازی میں آدمی دُوسروں کے لئے خود مثال بن کر دکھائے۔ تم الٹا لوگوں کو دھوکا دینے کے مجرم ہو۔ اگر تم دُوسروں کو نصیحت کرنے میں مخلص ہو تو پہلے خود عمل کر کے دکھاؤ۔

یہود کو تو یہ سمجھانا اور ڈرانا زیادہ مفید ثابت نہ ہوا البتہ قرآن مجید کو سچی کتاب ماننے والے عالموں کے لئے اس آیت میں ایک بڑے کام کی نصیحت پوشیدہ ہے۔ وُہ یہ کہ دُوسروں کو درست کرنے سے پہلے اپنی درستی کا بندوبست کریں کیونکہ علماء کا عیش پرست فریبی اور ریاکار ہو جانا قومی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

Marfat.com

صبر اور نماز سے مدد

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَ
اور مدد چاہو صبر سے اور نماز اور

اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾
وہ بھاری مگر پر عاجز (جمع)۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَ
اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور

اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾
البتہ وُہ بھاری ہے مگر عاجزوں پر۔

اِسْتَعِيْنُوْا: (مدد حاصل کرو) یہ لفظ عون سے بنا ہے۔ جس کے معنی مدد ہیں۔ اس کا مصدر استعانت ہے۔ جس کے معنی ہیں مدد چاہنا۔ جب کوئی مشکل کام ہوتا ہے۔ تو اس میں کسی اور کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے وقت میں جو مدد مانگتا ہے۔ اُسے مستعین (مدد مانگنے والا) کہتے ہیں اور جو مدد دیتا ہے اسے معین (مدد دینے والا) مستعین کا مصدر استعانت (مدد مانگنا) ہے اور معین کا مصدر اعانت (مدد دینا) ہے۔

اَلصَّبْرُ: (برداشت کی قوت) اس کی ضرورت ہر وقت ہوتی ہے۔ جس وقت کوئی اچھا کام کیا جائے۔ تو اس کو بغیر گھبراہٹ کے جی لگا کر کرنا یہ بھی صبر ہے اور جس وقت کوئی مصیبت آپڑے تو اس کو بغیر گھبراہٹ کے جھیلنا یہ بھی صبر ہے۔ محنت کرنے کے وقت بھی صبر کی ضرورت ہے۔ خواہشوں کو دبا کر رکھنا بھی صبر چاہتا ہے۔ غرض صبر ہر حالت میں درکار ہوتا ہے اور دیکھا جائے تو یہ ایک طرح سے ہر نیک صفت کی جڑ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو روح اور بدن دو چیزیں عطا فرمائی ہیں اور یہ دونوں بڑی نعمتیں ہیں۔ رُوح کا کام علم حاصل کرنا، ارادہ کرنا اور بدن سے کام لینا ہے۔ اور بدن کا کام یہ ہے کہ رُوح کے ارادہ کے مطابق حرکت کرے۔ نماز ان رُوحانی اور جسمانی نعمتوں کے شکر کا ذریعہ ہے۔ علم کا شکریہ ہے کہ اللہ کو پہچانے۔ سیدھا کھڑا ہو کر اس کو یاد کرے یہ کھڑے ہونے کی نعمت کا شکر ہے۔ پھر جُھک جائے اور اسی حالت میں اللہ کو یاد کرے کہ اس نے جھکنے کے قابل بنایا۔ پھر سجدہ میں جائے اور اللہ کو یاد کرے کہ اس کی نعمت کی بدولت ہاتھ کہنیوں سے، ٹانگیں گھٹنوں سے، ہاتھ پاؤں پہنچوں اور ٹخنوں پر سے مُڑ سکتے ہیں۔ اور یہ بڑی نعمت ہے ورنہ اگر جوڑ اکڑ کر رہ جائے۔ تو چھٹی کا دُودھ یاد آجائے۔ اس کے بعد پھر بیٹھ جائے اور سوچے کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ سلام کے وقت گردن مُڑنے کی نعمت یاد کرے اور شکر کرے۔ غرض بدن کی ہر حالت ارادہ کے ساتھ اختیار کر کے زبان سے اللہ کا شکر ادا کرے۔ اسی کا نام نماز ہے۔

الخٰشِعِيْنَ: (اپنے آپ کو اللہ کی مدد کے بغیر عاجز اور ضعیف سمجھنے والے) یہ لفظ خشوع سے بنا ہے۔ جس کے معنی عاجزی ظاہر کرنے کے ہیں۔ اور یہ دل کی سب سے بڑی عبادت ہے۔ کہ اللہ کے سامنے ہر حالت میں کھڑے ہوئے جھکے ہوئے سجدہ میں بیٹھے ہوئے اپنے عجز کا اظہار کرے۔ کیونکہ سجدہ کی حالت میں تمام اعضاء مڑ جاتے ہیں۔ جو دُنیا میں بدن کی صحت اور کام کے قابل ہونے کی علامت ہے۔ اس لئے سجدہ اظہارِ شکر کے لئے اور اپنی عاجزی کا تصور کرنے کے لئے بہترین صورت ہے۔ اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ اگر بدن مُڑ نہ سکے تو انسان بالکل بیکار اور اپاہج ہے۔ اس سے ان لوگوں کو سبق سیکھنا چاہیئے۔ جو نماز کو فضول سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

آخرت کا تصوّر

الَّذِيْنَ - يَظُنُّوْنَ - اَنَّهُمْ - مُّلٰقُوْا - رَبِّهِمْ

وہ جو خیال کرتے ہیں کہ وہ روبرو ملنے والے ان کا رب

وَ - اَنَّهُمْ - اِلَيْهِ - رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور کہ وہ اس کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ

وہ جن کو خیال ہے کہ وہ اپنے رب کے روبرو ہونے والے ہیں

وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

يَظُنُّوْنَ: (وہ خیال کرتے ہیں) یہ لفظ ظن سے بنا ہے جس کے لغوی معنی شک اور یقین دونوں آتے ہیں۔ چنانچہ عربی ادب میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔ جہاں ظن کے معنی شک کے علاوہ یقین کے بھی لئے گئے ہیں۔

اس آیت میں خَاشِعِيْنَ (عاجزی کرنے والوں) کی علامات بتائی گئی ہیں جن کا ذکر آیت کے ابتدائی حصّہ میں گذرا ہے۔ نیز یہاں اس صفت کو حاصل کرنے کے طریقہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو ایمان کا ایک خاص درجہ ہے۔ اگر کسی میں خشوع (عاجزی) نہ ہو تو وہ خیال کرے کہ ہر حرکت اور سکون اور عمل میں اُسے اپنے رب سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس کی مدد کے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اُس کا رب ہر وقت اس کے ساتھ ہے۔ وہ اس کی حرکات کو دیکھتا، آواز کو سُنتا اور اس کی ہر حالت کا علم رکھتا ہے۔ یہ خیال جُوں جُوں پختہ ہوتا جائے گا اس کے ساتھ ایمان بڑھتا جائے گا۔ آخر کار نماز اور عبادت اس کے لئے آسان ہو جائے گی اور صبر کی صفت ظاہر ہونی شروع ہو جائے گی۔

خود نیک بننے اور دُوسروں کی ہدایت کرنے کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ دُوسری چیز جس سے نماز اور عبادت آسان ہو جاتی ہے۔ وہ آخرت کا یقین ہے۔ جہاں آدمی کے اعمال کے مُطابق ثواب یا عذاب ملے گا۔ اس خیال کے پختہ ہونے سے اللہ کے غضب کا ڈر اور اس کی رحمت کی امید کی دو صفتیں پیدا ہوں گی۔ اور ایمان پختہ ہو گا۔ جس کا نتیجہ لازمی طور پر خشوع (عاجزی) ہو گا اور خشوع کی بدولت نماز پڑھنا آسان ہو جائے گا۔ اور صبر جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے حاصل ہو گا۔

یہ چھوٹا سا رکوع دین کی اصلی باتوں کا نچوڑ ہے۔ کس خوبصورتی سے بنی اسرائیل کو دین اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کے ماننے والوں کو اصُولِ اسلام کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اسلام نے ایسے ہی ارشادات کی بدولت یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کے اصُول فطری اصُول ہیں۔ ان کے خلاف جانے والے انسانیت کے خلاف جا رہے ہیں۔ اسلام دین کی قدیم شکل کو جو یہودیت، عیسائیت اور دُنیا کے دُوسرے مذہبوں میں مشترک ہے۔ تمام خرابیوں سے صاف کرنے کے لئے آیا ہے۔ بنی اسرائیل دیندار اور عالم ہونے کے مدّعی ہیں۔ اس لئے ان کا فرض ہے کہ اسلام کو پہچانیں اور سمجھیں کہ یہ تو اُسی دین کی آخری شکل ہے جو تورات۔ انجیل اور تمام دُنیا کی آسمانی کتابوں میں موجود تھا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کی فضیلت

يٰبَنِيٓ - اِسْرَآءِيْلَ - اذْكُرُوْا - نِعْمَتِيَ
اے اولاد اسرائیل یاد کرو میرے احسان
يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ

اے بنی اسرائیل میرے وہ احسان یاد کرو

الَّتِيٓ - اَنْعَمْتُ - عَلَيْكُمْ - وَ - اَنِّيْ
جو میں نے کئے تم پر اور میں نے
الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ

جو میں نے تم پر کئے۔ اور یہ کہ میں نے

فَضَّلْتُكُمْ - عَلَى - الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾
تمہیں بڑائی دی پر تمام عالم۔
فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾

تمہیں تمام عالم پر بڑائی دی۔

فَضَّلْتُكُمْ: (تمہیں بڑائی دی) یہ لفظ فضل سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں بڑائی۔ تمام عالم پر فضیلت دینے کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل تمام فرقوں سے افضل رہے اور کوئی اُن کا ہم پلّہ نہ تھا۔ البتہ جب انہوں نے حق کو چھوڑ دیا۔ شریعت کو بھلا دیا۔ اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا تو وُہ فضیلت بالکل جاتی رہی اور انہیں مغضوب علیھم اہل ضلال کہا گیا اور امّتِ مسلمہ کو خیر امۃ کا لقب ملا۔

الْعَالَمِيْنَ: (تمام جہان) اِس کا واحد عَالَمٌ ہے۔ یہاں العالمین (تمام جہانوں) سے مُراد دُنیا کی جملہ اقوام ہیں۔

ایک وقت تھا کہ بنی اسرائیل کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی گئی تھی۔ جب دُنیا کی تمام قومیں گمراہی اور تاریکی میں پڑی بھٹک رہی تھیں۔ شرک و بُت پرستی میں مبتلا تھیں۔ بدعتوں اور بدعنوانیوں میں مست تھیں۔ تو صرف بنی اسرائیل ہی ایک ایسی قوم تھی جس کے پاس توحید کا تصوّر تھا اور آسمانی ہدایت نامہ ان کو میسّر تھا۔ اس سے بڑھ کر اور فضیلت کیا ہو سکتی ہے۔

رفتہ رفتہ یہ لوگ اپنی کمزوریوں اور بدعنوانیوں کے باعث راہِ راست سے بھٹک گئے اور آسمانی ہدایت کو پسِ پشت ڈال دیا۔ اس لئے اب انہیں اللہ اس چیز کی تلقین کرتا ہے۔ کہ تم اپنے اسی دین کو اصلاح شدہ شکل میں قبول کر لو۔ اور راہِ راست حاصل کرو۔ تقویٰ اور ایمان کا حصُول صبر اور عبادات کے ذریعہ دُشوار تھا۔ اس لئے اس کا سہل اور آسان طریقہ بتا دیا اور وُہ ہے شکر اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اپنے احسانات و انعامات جو اُن پر وقتاً فوقتاً کئے۔ یاد دلاتا ہے اور ان کی بدکرداریاں بھی ظاہر کرتا ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ وُہ اپنے محسن اور منعم کے ساتھ محبّت کرنے لگتا ہے اسی لئے اللہ انہیں صحیح راہ کی تلقین کرنے کے ساتھ اپنے احسانات جتاتا ہے۔

بنی اسرائیل کا فضیلت کے اس قدر اُونچے مقام سے گِر کر غضبِ الٰہی کے گڑھے میں گِر جانا اہلِ عالم کے لئے عبرت کا نشان ہے۔ ان کی اس حالت سے نصیحت پکڑنی چاہیئے اور ان اعمال سے گریز کرنا چاہیئے جو اس قوم کی تباہی و بربادی کا سبب بنے۔

Marfat.com

قیامت کے دِن کیا کام آئے گا؟

وَ۔ اتَّقُوْا۔ یَوْمًا۔ لَّا۔ تَجْزِیْ۔ نَفْسٌ
اور ڈرو دن نہ کام آئے کوئی شخص

وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ
اور اس دِن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی کے

عَنْ۔ نَّفْسٍ۔ شَیْئًا۔ وَّ۔ لَا۔ یُقْبَلُ
کسی سے شخص کچھ اور نہ قبول ہو

عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّ لَا یُقْبَلُ
کچھ کام نہ آئے گا۔ اور نہ اس کی طرف سے کوئی سفارش

مِنْهَا شَفَاعَةٌ۔ وَّ۔ لَا۔ یُؤْخَذُ۔ مِنْهَا
اس کی طرف سے شفارش اور نہ لیا جائے اس کی طرف سے

مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا
قبول ہوگی اور نہ اس کی طرف سے

عَدْلٌ۔ وَّ۔ لَا۔ هُمْ۔ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾
بدلہ اور نہ وہ ان کی مدد ہوگی۔

عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾
بدلہ لیا جائے گا اور نہ اُن کو مدد ملے گی۔

یَوْمٌ: (دن) یہاں دن سے مُراد یوم قیامت ہے۔ دنیاوی لذتوں کو چھوڑنے اور نیک کام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دین میں جزا سزا کا یا آخرت کا عقیدہ موجود ہو۔ تاکہ لوگ اس دِن کے خیال سے بُرے کام چھوڑ دیں اور انعام کی امید پاکر نیک کام کریں۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ یہودیوں کے دِلوں سے قیامت کا یقین اُٹھ چکا تھا۔ اس لئے انہیں یوم آخر کی تنبیہ کی جاتی ہے۔

عَدْلٌ: (بدلہ) عدل کے معنی ہیں برابری۔ اگر کسی چیز کا معاوضہ یا فدیہ دیا جائے۔ تو وُہ اصل کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے بدلہ کے لئے عدل کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کے معنی انصاف کے بھی اسی لئے لئے جاتے ہیں کہ دُونوں فریقوں میں انصاف کرنے سے برابری ہو جاتی ہے۔

یہودیوں کا خیال تھا کہ ہم کیسے ہی گناہ کریں۔ ہم پر عذاب نہ ہوگا۔ ہمارے باپ دادا پیغمبر تھے۔ وُہ ہمیں بخشوالیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے۔ مجرم کو اپنے گناہ کی سزا بھگتنی ہی پڑے گی۔

عام طور پر مجرم کو چھڑا لینے کی چار صورتیں ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ کوئی دُوسرا شخص مجرم کا جُرم اپنے سر لے لے۔ دوم یہ کہ اس کی سفارش کرکے چھڑا لے۔ سوم یہ کہ کوئی فدیہ وغیرہ دے کر بری کرا لے اور چہارم یہ کہ زبردستی چھڑا لے۔ ان چاروں صورتوں میں کوئی صورت بھی ایسی نہیں جو قیامت کے روز گنہگار کے کام آسکے گی۔

قیامت کے روز ہر شخص کو اپنی فکر ہوگی۔ اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی شخص کسی دُوسرے کی سفارش نہ کرسکے گا۔ اللہ کو مال و دولت کی ضرورت نہیں کہ وُہ فدیہ قبول کرے اور آسمان و زمین کے اندر کوئی ایسی طاقت نہیں جو اللہ کو عاجز کرسکے اور مجرم کو اللہ کے ہاں سے زبردستی چھڑا لے۔

یہ باتیں بتا کر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے عقیدہ کو باطل قرار دیا اور انہیں یہ تلقین کی۔ کہ وُہ قیامت کا خوف کرکے راہ راست کی طرف آجائیں۔

Marfat.com

بنی اسرائیل پر مصائب

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
اور جب ہم نے تمہیں رہائی دی سے آل فرعون

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے رہائی دی

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ
تم پر کرتے تھے برا عذاب ذبح کرتے تھے

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ
جو تم پر بڑا عذاب کرتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے

اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ
تمہارے بیٹے اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتیں اور میں

اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ
اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے اور اس میں

ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾
اس تمہارے آزمائش سے تمہارا رب بڑائی۔

ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾
تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

آلِ فِرْعَوْنَ، (آل: اولاد۔ والے۔ فرعون، بادشاہِ مصر کا لقب تھا) آل اولاد کو کہتے ہیں اور اس سے مراد ہم مذہب اور تابع لوگوں کو بھی لیا جاتا ہے۔ فِرْعَوْنَ، عام طور پر لوگ مصر کے ایک بادشاہ کا نام سمجھتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ کسی ایک شخص کا نام نہیں بلکہ مصر کے تمام بادشاہوں کا لقب تھا۔ جیسے چین کے بادشاہ کو خاقان اور رُوم کے بادشاہ کو قیصر کہتے تھے۔

حضرت یوسفؑ نے بنی اسرائیل کو مصر میں لاکر آباد کیا تھا۔ انہیں یہاں رہتے صدیاں گذر گئیں۔ اور اُن کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ مصر کے بادشاہوں نے انہیں غلام بنا لیا اور اُن سے نہایت ذلیل اور نارواسلوک روا رکھا۔

ایک مرتبہ مصر کے بادشاہ نے ایک خواب دیکھا۔ صبح کو تمام کاہنوں کو جمع کرکے اُن سے اس کی تعبیر پوچھی۔ کہ میں نے بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آتے دیکھی ہے۔ جس نے تمام مصر کو گھیر لیا ہے۔ اور چن چن کر ایک ایک قبطی کو جلا دیا ہے یہ سُن کر کاہنوں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو آپ کی ہلاکت اور سلطنت کے زوال کا سبب بنے گا۔

فرعون نے مُلک کی تمام دائیوں کو جمع کرکے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو۔ فوراً قتل کر دیا جائے۔ البتہ لڑکی کو زندہ چھوڑ دیا جائے۔ اس حکم کے مطابق بنی اسرائیل کے ہزاروں بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیئے گئے۔ مصر کے سرداروں کو خیال پیدا ہوا۔ اگر بنی اسرائیل یونہی قتل ہوتے رہے تو ہماری خدمت کون کیا کرے گا۔

یہ سُن کر فرعون نے حکم جاری کیا۔ کہ ایک سال قتل جاری رہے اور دُوسرے سال بند رہے۔ جس سال یہ قتل بند تھا۔ اس سال حضرت ہارون علیہ السّلام پیدا ہوئے اور جس سال قتل جاری تھا۔ اس سال حضرت موسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حسنِ تدبیر سے انہیں قتل ہونے سے بچا لیا۔

اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ فرعون کی قوم نے بنی اسرائیل کو سخت مُصیبت اور مشقّت میں ڈال رکھا تھا۔ ان تمام مصائب سے آخر کار اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ذریعہ نجات دی۔

Marfat.com

فرعون کی غرقابی

وَ- اِذْ- فَرَقْنَا- بِكُمُ- الْبَحْرَ- فَاَنْجَيْنٰكُمْ

اور جب ہم نے پھاڑ دیا تمہاری وجہ سے دریا پھر ہم نے تمہیں بچا لیا

وَ- اَغْرَقْنَآ- اٰلَ- فِرْعَوْنَ- وَ- اَنْتُمْ

اور ڈبو دیا ہم نے والے فرعون اور تم

تَنْظُرُوْنَ ۝۵۰

دیکھ رہے تھے۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ

اور جب ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھاڑ دیا اور ہم نے تمہیں بچا دیا۔

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ

اور فرعون والوں کو ڈبو دیا اور تم

تَنْظُرُوْنَ ۝۵۰

دیکھ رہے تھے۔

اَلْبَحْرَ (سمندر) یہاں البحر سے مُراد بحیرۂ قلزم ہے جسے بحرِ احمر بھی کہتے ہیں۔ مصر اس کے ذریعہ سینا اور شام سے ملتا ہے۔ بنی اسرائیل نے اس کو عبور کر کے جزیرہ نمائے سینا میں قدم رکھا تھا اور فرعون اور اہلِ مصر کی غلامی سے نجات حاصل کی تھی۔

فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ: (تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا) اس جملہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب بنی اسرائیل بحیرۂ قلزم کو عبور کرنے لگے۔ تو سمندر میں اُن کے لئے راستہ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ہاتھوں معجزہ کے طور پر اسے عبور کرنے کے لئے زمین خشک ہوگئی۔ مؤرخین کے خیال کے مطابق یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے تقریباً ۱۴۴۷ برس قبل کا ہے۔

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ: (تم دیکھ رہے تھے) بنی اسرائیل کو بتایا جاتا ہے۔ کہ تم نے اپنے اس قدر بڑے ظالم، جابر دشمن کو انتہائی ذلّت اور رسوائی کی موت مرنے کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

بنی اسرائیل مصر کے ظالم بادشاہوں کی سختیاں کئی سال تک سہتے رہے۔ آخر کار انہوں نے ارادہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی رہنمائی میں مصر کو چھوڑ کر اپنے آبائی وطن شام اور فلسطین کو چل دیں۔ چونکہ مصری حکومت انہیں اس بات کی اجازت دینے پر رضامند نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے سفر رات کو اختیار کیا۔ اندھیری رات، گھروں کو چھوڑنے کا غم، مصری حکومت کے پیچھا کرنے کا خوف۔ ان سب باتوں نے انہیں ہراساں کر رکھا تھا۔ پریشانی کی حالت میں راستہ بھول گئے۔

ادھر فرعون کو خبر ہوگئی وہ اپنے لشکر کو ساتھ لے کر وہاں آپہنچا۔ اب بنی اسرائیل بالکل بے بس اور بے یار و مددگار تھے سامنے مشرق کی طرف سمندر تھا اور پیچھے عقب میں بھرا ہُوا مصری لشکر۔ بنی اسرائیل اپنے آپ کو اس طرح گھرا ہُوا پا کر سخت پریشان ہو گئے۔ اسی وقت حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے سمندر میں لاٹھی ماری۔ سمندر پھٹ گیا اور خشک زمین نکل آئی۔ اسرائیلیوں کا قافلہ پار نکل گیا۔ اتنے میں فرعونی لشکر بھی آپہنچا۔ اور خشک راستہ پا کر اس میں اُتر پڑا۔ لیکن ابھی درمیان ہی میں تھا کہ پانی آپس میں مل گیا اور فرعون اپنے لشکر سمیت اس کے بیچوں بیچ غرق ہو گیا۔ بنی اسرائیل نے اپنے دشمن کا اس بے بسی میں غرق ہونے کا تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آیت میں اسی قصّہ کی طرف اشارہ ہے۔

Marfat.com

بچھڑے کی پوجا

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ
اور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ چالیس

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ
اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ

لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ
رات پھر تم نے بنالیا بچھڑا سے

لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ
کیا پھر تم نے موسیٰ کے بعد بچھڑا بنا لیا

بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾
اس کے بعد اور تم ظالم (جمع)۔

بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾
اور تم ظالم تھے۔

مُوْسٰیؑ:۔ آپ بہت بڑے جلیل القدر نبی تھے۔ اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ عبرانی لفظ ہے۔ بعض محققین نے مصری لفظ بیان کیا ہے۔ جس کے معنیٰ بچہ یا بیٹا ہیں۔ آپ کے والد کا نام عمران تھا۔ آپ کی بہن مریم اور بھائی ہارون تھے۔ اور یہ دونوں آپ سے بڑے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پندرہ سو یا تیرہ سو سال قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے آپ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور اس کی قوم کے وُہ حالات بیان فرمائے ہیں جو بحیرۂ قلزم سے پار اُتر کر انہیں پیش آئے جب حضرت موسیٰؑ سمندر پار کر کے کوہِ طور کے پاس پہنچے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ چالیس دن کوہِ طور پر عبادت کریں۔ حضرت موسیٰؑ اس حکم کی تعمیل میں کوہِ طور پر عبادت کے لئے چلے گئے۔ اور اپنے بھائی ہارونؑ کو اپنی غیر حاضری میں قوم کی دیکھ بھال کے لئے مقرر کر گئے۔

ان کے جانے کے بعد بنی اسرائیل میں آزادی اور خودسری پیدا ہو گئی۔ وُہ حضرت ہارونؑ کے ہوتے ہوئے بھی خدا پرستی کی طرف مائل نہ ہوئے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مصر والوں کی بُت پرستی ابھی تک انہیں نہیں بھولی تھی۔ اُن کی اس سادہ لوحی اور کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک شعبدہ باز سامری نے سونے کا ایک بچھڑا بنایا۔ جب ہوا چلتی تو اس بچھڑے کے مُنہ سے کچھ آواز نکلتی اگرچہ وُہ آواز بے معنیٰ تھی۔ لیکن ان لوگوں کے لئے اچنبھے کی بات ضرور تھی۔ حالانکہ معمولی قسم کے کھلونے کے جانوروں سے بچے آوازیں نکال لیتے ہیں۔ صرف چند لوگوں کے سوا تمام اسرائیلی اس بچھڑے کی پرستش کرنے لگے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا۔ لیکن وُہ خدا پرستی کی طرف مائل نہ ہوئے۔ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تیس چالیس دن کی عدم موجودگی میں بھی وُہ حق پر قائم نہ رہ سکے۔ اور خدا کو چھوڑ کر بے جان اور بے حقیقت بچھڑے کی پوجا میں لگ گئے۔ اُن کی یہ بہت بڑی کمزوری تھی۔ اور آج تک بعض قومیں اس غلطی میں مبتلا ہیں۔

Marfat.com

مُعافی کا اِعلان

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ
پھر معاف کیا ہم نے تمہیں سے بعد یہ

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ
پھر ہم نے تمہیں اس پہ بھی معاف کر دیا۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۳﴾
تاکہ تم احسان مانو۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۳﴾
تاکہ تم احسان مانو۔

تَشْكُرُوْنَ: (احسان مانو) یہ لفظ شکر سے بنا ہے جس کے معنی احسان ماننا اور قدر پہچاننا ہیں۔ اسلام میں شکر سے مُراد یہ ہوتی ہے۔ کہ انسان اللہ کی نعمت کی قدر پہچانے۔ اس کی بخششوں اور نعمتوں کا صحیح اور درست استعمال کرے۔ ناشکری اور ناقدری نہ کرے۔

اس سے پہلی آیت میں گذر چکا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اللہ کے حکم کی تعمیل میں کوہ طور پر تشریف لے گئے، تاکہ وہاں اللہ کی عبادت کریں اور اُس کے ہاں سے اپنی قوم کے لئے ہدایت نامہ لائیں۔ وہاں تیس دِن گذارنے کے بعد آپ کو دس دِن اور ٹھیرنے کا حکم مِلا اور واپس آنے میں تاخیر ہوگئی۔

آپ کی غیر حاضری میں سامری نے جو ایک چالاک شعبدہ باز تھا۔ ایک بچھڑا بنا کر کھڑا کیا جس کے مُنہ سے آواز نکلتی تھی۔ اس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود یہی بچھڑا ہے۔ اس لئے تم اس کی عبادت کرو۔ بس پھر کیا تھا۔ سوائے چند لوگوں کے ساری قوم اس کے آگے جُھک گئی اور نہایت انکسار سے اس کی عبادت میں مشغول ہوگئی۔

حضرت موسیٰؑ واپس تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ بنی اسرائیل گمراہ ہو چکے ہیں۔ انہوں نے غصّہ میں احکام کی وُہ تختیاں جو وُہ ساتھ لائے تھے۔ پھینک دیں اور اپنے بھائی حضرت ہارون پر سخت ناراض ہُوئے اور ان سے باز پرس کی۔ حضرت ہارونؑ نے سارا قصّہ بیان کر دیا اور اپنی بے چارگی بھی بتا دی۔

آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم آیا۔ کہ اس بچھڑے کو دریا میں پھینک دو اور ایک دُوسرے کو قتل کرو کیونکہ صرف اسی صورت میں تمہاری توبہ قبول کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ایک دن میں دو ہزار آدمی مارے گئے۔ آخر کار حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔ تو معافی کا حکم آیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا محض لطف و کرم ہے کہ انسان خطائیں کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان سے چشم پوشی کرتا ہے۔ انسان جونہی اس کے سامنے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتا ہے اور آئندہ بُرائی سے باز رہنے کا اقرار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ اگر انسان اس پر بھی احسان نہ مانے تو یہ حد درجہ ناقدری اور ناشکر گذاری ہوگی۔ یہ جُرم ناقابلِ معافی ہوگا۔

Marfat.com

کتاب اور فرقان

وَ۔اِذْ۔اٰتَیْنَا۔ مُوْسَی۔الْکِتٰبَ۔وَ
اور جب ہم نے دی موسیٰ کتاب اور
الْفُرْقَانَ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾
جُدا جُدا کرنیوالے احکام تاکہ تم سیدھی راہ پاؤ

وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَ
اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور (حق کو ناحق سے) جدا جدا کرنے
الْفُرْقَانَ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾
والے احکام دیئے۔ تاکہ تم سیدھی راہ پاؤ۔

اَلْفُرْقَانَ: (جُدا کرنے والے احکام) یہ لفظ فرق سے نکلا ہے۔ لفظ تفریق بھی اسی سے بنا ہے۔ فرقان کے بارہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں (۱) وُہ معجزات جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو عطا ہوئے۔ (۲) وُہ غلبہ اور فتح جو فرعونی لشکر کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کو حاصل ہُوئی۔ (۳) یہودی اس سے وُہ مسائل بھی مُراد لیتے ہیں جن کی تعلیم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو توراۃ کے علاوہ زبانی طور پر حاصل ہُوئی تھی۔ (۴) الفرقان قرآن مجید کا بھی نام ہے۔ اور اس کے علاوہ دُوسری آسمانی کتابوں کو بھی فرقان کہا گیا ہے۔ چونکہ ان سے حق و باطل کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔

یہاں الفرقان سے مُراد وُہ احکام ہیں۔ جن کے ذریعہ حق و باطل، سچ اور جھُوٹ اور نیک و بد جُدا جُدا ہو جائیں۔ اور شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

جب بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہو گئی۔ تو حضرت موسیٰؑ دوبارہ کوہ طور پر گئے اور بہت سے احکام لائے۔ جو تختیوں پر لکھے ہُوئے تھے۔ انہی احکام کا مجموعہ توراۃ کہلاتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اپنے مزید احسانات یاد دِلا رہا ہے۔ وُہ فرماتا ہے کہ تم نے ہمارے حکم کی خلاف ورزی کی۔ اور بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا۔ لیکن ہم نے اپنی رحمت سے تمہیں معاف کر دیا۔ پھر حضرت موسیٰؑ کو ایسی کتاب دی۔ جو تمہارے لئے زندگی بسر کرنے کا مکمل قانون اور ہدایت نامہ تھی۔ اس کے ذریعہ سے حق و باطل، حلال و حرام اور نیک و بد کی تمیز ہوتی تھی۔

اس سبق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حق و باطل کی میزان انسان کے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے ہدایت صرف اسی سے مِل سکتی ہے۔ اور کامیاب وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتے ہیں۔ اور حق و باطل کی میزان سے کام لیتے ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم بھی کتاب و سُنّت کی روشنی میں اپنا ہر قول و فعل درست کر لیں۔ حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیّت پیدا کریں اور نیک و بد کو یکساں نہ سمجھیں۔ حلال و حرام کی تمیز کو ہر وقت پیشِ نظر رکھیں۔

Marfat.com

شرک کی سزا

وَ-اِذْ-قَالَ-مُوْسٰی-لِقَوْمِهٖ-یٰقَوْمِ
اور جب کہا موسیٰ اپنی قوم سے اے قوم

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ
جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا اے قوم

اِنَّكُمْ-ظَلَمْتُمْ-اَنْفُسَكُمْ-بِاتِّخَاذِكُمُ-الْعِجْلَ
تم نے نقصان کیا اپنا تم نے بنایا بچھڑا

اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ
تم نے یہ بچھڑا بنا کر اپنا نقصان کیا

فَتُوْبُوْٓا-اِلٰی-بَارِئِكُمْ-فَاقْتُلُوْٓا-اَنْفُسَكُمْ
توبہ کرو طرف تمہارا پیدا کرنے والا اور مار ڈالو تمہاری جانیں

فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ
سو اب اپنے پیدا کرنیوالے کے آگے توبہ کرو اپنے تئیں ہلاک کرو

ذٰلِكُمْ-خَیْرٌ-لَّكُمْ-عِنْدَ-بَارِئِكُمْ-فَتَابَ
یہ بہتر تمہارے لئے نزدیک تمہارا خالق پس توبہ قبول کی

ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ
تمہارے خالق کے نزدیک یہ تمہارے لئے بہتر ہے پس اس نے تمہاری

عَلَیْكُمْ-اِنَّهٗ-هُوَ-التَّوَّابُ-الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾
تم پر بے شک وہ وہ معاف کرنیوالا مہربان۔

عَلَیْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾
توبہ قبول کی۔ بیشک وُہ ہی معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

لِقَوْمِهٖ: (اپنی قوم سے) یہاں قوم سے مُراد خاص طور پر وُہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے بچھڑے کو معبود سمجھ کر اُس کو سجدہ کیا۔

ظَلَمْتُمْ: (تم نے نقصان کیا) یعنی توحید چھوڑ کر پھر شرک میں مبتلا ہو گئے۔ اس سے بڑھ کر اپنے اوپر اپنا اور کیا نقصان ہو سکتا ہے۔

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ: (اپنی جانوں کو مار ڈالو) یعنی جن لوگوں نے بچھڑے کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ وُہ سجدہ کرنے والوں کو قتل کریں۔ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے تین گروہ تھے۔ ایک وُہ جس نے بچھڑے کو سجدہ نہ کیا اور دُوسروں کو بھی سجدہ کرنے سے روکا۔ یہ نیک بندے تھے۔ دُوسرا وُہ گروہ جس نے سجدہ کیا۔ تیسری وُہ جماعت جس نے سجدہ تو نہ کیا۔ لیکن دُوسروں کو روکا بھی نہیں۔ اس لئے حکم ہُوا کہ نیک بندے سجدہ کرنے والوں کو قتل کر دیں۔ دراصل یہ دونوں گروہ سزا کے مستحق بھی تھے

خَیْرٌ لَّكُمْ: (تمہارے لئے بہتر ہے) اس سے مُراد یہ ہے کہ جب تم ایک دُوسرے کو قتل کرو گے۔ تو گناہ کی گندگی سے پاک ہو جاؤ گے اور مغفرت اور نجات پاؤ گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو بتاتا ہے کہ تم نبی کی غیر موجودگی میں حق پر قائم نہ رہ سکے۔ شرک اور بُت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔ اس حرکت سے تم نے اپنا بہت نقصان کیا اب اس کی سزا یہ ہے کہ تم ایک دُوسرے کو قتل کرو۔ جب بنی اسرائیل نے حکم مانا تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور واقعی انسان کی دُنیا اور آخرت کی کامیابی اسی میں ہے کہ وُہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو مان لے۔ خواہ اسے حکمت اور مصلحت معلوم ہو یا نہ ہو۔ اور اگر بھول چوک سے یا انجان پنے میں غلطی ہو جائے۔ تو اس کے اعتراف و اقرار اور اصلاح کے لئے ہر دم تیار رہے۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کی ایک اور گستاخی

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہرگز نہیں ہم مانیں گے تیرا جب تک ہم دیکھ لیں اللہ کھلم کھلا پھر تمہیں آلیا بجلی اور تم دیکھ رہے تھے۔

اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تجھے نہ مانیں گے جب تک کہ اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں پھر تمہیں بجلی نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

نَرَی: (ہم دیکھ لیں) حضرت موسیٰؑ ستر آدمیوں کو چن کر کوہ طور پر کلام الٰہی سننے کی غرض سے لے گئے تھے۔ جب انہوں نے کلام الٰہی سنا۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰؑ! پردے میں سننے کا ہم اعتبار نہیں کرتے آنکھوں سے دکھاؤ۔

اَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ: (تمہیں بجلی نے آلیا) بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی بات کو جھٹلا رہے تھے اور مطالبہ کر رہے تھے کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھیں گے۔ اس لئے انہیں یہ سزا دی گئی کہ ان پر بجلی آپڑی جس سے ان کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ اور اُن کی دیکھنے کی صلاحیت بھی ختم ہو گئی۔

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر ہدایت نامہ لینے کے لئے گئے۔ تو قوم نے اُن کی عدم موجودگی میں ایک بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور شرک میں مبتلا ہو گئے۔ جب آپ واپس آئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قتل کی سزا کا اعلان کیا۔ اب انہوں نے اس کے مطابق ایک دُوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ تب ان کی توبہ قبول ہوئی۔

پھر قوم کے ستر بڑے بوڑھوں نے مطالبہ کیا کہ ہم بھی تیرے ساتھ کوہ طور پر اللہ کا کلام سننے کے لئے جائیں گے حضرت موسیٰؑ انہیں ساتھ لے گئے۔ انہیں پہاڑ کے دامن میں کھڑا کر کے خود آگے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مخاطب ہُوا۔ آپ نے واپس آکر انہیں بتایا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنی ان آنکھوں سے اللہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

اُن کی اس ضد اور کھلم کھلا انکار پر انہیں سزا دی گئی اور آسمان سے ان پر بجلی گری اور وُہ مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتنے بڑے معجزے دیکھنے اور اللہ کی عنایات پانے کے بعد بھی بنی اسرائیل کی پُرانی عادت نہ گئی۔ وُہ معبودِ حقیقی کو مادی آنکھوں سے دیکھنے کے خواہش مند تھے۔ اسی لئے انہیں یہ سزا دی گئی۔

Marfat.com

موت کے بعد زندگی

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ
پھر ہم نے تمہیں اٹھایا سے بعد تمہاری موت

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾
تاکہ تم احسان مانو۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ
پھر ہم نے تمہیں تمہاری موت کے بعد اٹھا کھڑا کیا

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾
تاکہ تم احسان مانو۔

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ایک ایک کرکے اپنے احسانات یاد دلا رہا ہے۔ تاکہ وہ اُن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بُرے کاموں کو چھوڑ دیں اور سیدھی راہ پر لوٹ آئیں۔

اس آیت میں سابقہ واقعہ مسلسل بیان ہو رہا ہے۔ جب بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہا۔ کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری اور مادی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ تو ان کی اس گستاخی کی وجہ سے ان پر بجلی گری اور وہ سب مر گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے جب یہ دیکھا۔ تو عرض کیا اے پروردگار میں ان لوگوں کو بنی اسرائیل کے سامنے گواہی دینے کے لئے لایا تھا۔ اب یہ مر گئے۔ قوم کو کیا جواب دوں گا اور اُن کے سامنے کیا دلیل پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ تم میرے اس احسان کو یاد کرو۔ کہ میں نے تمہیں موت کے بعد دوبارہ زندگی بخشی اور اس کا شکر ادا کرو۔ شکر ادا کرنے کی صرف یہی صُورت ہے۔ کہ بے دینی اور گمراہی چھوڑ کر اللہ کا حکم بجا لاؤ۔

اس واقعہ سے پتا چلتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں گستاخی اور اس ذاتِ پاک سے بے جا مُطالبہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اس کی سخت سزا ہے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے بے حجابانہ دیکھنے کی آرزو کی۔ حالانکہ بشر کے حوصلہ سے یہ بہت بلند بات تھی۔ اس گستاخی کی اُن کو سزا ملی۔

ہمیں بھی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول حضرت محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو شک و شبہ کے بغیر بلا چون وچرا مان لیا کریں۔ اس میں خواہ مخواہ کی نکتہ چینی، دلیل بازی اور موشگافی پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ اس طرح انسان کے اندر کٹ حجتی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور جو لوگ کٹ حجتی کے عادی ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ عمل سے جی چُراتے ہیں۔ وہ صرف باتوں کے دہنی ہوتے ہیں۔

Marfat.com

من و سلویٰ

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا　　وَ ظَلَّلْنَا - عَلَيْكُمُ - الْغَمَامَ - وَ - أَنْزَلْنَا

اور ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا اور تم پر اتارا　　اور ہم نے سایہ کیا تم پر ابر اور ہم نے اتارا

عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ　　عَلَيْكُمُ - الْمَنَّ - وَ - السَّلْوٰى ؕ - كُلُوْا - مِنْ

من اور سلویٰ کھاؤ　　تم پر من اور سلویٰ کھاؤ سے

طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا

پاک چیزیں جو ہم نے تمہیں دیں اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾　　طَيِّبٰتِ - مَا - رَزَقْنٰكُمْ ؕ - وَ - مَا - ظَلَمُوْنَا - وَ لٰكِنْ - كَانُوْٓا - أَنْفُسَهُمْ - يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

نہ کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کیا۔　　پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تمہیں دیں اور نہ ہمارا نقصان کیا

اور لیکن انہوں نے کیا اپنا نقصان۔

مَنّ، یہ ایک میٹھی مرطوب چیز تھی۔ جو تلاش اور جستجو کے بعد بنی اسرائیل کو مل جاتی۔ جزیرہ نمائے سینا کی صحرانوردی کی زندگی میں ان پر یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان تھا۔ مَنّ کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ بعض نے اسے ایک خاص قسم کی گوند سے مشابہ قرار دیا ہے۔ بعض نے شہد بیان کیا ہے۔ آج کل مصر میں اس نام کا ایک لذیذ حلوہ تیار کیا جاتا ہے۔ یہ حلوہ آج کل یہودیوں کی بہت مرغوب غذا ہے۔

سَلوٰی، (سلویٰ) بٹیر سے ملتا جلتا یہ ایک پرندہ ہے۔ جو جزیرہ نمائے سینا میں ہوتا ہے۔ یہ بہت اونچا نہیں اُڑتا۔ جلد تھک جاتا ہے۔ اور بڑی آسانی سے شکار ہو جاتا ہے۔ سمندری ہوا انہیں اڑا کر بنی اسرائیل کے پڑاؤ تک لے آتی اور وُہ ان پرندوں کو پکڑ کر شکار کرتے اور مزے دار خوراک بناتے۔

مفسرین کرام نے اس آیت کی تشریح میں کہا ہے۔ کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد چالیس سال تک جزیرہ نمائے سینا کے سنسان صحرا میں پریشان پھرتے رہے۔ سایہ نہ ہونے کی وجہ سے وُہ دھوپ سے گھبرا اٹھے اور حضرت موسیٰؑ سے درخواست کی کہ اس سے نجات کا کوئی وسیلہ تلاش کیا جائے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی جو قبول ہو گئی اور ان کے سروں پر سارا دن ایک بادل سایہ کرنے کے لئے رہنے لگا۔ خوراک کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر نہایت شفقت سے مَنّ اتارنا شروع کیا اور اس کے ساتھ بٹیریں بھیجیں۔ جو ان کے خیموں کے پاس جمع ہو جاتیں اور وہ انہیں نہایت آسانی سے پکڑ کر اپنے استعمال میں لاتے۔ انہیں یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ وُہ ان آسمانی نعمتوں کا ذخیرہ نہ کریں۔ ہر روز ضرورت کے مطابق ہی لیا کریں۔ البتہ جمعہ کے روز دو دن کی خوراک لے لیا کریں۔

ان لوگوں نے اس حکم کی نافرمانی کی اور خوراک جمع کرنی شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ یہ نعمتیں نازل ہونی بند ہو گئیں اس طرح انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کی شہری زندگی

وَ - اِذْ - قُلْنَا - ادْخُلُوْا - هٰذِهِ - الْقَرْيَةَ
اور جب ہم نے کہا داخل ہو یہ شہر

فَكُلُوْا - مِنْهَا - حَيْثُ - شِئْتُمْ - رَغَدًا - وَّ
پھر کھاؤ اس میں جہاں تم چاہو فراغت سے اور

ادْخُلُوا - الْبَابَ - سُجَّدًا - وَّ - قُوْلُوْا
داخل ہو دروازہ سجدہ کرتے ہوئے اور کہو

حِطَّةٌ - نَّغْفِرْ - لَكُمْ - خَطٰيٰكُمْ ؕ - وَ
بخش دے ہم معاف کردیں گے تمہیں تمہارے قصور اور

سَنَزِيْدُ - الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾
عنقریب زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ
اور جب ہم نے کہا اس شہر میں داخل ہو جاؤ

فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ
پھر کھاؤ اس میں جہاں چاہو فراغت سے اور

ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا
دروازہ سے داخل ہو کر سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے جاؤ

حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَ
بخش دے ہم تمہارے قصور معاف کر دیں گے اور

سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾
عنقریب نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔

اَلْقَرْيَةَ: (شہر) مؤرخوں نے کہا ہے کہ یہ بستی فلسطین کا مشہور شہر اریحا تھی۔ اسے اسرائیلیوں نے حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد حضرت یوشعؑ کے زمانہ میں فتح کیا۔

حِطَّةٌ (بخش دے) یہ ایک جملہ کا اختصار ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "اے ہمارے رب ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔ بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ وہ اس جملہ کو اپنی زبانوں سے ادا کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوں۔

مُحْسِنِيْنَ (نیکی کرنے والے) یہ لفظ احسان سے بنا ہے جس کا معنیٰ حسن و سلوک اور نیکی کرنا ہے۔ اردو میں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ احسان جتلانا اور احسان دھرنا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو دریائے (اردن) کے کنارہ تک پہنچا کر کنعان کی تمام زمین دکھائی اور بتایا کہ بنی اسرائیل کو میں یہ ملک دیتا ہوں اور عنقریب تم اس شہر اریحا کو فتح کرو گے جب تم اس میں داخل ہو تو اللہ کی نعمتیں اور طرح طرح کے میوے تمہیں کھانے کو ملیں گے اس لئے ان کا شکریہ یوں ادا کرنا کہ شہر کے دروازوں سے داخل ہوتے وقت گھمنڈ اور غرور نہ کرنا بلکہ سجدہ کرتے ہوئے نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے داخل ہونا ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور نیک بندوں کو اس کے معاوضہ میں اور زیادہ انعام عطا کریں گے۔

بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی پوری پوری تعمیل نہ کی بلکہ نافرمانی شروع کر دی اور اس طرح عذاب کے مستحق ہوئے۔ اس کا مفصل تذکرہ آئندہ آیات میں آئے گا۔

قوموں پر یہ وقت بہت ہی خطرناک ہوا کرتا ہے جب قومیں اللہ تعالیٰ کا انعام پائیں اور شکر گذار نہ ہوں بلکہ شکر گذاری کی جگہ بغاوت اختیار کریں۔ عذاب دیکھیں اور عبرت نہ پکڑیں بلکہ بدمست ہو جائیں ہدایت پائیں اور راہِ راست پر نہ آئیں بلکہ سرکشی پر اتر آئیں

Marfat.com

تحریف کلامِ الٰہی کی سزا

فَبَدَّلَ - الَّذِيْنَ - ظَلَمُوْا - قَوْلًا - غَيْرَ

پھر بدل ڈالا جنہوں نے ظلم کیا بات خلاف

الَّذِيْ - قِيْلَ - لَهُمْ - فَاَنْزَلْنَا - عَلَى - الَّذِيْنَ

وُہ جو کہی گئی اُن سے پھر ہم نے اتارا اوپر وہ لوگ جنہوں نے

ظَلَمُوْا - رِجْزًا - مِّنَ - السَّمَآءِ - بِمَا

ظلم کیا عذاب سے آسمان چونکہ

كَانُوْا - يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

نافرمانی کرتے تھے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ

پھر ظالموں نے اس بات کو اس کے خلاف بدل

الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ

ڈالا جو ان سے کہی گئی تھی۔ پھر ہم نے

ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا

ظالموں پر آسمان سے عذاب اتارا چونکہ وُہ

كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع ۱۲ ۶ ۶

نافرمانی کرتے تھے۔

بَدَّلَ: (بدل ڈالا) یعنی جن الفاظ کو ادا کرنے کی انہیں ہدایت کی گئی تھی۔ انہیں بدل کر انہوں نے دُوسرے الفاظ اختیار کر لئے۔ جن میں معافی کی جگہ ہنسی اور تمسخر کے معنی پوشیدہ تھے۔

رِجْزٌ: (عذاب) سرکش اور باغی انسانوں پر اللہ کا عذاب مختلف صُورتوں میں آتا ہے اور یہ لفظ بھی ہر قسم کے عذاب کے لئے آتا ہے۔ مفسّرین نے کہا ہے کہ جس عذاب کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ وُہ بنی اسرائیل پر طاعون کی شکل میں آیا تھا۔

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ: (چونکہ وُہ نافرمانی کرتے تھے) یہ لفظ فسق سے بنا ہے جس کے معنی حکم نہ ماننا اور فرمانبرداری نہ کرنا ہیں۔ اسی لئے نافرمان اور گنہ گار کو فاسق کہتے ہیں۔ یہاں اس جملہ سے یہ مُراد نہیں کہ بنی اسرائیل نے کوئی طبعی بدپرہیزی کی تھی جس سے اُن پر یہ وبا پھوٹ پڑی۔ بلکہ انہوں نے اللہ کے احکام کی مسلسل نافرمانی کی تھی اور اس کے نتیجہ میں انہیں یہ سزا ملی۔

جب حضرت یوشعؑ کے زمانہ میں بنی اسرائیل نے اریحا شہر فتح کیا۔ تو یہ لوگ شکریہ ادا کرنے کے بجائے بدکار بن گئے۔ اور اللہ کے حکم کو بدل کر طرح طرح کی ہنسی مذاق کی باتیں کرنے لگے۔ چنانچہ (حِطَّةٌ) (استغفار) کی بجائے وُہ (حِنْطَةٌ فِيْ شَعْرَةٍ) (یعنی دانہ بال کے اندر) کہتے ہُوئے داخل ہُوئے اور سجدہ کی بجائے بچّوں کی طرح گھسٹتے ہُوئے دروازے میں جا گھُسے۔

اس نافرمانی کی سزا میں ان پر عذاب نازل ہُوا۔ طاعون کی بیماری پھُوٹ پڑی۔ اور نتیجہ یہ ہُوا کہ تقریباً ستّر ہزار اسرائیلی اللہ کے اس قہر کا شکار ہُوئے۔

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اپنے یہ تمام احسانات اس لئے یاد دِلا رہا ہے۔ کہ وُہ انہیں یاد کریں اور شکر گذار ہو کر سیدھی راہ کی طرف مائل ہوں۔

ہمیں اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کے لئے شکر گذار ہونا چاہیئے اکڑ اور غرور سے قومیں ہلاک ہو جایا کرتی ہیں۔

Marfat.com

بارہ چشمے

وَ - اِذِ - اسْتَسْقٰى - مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ

اور جب پانی مانگا موسیٰ اپنی قوم کے لئے

فَقُلْنَا - اضْرِبْ - بِّعَصَاكَ - الْحَجَرَ ؕ

ہم نے کہا مار اپنا عصا پتھر

فَانْفَجَرَتْ - مِنْهُ - اثْنَتَا - عَشْرَةَ - عَيْنًا ؕ

بہ نکلے اس سے بارہ چشمے

قَدْ عَلِمَ - كُلُّ - اُنَاسٍ - مَّشْرَبَهُمْ ؕ

پہچان لیا ہر قوم اپنا گھاٹ

كُلُوْا - وَ - اشْرَبُوْا - مِنْ - رِّزْقِ - اللّٰهِ

کھاؤ اور پیو سے رزق اللہ

وَ - لَا - تَعْثَوْا - فِي - الْاَرْضِ - مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾

اور نہ پھرو میں زمین فساد مچاتے۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ

تو ہم نے کہا اپنا عصا پتھر پر مار سو اس

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ

سے بارہ چشمے بہ نکلے

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ

ہر قوم نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ

اللہ کے رزق کھاؤ اور پیو

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾

اور ملک میں فساد نہ مچاتے پھرو۔

عَصَا: (عصا) اس کے معنی لاٹھی یا ڈنڈے کے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے اس عصا کا ذکر قرآن مجید میں کثرت سے آیا ہے۔ یہ عصا انہیں معجزہ کے طور پر عطا ہوا تھا۔ اس سے سمندر میں راستہ بن گیا۔ پتھر سے چشمے بہ نکلے۔ اسی عصا نے اژدہا بن کر جادوگروں کے سانپ، بچھو ہڑپ کر لئے۔

اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا: (بارہ چشمے) بنی اسرائیل جزیرہ نمائے سینا کے لق و دق بیابان اور ریگستان میں پریشان پھرتے پھرتے ایسی جگہ پہونچے جہاں پانی موجود نہ تھا۔ کافی تلاش کے بعد بھی جب پانی نہ ملا۔ تو حضرت موسیٰؑ سے جھگڑ گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی تو حکم ہوا کہ پتھر پر اپنا عصا ماریئے۔ حضرت موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا۔ تو اس پتھر سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے گھاٹ سے پانی حاصل کیا۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ کہ ان لوگوں کو ایسے خشک جنگل میں پانی مہیا کیا اور کہا کہ مزے سے اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے پاک چیزیں کھاؤ اور پانی پیو۔ اور زمین پر فتنہ و فساد نہ پھیلاؤ۔

اس قصہ سے یہ چند باتیں واضح ہوتی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ایسی حالت میں جبکہ بظاہر کوئی سبب اور سہارا نظر نہ آتا ہو۔ اپنی رحمت اور طاقت سے کھانا پینا مہیا فرما دیتا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اسی سے مانگے اور اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحمت اور شفقت کرنے والا ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرے تو اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور جو عذاب نازل ہوتا ہے۔ تو وہ خود انسان کے اپنے غلط اعمال کے سبب ہوتا ہے۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کی بے صبری

وَ۔اِذْ۔ قُلْتُمْ۔ یٰمُوْسٰی۔ لَنْ۔ نَّصْبِرَ
اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہرگز نہ ہم صبر کریں گے
عَلٰی۔ طَعَامٍ۔ وَّاحِدٍ۔ فَادْعُ۔ لَنَا۔ رَبَّكَ
ایک ہی کھانے پر سو ہمارے لئے اپنے رب سے مانگ
یُخْرِجْ۔ لَنَا۔ مِمَّا۔ تُنْۢبِتُ۔ الْاَرْضُ
نکال دے ہمارے لئے جو اگتا ہے زمین
مِنْ۔ بَقْلِهَا۔ وَ۔ قِثَّآئِهَا۔ وَ۔ فُوْمِهَا
سے ترکاری اور ککڑی اور گیہوں
وَ۔ عَدَسِهَا۔ وَ۔ بَصَلِهَا ط ۔ قَالَ
اور مسور اور پیاز اس نے کہا
اَ۔ تَسْتَبْدِلُوْنَ۔ الَّذِیْ۔ هُوَ۔ اَدْنٰی
کیا تم بدلنا چاہتے ہو وہ جو ہے ادنیٰ
بِا۔ لَّذِیْ۔ هُوَ۔ خَیْرٌ ط ۔ اِهْبِطُوْا
بدلہ وہ جو ہے بہتر اترو
مِصْرًا۔ فَاِنَّ۔ لَكُمْ۔ مَّا۔ سَاَلْتُمْ ط
شہر پس بیشک تمہارے لئے جو تم مانگتے ہو۔

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ
اور جب تم نے موسیٰ سے کہا ہم ہرگز صبر نہ کریں گے
عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ
ایک ہی کھانے پر سو ہمارے لئے اپنے رب سے مانگ
یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ
کہ ہمارے واسطے نکال دے جو زمین سے اگتا ہے
مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا
ترکاری اور ککڑی اور گیہوں
وَعَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ط قَالَ
اور مسور اور پیاز موسیٰ نے کہا
اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی
کیا وہ چیز لینا چاہتے ہو جو ادنیٰ ہے
بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ط اِهْبِطُوْا
اس کے بدلہ میں جو بہتر ہے ؟ کسی شہر میں
مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ط
اترو تو تم کو ضرور ملے گا جو تم مانگتے ہو۔

مصر: (شہر) یہاں اس سے مراد جزیرہ نمائے سینا کا یا اس کے گرد و نواح کا کوئی شہر ہے۔ مصر کے لفظی معنی ایسا شہر ہیں جس کی حد بندی ہو چکی ہو۔ بہر حال موجودہ ملک مصر اس سے مراد نہیں۔

یہ واقعہ بھی جزیرہ نمائے سینا کے بیابان میں پیش آیا۔ بنی اسرائیل بڑی مدت تک بڑے مزے سے آسمانی غذائیں من اور سلویٰ کھاتے رہے لیکن اس سے اکتا گئے۔ حالانکہ یہ غذائیں مفت میں انہیں مل رہی تھی۔ انہوں نے اپنے پیغمبر سے فرمائش کی کہ اس بیابان سے نکال کر کسی دوسری جگہ لے چلئے جہاں ہر قسم کے شہری اور دیہاتی کھانے، سبزیاں اور ترکاریاں موجود ہوں۔

حضرت موسیٰؑ نے پہلے تو انہیں سمجھایا کہ تمہاری فرمائش ٹھیک نہیں ہے۔ آسمانی غذا جو تمہیں بے مشقت مل جاتی ہے وہ ان چیزوں سے کہیں بہتر ہے۔ جس کے لئے محنت درکار ہے۔ لیکن جب بنی اسرائیل اپنی بات پر اڑے رہے تو پھر حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ چلو کسی بہتر شہر میں جا بسو۔ وہاں تمہیں تمہاری پسند کے کھانے میسر آجائیں گے۔

Marfat.com

یہود پر غضب الٰہی

وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ق
اور ڈالی گئی ان پر ذلّت اور محتاجی

وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ق
اور ان پر ذلّت اور محتاجی ڈال دی گئی

وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ط
اور لپیٹ میں آگئے غصّہ کے ساتھ سے اللہ

وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ط
اور وُہ اللہ کے غصّہ کی لپیٹ میں آگئے۔

ضُرِبَتْ: (ڈال دی گئی) اس کا مادہ "ضرب" ہے۔ یہ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً مارنا، چلنا، ڈالنا، چسپاں اور مسلّط کر دینا۔ یہاں یہ انہیں آخری معنوں میں مستعمل ہُوا ہے یعنی ذلّت ان پر چسپاں کر دی گئی۔

ذِلَّةٌ: (ذلّت) خواری اور سیاسی اعتبار سے پستی۔

مَسْكَنَةٌ: (محتاجی) اس سے مُراد غربت اور محتاجی ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہود امیر ترین قوم ہے۔ لیکن یہ ایک دھوکا ہے۔ دھن دولت جتنی بھی ہے۔ وُہ قوم یہود کے صرف بڑے بڑے لوگوں تک محدود ہے۔ ورنہ اُن کے عوام مالی اعتبار سے کمزور ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طرح طرح کی نعمتیں اور احسانات کئے۔ لیکن انہوں نے اس کا شکر ادا نہ کیا۔ اللہ کے قانون کی نافرمانی کرتے رہے۔ انہیں من وسلویٰ دیا گیا۔ لیکن انہوں نے اس نعمت پر صبر نہ کیا۔ بلکہ ادنیٰ درجہ کی سبزیاں اور ترکاریاں مانگنے لگے۔

اس ناشکری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غصّہ ان پر ظاہر ہُوا۔ ایک تو یہ کہ ان پر ذلّت چسپاں کر دی گئی چنانچہ یہ قوم ہمیشہ مُسلمانوں اور نصاریٰ کے ماتحت رہی مئی ۱۹۴۹ء میں ریاست اسرائیل کے نام سے اُن کی حکومت قائم ہُوئی۔ مگر اس کا قیام بھی مغربی حکومتوں کے سہارے ہُوا۔ اور آج اُن کی بقا بھی مغربی ممالک کی ریشہ دوانیوں کے سہارے سے ہے۔

ذلّت کے علاوہ غربت اور محتاجی ان پر ڈال دی گئی۔ ان میں صرف چند لوگ ایسے ہیں جو خوشحال ہیں۔ ورنہ کثیر تعداد مفلس لوگوں کی ہے۔ وطن، دولت والے بھی بخل اور مال کی محبّت کے مرض میں مبتلا ہیں۔ سب چیزوں سے بڑھ کر انہیں دولت کی ہوس اور لالچ ہے۔

اس سبق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ تاکہ وُہ نعمت باقی رہے۔ کیونکہ جب تک کوئی قوم اللہ کے احسانات کا شکر ادا کرتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی وُہ نعمت دیتا رہتا ہے۔ نیز انسان کو کبھی اللہ کے دین پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔ کہ اگر یوں ہوتا تو بہتر ہوتا۔ کیونکہ انسان کسی چیز کے انجام کی اچھائی اور بھلائی سے واقف نہیں۔

Marfat.com

اللہ کے غضب کا سبب

ذٰلِكَ - بِاَنَّهُمْ - كَانُوْا - يَكْفُرُوْنَ
یہ　اس لئے کہ وہ　تھے　نہیں مانتے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ
یہ اس لئے کہ وہ اللہ کے احکام نہیں مانتے تھے۔

بِاٰيٰتِ - اللّٰهِ - وَ - يَقْتُلُوْنَ - النَّبِيّٖنَ
احکام　اللہ　اور　خون کرتے تھے　پیغمبر

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ
اور　پیغمبروں　کا　ناحق

بِغَيْرِ - الْحَقِّ ط - ذٰلِكَ - بِمَا - عَصَوْا
نا　حق　یہ　اس لئے　وہ نافرمان تھے

بِغَيْرِ الْحَقِّ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا
خون کرتے تھے　یہ اس لئے کہ نافرمان تھے

وَّ - كَانُوْا - يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ ع
اور تھے　وہ حد سے بڑھتے۔

وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ ع ۷
اور وہ حد سے بڑھتے تھے۔

يَكْفُرُوْنَ: (نہیں مانتے تھے) یہ لفظ کفر سے نکلا ہے۔ جس کے لفظی معنیٰ چھپانا ہیں اور اصطلاحی طور پر توحید و رسالت کا اقرار نہ کرنے کو کفر کہتے ہیں۔ کافر اسی سے ہے۔ یہاں اس سے مُراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کفر اور انکار کے عادی بن چکے تھے۔

اٰيٰتِ اللّٰهِ: (اللہ کی نشانیاں) اس کا واحد آیت ہے جس کے معنیٰ نشانی کے ہیں۔ قرآن مجید کے گول گول دائروں کو بھی آیت اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وُہ فقروں کے ختم ہونے کا نشان ہوتے ہیں۔ آیٰت اللہ سے مراد انبیاء کے معجزے بھی لئے جاتے ہیں۔ آسمانی کتابیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام بھی مراد ہوتے ہیں۔

يَقْتُلُوْنَ: (خون کرتے تھے) بنی اسرائیل انکار و سرکشی کی حد سے اور آگے گذر کر پیغمبروں کو قتل کرتے تھے۔ وُہ حضرت یسعیاہ یرمیا، زکریا اور یحییٰ علیہم السّلام جیسے انبیاء کو قتل کرنے کے درپے ہُوئے

پچھلی آیتوں میں آپ پڑھ آئے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہُوئے۔ اُن پر ذلّت اور محتاجی مسلط کر دی گئی۔ اس آیت میں اس کی وجہ بتائی گئی ہے کہ ان پر یہ عذاب کیوں نازل کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل دو جرموں کے عادی ہو چکے تھے۔ ایک یہ کہ وُہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر خوشی خوشی عمل نہیں کرتے تھے بلکہ خواہ مخواہ بال کی کھال نکالتے اور کٹ حجتی سے بے جا اعتراض کرتے۔ دُوسرا جُرم یہ تھا کہ انہوں نے اپنے نبیوں کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت موسیٰؑ کے بعد بہت سے نبی بھیجے۔ لیکن انہوں نے کسی کی نہ سُنی بلکہ اُن کے دُشمن بن گئے۔ بعض پر بہتان لگائے اور بعض کو قتل تک کرایا۔

اس آیت میں ان جرائم کی وجہ بھی بیان کر دی گئی ہے۔ کہ وُہ اللہ اور اس کے رسُول کے حکموں کی نافرمانی کرتے تھے اور اس کی مقرّر کی ہُوئی حدّوں سے باہر نکل جانے کے عادی ہو چکے تھے۔ اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا۔ کہ وُہ اللہ کی آیتوں کی طرف سے مُنہ موڑیں اور نبیوں کو قتل کر دیں۔ اور اپنے اعمال کی شامت سے عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوں۔

Marfat.com

ایمان اور عمل صالح کا اجر

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا
بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے

وَالنَّصٰرٰی وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ
اور نصاریٰ اور صابئین جو ایمان لایا

بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا
اللہ پر اور روز قیامت اور کام کئے نیک ان

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ
کے لئے ان کا ثواب پاس ان کا رب اور نہ خوف

عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾
ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا
بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے

وَالنَّصٰرٰی وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ
اور نصاریٰ اور صابی جو ایمان لایا

بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا
اللہ پر اور روز قیامت پر اور کام کئے نیک

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ
تو ان کے لئے بدلہ ہے ان کے رب کے پاس اور ان پر کچھ خوف

عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾
نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اٰمَنُوْا: (ایمان لائے) یہاں ایمان لانے سے مُراد مُسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جانا ہے۔

هَادُوْا: (یہودی ہُوئے) جو لوگ طبقہ یہود میں داخل ہیں خواہ بنی اسرائیل ہوں یا نہ ہوں۔

نَصَارٰی: (نصاریٰ) جمع ہے نصرانی کی فلسطین میں ایک قصبہ ناصرہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہُوئے تھے۔ اسی قصبہ کی نسبت سے حضرت عیسیٰ مسیح ناصری کہلاتے ہیں۔ اور آپ کے ماننے والوں کو نصاریٰ کہا جاتا ہے یعنی ناصرہ میں پیدا ہونے والے مسیح کی اُمّت۔

الصَّابِئِیْنَ: (صابئین) صابی کے لفظی معنیٰ ہیں اپنے دین سے منہ موڑ کر کسی اور دین کی طرف مائل ہو جانے والا۔ صابی عرب کا ایک فرقہ تھا۔ وُہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو مانتے۔ فرشتوں کی پرستش کرتے، زبور پڑھتے اور عبادت میں کعبہ کی طرف منہ کرتے تھے۔ عرب انہیں صابی "بے دین" کے معنے میں کہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نام، خاندان اور نسل کی بڑائی کی غلط فہمی کو دُور کیا ہے اور یہ اعلان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نام اور لقب کوئی چیز نہیں اور نہ اس کے ہاں کسی مخصوص نسل یا قوم کی خاندانی عزّت اور امتیاز قابل اعتبار ہے۔ لوگ خواہ کسی نسل یا قوم سے تعلق رکھتے ہوں اور خواہ اُن کا لقب کچھ بھی ہو اُن کی نجات کے لئے دو باتیں ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ وُہ اللہ اور آخرت کو دِل سے مانیں اور دُوسرے یہ کہ نیک کام کریں۔ اللہ کو مانیں گے تو اس کے احکام کو بھی مانیں گے۔ اللہ کے احکام رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے معلوم ہُوئے۔ اس لئے رسُولؐ کا ماننا اس میں شامل ہے۔ آخرت کو مانیں گے تو عذاب ثواب مانیں گے۔

مختصر یہ کہ نجات اور جزائے خیر کے لئے اللہ کا ماننا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا ضروری ہے اور احکام خداوندی پر ایمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار کے بغیر ممکن نہیں۔

Marfat.com

کوہ طور کا بلند ہونا

وَ۔ اِذْ۔ اَخَذْنَا۔ مِیْثَاقَکُمْ۔ وَ۔ رَفَعْنَا

اور جب ہم نے لیا تم سے اقرار اور ہم نے بلند کیا

فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ ط۔ خُذُوْا۔ مَآ۔ اٰتَیْنٰکُمْ

تمہارے اوپر طور پکڑو جو ہم نے تمہیں دیا

بِقُوَّۃٍ۔ وَّ۔ اذْکُرُوْا۔ مَا۔ فِیْہِ۔ لَعَلَّکُمْ

مضبوطی سے اور یاد رکھو جو اس میں تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

ڈرو۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا

اور جب ہم نے تم سے اقرار لیا اور تمہارے اوپر

فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ ط خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ

کوہ طور بلند کیا۔ کہ ہم نے جو کتاب تمہیں دی ہے

بِقُوَّۃٍ وَّاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ

اسے مضبوطی سے پکڑو اور اس میں جو کچھ ہے اسے یاد رکھو تاکہ

تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

ڈرو۔

اَلطُّوْرَ: (طور) طور عربی میں ہر پہاڑ کو کہتے ہیں۔ جزیرہ نمائے سینا کے ایک خاص پہاڑ کا نام بھی طور ہے۔ اسے "جبلِ سینا" بھی کہتے ہیں۔

اذْکُرُوْا مَا فِیْہِ: (جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو) تورات میں جو مضامین موجود ہیں۔ انہیں یاد رکھو تاکہ تم ان پر عمل کر سکو۔ اللہ کے احکام یاد رکھنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ ان پر عمل کیا جائے۔

تَتَّقُوْنَ: (تم ڈرو) یہ لفظ "تقویٰ" سے ہے۔ اس کی مکمل تشریح سبق نمبر ۱ میں گذر چکی ہے۔ تقویٰ خدا خوفی اور احتیاط سے زندگی بسر کرنے کا نام ہے۔ جسے پرہیزگاری اور نیکوکاری بھی کہتے ہیں۔ اسلام نے اسے انسان کی سب سے بڑی خوبی اور کمال بیان کیا ہے۔

بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ سے بار بار اصرار کرتے تھے کہ ہمارے لئے احکام کی ایک مستند کتاب لا دیجئے۔ تاکہ اس پر عمل کر سکیں۔ یہ لوگ وعدے کرتے تھے کہ دین کی پوری پوری پیروی کریں گے۔ لیکن جب انہیں تورات دی گئی۔ تو اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ تورات کے حکم تو بڑے بھاری اور مشکل ہیں۔ ہم سے ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں اس نافرمانی اور بغاوت سے روکنے کے لئے کوہ طور کو حکم دیا۔ جو ان سب کے سروں پر بلند ہو گیا۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل ڈر کے مارے کانپنے لگے اور ان میں مخالفت کی جرأت باقی نہ رہی۔ اب تورات کے حکموں کو مجبوراً قبول کیا۔

بنی اسرائیل سے اس مقام پر یہ اقرار لیا گیا تھا۔ کہ وہ تورات کے ماننے میں چون وچرا اور حیل وحجت سے کام نہیں لیں گے انہیں کہا گیا کہ اس آسمانی کتاب کے احکام اور مضامین کو زندگی بسر کرنے کا قانون بناؤ۔ ان پر پابندی سے عمل کرو۔ تاکہ تم میں تقویٰ (اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف) پیدا ہو۔

Marfat.com

قانون سے منہ موڑنے کی سزا

ثُمَّ - تَوَلَّيْتُمْ - مِّنْ - بَعْدِ - ذٰلِكَ ۚ
پھر تم پھر گئے سے بعد اس

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ
پھر تم اس کے بعد پھر گئے

فَ - لَوْ - لَا - فَضْلُ - اللّٰهِ - عَلَيْكُمْ - وَ
پس اگر نہ فضل اللہ تم پر اور

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ
سو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی

رَحْمَتُهٗ - لَكُنْتُمْ - مِّنَ - الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾
اس کی مہربانی تو تم ہوتے سے تباہ ہونے والے۔

رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾
مہربانی نہ ہوتی تو تم ضرور تباہ ہوتے۔

خٰسِرِيْنَ: (تباہ ہونے والے) خُسر اس کا مادہ ہے اور خسارہ بھی اسی لفظ سے بنا ہے۔ اس کے معنے گھاٹا اور نقصان کے ہیں۔ خٰسِرِيْنَ کا معنیٰ ہیں گھاٹا کھانے والے اور نقصان اٹھانے والے یعنی وُہ لوگ جن کی دُنیا بھی خراب ہو اور عاقبت بھی۔

بنی اسرائیل کی تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑے احسانات اور انعام کئے لیکن وُہ ہمیشہ شکر گذاری کی بجائے ناشکری اور فرمانبرداری کی جگہ نافرمانی ہی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دی اور جزیرہ نمائے سینا کے جنگلوں میں انہیں رہنے کو کہا۔ تاکہ دہاں دیہاتی اور صحرائی زندگی بسر کرنے سے ان کے اندر ایک آزاد اور مجاہد قوم کی خوبیاں اور جذبات پیدا ہوں۔ مدّتوں کی غلامی کے اثرات سے نجات ملے لیکن انہوں نے اسے پسند نہ کیا۔ وہ شہری زندگی کے طلب گار ہُوئے تاکہ شہر میں طرح طرح کے میوے کھائیں۔ کاہلی اور سُستی کی زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دی۔

وُہ حضرت موسیٰؑ سے اصرار کرتے تھے۔ کہ وُہ انہیں ہدایت نامہ لاکر دیں۔ تاکہ وُہ اس کی پیروی کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تورات عنایت کی اور وعدہ لیا کہ وُہ ہمیشہ اس کی پیروی کریں گے۔ اور سرکشی پر کبھی آمادہ نہ ہوں گے۔

تورات مل جانے کے بعد اُنہوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور سرکشی کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ خطا اور شرارت بھی معاف فرما دی۔ اگر اُس کا فضل اور اُس کی رحمت شامل نہ ہوتی۔ تو بنی اسرائیل عذابِ آخرت کے مُستحق ہونے کے علاوہ اُسی وقت دُنیا میں تباہ اور رُسوا ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضرت سموئیلؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور دُوسرے انبیاء بھیج کر بنی اسرائیل کو نصیحت کی اور ہدایت کی راہ بتائی۔ ان انبیاء نے انہیں راہِ راست پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ یہ خدا کا فضل تھا۔ ورنہ یہودی تو اپنی تباہی کا سامان کر ہی چکے تھے۔

انسان کے بچاؤ اور زندگی کا سب سے بڑا سہارا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی ہے۔ اگر وُہ اپنا فضل و کرم نہ فرمائے اور چشم پوشی نہ کرے تو انسان کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

Marfat.com

صُورتیں مسخ ہو جانا

وَ۔ لَقَدْ۔ عَلِمْتُمُ۔ الَّذِیْنَ۔ اعْتَدَوْا
اور۔ البتہ۔ تم جانتے۔ جنہوں نے۔ زیادتی کی تھی

مِنْكُمْ۔ فِی۔ السَّبْتِ۔ فَقُلْنَا۔ لَهُمْ۔ كُوْنُوْا
تم میں سے۔ میں۔ ہفتہ کے دن۔ تو ہم نے کہا۔ ان سے۔ ہو جاؤ

قِرَدَةً۔ خَاسِئِیْنَ ﴿۶۵﴾
بندر۔ ذلیل۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا
اور تم ان لوگوں کو خوب جان چکے ہو۔ جنہوں نے

مِنْكُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا
تم میں سے ہفتہ کے دن میں زیادتی کی تھی تو ہم نے اُن سے

قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ ﴿۶۵﴾
کہا ذلیل بندر ہو جاؤ۔

مِنْكُمْ: (تم میں سے) اس سے مُراد یہودیوں کے آباؤ اجداد ہیں۔

السَّبْتِ: (ہفتہ کا دن) سبت کے لفظی معنی ہیں ہفتہ یعنی شنبہ (سنیچر) جس طرح عیسائیوں کے ہاں اتوار اور مُسلمانوں کے ہاں جمعہ مقدّس دِن ہے۔ اسی طرح یہودیوں کے ہاں ہفتہ ایک مقدّس دِن شمار ہوتا ہے۔ یہ دن اُن کے ہاں صرف اللہ کی عبادت کے لئے مخصوص ہے اور اس روز دُنیا کے کام مثلاً تجارت، زراعت یا شکار وغیرہ ممنوع ہیں۔

اَعْتَدَوْا: (زیادتی کی) یعنی اپنی شریعت کی حدّوں سے آگے نکل گئے۔ لفظ عُدْوَانٌ اس کا مصدر ہے۔ جس کے معنیٰ سرکشی کرنا اور حد سے بڑھ جانا ہیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں یہودیوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایلہ (فلسطین کے جنوب) کے مقام پر آباد تھی۔ یہ واقعہ اسی آبادی کا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی بڑی چالبازی سے کرتے تھے۔ انہیں حکم تھا کہ سبت کے دِن مچھلی کا شکار ہرگز نہ کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کو اُن کی آزمائش بھی درکار تھی۔ عام طور پر سبت کے دِن بڑی کثرت سے مچھلی آتی۔ یہودیوں نے اللہ کے حکم کی ظاہری صُورت برقرار رکھتے ہوئے حیلہ سازی سے ایک تدبیر نکالی۔ وُہ ہفتہ کے دن دریا کے قریب گڑھے کھود لیتے۔ مچھلی بڑی مقدار میں پانی کے ساتھ ان گڑھوں میں پہنچ جاتی۔ اس کے بعد یہ لوگ دریا کی طرف والا گڑھوں کا راستہ بند کر دیتے اور اگلے روز ان گڑھوں سے مچھلی نکال لیتے۔ اس مسلسل نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سزا دی کہ وُہ انسان سے بندر بنا دیئے گئے اور اُن کی صُورتیں مسخ کر دی گئیں۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض باتیں اللہ کی طرف سے صرف آزمائش کے لئے آتی ہیں۔ یعنی اُن سے صاف طور پر یہ واضح کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کہ اللہ کے بندے سختی اور آسائش دونوں حالتوں میں اس کے فرمانبردار بندے رہتے ہیں۔ جو بندہ آزمائش میں پُورا اترے اُس کے لئے آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔ لیکن بے صبروں کے لئے سزا بہت سخت ہے

Marfat.com

سرمایۂ عبرت

فَجَعَلْنٰهَا ۔ نَكَالًا ۔ لِّمَا ۔ بَيْنَ ۔ يَدَيْهَا
پھر ہم نے اسے کیا　عبرت　ان کے لئے　جو　وہاں تھے

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا
پھر ہم نے اس واقعہ کو ان لوگوں کے لئے عبرت کیا جو وہاں تھے۔

وَ ۔ مَا ۔ خَلْفَهَا ۔ وَ ۔ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾
اور جو پیچھے آنے والے تھے اور نصیحت ڈرنے والوں کے لئے۔

وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾
اور جو پیچھے آنے والے تھے اور ڈرنے والوں کے لئے نصیحت بنایا۔

نَكَالًا، (عبرت) اس کے معنیٰ ہیں ایسی سزا اور واقعہ جو دُوسروں کے لئے عبرت کا باعث ہو۔ جس کو دیکھ کر لوگ نصیحت پکڑیں۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کے اہم واقعات قرآن مجید اس غرض سے بیان کر رہا ہے۔ کہ ایک طرف خود یہود کو شرمساری اور ندامت ہو۔ وُہ اپنی حقیقت کو پہچان لیں اور سیدھی راہ کی طرف مائل ہوں۔ اور دُوسری طرف مسلمانوں کے لئے تنبیہ ہو۔ وُہ گذشتہ قوموں کے واقعات سے عبرت پکڑیں۔ اپنے اعمال کا جائزہ لیں۔ سبق حاصل کریں اور قرآن مجید کی روشنی میں اپنے آپ کو ٹھیک کرلیں۔

گذشتہ آیت میں جو واقعہ آپ پڑھ آئے ہیں۔ اسے خود بنی اسرائیل کی تاریخ میں کافی اہمیّت حاصل ہے۔ اور یہ سب لوگ اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اور قرآن مجید اسی کی طرف انہیں توجّہ دلا رہا ہے۔

اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد قرآن مجید نے اس آیت میں بھی اعلان کر دیا۔ کہ اسے اس وقت کے لوگوں کے لئے اور بعد کے آنے والے لوگوں کے لئے باعثِ عبرت اور سرمایۂ نصیحت بنا دیا گیا ہے۔ تاکہ سب لوگ اللہ کے حکم کی نافرمانی کے انجام سے آگاہ رہیں۔ اور ہر لمحہ محتاط رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ متقین (ڈرنے والوں) کے لئے خاص طور پر یہ واقعہ راستہ سمجھانے والا ہے۔ اس سے انہیں یقین ہو جائے گا کہ انسان کے لئے تقویٰ ہی تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔

اس آیت کے سمجھ لینے کے بعد ذرا بھی شبہ نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی یقیناً بڑے عذاب کا سبب بنتی ہے۔ ہمیں ہمیشہ اس چیز کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ صورت مسخ ہو کر بگڑ جانا۔ انسان کا بندر بن جانا معمولی بات نہیں۔ انسان کو اللہ کے عذاب اور غصّہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔

اس آیت سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے۔ کہ دُنیا کے پچھلے واقعات سے انسان کس قدر نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ حقیقت میں اس مُقدّس کتاب یعنی قرآن مجید نے نہایت وضاحت سے یہ بات ذہن نشین کر دی ہے کہ تاریخ کا فائدہ انسان کے لئے کیا ہے اور یہ کہ ہر واقعہ تاریخ بننے کے قابل نہیں۔ صرف وہی واقعات تاریخ کہلانے کے مستحق ہیں جن سے انسان کوئی اچھا سبق حاصل کر سکے۔

Marfat.com

ذبح گاؤ کا حکم

وَ۔ اِذْ۔ قَالَ۔ مُوْسٰی۔ لِقَوْمِہٖٓ۔ اِنَّ۔ اللّٰہَ
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے بیشک اللہ
یَاْمُرُکُمْ۔ اَنْ۔ تَذْبَحُوْا۔ بَقَرَۃً ؕ۔ قَالُوْٓا
تمہیں فرماتا ہے کہ تم ذبح کرو گائے وہ کہنے لگے۔
اَ۔ تَتَّخِذُنَا۔ ھُزُوًا ؕ۔ قَالَ۔ اَعُوْذُ۔ بِاللّٰہِ
کیا تو کرتا ہے ہم سے ہنسی کہا پناہ خدا کی
اَنْ۔ اَکُوْنَ۔ مِنَ۔ الْجٰھِلِیْنَ ﴿۶۷﴾
کہ ہوں میں سے جاہل۔ (جمع)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اِنَّ اللّٰہَ
اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا بے شک اللہ
یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً ؕ قَالُوْٓا
تمہیں فرماتا ہے کہ گائے ذبح کرو وہ کہنے لگے۔
اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ
کیا تم ہم سے ہنسی کرتے ہو وہ بولے خدا کی پناہ
اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ ﴿۶۷﴾
کہ میں جاہلوں میں ہوں۔

اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا: (کیا تو ہم سے ہنسی کرتا ہے) بنی اسرائیل کے نزدیک گائے بہت مقدس تھی۔ جب حضرت موسیٰؑ نے انہیں اللہ کا حکم سنایا کہ گائے ذبح کر دو تو بھونچکے ہو کر رہ گئے۔ انہیں یقین نہ آیا کہ ایسے مقدس جانور کے ذبح کر ڈالنے کا حکم ملا ہوگا۔ وہ یہی سمجھے کہ حضرت موسیٰؑ ہنسی کر رہے ہیں۔

اَلْجٰھِلِیْنَ: (جاہل) یہ لفظ جہل سے بنا ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں کسی کام کو اس کے صحیح طریقے کے خلاف کرنا جو اس کے لئے مقرر ہے۔ اگر اس کی وجہ لاعلمی ہے تو جہل سادہ ہے اور اگر جان بوجھ کر الٹا چلتا ہے تو جہل مرکب ہے۔ حضرت موسیٰؑ دونوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ کے نام پر جو شخص خود اپنا حکم چلانا چاہتا ہے۔ وہ یا تو اللہ تعالیٰ سے غافل ہے یا جاہل ہے اور دین میں ہنسی مذاق کے نتیجوں سے بے خبر ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص قتل ہو گیا تھا۔ لیکن قاتل کا سراغ نہ ملتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ وہ ایک گائے ذبح کریں اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر ماریں۔ اس سے وہ مقتول زندہ ہو جائے گا اور قاتل کا پتا بتا دے گا۔

صدیوں مصر میں رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل گائے کو بہت مقدس سمجھنے لگے تھے اس لئے انہیں گمان ہوا کہ شاید اُن سے حضرت موسیٰؑ ہنسی کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن کے اس گمان کو دُور کر دیا اور سمجھا دیا کہ پیغمبر دین کی باتوں میں یا اللہ کے حکموں میں ہنسی مذاق کبھی نہیں کرتے۔ ہنسی مذاق تو جاہلوں کا کام ہوتا ہے۔ سمجھ دار انسان ایسی حرکات نہیں کرتے ہیں۔ جو وقار اور عزت کے خلاف ہوں اور جن سے دین کی توہین ہوتی ہو۔

Marfat.com

(الف)

اللہ کے حکم میں حجّت بازی

قَالُوا - ادْعُ - لَنَا - رَبَّكَ - يُبَيِّنْ - لَّنَا
بولے دُعا کرو ہمارے لئے تیرا رب بتائے ہمارے لئے

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا
بولے کہ ہمارے لئے اپنے رب سے دُعا کر کہ ہمیں بتا دے

مَا - هِيَ ؕ - قَالَ - اِنَّهٗ - يَقُوْلُ - اِنَّهَا - بَقَرَةٌ
کیسی وُہ - کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے

مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ
کہ وُہ گائے کیسی ہے کہا وُہ فرماتا ہے کہ وُہ گائے

لَّا - فَارِضٌ - وَّ - لَا - بِكْرٌ ؕ - عَوَانٌ ۢ - بَيْنَ
نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی درمیان میں دونوں

لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌ ۢ بَيْنَ
نہ بوڑھی اور نہ وُہ بن بیاہی اس کے درمیان ہے۔

ذٰلِكَ ؕ - فَافْعَلُوْا - مَا - تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾
کے پس کر ڈالو جو تمہیں حکم ملا۔

ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾
پس جو تمہیں حکم ملا ہے کر ڈالو۔

مَا هِيَ: (وہ کیسی ہے) جب بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم ہُوا۔ تو فوری تعمیل کی بجائے اس میں کٹ حجتی اور کج بحثی کرنے لگے۔ سب سے پہلے انہوں نے سوال کیا کہ عمر کے لحاظ سے وُہ گائے کیسی ہے۔

فَارِضٌ: (بوڑھی) اس سے مُراد ایسی عمر ہے۔ جس کو پہنچ کر بچے جننے کا سلسلہ ختم ہو چکا ہو یعنی بہت بوڑھی۔

بِكْرٌ: (بن بیاہی) اس سے مُراد یہ ہے۔ وُہ جس نے ابھی بچہ جنا ہی نہ ہو یعنی بچھیا۔

عَوَانٌ: (درمیان) اس سے مُراد ہے درمیانی عمر والی۔ جو نہ بہت بوڑھی ہو۔ نہ بچی ہو۔

اللہ اور اس کے نبیؑ کے احکام حکمت کے بغیر نہیں ہوتے۔ البتہ ضروری نہیں کہ ہر انسان ان کی اندرونی حکمت کو سمجھ سکے۔ اس لئے اُن کی تعمیل میں کسی تامّل، ہچکچاہٹ اور اعتراض سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ بلکہ جو بھی حکم ہو بلا چون وچرا اس کی تعمیل کر دینی چاہیئے۔

ہر حکم اور قانون ابتداء میں سادہ اور آسان ہوتا ہے لیکن جب اس میں بال کی کھال نکالی جاتی ہے تو وُہ پیچیدہ اور مشکل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور پھر جس قدر اس میں موشگافیاں کی جاتی ہیں۔ وُہ مشکل سے مشکل تر ہوتا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ حکم دیا کہ وُہ ایک گائے ذبح کریں۔ یہ بالکل سیدھا اور آسان حکم تھا۔ وُہ کوئی گائے لے کر ذبح کر دیتے۔ لیکن انہوں نے کٹ حجتی سے کام لیا۔ اوّل تو نبی سے کہا۔ کہ تم ہم سے مذاق کر رہے ہو۔ جب نبی نے یقین دِلایا کہ میں جاہل نہیں کہ ایسی باتیں کروں۔ اب نئی بات نکالی اور بنی اسرائیل کہنے لگے۔ کہ اللہ سے پوچھو کہ اس کی عمر کتنی ہو۔ وُہ جوان ہو یا بوڑھی ہو۔ جواب میں کہا گیا کہ درمیانی عمر کی ہو۔ گویا آسان حکم میں اپنے لئے ایک مشکل خود انہوں نے پیدا کر لی۔

Marfat.com

(ب)

اللہ کے حکم میں حجّت بازی

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا
بولے دُعا کر ہمارے لئے تیرا رب بتادے ہمارے لئے
مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا
کیا ہے اس کا رنگ کہا وُہ فرماتا ہے کہ وُہ
بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ لَا فَاقِعٌ لَّوْنُهَا
گائے زرد گہرا اس کا رنگ
تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾
اچھی لگتی ہے دیکھنے والے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا
بولے اپنے رب سے ہمارے لئے دُعا کر ۔ کہ وُہ ہمیں بتادے
مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا
کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہے۔ کہا وُہ فرماتا ہے کہ وُہ
بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ لَا فَاقِعٌ لَّوْنُهَا
گائے زرد رنگ کی ہے اور اس کی زردی خوب گہری ہے
تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾
دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے۔

پچھلے سبق میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے اس گائے کے بارے میں خواہ مخواہ کے سوال پوچھنے شروع کر دیئے۔ جس کے ذبح کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ پہلے انہوں نے اس کی عمر کے متعلق باتیں دریافت کیں تو انہیں بتایا گیا۔ کہ وُہ نہ تو بہت بوڑھی ہو۔ اور نہ بالکل چھوٹی عمر کی ہو۔ گویا سوال کرنے کے باعث اُن پر ایک شرط لگا دی گئی۔ وُہ پھر بھی باز نہ آئے۔ اور دُوسرا سوال اٹھا کھڑا کیا۔ کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔ اب حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھنے کے بعد انہیں بتایا۔ کہ اس گائے کا رنگ زرد ہو اور یہ رنگ بھی خوب شوخ اور کھلتا ہُوا ایسا ہو۔ کہ دیکھنے والوں کا دیکھتے ہی جی خوش ہو جائے۔ اور وُہ دیکھنے میں اچھی لگتی ہو۔

گویا ایک دُوسرے سوال کی وجہ سے ایک اور شرط اِس آسان حکم کی تعمیل میں لگا دی گئی۔ اور یہ سب کچھ خود بنی اسرائیل کی اپنی کرتوتوں کا نتیجہ تھا۔ کہ وُہ ایک اچھے بھلے سیدھے سادے حکم کو خود اپنے ہاتھوں اس قدر پیچیدہ اور مشکل بنا رہے تھے۔

ان سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ حد درجہ کام چور اور چالاک تھے۔ وُہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں ٹال مٹول کرنا چاہتے تھے۔ انہیں اس بات کا احساس نہ تھا۔ کہ اس حکم میں کس قدر مصلحت پوشیدہ ہے۔ جس کام کو وُہ اپنے لئے دشوار سمجھ رہے تھے۔ اس میں ہزار مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔

بنی اسرائیل کے ایسے واقعات سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور یہ بات ہمیشہ پلّے باندھ لینی چاہیئے۔ کہ اللہ کے حکم میں کسی قسم کی کٹ حجتی کرنا اور بال کی کھال اتارنا ہرگز ہرگز مفید نہیں ہوتا۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور بلا چُون وچرا احکامِ خداوندی کو بجا لانا چاہیئے۔

Marfat.com

(ج)

اللہ کے حکم میں حجّت بازی

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا

بولے دُعا کر ہمارے لئے تیرا رب بتا دے ہمارے لئے

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا

بولے ہمارے لئے اپنے رب سے دُعا کر کہ وُہ بتا دے کہ

مَا هِيَ ۚ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا ۖ

کیسی وُہ کیونکہ گائے کا شبہ پڑا ہے ہم کو

مَا هِيَ لَا إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا ۖ

وُہ گائے کس قسم کی ہے۔ کیونکہ اس گائے کا ہم کو شبہ پڑا ہے۔

وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾

اور ہم اگر چاہا اللہ تو ہم ضرور راہ پالیں گے۔

وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾

اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور راہ پالیں گے۔

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ

کہا وُہ فرماتا ہے کہ وہ گائے

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ

کہا وُہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے۔

لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا

نہیں محنت کرنے والی جوتتی ہو زمین اور نہ

لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا

نہ محنت کرنے والی نہ زمین جوتتی ہے اور نہ

تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ

پانی دیتی ہو کھیتی بے عیب نہیں داغ

تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ

کھیتی کو پانی دیتی ہے بے عیب ہے اس میں کوئی

فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ

اس میں بولے اب تو لایا ٹھیک بات

فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ

داغ نہیں۔ وُہ بولے اب تو ٹھیک بات لایا۔

فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ ع ۸

فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ ع ۸

پھر اس کو ذبح کیا اور نہ لگتے تھے کہ ایسا کریں گے۔

پھر اس کو ذبح کیا اور وُہ لگتے نہ تھے کہ ایسا کریں گے۔

گذشتہ آیات سے مسلسل یہ واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ کہ بنی اسرائیل کو ایک سیدھا سا حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ ایک گائے ذبح کریں۔ لیکن انہوں نے اس میں طرح طرح کی موشگافیاں کرنی شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہر سوال کا جواب دیا۔ اور بتلایا کہ وُہ گائے نہ بہت بوڑھی ہو۔ نہ چھوٹی عمر کی ہو۔ اس کا رنگ زرد ہو اور وُہ دیکھنے والوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی ہو۔ سب کچھ جان لینے کے بعد انہوں نے کہا۔ کہ ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ ہمیں گائے کی پہچان میں کچھ شبہ پڑ گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ کہ وُہ گائے کاشتکاری کے کام نہ آتی ہو۔ اس میں کوئی عیب اور داغ نہ ہو۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہاں اب آپ نے ٹھیک بات کہی ہے۔ غرض بڑی حجتوں کے بعد انہوں نے وُہ گائے ذبح کی۔ اب بھی اُن کے روّیہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وُہ ایسا نہیں کریں گے۔ گویا اب بھی انہوں نے بادلِ نخواستہ حکمِ الٰہی کی تعمیل کی۔

Marfat.com

مُردے کا زندہ ہونا

وَ۔ اِذْ۔ قَتَلْتُمْ۔ نَفْسًا۔ فَادّٰرَءْتُمْ

اور جب تم نے مار ڈالا ایک آدمی پھر ایک دُوسرے پر دھرنے لگے

فِيْهَا ؕ۔ وَ۔ اللّٰهُ۔ مُخْرِجٌ۔ مَّا۔ كُنْتُمْ۔ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾

اس میں اور اللہ ظاہر کرتا تھا جو تم چھپاتے تھے۔

فَقُلْنَا۔ اضْرِبُوْهُ۔ بِبَعْضِهَا ؕ۔ كَذٰلِكَ

پھر ہم نے کہا مارو اس پر گائے کا ٹکڑا اسی طرح

يُحْيِ۔ اللّٰهُ۔ الْمَوْتٰى ۙ۔ وَ۔ يُرِيْكُمْ

زندہ کرے گا اللہ مردے اور دکھاتا ہے تمہیں

اٰيٰتِهٖ۔ لَعَلَّكُمْ۔ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾

اپنی قدرت تاکہ تم غور کرو۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ

اور جب تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا۔ پھر ایک دُوسرے پر دھرنے لگے

فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ

پھر ہم نے کہا کہ اس مردہ پر اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو۔ اسی طرح

يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ

اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور تمہیں اپنی قدرت دکھاتا ہے۔

اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾

تاکہ تم غور کرو۔

فَادّٰرَءْتُمْ: (پھر تم ایک دُوسرے پر دھرنے لگے)۔ یہ لفظ درء سے بنا ہے۔ جس کے معنی جھگڑنے کے بھی ہیں۔ اور ٹال مٹول کرنے کے بھی۔ اس سے مُراد آپس میں جھگڑنا اور ایک دُوسرے پر الزام ڈالنا ہے۔

ان آیتوں میں پچھلی آیتوں کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص قتل ہو گیا تھا لیکن قاتل کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ کیونکہ مشتبہ لوگ ایک دُوسرے پر الزام دھرنے لگے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اصل قاتل کا نام بتانے کے لئے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وُہ ایک گائے ذبح کریں۔ انہوں نے ٹال مٹول کی۔ جب کافی حیلے بہانے کر کے وُہ اس پر تیار ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑہ اس مقتول کی لاش پر مارو۔ گوشت کا مارنا تھا کہ مقتول زندہ ہو گیا۔ اور اس نے قاتل کا نام و پتہ سب بتا دیا اور اس طرح ایک بہت بڑی مشکل حل ہو گئی۔ اور مقتول یہ بتانے کے بعد مر گیا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ انسان کو مار کر جگانا ہمارے بس کی بات ہے۔ اور جس طرح اس مقتول نے دوبارہ زندہ ہو کر اپنی پہلی زندگی کے حالات بتا دیئے تھے۔ اسی طرح ہم تمام انسانوں کو جب قیامت کے دِن زندہ کریں گے۔ تو وہ خود اپنے اعمال کی گواہی دیں گے۔

یہ واقعات اور نصیحتیں اللہ تعالیٰ اس لئے بیان فرماتا ہے۔ کہ لوگ ان میں غور کریں۔ اور اپنی زندگیوں کو سنوار لیں۔ گذشتہ اقوام کے حالات سے سبق حاصل کریں اور عبرت پکڑیں۔

Marfat.com

یہود کی سنگدلی

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
پھر سخت ہوگئے تمہارے دِل سے بعد اس
فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ
سودہ جیسے پتھر یا اس سے زیادہ سخت اور
اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ
بیشک سے پتھر جو جاری ہوتے ہیں اُن سے
الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ
دریا اور بے شک اس سے البتہ جو پھٹ جاتے ہیں
فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا
نکلتا ہے اس سے پانی اور پس اس سے البتہ
يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ
گرتے ہیں سے ڈر اللہ اور نہیں اللہ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾
بے خبر اس سے جو تم کرتے ہو۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
پھر اس کے بعد تمہارے دِل سخت ہو گئے
فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ
پس وہ پتھر جیسے ہو گئے یا ان سے بھی سخت اور
اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ
پتھروں میں تو ایسے بھی ہیں۔ جن سے دریا
الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ
جاری ہوتے ہیں اور ان میں ایسے بھی ہیں۔ جو پھٹ جاتے
فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا
ہیں اور اُن سے پانی نکلتا ہے اور ان میں ایسے بھی ہیں
يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ
جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾
تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیات میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے چند سبق آموز واقعات بیان فرمائے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ وُہ بدعملیوں اور سرتابیوں میں مسلسل مبتلا رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرماتا رہا لیکن انہوں نے پھر بھی کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ گویا اُن کے دِل پتھر بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے کیونکہ پتھروں میں بھی بعض ایسے ہوتے ہیں جن سے خلقِ خدا کو فائدہ پہنچتا ہے۔ بعض پتھروں سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور ان سے دُنیا کو پانی ملتا ہے۔ پھر بعض کی جھریوں سے پانی چھوٹ کر نکلتا ہے۔ اور بعض پتھر پہاڑ کی چوٹیوں سے گرتے ہیں۔ گویا ہیبتِ الٰہی سے لرز کر سجدہ میں گرے ہیں۔

مفسّروں نے بیان کیا ہے۔ کہ چشموں والے پتھروں کی مثال انسانی آبادی میں انبیاء و رسل ہیں۔ ان کے چشمۂ فیض سے مخلوقِ خدا اپنی روحانی پیاس بجھاتی ہے۔ دُوسری قسم کے پتھروں کی مثال اولیاء اللہ ہیں۔ ان سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مومنین و صالحین ہیں۔ جو اگر دُوسروں کی اصلاح و ہدایت نہ کر سکیں۔ پھر بھی اُن کا اپنا ایمان و عمل سالم ہوتا ہے۔

بنی اسرائیل نے نہ انبیاء علیہم السّلام کی تعلیمات سے فائدہ اٹھایا۔ نہ نیک بندوں کی بات سُنی۔ گویا ان کے دِل عام پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے تھے۔ جن پر کوئی بات کارگر نہیں ہوتی۔

Marfat.com

کلام اللہ میں تحریف

اَ۔ فَتَطْمَعُوْنَ ۔ اَنْ ۔ یُّؤْمِنُوْا ۔ لَکُمْ	اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَکُمْ
کیا تم توقع رکھتے ہو کہ وُہ مانیں تمہاری بات	اب کیا تم توقع رکھتے ہو کہ وُہ تمہاری بات مانیں گے
وَ۔ قَدْ ۔ کَانَ ۔ فَرِیْقٌ ۔ مِّنْھُمْ ۔ یَسْمَعُوْنَ	وَقَدْ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَسْمَعُوْنَ
اور تھا ایک گروہ ان میں کہ سنتا تھا	اور ان میں ایک گروہ اللہ کا کلام
کَلٰمَ ۔ اللّٰہِ ۔ ثُمَّ ۔ یُحَرِّفُوْنَہٗ ۔ مِنْ ۔ بَعْدِ	کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَہٗ مِنْ بَعْدِ
کلام اللہ پھر بدل ڈالتے تھے اس کو سے بعد	سنتا تھا پھر وُہ جان بوجھ کر اسے بدل
مَا ۔ عَقَلُوْہُ ۔ وَ ۔ ھُمْ ۔ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾	مَا عَقَلُوْہُ وَ ھُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾
جو جان بوجھ کر اور وُہ جانتے تھے۔	ڈالتے تھے۔ اور وُہ اصل بات جانتے تھے۔

تَطْمَعُوْنَ: (تم تو توقع رکھتے ہو) یہ لفظ طَمَعَ سے نکلا ہے۔ اس کے عام معنے لالچ کرنے اور حرص رکھنے کے ہیں۔ اور دوسرے معنے امید و توقع کے بھی ہیں۔ اور یہاں آخری معنیٰ ہی مُراد ہیں۔

یُحَرِّفُوْنَہٗ: (وُہ اسے بدل ڈالتے ہیں) اس لفظ کا مادہ حرف ہے اور مصدر تحریف ہے جس کے معنیٰ ہیں بدل ڈالنا۔ یہ تبدیلی دو طریق پر ہوتی ہے۔

(۱) تحریف لفظی: (لفظوں کو بدل ڈالنا۔ ان کا تلفّظ بدل دینا کہ لفظ کی حقیقت بدل جائے مثلاً یہود نے "حطّۃ" کی جگہ "حنطۃ" اور "راعنا" کی جگہ "راعینا" کہا) (۲) تحریف معنوی (الفاظ کے معنی بدل دینا۔ ترجمہ اور تشریح کو کچھ سے کچھ کر دینا)

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تاریخ کے اہم واقعات سُنا کر اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا کہ یہ لوگ ان باتوں سے کوئی عبرت قبول کرنے والے نہیں۔ کیونکہ اُن کے دِل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو چکے ہیں۔ اُن کے دِلوں پر عبرتناک واقعات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مُسلمانوں کو سمجھاتا ہے۔ کہ کیا تم اس بات کی آرزو کرتے ہو۔ کہ یہ تمہاری بات مان لیں گے۔ حالانکہ ان کے بڑوں میں حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں اور ان کے بعد بھی ایک فریق ایسا تھا جو اللہ کا کلام سننے کے بعد جان بوجھ کر اس میں تحریف کرتا تھا۔ جب اُن کے بڑوں کا یہ حال تھا تو پھر اُن کے بعد آنے والوں سے کس طرح امید ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ بدطینت ہیں۔ یہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے اس اعلان سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہودیوں کے اسلام لانے کی مُسلمانوں کو کچھ زیادہ توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔

Marfat.com

یہود کی منافقت

وَ۔ اِذَا۔ لَقُوا۔ الَّذِیْنَ۔ اٰمَنُوْا۔ قَالُوْٓا
اور جب ملتے ہیں اُن لوگوں سے جو ایمان لائے کہتے ہیں
اٰمَنَّا ۚ وَ۔ اِذَا۔ خَلَا۔ بَعْضُهُمْ۔ اِلٰی
ہم مسلمان ہوئے۔ اور جب تنہا ہوجاتے ہیں۔ ان کے بعض طرف
بَعْضٍ۔ قَالُوْٓا۔ اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ۔ بِمَا۔ فَتَحَ
بعض کہتے ہیں کیا تم کہتے ہو اُن سے جو ظاہر کیا
اللّٰهُ۔ عَلَیْكُمْ۔ لِیُحَآجُّوْكُمْ۔ بِهٖ۔ عِنْدَ
اللہ تم پر تاکہ تم سے جھگڑیں اس سے آگے
رَبِّكُمْ ؕ۔ اَ۔ فَلَا۔ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَ۔ وَلَا۔ یَعْلَمُوْنَ
تمہارا رب کیا نہیں تم سمجھتے کیا نہیں جانتے وُہ
اَنَّ۔ اللّٰهَ۔ یَعْلَمُ۔ مَا۔ یُسِرُّوْنَ
کہ اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہیں
وَ۔ مَا۔ یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾
اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا
اور جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں
اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰی
ہم مسلمان ہوئے اور جب ایک دُوسرے کے پاس تنہا ہوتے
بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ
ہیں تو کہتے ہیں کیا تم کہہ دیتے ہو اُن سے جو اللہ نے تم پر
اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ
ظاہر کیا ہے۔ تاکہ تم سے اس کے ذریعہ تمہارے رب کے آگے
رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ
جھگڑا کریں۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔ کیا وہ نہیں جانتے
اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ
کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ چھپاتے ہیں۔
وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾
اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ: (اس کے ذریعے تمہیں جھٹلائیں) حجج اس کا مادہ ہے۔ لفظ حجت بھی اسی سے بنا ہے۔ جس کے معنیٰ دلیل ہیں۔ اور اس پورے جُملے کے معنیٰ ہیں "اسے دلیل بنانا اور اس کے ذریعے حجّت پکڑنا" توریت میں تحریف کرنے والے یہودی اپنے منافق دوستوں کو کہا کرتے تھے۔ کہ تم اپنی کتاب کی تعلیم مسلمانوں کو بتلا کر اس کے ذریعے اپنے خلاف مُسلمانوں کے ہاتھ میں دلائل دیتے ہو۔

یہاں سے ان یہودیوں کا ذکر شروع ہو رہا ہے۔ جو منافق تھے۔ یہ لوگ جب کبھی مُسلمانوں سے ملتے۔ تو آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنا ایمان ظاہر کرتے اور انہیں خوش کرنے کے لئے اس آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تائید و تصدیق کے لئے وُہ تمام پیش گوئیاں اور علامتیں بیان کرتے۔ جو ان کی مذہبی کتاب میں موجود تھیں۔

لیکن جب یہ یہود آپس میں ملتے۔ تو ایک دُوسرے کو لعنت ملامت کرتے۔ کہ تم اپنی تعلیمات مُسلمانوں پر ظاہر کر کے خود اپنے خلاف انہیں ہتھیار کیوں دیتے ہو۔ یہی دلائل مُسلمان تمہارے خلاف استعمال کرتے ہیں اور تمہاری اپنی باتوں کو سند بنا کر وُہ اللہ کے ہاں گواہی دیں گے۔ کہ یہود سب کچھ جاننے کے بعد اصل دین کی طرف نہیں لوٹے۔ گویا یہ احمق سمجھ رہے تھے۔ کہ ان باتوں کا علم مُسلمانوں کو صرف یہودیوں کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اُن کی ظاہر اور پوشیدہ تمام باتیں نبیؐ اور مُسلمانوں پر ظاہر کر سکتا ہے۔

Marfat.com

جھوٹی آرزوئیں

وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ

اور ان میں ان پڑھ نہیں خبر رکھتے کتاب

اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾

سوائے جھوٹی آرزوئیں اور نہیں وہ مگر جھوٹے خیال رکھنے والے

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ

سو خرابی ان لوگوں کے لئے جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے۔

ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

پھر کہہ دیتے ہیں یہ سے طرف اللہ

لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ

تاکہ خریدیں اس پہ قیمت تھوڑی سو خرابی

لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ

ان کے لئے جو لکھا ان کے ہاتھ اور خرابی

لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

ان کے لئے اس سے جو انہوں نے کمایا

وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ

اور ان میں بعض ان پڑھ ہیں کہ کتاب کی خبر نہیں رکھتے۔

اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾

جھوٹی آرزوؤں کے سوا اور وہ صرف جھوٹے خیال رکھنے والے ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ

سو ان کے لئے خرابی ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں۔

ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ

تاکہ اس پر تھوڑی سی قیمت لیویں سو خرابی ہے

لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ

ان کے لئے اپنے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کیلئے

لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

اس کی بنا پر جو انہوں نے کیا۔

اَمَانِيَّ: (آرزوئیں۔ جھوٹی آرزوئیں) اس کا واحد اُمْنِيَّه ہے۔ یہ لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) ایسی آرزو جس کی حقیقت کوئی نہ ہو۔ اور کوئی شخص محض خیال خام میں مگن رہے۔ (۲) کوئی شخص جھوٹی روایات اور خرافات میں مبتلا رہے۔ یہود کی تاریخ میں اس قسم کی روایات کی بے شمار مثالیں موجود ہیں مثلاً ان کی یہ خام خیالی کہ جنّت میں ان کے سوا کوئی اور نہ جائے گا۔

ثَمَنًا: (قیمت) اس لفظ کے معنے صرف نقد یا زر قیمت کے نہیں۔ بلکہ جو چیز بھی کسی چیز کے معاوضہ میں حاصل ہو وہ اس کا ثمن ہے۔ اس آیت میں ثمن سے مُراد دنیوی معاوضہ ہے۔

مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ: (اُن کی کمائی سے) اس کے یہاں دو معنی ہیں۔ ایک اُن کے گناہوں کا ڈھیر۔ کیونکہ وہ لوگ اپنی ان حرکتوں سے اپنے گناہوں میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ دُوسرے وُہ مالی نفع جو کتاب اللہ میں تبدیلی یا تحریف کرکے یہ لوگ حاصل کرتے ہیں۔

یہودیوں کے جاہل طبقہ کو معلوم ہی نہ تھا کہ تورات میں کیا لکھا ہے۔ وُہ بس چند جھوٹی آرزوؤں سے واقف تھے۔ جو انہوں نے اپنے بزرگوں سے سُن رکھی تھیں اور توقّع رکھتے تھے کہ اُن کے بزرگ ان کے گناہ بخشوا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن لوگوں کے لئے سخت خرابی ہے۔ جو اللہ کے احکام بدل ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خود اللہ کا حکم ہے۔

Marfat.com

جنّت کے ٹھیکیدار

وَ۔ قَالُوْا۔ لَنْ۔ تَمَسَّنَا۔ النَّارُ۔ اِلَّآ۔ اَيَّامًا
اور کہتے ہیں نہیں لگے گی آگ مگر چند دن
مَّعْدُوْدَةً ؕ۔ قُلْ۔ اَتَّخَذْتُمْ۔ عِنْدَ۔ اللّٰهِ
گنے چُنے کہہ دو کیا تم لے چکے ہو سے اللہ
عَهْدًا۔ فَلَنْ۔ يُّخْلِفَ۔ اللّٰهُ۔ عَهْدَهٗٓ
اقرار کہ نہیں خلاف کرے گا اللہ اپنا اقرار
اَمْ۔ تَقُوْلُوْنَ۔ عَلَى۔ اللّٰهِ۔ مَا۔ لَا۔ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾
کیا تم کہتے ہو اوپر اللہ جو نہیں تم جانتے۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا
اور کہتے ہیں ہم کو ہرگز آگ نہیں لگے گی مگر چند دن
مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
گنے چُنے۔ کہہ دو کیا تم اللہ کے ہاں سے اقرار
عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ
لے چکے ہو کہ اللہ اب اپنے اقرار کے خلاف ہرگز نہ کرے گا۔
اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾
یا اللہ پر جوڑتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

النَّارُ (آگ) یہاں اس لفظ سے مُراد دوزخ کی آگ ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں بکثرت آیا ہے۔ اور دُنیا کی تمام آسمانی کتابوں میں اس سے انسانوں کو خبردار کیا گیا ہے۔ جہنم کے عذاب سے نہ کسی کی سفارش بچا سکے گی۔ نہ کوئی معاوضہ کام کرے گا۔ نہ وہاں کسی کا زور چل سکے گا۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً: (چند گنے چُنے دن) یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ انہیں اعمالِ بد کے عوض صرف چند روز کے لئے دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ اس کے بعد وہاں سے نکال لئے جائیں گے۔ ان کی روایتوں میں یہ تعداد مختلف بیان کی گئی ہے۔ بعض سات دن بتاتے ہیں۔ بعض چالیس دِن۔ یعنی جتنے دِن انہوں نے بچھڑے کی پُوجا کی اور بعض کہتے ہیں کہ ہر گنہ گار کو اس کی عمر کے برابر دوزخ میں رکھا جائے گا۔

بنی اسرائیل اپنے آپ کو اللہ کے لاڈلے اور محبوب سمجھتے تھے۔ اس کی سند میں وُہ اللہ تعالیٰ کے وُہ انعامات بیان کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر وقتاً فوقتاً کئے۔ اس کے واسطے انہوں نے کئی روائتیں اپنے پاس سے گھڑ لی تھیں۔ جن کا ثبوت ان کی کتاب میں بالکل نہ مِلتا تھا۔ انہیں من گھڑت اور جھوٹی روایتوں میں سے ایک روایت یہ بھی تھی۔ کہ اُن کا عقیدہ تھا کہ اُن کے اعمالِ بد کے بدلے اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی سزا دی۔ تو وُہ گنتی کے صرف چند روز کے لئے ہوگی۔ وُہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معرفت ان سے پُوچھتا ہے کہ کیا تم نے اللہ سے اس بات کا کوئی عہد یا اقرار لے لیا ہے۔ جس کی پابندی کرنے پر وُہ مجبور رہے۔ یا تم نے خود اپنے دِل سے یہ سب باتیں گھڑ لی ہیں؟ اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اُن کے یہ سب دعوے محض من گھڑت ہیں۔ ان باتوں کے لئے اُن کے پاس مذہب کی کوئی سند موجود نہیں۔

Marfat.com

جنّت اور دوزخ

بَلٰی مَنۡ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّ اَحَاطَتۡ
کیوں نہیں جس نے کمایا گناہ اور گھیرلیا

بِہٖ خَطِیۡٓئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ
اس کو اس کے گناہ سو وہی ہیں رہنے والے دوزخ

ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ لوگ جو ایمان

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ
لائے اور عمل کئے نیک وہی ہیں رہنے والے

الۡجَنَّۃِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۲﴾ ع ۹ ۱۱ ۹
جنت وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

بَلٰی مَنۡ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّ اَحَاطَتۡ
کیوں نہیں جس نے گناہ کمایا اور اسے اس کے

بِہٖ خَطِیۡٓئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ
گناہ نے گھیر لیا سو وہی دوزخ کے رہنے والے ہیں

ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ
اور انہوں نے اچھے عمل کئے وہی جنت کے

الۡجَنَّۃِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۲﴾ ع ۹ ۱۱ ۹
رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اَحَاطَتۡ بِہٖ خَطِیۡٓئَتُہٗ: (اس کو اس کے گناہ نے گھیر لیا) اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر بدی کی راہ اختیار کی اور پھر گناہوں کے اندر اس طرح گھر گئے کہ ایمان کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ یہ حالت اہل کفر کی ہے۔ اس لئے مفسرین نے یہاں اس سے مُراد کافر لئے ہیں۔

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: (انہوں نے اچھے عمل کئے) آخرت میں حصُولِ جنّت اور دنیا میں کامیابی و کامرانی کے لئے ایمان کے ساتھ اچھے اعمال کو لازمی شرط قرار دیا گیا ہے۔ اچھے اعمال سے مُراد وُہ کام ہیں جو انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کے مُطابق بجالائے۔

بنی اسرائیل نے بہت سے جھوٹے عقیدے گھڑ لئے تھے۔ اور یہ عقیدے نسلاً بعد نسل چلے آرہے تھے۔ مثلاً یہ کہ وُہ اللہ تعالیٰ کے چہیتے اور لاڈلے ہیں۔ انہیں ان کے گناہوں کی سزا نہیں ملے گی۔ اور اگر ملی بھی تو صرف چند روز کے لیے۔ نیز یہ کہ اُن کے بزرگ انہیں بخشوا لیں گے۔ ان عقیدوں کی آڑ میں یہ لوگ ہر ناجائز اور حرام عمل و کردار سے ہرگز نہ چوکتے تھے۔ اور اس خام خیالی میں مبتلا تھے۔ کہ ان کے لیے اب سے دین کی پیروی کرنا یا آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات کو ماننا ضروری نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس غلط گمان کی تردید کی ہے۔ اور بتلایا ہے کہ نجات کا دارومدار صرف دو باتوں پر ہے۔ پہلی یہ کہ آدمی اللہ پر ایمان رکھتا ہو۔ اور دُوسری یہ کہ وُہ نیک عمل کرتا ہو۔ یعنی اللہ کے احکام کو صدقِ دِل سے ماننے اور ان کی تعمیل کرنے پر جزا و سزا کا دارومدار ہے۔

Marfat.com

میثاق بنی اسرائیل

وَ۔اِذْ۔اَخَذْنَا۔مِیْثَاقَ۔بَنِیْٓ۔اِسْرَآءِیْلَ
اور جب ہم نے لیا اقرار بنی اسرائیل
لَا۔تَعْبُدُوْنَ۔اِلَّا۔اللّٰهَ ؕ وَ۔بِالْوَالِدَیْنِ
نہ عبادت کرو مگر اللہ اور ماں باپ سے
اِحْسَانًا۔وَّ۔ذِی۔الْقُرْبٰی۔وَالْیَتٰمٰی۔وَ۔الْمَسٰكِیْنِ
نیک سلوک اور والے کنبہ اور یتیم اور محتاج
وَ۔قُوْلُوْا۔لِلنَّاسِ۔حُسْنًا۔وَّ۔اَقِیْمُوا۔الصَّلٰوةَ
اور کہنا لوگ نیک بات اور قائم رکھنا نماز
وَ۔اٰتُوا۔الزَّكٰوةَ ؕ ۔ثُمَّ۔تَوَلَّیْتُمْ۔اِلَّا
اور دیتے رہنا زکوٰۃ پھر تم پھر گئے مگر
قَلِیْلًا۔مِّنْكُمْ۔وَ۔اَنْتُمْ۔مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾
تھوڑے تم میں اور تم پھرنے والے ہو۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا
لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَبِالْوَالِدَیْنِ
کہ عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی اور ماں باپ سے
اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ
نیک سلوک کرنا اور کنبہ والوں سے اور یتیموں اور محتاجوں سے
وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ
اور سب لوگوں سے نیک بات کہنا اور نماز قائم رکھنا
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا
اور زکوٰۃ دیتے رہنا پھر چند ایک کے سوا تم سب
قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾
پھر گئے اور تم ہی پھر جانے والے ہو۔

مِیْثَاق: (اقرار دعہد) وثوق اور وثاق کے لفظ بھی اس کے مادہ سے نکلے ہیں۔ بنی اسرائیل کے اس میثاق کا ذکر قرآن مجید کے دوسرے حصّوں میں کئی جگہ آیا ہے۔ توریت اور انجیل میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو بتاتا ہے کہ اللہ کے حکموں سے منہ موڑنا تمہاری عادت بن چکی ہے۔ چنانچہ اُن کے مشہور میثاق کا ذکر کرکے انہیں اس طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ وُہ اللہ کے سوا کسی اور چیز کی پوجا نہ کریں گے۔ اپنے والدین، عزیز واقارب یتیموں، بے کسوں، محتاجوں اور لاوارثوں کے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔ اور ان سے خوش خلقی سے پیش آئیں گے۔ تمام لوگوں سے نیک باتیں کہیں گے۔ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے۔ لیکن یہ لوگ اللہ سے یہ عہد کرکے اس سے پھر گئے۔ اور اسے پورا نہ کر سکے۔ بہت کم لوگ تھے جنہوں نے اپنے اس عہد کا پاس کیا اور اس کا ایفا کرتے رہے۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ تم ہو ہی پھرنے والے۔ یعنی یہ تمہاری جبلّت بن چکی ہے کہ تم اللہ سے عہد و پیمان کرتے ہو۔ مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔

ہمیں ان باتوں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور ہم نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا ہے (یعنی یہ کہ سوا اس کے کسی کی عبادت نہ کریں گے۔ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کا آخری نبی مانیں گے۔ اور ان کے کہنے پر چلیں گے) ہمیں اپنے اس ایمانی عہد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔

Marfat.com

خونریزی اور جلاوطنی

وَ۔ اِذْ۔ اَخَذْنَا۔ مِیْثَاقَکُمْ۔ لَا۔ تَسْفِکُوْنَ　　وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لَا تَسْفِکُوْنَ

اور جب　ہم نے لیا　تمہارا وعدہ　نہ بہاؤ گے　　اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا کہ آپس میں

دِمَآءَکُمْ۔ وَ لَا۔ تُخْرِجُوْنَ۔ اَنْفُسَکُمْ۔ مِّنْ　　دِمَآءَکُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ

آپس میں خون　اور نہ　نکال دو گے　اپنوں کو　سے　　خون نہ بہاؤ گے اور اپنوں کو اپنے وطن سے نہ

دِیَارِکُمْ۔ ثُمَّ۔ اَقْرَرْتُمْ۔ وَ۔ اَنْتُمْ۔ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾　　دِیَارِکُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾

اپنے وطن　پھر　تم نے اقرار کر لیا　اور تم　مانتے ہو۔　　نکالو گے پھر تم نے اقرار کر لیا اور تم مانتے ہو۔

لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَکُمْ: (آپس میں خون نہ بہاؤ گے) تَسْفِکُوْنَ کا مادہ سفك ہے جس کے معنی بہانا اور خاص طور پر خون بہانا ہیں۔ محاورہ کے طور پر اس جملہ کے معنیٰ قتل کرنا بھی ہوتے ہیں۔

اس سورۃ کے پانچویں رکوع سے مسلسل یہود کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہودی اپنے اصل دین سے بھٹک چکے تھے۔ اللہ کی دی ہوئی کتاب تورات میں تحریف و تبدیل کرتے تھے۔ اللہ کے احکام سُن کر اور ان کی تعمیل کا وعدہ کر کے اس سے پھر جاتے تھے۔ اور وُہ جھوٹے اور من گھڑت عقیدوں میں مبتلا تھے۔ انہیں یہ گمان تھا کہ وُہ خواہ کتنے ہی گناہ کریں اور معصیت کے مرتکب ہوں۔ انہیں ہرگز سزا نہ ہوگی۔ بلکہ ان کے بزرگ انہیں دوزخ کی آگ سے بچا لیں گے۔

یہود کے ان غلط عقائد کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعہ ظاہر کر دیا کہ نجات کا اصل قانون کیا ہے۔ صرف وہی لوگ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نیک عمل کرتے ہیں۔ جنّت کے مستحق ہوں گے۔ اُن کے علاوہ جو شخص معصیت میں گھر گیا۔ وُہ ہر حالت میں دوزخ میں داخل ہوگا۔

نجات کا قانون بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے صالح اور نیک بندے بننے کا طریقہ بتایا۔ اور ان کے میثاق کی طرف انہیں توجّہ دلائی۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے دو اور باتوں کا وعدہ بھی لیا تھا یعنی یہ کہ ایک تو وُہ آپس میں خونریزی نہ کریں گے دُوسرے یہ کہ اپنی قوم کو ناحق جلاوطن نہ کریں گے۔ کیونکہ قوم کا اجتماعی رعب ختم ہو جائے گا۔ مخالفوں کو موقعہ ملے گا کہ وُہ حملہ کر کے ان پر تسلّط جما لیں اور حاکم بن بیٹھیں۔

Marfat.com

عہد شکنی اور نافرمانی

ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ

پھر تم وُہ لوگ ہو کہ آپس میں تم خون کرتے ہو۔

وَتُخۡرِجُوۡنَ فَرِيۡقًا مِّنۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِهِمۡ

اور اپنے ایک فرقہ کو ان کے وطن سے نکال دیتے ہو۔

تَظٰهَرُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ

ان پر گناہ اور ظلم سے چڑھائی کرتے ہو۔

ثُمَّ - اَنۡتُمۡ - هٰٓؤُلَآءِ - تَقۡتُلُوۡنَ - اَنۡفُسَكُمۡ

پھر تم وُہ لوگ ہو خون کرتے ہو آپس میں

وَ - تُخۡرِجُوۡنَ - فَرِيۡقًا - مِّنۡكُمۡ - مِّنۡ - دِيَارِهِمۡ

اور نکال دیتے ہو ایک فریق تم میں سے سے ان کے وطن

تَظٰهَرُوۡنَ - عَلَيۡهِمۡ - بِالۡاِثۡمِ - وَالۡعُدۡوَانِ

چڑھائی کرتے ہو ان پر گناہ سے اور ظلم۔

بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ: (گناہ اور ظلم سے) اثم کے معنیٰ گناہ ہیں۔ چنانچہ اثم گنہگار کو کہتے ہیں۔ عدوان کے لفظی معنیٰ سرکشی اور بغاوت کے ہیں۔ اعتدا حد سے بڑھنے کو کہتے ہیں۔ یہاں یہ لفظ ظلم کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ اس جملہ سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل باہم جو قتل و غارت اور خونریزی کرتے تھے۔ یا اپنے ہم مذہب اور ہم وطنوں کو جلاوطن کر دیتے تھے۔ وُہ کسی اصُول کی خاطر نہیں بلکہ محض گناہ اور ظلم و ستم کے طور پر ہوتا تھا۔ جو قوم اپنوں سے یہ سلوک کرتی ہو۔ وُہ دُوسروں سے کیا نیکی کر سکتی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہودیوں کو جتاتا ہے۔ کہ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ کہ نہ تو تم آپس میں خون ریزی کرو گے۔ اور نہ ایک دُوسرے کو جلاوطن کرو گے۔ لیکن تم اس وعدہ کی خلاف ورزی کرتے ہو۔ ایک دُوسرے کا خون بہاتے ہو۔ اور اپنے بھائیوں میں سے ایک دُوسرے کو گھروں سے بھی نکال دیتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے جو دو قبیلے بنو نضیر اور بنو قریظہ مدینہ اور اس کے آس پاس آباد تھے ان کی عادت تھی۔ کہ ہمیشہ باہم خانہ جنگیوں میں مصروف رہتے۔ مشرکین مدینہ کے بھی دو قبیلے اوس اور خزرج وہاں آباد تھے۔ یہودیوں کا ایک قبیلہ مشرکوں کے ایک جتھے کے ساتھ ہو جاتا تھا۔ اور دوسرا مشرکوں کے دُوسرے جتھے کے ساتھ۔ اور جب جنگ شروع ہوتی۔ تو وُہ سب کچھ ہوتا جو جنگ میں ہُوا کرتا ہے۔ یعنی قتل اور جلاوطنی وغیرہ۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے بعد بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں میں سخت اختلاف پیدا ہُوا۔ اُن کی باہم بہت خونریزیاں ہوئیں۔ جس کے نتیجہ میں ان کی حکومت برباد ہو گئی۔ وُہ دوسروں کے غلام ہو گئے اور انتہائی ذلّت اور رسوائی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔

Marfat.com

صرف بعض احکام کی اطاعت

وَ۔ اِنْ ۔ یَّاْتُوْکُمْ ۔ اُسٰرٰی ۔ تُفٰدُوْھُمْ
اور اگر وہ تمہارے پاس آئیں قیدی ان کا فدیہ دے کر چھڑاتے ہو
وَ۔ ھُوَ ۔ مُحَرَّمٌ ۔ عَلَیْکُمْ ۔ اِخْرَاجُھُمْ ؕ
اور وہ حرام تم پر ان کا نکال دینا
اَ ۔ فَتُؤْمِنُوْنَ ۔ بِبَعْضِ ۔ الْکِتٰبِ ۔ وَ
کیا مانتے ہو بعض کو کتاب اور
تَکْفُرُوْنَ ۔ بِبَعْضٍ ۚ ۔ فَمَا ۔ جَزَآءُ ۔ مَنْ
نہیں مانتے بعض کو سو نہیں سزا اس کی جو
یَّفْعَلُ ۔ ذٰلِکَ ۔ مِنْکُمْ ۔ اِلَّا ۔ خِزْیٌ ۔ فِی
کام کرے یہ تم میں سوائے رسوائی میں
الْحَیٰوۃِ ۔ الدُّنْیَا ۚ وَ ۔ یَوْمَ ۔ الْقِیٰمَۃِ ۔ یُرَدُّوْنَ
زندگی دنیا اور دن قیامت پہنچائے جائیں
اِلٰٓی ۔ اَشَدِّ ۔ الْعَذَابِ ؕ ۔ وَ ۔ مَا ۔ اللّٰہُ
طرف سخت عذاب اور نہیں اللہ
بِغَافِلٍ ۔ عَمَّا ۔ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾
بے خبر تمہارے کاموں سے۔

وَاِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْھُمْ
اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو ان کا بدلہ دے کر چھڑاتے
وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُھُمْ ؕ
ہو۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام ہے۔
اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ
کیا کتاب کے بعض حصہ کو مانتے ہو اور
تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ
بعض کو نہیں مانتے۔ اس کے سوا کوئی سزا نہیں اس کے لیے
یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی
جو تم میں سے یہ کرتا ہے۔ مگر دنیا کی زندگی
الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ
میں رسوائی۔ اور قیامت کے دن سخت
اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰہُ
عذاب میں پہنچائے جائیں گے۔ اور اللہ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾
تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

اَلْکِتَابُ: (کتاب) اس سے مراد اسرائیلیوں کی آسمانی کتاب تورات ہے۔ ان پر یہ حجت قائم کی جارہی ہے۔ کہ قرآن مجید کے احکام کی پیروی تو الگ رہی۔ تم اپنی کتاب کی بھی پوری پوری اطاعت نہیں کرتے۔ تم اس کے اپنے چند مفید مطلب احکام کی تعمیل کرتے ہو۔ اور جو احکام بظاہر تم سے قربانی کا مطالبہ کریں۔ ان کو تم پسِ پشت ڈال دیتے ہو۔

اس آیت میں یہودیوں کی بدعملیوں اور بدعہدیوں کو اور زیادہ کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ وہ پہلے تو اپنے بھائی بندوں سے جنگ کر کے انہیں جلاوطن کر دیتے۔ پھر جب غیر اقوام ان جلاوطن لوگوں کو اپنا قیدی بنالیتیں تو یہودی اپنا خلوص دکھانے کے لیے جھٹ فدیہ دے کر اپنے ان قیدیوں کو چھڑا لیتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان پر ان لوگوں کو جلاوطن کرنا ہی ناجائز تھا گویا وہ تورات کے اس حکم کی تو اطاعت کرتے ہیں۔ کہ قیدیوں کو چھڑا لیا جائے۔ لیکن تورات کے اس حکم کی پیروی نہیں کرتے کہ اپنے بھائیوں کو جلاوطن نہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ساتھ ہی فرماتا ہے کہ ایسا کام کرنے والے لوگوں کی دنیا میں تو یہ سزا ہوگی کہ وہ ذلیل و رسوا ہوں گے۔ اور آخرت میں وہ بے بس اور بے یار و مددگار ہو کر سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

Marfat.com

آخرت کے بدلے دُنیا

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
یہی ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی مول لی
بِالْاٰخِرَةِ ز فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ
آخرت کے بدلے سو نہ ان سے عذاب ہلکا ہوگا
وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿۸۶﴾ ع
اور نہ انہیں مدد پہنچے گی۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
یہی ہیں وُہ جنہوں نے مول لی زندگی دنیا
بِالْاٰخِرَةِ ۔ فَلَا ۔ يُخَفَّفُ ۔ عَنْهُمُ ۔ الْعَذَابُ
آخرت کے بدلے سو نہ ہلکا ہوگا ان سے عذاب
وَ ۔ لَا ۔ هُمْ ۔ يُنْصَرُونَ ﴿۸۶﴾ ع
اور نہ وُہ مدد پہنچے گی۔

بِالْاٰخِرَةِ: (آخرت کے بدلے) یہود کی مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ان کے اندر آخرت کا ایمان باقی ہی نہ رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ بے راہ روی اور غلط کاری سے روکنے والی بات صرف اللہ اور آخرت کا تصوّر ہے۔ اگر انسان کو دُوسری ابدی زندگی اور جزا و سزا کا خیال نہ رہے۔ تو اسے گناہ اور سرکشی کی راہ سے کوئی چیز نہیں ہٹا سکتی۔

لَاهُمْ يُنْصَرُونَ: (انہیں مدد نہ پہنچے گی) نصر اس کا مادہ ہے۔ انصار (مدد کرنے والے) بھی اسی لفظ سے ہے۔ اور منصور کا مادہ بھی یہی لفظ ہے۔ اس پورے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اس عذاب سے رہائی کے لیے کسی طرف سے انہیں کوئی مدد نہ پہنچے گی۔

یہودی اس گمان باطل میں مبتلا تھے۔ کہ وُہ خواہ کتنے ہی زیادہ گناہ کرتے چلے جائیں۔ آخرت میں اُن کی مدد کے لیے اُن کے بزرگ اور خُدا رسیدہ لوگ پہنچیں گے۔ اور انہیں آگ کے عذاب سے بچا لیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ عقیدہ غلط اور باطل ٹھہرایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ان کی کسی طرف سے مدد نہ کی جائے گی۔

اس آیت میں پچھلی آیتوں کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ وُہ لوگ جنہوں نے اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کی۔ اس سے اقرار باندھنے کے بعد پھر گئے۔ اور دین کو دنیوی فائدوں کے لیے قربان کر دیا۔ وُہ آخرت کے بے بہا ثواب اور نعمتوں کو چھوڑ کر دُنیا کی عارضی لذّتوں کے پیچھے پڑ گئے۔ انہوں نے اخروی فلاح کے بدلے دنیا کا عارضی آرام خرید لیا ہے۔ اُن کے لیے آخرت میں سخت ترین عذاب ہے۔ اور معاف ہونا تو کجا اس میں کسی قسم کی تخفیف بھی نہ کی جائے گی۔ اور وُہ لوگ یہ بھی جان لیں۔ کہ اس عذاب سے انہیں نہ کوئی چھڑا سکتا ہے۔ اور نہ چھڑانے میں مدد ہی دے سکتا ہے۔ مرنے کے بعد صرف انسان کے نیک عمل اس کا ساتھ دیں گے۔ وہاں کوئی اور انسان کو عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

Marfat.com

حضرت مسیحؑ کی آمد

وَ۔ لَقَدْ۔ اٰتَیْنَا۔ مُوْسَی۔ الْکِتٰبَ۔ وَ۔ قَفَّیْنَا
اور بے شک ہم نے دی موسیٰ کتاب اور ہم نے پے در پے بھیجا
مِنْ۔ بَعْدِہٖ۔ بِالرُّسُلِ۔ وَ۔ اٰتَیْنَا
سے اس کے پیچھے رسُول اور ہم نے دیئے
عِیْسَی۔ ابْنَ۔ مَرْیَمَ۔ الْبَیِّنٰتِ۔ وَ
عیسیٰ بیٹا مریم معجزے صریح اور
اَیَّدْنٰہُ۔ بِرُوْحِ۔ الْقُدُسِ ؕ
اس کو ہم نے قوت دی روح سے پاک۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا
اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے پیچھے
مِنْۢ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ ۪ وَ اٰتَیْنَا
پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے مریم
عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَ
کے بیٹے عیسیٰ کو پے در پے معجزے دیئے
اَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ
ہم نے اسے پاک روح سے مدد دی۔

قَفَّیْنَا: (ہم نے پے در پے بھیجے) بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد انبیاء کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ جن میں بعض مشہور نبی یہ ہیں۔ حضرت یوشع۔ داؤد۔ زکریا۔ یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السّلام۔ یہ لفظ قفا سے ہے۔ اور یہ لفظ اسم کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس وقت اس کے معنے پشت یعنی پیٹھ کے ہوتے ہیں۔

عیسیٰ: (عیسیٰ) حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔ بنی اسرائیل میں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوا۔ اس کے بعد نبوّت بنو اسمٰعیل کی طرف چلی گئی۔ اس خاندان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دُنیا میں کوئی نبی نہیں آیا۔ اور نہ آئے گا۔ یعنی آپ پر نبوّت ختم ہوگئی۔ حضرت عیسیٰؑ خاص طور پر آپ کے تشریف فرما ہونے کی بشارت دے گئے تھے۔ سن عیسوی حضرت عیسیٰؑ کے نام سے ہی جاری ہے۔ مُلک شام میں ایک قصبہ ناصرہ ہے۔ جو آپ کا آبائی وطن تھا۔ اسی نسبت سے آپ کو مسیح ناصری کہتے ہیں۔

مَرْیَمَ: (مریم) حضرت مریم کے والد کا نام عمران تھا۔ آپ قوم اسرائیل کے ایک بڑے معزّز خاندان سے تھیں۔ اور خود بھی بڑی باعصمت تھیں۔ حضرت عیسیٰ انہیں کے بطن سے بن باپ کے پیدا ہوئے۔

عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ: (مریم کا بیٹا عیسیٰ) اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی ایک بشر ہی تھے۔ معاذ اللہ! اللہ کے بیٹے نہیں تھے۔ ہاں آپ اللہ کے ایک بہت بڑے پیغمبر تھے۔ چونکہ آپ بن باپ کے پیدا ہوئے۔ اس لئے نسبت ماں سے دی گئی۔

اَلْبَیِّنَات: (صریح معجزے) اس کا واحد بَیِّنَہ ہے۔ جس کے لفظی معنیٰ واضح اور روشن کے ہیں۔ یہاں اَلْبَیِّنٰتِ سے مُراد کھُلے اور صریح معجزے ہیں۔ جن کے ماننے میں حیل وحجّت کی کوئی گنجائش نہیں۔

رُوْحُ الْقُدُسِ: (پاکیزگی کی رُوح) رُوح القدس سے مُراد حضرت جبریلؑ لئے جاتے ہیں۔ وہ نبیوں اور رسُولوں کے پاس اللہ کا پیغام لاتے تھے۔ ہر مشکل کے وقت حضرت جبریلؑ نے اللہ کے اس مقدّس نبی کی مدد کی۔ اسی لئے یہاں ان کا خصوصیّت سے ذکر موجود ہے۔

Marfat.com

نفس پرستی اور قتلِ انبیاء

اَ۔ فَكُلَّمَا ۔ جَآءَكُمْ ۔ رَسُوْلٌ ۢ بِمَا

کیا پھر جب تمہارے پاس لایا رسول وہ جو

لَا ۔ تَهْوٰٓى ۔ اَنْفُسُكُمُ ۔ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا

نہ بھایا تمہارے جی تو تم تکبّر کرنے لگے پھر ایک جماعت

كَذَّبْتُمْ وَ ۔ فَرِيْقًا ۔ تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

تم نے جھٹلایا اور جماعت تم نے قتل کر دیا۔

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا

پھر بھلا جب کوئی رسول تمہارے پاس وہ حکم لایا

لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا

جو تمہارے جی کو نہ بھایا تو تم تکبّر کرنے لگے پھر ایک جماعت

كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں دی ہیں۔ ایک ایمان و یقین کی قوّت۔ دُوسری عمل کی قوّت۔ اگر یہ دونوں قوتیں صحیح اور درست ہوں۔ تو مقصد کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی وُہ خرابیاں بیان کی ہیں جو ان کی قوّتِ عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی وُہ آپس میں ایک دُوسرے کو قتل کرتے تھے۔ کمزور لوگوں کو جلا وطن کر دیتے تھے۔ اب اس آیت میں ان کے ایمان اور یقین کی قوّت کی کمزوریاں ظاہر کی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی رہنمائی کے لیے ہم نے حضرت موسیٰؑ کو ایک کتاب دی۔ لیکن جب بنی اسرائیل اس کتاب کے احکام کو بدلنے اور ان کی نافرمانی کرنے لگے۔ تو ہم نے حضرت موسیٰؑ کے بعد اور بھی بہت سے نبی بھیجے۔ لیکن ان لوگوں نے ان نبیوں میں سے بھی بعض کی نافرمانی کی اور بعض کو قتل کر دیا۔ پھر ہم نے حضرت عیسیٰؑ کو انجیل دے کر بھیجا اور ان کی سچّائی ثابت کرنے کے لیے انہیں بہت سے معجزے بھی دیئے۔ اور ان کی امداد کے لیے حضرت جبریلؑ کو مقرّر کیا۔ لیکن یہودی عادت سے باز نہ آئے۔ اور آپ کے قتل پر تل گئے۔

اب اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے۔ کہ تمہاری بھی عجیب حالت ہے۔ جب کبھی کوئی رسُول (تمہاری) نفسانی خواہشوں اور ذاتی غرضوں کے خلاف اللہ کا کوئی حکم لایا۔ تم نے غرور کے ساتھ اس سے منہ موڑ لیا اور بعض نبیوں کو جھٹلایا اور بعض کو قتل کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے متعدّد معجزے عطا فرمائے مثلاً اندھوں کو بینا۔ کوڑھیوں کو چنگا اور بیماروں کو صحت مند کرنے کی برکت دی۔ بن باپ کے پیدا کیا۔ بچپن میں گفتگو کی قوت عطا ہوئی وغیرہ۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود بنی اسرائیل ان پر ایمان نہ لائے۔ اور مسلسل مخالفت اور ایذا رسانی کرتے رہے۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کا تعصّب

وَ۔ قَالُوْا۔ قُلُوْبُنَا۔ غُلْفٌ ؕ۔ بَلْ۔ لَّعَنَهُمُ
اور کہتے ہیں ہمارے دل غلاف بلکہ لعنت کی ہے
اللّٰهُ۔ بِكُفْرِهِمْ۔ فَقَلِيْلًا۔ مَّا۔ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾
اللہ ان کے کفر کے سبب سو بہت کم جو ایمان لاتے ہیں۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ
اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف ہے۔ بلکہ اللہ نے ان کے کفر
اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾
کے سبب لعنت کی ہے۔ سو بہت کم ایمان لاتے ہیں۔

غُلْفٌ: (غلاف) اس کا واحد اَغْلَفُ ہے۔ اور اس کے معنیٰ ہیں ڈھکی ہوئی چیز۔ یعنی وہ چیز جو غلاف میں لپٹی ہوئی اور پردوں میں چھپی ہوئی ہو۔ یہودی اس بات کے دعویدار تھے کہ ہمارے دِل تو ڈھکے ہوئے ہیں۔ اور حضرت موسیٰؑ کی تعلیمات سے بھرے پڑے ہیں۔ اس لئے ہمیں کسی نئی تعلیم کے قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ: (اللہ نے ان پر لعنت کی) لعنت کے معنی ہیں بُعد عن الرحمۃ (رحمت سے دُوری) کسی کا اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے محرُوم ہو جانا۔ اسے پھٹکار بھی اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ ایسے شخص کو منہ نہیں لگایا جاتا۔

قَلِيْلًا: (بہت کم) اس سے مُراد ہے کہ وُہ کبھی کبھی دھندلا سا رجحان ایمان کی طرف ظاہر کرتے اور ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لاتے تھے۔ اکثریت سرکشی اور بے ایمانی کی طرف مائل تھی۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے من گھڑت عقیدوں کو باطل قرار دیا۔ اور کلام اللہ نے واضح طور پر انہیں غلط ثابت کر دیا۔ تو یہودیوں کے پاس اب کوئی حجّت باقی نہ رہی۔ انہوں نے یہ عذر کرنا شروع کر دیا کہ ہمارے دِل غلاف کے اندر محفوظ ہیں۔ اور ہمارے اپنے دین کے سوا ہمارے دِل پر کوئی چیز اثر نہیں کر سکتی۔ ہم کسی کے سمجھنے اور سمجھانے سے ہرگز اس کی اطاعت یا تابعداری نہیں کریں گے۔

یہودی اپنی اس جھوٹی دلیل کو بڑے فخر سے بیان کیا کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صاف صاف اعلان فرما دیا کہ وُہ بالکل جھوٹے ہیں۔ کوئی غلاف وغیرہ کچھ نہیں۔ بلکہ ان کے مسلسل کفر کے باعث اللہ نے ان پر لعنت بھیج دی ہے۔ جس کے پردے ان کے دِلوں پر پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اپنی رحمت سے دُور کر دیا ہے۔ اس لئے وُہ سچّے دین کو نہیں مانتے۔ ان میں سے بہت کم لوگ آخری نبیؐ پر ایمان لائے ہیں۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرے۔ یا ان میں تحریف و تبدیل کرے۔ یا ان کی مسلسل نافرمانی کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیج دیتا ہے۔ ایسا آدمی ایمان اور دین کی طرف متوجّہ ہو ہی نہیں سکتا۔

Marfat.com

جان بُوجھ کر کفر

وَ۔ لَمَّا۔ جَآءَهُمْ۔ كِتٰبٌ۔ مِّنْ۔ عِنْدِ

اور جب ان کے پاس پہنچی کتاب سے طرف

اللّٰهِ۔ مُصَدِّقٌ۔ لِّمَا۔ مَعَهُمْ۔ وَ۔ كَانُوْا

اللہ سچا بتاتی ہے اس کو جو ان کے پاس ہے۔ اور تھے

مِنْ۔ قَبْلُ۔ يَسْتَفْتِحُوْنَ۔ عَلَى۔ الَّذِيْنَ

سے پہلے فتح مانگتے تھے اوپر وُہ لوگ جو

كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا۔ جَآءَهُمْ۔ مَّا۔ عَرَفُوْا

کفر کیا پھر جب ان کو پہنچا جس کو پہچان رکھا تھا

كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ۔ اللّٰهِ۔ عَلَى۔ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

منکر ہوگئے اس سے سو لعنت اللہ اوپر کافر۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب پہنچی۔

اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا

جو اس کتاب کو سچا بتاتی ہے جو ان کے پاس ہے۔

مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ

اور پہلے وُہ کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ پھر

كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا

جب انہیں پہنچا جس کو پہچان لیا تھا تو

كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

اس کے منکر ہو گئے سو منکروں پر اللہ کی لعنت ہے۔

كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ : (اللہ کی طرف سے کتاب) یہاں کتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ جس کا اولین خطاب مکّہ کے مشرکوں کے علاوہ یہود کی طرف بھی تھا۔ یہ لوگ مدینہ میں کافی تعداد میں آباد تھے۔

لِّمَا مَعَهُمْ : (اس کو جو اُن کے پاس ہے) اس سے مُراد یہودیوں کی آسمانی کتاب یعنی تورات ہے۔ قرآن مجید نے اپنی یہ صفت بار بار بیان کی ہے اور اعلان کیا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی سچّی کتاب ہے۔ وُہ دُوسری سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ ان پچھلی کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور تورات ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہُوئی تھی۔

يَسْتَفْتِحُوْنَ : (فتح مانگتے تھے) یہ لفظ فتح سے نکلا ہے۔ عربی میں اس کے معنی برتری چاہنے کے بھی ہوتے ہیں۔ یہاں دونوں معنیٰ مُراد ہو سکتے ہیں۔ آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آنے سے پہلے یہودی لوگ جب مدینہ کے باشندوں سے شکست کھاتے تو اس وقت اس آنے والے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت مانگا کرتے تھے۔ یہ بات ان کے عقائد میں شامل ہو چکی تھی کہ نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لیے نجات دہندہ بن کر آئے گا۔ اسے مان کر وُہ غلامی سے نجات حاصل کر لیں گے۔

جب یہودیوں کے لیے اللہ کی طرف سے ایک ایسی کتاب آئی۔ جن میں حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے اصُولوں کی تصدیق موجود تھی تو یہ لوگ اس کے ماننے سے منکر ہو گئے۔ اور جس نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہ منتظر تھے اور جس کا واسطہ دے کر کافروں کے مقابلہ میں فتحیاب ہونے کی دُعائیں کیا کرتے تھے۔ جب وہی جانا پہچانا نبی (صلعم) اُن کے پاس آیا تو اُس کا انکار کرنے لگے۔ اب ان انکار کرنے والوں پر ان کے کفر کی وجہ سے اللہ کی لعنت ہُوئی اور وُہ اللہ کے غضب کا شکار ہو گئے۔

اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہودی متعصب اور حاسد قوم ہے۔ اور یہ قوم اپنے اس تعصّب اور کفر کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دُور کر دی گئی ہے۔

Marfat.com

ضِد اور تعصّب کا نتیجہ

بِئْسَمَا - اشْتَرَوْا - بِهٖٓ - اَنْفُسَهُمْ - اَنْ
بُری چیز ہے جو انہوں نے بیچی اس کے بدلے اپنے آپ کو کہ
يَّكْفُرُوْا - بِمَآ - اَنْزَلَ - اللّٰهُ - بَغْيًا - اَنْ
منکر ہوئے اس چیز کے اتاری اللہ ضد کہ
يُّنَزِّلَ - اللّٰهُ - مِنْ - فَضْلِهٖ - عَلٰى - مَنْ
اتارے اللہ سے اس کا فضل اوپر جس
يَّشَآءُ - مِنْ - عِبَادِهٖ ۚ - فَبَآءُوْ - بِغَضَبٍ
چاہے سے اس کے بندے سو کمالائے غصہ
عَلٰى - غَضَبٍ ؕ - وَ - لِلْكٰفِرِيْنَ - عَذَابٌ - مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾
اوپر غصہ اور کافروں کے لیے عذاب ذلّت کا

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ
بُری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچا
يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ
کہ وہ اس ضد پر اس کے منکر ہوئے جو اللہ نے نازل کی کہ
يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ
اللہ اپنے فضل سے اتارے اپنے بندوں میں سے
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ
جس پر چاہے ۔ سو غصہ پر غصہ
عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾
کمالائے اور کافروں کے لیے ذلّت کا عذاب ہے ۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ یہودی حد درجہ خود غرض اور نفس پرست لوگ ہیں ۔ وُہ اس کے ساتھ ہی ضدّی اور حاسد بھی ہیں ۔ وُہ ہر بات کو حتّٰی کہ اللہ کے احکام کو بھی تجارتی اور قومی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں ۔ کہ ان کا فائدہ ان احکام کی پیروی میں ہے ۔ یا ان کی نافرمانی میں ۔ اگر ان احکام کو بدل کر یا ان سے سرکشی کر کے ان کی ذاتی غرضیں پوری ہوتی دکھائی دیں ۔ تو وُہ ایسا کرنے سے ہرگز نہیں چوکتے ۔

تعصّب اور نفس پرستی کے نتیجہ میں ان کے اندر حسد بڑی شدّت سے پیدا ہُوا ۔ چونکہ وُہ چاہتے تھے کہ ہر قسم کی نعمت ان کے حصّہ میں آئے گویا یہ ان کا پیدائشی حق ہے ۔ ان کے اعمال کچھ بھی ہوں ۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اُن کے شاملِ حال رہیں گی ۔

جب حضرت محمّد نبی آخرالزمان کی حیثیّت سے مبعوث ہُوئے ۔ تو یہود نے بہت پیچ و تاب کھائے ۔ ان کے اندر حسد کی آگ بھڑک اُٹھی کہ نبوّت ان کے اپنے خاندان سے نکل کر بنی اسمٰعیل میں کیوں چلی گئی ۔ حالانکہ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے ۔ اپنا فضل کرتا ہے ۔ اور اس کو نبوّت و رسالت عطا کرتا ہے ۔ لیکن یہودیوں نے ضد میں آ کر آپؐ کے ماننے سے انکار کر دیا ۔ اور حق کی طرف رُخ نہ کیا ۔

یہود کے مسلسل کفر و انکار کی پاداش میں دُنیا کے اندر اللہ کا غصّہ ان پر نازل ہُوا اور قیامت میں بھی ان پر بڑی ذلّت اور رسوائی والا عذاب ہوگا ۔ کیونکہ وُہ منکر ہونے کے علاوہ ضدّی اور حاسد بھی ہیں ۔

Marfat.com

دعوتِ ایمان کا انکار

وَ۔ اِذَا۔ قِیۡلَ۔ لَهُمۡ۔ اٰمِنُوۡا۔ بِمَاۤ

اور جب کہا جاتا ہے ان سے مانو اس کو جو

اَنۡزَلَ۔ اللّٰهُ۔ قَالُوۡا۔ نُؤۡمِنُ۔ بِمَاۤ۔ اُنۡزِلَ

بھیجا اللہ کہتے ہیں ہم مانتے ہیں جو اترا

عَلَيۡنَا۔ وَ۔ يَكۡفُرُوۡنَ۔ بِمَا۔ وَرَآءَهٗ۔ وَ۔ هُوَ

ہم پر اور نہیں مانتے اس کو جو اس کے سوا ہے حالانکہ وُہ

الۡحَقُّ۔ مُصَدِّقًا۔ لِّمَا۔ مَعَهُمۡ۔ قُلۡ

سچ تصدیق کرتا ہے اس کی جو ان کے پاس ہے کہہ دو

فَلِمَ۔ تَقۡتُلُوۡنَ۔ اَنۡۢبِيَآءَ۔ اللّٰهِ۔ مِنۡ

پھر کیوں قتل کرتے رہے ہو پیغمبر اللہ سے

قَبۡلُ۔ اِنۡ۔ كُنۡتُمۡ۔ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۱﴾

پہلے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَاۤ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے بھیجا ہے

اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا نُؤۡمِنُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ

اسے مانو تو کہتے ہیں جو ہم پر اترا ہے ہم اسے مانتے ہیں

عَلَيۡنَا وَيَكۡفُرُوۡنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ

اور اسے نہیں مانتے جو اس کے علاوہ ہے حالانکہ وُہ

الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمۡ ؕ قُلۡ

حق ہے۔ اس کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے کہہ دو

فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنۡ

پھر اللہ کے پیغمبروں کو پہلے کیوں قتل کرتے رہے ہو۔

قَبۡلُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۱﴾

اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہودیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے دِل تو پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کے ان احکام سے بھرے ہوئے ہیں۔ جو ہماری آسمانی کتاب توریت میں موجود ہیں۔ اس لئے ہمیں کسی نئی تعلیم اور نئی وحی وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کیونکہ وُہ اپنی آسمانی کتابوں کو بھی پوری طرح سے نہیں مانتے اور اُن کے احکام کی پیروی نہیں کرتے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وُہ اپنے نبیوں کو جھٹلاتے رہے ہیں۔ بلکہ بعض کو انہوں نے قتل ہی کر دیا ہے۔ اگر اس کتاب اور اس کے احکام پر ان کا ایمان پختہ ہوتا۔ تو وُہ ہرگز ایسے نافرمان نہ ہوتے۔

یہ دلیل پیش کر کے اللہ تعالیٰ انہیں یہ تنبیہ کرتا ہے۔ کہ تم راہِ راست سے بالکل بھٹک چکے ہو۔ اور دین حق کو چھوڑ چکے ہو اس لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ دین اسلام کو اختیار کر لو۔ اور قرآن مجید کو مان لو۔ یہ آخری آسمانی کتاب ہے۔ یہ کتاب خود تمہاری کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور انہیں اصلاح شدہ شکل میں پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کو مانے بغیر تمہارا اپنی کتابوں کے ماننے کا دعویٰ بالکل غلط ہے۔

Marfat.com

گوسالہ پرستی

وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ
اور البتہ تمہارے پاس موسیٰ کھلے معجزے لے کر آیا
ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ
پھر تم نے بنا لیا بچھڑا سے اس کے بعد
وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَ اِذْ اَخَذْنَا
اور تم ظالم اور جب ہم نے لیا
مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ
تمہارا اقرار اور بلند کیا تم پر کوہ طور
خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اسْمَعُوْا
پکڑو جو ہم نے تمہیں دیا زور سے اور سنو
قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اُشْرِبُوْا فِيْ
وہ بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور پلائی گئی میں
قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا
ان کے دل بچھڑا ان کے کفر کے سبب کہہ دے بری باتیں
يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾
تمہیں سکھاتا ہے تمہارا ایمان اگر تم مومن ہو۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ
اور تمہارے پاس موسیٰ کھلے معجزے لے کر آئے۔ پھر
ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ
تم نے ان کے بعد بچھڑے کو (معبود) بنا لیا
وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَ اِذْ اَخَذْنَا
اور تم ظالم تھے اور جب ہم نے تم سے
مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ
اقرار لیا اور تم پر کوہ طور کو بلند کیا
خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اسْمَعُوْا
جو ہم نے تمہیں دیا اسے زور سے پکڑو اور سنو
قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اُشْرِبُوْا فِيْ
وہ بولے ہم نے سُنا اور نہ مانا اور ان کے دلوں میں
قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا
ان کے کفر کے سبب بچھڑے کی محبت پختہ ہو گئی۔ کہہ دے تمہارا ایمان
يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾
تمہیں بُری باتیں سکھاتا ہے۔ اگر تم مومن ہو۔

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس دعوے کو غلط ثابت کیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت پر پوری طرح چل رہے ہیں اور اب انہیں کسی نئے دین اور شریعت کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں فرمایا تھا۔ کہ تم تو اپنے بہت سے پیغمبروں کو جھٹلاتے اور ان میں سے بعض کو قتل تک کرتے چلے آئے ہو۔

اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے ان کے پاس حضرت موسیٰؑ کو بھیجا اور آپ کو بہت سے معجزات بھی دیئے لیکن یہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ توحید کو چھوڑ کر کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کے دامن میں ان سے چند احکام پر کاربند ہونے کا وعدہ لیا۔ اس وقت تو ڈر کے مارے انہوں نے عہد کر لیا لیکن بعد میں ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر تمہارا ایمان جس کا تم دعویٰ کرتے ہو۔ یہی کچھ سکھاتا ہے کہ نبیوں کو قتل کرو۔ اللہ کو چھوڑ کر بچھڑے کی پوجا کرو۔ وعدہ کر کے اسے توڑ دو۔ تو یہ ایمان بہت بُری باتیں سکھاتا ہے۔ یہ سچّا ایمان کیسے ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

موت کی تمنّا

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ
کہہ دے اگر ہے تمہارے لیے گھر آخرت
عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ
اللہ کے ہاں تنہا سے سوا لوگ
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾
تم آرزو کرو موت اگر تم ہو سچے

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ
کہہ دے کہ اگر آخرت کا گھر تمہارے لیے ہے۔
عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ
اللہ کے ہاں تنہا اور لوگوں کے سوا
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾
تو اگر تم سچے ہو تو تم مرنے کی آرزو کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ایک اور عقیدے کی تردید فرمائی ہے۔ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ یہودیوں نے من گھڑت اور جھوٹی آرزوئیں قائم کر رکھی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔ کہ موت کے بعد صرف وہی جنّت میں جائیں گے۔ اور وُہ جنّت کے تنہا وارث ہوں گے۔ ان کے سوا دنیا کی کوئی قوم نہ بخشی جائے گی اور نہ جنت میں داخل ہو گی۔

ان کے اس من گھڑت اور جھوٹے عقیدے کو اللہ تعالیٰ نے نہایت عام فہم دلیل سے غلط ثابت کر دیا ہے۔ حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ان یہودیوں سے کہا گیا ہے کہ اگر تم اپنے اس دعوٰی میں سچّے ہو کہ جنّت کے تنہا تم ہی وارث ہو۔ اور تم ضرور جنّت میں جاؤ گے۔ تو پھر موت کی تمنّا کر کے دکھاؤ۔ کیونکہ جس شخص کو یہ یقین ہو کہ مرنے کے بعد وُہ لازمی طور پر بہشت میں جائے گا۔ اسے موت کی تمنا کرنے میں کوئی ڈر نہ ہونا چاہیئے۔ اس دُنیا میں تو بے شمار تکلیفیں اور مُصیبتیں ہیں۔ جنت میں ہر قسم کی آسائشیں اور نعمتیں ہوں گی۔ اس لیئے جو شخص بہشت کا وارث ہونے کا دعوٰی کرے۔ اسے چاہیئے۔ کہ جتنی جلدی ہو سکے۔ اس دنیا کو خیرباد کہہ کر اس دنیا کا رُخ کرے تاکہ ان مصائب سے نجات پا کر ہمیشہ کے آرام کی زندگی حاصل کر سکے۔ علامہ اقبال کا ایک فارسی شعر ہے ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم چو مرگ آید تبسّم بر لبِ اوست

یہی دلیل یہودیوں کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ کہ اگر تمہیں پورا یقین ہے کہ جنّت صرف تمہارے ہی لئے ہے۔ اور وہاں سوائے تمہارے اور کوئی قوم نہیں جائے گی۔ تو اپنے اس دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لئے موت کی تمنّا کر کے دکھاؤ۔

Marfat.com

لمبی عمر کی حرص

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ

اور ہرگز نہ تمنا کریں گے کبھی بسبب جو بھیج چکے ہیں

اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

ان کے ہاتھ اور اللہ جانتا ہے گنہگار -

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰي حَيٰوةٍ ۛ

اور تو انہیں پائے گا زیادہ حریص لوگ اوپر زندگی

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ

اور سے لوگ مشرک چاہتا ہے ان میں ہر ایک

لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ

کہ وہ عمر پائے ہزار برس اور نہیں وہ

بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ

اسے عذاب سے بچانے والا کہ اس قدر زندگی

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ع

اور اللہ دیکھتا ہے جو وہ کرتے ہیں -

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ

اور وہ ہرگز کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے - ان گناہوں کے سبب

اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

جو ان کے ہاتھ بھیج چکے ہیں اور اللہ گنہگاروں کو خوب جانتا ہے -

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰي حَيٰوةٍ ۛ

اور تو انہیں سب لوگوں سے زیادہ زندگی پر حریص پائے گا -

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ

اور مشرکوں سے بھی زیادہ حریص ان میں ہر ایک چاہتا ہے -

لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ

کہ وہ ہزار برس کی عمر پائے اور اس قدر زندگی

بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ

اسے عذاب سے بچانے والی نہیں

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ع

اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ انہیں دیکھتا ہے -

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی حقیقت حال کو پوری طرح کھول کر بیان فرما دیا ہے - یعنی یہ کہ اگرچہ وہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں - کہ صرف وہی جنّت کے وارث ہیں - اسی لیے ان سے کہا گیا ہے کہ وہ موت کی تمنّا کر کے دکھائیں - لیکن وہ اسے قبول کرنے کے لیے ہرگز ہرگز تیار نہیں ہوں گے - وہ اس دُنیا کی لذّتوں کو چھوڑ کر دُوسری دنیا میں جانے کا قطعًا ارادہ نہیں کرنا چاہتے - اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہیں اپنے دعویٰ کی صداقت پر یقین نہیں ہے - وہ محض جھوٹ بولتے ہیں - وہ یہ بات اچھّی طرح جانتے ہیں کہ انہوں نے اس دُنیا میں جو بداعمالیاں کی ہیں - ان کی سزا انہیں ضرور ملے گی اس لیے وہ یہی کہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے ہمیں زیادہ سے زیادہ لمبی عمر ملے - تاکہ ہم دُنیا کی لذتوں سے زیادہ دیر تک لُطف اٹھاتے رہیں اور آخرت کے عذاب سے بچے رہیں -

ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے - کہ اس کی عمر ہزاروں سال کی ہو - تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دنیاوی فائدے اٹھا سکے اور آخرت کے عذاب سے بچا رہے - لیکن اللہ تعالیٰ انہیں اس بات سے خبردار فرماتا ہے - کہ ان کی عمر چاہے کتنی ہی لمبی ہو جائے - وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچ سکیں گے - کیونکہ وہ ان کے ہر عمل سے پوری طرح واقف ہے -

Marfat.com

حضرت جبرائیل کی دشمنی

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ
تو کہہ دے جو کوئی ہو دشمن جبریل کا سو اس نے
نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا
اتارا ہے یہ کلام اوپر تیرا دل حکم سے اللہ تصدیق کرنیوالا ہے
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى
اس کلام کو جو اس کے پہلے ہے اور ہدایت اور خوشخبری
لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ
ایمان والوں کو جو کوئی ہو دشمن اللہ اور
مَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ
اس کے فرشتے اور اس کے پیغمبر اور جبریل اور میکائیل
فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾
تو اللہ دشمن کافروں کا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ
تو کہہ دے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو سو اس نے تو یہ
نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا
کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا ہے کہ تصدیق کرنے والا ہے
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى
اس کلام کو جو اس کے پہلے ہے اور ہدایت اور خوشخبری ہے
لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ
ایمان والوں کو جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں کا دشمن
مَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ
ہو۔ اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا
فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾
تو اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔

جِبْرِيْلَ (جبریل) یہ ایک بہت بڑے فرشتے کا نام ہے۔ ان کے سپرد ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی وحی اس کے پیغمبروں کو پہنچائیں۔ جبریل امین ملائکہ مقربین میں شمار ہوتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی ایک اور جھوٹی اور بے معنی دلیل کی قلعی کھول دی ہے۔

یہودی کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا پر وقتاً فوقتاً جو عذاب نازل ہوتا رہا ہے۔ اس کی خبریں جبریل ہی لایا کرتا تھا۔ یہ ہمارا قومی دشمن ہے۔ جس نبی پر بھی یہ فرشتہ وحی لائے گا۔ ہم اسے نہیں مانیں گے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی جبریل وحی لاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہماری بھید کی باتوں، سازشوں اور تدبیروں کو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیتا ہے۔ لہٰذا ہم اسلام قبول نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب اس آیت میں دیا ہے کہ جبریل کی حیثیت تو محض پیغام پہنچانے والے فرشتے کی ہے۔ اصل میں ہر قسم کا حکم اور عذاب سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ جبریل اور دوسرے فرشتوں یا رسولوں کی دشمنی بالکل بے معنی ہے۔ اس کی سزا میں کافر خود اللہ تعالیٰ کی دشمنی کے سزاوار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قرآن مجید کی تین صفات بیان فرمائی ہیں۔

(۱) یہ پہلی کتابوں کے اصولوں کی تصدیق کرتا ہے۔ (۲) یہ سیدھی راہ دکھانے والی کتاب ہے۔

(۳) یہ ایمان لانے والوں کو نیک اجر اور کامیابی کی خوشخبری سناتا ہے۔

Marfat.com

یہودیوں کی عہد شکنی

وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾

اور ہم نے اتاریں تیری طرف آیتیں روشن اور نہیں انکار کریں گے ان کا مگر فاسق۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾

اور ہم نے تیری طرف روشن آیتیں اتاریں اور ان کا انکار نہ کریں گے مگر وہی جو نافرمان ہیں۔

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

کیا جب کبھی باندھیں گے اقرار پھینک دے گی اس کو جماعت ان میں سے بلکہ اکثر ان میں نہیں یقین لاتے۔

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

کیا جب کبھی کوئی اقرار باندھیں گے تو ان میں سے ایک جماعت اسکو پھینک دے گی بلکہ ان میں اکثر یقین نہیں کرتے۔

اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ: (روشن آیتیں) اٰیت کا واحد اٰیۃ ہے۔ اس کے لفظی معنیٰ نشانی کے ہیں۔ یہ لفظ کئی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے مثلاً علامات (جو قرآن مجید کے گول گول نشانات کی صورت میں ہیں) اللہ کے احکام و ہدایات کو بھی آیات کہا جاتا ہے۔ نیز وہ تمام باتیں جو اللہ کی قدرت کا نشان ہوں۔ اس کے مفہوم میں شامل ہوتی ہیں۔

بَیِّنٰتٍ کا واحد بیّنہ ہے۔ اس کے معنی روشن اور واضح کے ہیں۔ اس پورے جملہ سے مُراد قرآن مجید بھی ہو سکتا ہے معجزات اور احکامِ خداوندی بھی۔

یہودی مادہ پرست تھے۔ اسی لیے ان کے نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور مادی معجزے عطا فرمائے۔ ان کے نزدیک ایک پیغمبر کے سچّا ہونے کا یہی معیار قائم تھا۔ کہ اس کے پاس معجزات ہوں۔ جب حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہودی حیرت سے کہنے لگے۔ کہ یہ کیسے نبی ہیں۔ ان کے پاس تو کوئی نشانی نہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم ایک نشانی مانگتے ہو۔ ہم تو اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کئی نشانیاں دے چکے ہیں۔ اور نشانیاں بھی چھپی ہوئی یا دھندلی نہیں بلکہ نمایاں اور روشن جو سب کو نظر آسکتی ہیں۔ اور انہیں دیکھنے کے بعد کوئی صحیح فطرت والا انسان ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ انکار صرف وہی لوگ کریں گے جو اللہ کے قانون کو توڑنے اور اس کے حکموں سے بغاوت کرنے کے عادی بن چکے ہوں۔

یہودیوں کی تاریخ غدّاری، عہد شکنی، نافرمانی اور سرکشی کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جب کبھی ان کے پاس اللہ کا کوئی رسول نشانیاں لے کر آیا۔ انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ بلکہ اللہ اور رسُول کی اطاعت کرنے کا عہد کر لینے کے بعد بھی اس پر قائم نہ رہے۔ اسی انکار اور نافرمانی کی عادت نے انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوّت کے اقرار کرنے سے روکا۔

Marfat.com

کتاب اللہ کی مخالفت

وَ لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ
اور جب ان کے پاس پہنچا رسول سے طرف اللہ
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ
تصدیق کرنے والا اس کی جو ان کے پاس ہے پھینک دیا جماعت سے
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ
وُہ جو دی گئی کتاب کتاب اللہ
وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾
پیچھے ان کی پیٹھ گویا وُہ نہیں جانتے۔

وَ لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ
اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے رسول پہنچا۔
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ
اس کی تصدیق کرنے والا جو ان کے پاس ہے تو اہل کتاب
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ
کی ایک جماعت نے پھینک دیا اللہ کی کتاب کو
وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾
اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا وُہ جانتے ہی نہیں۔

رَسُوْلٌ: (رسول) اس کے لغوی معنیٰ پیغام رساں کے ہیں۔ یہ لفظ ہر نبی کے لیے استعمال ہُوا ہے۔ عبارت کے طرزِ بیان سے ظاہر ہے کہ یہاں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مُراد ہیں اور محقق مفسروں نے یہی مُراد لی ہے۔

مَعَهُمْ: (ان کے پاس) اس سے مراد تورات ہے جو یہودیوں کی آسمانی کتاب تھی اور جس کی تصدیق نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کی۔

كِتٰبَ اللّٰهِ: (اللہ کی کتاب) یہاں بھی اس سے تورات مُراد ہے۔ جس کی ہدایت کو یہودیوں نے نہ مانا۔ یہ لوگ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان نہ لائے۔ حالانکہ ان کی کتاب میں کھلی نشانیاں اور پیشین گوئیاں موجود تھیں۔ یہودی عالموں نے ان پیشین گوئیوں کو چھپانے کی انتہائی کوشش کی اور یہودی عوام نے اسلام اور مسلمانوں کی حد درجہ مخالفت کی۔ حالانکہ ان کی نجات اسلام کے ماننے سے وابستہ تھی۔

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ (اپنی پیٹھ پیچھے) یہ ایک محاورہ ہے۔ جس سے یہ مُراد ہے کہ انہوں نے بے پروائی برتی اور اس کی عملی مخالفت کی۔

اس آیت میں یہودیوں کو بتایا جاتا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے تشریف نہیں لائے کہ تمہارے دین کو مٹا دیں۔ بلکہ اسے تازگی بخشنے اور نئی زندگی دینے کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے ان کی بات نہ ماننا سراسر خود اپنے دین کی جڑ کھود کر اسے برباد کرنا ہے۔

اِن تمام باتوں کے باوجود یہودیوں نے اسلام کی کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی۔ اور توریت میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے متعلق جو بشارتیں موجود تھیں۔ اور نشانیاں بیان کی گئی تھیں۔ انہیں چھپانے کے لئے انہوں نے تورات کو بھی بدل ڈالا اور بہ ظاہر بالکل انجان بن گئے۔ گویا انہیں معلوم ہی نہیں کہ اس میں آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تائید و تصدیق موجود ہے۔

Marfat.com

جادُو کے عمل

وَ۔اتَّبَعُوْا۔ مَا۔تَتْلُوا۔الشَّيٰطِيْنُ۔عَلٰى

اور انہوں نے پیروی کی جو پڑھتے تھے شیطان پر

مُلْكِ۔سُلَيْمٰنَ ۚ وَ۔مَا۔كَفَرَ۔سُلَيْمٰنُ

بادشاہت سلیمان اور نہیں کفر کیا سلیمان

وَ۔لٰكِنَّ۔الشَّيٰطِيْنَ۔كَفَرُوْا۔يُعَلِّمُوْنَ

اور لیکن شیطان کفر کیا وہ سکھاتے تھے

النَّاسَ۔السِّحْرَ ق

لوگ جادو۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى

انہوں نے اس کی پیروی کی جو شیطان پڑھتے تھے

مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

سلیمان کی بادشاہت کے وقت۔اور سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ

لیکن شیطانوں نے کفر کیا وُہ لوگوں کو

النَّاسَ السِّحْرَ ق

جادو سکھاتے تھے۔

اَلشَّيٰطِيْنُ: (شیطان) یہ لفظ شیطان کی جمع ہے۔ یہاں جمع کے صیغے میں استعمال ہُوا ہے۔ اس لفظ سے ابلیس کے علاوہ وُہ جن بھی مُراد ہیں جو حضرت سلیمانؑ کے تابع تھے۔ اور وُہ خبیث اور سرکش تھے۔ جنّوں کی پیدائش آگ سے ہُوئی ہے۔ ان میں عقل و شعور ہوتا ہے۔ یہ مخلوق انسان کو نظر نہیں آتی۔

بعض مفسّروں نے الشیٰطین سے بُری طبیعت اور گندے اخلاق والے انسان بھی مراد لیے ہیں جو حضرت سلیمانؑ کے خلاف بغاوت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے اور آپ پر طرح طرح کی تہمتیں لگاتے تھے۔ یہ (شیاطین) جادو میں بڑے ماہر تھے۔

سُلَيْمٰنُ: (سلیمان) بنی اسرائیل کے ایک مشہور پیغمبر گذرے ہیں۔ وُہ اپنے زمانہ کے ایک بہت بڑے بادشاہ بھی تھے۔ شام اور فلسطین کے علاوہ آپ کی حکومت کی حدّیں مشرق کی طرف عراق تک اور مغرب میں مصر تک پھیلی ہُوئی تھیں۔ آپ کی سلطنت بڑی شان و شوکت اور عظمت والی تھی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی ایک اور ناروا حرکت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حقیقی وحی ماننے کی بجائے جادو اور سفلی عملیات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ جادو اور سفلی عملیات وُہ ہیں۔ جو حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں شیاطین نے عام کر رکھے تھے۔ وُہ کفریہ کلمات پر مشتمل ہوتے تھے اور ناجائز طریق پر حاصل کئے جاتے اور بُرے مقاصد کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ یہ لوگ جادُو اور کفر والی حرکتیں تو خود کرتے تھے۔ لیکن انہیں حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ ان پر یہ الزام لگاتے تھے کہ یہ جادو حضرت سلیمانؑ سکھاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے ذریعہ حضرت سلیمانؑ کی بریت کا اعلان کر دیا۔ اور کہا کہ یہ لوگ سراسر جھوٹ بولتے ہیں۔

Marfat.com

ہاروت و ماروت

وَ۔مَآ۔اُنْزِلَ۔عَلَی۔الْمَلَکَیْنِ	وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ
اور جو اترا اوپر دو فرشتے	(اور اس علم کے پیچھے ہو لئے) جو دو فرشتوں پر اترا
بِبَابِلَ۔ھَارُوْتَ۔وَ۔مَارُوْتَ ط	بِبَابِلَ ھَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ط
بابل میں ہاروت اور ماروت۔	بابل شہر میں ہاروت اور ماروت پر۔

اَلْمَلَکَیْنِ: (دو فرشتے) یہ دو فرشتے جن کے نام ہاروت و ماروت ہیں۔ اصل میں فرشتے تھے۔ چونکہ اللہ نے انہیں ایک خاص غرض کے لیے بھیجا تھا کہ وُہ جا کر لوگوں کو جادو اور سفلی عملیات جیسی حرکتوں سے روکیں۔ ان فرشتوں کو انسانوں میں رہنا تھا۔ اس لیے ان کی شکل وصُورت، رنگ ورُوپ، عادتیں اور جذبات انسانوں جیسے ہی تھے۔

بَابِل: (بابل) عراق عرب کا قدیم نام ہے۔ اس زمانہ میں مُلک کے دارالخلافہ کا نام بھی بابل ہی تھا۔ یہ شہر موجودہ بغداد سے کوئی ۶۰ میل جنوب کی طرف دریائے فرات کے کنارے پر واقع تھا۔ یہ شہر بہت بڑا تھا۔ انتہائی خوشحال اور ترقی یافتہ تھا دجلہ اور فرات دو مشہور دریا اس کے علاقہ کو سیراب کرتے تھے۔ یہ مُلک خاص طور پر اس لیے بھی مشہور تھا کہ یہاں جادو، جنتر منتر اور سفلی عملیات کا بہت چرچا تھا۔

یہودی ایک تو اس جادو کے علم کی پیروی کرتے تھے۔ جو حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں خبیث النفس اور شریروں نے جاری کر رکھا تھا۔ اور دُوسرے اس علم کی پیروی بھی کرتے تھے جو ملک بابل میں دو فرشتوں کو دیا گیا تھا۔ ان فرشتوں کو یہ علم صرف اس لیے دیا گیا تھا۔ کہ وُہ لوگوں کے حالات میں دُرستی اور اصلاح کریں۔ اور انہیں اس علم کے بُرے پہلوؤں سے واقف کریں۔ لیکن یہودی یہ علم بُرے فائدے اٹھانے کی خاطر سیکھتے اور سکھاتے تھے۔

سحر: (جادو) یہ لفظ اسی آیت کے ابتدائی حصّہ میں آیا ہے اور پچھلے سبق میں مختصر طور پر اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ عربی میں "سحر" دھوکہ کو کہتے ہیں۔ یعنی ایسی بات جس سے انسان کی نگاہ دھوکہ کھا جائے۔ حقیقت کچھ اور ہو اور ظاہر کچھ اور ہو معجزہ اور سحر میں دُوسری باتوں کے علاوہ بڑا فرق یہ ہے کہ معجزہ میں ماہیّت بدل جاتی ہے لیکن سحر (جادو) سے حقیقت نہیں بدلتی۔ صرف نظر دھوکہ کھا جاتی ہے۔

اسلام نے جادو کو حرام قرار دیا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ جادوگر مشرکانہ حیلے استعمال کرتے ہیں۔ ناجائز طریقے اختیار کرتے ہیں۔ اور جادُو اچھے بُرے کاموں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ بھلا کوئی نبی اور اللہ کے فرشتے ایسے کام کیونکر کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

سفلی عملیات کی خرابیاں

وَ۔ مَا۔ یُعَلِّمٰنِ۔ مِنۡ۔ اَحَدٍ۔ حَتّٰی

اور نہیں سکھاتے تھے وُہ دونوں کسی ایک کو جب تک

یَقُوۡلَاۤ۔ اِنَّمَا۔ نَحۡنُ۔ فِتۡنَۃٌ۔ فَلَا۔ تَکۡفُرۡ ؕ

کہہ دیتے اس کے سوا نہیں ہم فتنہ سو نہ کافر ہو

فَیَتَعَلَّمُوۡنَ۔ مِنۡہُمَا۔ مَا۔ یُفَرِّقُوۡنَ۔ بِہٖ

پھر وُہ سیکھتے ان سے وہ جو جدائی ڈالتے اس سے

بَیۡنَ۔ الۡمَرۡءِ۔ وَ۔ زَوۡجِہٖ ؕ

درمیان مرد اور اس کی بیوی۔

وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِنۡ اَحَدٍ حَتّٰی

وہ دونوں کسی کو (جادو) نہیں سکھاتے تھے۔ جب

یَقُوۡلَاۤ اِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَۃٌ فَلَا تَکۡفُرۡ ؕ

تک نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لیے ہیں تو کافر نہ ہو

فَیَتَعَلَّمُوۡنَ مِنۡہُمَا مَا یُفَرِّقُوۡنَ بِہٖ

پھر وُہ اُن سے وہ جادو سیکھتے جس سے مرد اور

بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَزَوۡجِہٖ ؕ

اس کی بیوی میں جدائی ڈالتے۔

یُعَلِّمٰنِ: (وُہ دونوں سکھاتے تھے) یہ لفظ تعلیم سے ہے۔ اس کے معنے سکھانے اور درس دینے کے ہیں۔ لیکن یہاں یہ لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں ہُوا۔ کہ فرشتے لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ بلکہ یہاں تعلیم کے معنی جتلانے اور بتلانے کے ہیں۔

فِتۡنَۃٌ: (آزمائش) فتنہ کے معنی خرابی، فساد اور ابتری کے علاوہ امتحان و آزمائش کے بھی ہوتے ہیں۔ یہاں آزمائش کے معنوں میں ہی استعمال ہُوا ہے۔

بابل شہر کے بعض فساد پسند لوگ ان فرشتوں کے پاس آتے۔ اور ان سے کہتے کہ آپ جادو کے علم اور سفلی عملیات سے تو روکتے ہیں۔ لیکن یہ تو بتائیے کہ جادو کہتے کسے ہیں۔ اور وُہ کون سے اعمال ہیں۔ جن پر جادو سے کام لینا یا فائدہ اٹھانا کفر ہے۔ یہ بتانے کے بعد جب وُہ فرشتے انہیں جادُو کے بارے میں کچھ بتاتے اور ساتھ اعمال و اقوال بھی سُناتے تو یہ فسادی لوگ انہیں پلّے باندھ لیتے اور فن کے طور پر استعمال کرتے۔

اللہ تعالیٰ یہودیوں کی اس شرارت کے بارے میں مزید یہ بات بھی بتاتا ہے کہ وُہ لوگ جادو اور سفلی عملیات میں زیادہ تر ان عملیات کی مشق کرتے تھے جن کی مدد سے میاں بیوی کے درمیان جھگڑا اور اختلاف پیدا ہو۔ حالانکہ ایسا کرنا بدترین کام ہے کہ دو دلوں میں اختلاف پیدا کرایا جائے۔ اور خاص طور پر میاں بیوی میں جھگڑا پیدا کرنا بدترین فعل ہے۔

ہاروت و ماروت کی یہ تنبیہ کافی ہونی چاہیئے تھی کہ وُہ اپنے آپ کو ایک آزمائش بتلاتے تھے۔ اور یہود کو کفر و سرکشی سے باز رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ ان کی تنبیہ پر کان نہ دھرے بلکہ سرکشی اور شیطنت میں لگے رہے۔

Marfat.com

گھاٹے والا سودا

وَ۔ مَا۔ هُمْ۔ بِضَآرِّيْنَ۔ بِهٖ۔ مِنْ۔ اَحَدٍ
اور نہیں وہ نقصان کر سکتے اس سے کسی ایک
اِلَّا۔ بِاِذْنِ۔ اللّٰهِ ط ۔ وَ۔ يَتَعَلَّمُوْنَ ۔ مَا
بغیر حکم سے اللہ اور سیکھتے ہیں وہ جو
يَضُرُّهُمْ۔ وَ۔ لَا۔ يَنْفَعُهُمْ ط ۔ وَ۔ لَقَدْ
ان کا نقصان کرے اور نہ ان کا فائدہ کرے اور وہ جو
عَلِمُوْا۔ لَمَنِ۔ اشْتَرٰىهُ۔ مَا۔ لَهٗ ۔ فِی
جان چکے ہیں جس نے یہ اختیار کیا نہیں اس کے لیے میں
الْاٰخِرَةِ۔ مِنْ۔ خَلَاقٍ ط ۔ وَ۔ لَبِئْسَ۔ مَا
آخرت سے حصّہ اور بہت بری وہ چیز
شَرَوْا۔ بِهٖٓ۔ اَنْفُسَهُمْ ط ۔ لَوْ۔ كَانُوْا
بیچا جس کے بدلے اپنے آپ کو کاش اُن کو
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ۔ لَوْ۔ اَنَّهُمْ۔ اٰمَنُوْا۔ وَ
سمجھ ہوتی ۔ اور اگر وہ ایمان لاتے اور
اتَّقَوْا۔ لَمَثُوْبَةٌ۔ مِّنْ۔ عِنْدِ۔ اللّٰهِ۔ خَيْرٌ ط
تقویٰ کرتے تو بدلہ پاتے سے نزدیک اللہ بہتر
لَوْ۔ كَانُوْا۔ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع ۱۲ ع ۷ ۱۲
کاش ہوتی انہیں سمجھ ۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ
اور وہ اس سے کسی کا نقصان نہیں کر سکتے
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا
اللہ کے حکم کے بغیر اور وہ چیز سیکھتے ہیں جو
يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ط وَلَقَدْ
ان کا نقصان کرے اور فائدہ نہ کرے اور وہ
عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی
خوب جان چکے ہیں کہ جس نے یہ اختیار کیا اس کے لیے
الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ط وَلَبِئْسَ مَا
آخرت میں کچھ حصّہ نہیں اور جس کے بدلے
شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ط لَوْ كَانُوْا
انہوں نے اپنے آپ کو بیچا وہ بہت بُری ہے کاش ان کو
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ
سمجھ ہوتی ۔ اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ
اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ط
اختیار کرتے تو اللہ کے ہاں سے بہتر بدلہ پاتے ۔
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع
کاش ان کو سمجھ ہوتی ۔

آیت کے اس ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے جادو اور سفلی عملیات کی اصل حقیقت کھول کر بیان فرمائی ہے اور اس کا نتیجہ بھی بتایا ہے۔ اگرچہ وہ دُوسروں کے نقصان کے لیے جادو کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ وہ ہمارے حکم کے بغیر کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ بلکہ اس سے خود انہی کا نقصان ہوتا ہے۔ ان بُرے اعمال میں پھنس کر وہ اپنی عاقبت کو بگاڑ رہے ہیں۔ ممکن ہے۔ وہ دُنیا کے کچھ عارضی فائدے اٹھا لیں۔ لیکن آخرت میں ان کے لیے کوئی نعمت نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان لوگوں نے ایک معمولی سی چیز کے بدلے اپنے آپ کو اور اپنی آخرت کو قربان کر دیا۔ وہ ان کے حق میں بہت ہی مضر ہے۔ اگر اس روش کی بجائے وہ نیکی کی راہ اختیار کرتے۔ اللہ پر ایمان لاتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے تو یقیناً اللہ انہیں بہتر اجر دیتا۔

Marfat.com

الفاظ کا غلط استعمال

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

اے وہ لوگ جو ایمان لائے نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور کافروں کے لیے عذاب دردناک۔

اے ایمان والو "راعنا" نہ کہو اور "انظرنا" کہو اور سنتے رہو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

رَاعِنَا: (راعنا) اس کا مطلب ہے ہماری طرف متوجہ ہو اور ہماری رعایت کرو۔

اُنْظُرْنَا: (ہمیں دیکھ) اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ ہماری طرف متوجہ ہو۔ اور ہماری رعایت کرو۔ یہودی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے۔ اور آپ کی وعظ و نصیحت سنتے۔ اگر کوئی بات نہ سُن سکتے۔ اور دوبارہ پوچھنا چاہتے تو "راعنا" کہتے۔

ان سے یہ کلمہ سُن کر کبھی کبھی مسلمان بھی کہہ دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو۔ اگر کہنا ہو تو انظرنا کہو۔ یہودی دراصل لفظ "راعنا" بدنیتی اور مسخرے پن سے کہتے تھے۔ وُہ اس لفظ کے عین کا زیر ذرا بڑھا کر کہتے اور یہ لفظ "راعینا" ہو جاتا۔ (یعنی ہمارا چرواہا) اور یہود کی زبان میں لفظ "رَاعِنَا" احمق کو بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مُسلمانوں کو اس کلمہ کے ادا کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ اس جگہ "انظرنا" بولا کرو جس کے معنی ہیں۔ ہمارے اوپر نظر کیجئے۔ اس لفظ میں مذمّت اور تمسخر کا پہلو نہیں پایا جاتا۔ ساتھ ہی یہ بھی حکم ہے۔ اِسْمَعُوْا یعنی غور سے سنتے رہا کرو۔ تاکہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

اِسْمَعُوْا کے حکم سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں اور نصیحتوں کو غور سے سُننا چاہیئے اس لیے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انسانی ہدایت کے لیے فقط قرآن کافی ہے۔ انہیں خود قرآن کے فیصلہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے کہ اس آیت میں اور دیگر آیات میں آپ کے ارشادات کے سُننے اور ماننے پر کتنا زور دیا گیا ہے۔ ایک اور آیت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہر امر میں تمہارے لئے قطعی اور آخری فیصلہ ہے (سورہ نساء) اسی سورت میں اس سے قبل ارشاد ہے کہ اللہ کی اطاعت اور رسُول کی اطاعت اور تم میں سے جو لوگ فیصلہ کرنے کی لیاقت رکھتے ہیں۔ ان کی اطاعت کرو۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تضحیک کرکے اور آپ کو بُرے کلموں سے خطاب کرکے بے ادبی کرنے پر تلے ہُوئے ہیں۔ وُہ کافر ہیں۔ ان کی سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

Marfat.com

کفّار کا تعصّب

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
نہیں چاہتے وہ لوگ جو کافر ہیں سے اہل
الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ
کتاب اور نہ مشرک کہ اترے
عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
تم پر کوئی نیک بات سے تمہارا رب اور اللہ
يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ
خاص کرلیتا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہے ۔ اور اللہ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾
فضل والا بڑا ۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
وہ لوگ جو کافر ہیں نہیں چاہتے اہل
الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ
کتاب میں اور نہ مشرکوں میں سے اس بات کو کہ تم پر
عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
تمہارے رب کی طرف سے کوئی نیک بات اترے اور اللہ
يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ
خاص کرلیتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہے ۔ اور اللہ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾
بڑے فضل والا ہے ۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا : (جن لوگوں نے کفر کیا۔یعنی کافر) یہ لفظ کفر سے بنا ہے ۔کفر کے لفظی معنی چھپانا ہیں ۔اور اسلام کی اصطلاح میں اللہ اور رسُول کے منکر کو کافر کہا جاتا ہے ۔

اَهْلِ الْكِتٰبِ : (اہل کتاب) یہ اصطلاح قرآن مجید میں کئی بار استعمال ہُوئی ہے ۔"کتاب والے" ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے پاس کوئی الہامی اور آسمانی کتاب موجود ہو ۔ اہل ایمان اور کفار کے علاوہ دُوسری جماعت ہے ۔اہل کتاب میں مشہور ترین یہودی اور عیسائی ہیں جن کے پاس توریت اور انجیل الہامی کتابیں ہیں ۔افسوس ! یہ دونوں گروہ آہستہ آہستہ ان کتابوں کی تعلیمات سے دُور بھٹک گئے ۔

اَلْمُشْرِكِيْنَ : (مشرک) یہ لفظ شرک سے بنا ہے ۔مشرک اس شخص کو کہا جاتا ہے ۔جو اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات یا اس کی قوت اور حکموں میں کسی اور کو شریک ٹھیرائے ۔اللہ واحد کے سوا کسی اور کو معبود بنائے ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تمام کافر، مشرک اور اہل کتاب اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں چھوڑ کر مسلمانوں پر برکتیں اور نعمتیں کیوں نازل کرتا ہے ۔

پھر فرمایا کہ وُہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل کے لیے چن لیتا ہے ۔اس لیے کسی کو کسی پر حسد نہیں کرنا چاہیئے اور جن قوموں سے نبوّت چھین لی گئی ۔وُہ اس لیئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ بخیل ہے ۔بلکہ خود ان قوموں کے اعمال کی وجہ سے وُہ اس نعمت سے محروم کر دیئے گئے ۔

Marfat.com

آیات کی تنسیخ

مَا - نَنْسَخْ - مِنْ - اٰيَةٍ - اَوْ - نُنْسِهَا
جو ہم منسوخ کرتے ہیں سے آیت یا بھلا دیتے ہیں
نَاْتِ - بِخَيْرٍ - مِّنْهَآ - اَوْ - مِثْلِهَا ؕ - اَلَمْ
ہم بھیج دیتے ہیں بہتر اس سے یا اس کے برابر کیا نہیں
تَعْلَمْ - اَنَّ - اللّٰهَ - عَلٰى - كُلِّ - شَيْءٍ
تجھے معلوم کہ اللہ اوپر ہر شے
قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ - تَعْلَمْ - اَنَّ - اللّٰهَ
قادر ۔ کیا نہیں تجھے معلوم کہ اللہ
لَهٗ - مُلْكُ - السَّمٰوٰتِ - وَ - الْاَرْضِ ؕ - وَ
اس کے لیے سلطنت آسمان اور زمین اور
مَا - لَكُمْ - مِّنْ - دُوْنِ - اللّٰهِ - مِنْ - وَّلِيٍّ
نہیں تمہارے لئے سے سوا اللہ سے حمایتی
وَّ - لَا - نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾
اور نہ مددگار ۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا
ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں
نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ
تو اس سے بہتر یا اس کے برابر بھیج دیتے ہیں کیا
تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر شے پر
قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ
قادر ہے ۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمان
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ
اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے اور
مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ
تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہے
وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾
اور نہ مددگار ۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ: (جو آیت منسوخ کرتے ہیں) اس جملہ میں دو لفظ غور کے قابل ہیں۔ ایک آیت دُوسرے نسخ (بدلنا) اٰیۃ کے لفظی معنیٰ نشانی کے ہیں۔ اور اس سے مُراد کئی چیزیں لی جاتی ہیں مثلاً معجزہ جو اللہ کی قدرت اور نبی کی نبوت کا نشان ہوتا ہے۔ حکمِ الٰہی اور قرآنِ حکیم کی آیتیں (گول گول نشان) وغیرہ۔

نَنْسَخْ کے معنی ہیں "ہم منسوخ کرتے ہیں"۔ یعنی ایک حکم کی جگہ دُوسرا حکم دیتے ہیں۔ پہلے حکم کو ختم کر کے دُوسرا حکم جاری کرتے ہیں۔ جہاں تک معجزہ کے بدلنے کا تعلق ہے۔ تو یہ عام بات ہے کہ ایک معجزہ کو منسوخ کر کے دُوسرا معجزہ اللہ تعالیٰ دے سکتا ہے۔ جیسے وُہ بدلے ہُوئے زمانہ کے مطابق پہلے سے زیادہ موزوں سمجھتا ہو۔ جہاں تک دُوسرے معنی کا تعلق ہے اس میں مزید دو باتیں نکلتی ہیں۔ ایک تو پہلی آسمانی کتابوں کی آیتیں اور دُوسرے خود قرآن مجید کی آیتیں۔ سابقہ آسمانی کتابوں کا قرآن مجید کے آجانے کے بعد منسوخ ہو جانا تو بالکل کھلی ہُوئی بات ہے۔

قرآن مجید کی آیات (گول گول نشان) بعد کے زمانہ میں لگائے گئے ہیں۔ شروع میں یہ نشان موجود نہ تھے۔ لہٰذا اُن کے منسوخ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ صحیح قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ آیات کے منسوخ ہونے سے مُراد یہ ہے کہ اللہ کے پہلے احکام اور قدیم کتب کی جگہ قرآن مجید کے جدید احکام آ گئے ہیں اور یہ احکام پہلے حکموں کو منسوخ کرتے ہیں۔

Marfat.com

نبیؐ سے سوالات

اَمْ - تُرِيْدُوْنَ - اَنْ - تَسْئَلُوْا - رَسُوْلَكُمْ
کیا تم چاہتے ہو کہ سوال کرو تمہارا رسول

كَمَا - سُئِلَ - مُوْسٰى - مِنْ - قَبْلُ ؕ
جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے قبل

وَ - مَنْ - يَّتَبَدَّلِ - الْكُفْرَ - بِالْاِيْمَانِ
اور جو لے کفر ایمان کے بدلے

فَقَدْ - ضَلَّ - سَوَآءَ - السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾
تو وہ بھٹکا سیدھی راہ ۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ
کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو

كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ
جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے سوال ہو چکے ہیں

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ
اور جو کوئی ایمان کے بدلے کفر لیوے تو

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾
وہ سیدھی راہ سے بھٹکا ۔

گذشتہ سبق میں آیات کے منسوخ ہونے کے بارہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو کوئی آیت منسوخ کرتا ہے یا لوگوں کو بھلاتا ہے تو اس سے بہتر یا اس جیسی آیت ضرور نازل فرما دیتا ہے ۔ واقعات اور تاریخ کی روشنی میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جب بھی کوئی کتاب انسانوں کے ذہن سے فراموش ہوئی یا منسوخ قرار پائی ۔ تو دوسری کتاب اس جیسی یا اس سے بہتر نازل ہوگئی اور اللہ کے بندے اللہ کی ہدایت سے محروم نہ رکھے گئے ۔

اس آیت میں ایک اور اہم مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ یعنی حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے کے بارہ میں ہدایت ، یہودی مسلمانوں کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے بارے میں طرح طرح کے شک پیدا کرنے کی کوشش کرتے اور انہیں کہتے کہ ان کو دور کرنے کے لیئے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب معلوم کرو ۔ دراصل ان کا مقصد یہ ہوتا تھا ۔ کہ اگر مسلمان ہمارے مذہب کو قبول نہیں کرتے تو کم از کم وہ اپنے دین سے ہی بد دل ہو جائیں گے اور اپنی مذہبی تعلیم سے بدگمان ہو جائیں گے ۔ بعض مسلمان ان کی اس سازش اور چال سے بے خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر بے تکے سوال کرتے ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس چیز سے منع فرما دیا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے کی ممانعت ایک اور مقصد سے بھی ہوئی ہے ۔ بار بار سوال کرنے سے انسان اپنے اوپر خود پابندی اور مشکلات کے اضافہ کا سبب بنتا ہے ۔ آسان حکم مشکل ہو جاتے ہیں ۔ جن باتوں میں آزادی ہوتی ہے ۔ حکم آنے سے ان باتوں میں بھی پابندی لگ جاتی ہے ۔ یہود کے ساتھ یہی ہوا ۔ گائے کا واقعہ بطورِ مثال ہمارے سامنے موجود ہے ۔

Marfat.com

کفّار کا حسد

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
چاہتے ہیں بہت سے اہل کتاب کاش
يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ
تمہیں پھیر دیں سے بعد تمہارے ایمان کفر
حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ
حسد سے نزدیک اپنے دل سے بعد
مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَ
جب ظاہر ہوگیا ان پر حق تم درگذر کرو اور
اصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ
خیال نہ کرو جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾
بیشک اللہ اوپر ہر چیز قادر۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں۔ کاش
يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ
تمہیں ایمان کے بعد کفر میں لوٹا دیں
حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ
اپنے دلی حسد کے سبب اس کے بعد
مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَ
کہ ان پر حق ظاہر ہوگیا تم درگذر کرو اور
اصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ
خیال میں نہ لاؤ جب تک اللہ کا حکم آئے۔
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾
بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس سے پہلے سبق میں کفّار اور یہود کے اس رویّہ کا ذکر ہو چکا ہے کہ وُہ اپنے انبیاءؑ سے جا و بیجا سوالات کرتے رہے ہیں۔ اور آخر کار انہوں نے اپنی غلط روش سے ایمان کو چھوڑ کر کفر کی راہ اختیار کر لی۔ اب مسلمانوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ وُہ تمہیں بھی اسی طرح ایمان سے ورغلا کر کفر کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں۔ کفّار اور یہود کی اس خواہش کی وجہ سے اُن کا دِلی حسد اور بغض ہے۔ جو اسلام اور مسلمانوں کے بارہ میں ان کے اندر موجود ہے۔

حسد کے معنیٰ ہیں کسی کی خوبی، ترقی اور اچھائی کو دیکھ کر دِل میں کڑھنا۔ اور یہ خواہش کرنا کہ اس سے چھن کر مجھے مِل جائے۔ جو شخص کسی سے حسد کرتا ہے۔ وُہ صِرف اس سے دُشمنی نہیں کرتا۔ بلکہ حقیقت میں اللہ کے دین پر اعتراض کرتا ہے۔ اور بلا وجہ اپنے دِل ہی دِل میں جلتا ہے۔ حسد سے کچھ حاصل وصُول نہیں ہوتا۔ البتہ اخلاق ضرور بگڑتے ہیں۔ اور ایمان زائل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا آخری حکم آنے تک ان سے درگذر کی جائے۔ جب تک وُہ دشمنی کی آخری منزل تک نہ پہنچ جائیں۔ اور حجّت قائم نہ ہو جائے۔ انتظار کیا جائے۔

Marfat.com

آخرت کا توشہ

وَ ۔ اَقِيْمُوا ۔ الصَّلٰوةَ ۔ وَ ۔ اٰتُوا ۔ الزَّكٰوةَ ؕ

اور قائم رکھو نماز اور دو زکوٰۃ

وَ ۔ مَا ۔ تُقَدِّمُوْا ۔ لِاَنْفُسِكُمْ ۔ مِّنْ ۔ خَيْرٍ

اور جو کچھ آگے بھیج دو گے اپنے واسطے سے بھلائی

تَجِدُوْهُ ۔ عِنْدَ ۔ اللّٰهِ ؕ ۔ اِنَّ ۔ اللّٰهَ

وہ پاؤ گے پاس اللہ بے شک اللہ

بِمَا ۔ تَعْمَلُوْنَ ۔ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے ۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ

اور جو کچھ بھلائی اپنے واسطے آگے بھیج دو گے ۔

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

وہ اللہ کے پاس پاؤ گے ۔ بے شک اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے ۔

جیسا کہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں ۔ یہودیوں کے اسلام قبول نہ کرنے کا بڑا سبب ان کا حسد تھا ۔ وہ اس بات سے بہت جلتے تھے کہ نبوّت ان کے اسرائیلی خاندان سے نکل کر بنو اسمٰعیل میں کیوں چلی گئی ہے ۔ اور محض اس تعصّب اور حسد کی آگ کی وجہ سے حق قبول کرنے سے انکار کر رہے تھے ۔

وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ مُسلمانوں کو بھی اُن کے دین سے پھیر کر اپنے ساتھ ملا لیں ۔ اور انہیں بھی کافر بنا دیں ۔ اس لیے وہ ان کے دلوں میں طرح طرح کی بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے ۔ دینِ اسلام اور حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک پر اعتراض کرتے ۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مُسلمان اپنا دین نہ چھوڑیں گے تو کم سے کم اپنے مذہب کی طرف سے ضرور بد دِل ہو جائیں گے اور اس طرح مذہب اسلام میں کمزوری پیدا ہو جائے گی ۔

یہودیوں کے اس حملے اور کوشش کو دُور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مُسلمانوں کو حکم دیا کہ تم ان کی طرف توجّہ نہ دو بلکہ اللہ کے آخری حکم جہاد کے اعلان کا انتظار کرو ۔ اور اس اثناء میں دو بنیادی اصُولوں پر جم جاؤ ۔ اوّل یہ کہ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو یہ دونوں اصُول ایسے ہیں جن سے فرد اور جماعت دونوں کی قوّت بڑھتی ہے اور وُہ دین سے برگشتہ نہیں ہو سکتی ۔

دوسرے بے شمار فوائد کے علاوہ نماز قائم رکھنے سے قوم کی تنظیم مضبوط ہوتی ہے ۔ لوگوں کا آپس میں تعلّق گہرا ہوتا ہے ۔ اور وُہ ایک دُوسرے کے لیے متحد رہتے ہیں ۔ زکوٰۃ سے دولت تقسیم ہوتی ہے ۔ غریب لوگ امیر بن جاتے ہیں اور اپنی مالی کمزوری کے سبب کسی لالچ میں آ کر دین سے برگشتہ نہیں ہوتے ۔

اس کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ اگر تم یہ نیک عمل کرتے رہو گے ۔ تو ان کا اجر تمہارے رب کے پاس موجود ہو گا ۔ کیونکہ وُہ تمہارے ہر عمل کو دیکھتا ہے ۔ انسان کی ادنیٰ سی کوشش بھی رائگاں نہیں جاتی ۔

ہمیں چاہیئے کہ اپنے دشمنوں کے حملوں اور سازشوں سے بچنے کے لیے ان دو اصُولوں کو مضبوطی سے تھام لیں ۔

Marfat.com

جنّت کا مستحق کون ہے

وَ۔ قَالُوْا ۔ لَنْ ۔ یَّدْخُلَ ۔ الْجَنَّةَ ۔ اِلَّا

اور کہتے ہیں ہرگز نہیں جائیں گے جنت مگر

مَنْ ۔ کَانَ ۔ هُوْدًا ۔ اَوْ ۔ نَصٰرٰی ۔ تِلْكَ

جو ہوں گے یہودی یا نصرانی یہ

اَمَانِیُّهُمْ ؕ ۔ قُلْ ۔ هَاتُوْا ۔ بُرْهَانَكُمْ ۔ اِنْ

ان کی آرزوئیں کہہ دے لے آؤ اپنی سند اگر

كُنْتُمْ ۔ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰی ۔ مَنْ ۔ اَسْلَمَ

تم ہو سچے کیوں نہیں جس نے تابع کر دیا

وَجْهَهٗ ۔ لِلّٰهِ ۔ وَ ۔ هُوَ ۔ مُحْسِنٌ ۔ فَلَهٗ

اپنا منہ اللہ کے لیے اور وہ نیک کام کرنے والا تو اسی کے لئے

اَجْرُهٗ ۔ عِنْدَ ۔ رَبِّهٖ ۪ وَ ۔ لَا ۔ خَوْفٌ ۔ عَلَیْهِمْ

اس کا ثواب پاس اس کے رب اور نہ ڈر اُن پر

وَ ۔ لَا ۔ هُمْ ۔ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا

اور کہتے ہیں کہ ہرگز جنت میں نہ جائیں گے مگر

مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ تِلْكَ

وہ جو یہودی یا نصرانی ہوں گے یہ ان کی

اَمَانِیُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ

آرزوئیں ہیں کہہ دے اگر تم سچے ہو تو اپنی

كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰی ۟ مَنْ اَسْلَمَ

سند لے آؤ ۔ کیوں نہیں جس نے اپنا

وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ

منہ اللہ کے تابع کر دیا اور وہ نیک کام کرنے والا ہے

اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ

تو اس کا ثواب اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ ڈر

وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے

اَمَانِیُّهُمْ :۔ (ان کی آرزوئیں) یہ امنیہ کی جمع ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں آرزو۔

وَجْهَهٗ : (اپنا منہ) وجہ کے لفظی معنی چہرے یا منہ کے ہیں لیکن محاورہ میں اس سے مُراد اکثر وجود اور ذات ہوتی ہے۔ اور یہاں بھی یہی مُراد ہے۔

دنیا کی تمام سابقہ قوموں اور قدیم مذہب والوں کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے جداجدا گروہ بنا کر دین کی سچائی ضائع کر دی جو حقیقت میں ایک ہی تھی اور سب کو یکساں طور پر دی گئی تھی۔ اب ہر گروہ دُوسرے کو جھٹلاتا ہے اور صرف اپنے آپ کو سچّائی کا وارث سمجھتا ہے۔ یہودی بھی اس گمراہی میں مبتلا تھے۔ اور انہیں یہ خیال تھا کہ سچّائی صرف ان کے پاس ہے وہی جنّت میں جائیں گے۔ قرآن مجید نے بتایا کہ یہ ان کی من گھڑت باتیں اور جھوٹی آرزوئیں ہیں۔ اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہے تو وُہ پیش کریں۔

اب قرآن مجید اس لیے بھیجا گیا ہے۔ کہ سب کو اسی مشترک سچائی پر جمع کر دیا جائے۔ اللہ کا فرمانبردار بن کر نیک کام کرنا ہی دینداری ہے کوئی گروہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وُہ سچّا ہے اور دُوسرے سب جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اللہ کا حکم مانے گا۔ اور نیکی اختیار کرے گا وُہ کامیاب ہوگا۔ ایسا کرنے والے کو نہ تو اپنی پچھلی زندگی کا غم ہوگا اور نہ آئندہ کا کوئی خوف ہوگا یہ اطمینان اولیاء اللہ (اللہ کے نیک بندوں) کی نشانی ہے۔

Marfat.com

مذہبی گروہ بندیاں

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى
اور کہتے ہیں یہود نہیں نصاریٰ اوپر
شَيْءٍ ۖ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ
راہ اور کہتے ہیں نصاریٰ نہیں یہود
عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ
اوپر راہ اور وُہ پڑھتے ہیں کتاب اسی طرح
قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ
کہا وُہ لوگ جو جاہل ہیں مانند ان کی بات
فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
اب اللہ فیصلہ کرے گا ان میں دن قیامت جس میں
كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
تھے اس میں جھگڑتے تھے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى
اور یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی راہ پر نہیں
شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ
اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کسی راہ پر نہیں
عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ
حالانکہ وہ سب کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح
قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ
جاہل لوگوں نے ان ہی کی سی بات کہی۔ اب
فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
اللہ ان میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔
كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
جس بات میں وُہ جھگڑتے تھے۔

لَا يَعْلَمُوْنَ: (جاہل) یہاں علم سے مُراد ہے آسمانی کتاب کا علم اور علم نہ رکھنے والے ان جاہل لوگوں سے مُراد ہیں مشرکین اور ہر ایسے مذہب کے پیرو جس کی بنیاد کسی آسمانی کتاب پر نہ ہو۔

بَيْنَهُمْ: (ان میں) مراد ہے ان دو گروہوں کے درمیان جن میں ایک فریق اہل ایمان کا ہے اور دُوسرا گروہ باطل پرستوں کا ہے۔

تمام اہل کتاب اللہ کی دی ہُوئی سچائی اور تعلیم کی پیروی کرنے کی بجائے مذہبی فرقہ بندی میں مبتلا ہیں۔ ان میں سے ہر ایک یہی دعویٰ کرتا ہے کہ وُہ سیدھی راہ پر ہے اور دُوسرے تمام فرقے اصل راہ سے بھٹک گئے ہیں مثلاً یہودیوں نے جب دیکھا کہ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا وُہ کافر ہیں۔ اور جب عیسائیوں نے دیکھا کہ یہودی حضرت عیسیٰؑ سے منکر ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ وُہ کافر ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں گروہ اللہ کی دی ہُوئی کتابیں پڑھتے ہیں۔

یہی حال ان لوگوں کا ہے جن کے پاس آسمانی کتاب تو کوئی نہیں۔ لیکن انہوں نے خود ہی یہ عقیدے گھڑ رکھے ہیں۔ کہ وُہ سیدھی راہ پر ہیں۔ اور دُوسرے تمام فرقے حقیقی راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ ان لوگوں میں عرب کے مشرکین اور دُوسرے باطل پرست شامل ہیں۔

قرآن مجید نے یہ بتایا کہ یہ مذہبی فرقہ بندی بالکل فضول ہے۔ اصل چیز اللہ کے حکم ماننا اور نیک عمل کرنا ہے۔ جو شخص ان دونوں اصولوں پر کاربند ہو گا۔ بس وہی سیدھی راہ پر ہے۔

Marfat.com

مساجد کو ویران کرنے والے

وَ۔ مَنْ۔ اَظْلَمُ۔ مِمَّنْ۔ مَّنَعَ۔ مَسٰجِدَ۔ اللّٰهِ
اور سے بڑا ظالم جس نے منع کیا مسجدیں اللہ

اَنْ۔ یُّذْکَرَ۔ فِیْهَا۔ اسْمُهٗ۔ وَ۔ سَعٰی۔ فِیْ
کہ لیا جائے جس میں اس کا نام اور کوشش کی میں

خَرَابِهَا ؕ۔ اُولٰٓئِكَ۔ مَا۔ كَانَ۔ لَهُمْ۔ اَنْ
ان کا اُجاڑنا ایسے نہیں تھے ان کو کہ

یَّدْخُلُوْهَآ۔ اِلَّا۔ خَآئِفِیْنَ ؕ لَهُمْ۔ فِی
داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہُوئے ان کے لیے میں

الدُّنْیَا۔ خِزْیٌ۔ وَّ۔ لَهُمْ۔ فِی۔ الْاٰخِرَةِ۔ عَذَابٌ
دُنیا ذلّت اور اُن کے لیے میں آخرت عذاب

عَظِیْمٌ ﴿۱۱۴﴾
بڑا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ
اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ کی مسجدوں میں

اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ
منع کیا کہ وہاں اس کا نام لیا جائے اور ان کے اجاڑنے کی

خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ
کوشش کی ایسوں کو لائق نہیں کہ ان میں

یَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ؕ لَهُمْ فِی
داخل ہوں مگر ڈرتے ہُوئے ان کے لیے دُنیا

الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ
میں ذلت ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب

عَظِیْمٌ ﴿۱۱۴﴾
ہے۔

مَسٰجِد (مسجدیں) مسجد کی جمع ہے۔ لفظی معنیٰ ہیں سجدہ کرنے کی جگہ۔ یعنی مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد مسجد حرام بھی لی جاتی ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول کی وضاحت میں دو واقعے بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ عیسائیوں نے یہودیوں سے جنگ کی۔ تورات کو جلایا اور بیت المقدس کو خراب کیا۔ دُوسرا یہ کہ مکّہ کے مشرکوں نے ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو صرف تعصّب کی بنا پر مسجدِ حرام یعنی بیت اللہ (خانہ کعبہ) میں جانے سے روکا۔

اہلِ کتاب کی مذہبی تعصّب پرستی اور فرقہ بندی کی حد یہ ہوگئی۔ کہ دُوسرے گروہوں کی عبادت گاہوں کا احترام دِل سے اٹھ گیا۔ انہیں برباد کرنے میں کچھ ہچکچاہٹ نہ کی۔ اور خود اپنی عبادت گاہوں میں غیر فرقہ کے لوگوں کو داخل ہونے سے روکا۔ حالانکہ سب دعویٰ یہی کرتے ہیں کہ وُہ ایک خدا کو مانتے ہیں۔

علماء نے کہا کہ جس طرح اللہ کے ذکر سے مسجد آباد ہوتی ہے۔ بُرے کام اور بات کرنے سے مسجد کی بربادی سمجھی جائے گی اس کے علاوہ وُہ تمام چیزیں جو نمازیوں کی کمی اور مسجد کی ویرانی کا باعث بنیں۔ وُہ سب اس آیت کے حکم میں داخل ہو جاتی ہیں اس لیے ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیئے جن سے مسجد کی رونق کم ہو۔ اور لوگوں کا مسجد میں آنا کم یا بند ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان پر لازم ہے کہ وُہ جب مسجد میں داخل ہوں تو ان کے دِل خدا کے خوف سے لرزتے ہوں لیکن چونکہ وُہ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے اس لئے انہیں دُنیا میں بھی رُسوا کن عذاب ملے گا۔ اور دُوسری زندگی میں بھی بہت بڑا عذاب ہوگا۔

Marfat.com

ہر طرف اللہ ہی کا جلوہ ہے

وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا
اور اللہ کا مشرق اور مغرب سو جس طرف
تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ بے شک اللہ
وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾
بے انتہا بخشش کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا
اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے سو جس طرف تم منہ
تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
کرو۔ اللہ وہاں ہی متوجہ ہے۔ بیشک اللہ بے انتہا بخشش کرنے
وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾
والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

وَجْہ، لفظی معنی ہیں چہرہ۔ اس کے دُوسرے معنے ذات کے بھی ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم جس طرف بھی رُخ کرو۔ اللہ کی ذات وہاں موجود ہے۔ اور تم جہاں بھی جاؤ۔ اللہ کو موجود پاؤ گے۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب اسی کے ہیں۔

جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بھی زمان و مکان کی قید میں ہے۔ اس لیے اس کی طرف منہ کرنے کے لیے ہمیں بھی کسی خاص سمت کی طرف مڑنا چاہیئے۔ وُہ یہ سمت خود ہی فرض کر کے اسکی طرف مُنہ کر کے پُوجا کرتے تھے۔ یہود و نصاریٰ میں بھی آپس میں اِسی بات کا جھگڑا تھا۔ ہر ایک نے ایک سمت مقرر کر رکھی تھی۔ وُہ اسی سمت کو بہتر تصوّر کرتے تھے۔

قرآن مجید نے اس باطل عقیدے کی تردید کی۔ اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص عبادت گاہ کی چار دیواری کے اندر محدُود نہیں ہے اور نہ وہ کسی مکان اور سمت میں قید ہے بلکہ جہاں کہیں بھی اسے اخلاص کے ساتھ یاد کیا جائے وُہ متوجّہ ہو گا۔ وُہ کسی خاص مقام کسی خاص شہر یا سمت سے مخصوص اور وابستہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نہ تو صرف مشرق کو پسند کرتا ہے اور نہ صرف مغرب کو۔ بلکہ تمام سمتیں اسی کی ہیں۔ وہی ساری کائنات کا احاطہ کئے ہُوئے ہے۔ اس کی کوئی حد نہیں۔ وُہ ہر جگہ ہے۔ اس لیے جس جگہ اور جس طرف رُخ کر کے خلوص کے ساتھ پکارا جائے گا۔ وُہ ضرور متوجّہ ہو گا۔ وُہ خوب جانتا ہے کہ کون سچّے دِل سے مجھے پکارتا ہے اور کون محض دکھاوے کے لیے۔

اس آیت کا ایک شانِ نزول یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مسافر اور سوار کو قبلہ کا رُخ معلوم کرنا چونکہ مشکل ہوتا ہے اِس لیے حکم ہُوا کہ اس وقت جس طرف بھی رُخ کر کے عبادت کرو گے۔ وُہ قبول ہو گی۔ کیونکہ اللہ ہر سمت اور ہر جگہ پر حاوی ہے۔ چنانچہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر نماز کے لیے قبلہ کا صحیح رُخ معلوم نہ ہو سکے تو جس طرف دِل گواہی دے۔ اس طرف رُخ کر کے نماز ادا کر لو۔ اور نفل نماز اگر سواری پر ہو تو خواہ سواری کی سمت بدل جائے۔ تم اپنی نماز جاری رکھو۔

Marfat.com

اللہ کی کوئی اولاد نہیں

وَ۔ قَالُوا۔ اتَّخَذَ۔ اللّٰهُ۔ وَلَدًا۔ سُبْحٰنَهٗ ؕ
اور کہتے ہیں رکھتا ہے اللہ اولاد وُہ پاک ہے
بَلْ۔ لَّهٗ۔ مَا۔ فِی۔ السَّمٰوٰتِ۔ وَ۔ الْاَرْضِ ؕ
بلکہ اسی کا ہے جو کچھ میں آسمان (جمع) اور زمین
كُلٌّ۔ لَّهٗ۔ قَانِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾
سب اسی کے تابع فرمان۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ
اور کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے وُہ سب باتوں سے پاک ہے۔
بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کا ہے۔
كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾
سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔

پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ یہود و نصاریٰ کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ اللہ کسی خاص سمت کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے اس کی طرف منہ کرنے کے لیے ہمیں بھی کسی خاص سمت کی طرف مڑنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی۔ اور فرمایا ہے۔ کہ وُہ کسی خاص سمت یا عبادت گاہ کی چار دیواری میں محدود نہیں ہے۔ بلکہ وُہ تمام کائنات کا مالک ہے۔ اور اس کی کوئی حد نہیں ہے اس لئے جس طرف بھی چاہو رُخ کر کے خدا کو یاد کر لیا کرو۔ وُہ تمہاری طرف متوجہ ہو گا۔

اِتَّخَذَ: (رکھتا ہے) یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً بنانا، پکڑنا اور اختیار کرنا۔ اور مفہوم ان سب ترجموں کا ایک ہی ہوتا ہے۔

قَانِتُوْنَ: (تابع فرمان) اس کا واحد قانت ہے۔ یعنی حکم ماننے والا اور اطاعت گذار۔ قنوت اسی لفظ سے ہے۔ نماز وتر کی دُعا کو دعائے قنوت اسی لیے کہتے ہیں۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت اور فرمبرداری کا عہد ہوتا ہے۔

عیسائیوں کا ایک اور باطل عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ شرک کی بدترین قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وُہ ان کی تمام بیہودہ باتوں سے پاک ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہیں ہے۔ وُہ ایک ہے۔ وُہ تمام کائنات کا مالک ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے۔ سب اسی کے حکم کے تابع ہے۔ ہر جگہ اسی کی سلطنت ہے۔ مخلوق سے اس کا تعلق یہ ہے کہ ساری کائنات اور جنّ و بشر اس کے عبادت گذار اور تابع فرمان ہیں۔ وُہ سب کا معبود و مسجود ہے۔ کائنات کی تمام چیزیں اس کے حکم کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں۔ انسان کا کمال بھی اسی میں ہے کہ اس کے آگے سر جھکا دے اور اس کے سوا کسی کا تابع فرمان بن کر نہ رہے۔

امّتِ مسلمہ توحید کی علمبردار ہے اور وُہ اسی عقیدے کی تبلیغ کرتی ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ ہمیں ہمیشہ اس سے بچنا چاہیئے اور توحید کا یقین دِل سے کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

كُنْ فَيَكُوْنُ

بَدِيْعُ - السَّمٰوٰتِ - وَ - الْاَرْضِ ط - وَ
پیدا کرنے والا ہے آسمان اور زمین اور
اِذَا - قَضٰٓى - اَمْرًا - فَاِنَّمَا - يَقُوْلُ - لَهٗ
جب حکم کرتا ہے کام تو یہی فرماتا ہے اس کو
كُنْ - فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾
ہوجا پس وہ ہوجاتا ہے۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَ
زمین اور آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور
اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ
جب کسی کام کو حکم کرتا ہے تو اس کو یہی فرماتا ہے
كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾
کہ ہوجا پس وُہ ہوجاتا ہے۔

﴿۱۱۷﴾ بَدِيْعٌ: (بغیر مادے کے اور بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا) یہ لفظ بدع سے بنا ہے۔ لفظ ابداع بھی اسی سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں۔ مادہ کے بغیر نیست سے ہست کرنا۔ نمونے کے بغیر کوئی چیز بنا دینا اور مثال اور نمونے کے بغیر بنانا۔ بدیع سے مُراد ہے۔ ایسا موجد اور صناع جو حقیقی معنی میں پیدا کرنے والا اور ایجاد کرنے والا ہے۔ جسے نہ کسی آلے کی ضرورت ہے اور نہ کسی مال مسالہ کی۔ نہ وُہ کسی نمونہ کا محتاج ہے۔ نہ کسی استاد کا۔ ہر چیز خواہ اس کا وجود اور نمونہ پہلے موجود ہو یا نہ ہو۔ وُہ اسے وجود بخشنے والا ہے۔ زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شے اُسی نے پیدا کی ہے۔

اس آیت میں مُشرک قوموں کے غلط عقیدوں کو رد کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ مادہ پہلے سے کسی نہ کسی شکل میں موجود تھا۔ بس اسے اللہ نے ترتیب و ترکیب دے کر کائنات کو پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی صفت بدیع بتا کر یہ فرمایا کہ صرف اسی کی ذات قدیم ازلی و ابدی ہے۔ اس نے تمام موجودات کو ایجاد کیا ہے۔ جن کا پہلے بالکل کوئی نمونہ موجود نہیں تھا۔ زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شے کو اسی نے نیست سے ہست کی شکل دی ہے اس کے لیے ہر چیز کو بالکل نئے سرے سے بغیر نمونہ کے اور بغیر مادے کے پیدا کرنا نہایت سہل بات ہے۔

كُنْ فَيَكُوْنُ: (ہوجا۔ پس وُہ ہوجاتا ہے) اللہ تعالیٰ کو کائنات کی تخلیق اور ایجاد میں اسباب اور وسائل کی ضرورت نہیں صرف اس کا حکم اور اشارہ کافی ہے۔ اسی حقیقت کو اس مختصر سے جملے میں بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی قدیم ہے۔ ایک وقت ایسا تھا۔ جب اسی کا وجود تھا اور باقی کچھ بھی موجود نہیں تھا۔ اسی نے اپنے ارادہ سے ان سب کو ایجاد کیا۔ اسے نہ کسی شریکِ کار کی ضرورت ہُوئی ہے اور نہ کسی معاون و مددگار کی۔ وہی تمام چیزوں کو نئی شکلیں دیتا ہے۔ مادہ پرست لوگوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ وُہ کسی کا محتاج ہے یا اسے کسی کی احتیاج اور ضرورت ہے۔

Marfat.com

واضح دلائل

وَ۔ قَالَ۔ الَّذِیْنَ۔ لَا۔ یَعْلَمُوْنَ۔ لَوْ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جو نہیں جانتے کیوں

لَا۔ یُکَلِّمُنَا۔ اللّٰہُ۔ اَوْ۔ تَاْتِیْنَآ۔ اٰیَۃٌ ط

نہیں ہم سے بات کرتا اللہ یا ہمارے پاس آئی آیت

کَذٰلِکَ۔ قَالَ۔ الَّذِیْنَ۔ مِنْ۔ قَبْلِھِمْ

اسی طرح کہہ چکے وہ لوگ جو ان سے پہلے

مِّثْلَ۔ قَوْلِھِمْ ط۔ تَشَابَھَتْ۔ قُلُوْبُھُمْ ط

جیسی ان کی بات ایک جیسے ہیں ان کے دِل

قَدْ۔ بَیَّنَّا۔ الْاٰیٰتِ۔ لِقَوْمٍ۔ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

بیشک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْ

اور وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے کہتے ہیں اللہ ہم سے

لَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَۃٌ ط

کیوں بات نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی آیت (کیوں نہیں)

کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ

آئی۔ اسی طرح وُہ لوگ جو ان سے پہلے تھے۔ ان ہی کی سی بات

مِّثْلَ قَوْلِھِمْ ط تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ ط

کر چکے ہیں۔ ان کے دِل ایک جیسے ہیں۔ بیشک ہم نے ان لوگوں

قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

کے لیے جو یقین رکھتے ہیں، نشانیاں بیان کر دیں۔

اَلَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ: (وُہ لوگ جو نہیں جانتے) یعنی حقیقی مذہبی علوم سے محروم ہیں۔ یہاں خاص طور پر مشرک مُراد ہیں۔

لَا یُکَلِّمُنَا: (ہم سے بات نہیں کرتا) یعنی رسُولوں اور نبیوں کے واسطہ کے بغیر اللہ تعالیٰ براہِ راست ہم سے بات کیوں نہیں کرتا۔

اٰیَۃ: (آیت) لفظی معنی نشان کے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ معجزہ کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ یہاں بھی مُراد معجزہ ہے۔ مکّہ کے کافر اور مشرک رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اگر نبی اور رسُول سے بات کرتا ہے تو ہم سے بلا واسطہ اور براہِ راست کلام کیوں نہیں کرتا۔ یا آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و تصدیق کے لیے کوئی انوکھی نشانی (معجزہ) کیوں نہیں بھیجتا تاکہ ہم اسے دیکھ کر خود ہی اس نبی کو سچّا مان لیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی انہی کی طرح فرمائشیں کی تھیں۔ ان لوگوں کا عقلی، روحانی اور اخلاقی معیار بہت پست تھا۔ اور ان کا بھی پست ہے۔ گویا ان دونوں کے دِل بے بصیرتی اور ناحق شناسی میں ایک ہی جیسے ہیں۔

اُن کی اس فرمائش کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے صرف ایک معجزہ مانگا ہے ہم تو پہلے ہی بہت سے کھلے کھلے معجزے بھیج چکے ہیں۔ مثلاً رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچّائی، امانت، پاکبازی اور عقل و فہم میں بے نظیر ہونا۔ قرآن مجید کا ہر طرح سے بے مثال ہونا۔ تمہارا اس کے جواب میں عاجز رہنا۔ حضرت رسُولِ خدا کا معراج میں جانا۔ شق القمر کا معجزہ رونما ہونا وغیرہ۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمّہ داری

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ
بیشک ہم نے تجھے بھیجا ہے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور

نَذِيْرًا ۙ وَّ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ
ڈرانے والا اور نہیں تجھ سے پوچھ سے والے

الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾
دوزخ۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ
بیشک ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے خوشخبری دینے والا اور

نَذِيْرًا ۙ وَّ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ
ڈرانے والا اور دوزخ میں رہنے والوں کی نسبت تجھ

الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾
سے پوچھ نہیں۔

بِالْحَقِّ: (حق کے ساتھ) مراد یہ ہے کہ راہِ حق کی طرف ہدایت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس کے معنیٰ یہ بھی ہیں کہ آپ سچی باتیں بتلانے والے ہیں۔ حق کے لیئے روشن دلائل اور واضح ثبوت پیش کرنے والے ہیں۔

بَشِيْرًا: (خوشخبری دینے والا) یعنی جو لوگ ایمان لائیں اور اللہ اور نبی کے احکام کی پیروی کریں۔ آپؐ انہیں نیک اعمال کے بدلے دُنیا و آخرت میں فلاح و بہتری کی خوشخبری دینے والے ہیں۔

نَذِيْرًا: (ڈرانے والا) یعنی جو لوگ انکار اور سرکشی کریں۔ انہیں ان کے اعمال بد کے بدلے دُنیا اور آخرت میں بُرے انجام سے ڈرانے والے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دو بہت اہم خصوصیات ہیں۔

کفّار اور مشرکین رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں اور قرآن مجید کی صداقت کے بارہ میں شک کرتے تھے اور یہ دلیل دیتے تھے کہ اللہ اگر اس رسُول سے کلام کر سکتا ہے۔ تو ہم بھی تو انسان ہیں۔ ہم سے کیوں نہیں کرتا۔ یا اسے کوئی بہت بڑا معجزہ کیوں نہیں دے دیتا جس سے اس کی رسالت و صداقت خود بخود سچ ثابت ہو جائے۔

اُن کے اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایک معجزہ مانگتے ہو۔ ہم تو بہت سے معجزے اپنے رسُول کو دے چکے ہیں۔ لیکن انہیں صرف وہی لوگ مانیں گے جو خلوص دِل سے سچّائی کے طلب گار ہیں۔ اور حق کا یقین کرتے ہیں اور وُہ لوگ نہیں مانیں گے جن کا نقطۂ نظر محض شک و اشتباہ پیدا کرنا ہوتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ہم نے تجھے دین حق دے کر بھیجا ہے۔ جو لوگ تیرے پیچھے چلیں گے۔ وُہ ایمان دار ہیں۔ اور ان کے لیئے تو نیک اجر کی خوشخبری دینے والا ہے البتہ جو تیرے پیچھے نہیں چلیں گے وُہ کافر ہیں۔ اور وُہ دوزخ میں جائیں گے۔ اُن کے لیئے تو اس انجامِ بد کی خبر دینے والا ہے۔ نبی کا کام صرف اللہ کا حکم پہنچا دینا ہے، اور بس۔ کافروں کو مسلمان بنا دینے کی ذمّہ داری نبی پر نہیں ہوتی ہے۔

Marfat.com

یہود و نصاریٰ کی خواہش

وَ۔ لَنْ۔ تَرْضٰی۔ عَنْكَ۔ الْیَهُوْدُ۔ وَ۔ لَا
اور ہرگز نہ راضی تجھ سے یہود اور نہ
النَّصٰرٰی۔ حَتّٰی۔ تَتَّبِعَ۔ مِلَّتَهُمْ ؕ۔ قُلْ
نصاریٰ جب تک تو تابع نہ ہو ان کا دین تو کہہ دے
اِنَّ۔ هُدَی۔ اللّٰهِ۔ هُوَ۔ الْهُدٰی ؕ۔ وَ
جو راہ بتائے اللہ وہی سیدھی راہ اور
لَئِنِ۔ اتَّبَعْتَ۔ اَهْوَآءَهُمْ۔ بَعْدَ۔ الَّذِیْ
اگر تو تابعداری کرے ان کی خواہشیں بعد وُہ جو
جَآءَكَ۔ مِنَ۔ الْعِلْمِ ۙ۔ مَا۔ لَكَ۔ مِنَ۔ اللّٰهِ
تجھے پہنچا سے علم نہیں تیرا سے اللہ
مِنْ۔ وَّلِیٍّ۔ وَّ۔ لَا۔ نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾
سے کوئی حمائیتی اور نہ مددگار۔

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَلَا
اور تجھ سے یہودی ہرگز نہ راضی ہوں گے۔ اور نہ
النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ
نصاریٰ جب تک تو ان کے دین کے تابع نہ ہو تو کہہ دے
اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی ؕ وَ
جو اللہ راہ بتائے وہی راہ سیدھی ہے۔ اور اگر (بالفرض)
لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ
تو ان کی خواہشوں کی تابعداری کرے اس علم کے بعد
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ
جو تجھ کو پہنچا تو اللہ کے ہاں سے تیرا کوئی
مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾
حمایت کرنے والا اور مددگار نہیں۔

وقف منزل

مِلَّتَهُمْ: (ان کا دین) اُردو میں لفظ مِلَّت قوم کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ عربی میں اس کے معنی مسلک دین اور طریقہ کے ہوتے ہیں۔
اَهْوَآءَهُمْ: (ان کی خواہشیں) اھواء سے مراد وُہ خیالات اور آراء ہیں جن کی بنیاد علم یا حقیقت پر نہ ہو۔ بلکہ نفسانی خواہشوں پر ہو۔ اھواء کا واحد ھواء ہے۔

یہودی اور عیسائی اس قدر متعصّب تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ ان سے کتنا ہی ہمدردی کا برتاؤ کرتے یا ان کی کتنی ہی رعایت کرتے۔ وُہ ہرگز آپ کی بات سننے اور ماننے کے لیے تیّار نہ ہوتے تھے۔ وُہ صِرف اسی صورت میں آپ سے خوش ہو سکتے تھے۔ جب آپ ان کا دین قبول کر لیتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقیقی راہ ہدایت اور سچّا دین وہی ہے۔ جو اس نے اپنے رسُول کو بتایا ہے یعنی خدا پرستی اور نیک عملی۔ جتنی الگ الگ گروہ بندیاں کر لی گئی ہیں۔ یہ سب انسانی گمراہی کی پیدا کی ہُوئی ہیں۔ جو شخص اللہ کی بتائی ہوئی سیدھی راہ سے جان بُوجھ کر مُنہ موڑے گا۔ اس کے لیے سخت سزا مقرّر ہے اور اس سزا سے بچانے والا اس کا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہوگا۔

اس آیت سے دو باتیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں اوّل یہ کہ اہل کتاب کا دین اس قدر بدل چکا ہے کہ اس میں ان کی جھُوٹی خواہشوں اور آرزوؤں کے سِوا کچھ باقی نہیں ہے۔ دُوسرے یہ کہ حقیقی راستہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے انسان پر بخوبی واضح کر دیا ہے۔

Marfat.com

کتب سابقہ میں تائید

اَلَّذِیْنَ ۔ اٰتَیْنٰهُمُ ۔ الْكِتٰبَ ۔ یَتْلُوْنَهٗ
وُہ لوگ جن کو ہم نے دی کتاب وُہ اسے پڑھتے ہیں
حَقَّ ۔ تِلَاوَتِهٖ ؕ ۔ اُولٰٓئِكَ ۔ یُؤْمِنُوْنَ ۔ بِهٖ ؕ
حق اس کا پڑھنا وہی ایمان لاتے ہیں اس پر
وَ ۔ مَنْ ۔ یَّكْفُرْ ۔ بِهٖ ۔ فَاُولٰٓئِكَ ۔ هُمُ
اور جو منکر ہوگا اس سے وہ لوگ ہیں
الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾
نقصان پانے والے ۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ
وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وُہ اسے پڑھتے ہیں ۔ جیسے
حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ
اسے پڑھنے کا حق ہے وہی اس پر ایمان لاتے ہیں ۔
وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
اور جو کوئی اس سے منکر ہوگا ۔ تو وہی لوگ ۱۴
الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع ۹ ۱۴
نقصان پانے والے ہیں ۔

حَقَّ تِلَاوَتِهٖ : (اس کے پڑھنے کا حق) تلاوت کے معنیٰ پڑھنے کے ہیں ۔ لفظ تُلو اس کا مادہ ہے اس کے لفظی معنیٰ پیچھے چلنے کے ہوتے ہیں ۔ لہٰذا اس جملے کے معنیٰ یہ ہوں گے ۔ کہ وُہ لوگ اللہ کی کتاب کو یوں پڑھتے ہیں ۔ جیسے پڑھنے کا حق ہے ۔ یعنی اس پر عمل بھی کرتے ہیں ۔ اس کی بتائی ہُوئی راہ پر چلتے ہیں اور اس میں کمی بیشی نہیں کرتے ۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ : (جنہیں ہم نے کتاب دی) مراد یہودی اور عیسائی ہیں ۔

پچھلی آیت میں مذہبی گروہ بندی کا نتیجہ بتایا گیا تھا یعنی یہ کہ حق پسندی اور حقیقت بینی کی جگہ گروہ پرستی کی رُوح کام کر رہی ہے ۔ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک انسان کا اعتقاد اور عمل کیسا ہے ۔ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ وُہ ہمارے گروہ میں داخل ہے یا نہیں ؟ جب لوگوں کی ذہنیت ایسی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ دلائل کچھ کام نہیں دے سکتے ۔ کتنی ہی سچّی اور معقول باتیں کیوں نہ کہی جائیں ۔ ان لوگوں کے لئے سب بیکار ہوتی ہیں ۔

آج کے سبق میں بتایا گیا ہے کہ اگر اہل کتاب ضد، نفسانیت اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اخلاص اور نیک نیتی سے کام لیں ۔ اور اپنی کتابوں کو خلوص دِل سے پڑھیں ۔ تو وُہ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل ہو جائیں گے اور آپؐ پر ایمان لے آئیں گے ۔

جو لوگ اپنی کتابوں میں بھی تبدیل و تحریف کرتے ہیں ۔ ان کے احکام میں نیک ارادے سے غور نہیں کرتے ۔ وُہ کبھی قرآن مجید کی صداقت کے قائل نہیں ہوں گے ۔ وہ تعصّب، ہٹ دھرمی، نفس پرستی اور گروہ بندی میں مبتلا ہیں ۔ اور اگر یہی لچھن رہے تو ہمیشہ کفر میں مبتلا رہیں گے ۔ وُہ لگاتار حق سے انکار ہی کرتے رہیں گے ۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وُہ دُنیا میں بھی نقصان اٹھائیں گے اور آخرت میں تباہ و برباد ہوں گے ۔

Marfat.com

یومِ آخرت میں گرفت

يٰبَنِيْٓ - اِسْرَآءِيْلَ - اذْكُرُوْا - نِعْمَتِيَ
اے بنی اسرائیل یاد کرو ہمارے احسان
الَّتِيْٓ - اَنْعَمْتُ - عَلَيْكُمْ - وَ - اَنِّيْ
جو میں نے کئے تم پر اور میں نے
فَضَّلْتُكُمْ - عَلَى - الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ
تمہیں بڑائی دی اہل عالم پر اور
اتَّقُوْا - يَوْمًا - لَّا - تَجْزِيْ - نَفْسٌ
ڈرو دن نہ کام آئے کوئی شخص
عَنْ - نَّفْسٍ - شَيْـًٔا - وَّ - لَا - يُقْبَلُ
سے کوئی ذرا بھی اور نہ قبول کیا جائے گا
مِنْهَا - عَدْلٌ - وَّ - لَا - تَنْفَعُهَا - شَفَاعَةٌ
اس سے بدلہ اور نہ اسے کام آئے گی سفارش
وَّ - لَا - هُمْ - يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
اور نہ انہیں مدد پہنچے گی۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ
اے بنی اسرائیل ہمارے احسان یاد کرو
الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ
جو میں نے تم پر کئے اور یہ کہ میں نے
فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ
تمہیں اہل عالم پر بڑائی دی اور
اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ
اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی کے
عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ
ذرا کام نہ آئے اور نہ اس کی طرف سے بدلہ قبول
مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ
کیا جائے گا اور نہ اسے سفارش کام آئے گی اور نہ
وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
انہیں مدد پہنچے گی۔

یہ دونوں آیتیں آپ پہلے بھی سبق نمبر (۷۰) اور (۷۸) میں پڑھ چکے ہیں۔ وہاں سے بنی اسرائیل کا ذکر شروع ہُوا تھا اور یہاں تک ان کی علمی اور عملی کمزوریاں بیان کی گئی ہیں۔ انہیں سیدھی راہ یعنی اسلام قبول کرنے کی دعوت بھی دی گئی ہے۔ واضح اور روشن دلائل سے ثابت کر دیا گیا ہے۔ کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم برحق نبی ہیں۔ اور اُن پر ایمان لانا اور اُن کی تعلیمات پر ثابت قدم رہنا ہر فرد کے لیے لازم ہو گیا ہے۔ ان سے کہا گیا کہ تعصّب ضد، مذہبی گروہ بندی اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہُوئے راہ راست کو اختیار کر لو۔

اب انہیں دُوسری بار پھر وہی باتیں یاد دلائی جا رہی ہیں۔ اور آخرت کے نتائج سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ دُنیا میں انسان کسی کی مدد سے، بدلے یا جرمانہ سے، سفارش یا زور سے بچ سکتا ہے لیکن اللہ کے ہاں ان میں سے کوئی چیز بھی کام نہ دے گی۔ وہاں انسان کے صرف اپنے عمل کام آئیں گے۔ نذرانے، جرمانے، سفارش، دوستی یا کسی کی مدد کام نہ آسکے گی۔

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ کی قیادت و امامت

وَ۔اِذِ ۔ ابْتَلٰٓی۔ اِبْرٰھٖمَ۔ رَبُّہٗ۔ بِکَلِمٰتٍ

اور جب آزمایا ابراہیمؑ اس کا رب کئی باتوں میں

فَاَتَمَّھُنَّ ط۔ قَالَ۔ اِنِّیْ ۔ جَاعِلُکَ

پھر اس نے وُہ پوری کیں فرمایا میں تجھے بناؤں گا

لِلنَّاسِ۔ اِمَامًا ط

لوگوں کا پیشوا ۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ

اور جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے آزمایا کئی باتوں میں

فَاَتَمَّھُنَّ ط قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ

پھر اس نے وُہ پوری کیں تب فرمایا میں تجھے سب لوگوں

لِلنَّاسِ اِمَامًا ط

کا پیشوا بناؤں گا ۔

اِبْرَاھِیْمَ: (ابراہیمؑ) اس جلیل القدر نبی کے نام سے ہر شخص واقف ہے ۔ آپ ہمارے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ کے جدِ امجد تھے ۔ آپ کا وطن بابل تھا اور باپ کا نام آذر تھا ۔ ان کی نسل میں دو سلسلے چلے ۔ ایک حضرت اسحٰقؑ کی اولاد سے ایک حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ۔ پہلے سلسلہ کے نبیوں کو اسرائیلی انبیاء کہا جاتا ہے ۔ مثلاً حضرت سلیمان، داؤد، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) دُوسرے خاندان میں ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جدِ انبیاء کہا جاتا ہے ۔ مسلمانوں کے علاوہ عیسائی یہودی سبھی ان کی عزّت کرتے ہیں ۔

اِذِ ابْتَلٰٓی: (جب آزمایا) یہ لفظ بلیہ سے نکلا ہے ۔ اس کے معنیٰ مُصیبت اور آزمائش کے ہوتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بزرگ نبی کو کئی طریق پر آزمایا ۔ مثلاً بُت پرست اور بُت گر باپ نے گھر سے نکالنے کی دھمکی دی ۔ قوم نے جلاوطن کرنے کا ڈراوا دیا ۔ بادشاہ نے آگ میں ڈال دیا مگر وُہ اسلام سے باز نہ آئے اور حق پر قائم رہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیوی بچّہ کو جنگل میں چھوڑ آنے اور بچّہ کو قربان کرنے کا حکم دیا ۔ انہوں نے اس حکم کو بھی پُورا کر دکھایا ۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی امتحان ہُوئے اور وُہ ہر ایک میں کامیاب رہے ۔

اِمَامًا: (پیشوا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ امامت فقط روحانی اور مذہبی پیشوائی نہ تھی ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سیاسی اعتبار سے بھی برتری اور سرفرازی عطا فرمائی ۔ وُہ اپنے زمانہ میں واقعی سردار اور پیشوا بنے ۔ لوگوں نے انکی پیشوائی تسلیم کی ۔

Marfat.com

امامت کی وراثت

قَالَ - وَ - مِنْ - ذُرِّيَّتِيْ ؕ - قَالَ - لَا

اس نے کہا اور سے میری اولاد اس نے کہا نہیں

يَنَالُ - عَهْدِي - الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

پہنچتا ہے میرا اقرار ظالموں کو۔

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا

اس نے کہا اور میری اولاد میں سے بھی اس نے فرمایا

يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

میرا اقرار ظالموں کو نہیں پہنچتا ہے۔

ذُرِّيَّتِيْ: (میری اولاد) اس لفظ ذُرِّيَّة کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ یعنی اس میں اولاد اور اولاد کی اولاد بھی شامل ہے حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ (ان سب پر اللہ کا سلام ہو) ان دونوں کی نسل اُن کی ذرّیۃ ہُوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو بڑی برکت دی۔ ان میں بے شمار نبی و رسول پیدا ہُوئے۔

یہودیوں کو اپنی نسلی برتری کا بہت گھمنڈ تھا۔ وُہ کہتے تھے کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں۔ اور تورات میں لکھا ہے کہ خدا نے اس کی نسل کو برکت اور فضیلت دی۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ اوّل تو اس فخر و امتیاز اور نسلی برتری میں بنو اسمٰعیل بھی شامل ہیں۔ دُوسرے یہ کہ خُدا کا وعدہ صرف نیک کرداروں کے لئے تھا نہ کہ بدکرداروں کے لیے۔ جن لوگوں نے ایمان و عمل کی سعادت کھو دی۔ ان کے لئے نسل کا شرف کچھ بھی باعث امتیاز نہیں۔

گذشتہ امتوں کے راہ حق سے بھٹک جانے کے بعد اللہ تعالیٰ منصب امامت کے لیے امّت محمدیہ کی بنیاد رکھ رہا ہے اس لئے ضروری تھا کہ دعوتِ قرآن کے ظہور کی معنوی تاریخ بیان کر دی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا کئی طریقہ سے امتحان لیا۔ انہیں آزمائش میں ڈالا۔ بعض مصائب میں مبتلا کیا۔ لیکن وُہ سب میں کامیاب نکلے اور صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس کامیابی کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی ہدایت کے لئے پیشوا اور امام بنا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا۔ کہ آیا یہ امامت و پیشوائی کا منصب اس کی نسل کو بھی عطا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا یہ وعدہ ظالموں کے لیے نہیں ہو گا۔ یعنی تیری نسل کو یہ منصب ضرور ملے گا۔ لیکن اسی صُورت میں جبکہ وُہ لوگ ظالم نہ ہوں اور اگر انہوں نے نافرمانی اور سرکشی کی راہ اختیار کر لی۔ تو پھر یہ منصب اُن سے چھین لیا جائے گا۔

ایک مدّتِ دراز تک امامت و قیادت حضرت ابراہیمؑ کی نسل کے اندر حضرت یعقوبؑ کی اولاد (بنی اسرائیل) میں رہی جب وُہ گمراہ ہو گئے۔ انہوں نے حق ادا نہ کیا تو یہ امامت ان سے چھین کر حضرت ابراہیمؑ کے دُوسرے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہو گئی۔ اب یہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو اس کے اہل ثابت کریں۔

Marfat.com

خانہ کعبہ کی اہمیّت

وَ۔ اِذْ۔ جَعَلْنَا۔ الْبَيْتَ۔ مَثَابَةً۔ لِّلنَّاسِ
اور جب ہم نے مقرر کیا خانہ کعبہ اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے

وَ۔ اَمْنًا ؕ وَ۔ اتَّخِذُوْا۔ مِنْ۔ مَّقَامِ
اور امن کی جگہ اور بناؤ سے کھڑے ہونے کی جگہ

اِبْرٰهٖمَ۔ مُصَلًّى ؕ
ابراہیم نماز کی جگہ ۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ
اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو مقرر کیا لوگوں کے واسطے اجتماع کی جگہ

وَ اَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ
اور امن کی جگہ اور (کہہ دیا) کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ

اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ
کو نماز کی جگہ بناؤ ۔

اَلْبَيْتَ: (خانہ کعبہ) بیت کے لفظی معنی گھر کے ہیں۔ البیت سے مراد البیت اللہ الحرام (خانہ کعبہ) ہے۔ یہ عمارت مکہ معظمہ میں ہے۔ یہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا قدیم ترین مکان ہے اور قرآن مجید نے بھی اس کے قدیم اور اولین عبادت گاہ ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اس مرکز قدیم کو قرآن مجید میں اَوَّلَ بَيْتٍ بھی کہا گیا ہے، اسے خانہ کعبہ، بیت اللہ اور قبلہ بھی کہتے ہیں۔

مَثَابَةً: (اجتماع کی جگہ) یہ لفظ ثوب سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی شے کا اصلی حالت کی طرف لوٹنا۔ اس لیے مَثَابَةً کے معنی ہوئے۔ وُہ مقام جس کی طرف انسان بار بار رجوع کرے اور اس کا جی نہ بھرے۔ البیت الحرام کا یہ وصف ہے کہ لوگ بار بار حج کرتے ہیں اور اس سے اکتاتے نہیں۔

لِلنَّاسِ: (لوگوں کے لیے) عام لوگ مُراد ہیں۔ جو زیارت کے لیے آئیں۔ خانہ کعبہ کے گرد، دُنیا کے ہر خطہ ہر علاقہ اور ہر ملک کے لوگ ہر سال حج و زیارت اور عمرہ کے لیے جمع ہوتے ہیں۔

اَمْنًا: (امن کی جگہ) کعبہ کی عمارت اور اس کے اردگرد کا تمام علاقہ جو حرم میں داخل ہے۔ اس میں خونریزی یا جانوروں کا شکار قطعاً منع ہے۔ قبلِ اسلام قاتل اور مجرم بھی بچنے کے لیے خانہ کعبہ کی دیواروں کے درمیان آکر پناہ لیتے تھے۔

مَقَامِ اِبْرٰهِيْمَ: (ابراہیم کے کھڑا ہونے کی جگہ) مراد وُہ پتھر ہے۔ جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ علیہ السّلام خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے یہ پتھر خانہ کعبہ سے تھوڑے فاصلہ پر ایک حجرہ میں محفوظ ہے۔ حج کے موقع پر طواف کے بعد اس حجرے کے سامنے دو رکعت نماز ادا کی جاتی ہے۔ اس کا بہت بڑا ثواب ہے۔

مُصَلًّى: (نماز پڑھنے کی جگہ) اردو میں ہم مصلیٰ اس کپڑے یا چٹائی وغیرہ کو کہتے ہیں، جس پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی جائے عربی میں ہر اس جگہ کو بھی مصلیٰ کہا جاتا ہے، جہاں نماز ادا کی جاتی ہو۔

Marfat.com

حج کے مراسم

وَ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ
اور ہم نے حکم دیا کو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ
اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ
کہ پاک رکھیں میرا گھر طواف کرنے والوں کے لیے اور اعتکاف کرنے والے
وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾
اور رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے۔

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو حکم دیا کہ میرا گھر پاک رکھیں
اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ
طواف کرنے والوں کے لیے اور اعتکاف کرنے والوں اور
وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾
رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے۔

عَهِدْنَا: (ہم نے حکم دیا) یہ لفظ عہد سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں اقرار۔ لیکن یہاں یہ لفظ امرنا کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی ہم نے حکم دیا۔

اِسْمٰعِيْلَ: (اسمٰعیل) آپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بڑے بیٹے تھے۔ آپ کے بارہ فرزند ہوئے اور ان سے بارہ نسلیں چلیں۔ عرب کا مشہور قبیلہ قریش آپ ہی کی نسل سے ہے آپ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگوں میں سے ہیں۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم آپ کو اور آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السّلام دونوں کو ملا۔

طَهِّرَا: (پاک کر رکھو) لفظ طَهَارَتْ سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں پاکیزگی۔ اس کے اندر ظاہری صفائی اور پاکیزگی کے علاوہ معنوی پاکیزگی کا حکم بھی آجاتا ہے۔ یعنی کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک رکھو۔

بَيْتِىَ: (میرا گھر) اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو "میرا گھر" کہہ کر پکارا ہے۔ اس سے خانہ کعبہ کی عظمت و بزرگی ظاہر کرنا مقصود ہے۔

لِلطَّآئِفِيْنَ: (طواف کرنے والوں کے لیے) حج کے وقت کعبہ کا طواف یعنی اس کے گرد چکر کاٹنا فرض ہے۔ خانہ کعبہ میں توحید کا اعلان سب سے پہلے ہوا۔ اس لیے اس کے گرد طواف کرنا گویا زبان سے اقرار کرنا ہے۔ کہ ہماری ساری عبادتوں سارے اعمال اور ساری زندگی کا مرکزی نقطہ محض توحید الٰہی ہے۔

عٰكِفِيْنَ: (اعتکاف کرنے والے) یہ لفظ عکوف سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی جگہ ٹھہرنے کو تعظیماً لازم کر لینا۔ شریعت کی اصطلاح میں عکوف اور اعتکاف سے مُراد ہے۔ مسجد کے اندر عبادت کی نیّت سے ایک مدّت تک قیام کرنا رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنّت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا ذکر شروع ہے۔ تاکہ یہودیوں پر ثابت کر دیا جائے کہ جن کی نسل پر وُہ غرور کر رہے ہیں ان کی تعلیمات کیا تھیں۔ پھر یہ کہ اس جلیل القدر پیغمبر سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اسے اس کی قربانیوں کے بدلے میں لوگوں کا پیشوا بنا دیا جائے گا لیکن یہ منصب و اعزاز اُسکی نسل کے بدکار لوگوں کو نہیں ملے گا۔ اس لیے چونکہ یہودی اصل راہ سے ہٹ چکے ہیں اس لیے ان سے یہ منصب چھین کر اولادِ ابراہیمؑ کی دوسری شاخ کو دیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

مکّہ ـــــــ امن والا شہر

وَ۔ اِذْ۔ قَالَ۔ اِبْرَاهِيْمُ۔ رَبِّ۔ اجْعَلْ

اور جب کہا ابراہیم رب بنا

هٰذَا۔ بَلَدًا۔ اٰمِنًا۔ وَّ۔ ارْزُقْ۔ اَهْلَهٗ

یہ شہر امن والا اور روزی دے اس کے رہنے والے

مِنَ۔ الثَّمَرٰتِ۔ مَنْ۔ اٰمَنَ۔ مِنْهُمْ

سے پھل (جمع) جو کوئی ایمان لائے ان میں سے

بِاللّٰهِ۔ وَ۔ الْيَوْمِ۔ الْاٰخِرِ ط۔ قَالَ۔ وَ

اللہ پر اور دن قیامت فرمایا اور

مَنْ۔ كَفَرَ۔ فَاُمَتِّعُهٗ۔ قَلِيْلًا۔ ثُمَّ

جو کفر کرے میں اسے بھی نفع پہنچاؤنگا تھوڑے دن۔ پھر

اَضْطَرُّهٗٓ۔ اِلٰى۔ عَذَابِ۔ النَّارِ ط ۔ وَ

اسے جبراً بلاؤں گا طرف عذاب آگ اور

بِئْسَ۔ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

وُہ بری ہے رہنے کی جگہ۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ

اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب اس شہر کو

هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ

امن والا بنا اور اس کے رہنے والوں کو

مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ

پھلوں کی روزی دے ان میں سے جو کوئی

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط قَالَ وَ

اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے فرمایا جو کفر

مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ

کرے اس کو بھی تھوڑے دِنوں نفع پہنچاؤں گا پھر اسے

اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ط وَ

جبراً دوزخ کے عذاب کی طرف بلاؤں گا اور وُہ

بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

رہنے کی بہت بُری جگہ ہے۔

قَلِيْلًا: (تھوڑے دنوں) مُراد ہے دنیا کی زندگی۔ کیونکہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑی سی ہے۔

فَاُمَتِّعُهٗ: (پھر اسے بھی نفع پہنچاؤں گا) یہ لفظ متاع سے نکلا ہے جس کے معنی نفع اور ساز و سامان کے ہیں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل کر لی تو چند دُعائیں کیں۔ اوّل یہ کہ اس عمارت کو، اس کے شہر کو اور اردگرد کے علاقہ کو امن والا بنا دے۔ دوم یہاں کے رہنے والوں کو جو مومن ہوں پھل اور میوے کھانے کو دے۔ آپ کی یہ دونوں دعائیں پوری ہوئیں چنانچہ اس جگہ پر نہ خونریزی ہوتی ہے نہ ڈاکے پڑتے ہیں حتّٰی کہ جانور کا شکار تک نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ ساری زمین سخت پتھریلی اور ریتلی ہے لیکن تازہ پھل میوے ترکاریاں اور غلّے وغیرہ بکثرت ملتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا گیا تھا کہ ظالموں اور بدکاروں کو امامت و پیشوائی کے منصب سے محروم رکھا جائے گا۔ آپ نے اس حکم کو یاد رکھا اور مکّہ کے رہنے والوں کے لیے پھلوں کی روزی کی دُعا کرتے وقت صرف ایمانداروں کے لیے دُعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ دینی سرداری صرف اہلِ ایمان و اطاعت کیلئے ہی مخصوص ہے۔ البتہ دنیوی زندگی سے کافروں اور منکروں کو بھی محروم نہ کیا جائے گا مگر یہ چیزیں انہیں صرف دُنیا ہی میں تھوڑے عرصے کی زندگی میں ملیں گی۔ اس کے بعد قیامت کے روز انہیں ان کی نافرمانی کی سزا میں جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

Marfat.com

اُمّتِ مسلمہ کے لئے دُعا

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
اور جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں سے
الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط
گھر اور اسمٰعیل اے ہمارے رب قبول کر ہم سے
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲۷﴾
بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ
اے ہمارے رب اور ہمیں کر حکم بردار اپنا اور
مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ص
سے ہماری اولاد جماعت فرمانبردار اپنی
وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ج
اور بتلا ہمیں حج کرنے کے قاعدے اور معاف کر ہمیں
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾
بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
اور یاد کرو جب ابراہیمؑ اٹھاتے تھے خانہ کعبہ کی بنیادیں
الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط
اور اسمٰعیل اے ہمارے رب ہم سے قبول کر
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲۷﴾
تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ
اے ہمارے رب ہمیں اپنا حکم بردار بنا اور ہماری اولاد
مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ
میں بھی ایک فرمانبردار جماعت بنا اور ہمیں حج
وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ج
کرنے کے قاعدے بتلا اور ہمیں معاف کر بے شک
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾
تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

يَرْفَعُ: (اٹھاتے تھے) کعبہ کی عمارت کی بنیادیں حضرت آدم علیہ السلام اپنے زمانہ میں رکھ گئے تھے۔ یہ عمارت خستہ ہو کر ختم ہو چکی تھی۔ اس لیے اب اسے از سرِ نو اٹھایا جا رہا تھا۔ یہ لفظ دفع سے بنا ہے۔ اس کے معنوں میں اٹھانا اور بلند کرنا دونوں مفہوم شامل ہیں۔

مُسْلِمَيْنِ: (حکم بردار) اس سے دو معنیٰ مراد ہیں۔ ایک اللہ کی توحید ماننے والے۔ دوسرے اسلام کے عام احکام کے پابند۔ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام ویسے تو اس وقت بھی مسلم تھے۔ دُعا کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہماری فرمانبرداری کو زیادہ کر اور قائم رکھ۔ اس کا واحد مسلمہ ہے۔ اسلام بھی اسی مادہ سے ہے۔ مسلم کے لفظی معنیٰ ہیں سلامتی چاہنے والا، امن دینے والا، اطاعت اور فرمانبرداری کرنے والا۔

اُمَّةً مُّسْلِمَةً: (فرمانبردار جماعت) اُمّۃ کے معنیٰ گروہ اور جماعت کے ہیں۔ اور مسلمہ کے معنی فرمانبردار اور اطاعت شعار کے ہیں جس کی پوری مصداق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت ہوئی۔

مَنَاسِكَنَا: (حج کرنے کے قاعدے) یعنی دینی قاعدے خاص طور پر حج کے آداب وغیرہ۔ انہیں مراسمِ حج بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام جب کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو ساتھ ہی ساتھ دُعائیں کرتے جاتے تھے۔ کہ اے رب ہماری فرمانبرداری میں ترقی دے۔ ہماری نسل سے فرمانبردار امّت پیدا کر۔ ہمیں دین کے قاعدے اور حج اور بیت اللہ کی زیارت کے آداب سکھا دے اور ہماری توبہ قبول فرما۔ کیونکہ تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

Marfat.com

آنحضرت صلعم کی چار خصوصیات

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ

ہمارے رب اور بھیج ان میں رسول انہی میں سے

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

پڑھے ان پر تیری آئتیں اور انہیں سکھلادے کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

اور دانائی کی باتیں اور انہیں پاک کردے بے شک تو ہی

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾

زبردست بڑی حکمت والا۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ

اے ہمارے رب ان میں ان ہی میں کا ایک رسول بھیج کہ ان

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

میں تیری آئتیں پڑھے اور انہیں سکھادے کتاب اور

وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

دانائی کی باتیں اور انہیں پاک کرے بیشک تو ہی بہت

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾

زبردست بڑی حکمت والا ہے۔

مِنْهُمْ: (ان ہی میں سے) حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السّلام مِل کر دُعا کر رہے ہیں کہ ہم دونوں کی نسل سے ایک امّت مسلمہ (اپنی فرمانبردار امّت) پیدا کر اور یہ بھی کہ انہی میں سے ایک رسُول ان میں بھیج۔ صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وُہ بنی اسمٰعیل کی نسل سے ہو۔ اللہ نے ان کی دُعا قبول کی۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے پیدا ہُوئے۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ: (ان پر تیری آئتیں پڑھے) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا کام اپنی امّت کے سامنے تلاوتِ آیات ہے۔ یعنی اللہ کا کلام پہنچانا اور پڑھانا۔ گویا آپ کی پہلی حیثیّت مبلغ اعظم کی ہے۔

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ: (انہیں کتاب سکھا دے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف تبلیغ اور پیام رسانی پر ختم نہیں ہو جاتا۔ آپ کا کام کتاب الٰہی کی تبلیغ کے بعد اس کی تعلیم کا بھی ہے۔ گویا آپ کی دُوسری حیثیت معلّمِ اعظم کی ہے۔

اَلْحِكْمَةَ: (دانائی کی باتیں) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا کام حکمت و دانائی سکھانا، قرآنی احکام و مسائل سمجھانا دین کے قاعدے اور آداب سکھانا اور زندگی کے گوناگوں اور پیچیدہ مسائل کا اسی کی روشنی میں بہترین حل بتانا ہے۔ گویا آپ کی تیسری حیثیّت مرشدِ اعظم کی ہے۔

يُزَكِّيهِمْ: (انہیں پاک کردے) تزکیہ سے مُراد دِل کی صفائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا کام اپنی صحبت و تربیّت سے اخلاق کی پاکیزگی اور نیتوں کا اخلاص پیدا کرنا ہے۔ یعنی آپ کی چوتھی حیثیّت مصلح اعظم کی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام خانہ کعبہ کی تعمیر کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دُعا بھی کرتے جاتے تھے کہ اے ہمارے رب ہماری نسل سے ایک اپنی فرمانبردار امّت پیدا کر۔ ان ہی میں سے ان میں ایک نبی مبعوث فرما۔ اس کی چار خصوصیات ہوں۔ وُہ کتاب اللہ سنائے، پڑھائے، سمجھائے اور اس کے ذریعے دِلوں کو پاک کرے۔ یعنی وُہ مبلغ بھی ہو معلّم بھی، حکیم و مرشد بھی ہو اور مصلح بھی۔ یہ تمام باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پوری ہوئیں۔

Marfat.com

دینِ ابراہیمیؑ

وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ
اور کون ہے جو ابراہیمؑ کے مذہب سے پھرے مگر
اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَقَدِ
وہی کہ جس نے اپنے آپ کو احمق بنایا اور بیشک
اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي
ہم نے اسے دنیا میں منتخب کیا اور آخرت میں
الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾
نیکوں میں سے ہے۔

وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ
اور کون پھرے مذہب ابراہیمؑ سے
اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَقَدِ
مگر جو اس نے احمق بنایا اپنے آپ کو اور بے شک
اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي
ہم نے اسے منتخب کیا میں دنیا اور بیشک وہ میں
الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾
آخرت سے نیک (جمع)

يَرْغَبُ عَنْ ، (پھرے) یرغب لفظ رغبت سے بنا ہے۔ جس کے معنیٰ مائل اور متوجہ ہونا ہیں۔ جب اس کے ساتھ عن آئے تو معنیٰ برعکس ہو جاتے ہیں یعنی کسی کے خلاف جانا اور منہ پھیر لینا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ملّتِ ابراہیمؑ کی بنیاد عین دینِ فطرت پر ہے۔ اس کی تعلیمات طبع سلیم کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اس سے تو وہی شخص منہ موڑ سکتا ہے۔ جس کی فطرت ہی سلیم نہ رہی ہو اور مسخ ہو چکی ہو۔

ملّتِ ابراہیمی وہی دین توحید ہے۔ جس کی دعوت آج فقط اسلام دے رہا ہے۔ یہاں دین اسلام کو ملّتِ ابراھیم کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ مخاطب یہاں یہود و نصاریٰ ہیں اور انہیں بتانا مقصود ہے کہ قرآن مجید تمہیں کسی نئے دین کی دعوت نہیں دیتا۔ تمہارے ہی بزرگ اور پیشوا حضرت ابراہیمؑ کے دین کی جانب تمہیں بلا رہا ہے۔

یہود و نصاریٰ نے اپنے معصوم نبیوں کے بارے میں جھوٹے اور بیہودہ قصے گھڑنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اُن کے الزامات کو قرآن مجید غلط قرار دیتا ہے۔ اور جہاں جہاں انبیاء کا ذکر آتا ہے۔ ان کی اخلاقی اور روحانی عظمت کو بھی بیان کرتا ہے۔

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی توحید پرستی اور ایمان باللہ کے صلہ میں دُنیا میں ہر قسم کی نعمتوں اور سرفرازیوں کے لیے چن لیا تھا۔ اور انہیں منصب نبوّت و رسالت عطا کیا تھا۔ انہیں دُنیا میں لوگوں کا مذہبی اور روحانی پیشوا مقرر فرمایا۔ اور آخرت میں وُہ یقیناً نیک اور صالح لوگوں میں شمار ہوں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت و بزرگی بیان کرنے سے قرآن مجید کا مقصود یہ ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ کو بتایا جائے کہ جس جلیل القدر پیغمبر کو وُہ اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ ان کا دین یہی تھا۔ جو آنحضرت صلعم پیش کر رہے ہیں۔ اگر وُہ ان کو اپنا مذہبی راہنما مانتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ وُہ اسلام قبول کر لیں۔ یہی ان کے باپ دادا کی راہ ہے۔

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ کی وصیّت

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ
جب کہا اس کو اس کا رب حکم برداری کر بولا

اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ
میں حکم بردار ہوں پروردگار تمام عالم اور

وَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ
وصیّت کر گیا یہی ابراہیم اپنے بیٹے اور

يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى
یعقوب اے بیٹو بے شک اللہ چن کر دیا

لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ
تمہیں دین سو ہرگز نہ تم مرنا مگر اور

اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ؕ
تم مسلمان۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ
یاد کرو جب اسے اس کے رب نے کہا کہ حکم برداری کر تو بولا

اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ
کہ میں تمام عالم کے پروردگار کا حکم بردار ہوں اور

وَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ
یہی وصیت ابراہیمؑ اپنے بیٹوں کو کر گئے۔ اور یعقوب کو

يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى
بھی کہ اے بیٹو بے شک اللہ نے تمہیں

لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ
چُن کر دین دیا ہے سو تم ہرگز نہ مرنا

اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ؕ
مگر مسلمان

اَسْلِمْ: (حکم برداری کر) دوسرے معنی ہیں "اسلام لے آ"۔ یعنی اپنے آپ کو کامل طور پر خدائے واحد کے سپرد کر دے۔ اس کے حکموں کی مکمل اطاعت قبول کر۔ اور زندگی کے ہر معاملے میں اسی کے احکام کی اطاعت کو فرض سمجھ۔ اسلام بھی اسی لفظ سے نکلا ہے۔ جس کے بنیادی معنیٰ امن دینا۔ سلامتی چاہنا اور اطاعت قبول کرنا ہیں۔

يَعْقُوْب: (یعقوب) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت اسحٰق علیہ السّلام کے صاحبزادے تھے۔ خود بھی نبی تھے اسرائیل آپ ہی کا لقب ہے۔ اسی نسبت سے آپ کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔

اَصْطَفٰى: (چُن لیا) یہ لفظ اصطفاء سے نکلا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں چن لینا اور ملاوٹ سے پاک کر دینا۔ مصطفیٰ بھی اسی لفظ سے نکلا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں چنا ہُوا اور برگزیدہ۔

تمام اہل کتاب اور مشرکین مکّہ سب کے سب اس چیز کا دعویٰ کرتے تھے کہ وُہ اپنے بزرگوں کے دین کو مانتے ہیں۔ اسی پر وُہ جمے رہیں گے۔ اور کسی نئے دین کو ہرگز قبول نہ کریں گے۔ قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا ذکر کر کے ان لوگوں کو بتایا کہ جن بزرگوں کو تم مانتے ہو اور جن کے دین پر چلنے کا تم دعویٰ کرتے ہو۔ وُہ تو اپنی نسل کو اپنے اسی دین کی پیروی کرنے کا حکم دے گئے ہیں جس پر وُہ خود کاربند تھے یعنی دین توحید اور ملّت اسلام اس لیے تم اگر انہیں پیشوا مانتے ہو۔ تو ان کا اصل دین تو یہ ہے جس کی طرف اب قرآن مجید تمہیں دعوت دے رہا ہے۔ اب تم اسے مانو! حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو یہی تاکید فرما گئے ہیں کہ تم سب اللہ کے فرمانبردار ہو کر مرنا۔ موت کا وقت غیر یقینی ہے۔ اس لیے اس کا مطلب یہ ہُوا کہ ہر وقت مسلم بنے رہنا۔ ایمان کو ہر لحظہ دِل میں جگہ دیئے رکھنا۔

Marfat.com

حضرت یعقوبؑ کی وصیّت

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ

کیا تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ

کیا تم موجود تھے جس وقت موت یعقوبؑ کے

الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ

موت جب کہا اپنے بیٹوں کو کس کی تم عبادت کروگے

الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ

قریب آئی جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس

مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ

سے میرے بعد بولے ہم بندگی کریں گے تیرا رب اور

مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ

کی عبادت کروگے۔ بولے ہم تیرے اور تیرے باپ

اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ

معبود تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور

اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ

دادا کے رب کی بندگی کریں گے جو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور

اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ

اسحٰق معبود ایک اور ہم اسی کے

اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ

اسحٰق ہیں۔ وہی ایک معبود ہے اور ہم سب اسی

مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

فرمانبردار۔

مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

کے فرمانبردار ہیں۔

حَضَرَ الْمَوْتُ: (موت قریب آئی) یعنی موت کا وقت قریب آیا اور آپ کو اس کے آثار نظر آنے لگے۔

اِسْحٰقَ: (اسحٰق) آپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دُوسرے صاحبزادے اور اسمٰعیل علیہ السّلام کے چھوٹے بھائی تھے ان کی والدہ حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیوی حضرت سارہ تھیں۔

اس آیت میں بھی یہودیوں کو خطاب کیا گیا ہے کہ تم جو اپنی طرف سے من گھڑت باتیں اپنے بزرگوں کے نام منسوب کرتے ہو۔ اور اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہو۔ کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السّلام نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹوں سے معبود کے بارے میں سوال کیا تھا اور انہوں نے جواب دیا تھا۔ کہ ہم اسی معبود کی پرستش کریں گے جن کی پرستش آپ کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السّلام آپ کے چچا حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام اور آپ کے والد حضرت اسحٰق علیہ السّلام کرتے آئے ہیں۔

آج جب قرآن مجید دوبارہ اہل کتاب کو اسی دین کی طرف بلا رہا ہے۔ تو وُہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔ اور گمراہیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

وُہ دین جسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اختیار کیا تھا۔ اور جس کی دعوت آج قرآن مجید دے رہا ہے۔ وُہ یہی خدا پرستی اور نیک عملی ہے۔ جو فرد یا قوم بھی ان دو بنیادی اصُولوں سے روگردانی کرے گی۔ وُہ ابراہیمی دین سے دُور جا پڑے گی۔ اور ہدایت سے محروم ہو جائے گی۔

Marfat.com

اپنے ہی عمل کام آئیں گے!

تِلْكَ ۔ أُمَّةٌ ۔ قَدْ ۔ خَلَتْ ۚ لَهَا ۔ مَا
وہ جماعت تھی گذر چکی ان کے لیے جو
كَسَبَتْ ۔ وَ ۔ لَكُمْ ۔ مَّا ۔ كَسَبْتُمْ ۚ ۔ وَ ۔ لَا
انہوں نے کیا اور تمہارے لئے جو تم نے کیا اور نہیں
تُسْـَٔلُونَ ۔ عَمَّا ۔ كَانُوا ۔ يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۴﴾
تم سے پوچھ ان کے کاموں انہوں نے کیا۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا
وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کے لیے ہے جو
كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا
انہوں نے کیا اور تمہارے لیے ہے جو تم نے کیا اور تم سے
تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۴﴾
ان کے کاموں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔

تِلْكَ أُمَّةٌ: (یہ ایک جماعت) اس سے مُراد بنی اسرائیل کے بزرگ ہیں۔ جن کے نام وُہ لیتے اور ان کی پیروی کا دعویٰ کرتے تھے۔ حالانکہ ان کا یہ دعویٰ غلط تھا۔ ان گمراہ بدبخت انسانوں کو اللہ کے جلیل القدر انبیاء سے نام کے سوا دُور کی نسبت بھی نہ تھی۔

یہودیوں کو اس بات پر بڑا فخر تھا۔ کہ وُہ نبیوں کی نسل سے ہیں۔ اس سبب سے انہوں نے یہ عقیدہ گھڑ رکھا تھا کہ ذاتی نیک عملی کی کوئی ضرورت نہیں۔ نبیوں کی اولاد سے ہونا ہی آخرت کی نجات کے لئے کافی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی عنایت سے باپ کی نیکیاں اولاد کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ اس غلط عقیدہ کے سبب وُہ لوگ نیک عملی سے بالکل بے پرواہ ہو چکے تھے۔ اور ہر قسم کے گناہوں، بدکاریوں اور نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔

قرآن مجید نے ان کے اس باطل عقیدے کی جڑ کاٹ دی۔ اور بتایا کہ قانونِ الٰہی یہ ہے کہ ہر فرد اور جماعت کو وہی ملتا ہے۔ جو اس نے خود کمایا ہے۔ نہ تو کسی کی نیکی دُوسرے کو پہنچتی ہے۔ نہ کسی کی بدعملی کے لیے کوئی دُوسرا جواب دہ ہو سکتا ہے اپنی ذاتی کوشش کے بغیر صرف بزرگوں کی رشتہ داری سے کام نہیں چل سکتا اور نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بڑا سبق ہے جو اس غلط خیال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کہ گو ہم نے خود نیک کام نہ کئے ہوں۔ ہمارے بزرگوں کی نیکیاں ہی ہمارے کام آجائیں گی اور ہماری دُنیا اور آخرت سنور جائے گی۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ بزرگوں کے نیکوکار ہونے سے تمہیں فائدہ نہیں ہو سکتا۔ تم اپنی خبر لو اور ان کے نقشِ قدم پر چلو۔ ان کی زندگیاں تمہارے لئے حسنِ عمل کا نمونہ ہیں۔ ان کی پیروی سے تم اچھے اور نیک کام کر سکو گے۔

ہم میں سے اگر کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ کہ خاندانی بزرگی یا محض کسی بزرگ کی نسبت کافی ہو سکتی ہے۔ تو اسے یہ خیال دِل سے نکال دینا چاہیئے۔ اللہ کے ہاں صرف اپنے عمل ساتھ دیں گے۔ سب اپنے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کے لئے جواب دہ ہوں گے۔

Marfat.com

ملّتِ ابراہیمؑ

وَ۔ قَالُوْا۔ كُوْنُوْا۔ هُوْدًا۔ اَوْ۔ نَصٰرٰى
اور کہتے ہیں ہوجاؤ یہودی یا نصرانی
تَهْتَدُوْا ؕ۔ قُلْ۔ بَلْ۔ مِلَّةَ۔ اِبْرٰهٖمَ
تم راہ راست پالوگے کہہ دے بلکہ راہ ابراہیم
حَنِيْفًا ؕ۔ وَ۔ مَا۔ كَانَ۔ مِنَ۔ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾
ایک ہی طرف کا اور نہ تھا سے شرک کرنے والے۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى
اور کہتے تھے کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تو تم
تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ
راہِ راست پالو گے کہہ دے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے
حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾
ابراہیم کی راہ اختیار کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور شرک کرنیوالوں میں نہ تھا

مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ: (ابراہیمؑ کا دین) اس سے مُراد وہ خاص قواعد وضوابط اور قوانین ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جاری کئے اور ایک جماعت ان اصُولوں پر جمع ہوگئی۔

حَنِيْفًا: (ایک ہی طرف کا) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے زمانہ میں لوگ مختلف چیزوں کو پوجتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ ہمارے تمام کام ان سے چلتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سب سے چھڑا کر ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور خود بھی سب سے کٹ کر اس ایک اللہ کے ہو رہے۔ اسی لئے آپ کو "حنیف" کا لقب مِلا۔

قرآن مجید نے اہل کتاب اور مشرکوں کے تمام جھوٹے عقیدوں کی تردید کر دی۔ ان کی دلیلوں کو غلط ثابت کر کے روشن اور واضح دلائل کے ساتھ حق قبول کرنے کی دعوت دی۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو چاہیئے تھا۔ کہ قرآن مجید کی سیدھی اور سچّی تعلیم کو قبول کر لیتے۔ لیکن اس کے بجائے انہوں نے حسد اور ہٹ دُھرمی سے کام لیا اور الٹا مُسلمانوں کو یہودیت اور عیسائیت کی دعوت دینے لگے۔ مُسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہمارا دین قبول کر لو۔ تو تمہیں دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعوت کے بارے میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری امّت کی طرف سے یہ جواب دینے کو کہا کہ اے اہل کتاب تم نے اپنی کتابوں اور شریعتوں میں بے شمار تبدیلیاں کر دی ہیں۔ اور ہمارا دین بس اسی قدیم دین توحید پر ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا تھا۔ ہم اسی دین پر قائم ہیں اور ہم نے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔

دُوسرے یہ کہ تم کس منہ سے اپنے دین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب منسوب کرتے ہو۔ وُہ تو شرک کے قریب ہو کر بھی نہیں گزرے تھے۔ وُہ خالص توحید پر قائم تھے اور تم لوگوں کا مذہب تو اب شرک کی گندگیوں سے بھرا ہُوا ہے۔ تم کس طرح دینِ حق اور نجات کے دعویدار ہو سکتے ہو۔

Marfat.com

تمام نبیوں پر ایمان

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ
تم کہہ دو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا
اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ
ہم پر اور جو اترا پر ابراہیم
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ
اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور
الْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ
اولاد اور جو دیا گیا موسیٰ اور
عِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ
عیسیٰ اور جو ملا پیغمبروں سے
رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۚ
ان کے رب نہیں ہم فرق کرتے میں کسی ایک ان میں سے
وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾
اور ہم اس کے فرمانبردار۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ
تم کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو
اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ
ہم پر اترا اور جو ابراہیم پر اترا اور اسمٰعیل
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ
اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر
الْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ
اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو
عِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ
دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ملا۔ ہم
رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۚ
ان سب میں سے کسی میں بھی فرق نہیں کرتے اور
وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾
ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

اَلْاَسْبَاطِ: (اولاد) جمع ہے سبط کی۔ اس کے معنی ہیں۔ اولاد کی اولاد یعنی پوتے نواسے وغیرہ۔ یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل مراد ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے۔ کہ تم کہہ دو کہ اے اہل کتاب تم ضد ہٹ دھرمی، حسد، بغض اور تعصب کی لعنتوں میں مبتلا ہو۔ تم بعض رسولوں کی پیروی کرتے ہو اور بعض کو جھٹلاتے ہو۔ رسالت کو نسل اور قوم کے ساتھ مخصوص کرتے ہو۔ محض نسلی برتری کو ذریعہ نجات سمجھتے ہو۔ اور اپنے مذہب کے سوا باقی تمام مذاہب کو غلط قرار دیتے ہو۔

ہم مسلمان تمام نبیوں کا سچا ہونا مانتے ہیں۔ کسی ایک کا بھی انکار نہیں کرتے۔ دنیا میں جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں۔ خواہ وہ کسی زمانہ اور کسی ملک و قوم سے تعلق رکھتے ہوں، سب ایک ہی سچائی کے پیغام لائے تھے۔ سب کی یکساں طور پر تصدیق کرتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ کافی ہے

فَاِنْ - اٰمَنُوْا - بِمِثْلِ - مَآ - اٰمَنْتُمْ
سو اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے

بِهٖ - فَقَدِ - اهْتَدَوْا ۚ - وَ - اِنْ
اس پر انہوں نے ہدایت پائی اور اگر

تَوَلَّوْا - فَاِنَّمَا - هُمْ - فِيْ - شِقَاقٍ ۚ
پھر جائیں تو پھر وہی ہیں میں ضد

فَ - سَ - يَكْفِيْكَ - هُمُ - اللّٰهُ ۚ - وَ - هُوَ - السَّمِيْعُ
پس عنقریب وہ کافی ہے تیرے لیے ان کے مقابلے میں اللہ اور وہ سننے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾
جاننے والا۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ
سو اگر وہ بھی اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے

بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ
تو انہوں نے بھی ہدایت پائی اور اگر پھر جائیں

تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ
تو وہی ضد پر ہیں پس عنقریب ان کے مقابلہ

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ
میں تیرے لیے اللہ کافی ہے اور وہی سننے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾
جاننے والا ہے۔

قرآن مجید نے اپنی صداقت اور اپنے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت دے کر اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ان کے باطل عقیدوں کی تردید کی۔ غلط آرزوؤں کو بیہودہ قرار دیا اور انہی کے دلائل سے ثابت کر دیا۔ کہ جس ابراہیمی دین پر قائم ہونے کا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کی اصلی شکل ان کے پاس باقی نہیں رہی۔ اب اس قدیم دین کی اصلی شکل قرآن مجید پیش کر رہا ہے اس لئے انہیں بہر صورت اسلام قبول کر کے دین و دنیا کی فلاح حاصل کرنی چاہیئے۔

وعظ و نصیحت کی یہ تمام باتیں سن کر بھی یہود و نصاریٰ اپنی ضد اور ہٹ پر قائم رہے۔ بلکہ خود اسلام قبول کرنے کے بجائے الٹا مسلمانوں کو دعوت دیتے رہے کہ وہ یہودیت اور عیسائیت اختیار کر لیں۔ اس سے زیادہ ڈھٹائی، تعصب اور خود غرضی کیا ہو سکتی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے ہمارا پیغام پہنچا کر اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب اگر یہ لوگ اپنا بھلا چاہتے ہیں۔ تو اسلام قبول کر لیں۔ کامیاب ہو جائیں گے۔ ہم ان کے پچھلے گناہ معاف فرما دیں گے۔ لیکن اگر یہ سب کچھ کہنے سننے کے بعد بھی اس سے منہ پھیریں تو پھر یہ ان کی سخت دلی اور ہٹ دھرمی ہے اور کچھ نہیں۔ اے پیغمبر ان لوگوں کی اس ضد اور دشمنی و تعصب کا آپ کچھ فکر نہ کریں۔ ان سے نبٹنے کے لئے آپ کی طرف سے ہم کافی ہیں۔ ہم یقیناً ان کی سب باتیں سنتے ہیں۔ اور ان کے دلوں کے احوال اور ظاہر و باطن سب جانتے ہیں۔

آیت کے آخری حصہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی امت کو کس قدر اعلیٰ بشارت ہے کہ تمہارے لئے اللہ کافی ہے۔ بھلا اللہ جس کا ہو جائے۔ اسے اور کس کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ وہ مولا کریم جس کا دستگیر ہو جائے۔ اسے کسی اور کا سہارا درکار نہیں۔

Marfat.com

اللہ کا رنگ

صِبْغَةَ ۔ اللّٰهِ ۚ ۔ وَ ۔ مَنْ ۔ اَحْسَنُ ۔ مِنَ
رنگ اللہ اور کس کا بہتر سے
اللّٰهِ ۔ صِبْغَةً ۚ وَّ ۔ نَحْنُ ۔ لَهٗ ۔ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾
اللہ رنگ اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں۔
قُلْ ۔ اَ ۔ تُحَآجُّوْنَنَا ۔ فِی ۔ اللّٰهِ ۔ وَ ۔ هُوَ
کہہ دے کیا تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو میں اللہ اور وہی
رَبُّ ۔ نَا ۔ وَ ۔ رَبُّ ۔ كُمْ ۚ ۔ وَ ۔ لَ ۔ نَآ
رب ہمارا اور رب تمہارا اور لئے ہمارے
اَعْمَالُ ۔ نَا ۔ وَ ۔ لَ ۔ كُمْ ۔ اَعْمَالُ ۔ كُمْ ۚ
اعمال ہمارے اور لئے تمہارے اعمال تمہارے
وَ ۔ نَحْنُ ۔ لَ ۔ هٗ ۔ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾
اور ہم لئے اس کے خالص۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ
ہم نے اللہ کا رنگ قبول کر لیا اور کس کا رنگ بہتر ہے
اللّٰهِ صِبْغَةً ۚ وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾
اللہ کے رنگ سے اور ہم اس کی بندگی کرتے ہیں۔
قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَ هُوَ
کہہ دے کیا تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو اللہ کے بارے میں حالانکہ وہی
رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَ لَنَآ
ہمارا اور تمہارا رب ہے۔ اور ہمارے لیے ہمارے
اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ
عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے عمل اور
وَ نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾
ہم تو خالص اسی کے ہیں۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ: (اللہ کا رنگ) مراد ہے "اللہ کا دین" محاورہ کے اعتبار سے یہاں ایک لفظ محذوف ہے یعنی قَبِلْنَا (ہم نے قبول کیا) اس طرح پورے جملہ کے معنی یوں ہوں گے۔ ہم نے اللہ کا رنگ یعنی اللہ کا دین قبول کیا۔

اہل کتاب یہودی اور عیسائی اپنے بچوں کو رنگدار پانی میں بٹھاتے ہیں اور کوئی مسیح کا دین قبول کرے تو اس پر رنگین پانی چھڑکتے ہیں۔ اسے اصطباغ یعنی بپتسمہ کہتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک عیسائیت کا رنگ پانی سے چڑھتا ہے۔ حالانکہ اصل رنگ وہ ہے جو ایمان اور کردار سے پیدا ہو۔

اس کے مقابلہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اللہ کا رنگ قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا نام بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں پہنچا دیا کرو۔ چنانچہ پیدا ہوتے ہی بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جاتی ہے۔ یہ اس کو دینِ فطرت کی طرف بلاوا ہے۔ پانی میں بٹھانے کی رسم اس کے مقابلہ میں بے معنیٰ ہے۔

اہل کتاب کو پھر کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بابت تمہارا یہ خیال اور عقیدہ جس کی بنیاد نری کٹ حجتی پر ہے کہ اس کی عنایت و رحمت صرف تمہیں پر ہے۔ سراسر غلط ہے۔ وہ جیسا تمہارا رب ہے ویسا ہی ہمارا بھی رب ہے اور ہم جو کچھ اعمال کرتے ہیں خالص اسی کے لیے کرتے ہیں۔ تمہاری طرح ہم اپنے بزرگوں کی نیکیوں کو اپنے لئے کافی سمجھ کر خود بدعملی اور گناہ کی زندگی بسر نہیں کرتے۔ اور نہ تعصب اور نفسانیت سے کام لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کیوں نہ قبول کرے گا۔

Marfat.com

کتمانِ حق

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا
اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد تھے
هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ
یہودی یا نصرانی کہدے کیا تمہیں زیادہ خبر ہے
اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ
یا اللہ اور کون بڑا ظالم جس نے چھپائی
شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ
گواہی اس کے پاس سے اللہ اور نہیں اللہ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾
بے خبر سے تمہارے کام۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا
یعقوب اور اس کی اولاد یہودی یا
هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ
نصرانی تھے کہہ دے کہ تمہیں زیادہ خبر ہے یا اللہ کو
اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ
اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے گواہی
شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ
چھپائی جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ثابت ہو چکی
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾
اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

اس آیت میں یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک اور غلط فہمی اور من گھڑت عقیدے کا جواب دیا گیا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے بزرگ حضرت ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد یا تو یہودی مذہب کے پیرو تھے۔ یا نصرانی (عیسائی) مذہب کے یعنی نعوذ باللہ وہ بھی اس فرقہ بندی میں مبتلا تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے اہل کتاب تم واقعات کو توڑ مروڑ کر اور صداقتوں کی صورتیں بدل بدل کر جو کچھ چاہو سمجھتے چلے جاؤ لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ سب حضرات خالص توحید کے دین پر خود قائم رہنے والے اور اسی پر دوسروں کو قائم کرنے والے تھے اور اسی کا نام اسلام ہے۔ تمہارا علم اللہ تعالیٰ سے زیادہ کہاں اس کے برابر بھی نہیں۔ بلکہ تمہارے علم کو اس کے علم سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ تم لوگ سچائیوں کو جان بوجھ کر چھپاتے ہو۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتابیں پہنچ چکی ہیں۔ جو اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ دین اسلام برحق ہے۔ حضرت ابراہیم اسمٰعیل اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کامل مومن اور توحید کے یعنی اسلام کے پیرو تھے۔ تمہاری کتابوں میں یہ بھی صاف لکھا ہوا ہے کہ آخر زمانہ میں ایک رسول برحق دنیا میں آئے گا۔ تم جانتے بوجھتے ہو کر اس واقعی اور حق بات کو چھپا رہے ہو اور حق بات کو چھپانے والے سے بڑا ظالم اور کون ہوگا۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ سچائی اور حقیقت کو چھپانا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے۔ ہمیں بھی اس سے بچنا چاہیئے۔

Marfat.com

اپنے اعمال ہی کام آئیں گے

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا
وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کے لیے ہے
كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا
جو انہوں نے کیا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کیا اور تم سے
تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤١﴾ ع ۱۲
ان کے کاموں کی کچھ پوچھ نہیں۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا
وہ جماعت گذر چکی ان کے لئے جو
كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا
انہوں نے کیا اور تمہارے لئے جو تم نے کیا اور نہیں
تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤١﴾
تم سے پوچھ ان کے کاموں کی۔

یہ آیت پہلے بھی گذر چکی ہے۔ اور اب دوبارہ یہودیوں اور عیسائیوں کو مزید تنبیہ کرنے کے لئے لائی گئی ہے۔ اس میں عام فہم دلیل سے ان کے غلط عقیدوں کو رد کیا گیا ہے۔

اہل کتاب کو اس بات پر بڑا فخر تھا کہ وہ پیغمبروں کی نسل سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نہایت مقبول بندے گذرے ہیں۔ اس لئے ان کی اپنے گناہوں پر پکڑ نہیں ہوگی۔ بلکہ ان کے بزرگوں کی نیکیاں ان کے کام آئیں گی اور یہ مفت میں بخشے جائیں گے۔ اس لیے انہیں نیکی کی طرف مائل ہونے اور بدی سے پرہیز کرنے کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔

اس غلط عقیدے کے زیر اثر یہ لوگ ہر طرح کی خلاف شرع باتوں اور گناہوں کو روا رکھتے۔ اور روزمرّہ کی زندگی میں نیکی اور بدی میں تمیز نہ کرتے۔ نیز ان کا یہ خیال بھی تھا کہ ان کے بزرگ چونکہ انہی باتوں پر قائم تھے جن پر اب وہ قائم ہیں۔ اس لیے انہیں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ان غلط عقائد کو قطعی باطل قرار دیا اور فرمایا کہ پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں۔ میں ان کے بارے میں خوب جانتا ہوں۔ وہ اصل توحید پر قائم تھے۔ ہرگز یہودی یا نصرانی نہیں تھے بلکہ سب سے ہٹ کر صرف اللہ کے ہو رہے تھے۔

ان کی نیکیاں تمہارے یا کسی اور کے کام نہیں آسکتیں۔ ہر شخص اور ہر قوم کی اپنی نیکیاں ہی اس کے کام آسکتی ہیں کسی شخص کے نیک اعمال دوسرے شخص کو نہیں بچا سکتے اور نہ کسی اور کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس لئے دوسرے کے اعمال پر بھروسہ رکھنا نادانی ہے۔

جب کوئی قوم اچھے کام چھوڑ کر بزرگوں کی میراث پر بھروسہ کر کے بیٹھ جایا کرتی ہے۔ اس قوم کا زندہ رہنا اور فلاح و کامرانی حاصل کرنا محال ہو جاتا ہے۔ دنیا میں بہت سی قومیں اس غلط فہمی کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح عقائد پر قائم رکھے اور نیک کاموں کی توفیق بخشے۔

Marfat.com

پارہ اوّل کے اسباق کا خلاصہ

الحمدللہ! کہ قرآن مجید کا پہلا پارہ ہم نے خدائے رحمٰن کی مہربانی اور کرم سے سبقاً سبقاً ختم کرلیا۔ اب ہم اس کے تمام سبقوں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ چند الفاظ میں کلام اللہ کا مفہوم ذہن میں آجائے۔

سورۂ بقرہ کی تمہید میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اس سورت کا موضوع یہ ہے کہ اس میں ایسی تعلیم دی جائے۔ جو مسلمانوں کے اندر صحیح چال چلن پیدا کر دے۔ وُہ اپنے مذہب اور اخلاق کے پابند ہو کر دنیا و آخرت کی انتہائی کامیابیاں حاصل کریں۔ خالص مذہب اور اخلاق حسنہ سمجھانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ دنیا میں جس قدر قومیں اور امتیں آباد ہیں۔ ان کے مذہب اور رسموں اور عقیدوں کے اختلاف مٹا دیئے جائیں۔ ان کی کمزوریاں ظاہر کی جائیں۔ اور پھر سیدھے راستہ کی تعلیم دی جائے۔

قرآن مجید کے پہلے پارہ میں سب سے پہلے وحی اور الہام کی ضرورت بتائی گئی اور بیان کیا گیا کہ قرآن مجید ایک الہامی کتاب ہے۔ اس کی تعلیمات جو شخص قبول کرے گا اور اس کے احکام کی تعمیل کرے گا۔ وُہ سیدھی راہ پالے گا اور کامیاب ہوگا۔

اس کے بعد یہ بتایا کہ قرآن مجید کے جواب میں تین قسم کے لوگ پیدا ہوں گے۔

۱۔ جو قرآن مجید کی تعلیمات کو قبول کرلیں گے اور اس کے احکام پر پابند ہو جائیں گے۔ یہ ہر قسم کی کامیابیاں حاصل کریں گے۔

۲۔ جو اس کی سختی سے مخالفت کریں گے اور اس کے ماننے والوں سے عداوت رکھیں گے۔ یہ کافر بڑے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

۳۔ جو دونوں جماعتوں سے تعلق رکھیں گے۔ مسلمانوں میں مسلمان اور کفّار میں کافر رہیں گے۔ ان منافقوں کو دردناک عذاب ملے گا۔

پھر کفار و منافقین کو نصیحت کرنے کے بعد انہیں قانونِ الٰہی کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ وحی پر صرف وہی لوگ نکتہ چینی کرتے ہیں۔ جن میں تین مرض ہوں۔ (ا)۔ ایمان کمزور ہو۔ (ب) طبیعت ضعیف ہو۔ (ج) عقل کوتاہ ہو۔

پھر بتایا کہ مذہب انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اس لئے انسان الہام ربّانی کے آگے سر جھکانے پر مجبور ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السّلام کو جب خلیفہ بنایا گیا۔ اور پھر زمین میں بھیج دیا گیا۔ تو آپ پریشان رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر چند کلمات الہام کئے۔ جو ان کے اطمینان قلب کا باعث ہُوئے۔

اس کے بعد قرآنِ حکیم کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی۔ اس ضمن میں یہودیوں کی تین خرابیاں بیان کی گئیں۔ علمی۔ عملی اور انتظامی۔ اور انہیں بتایا گیا کہ تم نے بدکرداریاں اور بدعملیاں کی ہیں۔ اس لیے تم سے حکومت چھین لی گئی ہے۔ اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ تم مسلمانوں کے ساتھ مل کر بھی دعوت و ارشاد کا کام نہیں کرسکتے۔ اسی ذیل میں ان کے عالموں، دولت مندوں اور لوگوں کی باطل پرستیوں اور غلط عقیدوں کو بیان کیا۔

اس کے بعد یہ بیان کیا گیا کہ بنی اسرائیل مسلمانوں کی شریف رعایا بننے کی بھی قابلیت نہیں رکھتے۔ اس لئے مسلمانوں کو یہ کہا گیا۔ کہ وُہ اپنے تعلقات ان سے توڑ لیں۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا، خانہ کعبہ کی تعمیر، حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت۔ آپؐ کے اخلاق و صفات، اور امّتِ مسلمہ کا ذکر فرمایا۔

Marfat.com

مُسلمانوں کا قبلہ

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا
اب کہیں گے بے وقوف سے لوگ کس نے

وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا
انہیں پھیر دیا سے ان کا قبلہ جو تھے

عَلَيْهَا ۭ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ
اس پر تو کہہ اللہ کے لیے مشرق اور مغرب

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
چلائے جسے چاہے طرف راہ

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾
سیدھی۔

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا
اب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ مُسلمانوں کو

وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا
ان کے قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا جس پر وُہ تھے

عَلَيْهَا ۭ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ
کہہ دے مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے۔ وُہ

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
جسے چاہے سیدھی راہ پر

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾
چلائے۔

السفہاء من الناس: (بے وقوف لوگ) سفہاء کا واحد سفیہ ہے۔ سفیہ کے معنی چھچھورے اور کم عقل کے ہیں۔ السفہاء من الناس سے مراد وُہ لوگ ہیں جو اللہ کے حکموں پر اعتراض و تنقید کرتے ہیں۔ یہاں یہودیوں کی طرف اشارہ ہے۔

قبلہ: (قبلہ) وُہ چیز جو سامنے ہو۔ یعنی وُہ سمت اور جگہ جس کی طرف رُخ کر کے عبادت کی جائے یعنی مرکزِ توجہ اور عبادت میں رُخ کی سمت۔ یہودیوں کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں رہے اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد بھی آپ نے اسی قبلہ کو برقرار رکھا لیکن آپ کا دِل بار بار یہ چاہتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بنائے ہُوئے خانہ کعبہ کو قبلہ بنائیں لیکن اللہ کے حکم کا انتظار تھا۔ آخر کار مدینہ میں پہنچنے کے سولہ یا تیرہ مہینے کے بعد آپکو قبلہ بدل لینے کا حکم مِلا۔

جب یہودیوں کو اس چیز کی خبر ملی۔ تو انہیں مخالفت کا ایک اور بہانہ ہاتھ آ گیا۔ وُہ اس پر طرح طرح کے اعتراض کرنے لگے کہ پہلے تو یہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جو قدیم نبیوں کا قبلہ تھا۔ اب انہیں کیا ہُوا جو اسے چھوڑ کر کعبہ کو قبلہ بنا لیا۔ بعض کہنے لگے کہ یہودیوں کی عداوت اور حسد کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے۔

مخالفوں کے اس اعتراض کا جواب قرآن مجید نے یہ دیا کہ اے پیغمبر (صلعم) تم کہہ دو کہ ہم نے کسی حسد اور تعصّب کی وجہ سے قبلہ کو نہیں بدلا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بدلا ہے۔

مشرق ہو یا مغرب ہر سمت اللہ کی ہے۔ وُہ ہر طرف ہے۔ ہر سمت کی ہر شے اس کے علم اور قبضے میں ہیں۔ ہدایت بھی اسی کے پاس ہے۔ وُہ جسے چاہتا ہے اپنے پیغام اور رہنمائی سے نوازتا ہے۔

Marfat.com

میانہ رو اور اعتدال پر اُمّت

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

اور اسی طرح ہم نے تمہیں بنایا امت معتدل

لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ

تاکہ تم ہو گواہ اوپر لوگ اور

يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

ہو رسول تم پر گواہی دینے والا۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا تاکہ

لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ

تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم

يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

پر گواہی دینے والا ہو۔

وَسَطًا: (معتدل) اس کا مطلب یہ ہے کہ امّت مسلمہ ٹھیک سیدھی راہ پر ہے جس میں کچھ ٹیڑھا پن اور افراط و تفریط نہیں۔ اسلام کی تعلیم اعتدال پسندی ہے اور اسلام پر عمل کرنے والے میانہ رو ہیں۔ وُہ ہر قسم کی افراط و تفریط سے بالا رہ کر درمیان کی راہ اختیار کرنے پر مامور ہیں۔

شَهِيْدٌ: (گواہ) شاہد اور شہادت کے لفظ بھی اسی مادہ سے بنے ہیں۔ گواہ کے معنیٰ کے علاوہ اصطلاحی طور پر یہ لفظ اللہ کی راہ میں جان کی بازی لگا دینے والے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اس کے معنیٰ نگران بھی لئے جا سکتے ہیں۔

اس آیت میں امّت مسلمہ کی فضیلت اور برتری بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! جس طرح تمہارا قبلہ تمام دُوسرے قبلوں سے افضل ہے۔ ایسے ہی ہم نے تمہیں تمام امتوں سے افضل بنایا ہے۔ اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے برتر اور برگزیدہ کیا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ قیامت کے روز جب پہلی امتوں سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ تو اس وقت امّت مسلّمہ قرآن مجید کی تعلیمات کی بنا پر پہلے نبیوں کے دعویٰ کی تصدیق کرے گی۔ اور گواہی دے گی کہ یہ تمام نبی بلاشبہ ان امتوں کے پاس آئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ لیکن ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی بات نہ مانی۔

امت مسلمہ انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے ساری دنیا کے لئے بطور نمونہ تیار کی گئی ہے۔ دنیا کی ہر امّت کو اسی سانچہ میں ڈھلنا اور اسی معیار پر پورا اترنا چاہیئے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مسلمانوں کے لئے نمونہ اور مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس آیت سے یہ سبق بھی حاصل ہوتا ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو دنیا کی دوسری قوموں کے لئے نمونہ کے طور پر قائم رکھیں اخلاقی پستی کی ہر صورت سے بچے رہیں۔ اور کبھی ایسی راہ اختیار نہ کریں جس سے ہماری اس اہم حیثیت میں فرق آئے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں ہمیشہ اپنے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ رکھنا چاہیئے معتدل مزاج امت ہونے کی بنا پر ہمیں ہر قسم کی افراط اور تفریط سے بچنا چاہیئے تاکہ ہم "امۃ وسطاً" کے لقب کی لاج رکھنے کے قابل ہوں۔

Marfat.com

تبدیلی قبلہ کی حکمت

وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ

اور نہیں ہم نے مقرر کیا قبلہ جو کہ تو تھا

عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ

اس پر مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسُول

مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِ ؕ

کون پھر جائے گا اوپر اس کی ایڑیاں۔

وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ

اور ہم نے وہ قبلہ نہیں مقرر کیا تھا جس پر تو پہلے

عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ

تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون رسُول کا تابع رہے گا۔

مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِ ؕ

اور کون الٹے پاؤں پھر جائے گا۔

لِنَعْلَمَ: (تاکہ معلوم کریں) لفظ علم یہاں تمیز و شناخت کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جس کام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم موجود نہ ہوتا۔ اس میں آپ پہلے انبیاءؑ کا طریقہ اختیار کرتے۔ مثلاً نماز تو فرض ہو چکی تھی۔ لیکن قبلہ کی بابت کوئی صاف حکم موجود نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے قبلہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ وَمَا جَعَلْنَا سے صاف طور پر معلوم بھی ہو گیا کہ اللہ ہی کو منظور تھا کہ شروع میں بیت المقدس قبلہ رہے۔ جب آپ مکّہ سے مدینہ تشریف لائے۔ اس وقت بھی بیت المقدس ہی قبلہ رہا۔ لیکن تقریباً سولہ ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے قبلہ کے بدلنے کا حکم دیا۔ اور کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر فرمایا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیت المقدس کو عارضی طور پر تھوڑے عرصہ کے لئے تمہارا قبلہ بنائے رکھنے سے غرض یہ تھی کہ فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں فرق کیا جا سکے۔

مکّہ کے مشرک بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے۔ اس لئے مکہ میں اسلام قبول کرنے کی واضح نشانی یہ رہی کہ مُسلمان ہونے والا شخص بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھے۔ مدینہ کے یہودی اور عیسائی لوگوں کے نزدیک بیت اللہ کی کوئی عزّت نہ تھی۔ اس لئے مدینہ میں اسلام قبول کرنے کی نشانی یہ قرار پائی کہ بیت اللہ کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھی جائے اس طرح مُسلمانوں اور غیر مسلموں میں فرق کرنے میں آسانی میسّر آئی۔

مکی زندگی میں بیت المقدس کی جگہ اگر خانہ کعبہ قبلہ ہوتا تو شاید اس کو اہل مکّہ ایک قسم کی خوشامد سمجھتے اور دین کو خالص اللہ کے حکم کے طور پر نہیں۔ بلکہ اپنے وطنی قبلہ کے اعتبار سے قبول کرتے۔ حالانکہ اسلام ان تمام اغراض سے پاک ہے۔ دین کی تعلیم کسی خاص قوم یا نسل کی رعایت سے نہیں آئی۔ اسلام ساری دنیا کے لئے آیا ہے اور اس کی تعلیم تمام قوموں کے لئے آئی ہے۔

Marfat.com

ایمان ضائع نہیں جاتا

وَ۔ اِنْ۔ كَانَتْ۔ لَ۔ كَبِيْرَةً۔ اِلَّا۔ عَلَى
اور بیشک ہوئی البتہ بھاری (بات) مگر اوپر
الَّذِيْنَ۔ هَدَى۔ اللّٰهُ ط۔ وَ۔ مَا۔ كَانَ
جنہیں راہ دکھائی اللہ اور نہیں تھا
اللّٰهُ۔ لِيُضِيْعَ۔ اِيْمَانَكُمْ ط۔ اِنَّ۔ اللّٰهَ
اللہ کہ ضائع کرے تمہارا ایمان بے شک اللہ
بِالنَّاسِ۔ لَرَءُوْفٌ۔ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾
لوگوں پر بہت شفیق مہربان۔

وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى
اور بے شک یہ بات بھاری ہوئی مگر ان پر جنہیں
الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ط وَمَا كَانَ
اللہ نے راہ دکھائی اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہارا
اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ
ایمان ضائع کرے بے شک اللہ لوگوں پر بہت
بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾
شفیق نہایت مہربان ہے۔

بیت اللہ مقدس ترین مقام ہے۔ دنیا کے عبادت خانوں میں یہ سب سے قدیم اور متبرک جگہ ہے۔ وطنی اعتبار سے عربوں کے نزدیک یہ بہت ہی قابلِ احترام تھا۔ لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں نماز بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے ادا کی جاتی تھی۔ وطن پرست عربوں کے لئے یہ ایک بڑا امتحان تھا۔ بیت المقدس کو قبلہ بنا دینا ان لوگوں پر بھاری اور دشوار تھا۔ عرب اور قریش دینِ ابراہیمی کے نام لیوا تھے۔ اس لئے بھی وُہ کعبہ ہی کی تعظیم کرتے تھے۔ اور بیت المقدس کو قبلہ سمجھنا انہیں ناگوار تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ امتحان اور آزمائش ان لوگوں کے لئے بھاری نہیں تھی جنہیں اللہ نے راہِ ہدایت دکھا دی اور وُہ اس کی حکمت سے واقفیت رکھتے تھے۔ وُہ سمجھتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ انہیں بیت المقدس کے قبلہ بنا دیئے جانے پر کوئی تعجب نہیں ہُوا۔ بلکہ وہ بلا چون وچرا اللہ کے آگے جھک گئے اور اس امتحان میں بڑی کامیابی سے نکل گئے۔

جب دوبارہ خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر کیا گیا۔ تو بہت سے لوگوں کے دِل میں یہ شبہ گذرا کہ اس طرح وُہ تمام نمازیں جو بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے ادا کی گئی تھیں۔ اکارت گئیں اور خاص طور پر وُہ صحابہ تو بہت خسارے میں رہے جو قبلہ تبدیل ہونے سے پہلے فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شک کو دُور کر دیا۔ اور فرمایا اصل چیز فرمانبرداری ہے۔ بیت المقدس بھی ہمارے ہی حکم سے قبلہ مقرر ہُوا تھا۔ اس لئے جنہوں نے اس کی طرف رُخ کرکے نمازیں ادا کیں ان کا ثواب اپنی جگہ قائم ہے اللہ تعالیٰ تو انسانوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔ وُہ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی
بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرا منہ طرف
السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا
آسمان سو البتہ ہم تجھے پھیریں گے قبلہ اس سے تو راضی ہے
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
اب پھیر اپنا منہ طرف مسجد حرام۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی
بے شک ہم تیرے منہ کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھتے
السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا
ہیں۔ البتہ جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے ہم
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
تجھے پھیریں گے۔ اب تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر۔

قِبْلَةً تَرْضٰهَا: (اس قبلہ کی طرف جسے تو پسند کرتا ہے) قبلہ (جس طرف رُخ کر کے عبادت کی جائے یعنی مرکزِ توجہ) اس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔

تَرْضٰهَا: (جسے تو پسند کرتا ہے) رضی اس کا مادہ ہے۔ یہاں اس سے مراد خانہ کعبہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ کا بنا کردہ تھا۔ تمام عربوں کا محبوب عبادت خانہ تھا۔

وَجْهَكَ: (تیرا منہ) لفظی معنی منہ یا چہرے کے ہیں لیکن اس میں سارا جسم بھی شامل ہوتا ہے۔ یہاں مُراد توجہ اور اشتیاق ہے۔

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: (مسجد حرام) عزّت و حرمت والی مسجد۔ یعنی مکہ معظمہ کی وُہ مسجدِ اعظم جس کے اندر خانہ کعبہ واقع ہے۔ مسجدِ حرام کی موجودہ عمارت کا پہلا نقش خلیفہ مہدی عباسی کے زمانہ کا ہے۔ اس کے چاروں طرف بہت سے عالیشان اور بڑے بڑے والان ہیں۔ داخلہ کے لئے اکتالیس دروازے ہیں۔ ۶ مینار اور ۱۵۰ سے کچھ اوپر بڑے چھوٹے گنبد ہیں۔ اسے مسجدِ حرام یعنی قابلِ احترام عبادت گاہ کہتے ہیں۔ یہاں جنگ کرنا اور شکار کرنا بھی حرام ہے۔

مسلمانوں کا اصلی قبلہ خانہ کعبہ ہی تھا۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔ صرف تھوڑے دن کے لئے بیت المقدس کو آزمائش کی خاطر قبلہ مقرر کیا گیا تھا۔ یہود طعن کیا کرتے تھے کہ جب مسلمانوں کی شریعت ہم سے مختلف اور ابراہیمی مذہب کے موافق ہے تو ہمارا قبلہ کیوں اختیار کئے ہوئے ہیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خانہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم مِل جائے تاکہ خانہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیں۔ فرشتہ وحی کے انتظار میں آپ کی نظر بار بار آسمان کی طرف اٹھ جاتی اس آیت میں اسی کیفیت کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی آرزو کو پورا کیا اور فرمایا جس قبلہ کی طرف رُخ کر کے تم نماز پڑھنا چاہتے ہو۔ ہم اسی کو تمہارا قبلہ بنا دیں گے۔ جب قبلہ کے بدلنے کا یہ حکم نازل ہوا تو آپ مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھ رہے تھے دو رکعت بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے تھے۔ نماز ہی میں آپ نے اور نمازیوں نے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا اور باقی دو رکعتیں پوری کیں۔ مدینہ کی اس مسجد کو "مسجد قبلتین" کہتے ہیں۔

Marfat.com

خانہ کعبہ قبلہ ہوگیا

وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ
اور جس جگہ تم ہو پھیرو منہ اپنے
شَطْرَهٗ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
طرف اس کے اور بے شک جنہیں دی گئی کتاب
لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَ
البتہ جانتے ہیں کہ یہ ہی ٹھیک ہے ان کے رب کی طرف سے اور
مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾
نہیں اللہ بے خبر ان سے جو وہ کرتے ہیں۔

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ
اور جس جگہ تم ہوا کرو تم اسی کی طرف اپنے منہ پھیر لیا
شَطْرَهٗ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
کرو۔ اور جنہیں کتاب دی گئی ہے۔ وہ خوب
لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَ
جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے ان کے رب کی طرف سے اور
مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾
اللہ ان کے کاموں سے بے خبر نہیں ہے جو وہ کرتے ہیں۔

یہ بیان پہلے آچکا ہے کہ یہود اور نصاریٰ اپنے آپ کو ابراہیمی دین پر سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم ان کی اولاد میں سے ہیں۔ لہٰذا ہمیں کوئی نیا دین قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں صحیح معلومات بہم پہنچا کر یہ بتایا کہ یہودیوں کا یہ قول غلط ہے۔ بلکہ حضرت ابراہیمؑ خالص توحید پر قائم تھے۔ اور شرک سے بالکل پاک تھے۔ اگر یہودی یا عیسائی اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیرو کہتے ہیں۔ تو پھر انہیں دوسری راہیں چھوڑ کر اسلام کی بتائی ہوئی سیدھی راہ پر ہو لینا چاہیئے۔ توحید اور نیک عملی کا قانون مضبوطی سے پکڑنا چاہیئے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب یہی تھا۔

اس کے بعد قرآن مجید نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی دُعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا اور ان کی تعلیم و تربیت سے یہ امت قائم ہوئی ہے۔ اس لئے اس امت کا جماعتی اور روحانی مرکز وہی ہوگا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ یعنی خانہ کعبہ۔ بیت المقدس صرف عارضی قبلہ تھا۔ مسلمانوں کا قبلہ کعبہ ہی قرار دیا جاتا ہے۔ مسلمان جس جگہ بھی ہوں خواہ سفر میں، خواہ گھر میں۔ شہر میں یا جنگل میں۔ دشت میں یا صحرا میں۔ بیت اللہ کے گرد و نواح میں یا بیت المقدس کے گرد و نواح میں۔ غرض ہر حالت میں نماز پڑھتے وقت کعبہ کی طرف رُخ کیا کریں۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اے مسلمانو! تم اہل کتاب کی پروا نہ کرو۔ کیونکہ وُہ قبلہ کی تبدیلی کی حقیقت کو پہلے ہی سے اپنی کتابوں کے ذریعہ جانتے ہیں۔ اور اب اگر جان بُوجھ کر وُہ اس کے خلاف شک و شبہ پیدا کریں تو اللہ تعالیٰ ان سے نبٹ لے گا۔ کیونکہ وُہ ان کے اعمال سے آگاہ ہے۔

Marfat.com

اہل کتاب کی ہٹ دھرمی

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
اور اگر تو لائے ان کے پاس جو دیئے گئے
الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا
کتاب ساری نشانیاں نہ مانیں گے
قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ
قبلہ تیرا اور نہ تو ماننے والا ہے قبلہ ان کا
وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ
اور نہ کوئی ایک ان کا ماننے والا ہے قبلہ (کسی) دوسرے کا
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
اور اگر تو نے تابعداری کی خواہشیں ان کی اس سے پیچھے
مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا
جو آیا تیرے پاس سے علم بے شک تو
لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
البتہ سے بے انصافوں۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
اور اگر تو اہل کتاب کے پاس لائے ساری
الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا
نشانیاں تو بھی وہ تیرے قبلہ کو نہ
قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ
مانیں گے۔ اور نہ تو ان کا قبلہ ماننے والا ہے۔
وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ
اور نہ ان میں کوئی ایک دوسرے کا قبلہ مانتا ہے۔
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
اور اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی اس علم
مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا
کے بعد جو تجھے پہنچا ہے۔ تو بے شک تو بھی
لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
بے انصافوں میں ہوا۔

اس آیت میں یہود کی ہٹ دھرمی اور ضد بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر تو اگر اہل کتاب کو اپنی پیغمبری کی ساری نشانیاں دکھا دے۔ خانہ کعبہ کے اصلی قبلہ ہونے کے تمام دلائل بیان کر دے۔ وہ پھر بھی اسے قبلہ ماننے کو تیار نہیں ہوں گے بلکہ ضد، حسد دشمنی اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اپنے قدیم قبلہ پر ہی قائم رہیں گے۔ اور چونکہ تمہیں ہم نے سب سے افضل اور (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا قبلہ عطا فرمایا ہے۔ اس لئے تمہیں ان کے ادنیٰ قبلہ کے ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسرائیل کی امامت ختم ہو جانے کی وجہ سے آپ کو ایک مستقل اعلیٰ اور عالمگیر قبلہ دیا گیا ہے۔ لہٰذا اہل کتاب اس چیز سے ناامید ہو جائیں کہ آپ کبھی ان کا قبلہ مانیں گے۔

یہ بھی بتایا گیا کہ خود اہل کتاب ایک قبلہ کے پیرو نہیں ہیں۔ اس لئے وہ یہ توقع کیسے کر سکتے ہیں کہ تم ان کا قبلہ مانو گے۔ آخر میں خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ کی گئی ہے۔ کہ اگر یہ جان لینے کے بعد کہ اصلی قبلہ خانہ کعبہ ہی ہے۔ آپ نے اہل کتاب کا کہا مانا اور ان کے قبلہ کو اختیار کر لیا تو تم بھی بے انصافوں میں شامل ہو گے۔ اگرچہ کوئی رسول کبھی کسی گناہ سے آلودہ نہیں ہوتا لیکن اس تنبیہ سے امت کو یہ بتانا مقصود ہے کہ جھوٹے دین کی پیروی بہت بڑا گناہ ہے حتیٰ کہ اس میں بڑے سے بڑے آدمی کو بھی کوئی رعایت نہیں دی جا سکتی۔

Marfat.com

اہل کتاب اور پیغمبر اسلام

اَلَّذِیْنَ ۔ اٰتَیْنٰھُمُ ۔ الْکِتٰبَ ۔ یَعْرِفُوْنَهٗ
وہ لوگ جنہیں ہم نے دی کتاب پہچانتے ہیں اسے
کَمَا ۔ یَعْرِفُوْنَ ۔ اَبْنَآءَھُمْ ؕ ۔ وَ ۔ اِنَّ
جیسے پہچانتے ہیں بیٹے اپنے اور بے شک
فَرِیْقًا ۔ مِّنْھُمْ ۔ لَیَکْتُمُوْنَ ۔ الْحَقَّ ۔ وَ
ایک فرقہ ان میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق اور
ھُمْ ۔ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ ۔ مِنْ ۔ رَّبِّكَ
وہ جانتے ہیں حق سے تیرا رب
فَلَا ۔ تَکُوْنَنَّ ۔ مِنَ ۔ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع
پھر نہ تو ہو سے شک کرنے والے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ
جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے ایسی
کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ ؕ وَاِنَّ
اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو اور بے شک
فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ
ان میں سے ایک فرقہ ہے جو حق کو جان بوجھ
ھُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
کر چھپاتے ہیں۔ حق تیرے رب کی طرف سے
فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع ۱۷
ہے۔ پس تو شک کرنے والا نہ ہو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہودی اور عیسائی اپنی مذہبی کتابوں کے ذریعہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آخر وقت میں ایک نبی آئے گا۔ وہ اپنے دل سے کوئی بات نہ کہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق تعلیم دے گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان لوگوں نے وہ نشانیاں آپ میں پائیں جو ان کی کتابوں میں درج تھیں۔ وہ اچھی طرح پہچان گئے کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ہے اور اس کی تعلیمات حق اور سچ ہیں۔ لیکن محض دشمنی، ضد اور بغض کی وجہ سے انہوں نے آپ کو ماننے سے انکار کر دیا اور تمام پیشین گوئیوں کو چھپانے لگے جو ان کی آسمانی کتابوں میں موجود تھیں۔ اور یوں ظاہر کرنے لگے۔ جیسے وہ پیشین گوئیاں انہوں نے پڑھی ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلا رہا ہے کہ اہل کتاب حق کو مانیں یا نہ مانیں آپ کے نبی ہونے کی پیشین گوئیوں کو چھپائیں یا ظاہر کریں آپ کے قبلہ کو صحیح سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ حق ہر حالت میں حق ہی ہے اور آپ برحق نبی ہیں۔ نبی کی طرف سارے احکام ہمارے پاس سے بھیجے جاتے ہیں۔ امت مسلمہ کا مستقل قبلہ خانہ کعبہ ہی ہوگا۔ اس لئے کسی قسم کے شک و تردد میں نہ پڑیں۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی پیشگوئیاں قدیم آسمانی کتابوں میں موجود تھیں اہل کتاب ان کو اچھی طرح جانتے تھے اور آپ کو ایسا ہی پہچانتے تھے جیسے باپ بہت سے بچوں کے اندر بھی اپنے بیٹوں کو پہچان لیتا ہے اور اسے اپنے بچہ کو پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

افسوس اہل کتاب نے آنحضرت صلعم میں تمام نشانیاں پائیں ان کے دلوں نے گواہی دی مگر وہ آج تک پوری طرح تعصب سے بلند ہو کر حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے۔

Marfat.com

نیکی میں سبقت

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا
اور واسطے ہر ایک کے سمت وُہ اس طرف منہ کرتا ہے تم سبقت کرو
الْخَيْرٰتِ ۭ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ
نیکیاں جہاں کہیں تم ہوگے لائے گا تمہیں
اللّٰهُ جَمِيْعًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ
اللہ اکٹھا بے شک اللہ اوپر ہر چیز
قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾
قادر ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا
اور ہر کسی کے واسطے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے سو تم
الْخَيْرٰتِ ۭ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ
نیکیوں میں سبقت کرو۔ جہاں کہیں تم ہوگے تمہیں اللہ اکٹھا کر
اللّٰهُ جَمِيْعًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ
لائے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر
قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾
ہے۔

خیرات، (نیکیاں) خیر اس کا واحد ہے۔ صدقہ و خیرات کے علاوہ ہر قسم کی نیکی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ہر وُہ کام جو شریعت کے مطابق کیا جائے اور مقصد محض اللہ کو خوش کرنا ہو۔ خیرات میں داخل ہے۔

اہل کتاب کی حجتے بندی اور خود غرضی بیان کرنے کے بعد قرآن مجید نے انہیں سیدھی راہ کی تلقین کی۔ اور بتایا کہ سچائی ایک ہی ہے جو سب کو دی گئی تھی۔ لیکن گذشتہ امتوں نے اسے گم کر دیا۔ قبلہ کا مقرر ہونا دین کے بنیادی مسائل میں سے نہیں ہے۔ کہ اسے حق و باطل کا معیار سمجھ لیا جائے۔ ہر امّت کے لئے اپنا اپنا قبلہ ہے اور وُہ اسی کی طرف رُخ کر کے عبادت کرتی ہے۔ اصل چیز جو سمجھنے اور کرنے کی ہے۔ وُہ ہے "خیرات" یعنی نیک کام اس لئے اس میں ایک دُوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرو اور اسے ہی دینداری کی اصل بنیاد سمجھو۔

اہل کتاب تعصّب اور ضد میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے۔ حق کی طرف رُجوع ہی نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ مسلمانوں کے دِلوں میں شک ڈالتے۔ شرارتوں اور سازشوں میں پیش پیش رہتے۔ یہ لوگ اپنے دین کی تعلیمات سے غافل ہو کر معمولی مسائل میں الجھنیں پیدا کرتے اور کچھ نہیں تو وُہ قبلے کا سوال ہی لے بیٹھتے۔ حالانکہ وُہ ایسا اہم نہیں کہ اس کی بحث میں اپنے عزیز وقت کو گنواؤ۔ قبلہ کو اللہ کا حکم سمجھو۔ جو دقت اور مصلحت پر موقوف ہے۔ اصل کام تو نیک کاموں میں سب سے آگے بڑھنا ہے۔

اگر امت کا اجتماع نیکی پر ہوگا۔ اور وُہ زندگی میں نیکی کو شامل کر لیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک مرکز پر جمع کر دے گا۔ اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ اور مخالفتیں مٹ جائیں گی۔

Marfat.com

خانہ کعبہ اور اتمامِ حجّت

وَ۔ مِنْ۔ حَيْثُ۔ خَرَجْتَ۔ فَوَلِّ
وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ

اور سے جگہ تو نکلے سو کرلے
وَجْهَكَ۔ شَطْرَ۔ الْمَسْجِدِ۔ الْحَرَامِ ط
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط

اور جس جگہ سے تو نکلے سو اپنا منہ
اپنا منہ طرف مسجد حرام
وَ۔ اِنَّهٗ۔ لَلْحَقُّ۔ مِنْ۔ رَّبِّكَ ط وَ۔ مَا۔ اللّٰهُ
وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ط وَ مَا اللّٰهُ

مسجد حرام کی طرف کرے اور بیشک تیرے
اور بیشک البتہ حق سے تیرا رب اور نہیں اللہ
بِغَافِلٍ۔ عَمَّا۔ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَ۔ مِنْ۔ حَيْثُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ

رب کی طرف سے یہی حق ہے اور اللہ تمہارے
بے خبر سے تمہارے کام اور سے جہاں
خَرَجْتَ۔ فَوَلِّ۔ وَجْهَكَ۔ شَطْرَ۔ الْمَسْجِدِ
خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

کاموں سے بے خبر نہیں۔ اور جہاں سے
تو نکلے کرلے اپنا منہ طرف مسجد
الْحَرَامِ ط۔ وَ۔ حَيْثُ۔ مَا۔ كُنْتُمْ۔ فَوَلُّوْا
الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا

حرام اور جس جگہ تم ہو کرو
وُجُوْهَكُمْ۔ شَطْرَهٗ ۔ لِئَلَّا۔ يَكُوْنَ
وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ لِئَلَّا يَكُوْنَ

اور جس جگہ تم ہو اسی کی طرف
منہ اپنے طرف اس کی تاکہ نہ رہے
لِلنَّاسِ۔ عَلَيْكُمْ۔ حُجَّةٌ۔ اِلَّا۔ الَّذِيْنَ
لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِيْنَ

منہ کرو تاکہ لوگوں کو تم سے جھگڑنے
لوگوں کو تم سے جھگڑنے کا موقع مگر جو لوگ
ظَلَمُوْا۔ مِنْهُمْ فَلَا۔ تَخْشَوْهُمْ۔ وَ۔ اخْشَوْنِيْ
ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ

کا موقع نہ رہے نہ مگر ان میں جو بے انصاف
بے انصاف ان میں سو نہ ان سے ڈرو اور مجھ سے ڈرو
وَلِاُتِمَّ۔ نِعْمَتِيْ۔ عَلَيْكُمْ۔ وَ۔ لَعَلَّكُمْ
وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

ہیں سو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اس
اور اس لئے کہ کامل کروں اپنا فضل تم پر اور تاکہ تم
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾
سیدھی راہ پاؤ۔

واسطے کہ تم پر اپنا فضل کامل کروں اور تاکہ تم سیدھی
راہ پاؤ۔

ان آیات میں بھی قبلہ کی تبدیلی کا حکم مذکور ہے اور ساتھ ہی ارشاد ہے۔ کہ ایسا نہ ہو تمہارے عمل سے لوگوں کو حجّت بازی کا موقع ملے اور مکہ کے کافر و مشرک یہ کہہ سکیں یہ دین ابراہیمی کے اچھے پیروکار ہیں۔ جو ان کے کعبہ کو قبلہ بھی نہیں مانتے۔ جہاں تک ڈر کا تعلق ہے وہ صرف اللہ کا چاہیئے۔ فضل و کرم کی تکمیل اور ہدایت و کامرانی اسی کے اختیار میں ہے۔

Marfat.com

آنحضرتؐ کی خصوصیات

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا
جیسا ہم نے بھیجا تم میں رسول

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا
جیسا کہ ہم نے تم میں کسی کا رسول بھیجا۔

مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ
تم ہی میں کا پڑھتا ہے تمہارے آگے ہماری آیتیں اور

مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ
تمہارے آگے ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور

يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ
تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں سکھلاتا ہے کتاب

يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ
تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں سکھاتا ہے۔ کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا
اور اس کے اسرار اور تمہیں سکھلاتا ہے جو نہ تھے

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا
اور اس کے اسرار اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾
تم جانتے

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾
جانتے تھے۔

اس آیت میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن خصوصیات کا ذکر ہے۔ ان میں سے چار اس سے قبل آیت نمبر ۱۲۹ میں صفحہ ۱۵۵ پر بھی بیان ہو چکی ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم (۱) اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور لوگوں کو سناتے ہیں (۲) لوگوں کا تزکیۂ نفس فرماتے ہیں۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھاتے ہیں۔ (۴) کتاب کے اسرار و رموز اور عملی صورتیں سکھاتے ہیں۔ (۵) پانچویں یہ کہ تمہیں وہ کچھ بتلاتے ہیں جو اس سے قبل تمہیں بالکل معلوم نہ تھا۔

انسانی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں مختلف قوموں کی طرف اپنے نبی بھیجے اور سچائی کا پیغام ان تک پہنچانے کا انتظام فرما دیا۔ رفتہ رفتہ ہر ایک قوم گروہ بندی میں مبتلا ہو گئی۔ ضد اور تعصب سے کام لینے لگی اور آسمانی علم و ہدایت کے راستہ سے بہت دور جا پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ پہلی امتوں کے ناکارہ ہو جانے کے بعد نئی امت کی بنیاد ڈالیں۔ اپنی تعلیم اور صحبت کے اثر سے انہیں عدل پسند بنائیں اور یہ امت تمام دنیا کی قوموں کی ہدایت اور رہنمائی کا منصب سنبھالے۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ تحویل قبلہ (یعنی قبلے کا بدلنا) ان نعمتوں کی تکمیل ہے جن کا سلسلہ پہلے ہی سے شروع ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں تحویل قبلہ ان نعمتوں کے سلسلہ کی آخری کڑی ہے جس کی پہلی کڑی تمہارے ہی اندر سے ایک آدمی کو رسول بنا کر بھیجنا ہے۔ تاکہ وہ تمہارے لئے تمام عظیم الشان نعمتوں کا سرچشمہ بنے۔ تمہیں قرآن مجید کی آیات سنائے۔ ظاہری اور باطنی پاکیزگی حاصل کرنے کے طریقے بتلائے۔ قرآن مجید کے قانونوں پر چلنا سکھائے اور ان قانونوں کے اصول اور ان کی باریکیاں تمہیں سمجھائے تاکہ تم علم و عمل دونوں کے اعتبار سے ساری امتوں پر فوقیت لے جاؤ۔ اور انہیں تمہارا علم و عمل دیکھ کر سب سے افضل ماننے کے سوا چارہ نہ رہے۔

ظاہر ہے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب انتظام تمہارے لئے نہ کر جاتے تو تم انجان رہتے اور زندگی کے مسائل کے حل کا طریقہ تمہیں کبھی معلوم نہ ہو سکتا۔

Marfat.com

ذکر و شکر

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾

سو تم یاد رکھو مجھے میں یاد رکھوں گا تمہیں اور احسان مانو میرا اور نہ ناشکری کرو۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿٥٢﴾

سو تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور تم میرا احسان مانو اور ناشکری مت کرو۔

فَاذْكُرُونِي (سو تم مجھے یاد کرو) اس کا مادہ ذکر ہے۔ اس کے معنے یاد کے ہیں۔ چنانچہ تسبیح اور وظائف کو ذکر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی یاد کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

اشْكُرُوا لِي (میرا احسان مانو) شکر کے معنی قدر پہچاننا ہیں، جسے احسان ماننا بھی کہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں اور قوتوں کا صحیح اور بجا استعمال کرنا۔ ناقدری سے پرہیز کرنا جسے کفران نعمت بھی کہتے ہیں۔

پہلی آیات میں اُمّت مسلمہ کی ترقی کے قاعدے اور اصول بیان کر دیئے گئے ہیں تو اب ضروری ہے کہ قرآن مجید کی دعوت قبول کرنے والوں کو ان قاعدوں کے مطابق عمل کرنے کے لئے ہدایات دی جائیں اور انہیں کہا جائے کہ ان باتوں کو سامنے رکھ کر سرگرم عمل ہو جائیں۔ چنانچہ انہیں سب سے پہلے یہ حکم دیا گیا کہ اللہ کو ہر دم یاد رکھو۔

اپنے رب کو یاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس کی بتائی ہوئی راہ پر پوری ہمت اور شوق سے چلتا رہے۔ اُٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، غرض ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور پسند کو مقدم رکھے۔ خاص طور پر اس یاد کے لئے عبادت کا طریقہ بھی مقرر کر دیا جس کا قائم رکھنا ہمارا فرض ہے۔ اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ میں تم پر دنیا اور آخرت دونوں میں اپنے خاص فضل و کرم کی بارش کرتا رہوں گا۔ اور تم پر نئی نئی رحمتیں اور عنایتیں ہوتی رہیں گی۔

دوسرا حکم اُمّت مسلمہ کو یہ ہوا کہ ہماری ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو۔ شکر کی بہترین شکل یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے حکم کے مطابق اسی کے کاموں میں لگایا جائے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کے کام کرنے کی جو حدیں مقرر فرمائی ہیں ان کے اندر رہ کر کام کیا جائے۔ اس سے نعمتوں میں اضافہ اور زیادتی ہوتی ہے۔ اسی اضافے اور زیادتی کو برکت کہتے ہیں۔

تیسرا حکم یہ ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، اس کی بخشی ہوئی طاقتوں اور قوتوں کی ناقدری نہ کرو۔ ناشکری سے نہ صرف نعمت چھن جاتی ہے بلکہ شدید عذاب اور سزا ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تمام قوموں کی تعلیم اور رہنمائی کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اس فرض کو کامیابی کے ساتھ نبھانے کے لئے ضروری تھا کہ پہلے ان میں اعلےٰ درجے کے اخلاق اور ضروری خوبیاں پیدا کی جائیں۔ ان خوبیوں میں سے تین خوبیاں آج کے سبق میں بیان کی گئی ہیں، جو تمام خوبیوں کی جڑ ہیں۔ یعنی یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت کریں۔ اس کی نعمتوں اور دی ہوئی قوتوں کو اسی کے حکموں کے مطابق صرف کریں، اور اس نے ہمیں جو طاقتیں، قوتیں اور اسباب بخشے ہیں انہیں اس کی نافرمانی میں نہ لگائیں۔

Marfat.com

صبر اور نماز

يٰٓاَيُّهَا - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوا - اسْتَعِيْنُوْا - بِالصَّبْرِ
اے وہ لوگ جو ایمان والے مدد لو سے صبر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ
اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد مانگو۔

وَ - الصَّلٰوةِ ؕ - اِنَّ - اللّٰهَ - مَعَ - الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾
اور نماز بیشک اللہ ساتھ صبر کرنے والے

وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾
بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اِسْتَعِيْنُوْا (مدد چاہو) اس کا مصدر استعانت ہے اور مادہ عون ہے۔ اس کے معنیٰ مدد کے ہیں۔ معاون۔ معاونت اور تعاون کے لفظ بھی اسی مادہ سے نکلے ہیں۔

پچھلے سبق میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بہت بلند منصب بخشا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ دنیا سے شرک و بت پرستی دور کریں۔ اس کے گوشہ گوشہ میں توحید کا پیغام پہنچائیں اور دنیا کی تمام اقوام کی ہدایت اور پیشوائی کا فرض انجام دیں۔ اس ذمہ داری کو سنبھالنے کے لئے ضروری تھا کہ مسلمانوں کے اندر اعلیٰ اوصاف اور اخلاق حسنیٰ پیدا کر دیئے جائیں۔

ان اوصاف میں تین پچھلے سبق میں بیان ہو چکے ہیں یعنی یہ کہ وہ اللہ کی عبادت اور اطاعت میں سرگرم رہیں۔ اُس کی دی ہوئی قوتوں کو صحیح مواقع پر صرف کریں اور اس کی نعمتوں کی ناشکری اور ناقدری نہ کریں۔ آج کے سبق میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہیں۔ اور کامیابی کے لئے دُعا کرتے رہیں۔

اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے یہاں دو طریقے ارشاد فرمائے ہیں۔ اوّل یہ کہ مشکلات اور مصیبتوں میں صبر کرو۔ اور دوم یہ کہ نماز باقاعدگی سے پڑھتے رہو۔ ہر مقصد کے حصول میں تکلیفوں اور مصیبتوں کا پیش آنا لازمی ہے۔ اس لئے مصیبتوں اور رکاوٹوں کی بنا پر اپنے نصب العین کو نہ چھوڑنا صبر ہے۔

صبر (برداشت اور مقابلہ کی طاقت) اس لفظ کی تشریح سبق ۶، میں اس سے ماقبل گذر چکی ہے۔ تنگی اور ناخوشگواری کی حالت میں اپنے آپ کو گھبراہٹ سے روکنا۔ مشکلات اور تکالیف کا پامردی سے مقابلہ کرنا۔ نفسانی خواہشات کو عقل پر غالب نہ آنے دینا۔

نماز کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ذکر و فکر سے روح کو قوت ملتی ہے جس جماعت میں یہ دو قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ کبھی ناکام نہیں رہ سکتی۔

اس کے بعد یہ فرمایا کہ جو لوگ اپنے مقصد کی پیروی میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر کریں گے۔ انہیں اللہ کی خاص معیت اور رفاقت نصیب ہوگی اور ظاہر ہے کہ جس فرد یا جماعت کے ساتھ اللہ ہو وہ کبھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہو سکتی۔ ہمیں اپنے اندر یہ صفتیں پیدا کر لینی چاہئیں اور دعوت و تبلیغ میں سرگرم ہو جانا چاہئے۔

Marfat.com

شہید زندۂ جاوید ہوتا ہے۔

وَ۔لَا۔تَقُوْلُوْا۔لِمَنْ۔یُّقْتَلُ۔فِیْ
اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے میں

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ
اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں

سَبِیْلِ۔اللّٰہِ۔اَمْوَاتٌ۔بَلْ۔اَحْیَآءٌ
راہ اللہ مردے بلکہ زندہ

سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ
مردے نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں

وَّ۔لٰکِنْ۔لَّا۔تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾
اور لیکن نہیں تم شعور رکھتے

وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾
لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (اللہ کی راہ میں) ظاہر ہے کہ اللہ کا کوئی خاص راستہ سڑک اور شاہراہ کی صورت میں نہیں۔ بلکہ اللہ کی راہ سے مراد وہ طریقہ ہے جو اللہ نے مقرر فرمایا۔ مثلاً اللہ کی راہ کے لئے مال و دولت خرچ کرنا۔ جہاد وغیرہ۔

اب ان مواقع اور حالات کا ذکر شروع ہوتا ہے جہاں صبر کی ضرورت ہوگی۔ یہ ہر اس شخص کو پیش آتے ہیں جو حق کی راہ پر چل رہا ہو اور دوسروں کو اس کی دعوت دے رہا ہو۔ کیونکہ ان تکلیفوں اور مصیبتوں کے بغیر اچھے اور بُرے آدمی میں تمیز نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید نے بہت سی جگہوں پر جہاں اس نے قتال اور لڑائیوں کا فلسفہ بیان کیا ہے۔ وہاں بار بار یہ چیز واضح کی ہے۔ کہ جنگ صرف اس لئے ہوئی اور مسلمانوں پر مصیبتیں صرف اس لئے آئیں کہ منافق اور مومن میں فرق ہو جائے۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ قوموں کی زندگی شہیدوں کے خون سے وابستہ ہے جس طرح کھیتی کے لئے پانی اور سورج کی گرمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے ہی آزادی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کے لیے گردنیں نہ کٹیں۔ بے شمار مجاہدوں کا خون نہ بہے۔ جماعت کے لوگ قتل نہ ہوں اور قوم کے لئے ہر شخص سر کٹانے کے لئے تیار نہ ہو۔

جب اُمّت کے قابل قدر لوگ جنگ میں قتل ہونے لگتے ہیں تو قوم میں جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ کسی دوسری قوم کو اس کا مقابلہ کرنے کی ہمّت نہیں ہوتی۔ یہی جذبہ اور جوش قوم کی اصل زندگی اور اس کی شہ رگ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری راہ میں اپنی جانیں دیں گے۔ ان کی قوم کبھی غیروں کی غلام نہیں ہو سکتی۔

جہاد کا مقصد یہ ہے کہ اپنے بعد کے زمانے اور آنے والی نسلوں کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو قربان کرنے کے لئے تیار رہا جائے۔ ظاہر ہے کہ کوئی عمل ایسا نہیں جو اس سے زیادہ سچی اور بے لاگ انسانی خدمت اور اپنی نسل کی حفاظت کے جذبات کا مجموعہ ہو۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس فعل کا اجر بھی دائمی ہو اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہو۔ اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب حق کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی راہ میں قربان ہونے والے پر موت طاری ہو۔ لہذا شہید ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ البتہ ہماری اپنی کم فہمی کے باعث ہم اس کی زندگی کا احساس نہیں رکھتے۔

Marfat.com

امتحان اور آزمائش

وَلَ - نَبْلُوَنَّكُمْ - بِشَيْءٍ - مِّنَ - الْخَوْفِ
اور البتہ ہم آزمائیں گے تمہیں کچھ سے ڈر

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ
اور البتہ ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر

وَ - الْجُوْعِ - وَ - نَقْصٍ - مِّنَ - الْاَمْوَالِ
اور بھوک اور نقصان سے مال

وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ
اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور

وَ - الْاَنْفُسِ - وَ - الثَّمَرٰتِ ط - وَ - بَشِّرِ
اور جانیں اور میوے اور خوشخبری دے

وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ
میووں کے نقصان سے اور صبر کرنے والوں

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾
صبر کرنے والے

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾
کو خوشخبری دے۔

پچھلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے صبر کا اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔ یعنی انہوں نے اللہ کی راہ میں جنگ کی اور راہِ حق میں سر کٹا کر شہید ہوئے۔ اب اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ زندگی میں مسلمانوں کو ایسی تکلیفیں اور آزمائشیں پیش آئیں گی جن کا برابر قائم رہنا موت سے بھی زیادہ ایذا دینے والا ہے۔ ایسے موقعوں پر بزدلی اور کمزوری ہرگز نہیں دکھانی چاہئے۔ بلکہ صبر سے کام لینا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ خوش رہتے ہوئے اس کے احکام کی تعمیل میں لگے رہنا چاہئے۔

یہ آزمائشیں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوں گی۔ مثلاً دشمن کا خوف۔ حق گوئی پر قید و بند اور نظر بندی کا خطرہ۔ جلاوطنی اور اسیری کا ڈر۔ خشک سالی۔ قحط۔ خوراک اور دوسری ضروریاتِ زندگی کی قلت۔ اموال و جائداد۔ روزگار اور معاش میں کمی۔ یار و مددگار عزیز و اقارب اور بھائی بندوں کا اللہ کی راہ میں کٹ جانا۔ اللہ اور رسولؐ کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کے دوران میں اپنے رشتہ داروں کو اپنے سامنے فنا ہوتے دیکھنا۔ میووں، پھلوں اور دوسری کھانے پینے کی چیزوں کی قلت وغیرہ۔

ان تمام تکلیفوں اور مصیبتوں کے ذریعے وقتاً فوقتاً امتحان لیا جائے گا۔ ثابت قدمی اور صبر کو دیکھا جائے گا۔ صابرین میں داخل ہونا کچھ سہل نہیں۔ اس واسطے یہاں تنبیہہ کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا بول بالا کرنے کی کوشش کے دوران میں ایسی بہت سی تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ لیکن صبر کا تقاضا یہی ہے کہ ہم غمزدہ اور دل برداشتہ ہونے کی بجائے اپنے مقصد کی دھن میں سرگرم رہیں۔ اُسے حاصل کرنے کا خیال اپنی پوری قوت کے ساتھ قائم رہے اور ان تھک محنت سے اس میں لگے رہیں۔

Marfat.com

صبر کرنے والوں کی سیرت

الَّذِيْنَ - اِذَآ - اَصَابَتْهُمْ - مُّصِيْبَةٌ	الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ
وہ لوگ جب پہنچے انہیں مصیبت	وہ لوگ کہ جب انہیں کچھ مصیبت پہنچے تو کہیں ہم تو
قَالُوْٓا - اِنَّا - لِلّٰهِ - وَ - اِنَّآ - اِلَيْهِ - رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾	قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾
کہیں ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے	اللہ کیلئے ہیں اور ہم تو اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں

مُصِيْبَةٌ (مصیبت) لغوی معنی افتاد کے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جو شے بھی مسلمان کو ناگوار گذرے پس وہی اس کے حق میں مصیبت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کا مفہوم بہت وسیع اور عام ہے۔

اس سے پہلی آیت میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ مسلمانوں کی مختلف طریقوں سے آزمائشیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی رہیں گی اور جو شخص صبر سے کام لے گا وہ ان آزمائشوں میں آسانی سے کامیاب ہو جائے گا۔ اس لئے صبر کرنے والوں کا انجام بخیر ہو گا۔ آج کی آیت میں ان صبر کرنے والوں کی نشانی بیان کی گئی ہے کہ صابرین میں وہ لوگ شامل ہیں جو ہر مصیبت کے وقت یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف جانے والے ہیں۔

اس آیت میں ہمیں تین باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ پہلی یہ کہ ہم تمام سب اللہ کی ملکیت ہیں۔ ہم خود بھی اور ہماری ہر شے بھی ہماری اپنی نہیں۔ نہ بیوی، نہ بچے، نہ مال، نہ جائداد، نہ وطن، نہ خاندان، نہ جسم، نہ جان۔

انسان کے رنج و غم اور درد و حسرت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی محبوب چیزوں کو اپنی سمجھتا ہے۔ جب ذہن سے یہ خیال نکال دیا جائے اور سمجھا جائے کہ جو چیز ہے سب اللہ کی ہے۔ پھر رنج و ملال کا موقع ہی نہیں رہتا۔ ہر کٹھن اور مصیبت پر یہ ہی کلمہ دہرا دینا چاہئے کہ اپنا کچھ نہیں سب اللہ کے لئے ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ رنج اور تکلیفیں خواہ کتنی ہی بڑی ہوں۔ سب آنی جانی، فانی اور عارضی ہیں۔ یہ ختم ہو جائیں گی۔ اور عنقریب انہیں چھوڑ کر مالک حقیقی کی خدمت میں حاضری دینی ہے۔ اس لئے ان سے گھبرانا کیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ یہ مصیبتیں اور آزمائشیں یونہی بیکار نہیں۔ ان کا اجر و ثواب دوسری زندگی میں ضرور ملے گا جو انہیں صبر سے برداشت کر گیا۔ حق پر ثابت قدم رہا اور مقصد حقیقی کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اُسے اس استقامت کا اجر ضرور ملے گا۔

جس شخص کے یہ تینوں عقیدے جتنے زیادہ مضبوط ہوں گے۔ اسی قدر سکون اور اطمینان نصیب ہو گا۔ ہمیں چاہئے کہ ان باتوں کو ہم ذہن میں خوب اچھی طرح بٹھا لیں تاکہ یہ دل پر نقش ہو جائیں۔ اگرچہ صبر کا تعلق دل سے ہے لیکن زبان سے یہ کلمہ ادا کرنے سے زبان دل کی ساتھی ہو جاتی ہے اور اس سے قوت و طاقت ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ آپ ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف یا ناگواری کے موقع پہ بھی اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ فرماتے تھے۔

Marfat.com

صبر کرنے والوں کا صلہ

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ
وہی ان پر عنایتیں سے ان کا رب

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ
ایسے ہی لوگوں پر اپنے رب کی عنایتیں ہیں۔

وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾
اور مہربانی اور وہی وہ سیدھی راہ پر

وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾
اور مہربانی ہے اور وہی سیدھی راہ پر ہیں

صَلَوَاتٌ (عنایتیں)، اس کا واحد صلوٰۃ ہے۔ نماز کے علاوہ یہ لفظ دُعا اور رحمت و برکت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

مُهْتَدُونَ (سیدھی راہ پر) یہ لفظ ہدایت کے لئے ہے کی تشریح سبق نمبر ۹ میں گذر چکی ہے۔ مختصر یہ کہ اھتداء کے معنی ہیں راہ معلوم کرنا۔ اس پر چلنا۔ قائم رہنا یہاں تک کہ منزل مل جائے۔

اِس آیت میں ان لوگوں کو خوشخبری سنانے کا حکم ہے جنہوں نے اللہ کے احکام کو مانا اور ان پر عمل کیا۔

پہلی آیات میں یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے ایمان کی پختگی اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا امتحان لینے کے لئے اُن کی آزمائشیں ہوا کریں گی۔ انہیں طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفیں پہنچیں گی۔ دشمن کی مخالفت کا خوف ہوگا۔ سچ بولنے پر اہل غرض کی طرف سے اذیت پہنچے گی۔ مخالفین کا دباؤ ہوگا۔ قحط، فاقہ، جان و مال کا نقصان اور کھانے پینے کی چیزوں کی کمی کی تکلیف جھیلنی پڑے گی۔

ان مصائب کی وجہ سے انسان لالچ۔ حرص اور طمع میں آکر حق سے بھٹک سکتا ہے۔ اس لئے جو لوگ ان مخالفتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے اللہ کا نام اور اللہ کا دین بلند کرنے کا مقصد نہ چھوڑیں گے۔ بلکہ ثابت قدمی اور استقلال سے اس پر ڈٹے رہیں گے ہیں۔ وہ صابروں میں شامل ہوں گے۔ ایسے لوگ یہی کہیں گے کہ ہم اور ہماری ہر چیز اللہ کے لئے ہے۔ اور انجام کار اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں جد و جہد کرتے ہوئے ہمیں یا ہماری ان چیزوں کو نقصان پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا بہتر سے بہتر بدلہ دینے پر قادر ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ ان باتوں کا صلہ ضرور عطا فرمائے گا

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ایسے صبر کرنے والوں کا اجر بہت بڑا ہے۔ دُنیا و آخرت میں اُن پر ہماری خاص عنایتیں ہوں گی۔ ہم اپنی خاص نعمتیں ان پر بھیجیں گے اور ہماری مہربانی ان پر جاری رہے گی۔ اس لئے انہیں حق کے مخالفوں کی مخالفت کے خوف سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے بلکہ ان آزمائشوں میں پورا اُترنا چاہئے۔

یہ بھی بتایا گیا کہ آزمائشوں میں صبر کرنے والے سیدھی راہ پر ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ تک کامیابی کے ساتھ پہنچ جائیں گے۔

Marfat.com

حج کے مراسم

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ	اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ
بیشک صفا اور مروہ سے نشانیاں	بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے
اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ	اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ
اللہ سو جو کوئی حج کرے بیت یا عمرہ	ہیں۔ سو جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ	فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ
تو نہیں گناہ اس پر کہ طواف کرے دونوں کا	پر کچھ گناہ نہیں۔ کہ ان دونوں کا طواف کرے۔
وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ	وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ
اور جو کوئی خوشی سے کرے کچھ نیکی تو یقیناً اللہ قدردان	اور جو کوئی اپنی خوشی سے کچھ نیکی کرے تو اللہ یقیناً قدردان اور
عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾	عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾
جاننے والا	سب کچھ جاننے والا ہے

اَلصَّفَا وَالْمَرْوَةَ (صفا و مروہ) مسجد حرام کے پاس یہ دو پہاڑیاں ہیں۔ صفا دائیں طرف اور مروہ بائیں طرف ہے ان دونوں کے درمیان تقریباً سوا فرلانگ کا فاصلہ ہے۔ صفا کے لغوی معنی صاف پتھر یا خالص چٹان کے ہیں اور مروہ کے لغوی معنی سفید سفید نرم پتھر کے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کو وادی فاران میں چھوڑ گئے۔ وہ ابھی دودھ پیتے بچہ ہی تھے۔ جب ماں بیٹے کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا اور بچہ پیاس کے مارے تڑپنے لگا تو ماں انتہائی بے چینی اور بے قراری کی حالت میں انہی دو پہاڑیوں پر ادھر سے اُدھر دوڑتی تھیں تاکہ کہیں پانی کا چشمہ دکھائی دے جائے۔

شَعَآئِرِ (نشانیاں) جمع ہے شعیرہ کی۔ اس کے معنی ہیں عبادت کی مقرر جگہ یا عبادت کا طریقہ۔ حج میں جن مقرر مقامات اور جن طریقوں پر رسومِ حج ادا کی جاتی ہیں۔ وہ سب شعائر میں داخل ہیں۔

حج اسلامی عبادات میں چوتھا رکن ہے۔ ماہ ذوالحج میں مقررہ تاریخ پر مخصوص طریقہ کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت۔ قربانی طواف اور دوسرے مراسم بجالانے کو حج کہتے ہیں۔

عمرہ خانہ کعبہ کی زیارت کا ایک طریقہ جس کا ثواب حج کے برابر نہیں۔ اس کے لئے کوئی مہینہ اور تاریخ مقرر نہیں اس کے مراسم بھی مختصر ہیں۔

يَطَّوَّفَ (طواف کرے) یہ لفظ طوف سے بنا ہے جس کے معنی گھومنا اور کسی چیز کے گرد چکر لگانا ہیں۔ طواف خانہ کعبہ کے گرد چکر کاٹنے کو کہتے ہیں جو حج کے مراسم میں شامل ہے۔

ان آیات میں حج اور اس کے بعض مراسم کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ محض رسمیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نشانات ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ انسان میں نیکی کا جذبہ پیدا ہو۔ وہ گناہوں سے پاک ہو کر اللہ کے حضور میں سربسجود ہو جائے۔

Marfat.com

اللہ کی لعنت

اِنَّ - الَّذِیْنَ - یَکْتُمُوْنَ - مَآ - اَنْزَلْنَا - مِنَ
بیشک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اتارا سے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ
بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اتارے صاف

الْبَیِّنٰتِ - وَ - الْهُدٰی - مِنْ - بَعْدِ - مَا
صاف حکم اور ہدایت کی باتیں سے بعد اس کے کہ

الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا
حکم اور ہدایت کی باتیں اس کے بعد کہ ہم

بَیَّنّٰهُ - لِلنَّاسِ - فِی - الْكِتٰبِ - اُولٰٓئِكَ - یَلْعَنُهُمُ
ہم انہیں کھول چکے لوگوں کیلئے میں کتاب وہی ہیں ان پر لعنت کرتا

بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ یَلْعَنُهُمُ
انہیں لوگوں کے لئے کتاب میں کھول چکے ہیں وہی ہیں جن پر

اللّٰهُ - وَ - یَلْعَنُهُمُ - اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
ہے اللہ اور ان پر لعنت کرتے ہیں۔ لعنت کرنے والے

اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
اللہ لعنت کرتا ہے اور ان پر لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں

اَلَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ (جو لوگ چھپاتے ہیں) یہ لفظ کتمان سے نکلا ہے اس سے مراد ہے کوئی چیز جان بوجھ کر چھپائی جائے اور جہاں اس کا اظہار ضروری ہو وہاں ظاہر نہ کی جائے۔ یہاں اشارہ اہل کتاب اور تمام لوگوں کی طرف ہے جو یہ حرکت کرتے ہوں۔

الْبَیِّنٰتُ (صاف حکم) مراد ایسی نشانیاں اور حکم ہیں جو بجائے خود واضح اور روشن ہیں۔ نیز بیّنات سے مراد رسالت محمدیؐ کے دلائل بھی ہیں۔

اللّٰعِنُوْنَ (لعنت کرنے والے) لعن اس کا مادہ ہے اور لاعن اس کا واحد ہے۔ لعنت پھٹکار اور دھتکار کو کہتے ہیں شریعت کی اصطلاح میں لعنت سے مراد ہے بعد عن الرحمۃ (رحمت خداوندی سے دوری اور رحمت الٰہی سے محرومی)

پچھلے سبقوں میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ انسان کو اپنے اندر اعلیٰ خوبیاں اور بہترین اخلاق پیدا کرنے چاہئیں اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر میں مصروف رہے۔ دوسروں کو اس سیدھی راہ کے اختیار کرنے کی تلقین کرے۔ مصیبتوں اور تکلیفوں میں صبر سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو صحیح طور سے درست مقام پر استعمال کرے اور ناشکری نہ کرے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ ان حکموں کو چھپائیں گے۔ دوسروں کو تبلیغ نہیں کریں گے۔ اصل بات کی بجائے من گھڑت باتیں بیان کریں گے اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو دلائل اور پیشینگوئیاں آسمانی کتابوں میں موجود ہیں۔ اُن کو چھپائیں گے وہ لوگ ملعون ہیں۔ ان پر اللہ بھی لعنت بھیجتا ہے۔ اور اللہ کی دوسری مخلوق بھی جن میں انسان، حیوانات فرشتے اور جن وغیرہ سب شامل ہیں۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہو جاتے ہیں اور دوسرے لعنت کرنے والے اس کے حق میں لعنت کی بددُعا کرتے ہیں۔ کیونکہ جب حق کو چھپانے کا وبال نازل ہوتا ہے تو دوسری مخلوق بھی اس کے بھنور میں پھنس جاتی ہے۔

Marfat.com

توبہ کی شرائط

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَ
لیکن وہ جنہوں نے توبہ کی اور اپنے کام کو درست کیا اور

بَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ
حق بات بیان کردی۔ تو یہی ہیں میں معاف کرتا ہوں انہیں

وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۰﴾
اور میں ہوں بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَ
لیکن جنہوں نے توبہ کی اور اپنے کام کو درست کیا اور

بَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ
حق بات بیان کردی۔ یہی لوگ ہیں جنہیں میں معاف کرتا ہوں

وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۰﴾
اور میں بڑا معاف کرنیوالا نہایت مہربان ہوں

(توبہ کی) توبہ کے معنی ہیں لوٹنا یعنی کسی کام سے باز آجانا اور آیندہ کے لئے اسے ترک کر دینے کا ارادہ کر لینا۔

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی معافی کے لئے تین شرائط بیان کی ہیں۔

۱۔ توبہ یعنی گناہ کے احساس و اعتراف کے ساتھ اسے ترک کر دینے کا تہیہ کر لینا۔

۲۔ اصلاح یعنی گناہ اور خرابی سے پیدا شدہ برائیوں کی درستی کر دینا۔

۳۔ جن باتوں کو چھپا کر وہ جرم کے مرتکب ہوئے تھے انہیں بیان کر دینا یعنی تلافی مافات کرنا۔

پہلی آیات میں بیان ہوا ہے کہ یہودی اور عیسائی دُنیاوی لالچ اور حرص میں آکر اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو بدل دیا کرتے تھے یا کسی مخالفت کے ڈر سے حق بات کہنے سے ڈرتے تھے اور اصل حکم چھپاتے تھے۔ اس طرح ان کے حق چھپانے سے بہت سے لوگ گمراہ ہو جاتے، ایماندار شک و شبہ میں پڑ جاتے اور حق کی پیروی کرنے والوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پیش آتی تھیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ملعون قرار دیا۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی قدیم آسمانی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی خبر پہلے ہی سے دے دی گئی تھی لیکن جب ان لوگوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے سے انہیں دنیاوی نقصان ہوگا۔ ان کی اجارہ داری ختم ہو جائے گی اس بشارت کو چھپانا شروع کر دیا۔

ایسے گناہ گاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ انہیں سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور کر دیا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق کی لعن طعن کا بھی نشانہ بنیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ یہ ملعون بالکل ناامید نہ ہو جائیں بلکہ وہ اگر اب بھی اپنی بُری عادتوں اور حق کو چھپانے سے باز آجائیں اور آیندہ کے لئے توبہ کر لیں یعنی اپنی حالت کو درست کر لیں تو ہم نہ صرف اس کی توبہ قبول کر لیں گے بلکہ اپنی رحمت کے سائے تلے بھی آئیں گے وہ ہماری نعمتوں اور رحمتوں کے مستحق ہو جائیں گے۔

Marfat.com

کفر کی موت

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ
بیشک وہ جو کافر ہوئے اور مرگئے اور وہ

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ
بے شک جو کافر ہوئے اور وہ کافر ہی

کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ
کافر وہی ہیں جن پر لعنت اللہ

کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ
مرگئے انہی پر اللہ کی لعنت ہے۔

وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۶۱﴾
اور فرشتے اور لوگ سب

وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۶۱﴾
اور فرشتوں اور سب لوگوں کی

خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ
ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ہلکا ہوگا ان پر سے

خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ
اس میں ہمیشہ رہیں گے ان پر سے عذاب ہلکا نہ

الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾
عذاب اور نہ انہیں مہلت ملے گی

الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾
ہوگا اور نہ انہیں مہلت ملے گی

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بیان کیا گیا تھا کہ جو لوگ زندگی میں اپنے گناہوں اور بُرے کاموں سے توبہ کرلیں اُن پر نادم ہوں۔ آیندہ بُرے کام نہ کرنے کا اِرادہ کرلیں اور نیک راہ اختیار کرلیں تو ہم انہیں معاف فرمائیں گے ان کی طرف شفقت و کرم سے متوجہ ہوں گے۔ ان کی توبہ قبول فرمائیں گے اور رحمت کے سائے تلے لے آئیں گے اس ارشاد سے گنہگاروں اور بدکاروں کو گناہ چھوڑنے کی تلقین کی گئی تھی اور نیک بننے کی ترغیب دی گئی تھی جو لوگ اس رعایت سے فائدہ اُٹھائیں۔ دراصل وہی عاقبت اندیش ہیں۔

اب اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اس رعایت سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی سے غلط راہ پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے کفر کی روش اختیار کی پھر زندگی بھر اُسے چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ کبھی سیدھی اور ایمان کی راہ کی طرف نہ جھکے۔ ہمیشہ بدکاری اور گنہگاری کی زندگی بسر کی اور اسی حالتِ کُفر میں مرگئے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور دُنیا و جہاں کے تمام لوگ لعنت بھیجتے ہیں۔ یعنی وہ اللہ کی رحمت، فرشتوں کی برکت اور انسانوں کی شفقت سے دُور ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی سزا یہ ہوگی کہ وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے ان پر مسلسل اور لگاتار عذاب نازل ہوگا اور بچ نکلنے کی انہیں ہرگز مہلت نہ ملے گی۔

معافی اور سزا کے بارہ میں اسلام کی تعلیم حد درجہ فطری اور متوازن ہے۔ ایک طرف تو اسلام نے توبہ کا طریقہ بتایا کہ جب انسان کو گناہ کا احساس ہو جائے۔ وہ اس کا اعتراف کرکے اپنی اصلاح کرلے تو اسے اللہ سے معافی مل جاتی ہے۔ دوسری طرف یہ اعلان کیا جو گناہ اور سرکشی پر اصرار کرے کفر و شرک سے باز نہ آئے وہ لعنت میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

اللہ ایک ہے

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
اور تمہارا معبود معبود ایک نہیں معبود سوا

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
اور تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا

هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾
اس کے بڑا مہربان نہایت رحم والا

هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾
کوئی معبود نہیں بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا

اسلام کا سب سے اہم مسئلہ توحید کا ہے۔ اس کا ذکر قرآن میں بار بار آیا ہے۔ تمام عقائد کی جڑ اور تمام نیک کاموں کی بنیاد اسی ایمان پر قائم ہے کہ تمام انسانوں کا پروردگار، کائنات کا مالک، عبادت کا مستحق اور قیامت کے دن حساب لینے والا فقط ایک خدا ہے۔ وہی انسان، گناہ، بدکاریاں اور خرابیاں کرتا ہے جسے نہ تو اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ اور برتر ہستی کے وجود کا یقین ہو اور نہ اس کی قوت و طاقت پر اور نہ حساب کے دن پر۔

اہل کتاب اور مشرک قوموں میں جس قدر گمراہی جاہلیت، تاریک خیالی اور وہم پرستی موجود تھی۔ اسے دور کرنے کے لئے اسلام نے توحید خداوندی کا عظیم ترین عقیدہ پیش کیا اور بتایا کہ انسان کی ہر ضرورت کو پوری کرنے والا اکیلا خدا ہے آڑے وقت اس کی مدد کرنے والا، نعمتیں دے کر اس کا امتحان کرنے والا روزی مہیا کرنے والا اور پھر اپنی رحمت سے گناہ معاف کر دینے والا وہی خدا ہے۔ اس لئے وہی عبادت کے لائق ہے۔ ہر وقت اسی کو پکارنا چاہئے۔ اسے ہی اپنا مالک اور آقا سمجھنا چاہئے۔ آخرت میں اس کے حضور جواب دہی اور حساب کتاب کا احساس رکھنا چاہئے۔

عقیدۂ توحید ہی ایسا عقیدہ ہے، جو ہمیں سیدھی راہ اختیار کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اس عقیدہ پر کاربند ہونے سے ہمیں ہر وقت اس کا فکر لگ جاتا ہے کہ کہیں اصل راہ سے بھٹک نہ جائیں۔ دوسروں کے ساتھ بدمعاملگی سے پیش نہ آئیں جس طرح اللہ تعالیٰ ہم پر مہربان ہے۔ اسی طرح ہم بھی اس کی مخلوق کے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آئیں۔

اس آیت سے دو باتیں خاص طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اطاعت و فرمانبرداری اور عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے۔ اس کے سوا انسان کا سر کسی کے سامنے نہیں جھکنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات سراپا لطف و کرم ہے۔ وہ جبار اور قہار ضرور ہے۔ لیکن اس کی رحمت تمام چیزوں پر حاوی ہے انسان کو اس کی رحمت سے کبھی مایوس اور نا امید نہیں ہونا چاہئے۔

مشکلات کیسی ہی بڑی ہوں۔ مقابلہ کتنا ہی زوروں کا ہو۔ اگر ہم حق پر ہیں تو وہ ضرور ہماری مدد کرے گا۔ ہمیں کبھی اپنے در سے محروم نہ کرے گا۔

Marfat.com

اللہ کے نشانات

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ
بیشک میں پیدا کرنا آسمان اور زمین اور
اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ
بدلنا رات اور دن اور کشتیاں جو
تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ
چلتی ہیں میں دریا ساتھ اس کے کام کی چیزیں لوگ اور
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا
جو اتارا اللہ سے آسمان سے پانی پھر زندہ کیا
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ
اس سے زمین پیچھے اس کی موت اور پھیلائے
فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَّ تَصْرِیْفِ
اس میں سے تمام جانور اور بدلنا
الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ
ہوائیں اور بادل تابع درمیان
السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ
آسمان اور زمین نشانیاں لوگ
یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾
عقلمند

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ
بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور
اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ
رات اور دن کے بدلتے رہنے اور کشتیوں میں جو
تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ
دریا میں چلتی ہیں لوگوں کے کام کی چیزیں لے کر اور
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا
پانی میں جسے اللہ نے آسمان سے اتارا پھر اس
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ
زمین کو زندہ کیا اس کے مرے پیچھے اور اس میں
فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَّ تَصْرِیْفِ
سب قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کے
الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ
بدلنے میں اور بادل میں جو اس کے
السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ
حکم کا تابع ہے۔ زمین اور آسمان کے درمیان بیشک ان سب چیزوں
یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾
میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت اور قدرت کی بے شمار نشانیاں بیان فرمائی ہیں تاکہ انسان ان پر غور کرے اور اس کی الوہیت اور برتری کا اعتراف کرے۔

زمین و آسمان کی پیدائش۔ دن رات کا چکر۔ دریا اور سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا۔ آسمان سے بارش کا اترنا۔ بارش سے مردہ زمین میں جان پڑ جانا۔ زمین میں جانوروں کا پھیلنا۔ ہواؤں اور بادلوں کا زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی قوتوں اور قدرتوں کا نشان نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر ان پر عقل والے غور کر سکتے ہیں۔ نادان کسی چیز سے سبق نہیں لیتے۔

Marfat.com

غیر اللہ سے محبت

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ
اور بعض لوگ جو بناتے ہیں سے دوسرے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ
اور بعض وہ لوگ ہیں جو بناتے ہیں اوروں کو اللہ کے

اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ
اللہ برابر ان کی محبت رکھتے ہیں جیسے محبت اللہ

اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ
برابر ان کی ایسی محبت رکھتے ہیں۔ جیسی اللہ کی محبت

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ
اور جو لوگ ایمان لائے زیادہ تر محبت اللہ کی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ
اور مومنوں کو اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہے

اَنْدَاد (برابر) یہ لفظ ند سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں مثل یا مقابل۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بت، مورتیاں اور دیوتا وغیرہ یا رئیس اور پیشوا۔ یا کوئی اور شے اللہ تعالیٰ کے سوا دل میں جگہ حاصل کرلے اور اس کی محبت دل پر غالب آجائے۔

اس سے پہلے کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت، رحمانیت اور رحیمیت بیان کرنے کے بعد بتایا کہ انسان کی ضروریات کے لئے ہم نے ساری کائنات پیدا کی۔ مثلاً زمین، آسمان، رات، دن۔ کشتیاں، بارش، زمین کی پیداوار۔ مویشی، چوپائے، ہوائیں اور بادل وغیرہ۔ انسان ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اپنی ضروریات پوری کرتا ہے اور آرام سے زندگی گذارتا ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ ان نعمتوں کو پانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔

افسوس! انسانوں میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو شکر ادا کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ اس کی نعمتیں کسی دوسرے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ انہیں اپنے معبود بناتے ہیں۔ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور ان سے ایسی محبت اور عقیدت ظاہر کرتے ہیں جیسی کہ اللہ تعالیٰ سے رکھنی چاہئے تھی۔ اس آیت میں انہی لوگوں کا ذکر ہے۔

بعض نادان اور ناعاقبت اندیش لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے بتوں، دیوتاؤں اور پیشواؤں کو شریک ٹھہراتے ہیں انہیں قدرت والا سمجھتے ہیں۔ مثلاً عیسائی اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ کی عبادت کرتے ہیں۔ جاپان والے اپنے بادشاہ کو خدائی خاندان سے سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب خالق و مالک اسی کی ذات ہے۔ معبود وہی ہے تو محبت بھی اسی کی ہونی چاہئے۔ ایک مومن کامل کی نشانی یہی ہے کہ وہ سب سے زیادہ اللہ کو محبوب رکھے۔ اپنے دل میں اس کی محبت سب سے زیادہ مضبوط کرے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

مومن وہ ہے جس کی دشمنی اور دوستی اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ جسے اللہ چاہے۔ وہ اسے دوست رکھتا ہے اور جس سے اللہ ناراض ہو اسے دشمن سمجھتا ہے۔

Marfat.com

تمام قوت اللہ کیلئے ہے

وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ
اور اگر دیکھ لیں یہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا جب

يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ
دیکھیں گے عذاب کہ قوت

لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ
اللہ کے لئے ساری اور کہ اللہ

شَدِيدُ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾
سخت عذاب

وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ
اور اگر یہ ظالم دیکھ لیں اس وقت کو جب

يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ
کہ عذاب دیکھیں گے کہ ساری قوت

لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ
اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ اللہ کا

شَدِيدُ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾
عذاب سخت ہے

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے واحد ہونے، کائنات کا خالق ہونے اور مومنوں کا رتبہ بتانے کے بعد اپنی قوت اور طاقت کا پتہ دیا اور فرمایا کہ کافر اور مشرک اپنی کم عقلی، جہالت اور ناعاقبت اندیشی کے سبب مختلف چیزوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں انہیں اپنی حاجتوں کا پورا کرنے والا سمجھتے ہیں۔ مصیبت کے وقت مدد کرنے والا خیال کرتے ہیں اور عبادت کے صلہ میں انعامات کی بارش کرنے والا گمان کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ یہ چیزیں قوتوں کی مالک ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کاش! یہ منکرین حق اور اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے اس عذاب کو دیکھ لیتے جو ہم قیامت کے دن ان پر نازل کریں گے جسے دیکھ کر یہ فوراً کہہ اٹھیں گے کہ ہر قسم کی قوت وطاقت۔ عظمت و قدرت اور اختیار و اقتدار صرف اللہ کے لئے ہے کسی کو اس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں۔ اس کے سوا کوئی دوسری ہستی کسی کی مدد نہیں کر سکتی اور ہر چیز اس کے آگے عاجز ہے۔ اس روز نہ کسی کا مال و اسباب کچھ اس کے کام آئے گا اور نہ عزیز و قریب ساتھ دے سکیں گے ہر شخص اپنے محرم بھائی بند ماں باپ بیوی بچوں، یار دوستوں اور عزیزوں سے دور بھاگے گا تاکہ کہیں ان کا وبال اس کے اوپر نہ آپڑے۔ اس روز مشرک لوگ اپنے ان باطل معبودوں اور جھوٹے شریکوں کو بھول جائیں گے اور الامان الامان پکاریں گے۔

دنیاوی زندگی میں انسان پر طرح طرح کی مصیبتیں اور آزمائشیں نازل ہوتی ہیں۔ اسے اپنی عقل سے کام لے کر یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ان سے سبق حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جانا چاہئے۔

احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس عاجزی اور نیازمندی کو توبہ و استغفار اور دعا کو عبادت کی جان بتلایا گیا ہے فرمایا:۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (دعا عبادت کا مغز ہے)

Marfat.com

مُشرکوں کی بے بسی

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ
جب بیزار ہو جائیں وہ پیروی کی گئی سے جنہوں نے

اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ
پیروی کی اور دیکھیں گے عذاب اور کٹ جائیں گے

بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ
ان سے اسباب اور کہیں گے وہ جو

اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ
پیروکار کاش کہ ہمارے لئے لوٹ جانا پھر ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے

كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ
جیسے یہ بیزار ہوئے ہم سے اس طرح انہیں دکھائے گا

اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ
اللہ ان کے کام حسرت ان پر

وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾
اور نہیں وہ نکلنے والے سے آگ

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ
جب وہ جن کی پیروی کی گئی تھی ان سے بیزار ہو جائیں گے

اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ
جنہوں نے پیروی کی تھی اور وہ عذاب دیکھ لیں گے اور ان سے

بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ
سب اسباب کٹ جائیں گے۔ اور پیروکار کہیں گے

اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ
کاش ایسا ہوتا کہ ہمیں دنیا کی طرف لوٹ کر جانا مل جاتا تو پھر ہم بھی

كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ
ان سے بیزار ہو جاتے جیسے یہ ہم سے بیزار ہو گئے اسی طرح پر

اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ
اللہ انہیں دکھلائے گا۔ ان کے کام حسرت دلانے کے لئے

وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾
اور وہ آگ سے ہرگز نکلنے والے نہیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے ایک ہولناک منظر کا بیان فرمایا ہے۔ کاش! غلط کار مشرک آج اس پر غور کر کے عبرت پکڑ لیں اور بے راہ روی سے باز آجائیں۔

اس دن جھوٹے مرشد جنہوں نے دنیا میں نادان عوام کو اپنے پیچھے لگا رکھا تھا۔ ان لوگوں کو چھوڑ دیں گے جنہوں نے دنیا میں ان کی پیروی کی تھی اور ان کے پیچھے لگ کر راہ حق چھوڑ بیٹھے تھے۔ یہ گھڑی ان نادان پیروکار مریدوں کے لئے بڑی بھیانک ہو گی کہ ان کے مرشد جواب دے چکے ہوں گے۔ اسباب کٹ گئے ہوں گے اور عذاب سامنے نظر آرہا ہو گا۔

نادان مُرید کہیں گے کہ کاش! دنیا میں ایک بار جانا نصیب ہو اور ہم ان مکار مرشدوں سے اسی طرح بیزاری اختیار کریں مگر اب کچھ نہ ہو سکے گا۔ عمل ایک حسرت کا دفتر بن کر ان کے سامنے ہوں گے اور جہنم کی آگ سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہو گی۔

اَلَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا (جن کی پیروی کی گئی) اتباع اس کا مصدر ہے جس کے معنی پیروی کرنا ہیں۔ مراد مرشد جن کی پیروی کی جاتی ہو۔

اَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا (جنہوں نے پیروی کی یعنی وہ پیروکار اور مرید جنہوں نے پیروی کی ہو۔

Marfat.com

حلال وطیّب غذا

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ
اے لوگو کھاؤ میں سے جو میں زمین

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ
اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے کھاؤ

حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ
حلال پاک اور نہ پیروی کرو قدم

حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ
حلال پاکیزہ اور پیروی نہ کرو شیطان کے قدموں

الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾
شیطان بیشک وہ تمہارا دشمن کھلا

الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾
کی۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے حلال و حرام کے فرق کو بیان فرمایا ہے اور کھانے پینے کی چیزوں میں دو شرطیں ضروری قرار دی ہیں (۱) حلال ہونا (۲) طیّب ہونا۔

حَلَالًا :۔ اس چیز کو کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممنوع نہ ہو۔ شریعت نے اسے جائز کہا ہے۔ حرام اور ناپسندیدہ نہ قرار دیا ہو۔ مثلاً پانی، سبزیاں، گوشت، دالیں وغیرہ۔

طَيِّبًا :۔ پاکیزہ! وہ چیز جو حلال ہو۔ ساتھ ہی نجاست اور گندگی سے پاک ہو۔

غذا کے اندر اسلام نے حلال وطیّب کی دو شرائط لگا کر ایک بہت بڑی خوبی پیدا کی ہے۔ ان اصولوں کی بنا پر ہر وہ شے جو پاکیزہ نہیں۔ روح و جسم کے لیئے مضر ہے یا جائز طور پر حاصل نہیں کی گئی ہے۔ اس کا کھانا پینا اور استعمال کرنا ممنوع ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکیزگی کا اس قدر خیال رکھا کہ وہ چیزیں جن کی بو عام طور پر طبیعت پر گراں گذرتی ہے، مکروہ قرار دیں اور انہیں کھا کر مسجد میں آنے کو ناپسندیدہ بیان کیا تاکہ ساتھی نمازیوں کی طبیعت پر گراں نہ گذرے۔

عربوں نے بعض چیزیں از خود حرام قرار دے رکھی تھیں مثلاً بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور اور اس طرح بعض دوسری غذائیں۔ نیز انہوں نے بعض حرام چیزوں کو شیر مادر کی طرح استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسلام نے اس بات کو روکا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے "جس شخص کا کھانا حرام کا۔ لباس حرام کا۔ غذا حرام کی ہو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جو لوگ حلال وطیّب کی پروا نہیں کرتے وہ شیطان کی پیروی کرتے ہیں اور شیطان انسانوں کا کھلا دشمن ہے۔ وہ کبھی انسان کی خیر خواہی نہیں کرتا۔

Marfat.com

بُرائی اور بے حیائی

اِنَّمَا - يَاْمُرُكُمْ - بِالسُّوْٓءِ - وَ - الْفَحْشَآءِ	اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ
وہ تمہیں حکم کرے گا برائی سے اور بے حیائی	وہ تمہیں یہی حکم کرے گا کہ برے کام اور بے حیائی
وَ - اَنْ - تَقُوْلُوْا - عَلَى - اللّٰهِ - مَا	وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا
اور کہ جھوٹ لگاؤ پر اللہ جو	کرو اور اللہ پر جھوٹ لگاؤ وہ باتیں جنہیں
لَا - تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾	لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾
نہیں تم جانتے	تم نہیں جانتے

اَلسُّوْٓءُ (بُرائی) وہ چیز جو عقلاً اور شرعاً بُری ہو۔

اَلْفَحْشَآءُ (بے حیائی) وہ جسے اخلاق اور ادب نے ناپسندیدہ ٹھہرایا ہے۔ لفظ فحش اور فاحشہ اسی سے ہیں۔

اس آیت میں شیطان کی دو خصوصیتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ ہمیشہ انسان کو بُرائی اور بے حیائی سکھاتا ہے۔ اس سے کبھی بھی انسان کو فائدہ کی اُمید نہیں رکھنی چاہئے بلکہ اس کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ سراسر بُرائی، گندگی، بے حیائی، گمراہی اور ناپاکی میں آلودہ ہے اور دوسروں کو بھی آلودہ رکھنا چاہتا ہے۔ ہر لحظہ کسی نہ کسی شرارت، فساد، فتنہ اور گڑبڑ پر اُکساتا ہے اور نیکی میں روڑے اٹکاتا ہے۔ ایسی تمام خواہشیں اور کام جو انسانی برادری اور خود انسانیت کے لیئے مہلک ہیں وہ سب بُرائی اور بے حیائی میں آ جاتے ہیں۔ سوسائٹی کے امن و امان کو خراب کرنا۔ باہمی اخوت اور برادری میں تفریق پیدا کرنا۔ اتحاد اور تعاون کی جڑ اُکھاڑنا۔ بندوں کے حق پورے نہ کرنا۔ غرض تمام شر و فساد پھیلانے والے کام شیطانی ہیں۔

شیطان کا دوسرا کام یہ ہے کہ وہ انسان کو ترغیب دیتا ہے کہ اپنے پاس سے من گھڑت باتیں بتایا کرے اور ظاہر یہ کرے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ ہرگز ان باتوں کا حکم نہیں دیتا۔ لیکن شیطان کی پیروی کرنے والے لوگ مال کی حرص، دنیاوی طمع، عارضی فائدے اور ناپائدار چیزوں کو حاصل کرنے کی خاطر یہ سب کچھ کر گزرتے ہیں۔

یہودی علماء میں یہ مرض عام ہو گیا تھا۔ وہ لوگ عوام کو دھوکہ دینے کے لیئے اپنے مفید مطلب باتیں کہہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُن کے دین کی جڑیں کھوکھلی ہو گئیں اور وہ آئندہ کے لیئے ناکام ہو گئے۔

ہمیں اس آیت سے سبق سیکھنا چاہئے کہ نہ بدی اور بے حیائی میں حصہ لیں۔ نہ جھوٹے مسائل گھڑ کر لوگوں کو سنائیں کیونکہ یہ دونوں کام شیطانی ہیں۔

Marfat.com

اندھی تقلید

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ
اور جب کہا جاتا ہے ان سے تابعداری کرو جو
اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ
نازل فرمایا اللہ کہتے ہیں بلکہ ہم تابعداری کرینگے
مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ
جو ہم نے دیکھا اس پہ اپنے باپ دادا بھلا اگرچہ ہوں
اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا
ان کے باپ دادا نہ سمجھتے ہوں کچھ اور نہ
يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾
سیدھی راہ جانتے ہوں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ
اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو
اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ
اللہ نے نازل فرمایا تو کہتے ہیں ہم تو اس کی تابعداری کرینگے
مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ
جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگرچہ ان کے
اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا
باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ
يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾
سیدھی راہ جانتے ہوں

اس آیت میں وہم پرستوں کی ایک عادت کا بیان ہے یعنی جب ان لوگوں سے کہا جائے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اس کے حکم اور قانون کی پیروی کرو۔ اس کے حکموں کے مطابق دولت کماؤ۔ اس کے حکموں کے مطابق دولت خرچ کرو۔ معاملات میں، لین دین میں، خرید و فروخت میں، بیاہ شادی میں، نکاح و طلاق میں اسی کی دی ہوئی شریعت کے مطابق عمل کرو۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا اور اپنے بڑوں کی رسموں اور خاندانی روایات کا لحاظ کریں گے۔ ہم تو ان راستوں پر چلیں گے جن پر ہم نے اپنے بڑے بوڑھوں کو چلتے دیکھا۔ گویا اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ کر یہ لوگ اپنے بڑوں کی روایات کو مانتے ہیں۔ ان کی رسموں کو مقدم سمجھتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی شریعت سے زیادہ اہمیت اور وقعت دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اپنے بڑوں کی اندھا دھند پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ممکن ہے کہ اُن کے باپ دادا کو کوئی سمجھ بوجھ نہ ہو۔ وہ گمراہی میں بھٹک رہے ہوں۔ سیدھی راہ سے بالکل ہٹے ہوئے ہوں۔ لہٰذا ایسے باپ دادا کی اندھی پیروی سے یہ لوگ ضرور تباہی اور بربادی میں جا گریں گے۔ علامہ اقبال نے اس تصوّر کو شاعرانہ انداز میں یوں بیان کیا ہے ؎

آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

Marfat.com

اندھی تقلید کی مثال

وَ۔ مَثَلُ۔ الَّذِیْنَ۔ کَفَرُوْا۔ کَمَثَلِ۔ الَّذِیْ
اور مثال وہ لوگ جو کافر ایسی ہے کوئی شخص
یَنْعِقُ۔ بِمَا۔ لَا۔ یَسْمَعُ۔ اِلَّا۔ دُعَآءً۔ وَّ۔ نِدَآءً ؕ
پکارے ایک چیز کو جو اور نہ سنے سوا پکارنا اور چلانا
صُمٌّۢ۔ بُکْمٌ۔ عُمْیٌ۔ فَھُمْ۔ لَا۔ یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾
بہرے گونگے اندھے سو وہ نہیں سمجھتے

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَمَثَلِ الَّذِیْ
اور ان کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص
یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ
ایک چیز کو پکارے جسے سوا پکارنے اور چلانے کے
صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾
کچھ نہ سنے وہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتے

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کافروں کی مثال ان جانوروں جیسی ہے جنہیں چرواہا پکارتا ہے۔ جانور اس کی آواز کو سنتا ضرور ہے۔ لیکن سمجھتا کچھ نہیں۔ چرواہا بیٹھے راگ الاپتا ہو یا بُرا بھلا کہہ رہا ہو۔ جانور کو سوائے چیخ و پکار کے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ یہاں پکارنے والے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور کفار کو جانوروں سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تو ضرور سنتے ہیں لیکن اس میں غور و فکر نہیں کرتے کہ اس آواز میں ان کے لئے کیا کچھ ہے اور انہیں اس آواز کے جواب میں کیا کرنا ہے۔

دعوتِ حق کو قبول نہ کرنے والے گویا بہرے ہیں کہ حق کی آواز ان کے کانوں سے داخل ہو کر دل پر اثر نہیں کرتی۔ وہ سُنی بات کو اَن سُنی کر دیتے ہیں۔ وہ گونگے ہیں کہ حق کو سُنتے اور سمجھتے ہیں لیکن زبان سے اس کا اعتراف نہیں کرتے۔ اگر دل مان بھی لے پھر بھی اقرار نہیں کرتے اور دوسروں تک حق کا پیغام نہیں پہنچاتے۔ وہ اندھے ہیں کہ راہ حق کو نہیں دیکھتے۔ آنکھیں ہونے کے باوجود انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ اگر ان طاقتوں کا استعمال حق کے لیئے نہ ہو اور حق کی راہ میں کام نہ آئیں تو ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیونکہ جس ہستی نے انسان کو طاقتیں بخشی ہیں اگر یہ اسی کے احکام کے مطابق کام نہ کریں۔ انسان کو اس کے حقیقی مالک کا راستہ نہ دکھائیں۔ ان سے ملنے کا طریقہ نہ بتائیں تو ان کے ہونے کا کیا فائدہ؟

مثال کے طور پر کسی کے پاس کھانے کی چیز موجود ہو اور اسے کام میں نہ لائے تو کہا جائے گا کہ اس شخص کے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔ یا کسی آدمی کے پاس روپے پیسے کے ڈھیر ہوں لیکن وہ انہیں خرچ نہ کرتا ہو بلکہ انہیں گن گن کر سنبھال کر رکھتا ہو تو یہی کہا جائے گا کہ یہ دولت نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہی حال ان کفار کا ہے کہ ان کے پاس کان۔ زبان۔ آنکھیں موجود ہیں لیکن ان سے وہ کام نہیں لیتے جو لینا چاہئے۔

Marfat.com

حرام غذائیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ
اے لوگو ایمان والے کھاؤ سے پاک چیزیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ
اے ایمان والوں کھاؤ ان پاکیزہ میں سے جو

مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ
جو ہم نے تمہیں روزی دی اور شکر کرو اللہ اگر

مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ
ہم نے تمہیں دیں اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر تم اسی

كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ
تم ہو اسی کے بندے بے شک حرام کیا

كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ
کے بندے ہو۔ اس نے تم پر حرام

عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ
تم پر مردہ جانور اور لہو اور گوشت سور

عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ
کیا ہے مردہ جانور اور لہو اور سور کا گوشت

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ
ور جو لیا جائے اس پر سوا اللہ

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ
اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور فرمایا ہے کہ ہم نے بے شمار پاکیزہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ انہیں کھائے اور اپنی طرف سے اُن پر کوئی پابندی نہ لگائے۔ اللہ تعالیٰ کی صحیح بندگی کا تقاضا تو یہی ہے کہ انسان اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو۔ اس کا شکر ادا کرے اور کسی دوسری ہستی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے اس کے بعد چند حرام اشیاء کا ذکر ہے۔

الْمَيْتَةُ (مُردہ جانور) یعنی ایسا جانور جو از خود مر جائے۔ یا ہلاک تو کیا گیا ہو لیکن اسے شریعت کے مطابق ذبح نہ کیا گیا ہو۔ اسی طرح اگر زندہ جانور کے جسم سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیا جائے تو وہ بھی مُردار ہی شمار ہوگا۔ دو جانور ایسے ہیں جو حدیث کی رو سے ذبح کرنے کے بغیر بھی جائز ہیں۔ ایک مچھلی دوسرے ٹڈی۔

مُردار کے علاوہ حرام اشیاء میں دَم (خون)، سور کا گوشت اور وہ جانور بھی شامل ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے۔

لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ (سور کا گوشت) قرآن مجید میں سور کی حرمت کا ذکر واضح لفظوں میں موجود ہے۔ تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سور سب سے زیادہ بے غیرت جانور ہے اور اس کا گوشت متعدد اخلاقی اور جسمانی مضر اثرات رکھتا ہے۔ سور کا گوشت کھانے والی اقوام اس کا زندہ ثبوت ہے۔

مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے) یعنی کسی اور کے نام پر ذبح کیا جائے یا بھینٹ چڑھایا جائے۔ اُهِلَّ کے لفظی معنی آواز بلند کرنا اور پکارنا ہیں۔

Marfat.com

مجبوری کی صورتیں

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ
پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ نافرمانی کرے اور نہ زیادتی

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
تو نہیں گناہ اس پر بیشک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ (۱۷۳)
مہربان

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ
پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بڑا بخشنے والا

رَّحِيْمٌ (۱۷۳)
نہایت مہربان ہے۔

اَضْطُرَّ (بے اختیار ہو جائے) ضرورت اسی کے مادہ سے نکلا ہے۔ اس کا مصدر اِضْطِرَارٌ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایسی مجبوری میں پھنس جائے کہ جان پر آ بنے تو ایسی مجبوری کے وقت حرام غذا صرف اس حد تک کھانے کی اجازت ہے جس سے جان بچ سکے۔ مثلاً کھانا میسر نہ ہو اور جان نکلنے کی نوبت آ جائے اور حرام شے کے سوا کوئی چیز نہ ملے یا تنگدستی کی وجہ سے حلال غذا میسر نہ آتی ہو یا کسی مرض میں ماہر طبیب کے مشورے پر حرام شے کا استعمال ضروری ہو۔ صرف ان صورتوں میں اس حد تک حرام شے کے استعمال کی اجازت ہے جس سے جان بچ سکے۔

غَيْرَ بَاغٍ (نافرمانی نہ کرے) غَيْرَ بَاغٍ کا مطلب یہ ہے کہ حرام غذا کھانے والے کی نیت اور ارادہ نافرمانی اور قانون شکنی کا نہ ہو۔ صرف جان بچانا مقصود ہو۔ چونکہ جان بچانا بھی اسی کا حکم ہے۔

لَا عَادٍ (زیادتی نہ کرنے والا) یعنی شریعت کی حدود سے بڑھنے والا نہ ہو۔ اگر مجبوری کے عالم میں کھانے لگے تو زیادہ نہ کھائے بلکہ صرف اتنا کھائے جس سے بس صرف جان بچ جائے۔

غَفُوْرٌ (بخشنے والا) یعنی ایسی بخشش والا کہ بعض حالات میں گناہوں پر سزا نہیں دیتا بلکہ گناہ بھی باقی نہیں رہنے دیتا۔ مثلاً مجبوری میں بقدر ضرورت حرام شے کے استعمال پر بندش نہیں کرتا اور سزا نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال شفقت اور مہربانی سے کام لے کر ان حرام چیزوں کو بھی بعض بعض حالات میں حلال کر دیا ہے۔ اس کے لیئے شرط یہ ہے کہ انسان کسی وجہ سے ان کے استعمال پر مجبور ہو جائے کہ اس کے بغیر جان نہ بچتی ہو اور دوسری یہ کہ وہ اس وقت حرام چیز محض لذت حاصل کرنے کے لئے نہ کھائے بلکہ بقدر ضرورت ہو جس سے بس زندہ رہ سکے۔ جان بچانا صرف فرض ہے۔

مجبوری کی حالت میں ان چیزوں کو نہ کھانا گناہ بھی ہے۔ کیونکہ جان بچانا اولین فرض ہے۔ ایسے موقعوں پر غذا نہ کھانا خودکشی کے برابر ہے اور ظاہر ہے کہ خودکشی حرام ہے۔

ہمیں چاہئے کہ اوّل تو ان حرام چیزوں سے کلی پرہیز کریں اور اگر ان کے استعمال پر مجبور ہو جائیں تو نیت نیک رکھیں اور کم سے کم مقدار استعمال کریں۔

Marfat.com

بُرے عالموں کی سزا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ
بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کیا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ
بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ اللہ

اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ
اللہ سے کتاب اور لیتے ہیں اس پر

اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ
نے کتاب نازل کی اور اس پر تھوڑا سا

ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ
مول تھوڑا وہ نہیں بھرتے

ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ
مول لیتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں

فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ
میں اپنے پیٹ مگر آگ

فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ
نہیں بھرتے مگر آگ۔

ثَمَنًا قَلِيلًا (تھوڑا سا مول) آخرت کے فوائد اور اجر و ثواب کے مقابلہ میں دنیا کے فائدے خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں بے حقیقت اور تھوڑے ہیں۔ یہاں ثَمَنًا قَلِيلًا سے یہی مراد ہے۔

قرآن مجید نے نہایت وضاحت کے ساتھ ان تمام چیزوں پر روشنی ڈال دی جو انسان کے لیے حلال ہیں اور ان چیزوں کی بھی وضاحت کر دی جو نوع انسانی کے لیے حرام ہیں۔ یہ تمام قوانین اس لئے نازل کئے گئے کہ لوگ ان سے رہنمائی حاصل کریں، اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے حکموں کی تعمیل کریں۔ ہر شخص تک ان سچے اور اٹل حکموں کو پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اپنے آپ کو ان کی روشنی میں سنوار سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی شریعت میں بھی ایسے حکم اور ممنوعات شامل کئے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ قوم سیدھی راہ پہچان لے لیکن ہوا یہ کہ ایک گروہ مذہب کا ٹھیکیدار بن گیا اور یہ گروہ احبار و رہبان (علماء) کا طبقہ سمجھا جانے لگا۔ توریت کی تشریح اور تفسیر کرنا اس گروہ نے اپنی ٹھیکیداری سمجھ لیا۔ پھر دنیاوی طمع میں آکر لوگوں کو اپنے مفید مطلب مسئلے بتانے لگے اور چند ٹکے لے کر اصل احکام کو اُلٹ پھیر کر اور ادل بدل کر لوگوں کی مرضی کے مطابق باتیں کہنی شروع کر دیں۔ اس طرح احکام کا مقصد ہی فوت ہو گیا۔ یہ طبقہ خود بھی راہ راست سے ہٹا اور اس گروہ نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

اس آیت میں ان کی یہ سزا بتائی گئی ہے کہ وہ اس جرم کے مرتکب ہو کر آگ کھا رہے ہیں جیسے کسی نہایت لذیذ کھانے میں زہر ملا ہوا ہو۔ تو ویسے ظاہری طور پر تو اس کی لذت بہت ہو گی، لیکن پیٹ میں جانے کے بعد وہ آگ لگا دے گا اسی طرح یہ لوگ دنیاوی طمع میں آکر آخرت برباد کر رہے ہیں۔ اگرچہ بظاہر ان کی زندگی بہت ٹھاٹھ اور آرام سے گذر رہی ہے۔ لوگ ان کی عزت کرتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کا انجام بہت ہولناک ہو گا۔

Marfat.com

مزید سزائیں

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اور نہ اس سے بات کریگا۔ اللہ دن قیامت

وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے عذاب

اَلِيمٌ ﴿۱۷۴﴾
دردناک

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اور قیامت کے دن اللہ ان سے بات نہ کرے گا

وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے

اَلِيمٌ ﴿۱۷۴﴾
دردناک عذاب ہے۔

پچھلے سبق میں اُن عالموں کا ذکر کیا گیا تھا جو حق کو چھپاتے ہیں۔ اللہ کے احکام کو بدل کر اپنی یا دوسروں کی مرضی کے مطابق پیش کرتے ہیں۔ عارضی فائدوں اور دنیاوی لالچ میں آکر سیدھی راہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اُن کا انجام یہ بتایا گیا تھا کہ مال و دولت نہیں بلکہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ اب ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مزید تین سزائیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ اوّل یہ کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے خطاب نہیں کرے گا۔ اس طرح یہ بُرے علماء اللہ کی رحمت اور شفقت سے محروم رہیں گے۔ خالقِ کائنات اور قیامت کے دن کا مالک ان کی طرف سے رُخ پھیر لے گا۔ یہ اس کی رحمت سے محرومی اور غصّے کا اظہار ہوگا

۲۔ وہ گناہوں سے کبھی پاک نہیں ہوسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈالے گا اور انہیں تزکیہ و اصلاح میسّر نہ ہوگی۔ بعض اور گنہ گاروں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کام لے کر سزا دینے کے بعد معاف فرما دے گا اور پاک کر دے گا۔ لیکن یہ بُرے عالم ہمیشہ دوزخ میں پڑے سڑتے رہیں گے۔ نہ ان کے گناہ جھڑیں گے نہ وہ پاک ہوں گے اور نہ جنت میں داخل ہوسکیں گے۔

۳۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی اور روحانی بھی اور اس مصیبت سے انہیں کبھی نجات نہ ملے گی۔ اللہ اس عذاب سے بچائے۔

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حق بات کو چھپانا، سچ کو ظاہر نہ کرنا۔ سچ باتوں کی غلط تعبیر کرنا اور اللہ کے احکام کو غلط رنگ میں ظاہر کرنا کتنا بڑا جرم ہے جس کی اتنی بڑی سزائیں ہیں۔ یہ اس لئے اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے قوم کی قوم تباہ ہو جاتی ہے اور سیدھی راہ سے ہٹ کر گمراہی کے تاریک گڑھے میں جا گرتی ہے اگر ایک طرف حق گوئی اور بے باکی سب سے اعلیٰ صفات ہیں تو دوسری طرف روباہی اور مداہنت (حق کو چھپانا) بدترین اخلاقی جرم ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ظالم حکمران کے سامنے حق بات بیان کرنے کو جہاد سے تعبیر فرمایا ہے۔

Marfat.com

گھاٹے والا سودا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى
یہی ہیں جنہوں نے خریدا گمراہی کو ہدایت کے بدلے

وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ
اور عذاب بخشش کے بدلے کس قدر وہ صبر کرنے والے

عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ
ہیں اوپر دوزخ یہ اس لئے کہ اللہ اتاری

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا
کتاب حق کے ساتھ اور یہ جنہوں نے اختلاف کیا

فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع
میں کتاب میں ضد دور

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى
یہی ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی

وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ
اور بخشش کے بدلے عذاب، سو وہ کس قدر صبر کرنے والے

عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ
ہیں دوزخ پر یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے کتاب حق

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا
کے ساتھ اتاری۔ اور جن لوگوں نے کتاب

فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع ۲۱ ع ۵ ۴ ۵
میں اختلاف کیا۔ وہ دور ضد میں جا پڑے ہیں۔

اس آیت میں سچائی کے چھپانے اور چند ٹکوں پر دین کے بیچنے والے لوگوں کے سودے کی حقیقت بیان کی گئی ہے وہ خود تو یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حق بیچ کر مال و دولت اکٹھا کر لیا۔ دنیا کما لی۔ عیش کا سامان اکٹھا کر لیا اور بڑا اچھا سودا کیا۔ لیکن قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ اس سودے میں انہوں نے سب کچھ کھو دیا۔ انہوں نے ہدایت کو قربان کر کے گمراہی خریدی ہے۔ راہ راست کو بھلا کر کج روی اختیار کی ہے۔ روشنی چھوڑ کر تاریکی میں پناہ لی ہے۔ ایمان ترک کر کے گمراہی کو ترجیح دی ہے۔ آخرت کی بجائے دنیا کو پسند کیا ہے۔ اس سے زیادہ خسارے اور نقصان والا سودا اور کون سا ہو گا۔ ان لوگوں نے عارضی فائدوں کو حاصل کیا ہے اور ہمیشہ کے آرام حاصل کرنے کی کوئی پروا نہیں کی۔

سچی بات کو چھپانا۔ اللہ کے احکام کو غلط رنگ دینا۔ حق فروشی کی تجارت کرنا۔ تھوڑے سے فائدے کے لئے حق کو چھپانا بہت بڑا جرم ہے اور اس جرم کی سزا بہت دردناک ہے۔ یہودیوں کی بدعملیوں سے ہمیں سبق سیکھنا چاہئے تاکہ ہم ان گناہوں کی سزا سے بچ سکیں۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ اللہ نے حق نازل کیا۔ لیکن انہوں نے حق میں اختلاف کیا۔ اگر اختلاف کی کوئی جائز وجہ ہوتی پھر بھی کوئی بات تھی۔ لیکن انہوں نے محض ضد اور تعصب کی وجہ سے حق کو نہ مانا۔ تعاون کی بجائے اختلاف اور مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ انہوں نے مذہب کو بھی نسلی اور خاندانی میراث سمجھ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت صرف اس لئے کی کہ وہ اسرائیلی نہیں بلکہ اسمٰعیلی تھے۔ اگرچہ ایک ہی دادا کی اولاد تھے۔

Marfat.com

اصل نیکی ——— اچھے عقائد

لَيْسَ - الْبِرَّ - اَنْ - تُوَلُّوْا - وُجُوْهَكُمْ
نہیں نیکی کہ کرو اپنے منہ

قِبَلَ الْمَشْرِقِ - وَ - الْمَغْرِبِ - وَلٰكِنَّ الْبِرَّ
طرف مشرق اور مغرب اور لیکن نیکی

مَنْ - اٰمَنَ - بِاللّٰهِ - وَ - الْيَوْمِ - الْاٰخِرِ - وَ
جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت کا اور

الْمَلٰٓئِكَةِ - وَ - الْكِتٰبِ - وَ - النَّبِيّٖنَ
فرشتے اور کتابیں اور پیغمبر

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
نیکی یہی نہیں کہ اپنا منہ کر لو مشرق یا

قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ
مغرب کی طرف لیکن نیکی یہ ہے جو

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
کوئی اللہ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن پر

الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ
اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور پیغمبروں پر

اَلْبِرُّ (نیکی) عربی زبان میں اس کے معنی بہت وسیع ہیں - ہر قسم کی نیکی اس لفظ کے مفہوم میں آجاتی ہے۔

اَلْمَشْرِقُ (مشرق) جس طرف سے سورج چڑھے - بہت سی مشرقی قومیں سورج کو دیوتا مان کر پرستش کرتی رہی ہیں اور چونکہ یہ مشرق کی طرف سے نکلتا ہے اس لئے جاہل قوموں نے مشرق کو بھی ایک مقدس سمت سمجھ لیا - قرآن مجید نے اس خیال پر ضرب کاری لگائی اور بتایا کہ صرف کسی سمت کو مقدس مان لینا اطاعت اور نیکی نہیں - نیکی کی تکمیل تو اچھے عقیدہ اور درست کاموں سے ہوتی ہے۔

اَلْمَلٰٓئِكَةُ (فرشتے) اس نورانی مخلوق کا وجود ماننا جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے کاموں پر لگے رہتے ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے

اَلْكِتٰبُ (کتاب) مراد تمام آسمانی کتابیں ہیں - ان سب پر ایمان لانا لازمی ہے۔

اَلنَّبِيّٖنَ مراد تمام انبیاء ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً دنیا میں تشریف لائے - ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔

یہودیوں نے جب شرک کی مذمت اور شرک کرنے والے کی سزا کا اعلان قرآن مجید کی زبانی سنا تو کانپ اٹھے اور جواب میں کہنے لگے کہ ہم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں - اس لیئے ہم تو آسمانی کتاب کی پیروی کرتے ہیں - ہم پر عذاب کیوں نازل ہوگا اس آیت میں ان کی اس کٹ حجتی کا جواب دیا گیا ہے۔

یہ آیت قرآن مجید کی اہم ترین آیات میں سے ہے - اس میں نیکی کا ایک جامع تصور دیا گیا ہے کہ نیکی محض بندگی اور پرستش کا نام نہیں اور کسی خاص سمت رُخ کر کے عبادت کرنے کا نام نہیں بلکہ اسلام کے نزدیک نیکی عقیدہ و عمل دونوں کی درستی سے پیدا ہوتی ہے - اس میں ایمان - معاملات - عبادات - اخلاق اور اخلاص و قربانی سب کی یکساں حیثیت ہے - اس کی تفصیل آئندہ اسباق میں مسلسل بیان ہوگی۔

Marfat.com

اصل نیکی ـــــ اچھے معاملات ۲

وَ اٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی
اور دے مال اوپر اس کی محبت رشتہ دار

وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ
اور یتیم اور محتاج اور

ابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَ السَّآئِلِیْنَ وَ
مسافر اور مانگنے والے اور

فِی الرِّقَابِ ۚ
میں گردنیں چھڑانے

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی
اور اس کی محبت پر مال دے رشتہ داروں کو

وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَ
اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور

ابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَ
مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور

فِی الرِّقَابِ ۚ
گردنیں چھڑانے میں۔

عَلٰی حُبِّهٖ (اس کی محبت پر) یعنی "اللہ تعالیٰ کی محبت پر۔" اس سے معلوم ہوا کہ مال کا خرچ کرنا ہی مطلوب نہیں۔ بلکہ اللہ کی راہ میں اس کی رضاجوئی کے لیئے خرچ کرنا مقصود ہونا چاہیئے۔ اس سے یہ معنی بھی لیئے گئے ہیں کہ "انسان کو مال سے محبت ہو اور اس کی ضرورت ہو اور اس کے باوجود مال خرچ کرے"۔ اس سے بھی ایک پختہ مومن کی خوبی کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے دل میں مال کی محبت ہے۔ اس کی خواہشیں زندہ ہیں۔ وہ اپنی ذات اور اپنی دل پسند اشیاء پر خرچ کرنا چاہتا ہے لیکن اللہ کے حکم کے آگے اپنی گردن جھکا دیتا ہے اور اپنی خواہشوں کو دبا کر اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ ذاتی شوق کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر قربان کر دیتا ہے۔

ذَوِی الْقُرْبٰی (رشتہ دار) رشتہ داروں کو مالی امداد دینے میں بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ ساری امت کا معاشی نظام اسی پر مستحکم ہے۔ ہر صاحب استطاعت کو سب سے پہلے اپنے نادار عزیزوں۔ کنبہ والوں۔ بھائیوں۔ بہنوں۔ بھتیجوں۔ بھانجوں اور دوسرے قریبیوں کی خبر گیری کرنا چاہیئے۔

فِی الرِّقَابِ (گردنوں کے چھڑانے میں) یہ رقبہ کی جمع ہے۔ لفظی معنی گردن کے ہیں۔ محاورہ میں اس سے مراد ایسے اشخاص ہیں جو آزاد نہیں، غلام ہیں۔ اس حکم سے یہ مراد ہے کہ معاوضہ دے کر انہیں چھڑانا نیکی ہے۔

آیت کے پہلے حصہ میں ارشاد ہوا تھا کہ نیکی کسی خاص سمت رخ کرنے کا نام نہیں بلکہ نیک بننے کے لیئے پہلی شرط عقائد کی درستی اور تکمیل ایمان ہے اب نیکی کے دوسرے جز یعنی مالی قربانی کا ذکر ہو رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ مانا انسان کو مال سے محبت ہوتی ہے لیکن نیک انسان وہی ہے جو مال کی محبت کے باوجود اسے اللہ کی محبت اور رضاجوئی کی خاطر اللہ کے بندوں پر خرچ کرے۔ ضرورتمند اور مستحق امداد انسانوں میں سرفہرست اپنے قرابت دار ہیں۔ پھر یتیم، مسکین، مسافر، سوالی اور مجبور و محکوم انسان ہیں جو آزادی سے محروم ہیں۔

Marfat.com

اصل نیکی ——— صلوٰۃ وزکوٰۃ

وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ج
اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکواۃ

وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ ج
اور نماز قائم رکھے اور زکواۃ دیا کرے

پچھلے دو سبقوں سے یہ بیان چلا آرہا ہے کہ نیکی کی اصل اور سچی روح یہ نہیں ہے کہ انسان کسی خاص سمت کو مقدس جان کر اس طرف منہ کر کے عبادت کرے بلکہ نیکی کی حقیقی روح عقیدوں کی درستی۔ معاملات کی صفائی۔ عبادتوں کے بجالانے، اخلاق کے سنوارنے اور ان کاموں کے کرنے میں ہے جو قرآن مجید بیان کرتا ہے یعنی انسان کے عقائد وہی ہونے چاہئیں جن کا قرآن مجید تقاضا کرتا ہے اور انسان دوسرے انسانوں سے اسی طرح پیش آئے جس طرح شریعت ہدایت کرتی ہے۔

عقائد اور مالی قربانی کے بعد قرآن مجید نے نیکی کے دوسرے حصے یعنی عبادتوں کا ذکر کیا ہے۔ عبادات میں سب سے بڑی عبادت بدنی اور مالی قربانی ہے۔ بدنی عبادت کی صورت نماز ہے اور مالی عبادت کی صورت زکوٰۃ ہے۔ نماز کی بہت سی خوبیاں خود قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہیں اور احادیث میں بھی اس کے تذکرے جا بجا ملتے ہیں۔ نماز اسلامی معاشرہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ نماز انسان کو بدی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ نافرمانی سے باز رکھتی ہے۔ نماز ایک مومن کی معراج ہے۔ روحانی، اخلاقی اور سماجی زندگی میں آدمی کو تقویت بخشتی ہے۔

مالی عبادات میں زکوٰۃ سب سے بنیادی عبادت ہے۔ ہر صاحب استطاعت پر فرض ہے کہ وہ سال میں ایک مرتبہ اپنی دولت کا اڑھائی فیصد حصہ اللہ کی راہ میں مستحق لوگوں کے لئے نکال دے۔ قرآن کریم کی یہ مقرر کی ہوئی زکوٰۃ اس قدر ضروری اور مفید ہے کہ اگر مسلمان اس کی پوری طرح پابندی کریں تو امت میں کوئی شخص فاقے نہیں مر سکتا۔ بے روزگاری کے ہاتھوں تنگ آکر خودکشی کی نوبت نہیں آسکتی۔ کوئی در بدر بھیک نہیں مانگ سکتا۔ ہمارے معاشرہ میں بے راہ روی۔ تنگدستی۔ بے بسی اور زبوں حالی نہ رہے ساری امت مجموعی طور پر مضبوط ہو جائے۔ امن فروغ پائے اور ترقی کی راہیں کھل جائیں۔

قرآن مجید میں تقریباً ہر جگہ صلوٰۃ وزکوٰۃ کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے۔ اگر وہ آیات جمع کی جائیں جن میں صلوٰۃ وزکوٰۃ کے مسائل۔ احکام اشارے یا تذکرے موجود ہیں تو ان کی مجموعی تعداد تین صد سے زیادہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام میں ان دونوں فرائض کی حیثیت کس قدر اونچی اور اہم ہے۔ ان ارکان کی بجاآوری اور باقاعدگی کے بغیر اسلامی سوسائٹی کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا چنانچہ ان سے غافل مسلمانوں کو فاسق اور منکر کو دائرہ اسلام ہی سے خارج تصور کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

اصل نیکی ——— ایفائے عہد ۴

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا
اور پورا کرنے والے ان کے اقرار جب
عٰهَدُوْا ج
عہد کریں

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا
اور اپنے اقرار کو پورا کرنے والے جب
عٰهَدُوْا ج
وہ کسی سے عہد کریں

عقائد۔ معاملات اور عبادات کا بیان کرنے کے بعد اب اخلاق کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاق کے اچھے ہونے کی سب سے بڑھ کر بنیادی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے عہد، قول وقرار اور وعدے کا پورا پورا پابند رہے۔ اس کی اپنی ذاتی زندگی کے لیے اور ان لوگوں کے لئے جن کے ساتھ اُسے واسطہ پڑتا ہے۔ عہد کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے۔

عہد کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً انسان کا معاہدہ اپنے رب کے ساتھ ہو یا دوسرے انسانوں کے ساتھ۔ روزمرّہ کی زندگی میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے، اپنے بھائی بندوں سے، عزیز واقارب سے اور عام انسانوں سے بہت سے وعدے کرنے پڑتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وعدہ سے مراد وہ ذمہ داریاں ہیں جنہیں پورا کرنا ہم اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ لے رکھا ہے کہ وہ ہمارا خالق اور معبود ہے۔ ہم اسی کی عبادت کریں گے۔ ضرورت کے وقت اسی کو پکاریں گے۔ اسے واحد اور مختار سمجھیں گے۔ اب یہ ہم پر ذمہ داری ہے کہ اپنے اس عہد سے نہ پھریں۔

اسی طرح ہم نے اپنے بھائی بندوں سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ بزرگوں کی خدمت اور فرمانبرداری، اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت درستی اخلاق اور اصلاح اعمال کی پوری کوشش کریں گے۔ رشتہ داروں اور عزیزوں کی مالی مدد کریں گے۔ ہم نے عوام سے یہ معاہدہ کر رکھا ہے کہ معاشرہ میں یتیم مسکین، غریب، محتاج، مسافر، قیدی اور مجبور انسانوں کی ضروریات کا احساس کریں گے۔ اُن کی امداد کریں گے۔ اب ہمیں چاہئے کہ ان تمام ذمہ داریوں کو پوری طرح نبھائیں اور ان سے غفلت نہ برتیں۔

اِس کے علاوہ ہمارے اُوپر یہ ذمہ داری بھی ہے کہ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے یا جہاں ہم ملازم ہیں۔ وہاں سے حاصل کی ہوئی تنخواہ اور معاوضہ کے بدلے پوری ایمانداری کے ساتھ کام کریں۔ کسی رورعایت کو جائز نہ سمجھیں۔ معلوم ہُوا کہ ہم نے اپنی عملی زندگی میں بے شمار انسانوں سے کوئی نہ کوئی وعدہ کر رکھا ہے۔ ذمہ داریوں کا ایک بہت بڑا گٹھا اپنے سر پہ اُٹھا رکھا ہے۔ لازم ہے کہ ساری ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ اور پوری دیانتداری اور احسن طریقے سے اس طرف توجہ دیں۔

آج اکثر انسان اس معاملہ میں بہت پست ہو گئے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتوں میں عہد کی پاسداری کا خیال نہیں کرتے۔ وعدہ کو وعدہ ہی نہیں سمجھتے۔ حد یہ ہے کہ قومی اور ملکی معاہدے بھی اس وقت تک قائم رہتے ہیں جب تک بس نہیں چلتا۔ جونہی طاقت حاصل ہوتی ہے تمام تحریری معاہدے توڑ دیئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

اصل نیکی ـــــــ صبر و ثبات ۵

وَ-الصّٰبِرِيْنَ-فِي-الْبَاْسَآءِ-وَ-الضَّرَّآءِ	وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ
اور صبر کرنے والے میں سختی اور تکلیف	اور سختی اور تکلیف میں صبر کرنے والے
وَحِيْنَ-الْبَاْسِ ؕ-اُولٰٓئِكَ-الَّذِيْنَ	وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
اور وقت جنگ یہی وہ جو کہ	اور لڑائی کے وقت یہی لوگ
صَدَقُوْا ؕ-وَ-اُولٰٓئِكَ-هُمُ-الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾	صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾
سچے اور یہی لوگ وہ پرہیزگار	سچے ہیں - اور یہی پرہیزگار ہیں -

بَاْسَآءُ (سختی) اس کا اصل تعلق مالی پریشانیوں سے ہے۔

الضَّرَّآءُ (تکلیف) اس کا تعلق جسمانی بیماریوں اور تکلیفوں سے ہے۔

حِيْنَ الْبَاْسِ (لڑائی کے وقت) یعنی اللہ کی راہ میں دشمن سے جنگ کرتے وقت۔

صَابِرِيْنَ (صبر کرنے والے) یعنی ہر مشکل پریشانی اور تکلیف کا مقابلہ کرنے والے اور ثابت قدمی سے صحیح راہ پہ قائم رہنے والے۔

انسانی اخلاق کی تعبیر کے لئے قرآن مجید نے راہنمائی کی ہے اور فرمایا ہے کہ پختہ اخلاق والے شخص میں یہ خوبیاں ہونی چاہئیں وہ اپنے عہد کو پورا کرتا ہو۔ اپنی ذمہ داریوں کو نہایت اچھے طریقے سے نبھاتا ہو۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد پوری خوبی کے ساتھ ادا کرتا ہو — وہ مالی پریشانیوں جسمانی بیماریوں اور خدا کے دشمنوں سے جنگ کے وقت صبر و استقامت سے کام لیتا ہو۔

عملی زندگی میں انسان کو طرح طرح کی تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ بے روزگاری۔ غربت۔ افلاس۔ معاشی بدحالی۔ فاقہ اور تنگدستی اور اسی قسم کی تمام دوسری پریشانیاں انسان کو روزانہ ستاتی رہتی ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ۔ ان کی شادی بیاہ کا سوال اور ایسی ہی دوسری شدید ضروریات آدمی کو تنگ کرتی ہیں اور وہ صبح و شام اسی ادھیڑبن اور کوشش میں لگا رہتا ہے۔ ان کے علاوہ طرح طرح کی بیماریاں اور بدنی تکلیفیں گھیرا ڈالے رہتی ہیں۔ آج خود بیمار ہے۔ کل گھر کا کوئی دوسرا آدمی بستر پر پڑ گیا۔ ان کی دوا دارو۔ علاج معالجہ ایک الگ پریشانی کا باعث بنا رہتا ہے۔

پھر دشمن کا خطرہ، جنگ کے چھڑ جانے کا اندیشہ۔ تباہی اور بربادی کا امکان۔ ہلچل اور گڑبڑ کا خوف۔ یہ تمام چیزیں انسان کو پریشان کئے رہتی ہیں۔

یہاں یہ آیت ختم ہوتی ہے جس میں نیکی کا اسلامی تصور پیش کیا گیا ہے۔ درست عقیدہ رکھنے والے، مالی قربانی کرنے والے۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ پابندی سے ادا کرنے والے۔ عہد پورا کرنے والے اور صبر و ثبات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے والے ہی سچے انسان ہیں اور یہی متقی و پرہیزگار ہیں۔

Marfat.com

قتل کا بدلہ ـــــــ قصاص

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
اے ایمان والو فرض ہوا تم پر

الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ
برابری کرنا میں مقتول آزاد آزاد کے بدلے اور

الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ
غلام غلام کے بدلے اور عورت عورت کے بدلے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
اے ایمان والو! تم پر فرض کیا گیا ہے

الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ
مقتولوں میں قصاص (برابری) کرنا آزاد کے بدلے آزاد

الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ
اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت

قَتْلٰی (مقتولین) اس کا واحد قتیل ہے یعنی مقتول۔ خصوصاً وہ مقتول جسے کسی شخص نے ارادہ کے ساتھ یعنی جان بوجھ کر قتل کیا ہو۔

قِصَاصٌ (بدلہ میں برابری) یعنی کسی جرم کا بدلہ لینے میں برابری اور مساوات سے کام لینا۔ شریعت کی اصطلاح میں قتل کے بدلہ میں قتل کرنا یا زخم کے بدلہ میں ایسا ہی برابر کا بدلہ لینا مراد ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ (تم پر فرض کیا گیا) كُتِبَ کے لفظی معنیٰ ہیں لکھا گیا۔ لفظ علیٰ ساتھ آجانے سے اس کے معنیٰ ہو جاتے ہیں فرض کیا گیا اور مقرر کیا گیا۔

اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں عربوں کے ہاں دستور تھا کہ اگر کسی اُونچے خاندان کا فرد قتل کر دیا جاتا تو وہ قاتل کے خاندان کے بہت سے آدمی قتل کر دیتے۔ اگر کسی اُونچے گھرانے کا کوئی غلام قتل ہو جاتا۔ تو بدلہ میں قاتل کے خاندان کے کسی آزاد آدمی کو قتل کرتے خواہ قتل کرنے والا کوئی غلام ہی ہوتا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اُونچے گھرانے کے غلام کی قدر ادنیٰ گھرانے کے آزاد کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس لئے غلام کو نہیں بلکہ آزاد کو قتل کیا جائے۔ پھر اگر اُونچے گھرانے کی کوئی عورت ادنیٰ گھرانے کی کسی عورت کے ہاتھوں قتل ہو جاتی تو مقتول کے وارث اصل قاتلہ کو چھوڑ کر اس خاندان کے کسی مرد کو قتل کرتے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ہماری عورت ادنیٰ گھر کے مرد کے برابر ہے۔

قرآن مجید نے اس نسلی امتیاز اور فرق کو ختم کر دیا اور حکم دیا کہ جہاں تک انسان ہونے کا تعلق ہے۔ سب ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ جانیں سب کی برابر ہیں۔ غریب ہو یا امیر۔ شریف ہو یا رذیل۔ عالم ہو یا جاہل۔ جوان ہو یا بوڑھا۔ تندرست ہو یا بیمار گویا جان کے لحاظ سے سب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ اگر کوئی عورت کسی مرد کو قتل کر دے تو صرف اسی قاتلہ عورت کو قتل کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس کی جان مقتول کی جان کے برابر ہے۔ کوئی غلام قاتل ہو تو اسے ہی قتل کیا جائے کوئی رذیل آدمی قاتل ہو تو قصاص میں اس رذیل ہی کو قتل کیا جائے گا۔ کسی دوسرے کو نہیں۔

Marfat.com

قتل کا بدلہ ـــــ معروف و احسان

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ
پھر جسے معاف کیا جائے اسے سے اس کے بھائی کچھ تابعداری کرنی چاہیئے

بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ
دستور کے مطابق اور ادا کرنا چاہیئے اسے خوبی کے ساتھ

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ
یہ آسانی ہوئی سے تمہارا رب اور مہربانی

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ
پھر جو کوئی زیادتی کی بعد اس کے تو اس کیلئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾
عذاب دردناک

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ
پھر جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کیا جائے تو دستور

بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ
کے موافق تابعداری کرنی چاہئے اور اسے ادا کرنا چاہئے خوبی کے ساتھ

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ
یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہوئی۔

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ
پھر جس نے زیادتی کی اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾
دردناک عذاب ہے۔

مِنْ اَخِيْهِ (اس کے بھائی سے) اس سے مراد ہے مقتول کے وارث کی طرف سے۔ جذبۂ محبت ابھارنے کے لئے اسے لفظ "بھائی" کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے۔

اِتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ (دستور کے موافق پیروی کرنا) مقصد یہ ہے کہ اگر مقتول کے وارث بدلہ میں خون معاف کر دیں۔ صرف خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں تو قاتل کا فرض ہے کہ دستور کے مطابق پوری پوری مناسب رقم ادا کرے اور بِاِحْسَانٍ (خوبی، شرافت اور نیکی کے ساتھ) ادا کرے۔

پچھلے سبق میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے درمیان فطری مساوات کا جو اصول مقرر فرمایا ہے اس کی رُو سے قتل کا بدلہ قتل مقرر کیا گیا ہے۔ اب یہ بیان فرمایا کہ مقتول کے وارث قاتل کو معاف کر سکتے ہیں یا اس سے خون بہا کی رقم لے کر خون سے دستبردار ہو سکتے ہیں یا خون بہا کی رقم میں بھی کچھ کمی کر سکتے ہیں۔ ان حالات میں قاتل سزائے قتل سے بچ سکتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ مقتول کے وارث اگر قاتل کی جان بخشی اور خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں تو وہ اتنی بھاری رقم کا مطالبہ نہ کریں جو قاتل کی ہمت سے باہر ہو۔ ضد میں آ کر خواہ مخواہ اُسے تنگ نہ کرنے لگیں۔ یا خون بہا معاف کرنے کے بعد دوبارہ پورے معاوضہ کا مطالبہ شروع نہ کر دیں بلکہ دستور کے مطابق معقول اور مناسب رقم وصول کریں۔

مقتول کے وارثوں کو تاکید کرنے کے بعد قاتل کو بھی تاکید کی جاتی ہے کہ وہ بھی اس رقم کو نہایت خوش اسلوبی اور خوبصورتی کے ساتھ ادا کر دے، خواہ مخواہ طول دینے پیچیدگی یا بدمزگی پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قاتل کو قتل کی انتہائی جانی سزا دینے کیساتھ یہ تخفیف کا طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں پر مہربانی کرنے والا ہے اس نے اپنی شفقت سے کام لیتے ہوئے سزا کو ہلکا کر دیا ہے لیکن اگر اس کے بعد بھی کوئی ان قوانین کی خلاف ورزی کرے گا اور حدود سے باہر قدم رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے دردناک سزا دے گا۔

Marfat.com

قصاص میں زندگی ہے ۵۸

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ — وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ

اور تمہارے لئے ہیں قصاص زندگی — اور قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے۔

يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ — يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اے عقلمندوں تاکہ تم بچتے رہو — اے عقلمندوں تاکہ تم بچتے رہو۔

قتل کے جرم میں قاتل کو جان سے مار دینے کی سزا بظاہر بہت سنگین اور سخت محسوس ہوتی ہے۔ اور یہ خیال ہوتا ہے کہ قاتل کو سزا دے کر جان بوجھ کر ایک اور جان ضائع کر دی جاتی ہے۔ لیکن اگر اس حکم کی مصلحت اور حکمت کا گہرے غور سے جائزہ لیا جائے۔ تو یہ حقیقت واضح ہو گی۔ کہ اس سے مزید ایک زندگی فنا نہیں ہوتی۔ بلکہ زندگی نصیب ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر اگر قتل کی سزا قتل نہ رکھی جائے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسانی جان کی قدر نہ رہے گی۔ ظالم لوگ بیدھڑک اور بے دریغ قتل کریں گے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہوگا کہ وہ تھوڑا سا جرمانہ بھرنے یا قید بھگتنے کے بعد رہا ہو جائیں گے اس طرح انسانی جان بہت سستی ہو جائے گی۔ جیسا کہ عرب کے اندر جاہلیت کے زمانہ میں عملی طور پر موجود تھا۔

اگر قتل کی سزا قتل نہ ہو۔ تو ہر مالدار آدمی بلا تامل چھوٹی سی بات پر بھی دوسروں کو قتل کر دیا کرے گا اور جرمانہ ادا کر کے اپنے آپ کو چھڑا سکے گا لیکن اگر اسلامی طریق کے مطابق قتل کی سزا قتل رکھ دی جائے۔ یعنی تمام انسانی جانوں کو برابر سمجھا جائے جان کی قیمت جان ہی مقرر کر دی جائے۔ تو قتل بہت کم ہوں گے۔ کیونکہ معلوم ہوگا۔ کہ اگر اس کے ہاتھوں کوئی مارا گیا۔ تو وہ جرمانہ بھر کر آزاد نہیں ہو سکے گا۔ خود اسی کو قتل کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ ان حالات میں قتل کے واقعات رک جائیں گے۔ اور لوگ اپنی جانوں کو محفوظ پائیں گے۔ گویا قتل کی سزا اگر قتل نہ ہو۔ تو لوگوں کی جانیں تلف ہوتی ہیں۔ لیکن جب قتل کی سزا قتل ہو تو لوگوں کی جانیں بچتی ہیں یہ ہے فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ۔

قصاص کا قانون عدل اور مساوات کا قانون ہے۔ یہ تمام انسانیت کی زندگی کے ہر پہلو میں نظم، راستی اور اعتدال کا بہترین ضامن ہے۔ کہ کوئی کسی پر زیادتی نہ کرنے پائے۔ اور کمزور اور طاقتور کے حقوق برابر برابر محفوظ ہو جائیں۔ جب اس قانون پر ایک عرصہ تک عمل ہوتا رہے گا۔ تو اسکی روح ساری امت میں پیدا ہو جائے گی۔ اور آئین پسندی باہم صلح امت کی زندگی کا ایک اہم پہلو بن جائے گی۔

اسلام نے بظاہر جرموں کی سزائیں بہت سنگین رکھی ہیں۔ لیکن غور سے دیکھا جائے۔ تو دراصل وہ جرم ہی اس قدر سنگین سزا چاہتے ہیں۔ اس سے کم سزا دینا لوگوں میں جرم کو معمولی بنا دینے کا سبب ہوگا۔ دوسرے مقصد تو جرائم کا انسداد ہے نہ کہ سزا کو محض مذاق اور شغل بنا دینا۔ آج کل یہی ہو رہا ہے۔ کہ سزا یاب مجرم مزید جرم کرتے ہیں۔ نہ انکی اصلاح ہوتی ہے۔ نہ دوسروں کو عبرت حاصل ہوتی ہے

Marfat.com

وصیّت

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

فرض کر دیا گیا تم پر جب حاضر ہو تم میں کسی کو موت

إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ

اگر چھوڑے مال وصیت کرنا ماں باپ کے واسطے اور

الْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾

رشتہ دار انصاف کیساتھ یہ حکم لازم ہے اوپر پرہیزگار

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم سے کسی کو موت آئے

إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ

وصیت کرنا بشرطیکہ وہ کچھ مال اپنے پیچھے چھوڑے ماں باپ کے واسطے اور

الْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾

رشتہ داروں کے لئے انصاف کیساتھ یہ حکم پرہیزگاروں پر لازم ہے

خَيْرًا (مال) اس لفظ کے معنی فلاح اور بہتری کے ہیں اور قرآن مجید میں یہ لفظ پاکیزہ مال کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔

الْوَصِيَّةُ (وصیت) اس کے لفظی معنی حکم دینا اور درخواست کرنا ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ ہدایتیں ہوتی ہیں جو مرنے والا اپنے پیچھے رہنے والوں کو کر جاتا ہے۔ جو اس کی موت کے بعد پوری کی جاتی ہیں۔ علماء نے وصیت کی کئی قسمیں بیان کی ہیں

۱۔ بعض وصیتیں واجب ہوتی ہیں مثلاً زکوٰۃ۔ امانت یا قرض ادا کرنے کی وصیت جس کا پورا کرنا انتہائی ضروری اور فرض ہے۔

۲۔ بعض وصیتیں مستحب ہوتی ہیں۔ مثلاً کسی نیک کام کیلئے وصیت کر جانا یا کسی ایسے عزیز کو کچھ دے جانا جسے میراث نہ پہنچ رہی ہو

۳۔ بعض صرف مباح ہوتی ہیں۔ مثلاً کسی جائز امر کے لئے وصیت کرنا۔

۴۔ بعض ایسی ہوتی ہیں۔ جن کا پورا کرنا قرآن مجید نے منع کیا ہے۔ مثلاً کوئی حرام کام کیلئے وصیت کر جائے جس کا پورا کرنا ممنوع ہے

۵۔ بعض وصیتیں موقوف کہلاتی ہیں۔ انہیں پورا کرنے کے لئے بعض شرطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً مرنے والا اپنے مال کے تیسرے حصہ سے زیادہ حصہ کی وصیت کر جائے۔ اس کی تعمیل دوسرے وارثوں کی رضامندی پر موقوف ہوتی ہے۔ مسئلہ وصیت کے بارہ میں اگلی آیات میں بھی مسائل موجود ہیں۔ ان کو بھی پیش نظر رکھیں تو مسئلہ صاف ہو جائے گا۔

پچھلی آیات میں قتل کے بارہ میں اسلامی احکام تھے۔ اب مرنے والے کے مال سے متعلق احکام بیان ہو رہے ہیں۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ تمام وارثوں اور حق داروں کا حصہ مقرر فرما دیا گیا ہے۔ اس لئے وصیت ان حصوں کی روشنی میں جانچی جائے گی۔ البتہ جائداد کے تیسرے حصہ میں وصیت ہو سکتی ہے۔

بِالْمَعْرُوفِ (انصاف کے ساتھ) یہ لفظ پہلے بھی استعمال ہو چکا ہے۔ عرف اس کا مادہ ہے۔ یعنی ایسی بات جو جانی پہچانی ہو عام طور پر اسے بہتری اور نیکی تصور کیا جاتا ہو۔ چنانچہ اس کا ایک ترجمہ دستور کے مطابق بھی کیا جاتا ہے۔ وصیت میں اسکی شرط لگا کر ان تمام خرابیوں کو روک دیا گیا ہے۔ جو وصیت کرنے والا جانبداری یا ناراضگی کی بنا پر کر سکتا تھا۔ کہ کسی کو بہت زیادہ دے جاتا اور کسی کا حق بالکل تلف کر دیتا۔

Marfat.com

وصیّت میں تبدیلی

فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ
پھر جو کوئی اسے بدل ڈالے بعد اس کے جو سن چکا
فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ
تو اس کا گناہ اوپر وہ لوگ جو اُسے بدلا
اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ ؕ
بیشک اللہ سننے والا جاننے والا
فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ
پھر جو کوئی خوف کرے سے وصیت کرنیوالا طرفداری یا
اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ
گناہ پھر صلح کرادے باہم ان میں تو نہیں گناہ
عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع ۲۲/۲/۲
اس پر بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ
پھر جو کوئی وصیت کو سن لینے کے بعد بدل ڈالے
فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ
تو اس کا گناہ انہی پر ہے۔ جنہوں نے اسے بدلا
اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ ؕ
بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔
فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ
پھر جو کوئی وصیت کرنے والے سے خوف کرے طرفداری کا یا
اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ
گناہ کا پھر ان میں باہم صلح کرادے تو
عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع
اسپر کوئی گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اس آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو مرنے والے کے پاس وصیت کے وقت موجود ہوں۔ کہ اگر وہ مرنے والے کی وصیت میں کوئی ردوبدل کریں گے۔ تو اس کا گناہ انہی پر ہوگا۔ ممکن ہے۔ بعض لوگ اپنے فائدہ کی خاطر وصیت میں کوئی تبدیلی کریں۔ اور پھر اسے پیش کر کے اپنی غرض پوری کر لیں۔ اصل سے بے خبر لوگوں کو بظاہر اس میں وصیت کرنے والے یا وصیت کے مطابق فیصلہ دینے والے کا قصور معلوم ہوگا۔ کہ اس نے حق تلفی کی۔ آیت نے وصیت کرنے والے اور فیصلہ دینے والے کی مجبوری بیان کر دی ہے۔ اور بتایا ہے کہ اصل ملزم وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے جھوٹی شہادت اور غلط گواہی پیش کی اور وصیت کو بدلا۔ جنہوں نے اپنے فائدے کے پیش نظر غلط بیان دیئے اور جھوٹے ثبوت فراہم کئے۔

اسی آیت میں وصیت بدلنے کی صرف ایک صورت جائز بتائی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ وصیت کرنے والے نے کسی کی حق تلفی کی ہے۔ ترکہ کی ناجائز تقسیم کی ہے۔ قانون الٰہی کے خلاف ہدایت کی ہے۔ یا وصیت گناہ اور ناانصافی سے کی ہے۔ مثلاً وہ کسی ایسے کام پر مال صرف کرنے کی وصیت کر گیا ہے۔ جو شرعاً ممنوع ہے۔ ان صورتوں میں گواہ اور فیصلہ کرنے والے کو حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ وارثوں کو صحیح مشورہ دے۔ ان میں باہم تصفیہ کرا دے اور وصیت تبدیل کرا دے۔ اس صورت میں وصیت کی تبدیلی گناہ نہیں ہوگی۔ گویا اصل بات اخلاص عمل اور نیکی ہے۔

Marfat.com

روزوں کا حکم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
اے ایمان والو تم پر فرض کیا گیا

الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ
روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا اوپر لوگ

الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ
روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾
سے تم سے اگلے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾
تم سے اگلوں پر تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

الصِّیَامُ (روزہ) صوم کی طرح مصدر ہے جس کے معنی روزہ ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں روزہ اسے کہتے ہیں۔ کہ انسان فجر سے لے کر سورج کے ڈوبنے تک کھانے پینے اور جنسی اختلاط سے رکا رہے۔

مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض ہیں۔ احادیث میں روزہ کے دوران میں گناہوں سے بچتے رہنے کی تاکید بار بار آئی ہے۔ مثلاً غیبت فحش کلامی، بے حیائی بد کلامی وغیرہ۔

علم طب یہ بتاتا ہے کہ روزہ جسمانی بیماریوں کو دور کرنے کا بہترین علاج ہے۔ اس کے علاوہ اس سے ضبط نفس اور سپاہیانہ زندگی پیدا ہوتی ہے۔ گویا روزہ ایک طرف روحانی خرابیوں کا علاج ہے۔ اور دوسری طرف جسمانی قوتوں کو درست کرنے اور بیماریوں کا علاج کرنے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (تم سے پہلے لوگ) روزہ کسی نہ کسی صورت میں دنیا کے ہر مذہب اور ہر قوم میں پایا جاتا ہے حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ حضرت ابراہیم علیہم السلام اور دوسرے انبیاء کی شریعت میں روزہ کو بہت اہمیت حیثیت حاصل تھی اسلئے پہلے لوگوں کیطرف اشارہ کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ ان کیطرح تم پر بھی روزہ فرض کیا جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ روزہ دار اپنی جائز اور طبعی خواہشوں کو پورا کرنے سے بھی ایک خاص مدت تک رکا رہے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ) اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی روزوں کا مقصد بھی بیان فرمادیا ہے یعنی روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں۔ تاکہ نفس کی غلاظت اور گندگی دور ہو۔ تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا ہو۔ جس طرح نقصان دینے والی چیزوں سے پرہیز کرنے سے جسمانی صحت درست ہوجاتی ہے۔ اسی طرح روح اور اخلاق کو نقصان پہنچانے والی تمام عادتوں سے پرہیز کرنے سے انسان کی روحانی استعداد ترقی پاتی ہے۔ اس خصوصیت کو تقویٰ کہا جاتا ہے۔ روزہ کا دوسرا مقصد شکرگذاری بیان کیا گیا ہے۔ جو اس رکوع میں آگے آئیگا

روزہ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی، روحانی لحاظ سے بھی اور جسمانی لحاظ سے بھی مفید ترین نسخہ ہے ہمیں چاہیئے کہ اس فریضہ کو نہایت احترام اور کمال پابندی سے بجالایا کریں۔ بظاہر روزہ میں مشقت اور دشواری ہے۔ لیکن اس کے فوائد پر نگاہ رکھی جائے تو یہ مشکلیں ان فائدوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

Marfat.com

مریض اور مسافر کو رعایت

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم
چند روز گنتی پھر جو کوئی ہو تم میں سے

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُمْ
چند گنتی کے روز ہیں پھر تم میں سے جو کوئی

مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ
بیمار یا پر سفر

مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ
بیمار ہو یا سفر پر ہو

فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ
تو گنتی سے دن اور

فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ
تو اُس پر ان کی گنتی اور دنوں سے ہے۔

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ (گنتی کے چند دن) آیت کے اس ٹکڑے میں بتایا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو گنتی کے چند دنوں کے لیئے روزے رکھنے ہوں گے۔ یعنی ہر سال رمضان کے مہینے میں جو کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا۔

امت کی تنظیم کے لئے وقت اور مدت کا یہ تعین نہایت ضروری تھا۔ تاکہ یہ نہ ہو۔ کہ جب کسی کا جی چاہے۔ اور جتنے دنوں کے لئے جی چاہے روزہ رکھ لے۔ بلکہ تمام اہل ایمان پر فرض کیا گیا۔ کہ وہ ایک ہی خاص وقت پر اور ایک ہی خاص مدت میں اس مبارک فریضہ کو ادا کریں۔ ماہ رمضان کے تعین سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا۔ کہ روزے اول بدل کر مختلف موسموں میں آجاتے ہیں اور ہر ایک شخص کو گرمی سردی کے موسم میں روزہ رکھنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔

اس سے ایک یہ پہلو بھی نکل آتا ہے۔ کہ فرض روزوں کی تعداد کچھ بڑی نہیں۔ یہ نہیں سال بھر روزے ہی رکھتے جاؤ یا سال کا آدھا یا چوتھائی حصہ ہو۔ بلکہ سال میں صرف ایک مہینہ مقرر ہے۔

وقت اور مدت مقرر کر دی گئی۔ لیکن ایسے لوگوں کو کچھ رعایت بھی دے دی گئی ہے۔ جو ان حدود اور شرائط کو پورا کرنے سے معذور ہوں۔ یہ لوگ جب اپنی مجبوریوں سے نجات پالیں۔ تو وہ رمضان کے چھوڑے ہوئے روزے کسی دوسرے وقت میں رکھ سکتے ہیں۔

سب سے پہلے ان لوگوں کو رعایت دی گئی ہے۔ جو بیمار ہوں اور بیماری کے باعث روزہ رکھنا ان کے لئے دشوار ہو۔ بیماری کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ پھر اس کے علاوہ موسم اور عمر کے اختلافات بھی اثر انداز ہوا کرتے ہیں یہاں ایسی بیماری مراد ہے۔ جو روزہ رکھنے میں خلل انداز ہو۔ اور ایسی شدید ہو کہ انسان روزہ نہ رکھ سکے۔ شریعت نے بیماری کا نام نہیں بتایا۔ بلکہ مسلمان کے خلوص اور دیانتداری پر اور ماہر معالج کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔

بیمار کے علاوہ ان لوگوں کو بھی رعایت دی گئی ہے۔ جو سفر پر ہوں۔ یہ دونوں قسم کے آدمی یعنی مریض اور مسافر سال میں کسی اور وقت اپنے روزے پورے کریں۔ لیکن کوشش یہی ہونی چاہیئے۔ کہ جلد از جلد قضا روزے پورے کر لئے جائیں۔ کیا معلوم زندگی اور مہلت کب تک کے لئے ہے۔

Marfat.com

مجبوری کا فدیہ

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ
اور جنہیں مشکل ہو۔ ان کے ذمہ

وَعَلَى - الَّذِينَ - يُطِيقُونَهُ - فِدْيَةٌ
اور جنہیں دشوار ہو۔ بدلہ ہے

طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ
ایک فقیر کا کھانا بدلہ ہے۔ پھر جو کوئی خوشی سے نیکی

طَعَامُ - مِسْكِينٍ ۖ - فَمَنْ - تَطَوَّعَ
کھانا فقیر جو کوئی خوشی سے کرے

خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۗ
کرے تو اُس کے واسطے اچھا ہے

خَيْرًا - فَهُوَ - خَيْرٌ - لَّهُ ۗ
نیکی تو اچھا اس کے لئے

يُطِيقُونَهُ مراد ہے کہ وہ لوگ جنہیں روزہ رکھنے کے لئے غیر معمولی طاقت لگانی پڑتی ہو۔ اور روزہ کی مشقت برداشت کرنا ان کیلئے مشکل ہو۔ مثلاً بوڑھے لوگ، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں۔ ناتواں اور کمزور اشخاص وغیرہ (اس لفظ میں افعال کا ہمزہ سلبِ ماخذ کے لئے ہے)

مَنْ تَطَوَّعَ (جو خوشی سے کرے) طوع اس کا مادہ ہے اردو میں بھی "طوعاً و کرہاً" کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنے ہوتے ہیں کچھ خوشی سے کچھ ناخوشی سے۔

آیت کے اس ٹکڑے میں ان لوگوں کے لئے رعایت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنہیں روزہ رکھنے میں بہت مشکل اور تکلیف اٹھانی پڑتی ہو۔ ان کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ روزہ چھوڑنے کے بدلے میں کسی فقیر یا حاجتمند کو روزانہ دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلا دیا کریں۔ اور کھانے کا معیار وہی ہو جو عام طور پر خود ان کا رہتا ہے۔

اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے۔ کہ روزہ چھوڑنے کا صحیح فدیہ تو ایک مسکین کا دو وقت کا کھانا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس بدلہ کی مقدار بڑھا دے یعنی ایک سے زیادہ فقیروں کو کھانا کھلا دے۔ کھانے کی قسم بہتر کر دے۔ تو اور بہتر ہے۔ اس احسان اور نیک عملی کا معاوضہ اسے ضرور ملے گا۔ اس کی آخرت سنور جائے گی۔

صدقہ و خیرات۔ فیاضی۔ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی تاکید اسلام ہر مقام پر ہر حال اور ہر وقت میں کرتا ہے۔ لیکن رمضان کے مبارک مہینہ میں اس کی اہمیت اور زیادہ ہے۔ چنانچہ اس مہینے کے ختم ہونے پر یا ختم ہونے سے پہلے صدقہ فطر ادا کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اس سلسلے کی اہم کڑی ہے۔ تاکہ کوئی مسلمان بھوکا نہ رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویسے ہی بہت فیاض اور سخی تھے۔ لیکن حدیثوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپؐ رمضان مبارک میں تیز آندھی کی طرح یعنی بہت زیادہ سخی ہو جایا کرتے تھے۔

ہمیں چاہیئے کہ اپنے راہبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں۔ اور سخاوت اور فیاضی میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ روزوں میں غریب کی غربت اور بھوکے کی بھوک کا احساس ہوتا ہے۔ لازم ہے کہ اپنی خوشحالی اور فارغ البالی میں اس احساس کو زندہ رکھیں اور غربا مستحقین کو امداد و اعانت سے محروم نہ کریں۔

Marfat.com

روزے کی برکتیں

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ
اور اگر تم روزہ رکھو بہتر تمہارے لئے

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾
اگر تم سمجھ رکھتے ہو

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾
اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

آیت کے اس ٹکڑے میں روزوں کی اہمیت اور خیر و برکت کا ایک بار پھر بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ اگرچہ کوئی معقول عذر انسان کو روزہ قضا کرنے پر یا فدیہ دینے پر مجبور کر دے۔ پھر روزہ رکھنے سے جو فائدے اور برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ وہ صرف رمضان میں روزہ رکھنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ قضا یا کفارہ سے نہیں۔ اس لئے تنبیہ کر دی گئی۔ کہ اگر تم روزہ کی فضیلتیں مصلحتیں اور حکمتیں سمجھو۔ تو تمہارے لئے بہتر یہی ہے۔ کہ تم روزہ رکھو اور فدیہ وغیرہ کی اجازت سے خواہ مخواہ فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے روزے کی فرضیت، حکمت اور اس کے سلسلے میں ضروری احکام کا ذکر جو اس رکوع کی سابقہ آیات میں فرمایا ہے۔ انہیں ہم یہاں دوبارہ خلاصہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

۱۔ روزہ ہر بالغ مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔ کہ یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ اس سے غفلت۔ سستی اور روگردانی بہت بڑا گناہ ہے۔ فقہا نے روزے کی فرضیت کے انکار کو کفر قرار دیا ہے۔

۲۔ روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض رہا ہے۔ اسلام نے کوئی نئی بات نہیں کی۔

۳۔ روزہ کا مقصد انسان میں روح کی پاکیزگی۔ پرہیزگاری، تقویٰ اور بندگی پیدا کرنا ہے۔

۴۔ روزوں کی تعداد مقرر ہے۔ یعنی رمضان کے مہینے میں کبھی ۲۹ اور کبھی ۳۰ دن۔

۵۔ اگر رمضان کے مہینے میں کوئی شخص بیمار ہو اور اس قابل نہ ہو کہ روزے پورے کر سکے۔ تو وہ اس مہینے کی بجائے کسی اور وقت جبکہ وہ تندرست ہو روزے رکھ سکتا ہے۔

۶۔ ان دنوں اگر کوئی شخص سفر پر ہو۔ تو وہ اپنے روزے کسی اور وقت پورے کر سکتا ہے جبکہ وہ سفر پر نہ ہو۔

۷۔ فدیہ کی مقدار ایک فقیر کو کھانا کھلانے کے برابر ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص ان رعایتوں کا مستحق ہوتے ہوئے بھی روزہ رکھے اور اپنی خوشی سے نیکی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ تو یہ اس کے حق میں اور بھی بہتر ہے۔

ابھی روزہ کا بیان اور اس کے مسائل ختم نہیں ہوتے ہیں۔ اس رکوع میں مسلسل یہ بیان جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح علم و عمل اور سمجھنے سمجھانے کی توفیق بخشے۔

Marfat.com

رمضان کی فضیلت

شَهْرُ - رَمَضَانَ - الَّذِیْ
مہینہ رمضان جس

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ
رمضان کا مہینہ ہے

اُنْزِلَ - فِیْهِ - الْقُرْاٰنُ
نازل ہوا اس میں قرآن

اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ
جس میں قرآن نازل ہوا۔

رَمَضَان (ماہ رمضان) یہ لفظ رمض سے نکلا ہے۔ جس کے لفظی معنی دھوپ اور گرمی کی شدت کے ہیں۔ یہ اسلامی سال کے نویں مہینے کا نام ہے۔ اسلامی سال شمسی نظام کے بجائے قمری نظام سے چلتا ہے۔ اور چاند کے مہینے مختلف موسموں میں اول بدل کر آتے ہیں اس لئے رمضان بھی مختلف موسموں میں آتا ہے۔ اور روزہ دار کو ہر قسم کے موسم میں روزے رکھنے کا موقع ملتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں رمضان المبارک کے اندر روزے مقرر کرنے کی خصوصیت اور وجہ بیان فرمائی ہے اور وہ ہے اس ماہ مقدس میں نزولِ قرآن۔

قرآن مجید یوں تو تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ اور تیئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں مکمل ہوا۔ لیکن اس کی ابتدا اس مقدس مہینے ماہ رمضان سے ہوئی۔ سب سے پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حرا میں اس ماہ میں نازل ہوئی تھیں۔ احادیث مبارکہ میں یہ بھی آیا ہے کہ لیلۃ القدر میں پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اترا۔ اور پھر تھوڑا تھوڑا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ یہ لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ایک مقدس اور بابرکت رات ہوتی ہے۔ کلام اللہ میں اس رات کو ہزار مہینوں سے افضل بیان کیا گیا ہے۔

احادیث میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ سال میں جس قدر قرآن مجید نازل ہو چکا ہوتا۔ رمضان میں جبریل امین حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو آکر سنا جاتے۔ حضور صلعم کے وصال کے آخری سال میں اللہ کے فرشتے نے آپ کو مکمل کلام مجید سنایا اور حضور صلعم سے سنا۔

رمضان المبارک میں اللہ کا کلام نازل ہوا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس کی یادگار قائم رکھنے کے لئے اس میں روزے فرض کر دیئے۔ کلام اللہ نوع انسانی کی زندگی کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ اور رمضان کے روزے زندگی کو پاکیزہ بنانے کا ذریعہ ہیں۔ مبارک ہیں جو رمضان پائیں اور روزے مکمل رکھ لیں۔ اور اپنی زندگیوں کو پاکیزہ بنا کر متقین کی فہرست میں شامل ہو جائیں۔

Marfat.com

قرآن مجید کی خصوصیات

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ج

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ج

هدایت لوگوں کیلئے اور روشن دلیلیں سے ہدایت اور جدا کرنے والا

لوگوں کے واسطے ہدایت اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق کو باطل سے جدا کرنے والا

آیت کی ابتداء میں رمضان المبارک کی فضیلت واضح کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے بتایا۔ کہ قرآن مجید آخری آسمانی کتاب اسی مہینے میں آخری نبی صلعم پر اترنی شروع ہوئی۔ اب یہاں قرآن مجید کی تین خصوصیات بیان فرمائیں۔

۱۔ هُدًى (ہدایت) یہ کہ قرآن مجید تمام بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ ہر فرد اپنے خالق حقیقی اور زندگی کی صحیح منزل تک پہنچنے کے لئے صحیح راستہ صرف قرآن مجید سے ہی حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ رہنمائی کا ہر ذریعہ غلط ہوگا۔ اس کے سوا ہر راہ گمراہی کی راہ ہوگی۔ راہ راست کی طرف ہدایت قرآن مجید اور صرف قرآن مجید ہی کو سکتا ہے۔ انسان کی زندگی کو مجموعی طور پر کامیابی سے گذارنے کے لئے اس کے ہر پہلو سے متعلق قرآن مجید نے ایسے قاعدے دیئے ہیں۔ جو سیدھے راستے اور حقیقی منزل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا۔ هُدًى لِّلنَّاسِ (قرآن مجید تمام نوع انسانی کیلئے ہدایت ہے) لفظ ہدایت کی مزید تشریح سبق (۹) میں مطالعہ فرمائیں۔

۲۔ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى (ہدایت کی روشن دلیلیں) یہ کہ قرآن مجید نے ہدایت اور راہنمائی کے تمام اصول اور ضابطوں کو اس قدر کھول کر بیان کیا ہے۔ کہ وہ بالکل صاف آسان اور سہل ہوگئے ہیں۔ اور ہر شخص انہیں سہولت کے ساتھ سمجھ سکتا ہے چونکہ قرآن کی خوبی بَيِّنٰتٍ (کھلے کھلے دلائل) ہے۔ اس لئے قرآن پاک کے اصول عام فہم۔ سادہ اور قابل عمل ہیں کوئی بات عقل کے خلاف اور کوئی اصول ناقابل عمل نہیں۔

۳۔ اَلْفُرْقَان (حق کو باطل سے جدا کرنے والا) قرآن مجید کی تیسری خوبی یہ ہے۔ کہ جو لوگ اس مقدس کتاب کو پڑھتے ہیں۔ ان میں صحیح فیصلہ کرنے کی قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ وہ سچ اور جھوٹ، صحیح اور غلط۔ حق اور باطل، ایمان اور کفر اصلاح اور فساد، اطاعت اور سرکشی اور عبادت، انکار میں فرق کرنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ اچھے اور برے میں تمیز کرسکتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید کی صفت اَلْفُرْقَان (حق اور باطل میں تمیز کرنے والا) ہے۔

ایسی کتاب جس میں یہ تین خوبیاں ہوں۔ اس کا ہر حکم انسان کے لئے زندگی کا پیغام نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے ہر حکم میں ان گنت برکتیں اور حکمتیں بھری ہوئی ہیں۔

کاش! مسلمان اللہ کے اس آخری پیغام کو خود بھی سمجھیں۔ اور دنیا کو بھی سمجھا سکیں۔ اگر ہم دنیا کے کونے کونے میں اللہ کا کلام نہ پھیلا سکے۔ تو یہ امانت میں خیانت ہوگی۔

Marfat.com

روزہ کی فرضیت

فَمَنْ - شَهِدَ - مِنْكُمُ - الشَّهْرَ
سو جو کوئی پائے تم میں سے مہینہ

فَلْيَصُمْهُ ط
تو ضرور روزے رکھے اس کے

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ
کہ تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے

فَلْيَصُمْهُ ط
تو اس کے روزے ضرور رکھے

آیت کے اس ٹکڑے میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جو شخص بھی اپنی زندگی میں ماہ رمضان پائے۔ وہ ضرور روزے رکھے۔ استثنا صرف مریض اور مسافر کے لئے ہے۔ جس کی تفصیل پہلے بھی گذر چکی ہے۔ اور آیت کے آخری حصہ میں بھی آئے گی۔ یہ حکم رمضان کی فضیلتوں کے پیش نظر دیا جاتا ہے جنہیں ہم ایک مرتبہ پھر ذیل میں خلاصہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

دنیا کی ہر قوم میں روزہ رکھنے کا دستور ہے مثلاً عاشورہ کے دن حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کی قوم کو فرعون کے ظلم سے نجات ملی۔ تو یہودیوں میں اس دن کا روزہ شروع ہوا۔ عیسائیوں میں بھی روزہ رکھنے کا قانون موجود ہے۔ ہندو اور دوسری قوموں میں بھی روزہ کا تصور اور رواج پایا جاتا ہے۔ تفصیلات مختلف ہیں۔ لیکن اصل موجود ہے۔

روزوں کے بے شمار فضائل ہیں اس سے صحت و تندرستی پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ غریب لوگوں کی حالت سے امیر لوگ عملی طور پر باخبر ہو جاتے ہیں۔ پیٹ بھر کر کھانے والوں اور فاقہ کاٹنے والوں میں برابری پیدا ہوتی ہے۔ روحانی قوتوں میں ترقی ہوتی ہے۔ حیوانی خواہشوں پر پابندی ہوتی ہے۔ خدا ترسی انسان کے اندر مضبوط ہوتی ہے۔ مثلاً گرمی کا موسم ہے سخت پیاس لگ رہی ہے۔ مکان میں ٹھنڈا پانی رکھا ہے۔ روزہ دار کو دیکھنے والا کوئی نہیں لیکن وہ پانی نہیں پیتا۔

یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی عزّت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ اب کوئی دوسری قوت اس پر غالب نہیں آسکتی۔ اور جب رمضان میں روزہ کے ذریعے اس نے اپنے آپ کو خدا کے حکم سے جائز، حلال اور پاکیزہ خواہشات کو بھی چھوڑنے کا عادی بنا لیا۔ تو حرام۔ ناجائز اور بُری عادتوں کے چھوڑنے میں اسے کوئی دقت محسوس نہ ہوگی۔ یہ وہ اخلاقی پاکیزگیاں ہیں۔ جن کا پیدا کرنا روزے کا مقصد ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔ کہ اگر ایک روزہ دار جھوٹ کہنا۔ لغو بکنا اور فضول کام کرنا نہیں چھوڑتا۔ تو خدا کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی پرواہ نہیں۔ گویا روزے کا اصل مقصد اخلاق کو سنوارنا ہے۔ اگر اخلاق درست نہ ہوئے۔ تو روزے سے کیا فائدہ حاصل ہوا ہم مسلمانوں پر فرض ہے۔ کہ روزوں کی اس قدر فضیلت اور اہمیّت کے پیش نظر ہر سال اس ماہ کے روزے رکھیں۔ رمضان کا احترام کریں۔ اور اپنے اندر اخلاقی۔ جسمانی اور روحانی خوبیاں پیدا کریں۔ تاکہ نزول قرآن کا مقصد پورا ہو۔ اور رمضان المبارک واقعی نزولِ قرآن کا جشن اور یادگار ثابت ہو جائے۔

Marfat.com

اللہ آسانی چاہتا ہے مشکل نہیں

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ

اور جو کوئی ہو بیمار یا پر سفر

فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ يُرِيدُ

گنتی پوری کرے سے دن اور چاہتا ہے

اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ

اللہ تم پر آسانی اور نہ چاہتا تم پر

الْعُسْرَ ۚ

دشواری

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ

اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو

فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ يُرِيدُ

تو اور دنوں میں گنتی پوری کرنی چاہیئے

اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ

اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر

الْعُسْرَ ۚ

دشواری نہیں چاہتا

اس آیت میں قرآن مجید نے یہ حقیقت ظاہر کی ہے۔ کہ دینِ فطرت یعنی اسلام نہایت آسان اور سہل ہے۔ اسلام انسانوں سے سخت مشقتیں، دشوار ریاضتیں اور ناقابل عمل عبادتیں نہیں چاہتا۔ بلکہ اسلام میں بہت سی گنجائشیں اور بیشمار سہولتیں رکھ دی گئی ہیں۔ کمزور مجبور انسانوں کو رعائتیں دی گئی ہیں۔ اسلامی شریعت میں ایسا کوئی حکم نہ ملے گا۔ جس میں انسان کے حالات، عمر، صحت، موسم اور دوسری مجبوریوں اور مشکلوں کا لحاظ نہ کر لیا گیا ہو۔

پچھلی آیت میں یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ جو شخص اپنی زندگی میں رمضان کا مہینہ پائے وہ روزے رکھے۔ اس سے شائد بعض لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہو۔ کہ اس حکم میں سب آجاتے ہیں۔ اور معذور کی رعایت نہیں کی گئی۔ اس لئے اب حکم دہرا دیا گیا۔ کہ جو مریض اور مسافر ہو۔ وہ رمضان کے بجائے کسی اور مہینے میں روزے رکھ سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس آیت سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ اگرچہ شریعت کے احکام بظاہر کسی قدر دشوار اور مشکل معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ ہماری کامیابی۔ ترقی اور آسانی راہ کے لئے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کو ہم سے دشمنی نہیں۔ جو مشکل احکام دے۔ بلکہ وہ ہمارا خالق۔ معبود اور ارحم الراحمین ہے۔ وہ ہر حالت میں ہماری آسانی اور سہولت کا لحاظ رکھتا ہے۔ اس کا ہر حکم مصلحتِ زندگی اور خوشحالی کے لئے ہوتا ہے۔

جن حکموں کو ہم مشکل سمجھتے ہیں۔ دراصل وہ بھی آسان ہوتے ہیں۔ ہم اپنی تن آسانی اور سستی کی وجہ سے انہیں مشکل سمجھتے ہیں۔ واقعی آج تک ہم نے کبھی نہیں سنا کہ رمضان کے روزوں کی وجہ سے کوئی مر گیا ہو یا کسی کی صحت خراب ہو گئی ہو۔ اس کے برعکس روزہ سے صحت بہتر ہوتی ہے روحانیت کا تو کیا ذکر ہے۔

Marfat.com

روزہ کے دوسرے مقاصد

وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا
اور۔ اس لئے کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو
اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ
اللہ اوپر جو تمہیں ہدایت کی اور تاکہ تم
تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾
شکر ادا کرو

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا
اور اس واسطے کہ تم گنتی پوری کرو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان
اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ
کرو اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت بخشی اور تاکہ تم
تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾
شکر ادا کرو۔

اس سے قبل آیت (۱۸۳) یعنی سبق (۲۱۲) میں روزے کے بڑے مقصد تقویٰ (پرہیزگاری) کا ذکر ہو چکا ہے۔ اب آیت کے اس آخری حصہ میں روزے کے مزید تین مقاصد اور سہولتوں کا بیان ہوا ہے۔

۱۔ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ (تاکہ تم گنتی پوری کرو) مراد یہ ہے کہ معذور لوگ اپنے روزے کسی اور وقت رکھ لیں۔ اور رمضان کی گنتی پوری کر لیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے۔ کہ اگر انسان مقررہ وقت پر اپنا فرض ادا نہ کر سکے اور بروقت اس کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے۔ تو اسے دوسرا موقعہ دیا گیا۔ تاکہ وہ اللہ کا فرمان پورا کر لے اور اس کی خوشنودی حاصل کر لے۔ گویا شریعت کے احکام کی بجا آوری ضروری ہے۔ سہولتوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن ٹالا نہیں جا سکتا۔

۲۔ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ (اللہ کی بڑائی بیان کرو) مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدائیت پر چل کر اس کی عظمت و بزرگی کے گیت گا سکے۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے کہ اس نے ہمیں اپنی حکمت اور علم سے کام لے کر سیدھی راہ دکھا دی۔ جس پر چلنے والا ہر آفت سے محفوظ رہتا ہے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ اللہ کے نام اور اس کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔ صبح و شام دین کی بلندی میں مصروف رہے۔ اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہے۔ مشرق و مغرب میں اس کا نام بلند کرے۔ تاکہ کوئی قوم ہدائیت سے محروم نہ رہ جائے۔

۳۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تاکہ تم شکر ادا کرو) تیسری غرض یہ ہے۔ کہ ہم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ اور اس کا احسان مانیں۔ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے یہ مراد ہوتی ہے۔ کہ ان نعمتوں کو مقررکردہ طریقے سے استعمال کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے جو سہولتیں ہمیں دی ہیں ان کی ناشکری اور ناقدری نہ کریں۔ بلکہ اس کی دی ہوئی قوتوں۔ طاقتوں۔ نعمتوں اور صلاحیتوں کو صحیح اور درست طور پر استعمال کریں۔

Marfat.com

دُعا

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ
اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے میرے بارہ میں سو میں
قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
تو قریب ہوں۔ مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے مانگے

وَاِذَا۔ سَاَلَكَ۔ عِبَادِیْ۔ عَنِّیْ۔ فَاِنِّیْ
اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے میرے بارہ میں سو میں
قَرِیْبٌ۔ اُجِیْبُ۔ دَعْوَةَ۔ الدَّاعِ۔ اِذَا۔ دَعَانِ
قریب قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والا جب دعا مانگے

عَنِّیْ (میری بابت) یعنی میرے قریبی اور دوری کے متعلق پوچھیں۔ بعض مذاہب نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو انسان کی رسائی سے اس قدر دور اور بلند خیال کیا ہے۔ کہ گویا وہاں تک پہنچنا بالکل ناممکن ہے۔ اسلام نے اس غلط عقیدے کو رد کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ انسان کے نہایت قریب ہے۔

اِنِّیْ قَرِیْبٌ (میں قریب ہوں) مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علم اور واقفیت کے لحاظ سے بھی انسان کے قریب ہے، اور اسکی دعا سننے اور اسے قبول کرنے کے لحاظ سے بھی اسکے قریب ہے، قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہے، میں انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

مذہب کی روح یہ ہے۔ کہ انسان سب سے کٹ کر صرف ایک اللہ کا ہو رہے۔ اسی سے اپنی ہر مراد مانگنے۔ اسی کے آگے سوال کا ہاتھ اٹھائے۔ اسکی زندگی اور موت اس کی عبادت اور قربانی اسی کے لئے ہو۔ اس روح کو پیدا کرنیکے لئے اللہ تعالیٰ نے دعا کی تعلیم دی۔ اور فرمایا کہ میں انسانوں سے دور نہیں ہوں۔ بلکہ جب کبھی کوئی شخص تمام جانب سے ہٹ کر پورے اخلاص کے ساتھ مجھے پکارتا ہے۔ تو میں اسکی پکار کو سنتا ہوں۔ اسے جواب دیتا ہوں۔ اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ اسکی تمنا پوری کرتا ہوں۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ رات کے آخری تیسرے حصے میں اللہ تعالیٰ قریب ترین آسمان پر آکر یہ اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کی دعا قبول کروں ہے کوئی سوال کرنے والا جس پر نوازش کروں ہے کوئی بخشش مانگنے والا جسے معاف کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ دعا عبادت ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس درجہ باحیا اور کریم ہے کہ وہ کسی دعا کرنے والے کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن دعا کے قبول ہونے کی ایک شرط یہ ہے۔ کہ دل غافل اور بے پرواہ نہ ہو۔ رات کے اس آخری حصہ ہی پر کیا موقوف ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر وقت اور ہر جگہ ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے۔ بشرطیکہ وہ خلوص اور ایمانداری کے ساتھ اسے پکارے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے کتنا بھروسہ۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کیلئے کیسی امید گنہگار روحوں کیلئے کیسی توقع تھکے ماندوں کیلئے کیسا سہارا۔ بے بسوں کے لئے کیسا آسرا اور کیسی قوت بھردی ہے۔ انسان اس سے نہ مانگے تو اور کس سے مانگے؟ مگر کس قدر غافل اور ظالم ہے یہ انسان کہ اس سے مانگتے وقت شرماتا ہے۔ اور اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے جھجکتا ہے۔

Marfat.com

دُعا کی دو شرطیں

فَلْيَسْتَجِيبُوا - لِي - وَ - لْيُؤْمِنُوا - بِي
تو چاہیئے کہ وہ حکم مانیں میرا اور ایمان لائیں مجھ پر
لَعَلَّهُمْ - يَرْشُدُونَ (۱۸۶)
تاکہ وہ نیک راہ پر آئیں

فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي
تو چاہیئے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (۱۸۶)
تاکہ وہ نیک راہ پر آئیں۔

پچھلے سبق میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ انسانوں سے نہایت قریب ہے۔ وہ ان کے حالات سے سب سے زیادہ واقف ہے۔ ان کی حاجات سے آگاہ ہے۔ ان کی مصلحتوں کو جانتا ہے۔ ان کی فلاح و بہبود چاہتا ہے۔ ان کی پکار کو سنتا ہے۔ ان کی دعا قبول کرتا ہے۔ اور ان کے ساتھ نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔ آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالےٰ نے دعا کی قبولیت کی دو بنیادی شرائط بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي (وہ میرا حکم مانیں) جواب۔ مستجاب۔ اجابت وغیرہ لفظ اسی مادہ سے ہیں۔ قبول کرنا اور مان لینا اس کے معنی میں شامل ہے۔ دعا کی شرطِ اوّل یہ ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تعالےٰ کے بتلائے ہوئے طریقوں۔ اس کی ہدایتوں اور حکموں کو مانتا ہے۔

۲۔ وَلْيُؤْمِنُوا بِي (اور وہ مجھ پر ایمان لائیں) ایمان۔ مؤمن وغیرہ اسی لفظ سے نکلے ہیں۔ ایمان کی تشریح پہلے بھی ہو چکی ہے۔ یعنی زبان سے ماننا۔ دل سے یقین رکھنا۔ اور اس کے مطابق عمل کا ارادہ رکھنا۔ قبولیتِ دعا کی دوسری شرط ہے ——— ان بنیادی شرائط کے علاوہ قرآن و حدیث میں اور بھی کئی شرائط بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً۔

صحیح اور درست چیز کیلئے دعا کرنا۔ اخلاص اور یقین کے ساتھ مانگنا حلال روزی۔ پاک غذا کھانا اور نیکوکار ہونا وغیرہ۔

بعض اوقات ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ ہمیں مایوس اور دل برداشتہ ہونے کے بجائے یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم اور فیصلہ حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ البتہ ہماری دعا میں نقائص اور کمزوریوں کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے۔ بعض وقت دعا کی قبولیت ہمارے حق میں مضر ہو۔ اسلئے ہمیں اللہ تعالےٰ کے فیصلے اور اس کی حکمت پر بہتری کا یقین رکھنا چاہیئے۔

دوسری بات جو ہمیں پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ کہ بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہنا مناسب نہیں۔ کہ دعا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ بسا اوقات کسی بیماری پر کوئی دوا مفید نہیں ہوتی لیکن علاج ترک نہیں کیا جاتا۔ اسلئے کوئی وجہ نہیں۔ کہ دعا قبول نہ ہونے پر اسے ترک کر دیا جائے۔ قبول نہ ہونے میں ضرور کوئی مصلحت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ ہماری مصلحت سے واقف ہے۔ ہماری فلاح چاہتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ رہ رہ کر اسی کے آگے دعا کریں اسکے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کریں۔ کیونکہ یہی راہ کامیابی کی راہ ہے۔

Marfat.com

میاں بیوی کا تعلق

اُحِلَّ - لَكُمْ - لَيْلَةَ - الصِّيَامِ - الرَّفَثُ

جائز ہوا تمہارے لئے رات روزہ بے حجاب ہونا

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ

تمہارے لئے جائز ہوا روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا

اِلٰى - نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ - لِبَاسٌ - لَّكُمْ

طرف تمہاری بیویاں وہ لباس تمہارے لئے

اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ

اپنی بیویوں سے ۔ وہ تمہارا لباس ہیں

وَ - اَنْتُمْ - لِبَاسٌ - لَّهُنَّ ؕ

اور تم لباس ان کے لئے

وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ

اور تم اُن کا لباس ہو۔

الرَّفَثُ (بے حجاب ہونا) رفث کے لفظی معنیٰ ہیں ایسا کلام جو جنسی جذبے اور نفسانی خواہشات کو اکسائے یہاں مراد خود خواہشات کو پورا کرنا ہے۔

آپ جانتے ہیں۔ کہ اسلامی شریعت کے احکام آہستہ آہستہ نازل ہوتے ہیں۔ اہل کتاب (یہود) کی طرح مسلمان بھی روزوں کے ایام میں رات کے وقت سونے کے بعد بیویوں سے صحبت سے باز رہتے تھے۔ اس آیت کے ذریعہ اس میں نرمی کی گئی۔ اور رات کے وقت مباشرت کی اجازت دے دی گئی۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام، جذبات اور خواہشات کو سرے سے مٹانا نہیں چاہتا۔ بلکہ تمام کام اللہ کے حکم اور اس کی مرضی کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے تو کوئی کام کرو اور جب وہ منع فرمائے تو اس سے رک جاؤ۔ چونکہ ہماری مصلحت اور بہتری وہی سمجھتا ہے۔ ہمیں اپنے نفع و نقصان کا کچھ پتہ نہیں۔

روزوں کے علاوہ میاں بیوی پر دن رات کی کوئی پابندی نہیں۔ لیکن روزے میں دن کے وقت منع فرما دیا۔ اگر کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کرے تو اس کی سزا یہ ہے کہ مسلسل ساٹھ روزے رکھے۔ یا ایک غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

لِبَاسٌ میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس فرما کر اس قریبی رشتہ کو ظاہر کیا ہے۔ جو انہیں اللہ کی اجازت سے ایک دوسرے سے حاصل ہے۔ یہ لباس کی تشبیہ کئی صورتوں میں موجود ہے۔ مثلاً ان کے آپس کے قریبی تعلقات۔ ایک دوسرے کی محتاجی۔ جسمانی اعتبار سے انتہائی قرب۔ ایک دوسرے کے لئے زیب و زینت اور اطمینان و آسائش کا موجب ہونا سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک دوسرے کے انتہائی رازدار ہونے کے باوجود پردہ پوشی کرنا۔

غور کیجئے کہ ایک لفظ لباس سے کتنی باتیں سمجھا دی ہیں۔ میاں بیوی دونوں پر لازم ہے کہ وہ واقعی ایک دوسرے کا لباس یعنی رازدار۔ امین۔ پردہ پوش۔ سکون قلب کا سامان اور راحت کا موجب ثابت ہوں۔

Marfat.com

مُباشرت کا مقصود

عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ
معلوم ہے اللہ کہ تم تھے خیانت کرتے

عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ
اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے

اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ
اپنی جانوں سے سو تمہیں معاف کیا اور تم سے درگذر کی

اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ
اپنی جانوں سے سو تمہیں معاف کیا اور تم سے درگذر کی

فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ وَابْتَغُوْا مَا کَتَبَ
پھر اب اپنی عورتوں سے ملو اور طلب کرو وہ جو لکھ دیا

فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ وَابْتَغُوْا مَا کَتَبَ
پھر اب اپنی عورتوں سے ملو اور جو تمہارے لئے اللہ نے

اللّٰہُ لَکُمْ ص
اللہ تمہارے لئے

اللّٰہُ لَکُمْ ص
لکھ دیا ہے وہ طلب کرو

تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ (تم اپنی جانوں سے خیانت کرتے تھے) بعض کمزور مسلمان اپنے ساتھ خود خیانت کے مجرم ہوتے تھے۔ علامہ راغب اصفہانی نے اختیان کے معنے کئے ہیں۔ خیانت کا ارادہ کرنا۔ اس رو سے معنی ہوں گے۔ کہ تم دل میں خیانت کا ارادہ کرتے تھے۔

بَاشِرُوْھُنَّ (اپنی عورتوں سے ملو) لفظ مباشرت اسی مادہ سے ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں عورت سے صحبت کرنا۔ پچھلے سبق میں ذکر ہو چکا ہے۔ کہ ابتدائے اسلام میں اہل کتاب کی طرح مسلمان بھی روزوں کے ایام میں سونے کے بعد بیوی سے صحبت نہ کرتے تھے۔ مگر بعض لوگ جذبات سے مغلوب ہو کر اس پابندی کو توڑ بیٹھتے۔ یا کسی کے دل میں خیانت کا ارادہ اور جذبہ پیدا ہوتا۔ اللہ تعالےٰ نے بات صاف کر دی۔ اور رات کے وقت کھانے پینے کی طرح مباشرت کی بھی صاف اجازت عطا فرما دی۔

اَبْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ (جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے وہ طلب کرو) ابتغاء کے معنیٰ ہیں کسی چیز کے طلب کرنے اور حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ ما کتب اللہ (جو اللہ نے لکھ دیا ہے) اس سے مراد اولاد اور نسل ہے جو مباشرت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اجازت دینے کے ساتھ گویا ایک تنبیہ بھی کر دی۔ یعنی عورتوں کے پاس اولاد پیدا کرنے کی غرض سے جانا چاہیئے۔ مباشرت کے عمل سے اگرچہ طبعی لذت بھی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اسلام نے اس عمل سے اصلی اور بڑا مقصد حصول اولاد اور افزائش نسل رکھا ہے۔ تاکہ انفرادی لذت مجموعی مفاد کا سبب بنتی رہے۔

قرآن مجید کی اس ہدایت سے واضح ہو گیا۔ کہ منع حمل اور ضبط تولید وغیرہ سب غلط اور ناجائز راستے ہیں۔ مباشرت کا یہ نتیجہ قدرتی طور پر نکلتا ہے۔ اس کی امید رکھنی چاہیئے اور اس کا انتظار کرنا چاہیئے۔ محض شہوت رانی کوئی مقصد نہیں۔

Marfat.com

روزہ کے اوقات

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تمہیں
الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ
دھاری سفید جدا دھاری سیاہ
مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
اور کھاؤ اور پیو جب تک تمہیں صاف نظر آئے
الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ
صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے جدا
مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ
صبح سے پھر پورا کرو روزہ تک رات
پھر رات تک روزہ پورا کرو۔

الفجر (فجر) مراد صبح کاذب نہیں۔ بلکہ وہ نور کا تڑکا ہے۔ جو صبح کاذب کے کچھ دیر بعد ہوتا ہے۔ جب روشنی مشرق اور مغرب کی جانب پھیلنے لگتی ہے۔ اور اس کو صبح صادق کہتے ہیں۔ صبح صادق تک سحری کا وقت رہتا ہے۔ حدیث میں سحری آخری وقت کھانے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو لوگوں کی نماز کی تیاری کیلئے بہت سویرے اذان دے دیتے ہیں۔ انکی اذان سے یا محض شمال جنوب میں روشنی دیکھ کر سحری ختم نہ کرو۔ بلکہ روشنی کے پھیل جانے کو معتبر سمجھو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ سحری کے وقت کھانے پینے سے احتیاط اس وقت ضروری ہے۔ جب صبح کی روشنی راستوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ظاہر ہو جائے۔

اللیل (رات) عربی میں رات کا آغاز دن کے خاتمہ اور سورج کے غروب ہو جانے کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے چنانچہ اسلامی کیلنڈر (قمری سنہ) کی تاریخ غروب آفتاب کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس شمسی سال میں تاریخ نصف رات گذرنے پر بدلتی ہے۔ الی اللیل (رات تک) مطلب یہ ہوا۔ کہ جونہی رات داخل ہونے لگے۔ روزہ افطار کر دو۔ یہ مطلب نہیں کہ رات کی تاریکی چھا جانے کے وقت تک روزہ رکھے رہو۔

اس حکم سے پہلے مسلمان روزہ افطار کرنیکے بعد جب سو جاتے۔ تو پھر اگلی شام تک کچھ نہ کھاتے اس آیت میں یہ اجازت دے دی کہ روزہ افطار کرنے کے بعد سے لے کر فجر تک کھاؤ پیو۔ اور عورتوں سے صحبت بھی کر سکتے ہو۔

یہ ایک اور رعایت اور سہولت ہے۔ جو بعد میں دی گئی۔ کہ جب تک رات کی دھاری صبح کی دھاری سے جدا ہو جائے۔ کھانے پینے کی عام اجازت ہے۔ اور پھر سحری ختم ہونیکے بعد سارا دن روزہ رکھنا ہوگا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور تاریکی پھیلنی شروع ہو جائے۔ اس حکم سے یہ پتہ بھی چلتا ہے۔ کہ بغیر سحری کھائے ہوئے اور روزہ افطار کئے مسلسل رکھتے چلے جانا مکروہ ہے اسلام اعتدال کی راہ سکھاتا ہے۔ شدت اور سختی پسند نہیں کرتا۔ لہذا شریعت نے جو طریقہ مقرر کیا ہے۔ ہمیں اس کی پابندی کرنی چاہیئے اور جو رعایات دی ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

Marfat.com

اعتکاف کے احکام

وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِی الْمَسٰجِدِ ؕ

اور نہ عورتوں سے ملو۔ اور تم۔ اعتکاف کرنیوالے
میں مسجدیں۔

وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِی الْمَسٰجِدِ ؕ

اور عورتوں سے نہ ملو جب تم اعتکاف میں ہو
مسجدوں میں

لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ (عورتوں سے نہ ملو) یہاں لفظ مباشرت اپنے وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی صحبت کے علاوہ بوس وکنار بھی نہ کرو۔

عَاكِفُوْنَ (اعتکاف کرنا) لفظ اعتکاف سے ہے جس کے لغوی معنی ہیں۔ اپنے کو کسی شے سے روک کر رکھنا۔ یا اسے اپنے آپ پر لازم کر لینا۔ اصطلاح میں اس سے مراد ہے۔ مسجد میں بیٹھ کر اپنے آپ کو عبادت کے لئے وقف کر لینا۔

روزوں کے سلسلہ میں ایک اور حکم یہ دیا۔ کہ جب تم اعتکاف کر رہے ہو۔ تو عورتوں کے پاس مت جاؤ۔ اعتکاف کے بارے میں چند مزید ضروری احکام ہم بیان کرتے ہیں۔

اعتکاف کرنے والے پر لازم ہے۔ کہ وہ اس زمانہ میں ہر وقت مسجد میں رہے۔ وہیں کھائے پیئے اور سوئے جاگے۔ صرف بدنی اور شرعی ضرورتوں کے لئے ہی مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔ اعتکاف کیلئے مدت کم سے کم ایک دن ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ فی المساجد کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اعتکاف ہمیشہ مسجد ہی میں ہونا چاہیئے۔ البتہ عورتوں کا اعتکاف مسجد کی بجائے گھر کے کسی گوشہ میں ہو سکتا ہے۔

اعتکاف کے دوران گفتگو جائز ہے۔ بشرطیکہ مسجد کے احترام اور اعتکاف کے آداب کے خلاف نہ ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔ کہ آپ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں پورے دس دن کے لئے مسجد میں اعتکاف فرماتے۔ اور دنیاوی معاملات سے اپنا تعلق بالکل توڑ لیتے۔ اسی لئے اعتکاف سنت کفایہ ہے۔ یعنی ایسی سنت کہ محلہ کا ایک آدمی کرے۔ تو دوسروں کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔

اعتکاف کے بہت سے فوائد ہیں۔ روحانی قوت حاصل کرنے۔ ایمانی اعتبار سے تازہ دم ہونے کیلئے اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں انسان اپنا وقت مسلسل اطاعت اور عبادت میں گذارتا ہے۔ اسے تنہائی اور یکسوئی میسر آتی ہے۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت پر پورا پورا عمل کریں۔ ایمان کی روشنی حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے مستحق ہوں۔ اور کم سے کم چند دن کے لئے کامل طور پر پاکیزگی حاصل کریں۔ دنیاوی تعلقات اور معاملات سے کچھ مدت کے لئے اپنا رشتہ توڑ لیں۔ اور معبود حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

Marfat.com

حدود اللہ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ
یہ حدیں اللہ کی ہیں سو ان کے نزدیک نہ جاؤ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ
یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں سو ان کے نزدیک نہ جاؤ

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ
اس طرح بیان فرماتا ہے اللہ اس کی آیتیں لوگوں کے لئے

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ
اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾
تاکہ وہ بچتے رہیں

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾
تاکہ وہ بچتے رہیں۔

تِلْكَ (یہ) اس سے ان چھ سات احکام کی طرف اشارہ ہے۔ جو پہلے سبقوں میں بیان ہو چکے ہیں۔

حُدُوْدُ (حد کی جمع) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ضابطے اور قاعدے ہیں جنکی پابندی پر بار بار قرآن مجید میں زور دیا گیا ہے۔

اٰیات (آیتیں) مراد احکام ہیں اس لفظ کی تشریح اس سے قبل سبق (۱۴) میں گذر چکی ہے۔

روزے کی برکات اور اس کی فرضیت بیان کرنے کے بعد قرآن مجید نے اس سے متعلق تمام ضمنی قوانین بتادیئے اعتکاف کے لوازمات اور دوسرے ضابطے بھی واضح کر دیئے۔ اب آیت کے اس آخری ٹکڑے میں یہ تنبیہ کی گئی ہے۔ کہ تمام قوانین اصول۔ حدیں اور بندشیں اللہ تعالےٰ نے وضع کی ہیں۔ ان سے منہ موڑنا اور خلاف ورزی کرنا معمولی بات نہ ہوگی۔ بلکہ انہیں مقرر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جو حکمت اور علم والا ہے۔ اس کی ہدایات اور احکام برحق ہیں۔ مصلحت پر مبنی ہیں۔ انسانوں کی فلاح اور کامیابی کے ضامن ہیں۔ ان کی پیروی اور تعمیل سے دنیا و آخرت سنورے گی۔ ان کی روگردانی اور سرتابی، تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہوگی۔ اس لئے کسی انسان کو ان سے باہر نہیں جانا چاہیئے اسکی باندھی ہوئی حدوں کے اندر رہنا چاہیئے۔

جس طرح اللہ تعالےٰ نے روزے کے احکام۔ اس کی حدیں۔ اوقات۔ اعتکاف اور اس سے متعلق دوسرے امور تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔ اسی طرح وہ باقی احکام انسان کی فلاح اور بہتری کے لئے تفصیل سے بیان فرماتا ہے ان پر مضبوطی سے کاربند ہونے سے انسان میں تقویٰ۔ پرہیزگاری، جذبہ اطاعت و فرمانبرداری، اخلاص و ایثار، پاکدامنی و پاکبازی۔ نیک عملی اور نیکوکاری پیدا ہوگی۔

انسان اپنی کم فہمی کی بنا پر اپنی مصلحت اور بہبود کے لئے خود کوئی راہ قائم نہیں کر سکتا۔ اسے ایک بزرگ و برتر ہستی۔ عالم کل اور حاکم مطلق کی ہدایات کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ خدائے واحد ہے۔ اس نے نہایت شفقت سے کام لے کر ہمیں کامیابی و کامرانی کی راہ بتادی ہے۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ بلا تامل اس صراط مستقیم پر چل پڑیں۔ اور مقصود اصلی پالیں۔

Marfat.com

ناحق مال

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

اور نہ کھاؤ ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

لَاتَاْكُلُوْا (نہ کھاؤ) یہ لفظ اکل سے نکلا ہے جس کے معنی کھانا ہیں۔ محاورہ کے اعتبار سے صرف کھانا ہی مراد نہیں۔ بلکہ کسی طرح بھی ناجائز طور پر مال حاصل کرکے استعمال کرنا مراد ہے۔

اَمْوَالَكُمْ (ایک دوسرے کا مال) تمام مسلمانوں کو خطاب کیا گیا ہے اور یہاں اس کے معنی اپنا مال نہیں بلکہ ایک دوسرے کا مال ہوں گے۔

بَيْنَكُمْ (آپس میں) علماء نے اس لفظ کا دائرہ بہت وسیع بیان کیا ہے۔ صرف مسلمانوں کے مال تک ہی حکم محدود نہیں۔ بلکہ مراد تمام انسانوں کا مال ہے۔ خواہ مسلم ہو یا کافر۔ کسی کا مال بھی دغا۔ فریب۔ ظلم اور ناحق لینا جائز نہیں۔

بِالْبَاطِلِ (ناحق) مراد ہر ناجائز طریقہ ہے۔ اس کی بے شمار صورتیں ہو سکتی ہیں۔ جائز طریقہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کے سوا جو صورت بھی اختیار کی جائے۔ وہ ناجائز اور باطل تصور ہوگی۔

روزوں کی فرضیت سے یہ مقصود تھا۔ کہ امت کے افراد کے نفس پاکیزہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنیکے لئے پہلے وہ اپنے اندر حلال چیزوں کو چھوڑنے کی عادت پیدا کریں۔ تاکہ آئندہ ناجائز طریق سے حاصل کیا ہوا مال ان کے لئے چھوڑنا آسان ہو جائے اور اس سے بالکل پرہیز کریں۔

مل جل کر رہنے سے تبادلہ اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے فرمادیا کہ باہمی لین دین میں کسی کا مال ظلم کرکے کھانے کی کوشش ہرگز نہ ہونی چاہیئے۔ لوٹ مار کرنا۔ قمار بازی میں الجھنا۔ دھوکے فریب چالبازی اور دیگر باطل طریق سے مال حاصل کرنا ایک دم ترک کردینا چاہیئے۔ ایسے ہی گانے بجانے کی اجرت۔ شراب کا کاروبار مثلاً بنانا۔ خرید و فروخت وغیرہ رشوت لینا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ امانت میں خیانت کرنا اور کمزور و بے بس کا ناحق مال کھانا باطل طریقے ہیں۔ جو چھوڑنے چاہئیں۔

قرآن مجید نے اس کا فیصلہ زیادہ تر لوگوں کے اپنے ضمیر پر چھوڑ دیا ہے۔ کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری خود محسوس کرے اپنا چال چلن اور برتاؤ درست کرے۔ اعمال کے حساب کا ڈر اپنے اندر رکھے۔ ہر معاملہ دیانت اور امانت کے ساتھ کرے۔ تاکہ حکومت کو صرف خاص خاص حالتوں میں مداخلت کرنے کی ضرورت ہو۔

اس آیت کا نچوڑ یہ ہے کہ نیکی صرف یہ نہیں کہ تم رمضان کے دنوں میں پاک اور جائز چیزوں کو ترک کردو۔ بلکہ اصل نیکی یہ ہے۔ کہ تم ہمیشہ کیلئے ناجائز مال کھانا اور حاصل کرنا چھوڑ دو۔ کبھی دھوکے فریب۔ خیانت۔ ظلم۔ زیادتی۔ بے انصافی سے کسی کا مال حاصل نہ کرو۔ رشوت اور ناجائز تحفے وصول کرنا حرام ہے۔ جس طرح روزوں سے مسلمانوں کے نفس پاکیزہ ہوں گے۔ اس طرح اس حکم کی پیروی سے انکے عمل پاک ہو جائیں گے۔ اس کا مبارک اثر اخلاق۔ معاشرت۔ سیاست۔ عدالت غرض زندگی کے ہر شعبے پر پڑے گا۔

Marfat.com

رشوت

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ — وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ
اور (نہ) پہنچاؤ انہیں تک حاکم — اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ

لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ — لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ
کہ کھاجاؤ کوئی حصہ سے مال لوگ — کہ لوگوں کے مال میں سے کوئی حصہ کھاجاؤ

بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع — بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع
ناحق اور تم جانتے ہو۔ — ناحق اور تم جانتے ہو۔

ع ۲۳ ۶ ۷

تُدْلُوْا (پہنچاؤ) لفظ ادلاء سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں کنوئیں میں ڈول ڈالنا۔ کسی چیز کو کہیں پہنچانا۔ یا اسے وسیلہ بنانا بھی معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ حاکموں کو اپنا طرفدار بنانے یا ان تک رسائی حاصل کرنے کا مال کو ذریعہ نہ بناؤ۔ اور رشوت یا مالی تحفے تحائف دے کر حاکموں پر اثر نہ ڈالو۔

فَرِيْقًا (کوئی حصہ) اس لفظ کے معنی کسی گروہ یا فریق کے بھی ہوتے ہیں لیکن یہاں حصہ یا جزو کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

بِالْاِثْمِ (ناحق) ہر قسم کی برائیاں اثم کے مفہوم میں شامل ہیں۔

سوسائٹی میں عدل و انصاف اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت کی خاطر قرآن مجید نے یہاں دو باتوں پر زور دیا ہے۔ ایک یہ کہ نذرانے۔ ڈالیاں۔ دعوتیں اور رشوت کے دوسرے تمام ایسے ذرائع جن سے حاکموں پر اثر ڈالنا اور ان سے رسوخ پیدا کرنا مقصود ہو۔ ناجائز ہیں۔ کیونکہ اس طرح حاکم جانبدار ہو سکتے ہیں۔ انصاف کی ترازو ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ عدل اور حق پرستی کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ ظلم اور حق تلفی عام ہو جاتی ہے۔ جھوٹے دعوے۔ جعلی کاغذات۔ جھوٹی گواہیاں جھوٹے حلفنامے اور حق بات سے کترانا عام ہو جاتا ہے۔ اسطرح بدعنوانیاں پھیلتی ہیں۔ اور قتل و خون زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ان سب سے بچنے کے لئے یہ قانون بنا دیا گیا۔ کہ حاکموں کو غیر جانبدار۔ عدل پرست اور حق کا طرفدار رکھنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ کوئی فرد اپنے مال سے حاکم کو ورغلانے کی کوشش نہ کرے۔

دوسری اہم بات جو اس سلسلے میں قرآن مجید نے بتائی۔ وہ یہ کہ ہر معاملے اور لین دین میں خود انسان کا ضمیر اسے نیکی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور برائی پر ملامت کرتا ہے ظاہر ہے کہ دنیا کی بہتر سے بہتر عدالت اور عادل سے عادل حاکم کے فیصلے بہر حال مقدمہ کی صورت حال اور گواہوں کی شہادت کے مطابق ہی ہوں گے اور ان میں غلطی اور لغزش ممکن ہے۔ لہذا کسی حاکم اور قاضی کے فیصلے کے باوجود اصل مجرم ان کی نگاہ میں جرم سے اور گنہگار اپنے گناہ کی سزا سے بچ سکتا ہے لیکن انسان کا ضمیر اسے دھوکہ نہیں دے سکتا۔ بشرطیکہ اس نے ضمیر کی آواز کو دبا دبا کر مار ہی نہ دیا ہو۔

حدیث میں آتا ہے۔ آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا میرے پاس مقدمہ آتا ہے۔ مدعی ثابت کر دیتا ہے حالانکہ حق دوسری جانب ہوتا ہے میں اس بیان کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں۔ لیکن وہ سمجھ لے کہ ایک مسلمان کا مال ناجائز طریق سے لینا آگ کو لینا ہے۔

Marfat.com

چاند کا حساب

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ
تجھ سے پوچھتے ہیں سے نئے چاند کہہ دے یہ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ
تجھ سے نئے چاند کا حال پوچھتے ہیں کہہ دے کہ یہ

مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ
اوقات لوگوں کے لئے اور حج

مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ
لوگوں کے لئے اور حج کے لئے مقرر اوقات ہیں۔

اَهِلَّة (نئے چاند) ھلال کی جمع ہے۔ چاند کے متعلق لوگوں کے سوال کچھ اس قسم کے تھے۔ پہلے چاند کا طلوع ہونا۔ پھر تاریخ وار اس کا بڑھنا اور پھر تاریخ وار اس کا گھٹنا۔ یہاں تک کہ اس کا غائب ہو جانا کیوں ہے؟ اور ان تبدیلیوں کی وجہ کیا ہے۔

مَوَاقِيْتُ (اوقات) میقات کی جمع ہے جس کے معنیٰ ہیں۔ مقررہ وقت یا وقت معلوم کرنے کا پیمانہ اور آلہ۔

چاند میں جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ عام دیکھنے اور محسوس کرنے کی بات ہے۔ انسان کا ایسے امور کے بارے میں سوال کرنا ایک فطری بات ہے۔ کیونکہ وہ زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لئے بے قرار رہتا ہے کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کے طلوع ہونے اور غائب ہونے کے اسباب کیا ہیں؟ آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحی سے ان سوالوں کے جواب میں فرمایا۔ کہ چاند کے گھٹتے بڑھتے رہنے میں یہ فائدہ ہے۔ کہ اس سے لوگوں کے دنیاوی معاملات اور شرعی حسابات میں دنوں تاریخوں مہینوں اور سالوں کا تعین آسانی سے ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید کے اس صاف بیان سے اوہام پرستی اور شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے دنیا کی بہت سی قومیں چاند کی پوجا کرتی تھیں۔ ایسی قوموں نے نئے چاند کو دیوتا مان کر اس کی پرستش کی۔ اور بڑھتے ہوئے چاند کو مبارک اور گھٹتے ہوئے کو منحوس سمجھا۔ چنانچہ یہ لوگ چاند کی آخری تاریخوں میں بیاہ شادی تک نہیں کرتے تھے۔ قرآن مجید نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کا مقصد واضح کر دیا۔ کہ اس سے انسان کے کام کے اوقات بہ سہولت مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ دوسرے دنیوی معاملات کے علاوہ عبادات اور شرعی حسابات میں بھی بڑی مدد ملتی ہے۔ یہاں حج کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا۔ کہ یہ عرب لوگوں کی زندگی کا بہت اہم شعبہ تھا

قرآن مجید نے شمسی حساب پر قمری حساب کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ اس میں چند فوائد ہیں۔ پہلا یہ کہ شمسی حساب میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔ چونکہ وہ ایک ہی حالت میں رہتا ہے۔ طلوع و غروب کے لحاظ سے اس میں جو معمولی سا تغیر ہوتا ہے۔ عوام اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ پسماندہ اور غیر مہذب علاقوں میں ٹھیک ٹھیک شمسی حساب رکھنے والا ماہر ملنا بہت مشکل ہے۔ تیسرے یہ کہ چاند کی حالتوں میں باقاعدہ تغیر واقع ہونے کی وجہ سے ہر تعلیم یافتہ اور جاہل وقت اور تاریخ کا اندازہ کر سکتا ہے۔ چوتھے یہ کہ چاند کے طلوع و غروب کا موسم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے تمام روئے زمین پر مختلف مہینے موسموں میں آتے رہتے ہیں اور ہر علاقہ کے مسلمان اپنی عبادات باری باری مختلف موسموں میں ادا کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

جاہلیّت کی ایک رسم

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ
اور نہیں نیکی کہ آؤ گھروں سے

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ
اور نیکی یہ نہیں - کہ گھروں میں آؤ اُن کے

ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۚ
ان کی پشت اور لیکن نیکی جو کوئی ڈرے

ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۚ
پچھواڑے سے - لیکن نیک وہ ہے جو اللہ سے

وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۖ وَ
اور آؤ گھر سے ان کے دروازے اور

وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۖ وَ
ڈرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور

اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٨٩﴾
ڈرتے رہو اللہ تاکہ تم مراد کو پہنچو

اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٨٩﴾
اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو-

اسلام سے پہلے جاہلیّت کے زمانہ میں یہ رواج تھا- کہ حج کے دنوں میں جب عرب کے لوگ حج کے لئے احرام باندھ لیتے تو گھر میں جانے کے لئے دروازہ سے داخل ہونے کو نحوست اور بدشگونی سمجھتے- بلکہ مکان کی پچھلی دیوار میں راستہ بنا کر اس سے داخل ہوتے یا پچھواڑے سے چھت پر چڑھ جاتے اور اندر کود تے- وہ اسے اپنے نزدیک بڑی عبادت اور خانہ کعبہ کی تعظیم سمجھتے تھے- ان کی دیکھا دیکھی بعض صحابی بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے- اور احرام کی حالت میں دروازوں سے اندر داخل ہونا احرام کے آداب کے خلاف سمجھنے لگے-

اس آیت میں اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے- اور بتایا گیا ہے- کہ نیکی اس بات میں نہیں ہے- کہ مکان میں پچھواڑے سے داخل ہو- اور نیکی یہ بھی نہیں ہے- کہ خود کوئی بات اپنے پاس سے گھڑ کر اسے عبادت سمجھنے لگ جاؤ- بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ کے احکام کی تعمیل کرو- اس کے ارشادات کی نافرمانی سے ڈرو- برے کاموں سے پرہیز کرو- اور جب بھی مکان میں آنا چاہو- اس کے دروازے سے داخل ہو قدیم رسموں اور گھڑی ہوئی بدعتوں کو چھوڑ دو تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے حکموں کی روشنی میں بجالاؤ-

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے- کہ ہر ایسا عمل جس کی تصدیق یا تائید قرآن و سنّت میں نہ پائی جائے- اسے اپنے دل سے عبادت سمجھ لینا اور شریعت میں داخل کر دینا یا اپنے اوپر لازم کر لینا گناہ ہے اور اسی کا نام بدعت ہے-

پھر یہ بات بھی صاف ہو گئی- کہ اصل نیکی تقویٰ الٰہی ہے یعنی اس کے فرمان پوری طرح ماننا- اور ان پر عمل کرنا- اللہ کی نافرمانی سے خوف کھانا- اسکی منع کی ہوئی باتوں سے بچتے رہنا- یہی نیکی اللہ کو مطلوب ہے- یہی انسان کے عمل اور زندگی کے اچھے اور بُرے ہونے کی کسوٹی ہے-

آخر میں یہ بتایا گیا ہے- کہ ایسی نیکی کا انجام دینا دونوں میں انتہائی کامیابی اور بامرادی ہے- یہ آیت ہمیں پھر یاد دلاتی ہے کہ تقویٰ (خوف خدا) فلاح (کامیابی) کا آپس میں کس قدر گہرا تعلق ہے- دونوں جہانوں میں سرخروئی اور ابدی آرام کا اصل اصول تقویٰ ہے-

Marfat.com

اللہ کی راہ میں جنگ

وَ - قَاتِلُوْا - فِیْ - سَبِیْلِ - اللّٰهِ	وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ
اور لڑو میں راہ اللہ	اور اللہ کی راہ میں لڑو
الَّذِیْنَ - یُقَاتِلُوْنَكُمْ - وَ - لَا - تَعْتَدُوْا ؕ	الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ
وہ لوگ جو تم سے لڑتے ہیں اور نہ زیادتی کرو	ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو
اِنَّ - اللّٰهَ - لَا - یُحِبُّ - الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾	اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾
بیشک اللہ نہ پسند کرتا ہے زیادتی کرنے والے	بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

قَاتِلُوْا (لڑو) لفظ قتال سے ہے جس کے معنی ہیں جنگ کرنا۔ لڑنا۔ یہ حکم مسلمانوں کو اس حالت میں مل رہا ہے جبکہ ان پر ان کے دشمن اور مخالفین اسلام ظلم ڈھا چکے ہیں۔ یہ ظلم چند دن کیلئے نہیں۔ بلکہ تیرہ برس تک مکہ میں قیام کے دوران میں ہوتا رہا ہے۔ کافروں کی زیادتی اور بے رحمی کے جواب میں صبر کرتے ہوئے مسلمان جب وطن اور گھر بار چھوڑ کر بے وطن ہوئے۔ مدینہ میں جا بسے۔ تو اس قدر لمبے اور سخت امتحان کے بعد دشمنوں سے مدافعت کے لئے جنگ کی اجازت ہوئی وہ بھی ظالموں کے بار بار چھیڑ چھاڑ اور حملے کرنے پر۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ میں) یعنی ذاتی غرض کے لئے نہیں۔ بلکہ صرف اللہ کا بول بلند کرنے، شرک مٹانے اور دین حق کی حمایت اور اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے۔

اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ (جو لوگ تم سے لڑتے ہیں) یعنی وہ جنہوں نے تم پر ہتھیار اُٹھائے ان الفاظ سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ جنگ میں پہل کرنیوالے مسلمان نہ تھے۔ اور نہ انہیں ہونا چاہیئے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام جنگیں حفاظت اور مدافعت کے لئے تھیں۔ (۲) دوسری یہ کہ جنگ صرف ان لوگوں کے خلاف کی جائے۔ جو عملی طور پر لڑائی میں حصہ لے رہے ہوں اس حکم کی رو سے تمام بوڑھے بچے۔ عورتیں۔ بیمار غیر جانبدار لوگ مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں ان سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے البتہ اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ میں وہ تمام دشمن شامل ہیں۔ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہوں۔ اور کسی صورت میں لڑنے والوں کی مدد کر رہے ہوں۔

لَا تَعْتَدُوْا (زیادتی نہ کرو) یہ لفظ اعتداء سے نکلا ہے۔ جسکے معنی ہیں حق سے بڑھنا اور حد سے آگے نکل جانا۔ اسکی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ حد سے مراد شریعت کی حد بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ انتقام اور غصہ کے جوش میں دشمن قوم کے ایسے لوگوں کو بھی قتل کر دینا۔ جو لڑائی میں شامل نہ ہوں۔ ان کے کھیتوں۔ باغوں اور پھلدار درختوں کو آگ لگا دینا۔ ان کے بے زبان جانوروں کو مار دینا۔

۲۔ حد سے مراد معاہدہ کی حد بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ دوسری قوموں کی تقلید کر کے خود بھی معاہدوں کی پرواہ نہ کرنا اور حد شکنی کی ابتدا کر کے ہلہ بول دینا۔ (۳) حد سے زیادتی کی ایک شکل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فی سبیل اللہ کے علاوہ کسی اور مقصد اور غرض کیلئے جنگ کی جائے۔

Marfat.com

جنگ اور جلاوطنی

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ
اور انہیں جس جگہ پاؤ مار ڈالو

وَاقْتُلُوْهُمْ ۔ حَيْثُ ۔ ثَقِفْتُمُوْهُمْ
اور انہیں مار ڈالو جس جگہ انہیں پاؤ

وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ
اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے تم انہیں نکال دو

وَاَخْرِجُوْهُمْ ۔ مِّنْ ۔ حَيْثُ ۔ اَخْرَجُوْكُمْ
اور انہیں نکال دو سے جہاں انہوں نے تمہیں نکالا

اَقْتُلُوْهُمْ (انہیں مار ڈالو) ھم سے مراد وہی لوگ ہیں جو لڑائی کے لئے نکلے ہوں۔ یہ حکم حالتِ جنگ کا ہے ہر وقت کا نہیں

حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (جس جگہ انہیں پاؤ) یعنی ان جنگ کرنے والوں اور قتل کرنے والوں کو جہاں کہیں پاؤ۔ قتل کردو۔ جب جنگ ہو رہی ہے۔ تو ہاتھ نہ روکو۔

مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ (جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا) یعنی مکہ سے کفار و مشرکین نے تمہیں نکالا تھا۔

اس آیت میں قتال و جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلام کے دشمن ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں۔ کہ مسلمان ابھر نے نہ پائیں۔ انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ اس لئے ایسے مخالفوں کا وجود اسلام کے لئے ہر وقت خطرہ کا باعث ہے۔ لہٰذا جہاں کہیں مسلمان ان پر غلبہ حاصل کریں۔ اور وہ پر امن شہری بن کر رہنا پسند نہ کریں اور شرارتوں سے باز نہ آئیں تو انہیں قتل کر دیں۔

بیت اللہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس لئے تعمیر کیا تھا۔ کہ تمام روئے زمین کے لوگ وہاں آکر خالص طور پر اللہ کے لئے عبادت کریں۔ اس کے اصلی وارث مسلمان تھے۔ اس لئے کہ مسلمان ہی تمام اقوام میں دین ابراہیمی کے نام لیوا تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اور دین حق کے پابند تھے۔ مسلمانوں نے اسے نئے سرے سے دین اسلام کا مرکز بنانا چاہا۔ لیکن کافر اور مشرکوں نے مسلمانوں کی مخالفت کی۔ ان کے راستے میں روڑے اٹکائے۔ انہیں کلمۂ حق کہنے سے روکا۔ اور ان پر ظلم اور سختیاں کیں۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کو مکہ ہی سے نکال دیا۔

مظلوم مسلمان اپنے آبائی وطن اور مرکز کو چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔ وہاں بھی کافروں نے انہیں چین سے بیٹھنے نہ دیا مختلف قسم کی سازشیں کیں۔ برابر چھیڑ چھاڑ اور مخالفت جاری رکھی۔ مسلمانوں کو حج کرنے سے روکا۔ دعوت اسلامی میں ایک بڑی رکاوٹ بن گئے۔ مدینہ پر حملے شروع کر دیئے۔ ان حالات میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا۔ کہ ایسے کافر دشمنوں کو جہاں پاؤ قتل کردو۔ اور اپنا آبائی وطن اور روحانی مرکز واپس لینے کے لئے انہیں وہاں سے نکال دو۔ کیونکہ ان کی ایذا رسانیاں حد سے گذر چکی ہیں۔

ایک مسلمان کی ہستی انسانیت کا صحیح نمونہ ہے۔ وہ دین فطرت اسلام پر عمل پیرا ہے۔ وہ اپنے قول و فعل سے اخلاق حسنہ کا علمبردار ہے۔ کامل انسانیت کا نمونہ ہونے کی حیثیت میں اسے پوری آزادی سے زندہ رہنے کا حق ملنا چاہیئے۔ اسلام نہ کسی کی آزادی چھینتا ہے۔ نہ اپنی آزادی قربان کر سکتا ہے۔ نہ کسی ایسے دستور طریق کار اور نظام کو برداشت کر سکتا ہے۔ جو امن سوز۔ باطل پرست خدا دشمن۔ اور شرافت و انسانیت کے لئے باعث ننگ ہو۔

Marfat.com

فتنہ قتل سے بدتر ہے

وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج — وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج

اور فتنہ زیادہ سخت ہے قتل سے — اور فتنہ مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

الْفِتْنَةُ (فتنہ) فتن سے بنا ہے۔ کھوٹ نکالنے کے لئے سونے کو آگ میں ڈالنا اس کے لفظی معنیٰ ہیں۔ محض آگ میں ڈالنا بھی اس کے معنیٰ ہیں۔ اس اعتبار سے اصطلاحی طور پر دکھ اور تکلیف اور آزمائش اور امتحان کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ کی راہ میں ایذا پہنچانے اور بدامنی قتل و غارت گری اور زبردستی دین سے ہٹانے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ یہاں انہیں آخری معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

انسان کو قتل کرنا بالاتفاق بہت بڑی برائی ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑی برائی یہ ہے۔ کہ لوگ دوسروں کی آزادی گویا حق زندگی چھیننے کی کوشش کریں۔ ان کے حقوق کو پامال کریں۔ ایک قوم کو صرف اسلئے کہ وہ توحید کی قائل اور شرک سے بیزار ہے۔ مٹانا چاہیں۔ توحید کی جگہ کفر و شرک پھیلانا چاہیں۔ اگر اس فتنہ اور شرارت کو دور نہ کیا جائے۔ تو پھر یہ پھیلتا پھیلتا اس قدر عام ہو جائے گا۔ کہ کوئی قوم زندہ نہ رہ سکے گی۔ بلکہ سبھی جنگ و جدال اور قتل کی آگ کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ اس لئے اگر فتنہ کو دبانے کے لئے تھوڑے سے آدمی قتل کرنے پڑیں۔ تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ بڑی برائی کو روکنے کیلئے تھوڑی بہت قربانی کوئی معنی نہیں رکھتی۔

اسلام ایک دین ہے۔ جو انسان کو انسانیت۔ نیک اخلاق۔ سچائی و انصاف۔ نیکی اور پرہیزگاری کی راہ دکھاتا ہے۔ اس لئے اس دین سے دشمنی کرنا گویا انسانیت سے دشمنی کرنا ہے۔ اور اس کا منکر ہونا، زندگی کا منکر ہونا ہے۔ اسلام سے ہٹنے والا اپنی تباہی و بربادی کو دعوت دیتا ہے۔ اس لئے الگ ہونے والا گویا موت کے منہ میں آجاتا ہے ہر وہ آدمی جو اسلام جیسے فطری دین سے لوگوں کو روکتا ہے۔ وہ فتنہ پرداز ہے۔ اور اگر وہ زندہ رہے گا۔ تو دوسرے لوگوں کے اخلاق اور اعمال کو خراب کرے گا۔ اس لئے ایسے انسانیت دشمن طبقہ کا وجود ہر حالت میں ناقابل برداشت ہے۔ بہتر ہے کہ اسے ختم کر دیا جائے۔ تاکہ ایک بھیڑ سب کو گندہ نہ کرے۔ اس کی یہ فتنہ پردازی پرامن تبلیغ کی معاندانہ مخالفت۔ انسان کی فطری آزادی کو سلب کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ آخر کار دنیا کو فتنہ و فساد۔ کشت و خون اور غدر و بدامنی کی طرف لے جا کر رہے گی۔ اس لئے پیشتر اس کے کہ وسیع پیمانے پر قتل و خون ہو۔ بہتر یہی ہے کہ ابھی اس کی جڑ اکھاڑ دی جائے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ گھروں سے نکال دینا۔ جلاوطن کر دینا یا قتل کر دینا تو بعد کی بات ہے۔ اصل چیز تو یہ ہے جس کے نتیجہ میں یہ چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس لئے اخراج جلاوطنی اور قتل و خون کو روکنے کے لئے اس جڑ کو کاٹنے کی ضرورت ہے اور وہ جڑ ہے فتنہ۔ فتنہ کی تمام شکلوں کو سرے سے مٹا دینا چاہیئے۔ خواہ ان کے لئے قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ یہی وسیع قتل کو ختم دیتا ہے۔ قتل سے بھی اشد تر اور بری چیز ناحق فتنہ و فساد پھیلانا ہے۔ اسلئے فتنہ پرداز مفسدوں کو ختم کرنا انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے۔

Marfat.com

خانہ کعبہ کا احترام

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
اور ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو

حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ
جب تک کہ وہ تم سے اس جگہ نہ لڑیں۔ پھر اگر وہ تم سے لڑیں

فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾
تو انہیں مارو کافروں کی سزا یہی ہے۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
پھر اگر وہ باز آجائیں۔ تو بے شک اللہ بخشنے

رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾
والا نہایت مہربان ہے۔

وَ۔لَا۔تُقٰتِلُوْهُمْ۔عِنْدَ۔الْمَسْجِدِ۔الْحَرَامِ
اور نہ ان سے لڑو پاس مسجد حرام

حَتّٰى۔يُقٰتِلُوْكُمْ۔فِيْهِ ۚ فَاِنْ۔قٰتَلُوْكُمْ
جب تک کہ وہ تم سے لڑیں اس جگہ پھر اگر وہ تم سے لڑیں

فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾
تو انہیں مارو یہی ہے سزا کافروں کی

فَاِنِ۔انْتَهَوْا۔فَاِنَّ۔اللّٰهَ۔غَفُوْرٌ
پھر اگر وہ باز آئیں تو بے شک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾
رحیم ہے۔

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (مسجد حرام کے پاس) خانہ کعبہ کے چاروں طرف کئی میل کا علاقہ اصطلاح میں حرم کہلاتا ہے۔ اس کے احرام میں یہ بھی شامل ہے۔ کہ یہاں جنگ نہ لڑی جائے اور کشت وخون نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ جانور کا شکار بھی نہ کیا جائے۔

آیت کے ابتدائی حصہ میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ دین سے روکنا۔ فساد پھیلانا۔ ایذا پہنچانا بدامنی اور غارت گری اور زبردستی دین سے ہٹانا فتنہ میں شامل ہیں۔ اور فتنہ ہر حال میں دبانا چاہیئے۔ خواہ قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ فتنہ کو دبانے کیلئے اگر ابتدا میں جنگ نہ کی جائے۔ تو یہ پھیلتا پھیلتا پوری قوم اور ملک کو لپیٹ میں لے لے گا۔ اور پھر وسیع پیمانے پر جھگڑے کشمکش لوٹ مار بدامنی اور قتل وغارت گری شروع ہو جائے گی۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اگر دشمنان اسلام اپنی شرارتوں سے باز نہ آئیں اور حرم شریف میں ہی جنگ شروع کر دیں۔ تو پھر تم بھی اس جگہ ان سے جنگ کر سکتے ہو۔ عام حالات میں حکم یہ ہے۔ کہ خانہ کعبہ کے نزدیک جنگ اور خونریزی نہ ہو۔ کیونکہ یہ گھر احترام اور امن کی جگہ ہے لیکن فتنہ کو فرو کرنا اس قدر ضروری ہوا۔ کہ وہ لڑائی کی لپیٹ میں آسکتی ہے۔ امن کے دشمنوں کی سزا یہی ہے کہ انہیں ان کے وطنوں سے جلاوطن کیا جائے یا قتل کیا جائے۔ ہاں البتہ اگر وہ فتنہ وفساد سے باز آجائیں۔ بدکاری وبدعملی سے توبہ کر لیں اور اسلام کی پناہ میں آجائیں۔ تو پھر تم ان پر تلوار نہ اٹھاؤ۔ بلکہ انہیں اپنا بھائی سمجھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔

اس آیت سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) مسجد حرام ایک امن کی جگہ ہے۔ یہاں قتل وخونریزی اور جنگ نہیں کرنی چاہیئے۔ (۲) اگر یہاں حملہ ہو۔ تو جوابی جنگ لڑی جا سکتی ہے۔ (۳) قتال وجہاد اجتماعی فریضہ ہے۔ چنانچہ بار بار اور ہر جگہ جمع کے صیغہ میں ہی حکم دیا گیا ہے۔

Marfat.com

قتال کی حدِ آخر

وَ - قٰتِلُوْهُمْ - حَتّٰى - لَا - تَكُوْنَ - فِتْنَةٌ
اور ان سے لڑو یہاں تک نہ رہے فتنہ

وَّ - يَكُوْنَ - الدِّيْنُ - لِلّٰهِ - فَاِنِ - انْتَهَوْا
اور ہو جائے دین اللہ کے لئے پھر اگر وہ باز آجائیں

فَلَا - عُدْوَانَ - اِلَّا - عَلَى - الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾
تو نہیں زیادتی مگر اوپر ظالم

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ
اور ان سے یہاں تک لڑو کہ فتنہ باقی نہ رہے۔

وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا
اور اللہ تعالےٰ ہی کا دین ہو جائے پھر اگر وہ باز آجائیں

فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾
تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں۔

قٰتِلُوْهُمْ (ان سے لڑو) اس سے تمام کافر مراد ہو سکتے ہیں۔ لیکن علماء نے صرف مکہ کے مشرکین ہی مراد لئے ہیں۔ چونکہ یہاں روئے سخن انہیں کی طرف معلوم ہوتا ہے۔

الدین (دین) یہ لفظ عربی میں جزا و سزا یعنی بدلے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں یہ متعدد معنوں میں آیا ہے۔ مثلاً بدلہ۔ طریق فکر و عمل۔ مذہب۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری وغیرہ۔

اس آیت میں یہ حکم عام کر دیا گیا۔ کہ تم فتنہ پرداز کافروں اور اسلام کے دشمنوں سے برابر جنگ کرتے رہو۔ حتیٰ کہ فتنہ و فساد ختم ہو جائے۔ اور اللہ کا قانون غالب ہو جائے۔ کسی شخص میں اللہ کے قانون کی مخالفت، دشمنی اور خلاف ورزی کی طاقت نہ رہے اور اگر کوئی شخص اس کی توہین کرے۔ تو اسے فوراً سزا مل جائے۔

اسلام اس چیز کا خواہشمند ہے کہ اللہ کا قانون عام ہو۔ تمام دوسرے مذاہب کے ماننے والے اطمینان سے اپنی اپنی جگہ زندگی بسر کر سکیں۔ عبادت گاہیں اور مذہبی مقامات بدکار لوگوں کی دست برد سے محفوظ رہیں۔ اور اسلام کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ صرف یہی ایک صورت ہے۔ جس سے دنیا میں امن قائم رہ سکتا ہے۔ ورنہ فتنہ ہمیشہ سر اٹھاتا رہے گا۔ اور لوگ کبھی چین سے زندگی بسر نہ کر سکیں گے۔ اس کے لئے اسلام کے پاس تین راہیں کھلی ہیں۔

۱۔ لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دے۔ اگر وہ اسے مان لیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلعم اور یوم آخر پر ایمان لے آئیں۔ تو اللہ تعالےٰ ان کے گناہ بخش دے گا۔ اور وہ اسلامی معاشرہ میں مسلمانوں کے برابر حقوق پالیں گے۔

۲۔ اگر لوگ اسلام قبول کرنے کو تیار نہ ہوں۔ البتہ اس کی مخالفت سے باز آنے کا اقرار کر لیں۔ تو وہ شوق سے اسلامی سلطنت میں رہیں۔ اس صورت میں ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہوگی۔

۳۔ اگر ان دونوں باتوں پر راضی نہ ہوں۔ اور وہ اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کرتے رہیں۔ یعنی خود غرضی میں دیوانے ہو جائیں۔ تو پھر ان کا فیصلہ تلوار سے کر دینا چاہیئے ان کی سزا قتل کے سوا اور کوئی نہیں۔ فتنہ پرداز اور امن دشمن انسانوں کو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

حرمت والے مہینے

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ

حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور ادب

قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا

رکھنے میں بدلہ ہے پھر جس نے تم پر زیادتی کی تم اس پر

عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ص

زیادتی کرو۔ جیسی اس نے تم پر زیادتی کی۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ص

مہینہ حرمت والا مہینے کا حرمت والا اور ادب رکھنے میں بدلہ ہے پھر جس نے زیادتی کی تم پر تم زیادتی کرو اس پر جیسی جو اس نے زیادتی کی تم پر

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ (حرمت والا مہینہ) جاہلیت کے زمانہ میں عرب کے مختلف قبیلے آپس میں ہمیشہ جنگ کرتے رہا کرتے تھے۔ لیکن یہ بات انہوں نے ٹھہرالی تھی۔ کہ سال میں چار مہینے جنگ بند رہا کرے۔ اور یہ زمانہ امن وصلح کے ساتھ گذارا جائے۔ ان کے نزدیک ان چار مہینوں کی پاکی اور بزرگی بہت مانی ہوئی تھی۔ وہ چار مہینے یہ تھے۔

محرم قمری سال کا پہلا مہینہ ذی قعدہ قمری سال کا گیارہواں مہینہ

رجب قمری سال کا ساتواں مہینہ ذالحجہ قمری سال کا بارھواں مہینہ

اس آیت کا شان نزول اور تاریخی پس منظر یوں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابیوں کو ساتھ لے کر عمرہ کی غرض سے ذی قعدہ ۶ھ میں مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے لیکن وہاں کے مشرک آپؐ سے اور آپؐ کے ساتھیوں سے جنگ پر آمادہ ہوگئے۔ بلکہ تیر اندازی اور سنگ بازی شروع کردی۔ انہوں نے اس مقدس اور حرمت والے مہینے کی بھی پرواہ نہ کی۔ یہ آیت اسی مہینہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی مہینہ کی حرمت اور عزت اس وقت تک باقی رہ سکتی ہے۔ جبکہ دوسرا فریق بھی اس کا احترام اور عزت کرے۔ اور اگر یہ نہیں۔ تو پھر کسی مہینہ کی حرمت کی بنیاد ہی نہیں۔ اگر دوسرا فریق احترام والے مہینے میں بھی جنگ سے باز نہیں آتا۔ تو تم بھی ان کے مقابلے میں جنگ شروع کردو۔ اگر انہوں نے اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ یہ مہینہ حرمت والا ہے یا یہ کہ حرمت والی جگہ ہے یا تم مسلمانوں نے احرام باندھ رکھا ہے۔ تو پھر تم بھی تیار ہو جاؤ اور ہتھیار اٹھالو۔

اس کے بعد یہ بتایا کہ اگر انہوں نے تمام حرمتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تم پر زیادتی کی ہے۔ تو تم بھی ان کو جواب دو یہاں لفظ اعتدا (ان پر زیادتی کرو) اس لئے آیا ہے کہ عربی زبان میں یہ محاورہ ہے کہ جس فعل کی سزا دینی ہے اس کی سزا کیلئے بھی وہی لفظ بولا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انہیں جواب میں سزا دو اور قتل کرو۔ یہ مراد ہرگز نہیں کہ تم بھی زیادتی کرو۔

Marfat.com

اللہ متقیوں کے ساتھ ہے

وَ - اتَّقُوا - اللّٰهَ - وَ - اعْلَمُوْٓا - اَنَّ - اللّٰهَ
اور ڈرتے رہو اللہ اور جان لو کہ اللہ

مَعَ - الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾
ساتھ پرہیزگار

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ

مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾
پرہیزگاروں کے ساتھ ہے

اَتَّقُوا اللّٰهَ (اللہ سے ڈرتے رہو) پرہیزگاری (تقویٰ) اختیار کرنے کا یہ حکم قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ کہ ہر کام کرتے وقت اس سے خوف کھاؤ۔ پرہیزگاری اختیار کرو۔ تقویٰ کی زندگی بسر کرو۔ بری باتوں سے پرہیز کرو۔ گناہ۔ بدی اور شیطنت سے نفرت کرو۔ یہ تمام احکام صرف ایک جملہ کے ماتحت آتے ہیں اور وہ ہے اتقوا اللہ مسلمان کی زندگی کے ہر شعبے میں تقویٰ کا عنصر نہایت اہم ہے۔ جب تک مسلمان کے قول و فعل اور عمل میں یہ چیز نمایاں نہ ہو۔ اس کا اسلام مکمل نہیں ہو سکتا تقویٰ اسے اعتدال سکھاتا ہے۔ نیکوکاری کی طرف رغبت دلاتا ہے اور بدکاری سے دور کرتا ہے۔ اس وقت تک سورۃ بقرہ کی صرف (۱۹۴) آیات گذری ہیں۔ اور یہاں تک تقویٰ کا ذکر مختلف شکلوں میں (۱۴) بار آچکا ہے۔ خصوصاً

حکم عبادت کے بعد بنی اسرائیل کے تذکرہ کے بعد۔ اخلاقی اصولوں کے ذکر کے بعد حکم قصاص کے بعد۔ وصیت کے حکم کے بعد۔ روزے کے حکم کے بعد ہر جگہ تقویٰ کو ہی مقصود و مطلوب بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید خواہ حلال و حرام کا ذکر کر رہا ہو۔ نکاح و طلاق کے مسائل پر بحث کر رہا ہو۔ یتیم و مسکین کے مال و دولت کے قوانین بتا رہا ہو۔ وصیت اور ورثہ کی تقسیم پر گفتگو کر رہا ہو۔ باہمی معاشرت اور میل جول کے اصول واضح کر رہا ہو۔ یا جہاد و قتال کے امور پر روشنی ڈال رہا ہو۔ ہر جگہ تقویٰ کا سبق اس کے ساتھ ضرور دے گا۔ اور اس کی اہمیت ضرور جتائے گا۔ آخر کیوں؟

انسان خواہشات کا پتلہ، جذبات کا غلام اور احساسات کا خادم ہوتا ہے۔ وہ ہر کام کرتے وقت ان کے زیر اثر ہوتا ہے وہ اعتدال اور انصاف پر قائم رہنے کی بجائے بے انصافی پر اتر آتا ہے۔ اعتدال کا چھوڑنا اسے ظلم، حق تلفی، بے انصافی اور زیادتی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں ایک مسلمان کی شان سے بہت نیچی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ خواہ زندگی کے کسی میدان میں سرگرم عمل ہو۔ اعتدال کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

اعتدال پر قائم رکھنے کے لئے اسے یہ سبق سکھایا جاتا ہے۔ کہ وہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی ہستی۔ اس کے احکام اور اس کے حضور حاضری کو پیش نظر رکھے۔ وہ سمجھے کہ دنیاوی مال و متاع اور عزت و شہرت سب عارضی ہیں۔ اصل چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیابی ہے۔ اس لئے انصاف پسندی سے اگر عارضی نقصان ہوتا بھی ہو تو اسے برداشت کر لینا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد صرف متقیوں کو ہی ملتی ہے اور ظاہر ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی حمایت نصیب ہو جائے اس سے زیادہ سعادت مند خوش نصیب اور کامیاب انسان اور کون ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

انفاق فی سبیل اللہ

وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا
اور خرچ کرو میں راہ اللہ اور نہ ڈالو

وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا
اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور (اپنی جان)

بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَ اَحْسِنُوْا ۚ
اپنے ہاتھوں سے میں ہلاکت اور نیکی کرو

بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَ اَحْسِنُوْا ۚ
اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾
بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والے

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾ ملح
بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (اپنے ہاتھوں سے اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو) پہلی آیات میں قتال وجہاد کا حکم تھا اور اس جملے سے پہلے اللہ کی راہ میں مال و دولت خرچ کرنے کا حکم موجود ہے۔ گویا ارشاد ربانی یہ ہے۔ کہ جب ملک و ملت اور دین و اسلام کے لئے جہاد کی ضرورت ہو اور مالی قربانی مطلوب ہو۔ اس وقت بخل سے کام نہ لو اللہ کی راہ میں دولت صرف کرنے سے ہاتھ نہ روکو۔ ایسا اگر کرو گے۔ تو گویا اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارو گے۔ اپنے آپ کو خود ہلاک کرو گے۔ اس طرح صرف ملک و ملت کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ بلکہ قوم کی شکست تمہاری شکست ہوگی۔ اور دین کا نقصان تمہارا زوال ہوگا۔

بعض لوگ اس جملہ کا بالکل غلط مطلب نکالتے ہیں۔ کہ جان بوجھ کر خطرہ میں نہ کودو اور جان جوکھوں میں نہ ڈالو۔ یہاں اس جملہ سے ہرگز ہرگز یہ منشا نہیں ہے۔ بات صحیح ہے۔ لیکن یہاں اس کا نہ ذکر ہے نہ موقع ہے۔

پہلی آیات میں جہاد اور قتال کا حکم دے کر مسلمانوں پر یہ فرض کیا گیا تھا۔ کہ اللہ کی راہ میں جانیں قربان کردیں۔ اسکے دین کو بلند کرنے کیلئے دین کے دشمنوں سے لڑیں اگر مشرک اور کافران کے کام میں مزاحم ہوں۔ تو ان سے جنگ کریں اور ظلم کو روکنے کے لئے تلوار اٹھائیں۔ اس آیت میں اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کرنے کا حکم ہے۔

دشمنوں کو کچلنے اور فتنہ وفساد کو دبانے کے لئے اول جانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ اللہ کے سپاہی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر جوش اسلام سے معمور، موت وہلاکت سے بے پرواہ ہوکر میدان جنگ میں کود پڑیں۔ اور اللہ کا نام بلند کرنیکے واحد مقصد کیلئے جان گنوا دیں۔ اس مقصد کے لئے دوسرے درجہ پر مال و دولت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اسلحہ ہتھیار اور جنگ کے آلات خریدے جاسکیں۔ سپاہیوں کے پسماندگان کی کفالت کی جاسکے۔ شہید ہونے والوں کے یتیم بچوں اور بیواؤں کی ضروریات زندگی پوری کی جاسکیں۔ فوج کیلئے خورد ونوش کی اشیاء فراہم کی جاسکیں اور محصور ہوجانیکی صورت میں سامان خوراک وغیرہ کا ذخیرہ کیا جاسکے

اَحْسِنُوْا (نیکی کرو) احسان کے معنی حسن سلوک اور نیکی کرنے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ تم جو کچھ بھی کرو وہ حسن نیت، و اخلاص سے کرو۔ کوئی کام محض بیگار اتارنے اور قرض چکانے کے طور پر نہ کرو۔ نیز یہ کہ قتال وجہاد کے اندر بھی حسن سلوک میں کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سلوک کی یہاں تک تلقین فرمائی کہ جانور کو ذبح کرنے لگو۔ تو ایسے کرو کہ اسے کم سے کم تکلیف ہو

Marfat.com

قتال وجہاد کے احکام

آیت (۱۹۵) پر جہاد کے احکام ختم ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد حج کا مسئلہ شروع ہوگا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خلاصہ کے طور پر قتال وجہاد کی فرضیت۔ شرائط وحدود اور احکام بیان کردیئے جائیں۔ چونکہ ایک طرف تو بعض گمراہ لوگ سرے سے قتال کے ہی منکر معلوم ہوتے ہیں دوسری طرف ہمارے دشمن مورخین خصوصاً مغربی مصنف جہاد کو محض مار دھاڑ۔ قتل و غارت گری اور مذہبی خونی جنگ بیان کرکے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں۔

ہم سورۃ بقرۃ کی آیات کے حوالے سے نمبروار مسائل بیان کرتے ہیں۔ جو احکام قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر آتے ہیں۔ وہ اپنی جگہ بیان ہوں گے۔

۱۔ اللہ کی راہ میں جنگ کرو (۱۹۰)

۲۔ جنگ صرف ان لوگوں سے کرو جو تم سے لڑیں (۱۹۰) بالفاظِ دیگر امن پسندوں یعنی بچوں۔ عورتوں۔ بیماروں معذوروں اور نہتے لوگوں سے نہیں۔

۳۔ زیادتی نہ کرو۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے (۱۹۰)

۴۔ جنگ کے اندر دشمن کو جہاں پاؤ قتل کرو (۱۹۱) یاد رہے۔ کہ یہ حکم حالتِ جنگ کا ہے زمانہ امن کا نہیں۔

۵۔ جن جن علاقوں سے دشمنوں نے تمہیں ملک بدر کیا تھا۔ وہاں سے تم انہیں نکال دو (۱۹۱)

۶۔ فتنہ و فساد نہ خود کرو۔ نہ کسی کو کرنے دو۔ یہ قتل سے بھی بدتر کام ہے (۱۹۱)

۷۔ مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں صرف انہیں کو مار سکتے ہو۔ جو وہاں لڑیں۔ ورنہ نہیں (۱۹۱)

۸۔ اگر دشمن جنگ سے رک جائے۔ تو جنگ بند کردو (۱۹۲)

۹۔ فتنہ دب جانے اور اللہ کا دین غالب ہوجانے تک جنگ کرو (۱۹۳)

۱۰۔ ظالموں کے سوا کسی پر تشدد نہ کرو (۱۹۳)

۱۱۔ حرمت والے مہینوں کا احترام کرو۔ ان میں جنگ بند کردو (۱۹۴)

۱۲۔ تقویٰ اختیار کرو۔ یعنی اللہ سے ڈرو۔ اللہ متقیوں کا ساتھ دیتا ہے (۱۹۴)

۱۳۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ اگر ایسا نہ کروگے۔ تو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈال لوگے (۱۹۵)

۱۴۔ نیکی اور حسن سلوک کرو۔ اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (۱۹۵)

غور کیجئے۔ ان میں کون سی بات ہے جو عقل۔ انصاف اور شرافت کے منافی ہے۔

Marfat.com

حج

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ — وَاَتِمُّوا الْحَجَّ

اور پورا کرو حج — اور حج پورا کرو

الحج :- اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ ہر شخص جو استطاعت رکھتا ہو اس پر حج زندگی میں ایک بار ادا کرنا فرض ہے۔ ورنہ وہ گنہ گار ہوگا۔ حج اسلامی سال کے آخری مہینے ذوالحج کی نو تاریخ کو ادا ہوتا ہے پہلے سارے مسلمان شہر مکہ میں خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جمع ہوتے ہیں پھر میدان عرفات میں اکٹھے ہوتے ہیں۔

اس سورۃ میں حج کے احکام سے قبل اور حج والی آیات کے بعد قتال و جہاد کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دونوں کا آپس میں کس قدر گہرا تعلق ہے۔ اسلام کا کوئی رکن ایسا نہیں۔ جس میں ذاتی نیکی اور پاکیزگی کے علاوہ قوم کی اجتماعی بہبودی۔ ترقی و خوشحالی اور سربلندی کا مقصود نہ ہو۔

حج میں خاص بات یہ ہے۔ کہ روئے زمین کے تمام مسلمان ہر سال ایک مرتبہ مرکز اسلام میں جمع ہوتے ہیں۔ وہاں کوئی اونچ نیچ نہیں ہوتی۔ کالے۔ گورے۔ امیر غریب۔ بادشاہ فقیر عالم جاہل اور چھوٹے بڑے کاندھے سے کاندھا ملا کر یک جا کھڑے ہوتے ہیں۔ سب کا ایک ہی لباس ہوتا ہے۔ ہر ایک کے لبوں پر ایک ہی صدا ہوتی ہے۔

لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ

"میں حاضر ہوں۔ اے اللہ میں حاضر ہوں۔ میں تیرے لئے حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں اور تمام نعمتیں تیری ہیں اور شکر تیرا ہے"

ہر حاجی احرام باندھتا ہے۔ یہ بغیر سلا ہوا ہر ایک کا ایک جیسا لباس۔ مساوات۔ سادگی یک جہتی اور عشق الٰہی کا اظہار کرتا ہے۔ حج کے دوران میں سر منڈانا۔ ناخن تراشنا۔ شکار کرنا اور بیوی سے مباشرت کرنا منع ہے۔ گویا خواہشات اور طبعی زیبائش اور آرائش سے باز رہ کر ایک مستقل تربیت حاصل کرنی مقصود ہے۔

تمام حاجی ایک وقت مقررہ میں میدان عرفات میں حج کے روز جمع ہوتے ہیں۔ خطبہ سنتے ہیں۔ اللہ کے حضور میں دعائیں کرتے ہیں۔ گناہ بخشواتے ہیں۔ اور رحمت الٰہی کے خزانے جمع کرتے ہیں۔

منیٰ کے اندر قربانیاں دیتے ہیں۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ بیت اللہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔ جمرات پر کنکریاں مارتے ہیں۔ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ آب زمزم سے عشق کی پیاس بجھاتے ہیں۔ ہر قسم کی معصیت۔ گناہ اور بدخلقی سے رکے رہتے ہیں۔ گویا گناہ بخشوا کر آج از سر نو زندگی کا حساب شروع کر رہے ہیں۔

مبارک ہیں وہ جنہیں حج کی توفیق ملی اور انہوں نے حج ادا کیا۔ حج کے مقاصد کو سمجھا۔ اور آئندہ اپنی زندگی نیکی اور پاکیزگی سے بسر کی۔

Marfat.com

حج وعمرہ کے چند احکام

وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا
اور عمرہ اللہ کے لئے پھر اگر تم روک دیئے جاؤ تو جو

وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا
اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر روک دیئے جاؤ تو جو

اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج
میسر ہو سے قربانی

اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج
میسر آئے قربانی کرنی چاہیئے۔

اَلْعُمْرَۃ (عمرہ) اسے چھوٹا حج بھی کہتے ہیں۔ عمرہ ادا کرنے کے آداب حج جیسے ہی ہیں۔ البتہ عمرہ ادا کرنے کے لئے ایام حج کی قید نہیں۔ ہر وقت ادا ہو سکتا ہے۔ دوسرے اس کے مناسک و مراسم بھی حج سے کم ہیں۔

لِلّٰہِ (اللہ کے لئے) حج و عمرہ محض اللہ کی رضا کے لئے بجالاؤ۔ نیت خالص رکھو۔ اور ان قاعدوں اور حکموں کا دیانتداری کے ساتھ خیال رکھو۔ جو اللہ نے مقرر فرمائے ہیں۔ ان باتوں سے بچو۔ جن سے منع کیا گیا ہے ورنہ اللّٰہیّت جاتی رہے گی۔

یوں تو سارے کام اور ارادے اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی کے لئے ہونے چاہئیں۔ لیکن یہاں حج اور عمرہ کے ساتھ اس پر خاص زور اس وجہ سے دیا گیا ہے۔ کہ اس میں سفر درپیش آتا ہے جس میں سیر و تفریح اور اچھی بری بہت سی اغراض بآسانی شامل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ تمہاری اولین غرض اللہ کی رضا جوئی کے سوا کچھ نہ ہو۔ سیر و سیاحت از خود ہو جائے گی۔ تجارت کی اجازت ہے۔ اس اجازت سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ لیکن تجارت کو سفر حج کا مقصد نہیں بنا سکتے ہو۔ نہ بے ایمانی اور چوری کی تجارت کر سکتے ہو ان باتوں کی اجازت نہیں۔

اُحْصِرْتُمْ (تم روک دیئے جاؤ) یہ لفظ اِحْصَار سے بنا ہے۔ جس کے لفظی معنے گھر جانے اور بند ہو جانے کے ہیں۔ خواہ یہ گھر جانا کسی سبب سے ہو۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ حج کا ارادہ رکھنے والا کسی بیماری کی وجہ سے منزل پر نہ پہنچ سکے یا کسی دشمن نے اس کا راستہ روک رکھا ہو یا کوئی موسمی اور دوسری رکاوٹ حائل ہو گئی ہو۔

هَدْی (قربانی) لفظی معنی اس پیشکش کے ہیں۔ جو خانہ کعبہ کے لئے بھیجی جائے یہاں اس سے مراد قربانی کے جانور ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حج اور عمرہ کے حکم کے ساتھ ہی فرمایا ہے۔ کہ اس عبادت کو بجالانے میں صرف ایک مقصود پیش نظر ہونا چاہیئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی۔ نہ تو اس سفر سے کھیل تماشا مطلوب ہو اور نہ سیر و تفریح۔ بلکہ جس قدر قواعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں ان کے مطابق عمل ہونا چاہیئے۔ اس حکم میں اللہ تعالیٰ نے معذور لوگوں کے لئے رعایت بھی رکھی ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص حج یا عمرہ کرنے کیلئے احرام باندھ لے لیکن بدقسمتی سے راستے میں وہ بیمار پڑ جائے۔ یا کوئی اور دشواری اور مجبوری پیش آجائے۔ مثلاً راستہ نہ ملے۔ زادراہ نہ رہے وغیرہ۔ ان تمام صورتوں میں اس کیلئے حکم ہے۔ کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق قربانی کا جانور کسی دوسرے کے ہاتھ بیت اللہ بھیج دے۔

Marfat.com

سر منڈانا۔

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ
اور۔ نہ۔ منڈاؤ۔ اپنے سر۔ جب تک کہ۔ پہنچ جائے

الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ
قربانی۔ اپنی جگہ۔ پھر جو کوئی۔ ہو۔ تم میں سے

مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ
بیمار۔ یا اسے تکلیف سے اس کا سر۔ تو بدلہ دے

مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ
سے۔ روزے۔ یا۔ خیرات۔ یا۔ قربانی

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ
اور اپنے سر کی حجامت نہ کراؤ۔ جب تک قربانی

الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ
اپنی جگہ نہ پہنچ جائے پھر تم میں سے جو کوئی

مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ
بیمار ہو یا اسے سر کی تکلیف ہو تو وہ بدلہ دے

مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ
روزے یا خیرات یا قربانی کا

نُسُكٌ (قربانی) لفظی معنیٰ ذبح کے ہیں۔ یہاں مراد اللہ کی راہ میں قربانی ہے۔ جو کم از کم ایک بکری ہونی چاہیئے اور اس سے بہتر یہ کہ ایک گائے یا اونٹ کی ہو۔

مَحِلَّه (اپنی جگہ) یعنی قربانی کی جگہ۔ اس سے مراد حرم شریف ہے۔

اسلام ایک فطری مذہب ہے۔ اس کے احکام انسان کی فطرت کے بالکل مطابق بنائے گئے ہیں۔ اسلام میں ہر انسان کی خوبیوں اور کمزوریوں کو مدنظر رکھا ہے۔ اس کی ضرورتوں اور تقاضوں کا لحاظ کیا گیا ہے۔ ایسے کام جو انسان کی تربیت۔ ترقی اور کامیابی کے لئے ضروری تھے۔ انہیں ضروری اور لازم قرار دیا گیا ہے۔ جو باتیں انسان کی زندگی اور نصب العین کے لئے مفید نہ تھیں۔ انہیں ناجائز اور حرام قرار دیا گیا ہے۔

آیت کا ابتدائی حصہ محصر کے حکم کا تتمہ ہے جس کا ذکر پچھلی آیت میں شروع ہوا تھا۔ یہاں تک بیان کر دیا گیا تھا۔ کہ جو شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے اور راستہ میں کوئی ایسا عذر پیش آجائے کہ حج یا عمرہ پورا نہیں کر سکتا۔ تو وہ کسی کے ہاتھ قربانی کا جانور بیت اللہ بھیج دے۔ اس آیت میں اس حکم کو کہہ کر پورا کیا گیا ہے۔ کہ جب تک یہ جانور حرم میں نہ پہنچے اور وہاں اس کی قربانی نہ کر دی جائے۔ اس وقت تک یہ روکا ہوا شخص سر نہیں منڈوا سکتا یعنی احرام نہیں کھول سکتا۔ اس کے آگے حج کے عام احکام کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حج کے حکم میں معذور لوگوں کے لئے ایک اور رعایت مقرر فرمائی ہے یعنی جو شخص حج کے زمانہ میں سر نہ منڈانے کا حکم بجا لانہ کر سکتا ہو یعنی کسی بیماری یا کسی اور سبب سے سر منڈانے پر مجبور ہو۔ تو اسے چاہیئے۔ کہ اس کے بدلے میں یا تو تین روزے رکھے تاکہ اس کا نفس سرکشی سے پاک رہے یا چھ مسکینوں کو صدقۃ الفطر کی مقدار کے مطابق پونے دو سیر کے حساب سے گیہوں دے تاکہ پہلا حکم نہ بجا لانے کی صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہٹ نہ جائے۔ یا جانور کی قربانی دے۔

Marfat.com

حج اور عمرہ کی قربانی

فَاِذَآ - اَمِنْتُمْ ۪ وقفہ فَمَنْ - تَمَتَّعَ - بِالْعُمْرَةِ

پھر جب - تمہاری خاطر جمع ہو - تو جو کوئی - فائدہ اٹھائے - عمرہ کو ملا کر

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۪ وقفہ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ

پھر جب تمہاری خاطر جمع ہو تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو حج

اِلَى - الْحَجِّ - فَمَا - اسْتَيْسَرَ - مِنَ - الْهَدْيِ ۚ

ساتھ ح تو جو میسر ہو سے قربانی

اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ

کے ساتھ ملا کر تو جو کچھ قربانی میسر ہو۔

فَمَنْ - لَّمْ - يَجِدْ - فَصِيَامُ - ثَلٰثَةِ - اَيَّامٍ

پھر جسے نہ ملے تو روزے رکھے تین دن

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ

پھر جسے قربانی نہ ملے وہ روزے رکھے تین دن

فِي - الْحَجِّ - وَ - سَبْعَةٍ - اِذَا - رَجَعْتُمْ ؕ

میں ح اور سات جب تم لوٹو

فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ

ح کے دنوں میں اور سات روزے جب تم لوٹو

تِلْكَ - عَشَرَةٌ ۢ - كَامِلَةٌ ؕ

یہ دس پورے

تِلْكَ عَشَرَةٌ ۢ كَامِلَةٌ ؕ

یہ دس پورے ہوتے

اَمِنْتُمْ (تمہاری خاطر ہو) یعنی خطرے اور مرض کی حالت سے نکل کر تم امن و امان میں آجاؤ۔

تَمَتَّعَ (فائدہ اٹھائے) لفظی معنی فائدہ اٹھانے کے ہیں۔ فقہ کی اصطلاح میں اس سے مراد حج اور عمرہ کو ملا کر ادا کرنا ہے۔ یعنی حج کے زمانہ میں ایک احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا جائے اور پھر دوسرے احرام سے حج ادا کیا جائے جاہلیت کے زمانہ میں عربوں نے یہ غلط عقیدہ گھڑ لیا تھا کہ حج کے موسم میں عمرہ کرنا گناہ ہے۔

اِذَا رَجَعْتُمْ (جب تم لوٹو) الی سے مراد یہ ہے۔ حج کے اعمال سے فارغ ہو کر واپس آؤ۔ خواہ حج کرنے والا ابھی مکہ میں ہی ہو اور اپنے وطن واپس نہ گیا ہو۔ البتہ بعض علماء نے اس سے صرف یہ مراد لیا ہے کہ جب مکہ سے واپس گھر پہنچ جاؤ۔

اس آیت میں اس حاجی کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ جو موسم حج میں عمرہ اور حج دونوں ادا کرے اس کو قرآن یا تمتع کہتے ہیں۔ ایسے حاجی پر قربانی واجب ہے جو ایک بکرا ہے۔ یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ ہے۔ یہ قربانی اس پر واجب نہیں جو فقط حج ادا کرے اور اس کے ساتھ عمرہ نہ کرے۔ جو قران یا تمتع کریں۔ لیکن انہیں قربانی میسر نہ ہو۔ افلاس کی وجہ سے یا کسی اور قوی عذر سے قربانی نہ دے سکیں۔ تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دس روزے رکھیں۔ تین حج کے دنوں میں جو یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ پر ختم ہوتے ہیں اور سات وطن واپس پہنچ کر ـــــ روزوں کی شکل میں یہ کفارہ دینا اس لئے ضروری قرار دیا گیا۔ کہ آدمی جب اللہ کا حکم پورا نہ کر سکے۔ تو کہیں اس کا نفس اسے بغاوت یا نافرمانی کی طرف نہ لے جائے اس لئے اس کے بدلے روزے رکھے تاکہ اس کا نفس پاکیزہ اور اس کی نیت نیک رہے۔

Marfat.com

حکمِ قربانی کی وضاحت

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي
یہ اس لئے نہ ہوں گھر والے پاس
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
مسجد حرام اور ڈرتے رہو اللہ اور جان لو
اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ ع
کہ بیشک اللہ سخت عذاب۔

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي
یہ حکم اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
کے پاس نہ رہتے ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو
اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ ع ۲۴ ۸ ۸
کہ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

ذٰلِكَ (یہ) اسم اشارہ ہے۔ اور یہ اشارہ پہلی آیت کے مسئلہ کی طرف ہے یعنی تمتع (حج اور عمرہ ملا کر ادا کرنا) آیت کا مقصد یہ ہے کہ حج اور عمرہ کو ملا کر ادا کر لینے کا فائدہ اٹھانے کی اجازت صرف باہر والوں کو ہے۔ مکہ میں رہنے والوں کو نہیں۔

حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (مسجد حرام کے پاس) مراد ہے کہ مکہ اور اس کے گرد و نواح کے رہنے والے تمام باشندے یعنی میقات کی حد کے ادھر رہنے والے سب اس میں شامل ہیں۔

میقات۔ اس مقام کو کہتے ہیں۔ جہاں سے حرم کے حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ اور جہاں پہنچ کر حج اور عمرہ کی نیت کر لینا اور احرام باندھ لینا واجب ہو جاتا ہے۔ مختلف اطراف سے خانہ کعبہ میں حج کے لئے آنے والوں کے واسطے میقات الگ الگ ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اللہ سے ڈرتے رہو) یعنی ان تمام احکام کی بجا آوری اور تعمیل میں اللہ کا خوف اور اللہ کی موجودگی کا تصور سامنے رکھو۔ کہ تمام نیکیوں کی بنیاد یہی تقویٰ ہے۔ ایک بار پھر غور کیجئے کہ ہر حکم کے بعد تقویٰ کا ہی مطالبہ ہو رہا ہے۔

شَدِيْدُ الْعِقَاب (سخت عذاب دینے والا) علماء کا قول ہے۔ کہ یہاں عذاب کے ساتھ شدید کا لفظ خاص طور پر اس لئے لایا گیا ہے۔ کہ جس طرح بیت اللہ جیسے مقدس مقام میں انسان نیکی کرے۔ تو اس کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ اسی طرح اگر یہاں پہنچ کر کسی گناہ کا مرتکب ہو۔ تو اسے اس قدر مقدس مقام کے لحاظ سے بھی سزا سخت ملے گی۔

پچھلے سبق میں جو رعایت بیان کی گئی تھی۔ یہ اس کی شرط بیان کی گئی ہے۔ رعایت یہ تھی۔ کہ اگر لوگ حج اور عمرہ ملا کر کرنا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ البتہ انہیں اپنی استطاعت کے مطابق قربانی دینی ہوگی۔ حج اور عمرہ ملا کر کرنے کی اجازت ان کیلئے ہے۔ جو مکہ معظمہ اور اس کے آس پاس کی بستیوں کے رہنے والے نہ ہوں۔ اس حکم کے ساتھ ایک مرتبہ پھر یہ واضح کر دیا گیا۔ کہ اصل چیز تو تقویٰ ہے، ہر حکم اور عبادت کو پورا کرتے وقت اللہ کا خوف اور اس کی خوشنودی پیش نظر رہنی ضروری ہے۔ کیونکہ تمام احکام کا مقصود نفس کی پاکیزگی اور اخلاق کی تکمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ اعلیٰ ترین احکامات ہیں۔ جن پر اسلامی زندگی کی بنیاد کھڑی ہے۔ اگر کسی نے انہیں بدلنے کی کوشش کی یا ان کا انکار کیا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے سخت سزا دیگا۔

Marfat.com

ستمبر ۸۷ء

زمانۂ حج اور اخلاقی حدود

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ
حج مہینے معلوم پھر جس نے

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ
حج کے چند مہینے معلوم ہیں پھر جس نے

فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ
لازم کر لیا ان میں حج تو نہیں بے حجاب ہونا عورت سے اور

فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ
ان میں حج لازم کر لیا تو عورت سے بے حجاب نہ ہو اور

لَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ
نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا میں حج

لَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ
نہ حج کے زمانہ میں گناہ اور جھگڑا کرے

اَشْهُرٌ (مہینے) حج کے لئے شوال۔ ذی قعدہ اور ماہ ذی الحجہ کے دس دن مقرر ہیں۔ حج کے اصل ارکان ذی الحج کے دوسرے ہفتہ میں ادا ہوتے ہیں۔ لیکن احرام دو ماہ پہلے شوال ہی کے مہینے سے باندھنا شروع ہو جاتا ہے۔ احرام اس پوشاک کا نام ہے۔ جو حرم (میقات) کی حدود میں داخل ہوتے ہی ہر حاجی پر واجب ہو جاتی ہے یہ پوشاک کیا ہے بے سلی دو چادریں،
حضرت امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ حاجی جب چاہے احرام باندھ سکتا ہے لیکن ماہ شوال سے پہلے اس کا باندھنا ناپسندیدہ ہے۔ ان کے نزدیک شوال سے پہلے بھی احرام باندھ لینا اس لئے جائز ہے۔ کہ احرام حج کا رکن نہیں بلکہ صرف حج کیلئے شرط ہے،
فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ (ان میں حج لازم کر لیا) یعنی حج کے موسم میں حج کرنے کی نیت کر لی اور حج اپنے اوپر واجب کر لیا۔ اس کے لئے لازم کرنے کی عملی نشانی احرام باندھ لینا،
رَفَثَ (عورت سے بے حجاب ہونا، یہاں مراد ہے بیوی سے خلوت کے ساتھ مخصوص باتوں کا کرنا،
فُسُوْق (گناہ کرنا) اس سے مراد ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ ہیں،
جِدَال (جھگڑا کرنا) مار پیٹ ہاتھا پائی۔ حجت۔ تکرار۔ گالی گلوچ اور ناشائستہ الفاظ سے خطاب کرنا،
اس آیت میں حج کے چند ضروری احکام بیان کئے گئے ہیں۔ حج کے مہینے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اور اس دوران میں خاص طور پر تین باتوں سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے،
۱۔ بیوی کے ساتھ اختلاط اور بے حجابی بالکل ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ شہوانی خیالات زبان پر لانے کی بھی اجازت نہیں جسطرح روزوں میں کئی جائز امور سے پرہیز کرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح حج کے زمانہ میں بھی پوری طہارت اور پاکیزگی برقرار رکھنے کا حکم ہے۔ (۲) تمام قسم کے چھوٹے اور بڑے گناہوں سے بچا جائے۔ ظاہر ہے کہ احرام کی حالت میں جب کئی جائز کام بھی ناجائز ہو جاتے ہیں تو دوسرے گناہوں سے تو بچنے کی سختی سے تلقین لازمی تھی۔ (۳) ہر قسم کے جھگڑے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ حج کے موقعہ پر دنیا کے تمام حصوں سے لوگ آتے ہیں۔ ہر عمر۔ ہر قماش اور ہر مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر کسی قسم کی بدکاری اور جھگڑوں کی طرف رغبت ہو سکتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں کو پہلے ہی منع کر دیا۔ تاکہ مسلمانوں میں پاکدامنی اور قوت برداشت پیدا ہو،

Marfat.com

حج کا زادِ راہ

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ

اور جو کچھ تم کرتے ہو سے نیکی اسے جانتا ہے اللہ — اور جو کچھ نیکی تم کرتے ہو۔ اللہ اُسے جانتا ہے۔

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ز وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ز

اور زادِ راہ لے لیا کرو کہ بیشک بہتر زادِ راہ تقویٰ — اور زادِ راہ لے لیا کرو کہ بے شک بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔

وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

اور مجھ سے ڈرتے ہو۔ اے عقلمندو — اور اے عقلمندو مجھ سے ڈرتے رہو۔

جاہلیت کے زمانہ میں عربوں کے ہاں یہ رواج تھا۔ کہ حج کو جاتے وقت سفر کی ضروریات ساتھ نہ لیتے تھے۔ بالکل خالی ہاتھ چل پڑتے اور راستے میں لوگوں سے بھیک مانگتے۔ ان کے نزدیک یہ بات بزرگی کی نشانی تھی۔ بعض لوگ تو یہاں تک کرتے کہ حج کے لئے روانہ ہوتے وقت اپنا تمام سرمایہ بالکل لٹا جاتے۔ یہ معمول ان لوگوں نے خواہ مخواہ اپنے دل سے گھڑ رکھا تھا۔ حالانکہ یہ کسی طرح عبادت کا حصہ نہ تھا۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہرگز مقبول نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح دوسروں پر بوجھ پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روانہ ہوتے وقت ضرورت کیمطابق روپیہ پیسہ ساتھ لے لیا کرو۔ اور اپنا بوجھ کسی دوسرے پر نہ ڈالا کرو۔ اللہ تعالیٰ نیتوں اور ارادوں کو جانتا ہے۔ ظاہری نمائش اور بناوٹی پاکیزگی کو پسند نہیں کرتا۔ اس لئے اگر تم راستے کے لئے سفر خرچ لے لو تو اس میں گناہ کی کوئی بات نہیں اور نیکی کے منافی نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اصلی چیز تقویٰ ہے۔ یعنی برائی سے فطری طور پر پرہیز کرنا اور نیکی کی طرف فطری طور پر رغبت کرنا۔ اس لئے اللہ ہی ڈرتے رہنا چاہیئے۔

تقویٰ سے مراد یہ ہے۔ کہ اللہ کا ہر حکم پورے خلوص دیانتداری اور اطاعت سے بجالانا چاہیئے۔ ہر کام صرف اسی کی خوشنودی کے لئے کرنا چاہیئے۔ دکھ۔ تکلیف۔ پریشانی۔ مصیبت اور آفت میں صرف اسی کو اپنا سہارا سمجھنا چاہیئے۔ نجات کیلئے اسی کو پکارنا چاہیئے۔ سکھ، آرام اور چین میں اسی کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ ہر کام کا آغاز اسی کا نام لے کر اور ہر کام کا انجام اسی کے نام سے کرنا چاہیئے۔ زندگی کے ہر میدان میں اس کی مدد تلاش کرنی چاہیئے۔ سارے معاملات طے کرنے میں صرف جائز طریقے اختیار کرنے چاہئیں اور منع کی ہوئی باتوں سے بچنا چاہیئے۔ خوف خدا ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

یہی تقویٰ ہے۔ جس کے متعلق قرآن مجید میں بار بار حکم آتا ہے۔ کہ اس کی اہمیت مسلمان کی زندگی میں بہت زیادہ ہے۔ اسے بھول جانے سے انسان کی زندگی ناامیدی، پریشانی اور ناکامی سے بھر جاتی ہے۔ لہذا تقویٰ میں کمال حاصل کرنے کیلئے ہمہ وقت کوشش کرنی چاہیئے۔ حج تقویٰ پیدا کرنے کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔

Marfat.com

دُنیاوی فائدے

لَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَنْ	تَبْتَغُوْا	لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا
نہیں	تم پر	گناہ	کہ	تلاش کرو	تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل
فَضْلًا	مِّنْ	رَّبِّكُمْ ط			فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط
فضل	سے	تمہارا رب			تلاش کرو

فَضْلًا (فضل) فضل کے لفظی معنی زیادہ کے ہیں۔ یہاں فضل سے مراد مال و دولت اور تجارت کے منافع ہیں۔ ان معنوں میں یہ لفظ متعدد جگہ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔

ایک صحابی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ زمانہ جاہلیت میں عکاظ۔ مجنہ۔ اور ذوالمجاز بڑی بھاری منڈیاں تھیں حج کے دنوں میں یہاں خوب تجارت ہوا کرتی تھی۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد لوگوں نے اسے مناسب خیال نہ کیا۔ کہ حج کے دنوں میں تجارت کی جائے۔ ان کا یہ خیال تھا۔ کہ جو تاجر مال تجارت لے کر منیٰ اور مکہ کے بازاروں کے لئے جاتے ہیں۔ یا جو اونٹ والے اپنے اونٹ بیچنے کیلئے مزدلفہ، عرفات و منیٰ لے جاتے ہیں۔ ان کا حج ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہاں تجارت آگئی وہاں عبادت کہاں باقی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور قیامت تک کے لئے یہ بات واضح کر دی کہ اسلام مال و زر اور دُنیا کے خلاف نہیں۔ بلکہ ان کاموں کے خلاف ہے۔ جو انسان کو دین اور عقبیٰ کے خیال سے غافل کر دیں۔

اسلام جسطرح آخرت کی فلاح و کامیابی کا ضامن ہے۔ اسی طرح لوگوں کی دنیاوی فلاح و بہبود کا بھی خواہش مند ہے۔ اور یہ خصوصیت اس کی ہر عبادت میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ وضو۔ نماز۔ نماز باجماعت۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے ارکان انسان کی روحانی قوت کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ اس کے دنیاوی۔ مادی۔ جسمانی۔ معاشی اور سیاسی فلاح و بہبود کو بڑھاتے ہیں۔

حج کے سلسلے میں دور دراز سے آنے والے مسلمان خشکی اور بحری سفر اختیار کرتے ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں سے ملت اسلامیہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اس موقع پر بیشمار تجارتی اور معاشی فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان باتوں کے پیش نظر قرآن مجید نے یہ اجازت دے دی کہ حج کرنے والے اصلی مقصد حج کو قرار دیں۔ اور اس کے ساتھ اگر تجارت بھی کر لیں۔ تو کوئی گناہ کی بات نہیں۔ البتہ یہ ضروری ہے۔ کہ تجارت غرض نہ بن جائے۔ اصل مقصد حج ہی رہے۔

مِّنْ رَّبِّكُمْ کا جملہ کہہ کر یہ بھی بتا دیا۔ کہ جو رزق یا فائدے تمہیں حاصل ہوتے ہیں۔ یہ تمہاری اپنی ذاتی کوشش یا محنت کا نتیجہ نہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ اپنی رحمت سے تمہیں دیتا ہے اس لئے تجارت اور کاروبار کرتے وقت بھی اس بات کی طرف نظر رکھو کہ جو نفع تمہیں ملے گا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ہر وہ کام جو ایک انسان خدا کے احکام کے مطابق انجام دیتا ہے اور اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اسلام ایسے کام کو داخل عبادت قرار دیتا ہے اور دین کے منافی نہیں کہتا۔ اسلام جس چیز سے روکتا ہے۔ وہ ذخیرہ اندوزی قیمتیں بڑھانا۔ حرام کی تجارت کرنا اور اور ناجائز کاروبار ہیں۔

Marfat.com

عرفات اور مشعر الحرام

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ - مِّنْ - عَرَفٰتٍ
پھر جب - تم لوٹو - سے - عرفات

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ
پھر جب تم طواف کے لئے عرفات سے لوٹو

فَاذْكُرُوا - اللّٰهَ - عِنْدَ - الْمَشْعَرِ - الْحَرَامِ
تو یاد کرو - اللہ - نزدیک - مشعر - الحرام

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ
تو مشعر الحرام کے نزدیک اللہ کو یاد کرو۔

اَفَضْتُمْ (تم لوٹو) یہ لفظ افاضہ سے نکلا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں انبوہ در انبوہ چلنا یا واپس ہونا۔ اصطلاح میں اس سے مراد عرفات سے مزدلفہ کو واپسی ہے۔

عَرَفٰتٍ (عرفات) مکہ معظمہ سے جو سڑک مشرق کی طرف طائف کو جاتی ہے۔ اس پر مکہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر کئی میل کے رقبہ کا ایک لمبا چوڑا میدان ہے۔ اس کا نام عرفات ہے۔ اس میدان میں ایک پہاڑی بھی واقع ہے اس کا نام بھی عرفات ہے۔ جسکی بلندی سطح زمین سے ۲۰۰ گز ہے تمام سال یہ میدان بالکل سنسان پڑا رہتا ہے ۹ ذی الحجہ کو حاجیوں کی آمد سے اس میں بہت رونق ہوتی ہے۔ حاجی ۸ ذی الحجہ کی دوپہر تک منیٰ میں آجاتے ہیں۔ اور اگلے روز ۹ ذی الحجہ کو سورج نکلتے وقت ہی عرفات کو روانہ ہو جاتے ہیں۔ اور دوپہر کو عرفات کے میدان میں پہنچ جاتے ہیں۔ دوپہر سے عصر کے وقت تک حاجیوں کو وہیں رہنا پڑتا ہے۔ اس قیام کو اصطلاح میں وقوف کہا جاتا ہے۔ اس میدان میں حاضری حج کا سب سے زیادہ اہم کام ہے۔ عرفات کے میدان میں قیام کا یہ سارا وقت توبہ و استغفار اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں گذارنا چاہیئے۔ جب سورج غروب ہونے کے قریب ہو تو مزدلفہ (مشعر الحرام) کیلئے کوچ ہونا چاہیئے اس روز ظہر اور عصر کی نمازیں ملا کر عرفات کی مسجد نمرہ میں ظہر کے وقت ادا کی جاتی ہیں۔ اور مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ واپس پہنچ کر عشا کے وقت ادا کی جاتی ہے۔

اَلْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (مشعر الحرام) مشعر کے لفظی معنیٰ نشانی یا علامت کے ہیں۔ اور حرام کا لفظ اس کی بزرگی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ اس خاص مقام کا نام ہے۔ جو مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان ہے ویسے سارے مزدلفہ کو بھی مشعر الحرام ہی کہتے ہیں۔

مزدلفہ۔ مکہ سے کوئی چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ منیٰ سے عرفات جانے کا ایک تو سیدھا راستہ ہے اور حاجی ۹ کو عرفات اسی راستے سے جاتے ہیں۔ لیکن عرفات سے واپسی کے لئے دوسرے راستے سے آنے کا حکم ہے۔ اسی راستہ میں مزدلفہ پڑتا ہے۔ حاجیوں کے قافلے رات یہیں گذارتے ہیں۔ اور پہاڑی کے اوپر مسجد میں سارا وقت نماز۔ عبادت اور توبہ و استغفار میں بسر کرتے ہیں۔

حج کے تمام اعمال میں سے فرض تین ہیں۔

(۱) احرام باندھنا (۲) ذوالحج کی ۹ تاریخ کو عرفات میں حاضر ہونا جسے وقوف بھی کہا جاتا ہے۔ (۳) طواف۔ ان تینوں میں اہم ترین وقوف ہے اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب عرفات سے واپس لوٹو۔ تو مزدلفہ میں قیام کر کے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ توبہ استغفار کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہو۔

Marfat.com

ذکر و عبادت

وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ
اور اسے یاد کرو جس طرح تمہیں سکھلایا اور بیشک تم تھے
مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ﴿١٩٨﴾
اس سے پہلے سے ناواقف۔

وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ
اور اسے (اس طرح) یاد کرو جس طرح تمہیں سکھلایا۔
مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ﴿١٩٨﴾
اور بے شک اس سے پہلے تم ناواقف تھے۔

اَلضَّالِّيْنَ (ناواقف) یہ ضال کی جمع ہے۔ اس کے عام معنیٰ گمراہ کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ غافل اور ناواقف کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں ضّال" سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام سے ناواقفیت ہے۔

ذکر کے معنیٰ یاد کے ہیں۔ ذاکر یاد کرنے والے کو کہتے ہیں۔ یہاں ذکر سے مراد عبادت الٰہی ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور یاد ان طریقوں سے کرو۔ جو تمہیں اللہ تعالےٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتائے ہیں۔ ان طریقوں کو چھوڑ کر اپنی طرف سے عبادت کے طریقے گھڑ لینا اور نئی صورتیں قائم کر لینا سخت گناہ ہے دنیا اور دنیا والوں کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان کا سب سے بڑا حملہ یہی رہا ہے۔ کہ انہیں حقیقی راہ سے ہٹا کر من گھڑت طریقوں میں الجھا دیتا ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں بھی لوگ بے شمار رسموں اور غلط عقیدوں میں مبتلا تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے۔ کہ ان کے اپنے بنائے ہوئے مخصوص طریقے اللہ تعالیٰ کے قرب کا باعث ہو سکتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کی اس آیت نے پوری طرح ان گمراہیوں اور غلط فہمیوں کی تردید کر دی۔

قرآن مجید نے لفظ اَلضَّالِّيْنَ استعمال کر کے یہ بھی واضح کر دیا۔ کہ جب تک انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی سے کام نہ لے اس کی بھیجی ہوئی وحی کو مشعل راہ نہ بنائے اور اس کی نازل کی ہوئی تعلیم کو بنیاد عمل نہ ٹھہرائے وہ ناواقف اور بھٹکتا ہی رہے گا۔ وہ اپنی طرف سے کتنا ہی زور لگا کر کوئی راستہ تلاش کرے۔ اور کیسے ہی پرستش کے طور طریقے ایجاد کرے۔ پوجا کی صورتیں سوچ لے۔ لیکن سب باتیں گمراہی کی طرف لے جائیں گی اصل طریقہ وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ بتاتا ہے۔ اس لئے اپنی اور اپنے جیسے انسانوں کی خود ساختہ ہر تدبیر ناقص ہوگی۔ اور اس پر چلنا گمراہی کا باعث ہوگا۔

منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لئے صحیح ترین رہنما قرآن مجید ہے۔ اس میں بیان کی ہوئی باتیں اس ہستی کی بتائی ہوئی ہیں۔ جو دانا و بینا۔ حاضر و ناظر حلیم و حکیم اور خالق و مالک ہے وہ ہماری ضروریات کو اچھی طرح جانتا ہے اس لئے اپنے وسیع علم سے کام لے کر ایسی راہ بتاتا ہے۔ جو آسان اور سیدھی ہو۔ ہمیں چاہیئے کہ صرف اسی راہ کو معتبر مانیں اور انسانوں کے گھڑے ہوئے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔

Marfat.com

مساوات کا حکم

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

ثم - افیضوا - من - حیث - افاض - الناس
پھر - پھرو - سے - جہاں - پھریں لوگ
واستغفروا - اللہ ۔ ان - اللہ - غفور
اور - مغفرت چاہو - اللہ - بے شک - اللہ بخشنے والا
رحیم
مہربان

ثم افیضوا من حیث افاض الناس
پھر طواف کے لئے پھرو جہاں سے لوگ پھریں
واستغفروا اللہ ان اللہ غفور
اور اللہ سے مغفرت چاہو - بیشک اللہ تعالےٰ بخشنے
رحیم ﴿۱۹۹﴾
والا مہربان ہے -

اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں قریش بیت اللہ کے مجاور تھے - اور اس بنا پر وہ اپنے آپ کو حمس کہتے تھے - حج کے دنوں میں عام لوگ عرفات کے میدان میں جاکر قیام کرتے - لیکن قریش مزدلفہ ہی تک رہتے کیونکہ مزدلفہ حرم کی حد میں ہے - اور عرفات اس سے باہر - وہ خیال کرتے تھے - کہ حرم کی حدود سے باہر جانا ان کی بزرگی اور عزت کے خلاف ہے - اور وہاں جاکر ان کا عوام سے ملنا مذہبی فضیلت کے منافی ہے - قرآن مجید نے اس غلط خیال کی تردید کی - یہاں اللہ تعالےٰ نے ان دو بہت بڑی غلطیوں کو دور کیا ہے - جن میں دنیا ہمیشہ سے مبتلا رہی ہے - اور آج بھی بہت سے لوگ اتنی ترقی کے بعد بھی ان میں مبتلا ہیں ۔

اول یہ کہ قومی امتیاز اور نسلی برتری کوئی چیز نہیں - اللہ کی نظر میں سب یکساں اور برابر ہیں - اس کے ہاں اگر کسی چیز کی قدر ہے - تو وہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے - اس لئے مساوات کا ہونا ضروری ہے - اور یہ اسی وقت ممکن ہے - جب تمام قومی اور نسلی امتیازات مٹا دیئے جائیں اور ہر نسل و رنگ کے انسانوں کو ایک جیسا سمجھا جائے ۔

دوسرے یہ کہ قوموں کی تباہی اور بربادی اس وقت شروع ہوجاتی ہے - جب تعلیم یافتہ اونچے طبقے اور عوام میں تعلق باقی نہ رہے - وہ ایک دوسرے سے ملنا چھوڑ دیں - حالانکہ پڑھے لکھے لوگوں کو اپنی امداد کے لئے قوت و توانائی کی ضرورت ہوتی ہے - لیکن جب وہ عام لوگوں سے اپنا تعلق توڑ لیں گے - ان سے میل جول بند کردیں گے - تو وہ رفتہ رفتہ خود تباہ ہوجائینگے اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی نہ بھولنی چاہیئے - کہ عوام کو ہر وقت رہنمائی اور اصلاح کرنے والوں کی ضرورت رہتی ہے جب انہیں سیدھی راہ بتانے والا کوئی نہ ملے گا - تو وہ گمراہی کی طرف بڑھتے جائینگے - حتیٰ کہ ان میں اور حیوانوں میں فرق باقی نہ رہیگا ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سب ایک ہی جگہ قیام کریں گے اور ایک جگہ سے ہی ان کی واپسی ہوگی - گویا کسی میں کوئی امتیاز اور فرق نہیں کیا جائے گا - اس کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے فرمایا - کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگو - توبہ استغفار کرو - اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہو - آیندہ غلط حرکات سے باز رہنے کا وعدہ کرو - اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا - تمہاری خطائیں معاف فرمائے گا - وہ بہت بخشش والا رحمت والا ہے ۔

Marfat.com

مناسکِ حج کے بعد

فَاِذَا - قَضَيْتُمْ - مَّنَاسِكَكُمْ - فَاذْكُرُوا
پھر جب پورے کر چکو حج کے کام اپنے تو یاد کرو

اللّٰهَ - كَذِكْرِكُمْ - اٰبَآءَكُمْ - اَوْ - اَشَدَّ - ذِكْرًا ؕ
اللہ - جیسے تم یاد کرتے تھے - اپنے باپ دادا بلکہ اس سے بھی زیادہ - یاد کرو -

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا
پھر جب اپنے حج کے کام کو پورا کر چکو تو اللہ کو

اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ
یاد کرو - جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ دادا کو بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو

قَضَيْتُمْ (پورے کر چکو) یہ لفظ قضا سے نکلا ہے جس کے معنیٰ ہیں بجالانا یا کر چکنا۔ خصوصاً عبادت ادا کر لینا۔

مَنَاسِكَكُمْ (اپنے حج کے کام) مناسک سے مراد وہ مراسم اور عبادت ہیں۔ جن کا تعلق حج سے ہے۔ انہیں مناسک کے علاوہ شعائر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح حج کی عبادتوں کے لئے مخصوص ہے۔

جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا۔ کہ حج سے فارغ ہو کر حاجی منیٰ کے میدان میں تین دن تک (۱۰-۱۱-۱۲ ذوالحجہ) حج رہتے اور یہاں اپنے قبیلے اور باپ دادا کے کارناموں کا ذکر کرتے۔ ان کی فضیلتیں اور بڑائیاں بیان کرتے۔ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر فخریہ انداز میں خاندانی عظمت کا اظہار کرتے۔ باپ دادا کی بزرگی بیان کرنے سے کیا فائدہ۔

انسان کو برتری اور بزرگی دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سب کا پیدا کرنے والا۔ پرورش کرنے والا۔ عقل۔ سمجھ۔ دانائی۔ اور حکمت عطا کرنے والا اور شرافت اور عظمت عطا کرنے والا وہی ہے اس لئے ہر قسم کی تعریف اور ثنا اسی کے لئے مخصوص ہونی چاہیئے۔ اس کے سوا کسی دوسرے کی بزرگی اور بڑائی کے گیت گانا اور انہیں معبود کا درجہ دینا شرک کے برابر ہے۔

آپ دیکھتے ہیں۔ کہ جب سے حج کا ذکر شروع ہوا ہے۔ مساوات پرہیزگاری۔ عاجزی اور تزکیہ نفس پر برابر زور دیا جا رہا ہے۔ بار بار اللہ تعالےٰ کے ذکر۔ عبادت اور توبہ و استغفار کی تلقین کی جا رہی ہے۔ حرم کی حدود میں داخل ہوتے ہی سب کو ایک ہی قسم کا لباس پہننے کا حکم ہے۔ پھر بعض ان جائز کاموں سے بھی پرہیز کرنے کا حکم ہے۔ جو اس راہ میں حائل ہو سکتے تھے۔ بہت سی دل پسند اور مرغوب طبع باتوں سے باز رہنے کو کہا گیا ہے۔ قدم قدم پر لبیک یعنی "اے اللہ میں حاضر ہوں" کہنے کا حکم ہے۔ مسلسل ذکر الٰہی کی ہدایت کی گئی ہے۔ عبادت کی یہ خصوصیت صرف اسلام ہی میں پائی جاتی ہے۔

ہمیں چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کے ان احکام کو غور سے سنیں۔ ان پر عمل کریں۔ زندگی کی اصلاح کریں۔ حرام اور ناجائز چیزوں سے پرہیز کریں۔ اس کا ذکر بلند کریں۔ لوگوں کو راہ حق کی دعوت دیں اپنے اندر تقویٰ پیدا کریں۔ اور دنیا کی قوموں کے لئے اچھے اخلاق اور بہتر اعمال کا زندہ نمونہ بن کر مثال قائم کر دیں۔

Marfat.com

دُنیا کے طلب گار

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا
پھر کوئی آدمی تو کہتا ہے اے ہمارے رب ہمیں دے

فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ
میں دنیا اور نہیں اسکے لئے میں آخرت کچھ

خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾
حصہ

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا
پھر کوئی آدمی تو کہتا ہے اے ہمارے رب ہمیں دنیا

فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ
میں دے اور اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ

خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾
نہیں

دنیا میں بعض انسان ایسے بھی پائے جاتے ہیں۔ جن پر دنیا کی ہوس اس قدر غالب ہے۔ کہ وہ اسے ہی اپنا انتہائی مقصد سمجھ بیٹھے ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے بڑی کامیابی اور فتح یہی ہے۔ کہ زیادہ سے زیادہ مادی فائدے حاصل کریں۔ مال وزر کے ڈھیر لگائیں۔ دولت وثروت اکٹھی کرلیں۔ اس کی جستجو میں وہ اندھے ہوئے جاتے ہیں۔ دنیا کے یہ طلبگار۔ حرص وہوا کے پیکر میں پھنس کر اپنی عاقبت اور حسنِ انجام کو بھی اس دوڑ دھوپ میں قربان کر دیتے ہیں۔

اس مرض میں وہ لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ جو اخلاق میں پست۔ معاملات میں کھوٹے۔ برتاؤ میں خودغرض۔ آخرت کے انکاری اور عارضی فائدوں کے دیوانے ہوں۔ ان کی نگاہ ہمیشہ قریبی نفع پر ہی رہتی ہے۔ یہ لوگ دیرپا نتائج کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ ہر کام میں وہ اسی چیز کے متمنی رہتے ہیں۔ جس کا جلدی سے انہیں پھل مل جائے۔ صبر اور تحمل کی طاقت ان میں نہیں ہوتی غرض اس دوڑ دھوپ اور کوشش میں وہ اس قدر مگن ہوجاتے ہیں اگر عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگیں۔ یا کوئی نیک کام بھی کریں۔ تو اس میں بھی ان کا مقصد صرف دنیاوی فائدے حاصل کرنا ہوتا ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ کو محض اس لئے پکارتے ہیں۔ کہ وہ ان کے پاس روپے پیسے کے ڈھیر لگادے۔ ان کی مادی ضروریات پوری کردے۔ جہاد میں صرف اس لئے حصہ لیتے ہیں۔ کہ مال غنیمت ہاتھ آجائے۔ حج صرف اسلئے کرتے ہیں۔ کہ تجارتی فائدے سمیٹ لیں نماز اور زکوٰۃ اس لئے ادا کرتے ہیں۔ کہ لوگوں کا اعتماد حاصل کرلیں اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ ان لوگوں کے نزدیک جنت اور آخرت کی نعمتیں کوئی شے نہیں۔ وہ قیامت کو ایک بیکار عقیدہ سمجھتے ہیں۔ مرنے کے بعد کی یقینی زندگی ان کے خیال میں ایک انہونی سی بات ہے۔ زندگی کے اعمال کے بدلہ کا عقیدہ وہ نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک زندگی صرف دنیا ہی کی ہے۔ اور کامیابی صرف دنیاوی ہی ہے۔

یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ یہ منافقانہ اور کافرانہ روش اختیار کئے ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ دنیا ہماری مسلسل زندگی کا ایک مختصر سا حصہ ہے۔ باقی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی ہمیں موت کے بعد ہی نصیب ہوگی۔ وہ ہمارے ان اعمال کا پھل ہوگی۔ جو ہم اس دنیا میں کریں گے۔ آخرت کی زندگی ابدی۔ قائم ودائم اور ختم نہ ہونے والی زندگی ہے۔ اس کا آرام اور کامیابی اصل کامیابی ہے چاہیئے تو یہ کہ اپنی دنیا کی زندگی کو اسطرح استوار کریں کہ یہ ہماری آنے والی زندگی کیلئے کامیابی کا زینہ بنے۔

Marfat.com

دُنیا اور آخرت کے طالب

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا
اور ان میں کوئی جو کہتا ہے اے ہمارے رب ہمیں دے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا
اور کوئی ان میں کہتا ہے اے ہمارے رب ہمیں

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ
میں دنیا خوبی اور میں آخرت

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ
دنیا میں خوبی دے اور آخرت میں

حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾
خوبی اور ہمیں بچا عذاب دوزخ

حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾
خوبی (دے) اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

پچھلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا۔ جو صرف دنیا کے طلبگار ہیں۔ وہ اگرچہ اللہ کا انکار تو نہیں کرتے۔ لیکن آخرت کو بالکل نہیں مانتے۔ ان کی دعائیں۔ التجائیں، تمنائیں اسی مادی دنیا کی ترقیوں تک محدود رہتی ہیں۔ اور ان کی عبادت کا مقصود بھی صرف دنیا کے فوائد کا حصول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا یہ بتائی۔ کہ آخرت میں انہیں کسی قسم کا ثواب اور حصہ نہیں ملیگا کیونکہ وہ جو کچھ چاہتے ہیں اور جس کے لئے کوشش کرتے ہیں، وہ انہیں دنیا میں مل جائے گا۔ اب جبکہ انہوں نے اس دنیا میں اپنا مطلب پالیا۔ تو آخرت میں ان کے حصہ میں کچھ نہیں آئے گا۔

موجودہ سبق میں ان صحیح خیال اور درست کردار مومنوں کا ذکر ہے۔ جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ جن کے نزدیک قیامت اور مکافاتِ عمل ضرور پیش آئیں گے۔ اس لئے ان کی نظر محض دنیا پر نہیں بلکہ آخرت پر بھی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ آخرت سے منہ موڑ کر صرف دنیا نہیں چاہتے۔ اور ایسے کام نہیں کرتے۔ جن سے انہیں دنیا کا فائدہ تو مل جائے۔ لیکن آخرت کا ثواب جاتا رہے۔ وہ اپنے معاملات برتاؤ اور معاشرت میں حسنِ انجام کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

حَسَنَةً سے یہ ظاہر ہے کہ مومن خیر و خوبی کا طالب ہے۔ دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی۔ دنیا میں وہ نیک عمل کرنے کی توفیق مانگتا ہے۔ اپنی دعاؤں اور عبادتوں سے وہ نیک عملی اور نیکوکاری کی استعداد اور طاقت طلب کرتا ہے۔ اور آخرت میں اس نیک عملی اور نیکوکاری کا نیک پھل مانگتا ہے۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔ دنیا میں اعلیٰ اخلاق اور عمدہ معاملات کرتا ہے، اور آخرت کے لیے توشہ بناتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے کہ مجھے دوزخ کی آگ سے بچا، مجھے جنت میں جگہ دے اور کامیابی نصیب کر، بہترین انسان کی زندگی کا معیار یہی ہے، کہ وہ اپنی زندگی اور زندگی کے معاملات میں دنیا اور آخرت دونوں کو پیش نظر رکھے اور جہنم کے عذاب سے ڈرتا رہے۔

یہ بات یاد رہے۔ کہ اسلام نے دنیا اور آخرت کا مقابلہ تو بتلایا ہے۔ لیکن دین دنیا کا مقابلہ نہیں کیا۔ مبارک ہیں وہ انسان جو دنیا میں ایسی زندگی بسر کریں کہ ساتھ ہی ان کی آخرت بھی سنور جائے۔

Marfat.com

محاسبۂ اعمال

أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۖ
وہی لوگ - ان کیلئے - حصہ - سے - ان کی کمائی

أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۖ
انہی لوگوں کیلئے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔

وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾
اور - اللہ - جلد - حساب

وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾
اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

قرآن مجید نے پچھلی آیتوں میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک وہ جو صرف دنیا کی زندگی میں ہی ہر قسم کی کامیابی چاہتے ہیں۔ اپنے ہر عمل اور ہر عبادت سے ان کا مقصود صرف دنیا کمانا ہوتا ہے۔ وہ نہ قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔ نہ دوسری زندگی کے نتائج پر۔ اس لئے اپنی محنت اور کوشش کا پھل وہ اسی دنیا میں مانگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا۔

دوسرے وہ جو اللہ یوم قیامت اور دوسری زندگی سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اپنی نیکیوں کے بدلے صرف دنیاوی جاہ وجلال ہی نہیں مانگتے۔ بلکہ ایسے کام کرتے ہیں۔ کہ ان کی دنیا اور عاقبت دونوں درست ہو جائیں۔ دنیا کے علاوہ انہیں اخروی زندگی میں بھی آرام ملے گا۔ گویا وہ دونوں زندگیوں کو اپنی اپنی جگہ پر رکھتے ہیں۔ آخرت بیچ کر دنیا نہیں کماتے اور نہ دنیا کو ترک کر کے آخرت کی تلاش کرتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی چاہتے ہیں۔ وہ دوزخ کی آگ سے بچنے کے آرزومند ہیں۔ اور اس سے بچنے کے لئے ایسے کاموں میں نہیں الجھتے جو انہیں دوزخ میں ڈلوا دیں۔

ان دوسری قسم کے لوگوں کا انجام آج کی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ ان لوگوں کو ان کے نیک عملوں کے عوض آخرت میں نیک اجر ملے گا۔ ان کی خواہش کے مطابق دوزخ سے انہیں دور رکھا جائے گا۔ ان کی بھول چوک معاف کر دی جائے گی۔ جنت میں رہنے کو جگہ دی جائے گی۔ اور وہ دیکھ لیں گے۔ کہ دنیا کی زندگی کے بعد ایک آخرت کی زندگی بھی ہے۔ دنیا کا مال ومتاع اس زندگی کے لطائف کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ دنیا کی آسائشیں عزت اور مرتبے سب عارضی اور ناپائیدار تھے۔ اس کے مقابلہ میں جنت کی نعمتیں ابدی اور سکون بخش ہیں۔ یہاں کا آرام اور چین ہمیشہ رہنے والا ہے۔

سَرِيعُ الْحِسَابِ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ کی ہے۔ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور صرف دنیا مانگتے ہیں۔ انہیں بتا دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ قیامت کچھ دور نہیں۔ اس دن یہ لوگ دیکھ لیں گے۔ کہ آخرت کو بھول کر دنیا میں ہی اپنے عملوں کا اجر مانگ کر وہ کتنے خسارے میں رہے۔ دوسری طرف اس جملہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تسکین دی ہے۔ جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی چاہتے ہیں۔ انہیں بتا دیا کہ تمہیں بہت جلد تمہارے نیک کاموں کا پورا پورا اجر ملے گا۔ اس لئے تم اپنی اس روش پر اور پختہ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مقدم بیان کیا ہے۔ اور آخرت کی دعا کا ذکر بعد میں کیا ہے یعنی اسلام دنیا کا مخالف نہیں۔ بلکہ چاہتا ہے کہ دنیا کے کام آخرت کے تصور سے کئے جائیں۔

Marfat.com

حج کے ایام

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ

اور - یاد کرو - اللہ - میں - دن گنتی کے چند — اور گنتی کے چند (مقررہ) دنوں میں اللہ کو یاد کرو۔

ایامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ (گنتی کے چند دن) ایام کا واحد یوم ہے اور معدودات عدد سے ہے۔ ان دنوں سے مراد ذی الحج کی دسویں۔ گیارہویں اور بارھویں تاریخیں ہیں۔ انہیں اصطلاح میں "ایام تشریق" بھی کہتے ہیں۔ تشریق کے معنی قربانی سکھانے کے ہیں۔ ان دنوں میں جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے۔

جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ تمام حاجی ۹ ذوالحجہ کو ظہر سے مغرب کے وقت تک عرفات میں جمع رہتے ہیں۔ وہاں سے سورج غروب ہونے تک واپسی شروع ہو جاتی ہے۔ رات مزدلفہ میں قیام کرتے ہیں۔ اگلے دن یعنی ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ میں پہنچ جاتے ہیں۔ منیٰ مکہ معظمہ سے شمال مغرب میں چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ کسی زمانہ میں یہ ایک میدان تھا۔ اب یہاں بہت سی پختہ اور عالی شان عمارتیں بن گئی ہیں۔ حج کے موسم میں حاجی یہ عمارتیں بڑے بڑے کرایوں پر لے لیتے ہیں اور یہاں خوب رونق رہتی ہے۔ اس زمانہ میں یہاں بہت بڑا اور پر رونق بازار لگتا ہے دنیا جہان کی چیزیں اس بازار میں مل جاتی ہیں۔ حاجی ذوالحجہ کی بارھویں تاریخ کی شام تک یہیں رہتے ہیں۔ اور حج کے سلسلہ میں کئی واجبات اور سنتیں یہاں بجا لاتے ہیں۔ مثلاً قربانی کرتے ہیں سر کے بال اتروا تے ہیں۔ شیطانوں کے کنکریاں مارتے ہیں اور احرام اتارتے ہیں۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان دنوں میں یہاں اللہ کو خوب یاد کرو۔ اس کی یاد اور عبادت میں مشغول رہو۔ ان دنوں میں اللہ کی یاد کی ایک خاص صورت یہ ہے کہ ہر حاجی دسویں تاریخ کو بڑے پتھر (جمرہ عقبیٰ) پر سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتا جاوے۔ کنکریاں مارنے کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح گیارہ اور بارہ تاریخ کو یکے بعد دیگرے تینوں پتھروں پر سات سات کنکریاں مارے لیکن ان پر کنکریاں سورج ڈھلنے کے بعد مارنی ہوں گی۔ اس کے بعد مکہ جانے کی اجازت ہے۔

آپ نے دیکھا کہ جب سے حج اور اس کے احکام کا بیان شروع ہوا ہے ذکر الٰہی کی تاکید قرآن مجید نے بار بار کی ہے یوں بھی دل کے سکون روح کی پاکیزگی کا بہترین ذریعہ ذکر الٰہی ہے۔ اور حج کے ساتھ تو اس کی خاص مناسبت ہے۔ دنیا کے تمام گوشوں سے مختلف نسل اور مختلف مزاجوں کے لوگ یہاں ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ سفر کی مشکلیں پردیس کی تکلیفیں۔ وطن کی یاد۔ اہل و عیال سے علیحدگی تمام ایسی باتیں ہیں۔ جن سے ہر انسان کا پریشان ہو جانا لازمی ہے۔ ایسے اجتماعوں میں ایک دوسرے سے الجھ جانا۔ سخت کلامی اور کش مکش کا واقع ہو جانا معمولی بات ہے۔ لیکن حج میں ایسی باتوں کا امکان نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حاجی ان مشقتوں کو بھول کر صرف ایک چیز کی طرف دھیان دیں اور وہ ہے ذکر الٰہی۔ اس کی اطاعت کریں اسی کے احکام سننے اور سنانے میں مصروف رہیں۔ اسی کی حمد و ثنا میں مگن رہیں۔ کثرت تکبیر میں باقی سب کچھ بھول جائیں۔

Marfat.com

نیکی کی اصل تقویٰ ہے

فَمَنْ - تَعَجَّلَ - فِيْ - يَوْمَيْنِ - فَلَآ - اِثْمَ
پھر جو کوئی جلدی چلا گیا میں دو دن تو نہیں گناہ

عَلَيْهِ ۚ وَ - مَنْ - تَاَخَّرَ - فَلَآ - اِثْمَ - عَلَيْهِ ۙ
اس پر اور جو کوئی رہ گیا تو نہیں گناہ اس پر

لِمَنِ - اتَّقٰى ؕ وَ - اتَّقُوا - اللّٰهَ - وَ - اعْلَمُوْٓا
جو کہ ڈرتا ہے اور ڈرتے رہو اللہ اور جان لو

اَنَّكُمْ - اِلَيْهِ - تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾
بے شک تم اس کے پاس تم سب جمع ہو گے

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ
پھر جو کوئی دو ہی دن میں جلدی چلا گیا تو اس پر کوئی گناہ

عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ
نہیں اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں

لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
جو کہ ڈرتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو

اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾
بیشک تم اسی کے پاس جمع ہو گے۔

جیسا کہ پچھلے سبق میں بیان کیا گیا ہے۔ عبادت کے خاص تین دن ہیں جنہیں ایام تشریق کہتے ہیں یعنی ۱۰-۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ لیکن اگر کوئی شخص بارھویں تاریخ کے بعد بھی وہاں ٹھہرتا ہے اور ذکر الٰہی کرتا ہے۔ تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر کوئی شخص صرف دو ہی دن وہاں ٹھہرنے کے بعد مکہ کو روانہ ہو جاتے۔ تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت سے یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ اصل چیز تقویٰ ہے (اللہ کا ڈر اور خوف) یعنی ان چیزوں سے پرہیز کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ اس کی اطاعت میں کوئی عذر اور بہانہ تلاش نہ کرنا۔ اس کی خوشنودی کو مقصد بنائے رکھنا اس کے احکام پر عمل کرنا اور دوسروں کو ترغیب دینا۔ یوم حشر کو سامنے رکھنا۔ موت کے بعد زندگی پر ایمان رکھنا اور اس کے لئے سامان کرنا۔

شرعی احکام کی تعمیل میں کچھ بے قاعدگی بعض مجبوریوں کی بنا پر ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ مجبوریاں صرف اسی شخص کی مانی جائیں گی۔ جو نیک نیتی، پاکدامنی اور پرہیزگاری کا پابند ہے۔ کسی بغاوت اور سرکشی سے اللہ کے احکام کے خلاف عمل نہیں کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص اللہ کے حکموں کے ماننے میں ہرگز ہرگز بہانہ یا عذر تلاش نہیں کرے گا اصل چیز جس کا انسان میں پیدا کرنا درکار ہے۔ وہ تقویٰ ہے اس کے ہوتے ہوئے اگر لاچاری یا مجبوری کی بنا پر کچھ کوتاہی ہو جائے تو معاف کی جا سکتی ہے۔

قرآن مجید تقریباً ہر حکم کے ساتھ تقویٰ الٰہی کی تلقین کرتا ہے۔ اس لئے کہ انسانی زندگی میں اس کی اہمیت بہت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے مقصود انسانی زندگی میں طہارت، پاکیزگی اور عمدگی پیدا کرنا ہے۔ لیکن اگر ان خصوصیتوں کے ہوتے ہوئے کوئی شخص احکام بجالانے سے کچھ مجبور رہے۔ تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

(یہاں حج کا بیان ختم ہوتا ہے)

Marfat.com

قسمیں کھانے والے جھگڑالو

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي
اور بعض آدمی وہ جو تجھے پسند آتی ہے اس کی بات میں

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا
زندگانی کے کام - دنیا - اور گواہ کرتا ہے اللہ اوپر - جو

فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾
ہیں اس کے دل اور وہ سخت جھگڑالو

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي
اور بعض آدمی وہ ہے کہ تجھے اس کی بات پسند آتی ہے دنیا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا
کی زندگانی کے کاموں میں اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ کو

فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾
گواہ کرتا ہے اور وہ سخت جھگڑالو ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ (اور بعض آدمی) ضروری نہیں کہ "بعض" سے صرف ایک آدمی ہی مراد ہے۔ ایک بھی ہو سکتا ہے۔ اور اسی فطرت کے بہت سے آدمی بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

قَوْلُهٗ (اس کی بات) یعنی اس کا یہ دعویٰ کہ وہ اسلام پر قربان ہونے کو تیار ہے اسے اسلام سے بہت محبت ہے۔

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیا کی زندگانی کے کاموں میں) یہاں فِيْ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ اسے اپنی چرب زبانی سے دنیا حاصل کرنی ہوتی ہے۔ آخرت نہیں۔ اور وہ دنیاوی امور کے متعلق ایسی باتیں بناتا ہے۔ گویا اس سے بڑھ کر کوئی عقلمند اور دانا نہیں۔

يُشْهِدُ اللّٰهَ (اللہ کو گواہ کرتا ہے) یعنی اللہ کی قسمیں کھا کھا کر یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے قسم کھانے سے مراد یہی ہوتی ہے۔ کہ میں اس کو اپنے اس بیان پر گواہ ٹھہراتا ہوں۔ جس کی میں قسم کھا رہا ہوں۔

اس سے قبل حج کا بیان گذر چکا ہے۔ اور یہ بھی بتلایا جا چکا ہے کہ کچھ بدقسمت انسان صرف دنیا کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ آخرت کے اچھے نتائج سے یکسر محروم ہیں۔ لیکن نیک بندے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کے طالب رہتے ہیں۔ اور دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

اس آیت سے بدبخت اور منافقین کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ انکی زبان شیریں معلوم ہوتی ہے۔ بظاہر باتیں بڑی عقل کی کرتے ہیں۔ لیکن دل سے سخت جھگڑالو اور فتنہ پرور ہوتے ہیں ——— اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قبیلہ ثقیف کا ایک شخص اخنس بن شریق تھا۔ وہ ظاہری طور پر اسلام کا بڑا غمخوار اور ہمدرد معلوم ہوتا تھا۔ اپنی زبان سے اسلام سے اپنی محبت کا بہت دعویٰ کیا کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتا تو بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتا۔ بات بات پر قسمیں کھاتا۔ لیکن جب یہ مجلس سے اٹھ کر چلا جاتا۔ تو طرح طرح کی شرارتوں میں لگ جاتا اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں سوچتا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اسی شخص کے لئے اتری لیکن یہ ہر اس شخص پر صادق آتی ہے۔ جو اس فطرت کا آدمی ہو۔ اس قسم کے منافق کی مزید نشانیاں اگلی آیتوں میں بیان کی جائیں گی۔ یہاں منافق کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے۔ کہ وہ زبان سے بڑے دعوے باندھتا ہے لفظی طور پر اپنے مومن ہونیکا یقین دلاتا ہے لیکن دراصل وہ بڑا جھگڑالو ہے۔ اسلام اور اسکے پیروؤں سے دشمنی رکھتا ہے اور نقصان پہنچانیکی کوشش کرتا ہے

Marfat.com

فساد پردازی

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ
اور جب تیرے پاس سے لوٹے تو ملک میں دوڑتا پھرے
لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ
تاکہ اس میں فساد کرے اور کھیتیاں اور جانیں تباہ کرے
وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾
اور اللہ فساد ناپسند کرتا ہے۔

وَاِذَا - تَوَلّٰی - سَعٰی - فِی - الْاَرْضِ
اور جب - لوٹے - دوڑتا پھرے - میں - ملک
لِیُفْسِدَ - فِیْهَا - وَیُهْلِكَ - الْحَرْثَ - وَ - النَّسْلَ ؕ
تاکہ فساد کرے - اس میں - اور تباہ کرے - کھیتیاں - اور - نسل
وَاللّٰهُ - لَا - یُحِبُّ - الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾
اور اللہ - ناپسند کرتا ہے - فساد

تَوَلّٰی (لوٹے) اس کے دو معنیٰ ہیں لوٹنا یا حاکم بننا۔ یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اُٹھ کر چل دے۔ اور دوسرے معنوں کی رو سے حاکم بن جائے۔ بعض مفسروں نے یہاں یہی معنے کئے ہیں یعنی وہ ملک کا حاکم ہو جاتا ہے یا کسی جگہ اسے اقتدار مل جاتا ہے۔

سَعٰی (دوڑتا پھرے) اس لفظ کے معنیٰ ہیں سرگرم ہو جانا۔ دوڑ دھوپ کرنا۔ کوشش میں لگ جانا۔ یہاں مراد فساد مچانے اور خرابی برپا کرنے میں سرگرم ہو جانے سے ہے۔

فِی الْاَرْضِ (ملک میں) ارض (زمین) کا لفظ لانے سے عام طور پر یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کہ منافقین بڑے وسیع پیمانے پر اپنی سرگرمیاں کرتے ہیں۔ وہ دور دور تک خرابیاں برپا کرتے ہیں۔ البتہ ارض کے الف لام سے کسی خاص جگہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے جیسے شہر مدینہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین نے مرکز بنا رکھا تھا۔

اَلْحَرْثَ (کھیتیاں) یعنی فساد برپا کرنے والوں نے کھیتوں کو برباد کیا۔ اور انہیں آگ لگا دی۔ اس سے بعض مفسرین نے عورتیں بھی مراد لی ہیں اور بعض لوگوں نے دین کو نقصان پہنچانا بھی اس کے مفہوم میں شامل کیا ہے۔

النَّسْلَ (جانیں) نسل کو تباہ کرنے میں نسل انسانی اور نسل حیوانی دونوں شامل ہیں۔ بعض مفسرین نے یہاں اس سے مراد نسل انسانی ہی لی ہے مجموعی طور پر قتل و غارت اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہے۔

پچھلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ وہ ظاہر میں اسلام کی ہمدردی کے دعوے کرتا ہے لیکن اندر سے اسلام کا دشمن ہے۔ پھر یہ کہ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر اپنے سچا ہونیکا یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے۔ بات بات پر اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہے لیکن دراصل وہ جھگڑالو قسم کا آدمی ہے ہر حق بات سے الجھتا ہے۔ سچ کا دشمن ہے۔ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نقصان پہنچاتا ہے۔

اس آیت میں ایسے لوگوں کی مزید نشانیاں بتائی گئی ہیں یعنی یہ کہ ملک میں فتنہ و فساد کی آگ کو بھڑکاتے ہیں ہنگامہ آرائی کرتے ہیں متحد قوم کو مختلف گروہوں میں بانٹ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ لوگ انکی طرف متوجہ ہوں کھیت جلا دیتے ہیں مویشی ہلاک کر دیتے ہیں زنا کے مرتکب ہوتے ہیں خلاف فطرت فعل کے مرتکب ہوتے ہیں جس سے نسل انسانی لازمی طور پر تباہ ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

جھوٹا وقار

وَ - اِذَا - قِيْلَ - لَهُ - اتَّقِ - اللّٰهَ - اَخَذَتْهُ
اور جب کہا جائے اس سے ڈر اللہ آمادہ کرے اُسے
الْعِزَّةُ - بِالْاِثْمِ - فَحَسْبُهُ - جَهَنَّمُ ؕ
غرور گناہ پر سو اسے کافی ہے دوزخ
وَ لَبِئْسَ - الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾
اور بیشک بُرا ٹھکانہ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ
اور جب اُسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو غرور
الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ؕ
اسے گناہ پر آمادہ کرے سو اس کے لئے دوزخ کافی
وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾
ہے اور بیشک وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت میں منافقوں کی ایک اور نشانی بیان کی گئی ہے۔ یعنی لوگوں پر ظلم کرنے جھوٹے دعوے باندھنے۔ فتنہ و فساد مچانے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے غرور میں آکر اللہ تعالےٰ سے بھی سرکشی اور بغاوت کرتے ہیں۔ جب لوگ انہیں سمجھاتے ہیں کہ ہنگامہ آرائی اور شرارت کی راہ سے ہٹ کر سیدھی راہ پر آؤ۔ اللہ تعالےٰ سے ڈرو دامن اور چین کی زندگی بسر کرو۔ تو وہ اپنی جھوٹی شان اور خود ساختہ عزت کو برقرار رکھنے کے لئے سرکشی اور گناہ میں اور زیادہ سرگرم ہو جاتے ہیں۔

لوگوں کے یہ کہنے پر کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ان کے غرور پر زبردست چوٹ پڑتی ہے۔ جھوٹی آرزوؤں اور جھوٹی شان کا بنا ہوا ان کا سارا محل دھڑام سے نیچے آگرتا ہے۔ جس سے ان کا پول کھل جاتا ہے اور وہ کہیں کے نہیں رہتے۔ لہذا اپنے جھوٹے وقار کو قائم رکھنے کے لئے وہ اللہ کی نافرمانیاں کرنے کی پروا نہیں کرتے۔ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کر کے راستباز لوگوں کی رائے کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہنم بنا رکھا ہے۔ جہاں انہیں جھونک دیا جائے گا۔ یہ ہمیشہ اس میں جلتے رہیں گے اور اپنے غرور کا مزہ چکھیں گے۔

شریعت اسلام کے مقاصد تو یہ ہیں۔ کہ دنیا میں عدل و انصاف اور امن و چین عام ہو جائے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی آزادی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی تعلیم اور بتائی ہوئی ہدایت پر چلنے کے لئے سہولتیں حاصل ہوں اور ہر شخص کو اپنا حق پانے کے لئے آسانی ہو۔

ان تمام مقاصد کو حاصل کرنے میں مومن اسلام کی مدد کرتا ہے۔ کافر اس راستہ میں روڑے اٹکاتا ہے۔ اور منافق ایسا مارِ آستین ہے۔ کہ اسلام سے حد درجہ دشمنی رکھتا ہے۔ اور اپنے ظاہری دعوں اور جھوٹے بیانوں سے اسلام کی محبت کا دم بھرتا ہے لیکن اپنی دلی دشمنی ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ اس لئے یہ سخت سزا میں مبتلا ہوگا۔

شریعت اسلام کے مقاصد کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی منافق ڈالتا ہے۔ دل کی بات کو ظاہر نہیں کرتا۔ فتنہ اور فساد میں سرگرم رہتا ہے۔ کھیتوں اور جانوروں کو تباہ کرتا ہے واقعی جھوٹا وقار اور خود ساختہ عزت کا تصور نصیحت اور عبرت کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہوتا ہے۔

Marfat.com

اللہ کی رضا چاہنے والا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ
اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے جو اپنی جان کو بیچتا ہے۔
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ
اللہ کی رضا جوئی میں اور اللہ
رَءُوْفٌ ۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾
بندوں پر مہربان ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ
اور میں سے لوگ جو بیچتا ہے اپنی جان
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ
(تلاش) میں رضاجوئی اللہ اور اللہ
رَءُوْفٌ ۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾
مہربان بندوں پر

اس آیت میں ان سچے مومنوں کا ذکر ہے۔ جو اپنی جان تک اس مقصد کیلئے قربان کر دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے۔ انسان اگر حقیقت پر غور کرے۔ تو اسے معلوم ہوگا۔ کہ وہ جن ذاتی جھگڑوں پر پڑا ہے۔ وہ سب ہیچ ہیں۔ تنگ نظر لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ جس قدر مال و متاع اور زمین و جائداد ان کے قبضے میں ہیں۔ سب ان کے اپنے ہیں۔ جس قدر وہ اور زیادہ حاصل کریں گے وہ بھی ان کا اپنا ہو جائیگا۔ ان کا خیال ہے۔ کہ دنیاوی عزت اور شان و شکوہ ہی انسان کا مقصد ہے۔ انہیں ہر طریقے سے حاصل کر لینا سب سے بڑی کامیابی ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اول نہ تو وہ خود اپنے اوپر اختیار رکھتے ہیں نہ اپنی جائداد اوپر جو کچھ ان کے پاس ہے یا جو کچھ وہ مزید حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیا دھرا یہیں کا یہیں پڑا رہ جائے گا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ان کے بازو ٹوٹ جائیں۔ قوتیں شل ہو جائیں اور دل و دماغ فیل ہو جائیں۔ پھر یہ مار دھاڑ۔ لوٹ کھسوٹ اور فتنہ و فساد کیوں؟ کیا اس زندگی کے لئے جس کا کوئی بھروسہ نہیں؟ کیا اس شان و شوکت کے لئے جس کی کوئی بنیاد نہیں؟

ایک مومن ان باتوں سے آگاہ ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔ کہ اس کی کوئی چیز اپنی نہیں بلکہ اس رب کی ہے جس نے اُسے زندگی دی۔ اس کی پرورش کی۔ اور اسے دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے قابل کیا۔ لہٰذا ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے اور ہر چیز کے استعمال کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ اگر اسی کی دی ہوئی چیزوں کو اس کے راستے میں اور اسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا جائے تو ہمارا کیا جاتا ہے۔ اگر کم ہو جائے گا تو وہ اور دے دے گا۔ اگر اپنی اکیلی جان جس پر ہمیں کچھ بھی اختیار نہیں۔ اس کی رضا جوئی کے لئے دے دی جائے۔ تو ہمارا کیا کم ہو جائیگا۔ اسی کی دی ہوئی جان جسے فنا ہونا ہی تھا۔ اسی کے لئے دے دی۔ تو اس سے بڑھ کر اس کا مصرف اور کیا ہو سکتا ہے ؎

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

وہ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ انسان اس کی عنایات۔ نوازشوں اور لطف و کرم کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس کی نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتا۔ کاش! انسان کبھی اس حقیقت پر غور کر لیا کرے تاکہ شکر گذاری اور قدر دانی اسکے اندر پیدا ہو

Marfat.com

اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ
اے ایمان والو داخل ہو جاؤ میں اسلام

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ
اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل

كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ
پورے اور نہ پیروی کرو قدم شیطان

كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ
ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾
بیشک وہ تمہارے لئے دشمن کھلا

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾
بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اَلسِّلْمِ (اسلام) سلم کے لفظی معنی صلح و امن کے ہیں۔ اور یہ لفظ جنگ کے مقابل آتا ہے۔ یہاں مفسروں نے السلم سے مراد اسلام لیا ہے۔ لغت کے ماہروں نے بھی اس لفظ کے یہ معنی تسلیم کئے ہیں۔

كَآفَّةً (پورے پورے) اس لفظ کا مادہ کفف ہے۔ جس کے معنی روکنا ہیں۔

کافۃ سے مراد یہ ہے کہ پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اور ہر طرح سے اسلام کی اطاعت کرو۔

خُطُوٰتِ (قدم) خطوہ اس کا واحد ہے۔ مراد ہے نقشِ قدم۔ یعنی اطاعت و فرمانبرداری۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ چند یہودی اسلام لائے۔ لیکن انہوں نے اسلامی شریعت کے ساتھ ہی ساتھ یہودی مذہب کی تعمیل بھی جاری رکھی۔ مثلاً ہفتہ کے دن کو مقدس سمجھنا۔ اونٹ کے گوشت اور دودھ کو حرام سمجھنا اور توراۃ کی تلاوت وغیرہ پھر اسی طرح بعض لوگ اپنی طرف سے ہی کوئی عقیدہ گھڑ لیتے یا کوئی عمل مقدس سمجھ لیتے اور اسلامی شریعت کے ساتھ ساتھ خود ساختہ باتوں کو بھی دین میں شامل کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے احکام کے ساتھ دوسرے احکام کی تعمیل کرنے کو روکنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ پورے کے پورے مسلمان ہو جاؤ۔ یعنی نہ تو اپنی طرف سے غلط عقائد گھڑ لو۔ نہ سنی سنائی باتوں کی پیروی کرو۔ نہ دوسری تعلیمات کی تعمیل کرو۔ نہ یہ کہ جو بات اچھی نہ لگی یا جو مشکل معلوم ہوئی یا پسند نہ آئی اسے نہ مانا۔

اسلام صرف چند عقیدوں کا نام نہیں۔ یا صرف چند عبادتوں کا مجموعہ نہیں۔ بلکہ پوری زندگی کے لئے مکمل اعلیٰ اور عمدہ ترین ضابطہ ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہے۔ انسانی فطرت کے تمام تقاضے پورا کرتا ہے۔ اس کی کمزوریوں کو مدِ نظر رکھتا ہوا احکام میں رعایت کرتا ہے۔ منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لئے صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ دین و دنیا کی اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہدایت کرتا ہے۔ لہٰذا اسلام کو من و عن پورے کا پورا ماننا ضروری اخلاق۔ معاشرت۔ معیشت۔ سیاست غرض زندگی کے ہر شعبے میں اسلام کے قوانین پر چلنا ضروری ہے۔

جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ گویا شیطان کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان کا کھلا دشمن ہے۔ اس سے خیر کی امید رکھنا حد درجہ حماقت اور نادانی ہے۔ اسلام اور کفر یکجا نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا یا تو پورے طور پر رحمان کے بندے بن جاؤ ورنہ شیطان کے نقشِ قدم پر چلنا پڑے گا جس میں گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔

Marfat.com

دانستہ غلطی نہ کرو

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ
پھر اگر تم پھسلنے لگو سے بعد جو کچھ تمہیں پہنچ چکے

الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
صاف حکم تو جان رکھو بے شک اللہ زبردست

حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾
حکمت والا

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ
پھر اگر تم پھسلنے لگو۔ اس کے بعد کہ تمہیں پہنچ چکے

الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
صاف حکم تو جان رکھو کہ بیشک اللہ زبردست

حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾
حکمت والا ہے۔

البیّنٰت (صاف حکم) اس سے مراد ایسے کھلے ہوئے احکام ہیں جن میں کسی قسم کی پیچیدگی اور شبہ نہیں۔ مثلاً ایک اللہ پر ایمان لانیکا عقیدہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے کا عقیدہ۔ نماز کا حکم اس قسم کے تمام احکام یہود اور دوسری جماعتوں تک پہنچ چکے تھے۔

زَلَلْتُمْ (پھسلنے لگو) یہ لفظ زَلّۃ سے ہے جسکے لفظی معنی ہیں پھسل جانا۔ ڈگمگانا اور پھسلنا یہ بے اختیاری میں بھی ہوتا ہے۔ اسلئے اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ بھول کر بہک جانا بھی گناہ کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس سے توبہ کرنی چاہیئے۔

عَزِيْزٌ (زبردست) یعنی ایسی ہستی جو جب اور جو کچھ چاہے سزا دے سکتی ہے۔ اس کا ترجمہ غالب بھی کیا جا سکتا ہے۔

حَكِيْمٌ (حکمت والا) یہاں آیت کی رعایت سے یہ معنی ہوں گے۔ کہ ایسی ہستی جو ہمیشہ مناسب وقت پر ہی سزا دیتی ہے اور اس سزا دینے میں بہت بڑی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ حکمت والا ہے۔

انسان کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کمال رحمت اور شفقت سے کام لے کر اس کی ہدایت کیلئے انبیاء کا سلسلہ قائم کیا۔ اسے سیدھی راہ دکھانے اور کامیابیوں سے ہمکنار کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً مختلف قوموں میں اپنے برگزیدہ پیغمبر بھیجتا رہا۔ یہ رسول بھولے ہوئے انسانوں کو راہ حق دکھاتے رہے اور بہکے ہوؤں کو بھنور سے نکالتے رہے۔ انکے اخلاق سنوارتے رہے اور گندگیوں سے پاک کرتے رہے۔ لیکن تاریخ عالم بتاتی ہے۔ کہ بدقسمت لوگوں نے ان سے روگردانی کی۔ کبھی انہیں جلاوطن کیا۔ کبھی قتل کیا۔ ان سے اس طرح کا سلوک کر کے انہوں نے اپنے لئے خود گڑھا کھودا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانی تعلیمات کو اہل جہاں پر واضح کیا۔ اپنے اسوۂ حسنہ سے ان تعلیمات پر عمل کر کے دکھایا۔ اپنی صحبت اور ہم نشینی سے نیک اور برگزیدہ لوگوں کی جماعت پیدا کر کے دکھادیا کہ اللہ تعالیٰ کے واضح احکام یہ ہیں۔ اور ان پر عمل کر کے یہ کامیابی حاصل کی جا سکتی ہیں۔

انسان کی یہ کس قدر بڑی بدقسمتی ہے۔ کہ اس قدر بلند مرتبہ حاصل کرنے کے باوجود اس سے منہ موڑتا ہے۔ اس کے خلاف عمل کرتا ہے۔ اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔ ایسے بدکرداروں کو یقیناً سخت سزا ملے گی۔ کیونکہ اب ان کیلئے کوئی عذر اور بہانہ باقی نہیں رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو چکی ہے۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ ہم تک دین حق نہیں پہنچا تھا۔

Marfat.com

غیر معقول مطالبہ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ
کیا راہ دیکھتے ہیں یہی کہ ان پر آئے

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ
کیا وہ یہی راہ دیکھتے ہیں کہ اللہ ابر کے

اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
اللہ میں سائبان سے ابر اور فرشتے

اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
سائبانوں میں آئے اور فرشتے

وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
اور طے ہو جائے قصہ اور طرف اللہ لوٹیں گے

وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
(آئیں) اور قصہ طے ہو جائے اور اللہ ہی کی طرف

الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾
سب کام

الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾
سب کام لوٹیں گے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف قوتیں بخشیں جس میں عقل اور فہم کی قوت بھی شامل ہے۔ تاکہ انسان سچ اور جھوٹ نیک اور بد اور انصاف و ظلم میں تمیز کر سکے۔ ان قوتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے۔ اور ان کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے مختلف نشانیاں بھی بھیجیں۔ تاکہ انسان ان نشانیوں کو دیکھ کر پیغمبروں پر ایمان لائے۔ ان کی تعلیمات میں غور کرے۔ اور اللہ تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں اول تو وہ نشانیاں ہیں جو گویا خود منہ سے بولتی ہیں مثلاً کائنات کی تخلیق۔ اس کا انتظام۔ اس کا ارتقا۔ پھر انسان کی ضروریات اور ان کی تسکین کا سامان۔ یہ سب چیزیں بتاتی ہیں۔ کہ ان کا بنانے والا ضرور کوئی ہے۔ جو قادر مطلق ہے۔ حکیم و دانا ہے۔ حاضر و ناظر ہے۔ رحیم و شفیق ہے۔

دوسری وہ نشانیاں ہیں جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچی ہیں۔ مثلاً آپؐ کا ذاتی کامل نمونہ۔ آپؐ کا بے داغ کردار۔ آپؐ کا حسن اخلاق اور آپ کے معجزات وغیرہ۔

ان دونوں قسم کی نشانیوں کو دیکھنے کے بعد انسان کی عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جائے۔ جو تمام جہانوں کا خالق ہے اور سب کی تربیت کرنے والا ہے۔ اگر کوئی آدمی یا گروہ اس سے منہ موڑتا ہے۔ تو گویا وہ اس بات کا انتظار کر رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ خود فرشتوں کے لشکر کے ساتھ ان کے سامنے آئے اور بتائے کہ یہ میرا حکم ہے اسے مانو۔ اس قسم کا انتظار ایسے لوگوں کی بربادی اور تباہی پر جا کر ختم ہوگا۔ اس لئے کہ نہ ایسا کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے عقل و بصیرت دی اور اس کے بعد اپنی نشانیاں بھیج دیں۔ اب ان پر یقین کرنا انسان پر فرض ہو گیا۔ اگر کوئی شخص نہ ان نشانیوں پر غور کرے اور نہ عقل و فہم سے کام لے۔ تو وہ یقیناً ہلاک ہوگا کیونکہ اس کے ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی پھر ان سب کو اللہ کے حضور میں جمع ہونا ہے۔ کیونکہ سب کاموں کا مدار اسی اللہ پر ہے اور وہی ان کا فیصلہ فرمائے گا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل سے عبرت

سَلْ ۔ بَنِیْٓ ۔ اِسْرَآءِیْلَ ۔ کَمْ ۔ اٰتَیْنٰھُمْ

پوچھ بنی اسرائیل کس قدر ہم نے انہیں دیں

مِّنْ ۔ اٰیَۃٍۭ ۔ بَیِّنَۃٍ ؕ وَ ۔ مَنْ ۔ یُّبَدِّلْ

سے نشانیاں کھلی ہوئی ۔ اور جو کوئی بدل ڈالے

نِعْمَۃَ ۔ اللّٰہِ ۔ مِنْۢ ۔ بَعْدِ ۔ مَا ۔ جَآءَتْہُ

نعمت اللہ سے بعد کہ وہ اسے پہنچ چکی ہو

فَاِنَّ ۔ اللّٰہَ ۔ شَدِیْدُ ۔ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

تو اللہ سخت عذاب ۔

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ

بنی اسرائیل سے پوچھ ہم نے انہیں کس قدر کھلی ہوئی نشانیاں

مِّنْ اٰیَۃٍۭ بَیِّنَۃٍ ؕ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ

عنایت کیں ۔ اور جو کوئی اللہ کی نعمت

نِعْمَۃَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ

بدل ڈالے بعد اس کے کہ وہ نعمت اسے پہنچ چکی ہو

فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

تو اللہ کا عذاب سخت ہے ۔

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتے کھلم کھلا انسانوں کے پاس نہیں آئے ۔ بلکہ اللہ نے ہمیشہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ان میں سے ہی نبی اور رسول بھیجے ہیں ۔ یہاں اس آیت میں اس حقیقت کو بنی اسرائیل کی تاریخ سے واضح کیا جا رہا ہے یعنی یہ کہ ہم نے بنی اسرائیل کو بہت سی ایسی نشانیاں عطا کیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ہستی ۔ اللہ تعالیٰ کے رسُولوں کی صداقت اور ان کی تعلیم کی سچّائی ظاہر ہوتی تھی لیکن انہوں نے ان تمام نشانیوں کو پسِ پشت ڈال دیا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے انعام کئے لیکن انہوں نے ناشکرے پن کا ثبوت دیا ۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو احسانات کئے ۔ ان میں سے چند مختصر طور پر ہم بیان کرتے ہیں ۔

(۱) انہیں فرعون کے ظلم سے نجات دلائی ۔ فرعون بنی اسرائیل کے بچّوں کو قتل کرا دیتا تھا ۔ اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا ۔ اُن سے سخت مشقت کے کام لیتا تھا ۔ ہر طرح سے ذلیل اور خوار کرتا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے ظلم سے بچا یا ۔

(۲) ان میں حضرت موسیٰؑ جیسا جلیل القدر پیغمبر بھیجا جس نے انہیں فرعون کی غلامی اور قبطیوں کی حکومت اور رعب سے نکالا ۔

(۳) ان کے دُشمن فرعون کو ان کے سامنے سمندر میں غرق کر دیا (۴) سینا کے بے آب و گیاہ علاقوں میں ان پر بادل کا سایہ کیا ۔ من و سلویٰ اتارا ۔ پانی کے چشمے نکال دیئے (۵) ان کی ہدایت کے لئے حضرت موسیٰؑ کو توراۃ عطا فرمائی (۶) انہیں مُلک فلسطین میں آباد کیا

(۷) ان کی نسل میں نبیوں کا ایک سلسلہ بڑی دیر تک قائم رکھا ۔

لیکن ان لوگوں نے ان تمام احسانات کے باوجود بھی نفسانی خواہشات کی پیروی کی ۔ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہُوئی کتاب سے منہ موڑا ۔ اس کے احکام سے روگردانی کی من مانی کارروائیوں میں مگن رہے ۔ اس نافرمانی کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان پر مختلف قسم کے عذاب بھیجے تاکہ وُہ راہِ راست کی طرف آئیں لیکن پھر بھی ان کے علماء نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے الفاظ و معانی بدل دیئے اور جان بُوجھ کر کتاب میں ردّوبدل کیا ۔ عوام نے اندھا دھند اُن کی پیروی کی ۔ اگر اب بھی یہ لوگ اپنی بات پر اڑے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سچّے اور آخری کلام "قرآن مجید" کو نہیں مانیں گے تو وُہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے اور ان کا حشر بھی ویسا ہی ہوگا ۔ جیسا پہلی اقوام کا ہُوا ہے ۔

Marfat.com

مومنوں کا مذاق نہ اُڑاؤ

زُيِّنَ - لِلَّذِيْنَ - كَفَرُوا - الْحَيٰوةُ - الدُّنْيَا
فریفتہ کیا ہے۔ وہ جنہوں نے کفر کیا زندگی دنیا

وَ - يَسْخَرُوْنَ - مِنَ - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا ۘ وَ
اور ہنستے ہیں سے لوگ ایمان والے اور

الَّذِيْنَ - اتَّقَوْا - فَوْقَهُمْ - يَوْمَ - الْقِيٰمَةِ ؕ
پرہیزگار لوگ ان سے بالاتر دن قیامت

وَاللّٰهُ - يَرْزُقُ - مَنْ - يَّشَآءُ - بِغَيْرِ - حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾
اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بغیر حساب۔

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
کافروں کو دنیا کی زندگی پر فریفتہ کیا ہے۔

وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَ
اور ایمان والوں پر ہنستے ہیں اور جو پرہیزگار ہیں۔

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
وہ قیامت کے دن ان کافروں سے بالاتر ہوں گے۔

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾
اور اللہ جسے چاہے بے شمار روزی دیتا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مشرکوں کے رئیس مسلمانوں پر ہنستے تھے۔ انہیں ذلیل سمجھتے تھے حضرت بلالؓ، عمارؓ، صہیبؓ اور دُوسرے غریب صحابہؓ کا مذاق اڑاتے اور کہتے۔ (نعوذ باللہ) ان نادانوں نے آخرت کے خیال پر دُنیا کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو اپنے سر لیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھو کہ ان فقیروں محتاجوں اور بے بس لوگوں کی امداد سے طاقتور عرب رئیسوں اور سرداروں پر غالب آنا چاہتے ہیں اور دنیا بھر کی اصلاح ان غریبوں کی مدد سے کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کے اس تمسخر اور ہنسی کی بنا پر یہ آیت نازل ہوئی۔

انہیں بتایا گیا کہ ان کا اس طرح سوچنا جہالت اور نادانی سے ہے۔ انہیں معلوم نہیں کہ یہی غریب اور تنگدست قیامت کے دن ان رئیسوں سے اعلیٰ اور برتر ہونگے۔ اللہ جسے چاہے بیشمار روزی عطا فرمائے چنانچہ ایک دن آیا کہ انہیں غریبوں کو جن پر کافر ہنستے تھے۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی دولت ملی۔ اور اس زمانے کی ایران اور روم جیسی بڑی بڑی سلطنتوں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں قابض بنا دیا۔ دنیا کی دولت حکومت اور قیادت ان کے سپرد کر دی۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ مالدار اور رئیس لوگ جو اللہ تعالیٰ کے منکر ہوں وُہ اپنی دولت کے بل بوتے پر اکڑتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وُہ دنیا کی ہر چیز اپنی دولت سے خرید لیں گے۔ اور دنیا کی ہر طاقت اپنی دولت کی مدد سے فتح کر لیں گے۔ اسی غرور اور تکبّر کی بنا پر یہ لوگ غریب ایماندار اور حق پرست لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کے نزدیک دولت ہی شرافت اور ریاست کی نشانی ہوتی ہے۔ ان کی نگاہ میں اخلاق کی برتری۔ کردار کی پاکیزگی کچھ بھی نہیں۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ دولت ایک چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ یہ ایک ڈھلتا سایہ ہے کبھی یہاں دکھی وہاں اسے ایک جگہ ٹھیراؤ میسّر نہیں ہے۔ ایسی چیز جس پر کوئی اختیار اور قابو نہ ہو اور جو عارضی اور ناپائدار ہو اسقدر اکڑنا لاحاصل اور فضول ہے۔

اصل چیز نیکی اور پرہیزگاری ہے۔ یہی سب سے بڑی دولت ہے۔ اسی کے بدلے قیامت میں بہترین اجر ملے گا اور تمام دولت مند منکر لوگ اس روز مغلوب ہوں گے۔ وُہ ذلت اور رسوائی میں ڈوبے ہوں گے اور اپنے کئے پر پچھتاتے ہوں گے کیا اچھا ہو کہ یہ لوگ آج سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کو روزی دیتا ہے۔ وُہ ان سے چھین کر ایمانداروں کو دے سکتا ہے۔ انہیں غریب اور مسکین لوگوں کا مذاق نہیں اڑانا چاہیئے۔ خود اپنی آخرت سنوارنے کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے کہ ہم بُرا کلمہ منہ سے نہ نکالیں۔ آمین۔

Marfat.com

اُمّتِ واحدہ

كَانَ ۔ النَّاسُ ۔ اُمَّةً ۔ وَّاحِدَةً ۔ فَبَعَثَ
تھے لوگ جماعت ایک پھر بھیجے
اللّٰهُ ۔ النَّبِيّٖنَ ۔ مُبَشِّرِيْنَ ۔ وَ ۔ مُنْذِرِيْنَ ۪
اللہ پیغمبر خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے
وَ ۔ اَنْزَلَ ۔ مَعَهُمُ ۔ الْكِتٰبَ ۔ بِالْحَقِّ ۔ لِيَحْكُمَ
اور اتاری ان کے ساتھ کتاب سچی تاکہ فیصلہ کرے
بَيْنَ ۔ النَّاسِ ۔ فِيْمَا ۔ اخْتَلَفُوْا ۔ فِيْهِ ؕ
درمیان لوگ جس میں وہ جھگڑا کریں آپس میں ۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ
سب لوگ ایک جماعت تھے پھر اللہ نے بھیجے
اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪
خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے پیغمبر اور
وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ
ان کے ساتھ نازل کی سچی کتاب تاکہ فیصلہ کردے
بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ
لوگوں کے درمیان جس میں وہ جھگڑا کریں ۔

اُمَّةً وَّاحِدَةً ۔ (ایک جماعت) امۃ کے معنی ملّت اور جماعت کے ہیں ۔ یہ لفظ اس سے پہلے کئی جگہ استعمال ہو چکا ہے ۔ سبق (۱۵۴) میں اس کی تشریح گذر چکی ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابتداء میں تمام اولادِ آدم ایک جماعت تھی ۔ سب کا مذہب ایک ہی تھا ۔ تمام لوگ توحید پر قائم تھے جب کبھی ان کے عقائد میں اختلاف پیدا ہوتا ۔ تو خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے نبی آتے اور اُن کے اختلافات ختم کرتے ۔

گویا یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ شروع میں کسی کو صحیح مذہب کا علم نہ تھا ۔ اور موجودہ توحید تک پہنچنے میں کئی منازل سے گذرنا پڑا ہے ۔

فَبَعَثَ ۔ (پھر بھیجے) یہاں ف سے مراد ہے کہ ایک مدّت کے بعد یعنی جب باطل پرست بے شمار عقیدے اور مذہب بنا بیٹھے ۔ اور ان میں اختلاف بڑھ گئے ۔

مُبَشِّرِيْنَ ۔ (خوشخبری سنانے والے) یعنی ان لوگوں کو جو اللہ کے دیئے ہوئے قانون کو قبول کریں ۔ خوشخبری سُنانے والے لفظ بشر اس کا مادہ ہے ۔

مُنْذِرِيْنَ ۔ (ڈرانے والے) یعنی ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قانون کے خلاف انکار اور بغاوت کریں ۔ ڈرانے والے انذار اس کا مصدر ہے ۔ لِيَحْكُمَ ۔ (تاکہ فیصلہ کرے) یعنی انہی نبیوں کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ فیصلہ کردے ۔

حضرت آدم علیہ السّلام کے وقت سے ایک ہی دین آرہا ہے ۔ کچھ مدّت کے بعد لوگوں نے اس دین میں اختلاف ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً نبیوں کو بھیجا ۔ جو ایمان والوں کو ثواب کی خوشخبری سناتے تھے اور کافروں کو عذاب سے ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ سچی کتابیں بھی بھیجیں ۔ تاکہ لوگوں کے اختلافات اور جھگڑے دُور ہو جائیں اور سچا دین ان کے اختلاف سے بچا رہے ۔

Marfat.com

مذہبی اختلاف

وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ
اور نہیں جھگڑا ڈالا اس میں مگر انہوں نے
أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ
جنہیں کتاب ملی تھی سے بعد اس کے کہ ان کو پہنچے صاف حکم
بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ
ضد آپس میں پھر ہدایت کی اللہ انہیں
آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ
جو ایمان لائے اس کی جھگڑ رہے تھے سے سچ اپنے
بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
حکم سے اور اللہ بتلاتا ہے جسے چاہے
إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٢١٣﴾
طرف راستہ سیدھا۔

وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ
اور کتاب میں صرف انہی لوگوں نے جھگڑا ڈالا جنہیں
أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ
کتاب ملی تھی۔ اس کے بعد کہ انہیں صاف حکم پہنچ چکے۔
بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ
آپس کی ضد سے پھر اللہ نے ہدایت دی ایمان
آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ
والوں کو اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے
بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
اپنے حکم سے اور اللہ جسے چاہے سیدھا
إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٢١٣﴾
راستہ بتاتا ہے۔

الَّذِينَ أُوتُوهُ، (جنہیں ملی تھی) ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں نبیوں کے واسطہ سے کتابیں ملی تھیں۔ خصوصاً ان قوموں کے امام اور پیشوا کیونکہ یہی لوگوں کو گمراہی کی طرف لے جاتے اور عوام صرف ان کے پیچھے ہو لیتے۔

بَغْيًا بَيْنَهُمْ، (آپس کی ضد سے) یہاں یہ بات صاف ہو گئی۔ کہ اختلاف اور جھگڑے کا اصل سبب آپس کی ضد اور نفسانیت تھی۔ اور یہ وجہ ہرگز نہ تھی کہ خود اللہ تعالیٰ کے حکموں میں کوئی اَبچ پیچ تھا۔

بِإِذْنِهِ، (اپنے حکم سے) قرآن مجید میں لفظ اذن حکم اور اجازت دونوں معنوں میں آیا ہے۔ یہاں مُراد اللہ کا فضل اور توفیق ہے۔

آیت کے اس ٹکڑے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور کتابوں کے آجانے کے بعد انہی لوگوں نے اختلاف ڈالا جن کو وہ کتابیں ملی تھیں۔ مثلاً یہودیوں اور عیسائیوں کے امام و پیشوا توراۃ اور انجیل میں اختلاف ڈالتے تھے۔ ان کے معنی بدل دیتے تھے اور ان کی شرح و تفسیر بھی من مانی کرتے تھے۔ یہ سارا اختلاف وہ بے سمجھی سے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپس کی ضد حسد اور دنیاوی مال و متاع کے لالچ میں کرتے تھے۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان لوگوں کو جو ایمان کے طالب تھے۔ اور جن میں ایمان کی صلاحیت موجود تھی۔ سیدھے راستے کی ہدایت فرمائی۔ اس پر چلنے کی توفیق بخشی۔ اور انہیں گمراہ لوگوں کے اختلاف سے بچایا۔ اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دنیا کا دستور کچھ ایسا ہے کہ بُرے لوگ اختلاف ڈالتے ہیں۔ اور ہمیشہ اسی میں سرگرم رہتے ہیں۔ اس لئے ایمان والوں کو ان کے پیچھے نہیں لگنا چاہیئے بلکہ اللہ کے نبی کی ہدایت اور تعلیم کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ ہدایت وہی ہے جو اللہ نے دی اور کامیابی اس طریق پر عمل کرنے سے حاصل ہو گی جو اللہ نے دکھلایا ہے۔

Marfat.com

آزمائش کی گھڑی

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ
کیا تمہیں خیال ہے کہ چلے جاؤ گے جنت اور
لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ
نہیں تم پر گذرے حالات ان جیسے جو ہو چکے ہے
قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَ
تم سے پہلے انہیں پہنچی سختی اور تکلیف اور
زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ
جھڑجھڑائے گئے یہانتک کہ کہنے لگا رسول اور وہ جو
اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ
ایمان لائے اس کے ساتھ کب آئیگی مدد اللہ سن رکھو کہ
نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

مدد اللہ قریب۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ
کیا تمہیں یہ خیال ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ
لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ
تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں گذرے جو تم سے پہلے
قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَ
ہو چکے کہ انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور جھڑجھڑائے
زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ
گئے یہاں تک کہ رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے
اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ
تھے۔ کہنے لگے اللہ کی مدد کب آئے گی۔ سن رکھو کہ
نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

اللہ کی مدد قریب ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ فلاح اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے انسان کو سختیوں مصیبتوں اور مشکلوں کا مقابلہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مشقت اور تکلیف جھیلے بغیر اور امتحان سے گذرے بغیر کامیابی کی امید رکھنا درست نہیں ہے۔ اس آیت میں سب سے بڑی بھلائی جنت کو قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اتنی بڑی نعمت محنت کئے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ بھلائی اور جنت کی راہ اس لئے کٹھن بنادی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کسے اس کی طلب اور تڑپ ہے۔ جسے حقیقی جستجو ہو گی۔ وہ ان تمام طاقتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اسے بخشی ہیں کام میں لاکر اس مقصد کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گا۔ وہ اس کی خاطر ہر متاع قربان کرنے کو تیار ہو گا۔ نیز جو لوگ کٹھن راہ سے گذر کر اپنے مقصود پائیں گے۔ وہ اس کی صحیح قدر بھی سمجھ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ کامیابی پانیوالے ہمیشہ سے تنگی اور سختی کا مقابلہ کرتے چلے آئے ہیں کیونکہ اللہ کے دشمن اور نیکی سے عداوت رکھنے والے لوگ ایسے ایمانداروں کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ انہیں بے بس اور بیچارہ بنا کر چھوڑتے ہیں اور اس حد تک ان پر ظلم کرتے ہیں کہ نبی اور اس کے ساتھی ایماندار لوگ پکار اٹھتے ہیں۔ کہ اللہ! اب تو ظلم وستم کی حد ہو گئی آزمائش کی انتہا ہو گئی تیری مدد کب آئے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے ایماندار لوگوں سے وعدہ کیا ہے۔ کہ اس کی مدد انہیں ضرور پہنچے گی لیکن اس مدد کا ایک مقررہ دستور ہے۔ پہلے آزمایا جاتا ہے۔ جب وہ پورے صبر اور ثابت قدمی سے جمے رہیں۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں آخر کار کامیاب کرتا ہے اور حق کا دشمن ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہو کر رہتا ہے۔

Marfat.com

کہاں خرچ کریں

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلْ
تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں کہہ دو
مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ
جو کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کے لئے
وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
اور قرابت والے اور یتیم اور محتاج
وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ
اور مسافر اور جو کچھ تم کروگے بھلائی
خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۲۱۵
سو بیشک اللہ اس سے معلوم ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلْ
تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں۔ کہہ دو
مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ
جو مال تم خرچ کرو سو ماں باپ اور
وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
قرابت والوں اور یتیموں کے لئے اور محتاجوں
وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ
اور مسافروں کے لئے اور جو کچھ تم بھلائی کروگے
خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۲۱۵
سو وہ بے شک اللہ کو خوب معلوم ہے۔

خیر: (مال) یوں تو لفظ خیر میں ہر قسم کی نیکی خواہ بدنی ہو یا مالی چھوٹی ہو یا بڑی شامل ہے۔ لیکن اس کے معنی نیک کمائی اور مال کے بھی ہیں۔ اور یہاں خیر سے مُراد مال ہی ہے۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مُسلمان حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی نیک کمائی اور پاکیزہ دولت میں سے جتنا ہو سکے خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی وُہ مستحق بتلا دیئے۔ جن پر دولت خرچ کرنی چاہیئے۔

۱۔ وَالِدَیْنِ: ہماری دولت میں سب سے پہلا حق والدین کا ہے۔ افسوس آج کل کھاتے پیتے۔ شادی شدہ اور کماؤ نوجوان والدین کا حق نہیں پہچانتے ہیں۔

۲۔ قَرَابَتْ دَار: والدین کے بعد قرابت دار (رشتہ دار) آتے ہیں۔ اسلام نے کس قدر زریں اصُول دیا۔ کہ خیرات و نیکی اپنے قریب سے شروع کرو اور دُور تک پہنچاؤ

۳۔ یَتِیم: وُہ جو ماں باپ کے سایہ سے محروم ہیں۔ تم ان کے سر کا سایہ بن کر نگہبانی اور تربیّت کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کے بہت سے حقوق بیان فرمائے ہیں اور ان کی خدمت کو بہت اونچی نیکی قرار دیا ہے۔

۴۔ مِسکِین: وُہ کمزور اور ناکارہ انسان جو کمانے سے معذور ہوں۔

۵۔ مُسَافِر: پانچواں درجہ ضرورت مند مسافر کا ہے۔

Marfat.com

جنگ کا حکم

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ
تم پر لڑائی فرض ہوئی اور وہ

كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ
بُری لگتی ہے تمہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ
تم پر لڑائی فرض ہوئی اور وہ تمہیں

كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ
بُری لگتی ہے۔

ہم یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ ہماری ہدایت کا چشمہ صرف اسلام ہی ہے۔ اسلام ہماری زندگی کے لئے ایک مکمّل دستور العمل ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے منہ موڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرے۔ تو اصل منزل سے دُور ہو جائے گا۔ راہ سے بھٹک کر اپنے آپ کو ہلاکت کے حوالہ کر دے گا۔ کیونکہ اسلام سے منہ موڑنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وُہ شخص امن و امان برباد کر دے گا۔ فتنہ و فساد پھیلائے گا۔ دوسروں پر ظلم کرے گا۔ ان کی حق تلفی کرے گا۔

ان تمام لوگوں کی جو اسلام سے روگردانی کرتے ہیں۔ شر و فساد میں سرگرم ہوتے ہیں۔ سازشوں اور تباہیوں سے دُنیا کے امن کو بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وُہ اسلام کے دشمنوں اور امن برباد کرنے والوں سے جنگ کریں۔ انہیں قتل کریں کیونکہ ایسے لوگوں کا خاتمہ ہی اسلام کی ترقی اور عالمِ کائنات کی خوشحالی کا سبب بن سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال (یعنی لڑنے) کا حکم مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر جانے کے بعد ملا۔ جبکہ انہیں نئی ریاست کی بنیاد قائم کرنی تھی۔ کھلے بندوں اسلام کی دعوت دینی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق ایک نئی سوسائٹی کو وجود میں لانا تھا۔ لیکن اس وقت مسلمان کمزور و بے بس تھے۔ تعداد میں تھوڑے تھے۔ جنگ کا سامان پاس نہیں تھا۔ زبوں حالی اور پریشانی میں گرفتار تھے۔ اس لئے جنگ کا حکم طبعی طور پر ناگوار گذرنا لازمی تھا۔ لہٰذا انہیں بتا دیا گیا کہ تمہیں خواہ جنگ کتنی ہی بُری لگے۔ لیکن تمہیں اپنے فرض کو ضرور ادا کرنا ہے۔

انسان کو سب سے زیادہ پیاری شے اپنی زندگی ہوتی ہے۔ اس کا خاتمہ اسے ناگوار اور ناپسند معلوم ہوتا ہے۔ جنگ میں جان کا جاتے رہنا۔ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھنا عام ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ اس جنگ کے دوررس نتیجے اور بعد میں ملنے والے فائدے بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے اگر عارضی طور پر ناگواری کو برداشت کر لیا جائے اور گذر جانے والے نقصان کو سہہ لیا جائے تو اس کا ثمرہ بہت میٹھا اور اعلیٰ ملے گا۔ ہمیں چاہیئے کہ دنیا کی پسندیدہ چیزوں کی پروا نہ کرتے ہوئے اللہ کے حکم کی تعمیل بے چون و چرا کریں۔ ہمیں اپنی جان و اولاد اور مال قربان کر کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

انسان کی پسند و ناپسند

وَ۔ عَسٰٓی۔ اَنْ۔ تَکْرَهُوْا۔ شَیْئًا۔ وَّ۔ هُوَ
اور شاید کہ تمہیں بری لگے ایک چیز اور وہ
خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ۔ عَسٰٓی۔ اَنْ۔ تُحِبُّوْا۔ شَیْئًا
بہتر تمہارے لئے اور شاید کہ بھلی لگے کوئی چیز
وَّ۔ هُوَ۔ شَرٌّ۔ لَّكُمْ ؕ وَ۔ اللّٰهُ۔ یَعْلَمُ۔ وَ
اور وہ بری تمہارے لئے اور اللہ جانتا ہے اور
اَنْتُمْ۔ لَا۔ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ع
تم نہیں جانتے۔

وَعَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ
اور شاید تمہیں ایک چیز بری لگے اور وہ تمہارے لئے
خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا
بہتر ہو اور شاید کوئی چیز بھلی لگے اور وہ
وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَ
تمہارے لئے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور
اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ع
تم نہیں جانتے۔

عَسٰٓی: (شاید) ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے۔

آیت کے پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ قتال تمہیں بظاہر بُرا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن قومی زندگی اور ملی سربلندی کے لئے اس کے بغیر چارہ نہیں۔

اب اسی مضمون کو واضح کرنے کے لئے کتنے پیارے اور اچھوتے انداز میں ارشاد ہوتا ہے۔

"ممکن ہے تم کسی چیز کو پسند نہ کرو۔ حالانکہ وُہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو۔ حالانکہ وُہ تمہارے لئے بری ہو"۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ تم اپنے بُرے بھلے کو نہیں جانتے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے حق میں بہتر کیا ہے اور بُرا کیا ہے۔ البتہ تمہارا خالق و مالک خوب جانتا ہے کہ اچھا کیا اور بُرا کیا ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو وُہ جیسے جیسے کہتا ہے اور جو جو وہ حکم دیتا ہے کئے جاؤ۔ اس میں تمہارا بھلا ہی بھلا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں سب سے مشکل کام جان و مال کو خطرہ میں ڈالنا ہے اور جنگ میں یہ دونوں خطرے درپیش ہوتے ہیں۔ انسان جان و مال جیسی عزیز شے کو آسانی سے قربان کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا ہے۔ ہاں اسے اگر یہ معلوم ہو جائے۔ کہ یہ زندگی اور اس زندگی کا یہ سارا ساز و سامان عارضی ہے۔ ہمیشہ کی زندگی اور مستقل آرام اس کے بعد نصیب ہوگا۔ تو پھر انسان کی نگاہ میں ان چیزوں کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔

دوسرے اگر انسان کو یقین ہو جائے کہ میرا نفع و نقصان، میرا خالق و مالک مجھ سے بہتر سمجھتا ہے بلکہ میں کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتا تمام حکمتیں اور بھلائیاں اسی کے اختیار میں ہیں۔ اور وُہ جو کچھ کہتا ہے میرے بھلے کے لئے ہی کہتا ہے۔ اس صورت میں انسان جان و مال کیا ہر عزیز سے عزیز شے قربان کرنے کو تیار ہو جائے گا۔ اور اس وقت اس کی نگاہوں میں کوئی چیز نہ جچے گی۔

Marfat.com

ماہ حرام میں جنگ

يَسْئَلُوْنَكَ ۔ عَنِ ۔ الشَّهْرِ ۔ الْحَرَامِ ۔ قِتَالٍ	يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ
تجھ سے پوچھتے ہیں سے مہینہ حرام لڑنا	تجھ سے حرمت کے مہینے کو پوچھتے ہیں اس میں لڑنا
فِيْهِ ط قُلْ ۔ قِتَالٌ ۔ فِيْهِ ۔ كَبِيْرٌ ط	فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ط
اس میں کہہ دے لڑائی اس میں بڑا گناہ ۔	کیسا ہے کہہ دے کہ اس میں لڑائی بڑا گناہ ہے ۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ: (حرمت کا مہینہ) قمری سال کے چار مہینے محرم ۔ رجب ۔ ذی قعدہ ۔ ذی الحجہ ۔ عربوں کے نزدیک بڑے برکت والے اور پاک مہینے سمجھے جاتے تھے ۔ اگرچہ قتل و غارت اور جنگجوئی ان کا پیشہ تھا ۔ لیکن ان چار مہینوں میں وُہ ہر قسم کی جنگ بند رکھتے ۔ یہاں خاص طور پر اشہر الحرام سے مراد رجب کا مہینہ ہے ۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ۲ھ میں ایک مرتبہ سفر کے دوران میں بعض صحابیوں کی مشرکوں سے مٹھ بھیڑ ہوگئی اور جنگ میں ایک مشرک مارا گیا ۔ ان اصحاب کے نزدیک یہ جنگ جمادی الثانیہ کی تیس تاریخ کو ہوئی جو کہ حرمت کا مہینہ نہیں تھا ۔ لیکن بعد کو علم ہوا کہ جمادی الثانیہ کا چاند ۲۹ کا ہوگیا تھا اور جس روز جنگ لڑی گئی وُہ رجب کی پہلی تاریخ تھی جو کہ حرمت والا مہینہ تھا ۔ اس غلطی کو جو نادانستہ طور پر ہوگئی تھی ۔ کافر اور مشرکوں نے خوب اچھالا اور طعنہ دینے لگے ۔ کہ دیکھو مسلمان اب ان مہینوں کا بھی احترام نہیں کرتے ۔ رجب کے مہینے میں بھی جنگ شروع کر دی ۔ اس پر وہ صحابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ یہ غلطی بے خبری میں ہوگئی ہے ۔ اب کیا حکم ہے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو بتایا گیا کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ بری بات ہے لیکن یہ اس صورت میں جب یہ گناہ دانستہ طور پر کیا جائے اور ماہ حرام کا علم رکھنے کے باوجود جنگ لڑی جائے اور یہ جنگ جو مسلمانوں نے لڑی ہے ۔ یہ جان بُوجھ کر نہیں لڑی بلکہ اس میں ان سے بھُول ہوگئی تھی ۔

علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اب بھی جب کبھی کافر حرمت والے مہینوں میں جنگ شروع کریں تو مسلمان اپنی حفاظت کے لئے دفاعی اور جوابی جنگ لڑ سکتے ہیں ۔ ان کے حملے کا جواب دے سکتے ہیں ۔ اس لئے کہ ان مہینوں کے تقدّس کے مقابلہ میں جانیں زیادہ مقدّس ہیں ۔ ان کا بچانا زیادہ ضروری ہے ۔ ان برکت والے مہینوں میں جنگ کرنا اگرچہ بُرا ہے ۔ لیکن اس سے بھی زیادہ بُری وُہ باتیں ہیں جو کفار کرتے ہیں مثلاً اللہ پر ایمان نہ لانا ۔ ایک سے زیادہ معبودوں کی پرستش کرنا ۔ روزِ آخر کو نہ ماننا ۔ فتنہ و فساد پھیلانا لوگوں کو ان کے گھروں سے نکال دینا ۔ کیونکہ یہ جنگ سے کم بُری اور گھناؤنی نہیں ہیں ۔ خود کفار اپنی روش پر نظر نہیں کرتے ۔ انہوں نے مسلمانوں کی چھوٹی سی غلطی پر جو ان سے نادانستہ عمل میں آئی طعنے دینے شروع کر دیئے ۔

ان امور کا ذکر آیت کے اگلے حصّہ میں ہے ۔ جو دُوسرے سبق میں آپ پڑھیں گے ۔ کافر و مشرک اپنی روش پر تو نظر نہیں کرتے مسلمانوں سے الجھتے ہیں ۔ ایک نادانستہ لغزش پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کر رہے ہیں ۔

Marfat.com

کافروں کی رُوش

وَ۔صَدٌّ۔عَنۡ۔سَبِیۡلِ۔اللّٰہِ۔وَ۔کُفۡرٌ	وَصَدٌّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَکُفۡرٌ
اور۔روکنا سے راہ اللہ اور نہ ماننا	اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اسے نہ ماننا اور مسجد
بِہٖ۔وَ۔الۡمَسۡجِدِ۔الۡحَرَامِ۔وَ۔اِخۡرَاجُ	بِہٖ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَاِخۡرَاجُ
سے اور مسجد حرام اور نکال دینا	حرام سے روکنا اور اس کے لوگوں کو وہاں
اَہۡلِہٖ۔مِنۡہُ۔اَکۡبَرُ۔عِنۡدَ۔اللّٰہِ۔وَ۔الۡفِتۡنَۃُ	اَہۡلِہٖ مِنۡہُ اَکۡبَرُ عِنۡدَ اللّٰہِ وَالۡفِتۡنَۃُ
اس کے لوگ وہاں سے زیادہ نزدیک اللہ اور فتنہ	سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ گناہ ہے
اَکۡبَرُ۔مِنَ۔الۡقَتۡلِ	اَکۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ
بڑھ کر سے قتل۔	اور فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔

سَبِیۡلِ اللّٰہِ: (اللہ کی راہ) یہاں مراد اسلام ہے۔ یہی اللہ کا پسندیدہ طریقہ ہے جس پر چل کر انسان اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار سکتا ہے۔

پچھلے درس میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ ایک مرتبہ چند مسلمانوں نے کافروں سے مقابلہ کے وقت ایک کافر کو مار دیا۔ یہ واقعہ نادانستہ طور پر ان سے حرمت والے مہینہ میں ہو گیا۔ کافروں نے اس پر طعن و تشنیع کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ ماہ حرام میں جنگ کرنا گناہ ہے لیکن اس کے مقابلہ میں وہ گناہ بڑے ہیں جو خود کافر کرتے ہیں۔ ان گناہوں میں سے کچھ آج کے سبق میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ صَدٌّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ: (اللہ کی راہ سے روکنا) یعنی لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا اور جو اسلام قبول کر لیں انہیں سخت اذیتیں پہنچانا۔ جو ارادہ کر رہے ہوں انہیں دھمکیاں دینا۔ مکہ کے کافر یہ تمام گناہ کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو پیغمبر اسلام پر ایمان لانے سے منع کرتے تھے جو لوگ مسلمان ہو جاتے انہیں بہت مارتے پیٹتے گرم پتھروں پر لٹاتے جب مکہ معظمہ سے نکل جانے کا ارادہ کرتے تو اللہ کے بندوں کو جانے سے بھی روکتے۔

۲۔ کُفۡرٌۢ بِہٖ: (اللہ سے کفر کرنا) دوسرا گناہ جو کافر کرتے تھے۔ وہ تھا اللہ سے کفر۔ اس کی ہستی اور اس کی صفتوں سے انکار۔

۳۔ اَلۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ: (خانہ کعبہ) اللہ کا یہ گھر عبادت کے لئے تھا۔ مگر اس جگہ کافروں نے بے شمار بت رکھ چھوڑے تھے۔ مسلمان بیت اللہ کو توحید کا گھر بنانا چاہتے تھے لیکن کافر مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکتے تھے اور اللہ کی عبادت میں رکاوٹ ڈالتے تھے۔

۴۔ اِخۡرَاجُ اَہۡلِہٖ: (مکہ والوں کو وہاں سے نکال دینا) مکہ کے کافروں نے مسلمانوں پر اس قدر سختیاں کیں اور اتنے ظلم ڈھائے کہ ان بیچاروں کو آخر مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ غریب بے کس مسلمانوں نے اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینہ میں پناہ لی اور سب کچھ چھوڑ کر صرف جانیں لے کر بھاگے۔ یہ کس قدر بڑا گناہ ہے جس کے مرتکب اہل مکہ ہوئے۔

۵۔ اَلۡفِتۡنَۃُ: (فساد۔ غارت گری۔ دین سے ہٹانا) کفارِ مکہ یہ سب خرابیاں کر رہے تھے مگر اپنے ان جرائم پر ان کی نظر نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب حالات یہ ہوں۔ تو قتال ہر حال میں واجب ہے۔

Marfat.com

کافروں کی کوششیں

وَلَا يَزَالُونَ - يُقَاتِلُونَكُمْ - حَتّٰى
اور جاری رکھیں گے تم سے لڑنا یہاں تک

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى
اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ

يَرُدُّوكُمْ - عَنْ - دِينِكُمْ - إِنِ - اسْتَطَاعُوا
تمہیں پھیر دیں سے تمہارا دین اگر قابو پائیں۔

يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا
اگر قابو پائیں تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔

اس آیت میں یہ بات کھول کر واضح کر دی گئی ہے۔ کہ مسلمان جب تک اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہیں گے۔ مشرک اور کافر ہر طرح سے ان کی مخالفت کرتے ہی رہیں گے۔ وہ ہر حالت میں اور ہر موقع پر زک پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑیں گے خواہ یہ موقع انہیں حرم کی حدوں کے اندر پیش آئے۔ خواہ پاک اور حرمت کے مہینے میں۔ جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے کیا۔ اس موقع پر انہوں نے کسی احترام اور برکت کی پرواہ نہ کی۔ صرف مسلمانوں سے دشمنی اور حسد کی وجہ سے مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ اور مسلمانوں کو مکہ جانے اور عمرہ کرنے سے روکا۔ اس لئے اس قسم کے اسلام دشمن اگر مسلمانوں پر طعن و تشنیع کریں بھی۔ تو اس کی کوئی پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ اور صرف مہینے کی حرمت کی وجہ سے ان سے جنگ کرنے سے رکنا نہیں چاہیئے۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مکہ کے مشرک اسلام سے کس قدر بیزار اور حق کے کس قدر دشمن تھے۔ وہ اس بات پر مصر تھے کہ جہاں تک ان کا بس چلے۔ ہر ممکن طاقت اور ہر تدبیر استعمال کر کے مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیر دیں۔ انہیں اسلام کے قبول کرنے سے روکیں۔ انہیں پرانے اور باطل عقیدوں کے ماننے پر مجبور کریں۔ بت پرستی پر قائم رکھیں۔ اور ہو سکے تو اسلام کا نام و نشان ہی مٹا دیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کافر اور مشرک اسلام کے اس قدر کیوں مخالف تھے؟ اس کے ختم کرنے کے کیوں درپے تھے؟ مسلمانوں کے عقیدوں کو بُری نگاہ سے کیوں دیکھتے تھے؟ اسلام کی تعلیم سے نفرت کیوں کرتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت ان لوگوں نے اپنے مذہب، اپنی سیاست اور اپنی معاشرت اپنے ڈھب پر بنا رکھی تھی۔ ان کے اغراض و مقاصد اپنی ہی فلاح و بہبود تک محدود تھے۔ وہ اپنی سوسائٹی کی روایات کو ہی برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ اس کے خلاف اسلام ایک کامل مساوات اور عالمگیر ترقی کا پیغام دیتا تھا۔ انسان ہونے کے لحاظ سے ہر شخص کو برابر کا حق دیتا تھا کسی خاص مفاد پرست سوسائٹی کا وجود ماننے سے انکاری تھا۔ اس لئے وہ تمام لوگ جو محدود پیمانے پر سوچتے تھے۔ اور جو تنگ نظر، خود غرض تھے۔ انہوں نے اس کی مخالفت اور عداوت پر کمر باندھی۔

حق کے سامنے باطل کیسے ٹھہر سکتا تھا۔ روشنی کے آنے کے بعد اندھیرا کیسے باقی رہ سکتا تھا؟ وہ لوگ خود ہی اپنی جہالت اور عداوت میں غرق ہو گئے۔ اور ہمیشہ کی سزا کے حقدار ٹھہرے۔ دنیا میں بھی نامراد ہوئے آخرت میں بھی جہنم کے مستحق ٹھہرے۔

Marfat.com

مرتد کی سزا

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ
اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھرے۔
فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ
پھر کفر کی حالت ہی میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے عمل
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ
دنیا اور آخرت میں ضائع ہوئے اور وہ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ
خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾
رہیں گے۔

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ
اور جو کوئی تم میں سے اس کا دین پھرے
فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ
پھر مر جائے اور وہ کافر تو ایسوں کو ضائع ہوئے
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ
ان کے اعمال میں دنیا اور آخرت اور
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
وہ رہنے والے دوزخ وہ اس میں
خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾
ہمیشہ رہیں گے۔

پچھلے سبق سے یہ واضح ہو گیا تھا کہ کافر اور مشرک ہر طریقے سے مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ انہیں ڈرائیں دھمکائیں گے۔ طرح طرح کی امیدیں دلائیں گے۔ انہیں لالچ دیں گے ان کی ساری کوششیں اسی لئے ہوں گی کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کو بڑھنے نہ دیں۔ انہیں لوٹا کر دوبارہ جہالت اور تاریکی میں لے آئیں۔

اس آیت میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان، کافروں کے زیرِ اثر خواہ ڈر کر خواہ کسی لالچ میں آ کر اسلام چھوڑ کر کفر کی طرف لوٹ جائے گا اور مرتے دم تک کفر ہی پر اڑا رہے گا۔ تو اس کے تمام عمل ضائع ہو جائیں گے۔ اسے دنیا میں بھی اس کی سزا بھگتنی پڑے گی اور قیامت میں بھی۔

اسلام سے پھر کر کفر کی طرف لوٹ جانے والے کی سزا دنیا میں یہ ہو گی کہ اس کا جان و مال محفوظ نہ رہے گا۔ مسلمان بیوی سے اس کا نکاح قائم نہ رہ سکے گا۔ مسلمان کی میراث سے اسے حصہ نہ مل سکے گا۔ بلکہ یہاں تک کہ اگر حکومت اسلامی ہو تو ایسے بدعہد، باغی اور مرتد کو زندہ رہنے کا بھی حق باقی نہیں رہتا۔

آخرت میں اسے یہ سزا ملے گی۔ کہ وہ اپنے اجر و ثواب سے محروم رہے گا جس قدر نیکیاں اور عبادتیں دنیا میں کی ہوں گی ان کا بدلہ نہیں ملے گا۔ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اسی میں ہمیشہ جلتا رہے گا اور ہر طرح سے نقصان اٹھائے گا۔

فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ: (اسی حالت کفر ہی میں اسے موت آجائے) اس فقرہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی سمجھا دیا کہ اگر خدانخواستہ کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو دین کی طرف واپس آجانے کا موقعہ پھر بھی رہتا ہے۔ آخرت کی سزا اسی صورت میں ہے جب کفر کی حالت ہی میں مر جائے۔

مرتد کی سزا اس قدر سخت اس لئے ہے کہ ایک بار اسلام کو سمجھ لینے کے بعد اس نے بغاوت کی۔ پھر اسے دیکھ کر دوسروں کے دل میں بھی شک پیدا ہونے کا امکان ہے۔

Marfat.com

ایمان ہجرت اور جہاد

اِنَّ ۔ الَّذِیْنَ ۔ اٰمَنُوْا ۔ وَ ۔ الَّذِیْنَ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے

هَاجَرُوْا ۔ وَ ۔ جٰهَدُوْا ۔ فِیْ ۔ سَبِیْلِ ۔ اللّٰهِ ۙ

ہجرت کی اور لڑے میں راہ اللہ

اُولٰٓئِكَ ۔ یَرْجُوْنَ ۔ رَحْمَتَ ۔ اللّٰهِ ؕ ۔ وَ

وہ امیدوار رحمت اللہ اور

اللّٰهُ ۔ غَفُوْرٌ ۔ رَّحِیْمٌ ﴿۲۱۸﴾

اللہ بخشنے والا مہربان

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے

هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ

ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے

اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ

وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں ۔ اور

اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۱۸﴾

اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

اَلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا : (جنہوں نے ہجرت کی) مراد وُہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کی خاطر اپنے وطن جیسی عزیز اور محبوب شے کو چھوڑا اور کفر کی بستی کو ترک کر کے ایمان کی بستی کی طرف چلے گئے ۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے مکہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تھی ۔

جٰهَدُوْا : (لڑے) یہ لفظ جہاد سے نکلا ہے ۔ جس کے معنی ہیں شدید کوشش اور جدّ وجہد ۔ اس میں ہر طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں شامل ہیں اور سب سے بڑی مشکل جنگ و قتال کی ہے ۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ : (اللہ کی راہ میں) ہجرت اور جہاد کے ساتھ یہ قید لگا کر ثابت کر دیا کہ مسلمان کسی اپنی ذاتی غرض یا مفاد کے لئے ہجرت یا جہاد نہیں کرتے ۔ وُہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیفیں اور مصیبتیں جھیلتے ہیں ۔

یَرْجُوْنَ : (امیدوار ہیں) اس لفظ سے مقصود ان مومنوں کو خوشخبری دینا ہے ۔ جو نادانستہ ماہ حرام میں ایک کافر کو قتل کر بیٹھتے تھے ۔ پچھلی آیتوں سے ان صحابیوں کو جنہوں نے بھول کر پاک مہینے میں ایک کافر کو قتل کر دیا تھا ۔ یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے اوپر کوئی گناہ نہیں لیکن انہیں اس بارہ میں کچھ فکر تھا کہ معلوم نہیں اس جہاد کا ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ ایمان لائے جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دشمنوں سے لڑے وہ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اجر و ثواب کے حقدار ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خطائیں بخشنے والا اور ان پر رحمت کرنے والا ہے ۔ وہ اپنے اس قسم کے عبادت گذار بندوں کو ان کے حق سے محروم نہ کرے گا ۔

اس آیت سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے ۔ کہ کافر اور مشرک مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیرنے کی ہر ممکن کوشش کرینگے ۔ انہیں اذیتیں پہنچائیں گے ۔ انہیں وطن سے نکال دیں گے ۔ ان سے جنگ کریں گے لیکن مسلمانوں کو چاہیئے ۔ کہ وُہ ہمّت نہ ہاریں ۔ وہ اپنے ایمان پر ڈٹے رہیں اگر کافر مسلمانوں کو جلا وطن کر دیں ۔ ان سے جنگ کریں تو مسلمانوں کو ان کا مقابلہ ڈٹ کر کرنا چاہیئے ۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش اور کرم کے مستحق صرف وُہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ۔ اگر اس راہ میں مشکلات آئیں تو وطن تک کو چھوڑ دیا ۔ اگر پھر بھی دشمنانِ دین نے چین نہ لینے دیا ۔ تو جہاد کے لئے آمادہ ہو گئے ۔ لیکن دین سے غافل نہ ہوئے ۔

Marfat.com

شراب اور جوا

يَسْئَلُوْنَكَ - عَنِ - الْخَمْرِ - وَ - الْمَيْسِرِ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

تجھ سے پوچھتے ہیں سے شراب اور جوا۔ تجھ سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں۔

عَنْ: (سے) یعنی شرعی حکم کے بارے میں اور حلال و حرام کی بابت۔

اَلْخَمْرِ: (شراب) خمر کے لفظی معنیٰ کسی چیز کو ڈھانپ لینا ہیں۔ اور ٹھنی کو خمار اسی لئے کہتے ہیں کہ وُہ سر کو ڈھانپ لیتی ہے شراب کو بھی خمر اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس سے انسانی عقل پر پردہ پڑتا ہے۔ اور انسان کے حواس درست طور پر باقی نہیں رہتے انگور اور کھجور کی شراب کے علاوہ خمر ہر اس چیز کو کہا گیا ہے جو نشہ آور ہو۔

اَلْمَيْسِرِ: (جُوا) یہ لفظ بھی اپنے وسیع معنی میں آیا ہے۔ اور جوئے کی تمام قسموں پر حاوی ہے۔ خواہ وُہ کسی صورت اور نام سے ہو۔

اسلام سے پہلے شراب اور جُوئے کا عرب میں عام رواج تھا۔ ہر چھوٹا بڑا اس قدر شراب پیتا تھا کہ گویا ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے اور جوئے کی قسموں کا کوئی شمار نہ تھا۔ ان دونوں کے نتیجہ میں جنسی تعلقات کی ابتری، مالی مشکلات اور ظلم و تعدی کی وبا عام طور پر پھیلی ہُوئی تھی لیکن اس حالت پر غور کرنے والا کوئی نہ تھا۔ یہ لوگ اپنی عقل ان چیزوں کے عوض بیچ چکے تھے۔

بعض صحابہؓ کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے شراب اور جُوئے کی بابت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود دریافت کیا کہ ایسی چیز جو عقل اور مال و دولت کو برباد کرنے والی ہے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تعلیم و تربیت سے آپؐ کے صحابیوں میں ایسی ناپاک اور گندی چیزوں کے بارے میں نفرت کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ وُہ سمجھ گئے تھے کہ جن نیکیوں اور خوبیوں کا حکم اسلام دیتا ہے۔ ان کے حاصل کرنے میں شراب اور جُوئے جیسی چیزیں سدِ راہ ہیں۔ کیونکہ ان احکام سے یہ مقصود ہے کہ ہمارے اندر پاکیزگی۔ نیکی اور عاقبت اندیشی پیدا ہو۔ اس کے برعکس شراب اور جوئے سے عقل جاتی رہتی ہے۔ گالیاں بکنے کی عادت پڑتی ہے۔ گندگی کی طرف رجحان پیدا ہوتا ہے۔ طبیعت حرامکاری کی طرف مائل ہوتی ہے۔

اسرائیلی پیغمبروں نے بھی شراب اور جوئے کے حرام ہونے کے بارے میں اپنی اپنی امتوں کو حکم دیئے۔ لیکن ان کے پیرو ممانعت کے باوجود باز نہ رہ سکے۔ آخر کار اسلام ہی نے ان کی بُرائی کو اس قدر کھول کر بیان کیا۔ کہ آج امّتِ مسلمہ میں جس قدر حقارت کی نظروں سے شرابی اور جواری کو دیکھا جاتا ہے۔ شاید ہی کسی اور غلط کار اور بدکار کو دیکھا جاتا ہو۔

شراب کی حرمت کے سلسلہ میں یہ پہلی آیت ہے۔ یہیں سے شراب اور جُوئے کے حرام ہونے کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

Marfat.com

شراب اور جوئے کے بارہ میں حکم

قُلْ فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ط

کہہ ان دونوں میں گناہ بڑا اور فائدے لوگوں کے لئے اور ان کا گناہ بڑا سے ان کا فائدہ۔

قُلْ فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ط

کہہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے لوگوں کے لئے اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔

صحابیوں کے اس سوال کے جواب میں کہ شراب اور جوئے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اللہ تعالیٰ نے صاف حکم بتایا کہ دونوں گناہ ہیں۔ ساتھ ہی فرمایا کہ ان دونوں چیزوں میں لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں اور نقصانات بھی۔ لیکن ان کے نقصانات فائدوں سے زیادہ ہیں۔ اس لئے عقلِ سلیم کا تقاضہ یہی ہے کہ یہ دونوں چیزیں چھوڑ دینے کے قابل ہیں۔

اِثْمٌ: (گناہ) سے مراد ہر وہ فعل ہے۔ جو نیکی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والا ہو۔ اس لفظ کے استعمال نے بتا دیا کہ شراب اور جُوا انسان کو نیکی سے روکتے ہیں۔ جس قوم میں اور جس سوسائٹی میں شراب عام ہو۔ وہاں فساد، بے حیائی اور گناہ بہت بڑھ جاتے ہیں۔ جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو وُہ اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے۔ بدکاری اور حرام کاری میں الجھ جاتا ہے۔ اپنے فرائض سے غافل ہو جاتا ہے۔ نشہ کی حالت کو پورا کرنے کی اگر استطاعت باقی نہ رہے۔ تو ناجائز اور حرام طریقے سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چوری، ٹھگی، غبن، قتل اور غارت گری سے بھی نہیں چوکتا۔

جُوا انسان کی مالی حالت کو تباہ کر دیتا ہے۔ لُوٹ مار، چوری، غبن، لاابالی پن کی طرف مائل کرتا ہے۔ عیاشی اور فضول خرچی تو اس کے اوّلین اثرات ہیں۔ جو ایک جواری کو آگھیرتے ہیں۔ جوئے کی مختلف شکلیں ہیں مثلاً گھڑ دوڑ کی شرطیں، لاٹریاں اڈسٹے وغیرہ۔

ممکن ہے شراب سے بعض بیماریوں کا علاج ہو سکتا ہو۔ کئی آدمی اس بہانے سے شراب پیتے ہیں۔ لیکن جب دوسری دوا موجود ہو تو شراب کیوں کر روا ہو سکتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ شراب سرور آور ہے۔ لیکن کتنی دیر کے لئے؟ اور نشہ اترنے کی تکلیف کس قدر جانگسل ہوتی ہے۔ شراب غموں کو بھلاتی ہے۔ مگر کتنے لمحات کے لئے؟ اور انجام کار دولت کی بربادی، اخلاق کی خرابی جسمانی بیماریاں اور خداداد خلق میں رسوائی۔

یہی حال جوئے کا ہے۔ عارضی جیت ہو سکتی ہے۔ مگر ہار نہ ہونے کی کیا ضمانت ہے۔ اور یہ مفت کا جیتا ہُوا روپیہ کس کے پاس رہا ہے۔ ہم نے آج تک کسی جواری کو دولت مند بنتے نہیں دیکھا ہے۔ اگر مفت میں کماتے ہیں تو حرام میں لٹاتے ہیں۔

Marfat.com

مالی قربانیوں کا معیار

وَ۔ یَسْئَلُوْنَكَ ۔ مَا۔ ذَا ۔ یُنْفِقُوْنَ ؕ

اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں

قُلِ۔ الْعَفْوَ ؕ

کہہ دے جو اپنے خرچ سے بچے۔

وَ یَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ

اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں

قُلِ الْعَفْوَ ؕ

کہہ دے کہ جو اپنے خرچ سے بچے۔

اَلْعَفْو: (جو اپنے خرچ سے بچے) انگریزی زبان میں اس لفظ کے مفہوم سے قریب تر لفظ سرپلس (SURPLUS) ہے جسے فارسی میں "زائد از ضرورت" بھی کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے جائز اور ضروری اخراجات نکال کر جو بچا سکتے ہو۔ وُہ خرچ کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانی سوسائٹی کی مالی حالت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کا بہترین قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ اس قاعدہ پر عمل کرنے سے وُہ مقصد پورا ہو سکتا ہے جسے حاصل کرنے کے لئے بہت سی قومیں کوشش کرتی رہی ہیں۔ لیکن پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکیں۔ یعنی ایسا نظام جس میں ہر شخص کی روزی کا سامان کر دیا جائے۔ قوم بیکاری اور غربت کی لعنت سے نجات حاصل کرلے۔ فاقہ کشی سے بچ سکے۔ افلاس کی بنا پر کوئی خودکشی، عصمت فروشی، اخلاق سوزی اور انسانیت کشی پر مجبور نہ ہو۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ ہر شخص حلال اور جائز طریقے سے روپیہ کمائے اس میں سے اپنی ضرورتیں پوری کرے۔ جائز ضروریات کے بعد جو بچا سکے وُہ ضرورت مندوں میں تقسیم کر دے۔

اس حکم میں ان تمام خرابیوں کا علاج ہے جو انسانی سوسائٹی میں اس وقت موجود ہیں مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل "انسانی محنت" کی قدر و قیمت بہت کم ہو گئی ہے۔ جسمانی اور ذہنی کوششوں کا پورا معاوضہ حاصل نہیں ہوتا۔ انسانی محنت کی جگہ اب "سرمائے" نے لے لی ہے۔ چنانچہ سوسائٹی دو گروہوں میں بٹ گئی ہے۔ ایک نہایت امیر طبقہ جو تعداد میں بہت قلیل ہے اور دوسرا نہایت غریب طبقہ جو تعداد میں بہت زیادہ ہے۔ ایک طرف عیاشی آرام پرستی اور اقتدار ہے۔ دُوسری طرف غربت، مشقت اور بے بسی ہے۔ امراء غریبوں کے خون سے اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں۔ اور غریب ان کے پاؤں تلے روندے جا رہے ہیں۔ اس سے عوام میں بے چینی اور مایوسی پیدا ہو گئی ہے۔

مغربی اقوام نے اس کے کئی حل سوچے۔ لیکن سب ناکام ہو گئے۔ اس کا بہترین اور واحد حل وہی ہے جو قرآن مجید نے تجویز کیا ہے یعنی یہ کہ ہر دولت مند شخص اپنے پاس صرف اپنی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہی روپیہ رکھے اور باقی مستحق لوگوں پر تقسیم کر دے۔ ظاہر ہے کہ اس حکم پر عمل کرنے سے نہ تو روپیہ چند ہاتھوں میں اکٹھا ہو گا۔ نہ افلاس بڑھے گا۔ بلکہ محنت سے کام کرنے والا شخص کبھی بھوکا نہ مرے گا۔ یہ ہے موجودہ مالی خرابیوں اور غربت کی اصلاح کا طریقہ جو کسی اور کے پاس نہیں۔

Marfat.com

غور و فکر کی دعوت

كَذٰلِكَ ۔ يُبَيِّنُ ۔ اللّٰهُ ۔ لَكُمُ ۔ الْاٰيٰتِ
اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے احکام

لَعَلَّكُمْ ۔ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِي ۔ الدُّنْيَا ۔ وَ ۔ الْاٰخِرَةِ ۔
تاکہ تم فکر کرو ۔ میں دنیا اور آخرت ۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ
اسی طرح اللہ تمہارے لئے احکام بیان کرتا ہے ۔

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
تاکہ تم فکر کرو ۔ دنیا اور آخرت کی باتوں میں ۔

پچھلے سبق میں آپ پڑھ آئے ہیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے سیدھے اور صاف راستے بتائے ہیں جنہیں اختیار کر لینے کے بعد ہم دنیا کی حالت کو بہتر اور مضبوط بنا سکتے ہیں ۔ غربت ، افلاس ، بے بسی ، فاقہ کشی ، بے چینی ۔ اور مایوسی جیسی انسان کش چیزیں نیست و نابود کر سکتے ہیں ۔ غریبوں کی تنگدستی اور افلاس ختم کر سکتے ہیں ۔ ایسا ہو جائے تو پھر ہڑتالوں دنگا فساد اور لڑائی جھگڑے کی نوبت ہی نہیں آسکتی ۔ ہر شخص محنت کر کے اپنی ہمت اور قابلیت کے مطابق روزگار حاصل کر سکے گا ۔ تجارت اور صنعت بڑی خوش اسلوبی سے ترقی کرتی چلی جائے گی ۔

اللہ کے احکام ہمارے سامنے ہیں ۔ دیر فقط اس بات کی ہے کہ ہم سوچ سمجھ سے پورے طور پر کام لینا شروع کر دیں ۔ ان میں دنیاوی فوائد کے علاوہ اور بھی فوائد ہیں ۔ جن کو آخرت کے فوائد کہا گیا ہے ۔ ان کا سمجھنا غور و فکر پر موقوف ہے ۔ بہر حال ان احکام کا انسان کے اندر ایک صاف شکل میں ہونا ضرور اس بات کو چاہتا ہے کہ آدمی ان پر غور کرے اور فکر سے ان کا مفید ہونا معلوم کرے ۔ اس وقت تک ان احکام کے فوائد تجربے سے بھی ظاہر ہو چکے ہیں ۔ اور یہ بات یقیناً فکر کی معاون ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری بہتری اور رہنمائی کے لئے جو مختلف احکام نازل فرمائے ہیں ۔ کیا یہ اس لئے ہیں کہ ان کی طرف توجہ نہ دی جائے ؟ ان سے غفلت اور لاپروائی برتی جائے ۔ ان کی ہنسی اڑائی جائے ؟ ہرگز نہیں ۔ احکامِ الٰہی انسانی فلاح و بہبود کے ضامن ہیں ۔ دنیا میں خوشحالی اور سکون لاتے ہیں ۔ آخرت میں سرخروئی اور انعام کا سبب بنتے ہیں ۔ ان سے ناواقف رہنے سے انسان اندھیرے میں جا پڑے گا ۔ اور ان کو اختیار کرنے سے چاروں طرف روشنی پائے گا ۔

دُنیا میں کیونکر زندگی گذارنی ہے ؟ آخرت کے لئے کیونکر توشہ بنایا جائے ؟ یہ سب کچھ ان احکام میں مذکور ہے ۔ ان کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہی انسان زندگی کا حقیقی لطف اٹھا سکیں گے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ہمیں بار بار غور و فکر کی دعوت دیتا ہے ۔ اور دعویٰ کرتا ہے کہ احکامِ الٰہی سے تمہاری عقبیٰ بھی درست ہو گی اور خود یہ دُنیا بھی سنور جائے گی ۔

Marfat.com

یتیموں کی اصلاح

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ

اور تجھ سے پوچھتے ہیں سے یتیم کہہ دے سنوارنا ان کے کام کا بہتر ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ

اور تجھ سے یتیموں کے بارہ میں حکم پوچھتے ہیں کہہ دے ان کے کام کا سنوارنا بہتر ہے۔

اَلْيَتٰمٰى: (یتیم) یہ لفظ یتیم کی جمع ہے اور یتیم سے مراد وُہ لڑکا یا لڑکی ہے۔ جس کے سر سے باپ یا ماں یا دونوں کا سایہ اٹھ گیا ہو۔ باپ کے مرجانے سے اگر بچّہ یتیم ہُوا ہو۔ تو اس کی یتیمی اور بھی زیادہ قابل رحم ہو جاتی ہے۔

اِصْلَاحٌ: (سنوارنا) اس میں ہر طرح کی جسمانی مالی اور اخلاقی سنوار آجاتی ہے۔ یہاں اس کا تعلق خاص طور پر مالی اصلاح سے ہے۔

یہ آیت ان صحابہ کے سوال کے جواب میں نازل ہُوئی۔ جن کی سرپرستی میں یتیم بچے پرورش کے لئے دیئے گئے تھے۔ بعض لوگ یتیموں کے مال میں احتیاط نہ کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن (یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ سوائے اچھے طریقے کے) اس پر جو لوگ یتیموں کے سرپرست تھے ڈر گئے اور ان کے خرچ کو بالکل جُدا کر دیا۔ خرچ الگ کرنے میں یہ دقت پیش آئی کہ جو چیز یتیموں کے لئے تیار کی جاتی۔ اس میں سے اگر کچھ بچ رہتی تو وُہ خراب ہو جاتی۔ اس احتیاط میں یتیموں کا نقصان ہونے لگا۔ اس لئے انہوں نے آپؐ سے سوال کیا کہ یتیموں کے خرچ کا کیا نظام رکھا جائے۔ اپنے حساب میں شامل رکھا جائے یا ان کا حساب بالکل الگ رہنے دیا جائے۔

اس آیت میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ اصل مقصد تو یتیموں کی اصلاح ہے۔ جس طرح بھی ممکن ہو۔ کوئی تدبیر اختیار کرو۔ نیّت اور ارادہ صرف اصلاح اور یتیم کی بہتری ہو۔ خواہ خرچہ ساتھ ہو یا جُدا۔

سوسائٹی میں ایسے بچّوں کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ جو اپنے والدین کی شفقت سے بچپن میں محروم ہو گئے۔ ایسے بچّوں کی تعداد جنگ کے زمانہ میں بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ وُہ اپنی جائیداد اور مال و اسباب کا صحیح طور پر فائدہ اٹھانے کے اہل نہیں ہوتے۔ ان بچّوں کی نگہداشت نہایت ضروری ہے۔ وگرنہ ان کیلئے بے راہ رو ہو جانے اور بگڑ جانے کا زیادہ امکان ہوتا ہے جو لوگ ان کی سرپرستی و تربیّت اپنے اوپر لیں۔ انہیں ان کے مال و جائیداد کو نہایت دیانتداری کے ساتھ استعمال کرنا چاہیئے۔

آج کل یتیموں کی پرورش اور یتیم خانوں کا اجراء ایک باقاعدہ تجارتی مشغلہ بن کر رہ گیا ہے۔ بعض اداروں کے کرتا دھرتا اپنی ناجائز اغراض کے لئے یتیم بچّوں کو اپنا آلۂ کار بناتے ہیں۔ معاشی، سماجی اور اخلاقی لحاظ سے نہایت ذلیل و رسوا کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کی تربیّت اور نگہداشت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ اور اس کا اجر و ثواب کثیر بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

یتیموں کے بارے میں احکام

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
اور اگر ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ
يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ
جانتا ہے خرابی کرنے والے سے سنوارنے والے اور اگر
شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
چاہتا اللہ تو تم پر مشقت ڈالتا بے شک اللہ زبردست
حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾
تدبیر والا۔

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
اور اگر ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور
يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ
اللہ خرابی کرنے والے اور سنوارنے والے (کے فرق) کو جانتا ہے۔
شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا بے شک اللہ
حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾
زبردست تدبیر والا ہے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سوال یتیموں کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نہایت جامع حکم ارشاد فرمایا۔ کہ یتیموں کی اصلاح بہت بڑا ثواب کا کام ہے۔ ان کی حیثیت تمہارے بھائیوں کی سی ہے۔ ان کے ساتھ تکلّف کیسا؟ مقصود تو یہ ہے کہ یتیم کے مال کی اصلاح اور درستی ہو۔ سو جس طرح بھی ہو اسی طرح کر لینا چاہیئے۔ اگر یتیم کا فائدہ اس میں ہو کہ اس کا حساب علیحدہ رکھا جائے۔ تو یوں کر لینا چاہیئے۔ اور اگر بہتری اس میں نظر آئے کہ اس کا مال اپنے مال سے ملا لیا جائے تو اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ آخر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

پرانی تہذیبوں میں اور ان کے علاوہ موجودہ کئی قوموں میں یتیموں کو نہایت حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے فاخوانکم کہہ کر بتا دیا کہ انسان ہونے کے لحاظ سے ان میں اور تم میں کوئی فرق نہیں۔ وہ تمہیں ایسے ہی عزیز ہونے چاہئیں جیسے تمہارے بھائی تمہیں عزیز ہیں۔ انہیں ترقی کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ ان کی راہ میں کسی طرح بھی روڑے نہیں اٹکانے چاہئیں بلکہ ان کے مقصد کو حاصل کرنے میں ان کی مدد کرنی چاہیئے۔ جس طرح بھائی اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ اس لئے ہر حال میں تمہیں ان کی اصلاح و درستی پیشِ نظر رکھنی چاہیئے اور اس کے لئے کوئی سا بھی طریقہ جو تم پسند کرو۔ اسے اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کی نیتیں جانتا ہے اور خوب سمجھتا ہے کہ کون فسادی اور کون مصلح ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ اگر وہ چاہتا تو یتیموں کے بارے میں وہ تمہیں سخت حکم بھی دے سکتا تھا۔ جو تمہیں پورے کرنے پڑتے۔ اس لئے کہ وہ زبردست اور غالب ہے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ وہ ہر حکم کی مصلحت سمجھتا ہے۔ وہ ایسے حکم نہیں دیتا جو تم پر گراں اور مشکل ہوں۔

Marfat.com

مشرکہ سے نکاح

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ط وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ط

اور نہ نکاح کرو مشرک عورتیں جب تک ایمان لائیں۔ اور مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔

اَلْمُشْرِكَاتِ: (مشرک عورتیں) یہ مشرکہ کی جمع ہے۔ یہ لفظ شرک سے بنا ہے۔ یعنی وہ عورت جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتی ہو۔ یہ لفظ اپنے وسیع اور عام معنوں میں مستعمل ہُوا ہے۔ اس حکم میں ہر کافر عورت داخل ہے۔ محض بت پرست ہونا لازمی نہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی فقہ میں ہر غیر مسلم عورت سے نکاح ناجائز ہے لیکن حنفی علماء کے نزدیک عام قاعدہ کے لحاظ سے تو ہر غیر مسلمہ کے ساتھ نکاح ناجائز ہے۔ لیکن اہل کتاب یعنی یہودی یا نصرانی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ جس کی اجازت شریعت میں باقاعدہ موجود ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ اس حکم کی مزید تشریح یہ ہے کہ:-

(۱) ہندو، سکھ یا آتش پرست عورت سے نکاح درست نہیں۔ (۲) اہل کتاب عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ لیکن بہتر نہیں۔ حضرت عمرؓ نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ احادیث میں بھی دیندار عورت سے ہی نکاح کرنے کی ترغیب اور تاکید موجود ہے۔ (۳) ایسی عورت جو اپنی وضع سے اہل کتاب معلوم ہوتی ہو۔ لیکن بعد میں تحقیق کرنے سے یہ پتہ چل جائے کہ اس کے عقیدے اہل کتاب کے نہیں ہیں۔ تو اس سے بھی نکاح درست نہیں ہے۔

غرض ہر اس عورت سے نکاح ناجائز ہے۔ جو مومن نہ ہو۔ اسلام نے نکاح کے سلسلہ میں ذات نسل رنگت وغیرہ کی قید نہیں لگائی۔ بلکہ صرف ایمان دار درست عقیدہ ہونے کی شرط لگائی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ انتہائی الفت اور رفاقت کا ہوتا ہے۔ دونوں میں گہری مناسبت کا ہونا لازم ہے۔ میاں بیوی کا تمام عمر کامیابی کے ساتھ نباہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ بیوی شوہر کی زندگی کے اصل اصول یعنی توحید و رسالت کی منکر نہ ہو۔ اگر یہ مناسبت نہیں ہے۔ تو اُن کا زندگی کے ہر پہلو میں کامیابی کے ساتھ چلتے جانا بالکل ناممکن ہے۔ اور اس سے بھی بڑی خرابی اولاد کی تربیت مذہب اور مستقبل پر پڑتی ہے۔ باپ اپنی طرف کھینچتا ہے اور ماں اپنی طرف۔ نتیجہ ظاہر ہے۔

خاوند اپنی گھریلو زندگی کے تمام معاملات کا فیصلہ اسی عقیدہ کی روشنی میں کرے گا۔ بیوی اپنے عقیدہ کے مطابق سوچے گی۔ اور دونوں میں زبردست اختلاف اور جھگڑا ہوتا رہے گا۔ اس کا بُرا اثر ان کے بچوں پر پڑے گا اور اولاد کا مستقبل خراب ہو جائیگا۔ اس لئے حکم ہُوا کہ اسقدر تباہ کرنے والے نتائج سے بچنے کے لئے مشرکہ سے نکاح نہ کیا جائے۔ یہود اور مسیحیوں کے ہاں بھی مذہبی طور پر یہ پابندی موجود ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ آج وہ اس پر عمل نہ کریں۔

Marfat.com

مُسلمان لونڈی کا درجہ

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ

اور البتہ مسلمان لونڈی مشرک بی بی سے بہتر ہے

وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ

اگرچہ وہ تمہیں بھلی لگے۔

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ

اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے مشرک بی بی سے

وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ

اور اگرچہ تمہیں بھلی لگے۔

آیت کے پہلے حصّہ میں ایک مشرک عورت کا مسلم سے ناقابلِ نکاح ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مشرک عورت میں خواہ تمام خوبیاں موجود ہوں۔ اس میں ظاہری طور پر ہر طرح کی کشش موجود ہو۔ لیکن جب اس میں ایمان کی روشنی نہیں تو مسلمان کے لئے کوئی کشش نہیں ہونی چاہیئے۔ اس کے مقابلہ میں اگر ایک مسلمان عورت جسے خواہ آزادی جیسی نعمت میسّر نہ ہو۔ اسے نکاح میں لانا زیادہ بہتر ہے۔

ایک مشرک یا غیر مسلم عورت کی پسندیدگی کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ مال دار ہو۔ بہت سی جائیداد کی مالکہ ہو حسین جمیل ہو۔ تعلیمیافتہ ہو۔ اعلیٰ خاندان سے ہو۔ بہت سلجھی ہُوئی ہو۔ لائق و فائق ہو۔ نسوانیت کا ہر تقاضا پورا کرتی ہو لیکن ایک ایماندار عورت کے سامنے اس مشرکہ کی یہ تمام خوبیاں ہیچ ہیں۔ جب کہ اس مشرکہ کی زندگی کے بنیادی اصُول غلط ہیں۔

اس کے مقابلہ میں ایک مومنہ لونڈی کو پسند نہ کرنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً بدصُورتی، غربت یا ان پڑھ اور باندی ہونا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی لونڈی اپنے ایمان کی بدولت مشرکہ عورت سے برتر ہے۔ اس لئے نکاح کے لئے ایسی عورت کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے۔

مشرکہ عورت سے نکاح کرنے سے خود شوہر کی اپنی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ بات بات پر اختلاف رائے۔ بات بات پر جھگڑا۔ گھریلو معاملات میں تنازعہ، بچوں کی تعلیم و تربیّت کے سلسلہ میں اختلاف رائے۔ اس قسم کی چپقلش کا بُرا اثر نہ صرف خاوند پر بلکہ بچّوں پر پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بچّے اپنے سامنے سیدھی راہ نہیں پاتے۔ باپ کی تعلیم اور ہوتی ہے ماں کی کچھ اور۔ البتہ اگر نکاح کسی مسلمان باندی سے کر لیا جائے۔ تو اس میں ایسی دشواریاں اور الجھنیں نہ پیدا ہوں گی۔ کیونکہ اولاد بہر حال مُسلمان رہے گی اور مُسلمان ہونا خواہ رقیّت کے ساتھ ہو شرک اور کفر سے اولیٰ ہے۔ اس زمانے میں جبکہ غلامی کی لعنت دُنیا میں اسلام کی تدابیر کی بدولت ختم ہو چکی ہے لونڈی غلام کوئی ہے ہی نہیں اس لئے یہ آیت فقط اس ممانعت کو تقویت دیتی ہے جو مشرک اور کافر عورتوں سے نکاح کی بابت آیت کے پہلے حصّہ میں بیان ہُوئی۔

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت لونڈی غلام موجود تھے۔ اس وقت یہ سمجھا یا گیا کہ مسلم لونڈی سے شادی کرنے میں بھی کچھ معاشرتی نقصانات ہیں لیکن وُہ ان خرابیوں اور الجھنوں سے کم ہیں جو ایک غیر مسلم عورت کو رفیقہ حیات بنانے سے پیدا ہوتی ہیں۔ آج بھی ہم اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ ازدواجی رشتے اور تعلقات پیدا کرنے کے لئے اسلام کا خیال سب پر مقدم ہے۔ لونڈیوں کی بابت یہ مسئلہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ان کی اولاد غلام ہو گی جب تک کہ وُہ لونڈی کے مالک سے نہ ہو۔ آزاد عورت کی اولاد آزاد ہی ہو گی خواہ باپ کیسا ہی ہو۔ نیز یہ کہ آج کل لونڈی غلام قطعاً نہیں ہیں۔ اس کا بیان سورۂ نساء میں بھی آئے گا۔

Marfat.com

مُشرک مرد سے نکاح

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا ؕ
اور نہ نکاح کرو مشرکین جب تک ایمان لائیں
وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ
البتہ غلام مسلمان بہتر ہے سے مشرک اور
لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ
اگرچہ تمہیں بھلا لگے وہ بلاتے ہیں طرف دوزخ
وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ
اور اللہ بلاتا ہے طرف جنت اور بخشش اپنے حکم سے
وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾
اور بیان کرتا ہے اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا ؕ
اور مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں
وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ
البتہ غلام مسلمان مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ
لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ
اگرچہ تمہیں بھلا لگے۔ وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ
وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ
اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں
وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾
کو اپنے حکم بتلاتا ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

لَا تُنْكِحُوْا: (نکاح نہ کرو) یہاں خطاب مردوں سے ہے کہ تم اپنی لڑکیوں کو کافروں کے نکاح میں نہ دو۔ یہ حکم خود عورتوں کو براہِ راست نہیں مل رہا کہ تم کافروں کے نکاح میں نہ جاؤ۔ وجہ ظاہر ہے کہ لڑکی کا نکاح ہمیشہ باپ یا کسی مرد سرپرست کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔

اِلَى النَّارِ: (دوزخ کی طرف) یعنی ان عقائد اور ان اعمال کی طرف بلاتے ہیں جن کا انجام دوزخ ہے۔

اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ: (جنت اور بخشش کی طرف) یعنی اللہ ایمان و اسلام کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ اور ایسا طریقہ زندگی اختیار کرنے کی ہدایت کرتا ہے جس کا انجام جنت و مغفرت ہے۔

بِاِذْنِهٖ: (اپنے حکم سے) اذن کے معنی توفیق، ارادہ اور حکم ہیں۔

آیت کے پہلے ٹکڑے میں مسلمانوں کو حکم تھا۔ کہ وہ کسی کافر یا مشرک عورت سے نکاح نہ کریں۔ خواہ وہ انہیں کتنی ہی پسند آتی ہو۔ اس ٹکڑے میں فرمایا کہ اپنی عورتوں کو بھی کافر مردوں کے نکاح میں ہرگز نہ دو۔ جب تک کہ کافر لوگ ایمان نہ لائیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ شوہر اگر پہلے سے مسلمان ہے اور خدانخواستہ بعد کو مرتد ہو گیا ہو تو مسلمان عورت اسی وقت اس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی۔ جو نکاح ابھی تک صحیح تھا ٹوٹ جائے گا۔ اور یہ عورت عدّت پوری کر کے کسی مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اگر میاں بیوی پہلے سے کافر ہیں اور عورت مسلمان ہو گئی تو اب نکاح کے باقی رہنے کی کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ شوہر بھی اسلام قبول کر لے۔

یہاں پھر یہ واضح کر دیا گیا کہ مشرک مرد خواہ تمہیں کتنا ہی پیارا لگے کتنا ہی پسند آئے ہر حالت میں اس غیر مسلم سے مسلمان غلام بہتر ہے۔ کیونکہ مشرک سے شادی کے اور جو نتائج نکلتے ہیں۔ وہ بہت بھیانک ہوتے ہیں۔ مشرک مرد عقائد و اعمال کی نہایت بری تعلیم دیں گے اور تمہیں دوزخ کی آگ میں جھونکنے کا سبب بنیں گے۔

Marfat.com

حیض کی حقیقت

وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ
اور تجھ سے پوچھتے ہیں حیض کہہ
هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي
وہ گندگی سو تم الگ رہو عورتیں میں
الْمَحِيْضِ ۙ

حیض۔

وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ
اور تجھ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں۔ کہہ دُہ
هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي
گندگی ہے۔ سو تم عورتوں سے حیض کے وقت
الْمَحِيْضِ ۙ

الگ رہو۔

مَحِیْض، (حیض) حیض اس خون کو کہتے ہیں جو عورتوں کو ہر ماہ آتا ہے۔ جسے اَذًی (گندگی) ماہواری بھی کہتے ہیں۔ دنیا کی دُوسری قوموں نے بھی حیض کے خون کو گندہ قرار دیا ہے۔ اور طب کے ماہروں کا بھی دعویٰ ہے کہ یہ ناقص خون ہے۔ یہ خون رنگ بو اور اجزاء کے اعتبار سے بھی عام خون سے مختلف ہے۔ اس میں حد درجہ گرمی ہوتی ہے۔

فَاعْتَزِلُوْا، (سو تم الگ رہو) یہ لفظ اعتزال سے نکلا ہے۔ جس کے یہاں معنیٰ یہ ہیں کہ عورت سے ہم بستری کے عمل سے الگ رہو۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک طرف تو مجوسی اور یہودی حیض کے زمانہ میں عورت کے ہاتھ کا کھانا پینا بھی ناپاک سمجھتے تھے بعض لوگ اس زمانہ میں عورت کو گھر میں رکھنا بھی جائز نہ سمجھتے تھے۔ ہندو آج بھی ایام حیض میں عورت کے ہاتھ کا پکا ہُوا نہیں کھاتے۔ دوسری طرف عیسائی عین حیض کے ایّام میں ہم بستر ہونے سے بھی پرہیز نہ کرتے تھے۔ صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے افراط و تفریط کو بُرا بتلایا اور فرمایا کہ نہ تو اس قدر نفرت ضروری ہے کہ عورت کو اس گھر میں نہ رہنے دیا جائے اور اس کے ہاتھ کا کھانا ناپاک سمجھ لیا جائے۔ اور نہ اس قدر لاپروائی کرنی چاہیئے کہ مجامعت سے بھی پرہیز نہ کیا جائے بلکہ سیدھی راہ یہ ہے کہ اس حالت میں مجامعت نہ کی جائے۔ اس کے علاوہ ان کے ساتھ کھانا پینا۔ رہنا سہنا سب درست ہے۔

قرآن مجید زندگی کا مکمّل دستور العمل ہے۔ یہ زندگی کے ہر اس شعبہ کے بارے میں احکام و ہدایات دیتا ہے جس کا تعلق انسان کی زندگی سے ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں انسان نہ صرف کھاتا پیتا۔ سوتا ہی ہے۔ بلکہ اس کے اندر جنسی بھوک بھی پیدا ہوتی ہے۔ بچّے پیدا کرنے کی خواہش بھی ہوتی ہے۔ خاص تعلقات قائم کرنے کی آرزو بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ان تمام باتوں کے متعلق قرآن مجید مناسب حکم دیتا ہے۔

دوسری قوموں نے عام طور پر اس طبعی ناپاکی سے متعلق بہت مبالغہ آمیز طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ قرآن مجید نے بتایا کہ اس زمانہ میں صرف جنسی اختلاط منع ہے۔ باقی اس کا عام طور پر اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے سے کوئی تعلق نہیں۔ وُہ سب جائز ہے۔

اَذًی، (گندگی) قرآن مجید نے حیض کو گندگی بتلایا ہے۔ اس کے دُوسرے معنیٰ تکلیف اور آزار بھی ہیں۔ ہو سکتا ہے اسی تکلیف اور آزار کے باعث ان ایّام میں ہم صحبت ہونے کو منع کیا گیا ہو۔ آج طبی طور پر بھی یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی ہے۔ کہ ان ایّام میں اختلاط متعدد بیماریوں کا باعث ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر حضرات خود بھی اس سے شدید طور پر روکتے ہیں۔

Marfat.com

حیض کے بعد

وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا
اور نہ ان کے قریب جاؤ جب تک وہ پاک ہوں جب
تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ
وہ پاک ہوجائیں تم ان کے پاس آؤ سے جہاں تمہیں حکم دیا
اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ
اللہ بے شک اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والے اور
يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾
دوست رکھتا ہے پاک رہنے والے۔

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا
اور جب تک وہ پاک نہ ہوں ان کے قریب نہ جاؤ پھر جب
تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ
وہ پاک ہوجائیں تو ان کے پاس جاؤ جیسے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔
اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ
بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ
يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾
پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اَلتَّوَّابِيْنَ: (توبہ کرنے والے) اس سے مُراد وہ تمام لوگ ہیں جن سے شرعی احکام میں کبھی اتفاقیہ طور پر کوئی غلطی ہوجائے۔ اور وُہ بعد میں توبہ کرلیں اور اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں۔

اَلْمُتَطَهِّرِيْنَ: (گندگی سے بچنے والے) خاص طور پر اس سے وُہ لوگ مُراد ہیں جو عورت کی ناپاکی اور گندگی کے زمانہ میں جنسی اختلاط سے بچتے رہیں۔

پچھلے سبق میں قرآن مجید نے حیض کو گندگی اور نجاست قرار دیا تھا اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب یہ گندہ خون آنا بند ہوجائے اور عورت غسل کرلے تو پھر اس سے اختلاطِ جنسی کی اجازت ہے۔ یہ جائز فعل فطری اور جائز طریق سے ہونا چاہیئے غیر فطری طریقہ سے نہیں۔

ہم پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت میں جنسی کشش رکھی ہے اور جنسی عمل سے اگرچہ طبعی لذت بھی حاصل ہوتی ہے لیکن یہ لذت ہی آخری مقصد نہیں ہے۔ میاں بیوی کے تعلق کا اصل مقصد اور نتیجہ حصُول اولاد ہے۔ اسے فراموش کرکے اگر کوئی شخص کسی اور طریقے سے لذت حاصل کرنا چاہے تو وُہ بالکل ناجائز ہے۔

قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم لواطت میں مبتلا تھی حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کو سمجھایا لیکن انہوں نے ایک نہ مانی اور آخر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو اپنے عذاب سے غارت کردیا اور بعد کی آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا سامان بنایا اس لئے اس چیز کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ اگر انسان دوبارہ اس گناہ کا مرتکب ہوگا تو اس پر پھر وہی عذاب آسکتا ہے۔

آخر میں قرآن مجید نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اپنی پچھلی غلطیوں پر توبہ کرتے ہیں۔ ان پر نادم ہوتے ہیں۔ اور آئندہ اس غلطی کے مرتکب ہونے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی شخص ماضی میں اس گناہ کا مرتکب رہا ہو تو اسے فوراً توبہ کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ پاکی اور طہارت رکھنے والوں کو بھی پسند کرتا ہے۔

Marfat.com

بیوی کا درجہ

نِسَآؤُكُمْ ۔ حَرْثٌ ۔ لَّكُمْ ۖ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ

تمہاری عورتیں کھیتی تمہاری سو جاؤ اپنی کھیتی

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ

تمہاری عورتیں۔ تمہاری کھیتی ہیں سو جسطرح چاہو

أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۚ

جسطرح تم چاہو۔

أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۚ

اپنی کھیتی میں جاؤ۔

حرث: (کھیتی) کھیت زمین کے اس ٹکڑے کو کہا جاتا ہے جس میں بیج بویا جاتا ہے اور اس میں سبزی غلہ اور نباتات پیدا ہوتے ہیں۔ گویا بیوی تمہاری نسل بڑھانے اور اولاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رشتہ ازدواج کے سلسلہ میں بیوی کی صحیح حیثیت واضح کر دی ہے۔ یعنی یہ کہ بیوی مرد کی کھیتی ہے۔ اور جس طرح کسان اپنی کھیتی کو اپنی بہت بڑی دولت سمجھ کر عزیز رکھتا ہے اس کی نگرانی کرتا ہے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اس سے پیداوار حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح شوہر کو چاہیئے کہ اپنی بیوی کو بھی اپنی عزیز ترین دولت سمجھے۔ اس کی مناسب نگرانی کرے اور اس سے اولاد حاصل کرے۔

گویا ثابت ہوا کہ اسلام کے نزدیک ہم بستری کا اصل مقصد حصولِ اولاد ہی ہے۔ اگرچہ اس کے دوسرے پہلو یعنی طلبِ لذت کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ کہ ضبط تولید طبعی امر نہیں ہے۔ کیونکہ کون ایسا احمق کسان ہوگا۔ جو بیج تو بوئے لیکن فصل نہ چاہے۔ پودا اگنے سے پہلے ہی اسے اکھاڑ پھینکے۔ پھر یہ امر بھی روشن ہو جاتا ہے کہ جس طرح کسان اللہ تعالیٰ سے بارانِ رحمت کے لئے دُعا کرتا ہے فصل کے پھلنے پھولنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح شوہر کو بھی اللہ تعالیٰ سے صالح اولاد لینے کے لئے دُعا کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے کھیتی کی مثال دے کر بہت کچھ سمجھا دیا ہے۔ کاش انسان اس مثال پر غور کرے اور ان تعلّقات کو اپنی زندگی اور انجام کار کے اعتبار سے مبارک بنائے۔

أَنَّىٰ شِئْتُمْ: (جہاں سے تم چاہو) لفظ أَنَّىٰ کے معنیٰ جہاں کے ہیں۔ اس کے علاوہ جب اور جس طرح کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے اس مسئلہ کو کیسے پُرحکمت طور پر اشاروں اشاروں میں سمجھایا ہے کہ طریق کار اور وقت پر پابندی نہیں۔ ہاں اس بات پر پابندی ہے۔ کہ غیر فطری طریق اختیار کر کے اپنی قوت اور نسل کو ضائع کرو۔ اس کی مزید تفصیل آیت کے آخری حصّہ میں موجود ہے جو اگلے سبق میں آئے گی۔

Marfat.com

آئندہ کی فکر

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
اور آگے کی تدبیر کرو اپنے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ
اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور خوشخبری سُنا
الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۲۳)
ایمان والوں کو۔

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
اور اپنے واسطے آگے کی تدبیر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ
اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور ایمان والوں
الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۲۳)
کو خوشخبری سُنا۔

یہ بات اس سے پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ موت کے بعد ہماری زندگی ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ نئے دور میں داخل ہو جاتی ہے اور وہاں اس کا آرام یا کوفت ان اعمال پر منحصر ہے۔ جو ہم اس دنیا میں کرتے ہیں۔ اس زندگی کے افعال و اعمال کا بُرا یا بھلا عکس اس کی زندگی کی ناکامی یا کامیابی کی شکل میں پڑتا ہے۔ یہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے۔ یہاں ہمیں سختی اور صعوبتیں جھیل کر مستقبل کے لئے توشہ بنانا ہے۔ وُہ آخرت جزا و سزا پانے کی جگہ ہے۔

پچھلے سبق میں مرد و عورت کے تعلقات بیان کئے گئے تھے۔ اور بتایا گیا تھا کہ ان کے جنسی ملاپ کا اصل مقصد اولاد اور نسل ہے۔ اب آیت کے اس حصّہ میں تاکید کے طور پر یہ یاد دہانی کرا دی گئی ہے کہ آئندہ کے لئے اپنے حق میں کچھ کرتے رہو اور اس عین لذت کے مشغلوں کے وقت بھی بالکل لذت پرستی میں غرق نہ ہو جاؤ۔ بلکہ اپنی لذتوں کو بھی اطاعت و عبادت بنا لو۔ اور یہ اسی طرح بنایا جا سکتا ہے کہ تم ہر کام کرتے وقت اس کا انجام بہتر بنانے کی فکر کرو۔

تقویٰ کی تاکید قرآن مجید نے بار بار کی ہے کہ انسان ہر حال میں، زندگی کی ہر حالت میں اٹھتا بیٹھتا، سوتا، جاگتا، کھاتا، پیتا اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے۔ افراط و تفریط سے بچ کر سیدھی راہ پر چلتا رہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو حکم دیتا ہے کہ وُہ اہل ایمان کو نیک جزاء کی خوشخبری سُنا دے جن کے اوصاف یہ ہیں۔

۱۔ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ کو سامنے رکھتے ہوئے مومن کو آئندہ کی فکر ہوتی ہے۔ وُہ لذت و شہوت کو مطلوب نہیں بناتا بلکہ انجام کار اور بہتر نتائج کو پیش نظر رکھتا ہے۔

۲۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ کا حکم بار بار سنانے سے مدّعا یہی ہے کہ مسلمان خدا خوفی اور پرہیزگاری کے اندر ایک مثالی انسان بن جائے دنیا اسے دیکھ کر رشک کرے۔

۳۔ مُلٰقُوْهُ: (تم اسے ملنے والے ہو) عین جنسی مسائل کے ذکر میں یاد دلایا جا رہا ہے۔ کہ آخر تمہیں اللہ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ خبردار کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جائے جس سے اس دن شرمساری ہو۔

Marfat.com

قسموں کا غلط استعمال

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ

اور اللہ کے نام کو اپنی قسموں کے لئے نشانہ مت بناؤ

اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ

کہ نیک سلوک کرنے اور پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرانے سے

النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

(بچ جاؤ) اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔

وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ

اور مت بناؤ اللہ نشانہ اپنی قسموں کے لئے

اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ

کہ نیک سلوک کرو اور پرہیزگاری کرو اور صلح کراؤ میں

النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

لوگ اور اللہ سنتا جانتا۔

عُرْضَةً: (نشانہ) یہ لفظ نشانے اور ڈھال کے علاوہ رکاوٹ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور یہاں اس کے معنی رکاوٹ ہی ہیں۔

سَمِيْعٌ: (سنتا ہے) اللہ تعالیٰ انسان کی باتوں کا سننے والا ہے اس لئے انسان کو ہر بات سوچ سمجھ کر منہ سے نکالنی چاہیئے

عَلِيْمٌ: (جانتا ہے) اللہ تعالیٰ انسان کے حالات جاننے والا ہے اس لئے اسے اپنی نیت میں ہر وقت اخلاص رکھنا چاہیئے

تَبَرُّوْا: (تم نیک سلوک کرو) یہ لفظ بر سے ہے۔ جس کے معنی نیکی کے ہیں

بعض لوگ کسی سے ناراض ہو جاتے تو اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ بیٹھتے تھے کہ نہ اس کے پاس جائیں گے اور نہ اس سے بولیں گے نہ اس کے اور اس سے لڑنے والوں کے درمیان صلح صفائی کرائیں گے۔ یہاں تک کہ قریبی رشتہ داروں میں بھی اس قسم کی ناچاقیاں ہو جاتیں اور پھر یہ قسمیں بہت سے نیک کام چھوڑ دینے کا بہانہ بن جاتیں۔ جب کوئی کہتا کہ ان کاموں کو کیوں کرنا چھوڑ دیا تو یہی بہانہ پیش کر دیتے کہ ہم تو اس کام کی قسم کھا چکے ہیں۔

نیک کاموں کو چھوڑ دینا تو ویسے ہی بُرا تھا۔ چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کا بزرگ و برتر نام لے کر نیک کاموں سے بچنے کی صورت پیدا کی جائے۔ آیت اسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اور حکم ہو رہا ہے کہ آئندہ ایسا نہ کرنا اور اگر کسی نے قسم کھا بھی لی ہو تو اس کا توڑنا اور کفارہ ادا کرنا کافی ہے۔ علماء نے بے ضرورت اور کثرت سے قسمیں کھاتے رہنے کو یوں بھی ناپسند کیا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بے توقیری ہوتی ہے۔ اور بُرے کام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام لینا تو اور بھی بُرا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک اور عظمت و جلال والا ہے۔ اس کا نام بھی بڑی شان اور بزرگی والا ہے۔ اس قدر اونچے اور عالی نام کو بُرے کاموں پر گواہ بنانا نہایت بُرا ہے۔ پھر اس کے نام کو نیک کام کے نہ کرنے کے لئے عذر بنائے رکھنا اور بھی بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک کام سے نہیں روکتا۔ اس لئے یہ عذر بالکل بے معنیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ایسے کاموں کے لئے ہرگز نہیں کھانی چاہیئے۔ اور اگر غلطی سے کوئی کھا رکھی ہو۔ تو اسے توڑ کر کفّارہ دے دینا چاہیئے۔

Marfat.com

لغو قسمیں

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ
نہیں تمہیں پکڑتا اللہ بے ہودہ میں تمہاری قسمیں

وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ
اور لیکن تمہیں پکڑتا ہے ان پر جن کا ارادہ کیا تمہارے دِل

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾
اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنے والا۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ
اور اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری بیہودہ قسموں میں

وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ
لیکن تمہیں پکڑتا ہے جن کا ارادہ تمہارے دلوں نے کیا

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾
اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنیوالا ہے۔

بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ (تمہاری بیہودہ قسموں پر) لغو (بیہودہ) قسموں سے مراد وُہ قسمیں ہیں جو ناواقفیت کی بنا پر یا بے خیالی میں یا محض عداوت کے طور پر بے ساختہ زبان سے نکل جاتی ہیں اور ان میں ارادہ کے بغیر بھی جھوٹ کی ملاوٹ ہو جاتی ہے۔ عالموں نے بتایا ہے کہ لغو کی کئی قسمیں ہیں۔ ان کا تعلق گذرے ہُوئے واقعات سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور عادت سے بھی کہ آدمی یونہی بلا وجہ قسمیں کھاتا رہے۔ بات بات پر قسم کھائے۔ علماء نے نہایت ناپسندیدہ امر قرار دیا ہے۔

غَفُوْرٌ: (بخشنے والا) اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے اپنی اسی شان سے کام لیتے ہُوئے اس نے ایسی قسموں پر مواخذہ معاف کر دیا۔

حَلِيْمٌ: (تحمل کرنے والا) اللہ تعالیٰ بڑا بردبار ہے۔ اپنی اسی شان سے کام لیتے ہُوئے وہ لغو قسموں پر بھی سزا نہیں دیتا بلکہ سزا کو ملتوی کر دیتا ہے تاکہ انسان کو توبہ کا موقع مل جائے۔

پہلی آیت میں ذکر ہو رہا تھا کہ نیک سلوک۔ نیکوکاری۔ پرہیزگاری اور صلح صفائی کے کام محض اللہ کی نام کی غلط قسموں کا بہانہ بنا کر ترک نہ کرو۔ ایسی قسمیں کوئی معنیٰ نہیں رکھتیں ہیں۔ مثلاً کوئی کہے اللہ کی قسم میں آئندہ مسجد میں نماز نہ پڑھوں گا۔ یہ غلط قسم ہے کیونکہ اللہ تو مسجد میں نماز ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ شخص خود اللہ کا نام اس کام سے باز رہنے کے لئے استعمال کر رہا ہے۔

اب اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ قسم وہ معتبر ہے جو دِل سے کھائی جائے۔ یہ نہیں کہ عادت کے طور پر یا جھوٹ موٹ غلط سلط قسم کھا لی اور ڈٹ گئے۔

بیہودہ قسمیں قابل مواخذہ نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ انہیں توڑ کر کفارہ ادا کر دینا چاہیئے اور ایسی لغویات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اسلام ایسے ہلکے اور چھچھورے پن کو پسند نہیں کرتا ہے۔

Marfat.com

طلاق کی ابتدا

لِ۔ الَّذِیْنَ۔ یُؤْلُوْنَ۔ مِنْ۔ نِّسَآئِہِمْ
لئے جو لوگ قسم کھالیتے ہیں سے اپنی عورتیں

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِہِمْ
جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے کی قسم کھا لیتے ہیں۔

تَرَبُّصُ۔ اَرْبَعَةِ۔ اَشْهُرٍ۔ فَاِنْ۔ فَآءُوْ
مہلت چار ماہ پھر اگر باہم ملجائیں

تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ
(ان کے واسطے) چار ماہ کی مہلت ہے۔ پھر اگر باہم مل جائیں

فَاِنَّ۔ اللّٰهَ۔ غَفُوْرٌ۔ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَ۔ اِنْ
تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان اور اگر

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ
تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر

عَزَمُوا۔ الطَّلَاقَ۔ فَاِنَّ۔ اللّٰهَ۔ سَمِیْعٌ
ارادہ کرلیا طلاق تو بیشک اللہ سننے والا

عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ
طلاق کا ارادہ کرلیا تو بے شک اللہ سننے والا

عَلِیْمٌ ﴿۲۲۷﴾
جاننے والا۔

عَلِیْمٌ ﴿۲۲۷﴾
جاننے والا ہے۔

یُؤْلُوْنَ: (قسم کھالیتے ہیں) ایلاء سے بنا ہے۔ اس کے معنی قسم کھانا ہیں اور اصطلاح میں بیوی سے جدا رہنے کی قسم کھانا مراد ہے۔ عربوں میں اس کا عام رواج تھا کہ ذرا غصہ آیا اور بیوی سے جُدا رہنے کی قسم کھا بیٹھے۔

طلاق: (چھوڑ دینا) قانونی طور پر خاوند اور بیوی کے باہمی تعلقات بالکل ختم ہوجانے کا نام طلاق ہے۔ اسلام سے پہلے دنیا میں طلاق کے متعلق مختلف طریقے رائج تھے۔ یہودیوں کے ہاں طلاق کے سلسلہ میں کوئی قید یا ذمہ داری نہ تھی۔ جس کا جب جی چاہتا بس ایک طلاق نامہ لکھ کر بیوی سے چھٹکارا حاصل کرلیتا۔ بیوی اسی وقت دُوسرا خاوند کرسکتی تھی۔ اس آزادی کے مقابلہ میں عیسائیوں نے بہت زیادہ سختی اختیار کی۔ خاوند و بیوی کے علیٰحدہ ہونے کی کوئی گنجائش ہی نہ رکھی۔ سوائے اس کے کہ بیوی کسی سے زنا کرے۔ یہی حال ہندو مذہب کا ہے۔ ان کے ہاں طلاق آج تک ناجائز چلی آرہی ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے اعتدال کی راہ اختیار کی۔

عربوں کا دستور تھا کہ شوہر ایلاء کرلینے کے بعد جو ان کے نزدیک ایک طرح کی طلاق تھی۔ بیوی کے خرچ، دوسری ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی سے علیٰحدہ ہوجاتا تھا۔ اسلام نے اس رواج میں اصلاح کی اور بتایا کہ ایلاء نکاح کے فسخ ہوجانے کے برابر نہیں بلکہ صرف آغاز ہے۔ اسلام نے غور و فکر کے لئے ایک مدت مقرر کردی اور اس مدت کی میعاد چار مہینے رکھی جو اس مقصد کے لئے بالکل کافی ہے کہ خاوند بیوی کی جدائی کے اہم معاملہ اور اس کے سارے پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور کرے۔

اسلام نے اس کی اجازت روا رکھی ہے کہ اگر شوہر ایمان داری کے ساتھ محسوس کرے کہ اس کی شریکِ زندگی اس سے تعاون نہیں کرتی یا جائز تقاضوں کو پورا نہیں کرتی تو اسے وہ طلاق دے دے۔ بجائے اسکے کہ دونوں تمام عمر کڑھتے رہیں ایک دُوسرے سے بیزار رہیں بہتر ہے کہ وہ علیٰحدہ علیٰحدہ ہوجائیں۔

Marfat.com

عدّت

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
اور طلاق والی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو
ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ
تین حیض اور نہیں حلال انہیں کہ
يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ
چھپا رکھیں جو پیدا کیا اللہ میں ان کے پیٹ
اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
اگر وہ رکھتی ہیں ایمان اللہ پر اور دن پچھلا۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
اور طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں
ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ
تین حیض تک اور انہیں حلال نہیں کہ اللہ نے
يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ
ان کے پیٹ میں جو پیدا کیا ہے وہ چھپا رکھیں اگر
اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں۔

اَلْمُطَلَّقٰتُ: (طلاق والی عورتیں) ہر طلاق یافتہ عورت کو مطلقہ کہا جاتا ہے۔ فقہ کی رُو سے صرف وُہ بیویاں مُراد ہیں۔ جو آزاد ہوں، بالغ ہوں۔ اور ان سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو۔ وہ عورتیں نہیں ہیں جو شرعی لونڈیاں ہوں نابالغ ہوں اور جنہیں مرد نے چھُوا نہ ہو

يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ: (اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں) یعنی یہ نہ ہو کہ اِدھر شوہر نے طلاق دی اور اُدھر دوسرا شوہر کر لیا۔ اس طرح یہ تعلق ایک کھیل بن کر رہ جائے گا۔

ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ: (تین حیض) ویسے قرء کے لفظی معنی محض ایک مقررہ مدّت کے ہیں لیکن یہاں اس کے معنی حیض کے ہیں۔

مَا خَلَقَ اللّٰهُ: (جو اللہ نے پیدا کیا) رحم کے اندر جو چیز ہو یعنی اگر حمل سے ہوں تو اپنا حمل چھپائے نہیں۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر شوہر عورت کو طلاق دے دے تو اس عورت کو فوراً دوسرا شوہر نہیں کر لینا چاہیئے بلکہ تین حیض تک انتظار کرنا چاہیئے۔ اس انتظار کی مدّت میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ مثلاً ایک تو شوہر کو ٹھنڈے دِل سے غور و فکر کا پورا موقع مِل جاتا ہے۔ دُوسری طرف حمل کی بابت پورا یقین ہو جاتا ہے اس طرح کِسی شخص کی اولاد کِسی دوسرے کو نہیں ملتی۔ اس لئے عورت کا فرض ہے کہ اس کے پیٹ میں جو ہو اسے ظاہر کر دے۔

اس مدّت کو شریعت کی اصطلاح میں عدّت کہتے ہیں۔ گویا اس سبق میں دو حکم دیئے گئے ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ طلاق کے بعد ایک مقررہ مدّت تک انتظار کرنا واجب ہے۔ دُوسرے یہ کہ اگر وُہ پیٹ سے ہوں تو اسے چھپائیں نہیں بلکہ ظاہر کر دیں۔ ان دونوں حکموں میں بے شمار اخلاقی اور سماجی فائدے ہیں۔

طلاق کے جو مسائل قرآن مجید کے اس حصّہ میں مسلسل بیان ہو رہے ہیں۔ وہ ہماری خاص توجہ چاہتے ہیں۔ چونکہ موجودہ زمانے میں دنیا میں طلاق ایک دِل لگی بن چکی ہے۔ مغرب میں باید و شاید چند فیصدی عورتیں طلاق حاصل نہیں کرتی ہوں گی اور مشرق میں عورتوں پر مظالم ہوتے ہیں۔ مگر طلاق نہیں ملتی۔ آج اسلام کی یہ اعتدال پرور تعلیم عام ہونے کی اشد ضرورت ہے۔

Marfat.com

رجعت اور میاں بیوی کی حیثیت

وَبُعُولَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذٰلِكَ

اور ان کے خاوند زیادہ حق رکھتے ہیں انہیں لوٹا لینے کا میں اس

اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ

اگر چاہیں سلوک سے رہنا اور عورتوں کے لئے جیسا

الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَ

وُہ اُن پر دستور کے موافق اور

لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ

مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۲۲۸

زبردست تدبیر والا۔

وَبُعُولَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذٰلِكَ

اور ان کے خاوند اس مدت میں ان کو لوٹا لینے کا زیادہ

اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ

حق رکھتے ہیں۔ اگر وُہ دونوں سلوک سے رہنا چاہیں اور

الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَ

عورتوں کا بھی دستور کے موافق مردوں پر حق ہے جیسے مردوں

لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ

کا اُن پر ہے اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۲۲۸

زبردست تدبیر والا ہے۔

ع ۲۸ ۱۲

ذٰلِكَ : (اس میں) یعنی تین مہینے کی میعاد میں۔

اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ : (انہیں لوٹانے کا زیادہ حق رکھتے ہیں) اس سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ خاوند کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے بالکل آخری فیصلہ نہ کرے اور بہتر ہے کہ میاں بیوی پھر نئے سرے سے آباد ہو جائیں اور مستقل جُدائی کی نوبت نہ پیدا ہو۔

اسلامی شریعت نے طلاق کو صرف ضرورت کے موقع پر علاج اور آخری تدبیر کے طور پر جائز رکھا ہے خواہ مخواہ اس کی ترغیب نہیں دی اور نہ بلا ضرورت اسے پسند کیا ہے۔ رسولِ پاک کی ایک حدیث میں بھی اسے ابغض المباحات کہا گیا ہے (یعنی اللہ کی طرف سے جائز ٹھہرائی ہوئی چیزوں میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند) اس لئے اگر سوچ بچار کے بعد شوہر بیوی کو واپس لینا چاہے۔ تو طلاق کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اصطلاح میں اس کو رجعت کہتے ہیں۔

رجعت کی اجازت دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تنبیہ بھی کر دی ہے کہ طلاق کو محض اس لئے منسوخ کرنا چاہیئے کہ آئندہ زندگی میں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ صلح و صفائی کے ساتھ رہیں۔ اور اس سے عورت کو تکلیف پہنچانا مقصود نہ ہو۔ شوہر اگرچہ قانونی طور پر طلاق منسوخ کر سکتا ہے لیکن جہاں تک اس کے نیک سلوک کا تعلق ہے۔ یہ بات قانون سے نہیں بلکہ محض اخلاق اور نیک نیّت پر منحصر ہے۔ اس لئے ظاہری اور باطنی دونوں طور پر انسان کو نیک روش اختیار کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر ہیں۔ دنیا کو اس چیز کی اطلاع دی گئی ہے۔ کہ تم یہ نہ سمجھو کہ بس شوہروں کے حقوق ہی بیویوں پر ہوتے ہیں۔ اسی طرح بیویوں کے حقوق بھی شوہروں کے ذمہ عائد ہوتے ہیں۔ البتہ مرد کو عورت پر ایک طرح کی فضیلت و برتری حاصل ہے۔ یہ فضیلت مرد کو عقل اور قوت کے لحاظ سے حاصل ہے۔ یہ تمام احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جو نہایت قوت اور حکمت والا ہے ہمیں یہ احکام بلا چون و چرا مان لینے چاہئیں

Marfat.com

رجعی طلاق

اَلطَّلَاقُ ۔ مَرَّتٰنِ ۔ فَاِمْسَاكٌ ۔ بِمَعْرُوْفٍ
طلاق دو بار پھر رکھ لینا دستور کے موافق
اَوْ ۔ تَسْرِيْحٌ ۢ بِاِحْسَانٍ ۔ وَ ۔ لَا ۔ يَحِلُّ ۔ لَكُمْ
یا چھوڑ دینا بھلی طرح سے اور نہیں روا تمہیں
اَنْ ۔ تَاْخُذُوْا ۔ مِمَّآ ۔ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ ۔ شَيْـًٔا
لے لو عورتوں کو دیا ہوا جو کچھ
اِلَّآ ۔ اَنْ ۔ يَّخَافَآ ۔ اَلَّا ۔ يُقِيْمَا ۔ حُدُوْدَ ۔ اللّٰهِ ؕ
لیکن جب دونوں ڈریں کہ نہیں قائم رکھ سکیں گے حکم اللہ۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌ ۢ بِمَعْرُوْفٍ
طلاق (رجعی) دو بار تک ہے اس کے بعد دستور کے موافق رکھ
اَوْ تَسْرِيْحٌ ۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ
لینا یا بھلی طرح سے چھوڑ دینا اور نہیں روا تمہیں
اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا
نہیں کہ عورتوں سے اپنا دیا ہوا کچھ لو سوائے اس کے کہ
اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ
دونوں اس بات سے ڈریں کہ اللہ کا حکم قائم نہ رکھ سکیں گے۔

فَاِمْسَاكٌ : (پھر رکھ لینا) یعنی پہلی ابتدائی طلاق پائی ہوئی بیوی کو رجوع کر کے پھر اپنے پاس رکھ لینا۔

بِمَعْرُوْفٍ : (دستور کے موافق) یعنی شرعی قاعدوں کے مطابق۔ جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملے گی۔

بِاِحْسَانٍ : (بھلی طرح سے) یعنی طلاق سے مقصود جھگڑے کو دُور کرنا اور ناخوشگوار صورت حالات کو ختم کرنا ہے۔ عورت کی دِل شکنی، تحقیر یا تذلیل مقصود نہیں۔

مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا : (جو کچھ عورتوں کو دیا ہو) عام مفسروں نے اس سے مُراد مہر کی رقم لی ہے لیکن بعض علماء نے اسے ہر اس مال تک وسعت دی ہے۔ جو شوہر اپنی بیوی کو دے چکا ہو۔ مثلاً کپڑے، زیور وغیرہ۔

اسلام سے پہلے دستور تھا کہ شوہر دس بیس جتنی بار چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا لیکن پھر اس سے رجعت کر لیتا۔ اس برائی کو دُور کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہُوئی اور بتایا کہ رجعت صرف دو بار طلاق دینے کے بعد ہو سکتی ہے۔ دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر دستور کے موافق رکھ لے یا بھلی طرح سے چھوڑ دے لیکن پھر عدّت کے بعد رجعت باقی نہیں رہتی۔ ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ اور اگر تیسری بار طلاق دے دی جائے تو پھر ان میں نکاح بھی درست نہیں ہوگا۔ جب تک وُہ عورت کسی مرد کے گھر میں نہ بسے اور وُہ دوسرا خاوند مر جائے یا طلاق دے دے۔

کبھی مرد غصّہ میں آ کر طلاق دے دیتا ہے تو یہ بھی کر گذرتا ہے کہ اب تک بیوی کو جو کچھ دیا لیا ہے۔ وُہ سب اس سے چھین لیتا ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں عربوں کے ہاں یہ بُرا دستور اور زیادہ پھیلا ہُوا تھا۔ یہاں اس ظالمانہ اصُول کی ممانعت کر دی گئی اور بتایا کہ مہر وغیرہ جو کچھ انہیں پہلے دے چکے ہو۔ اب واپس نہیں لے سکتے ہو۔

اِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اور تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ سے غرض یہ ہے کہ شوہر اگر رجعت کرے تو دستور کے موافق اور حسنِ معاشرت کے ساتھ رہے اور اگر رخصت کرنا چاہے تو بھی سہولت اور عمدگی کے ساتھ اسے رخصت کرے۔ غرض حسنِ معاشرت اور حسنِ سلوک کی تاکید ہر صورت میں ہے۔

Marfat.com

خلع

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ
پھر اگر تم ڈرو نہ قائم رکھ سکیں گے حدیں اللہ

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ
تو نہیں گناہ دونوں پر اس میں کہ عورت بدلہ دے

بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا
اس سے یہ حدیں اللہ سو نہ ان سے بڑھو

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
اور جو کوئی بڑھ چلے حدیں اللہ سو وہی لوگ

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾
ہیں ظالم۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ
پھر اگر تم لوگ اس بات سے ڈرو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ
رکھ سکیں گے۔ تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ اس میں کہ عورت بدلہ دے

بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا
کر (چھوٹ جائے) یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں۔ سو ان سے

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
آگے مت بڑھو اور جو کوئی اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے بڑھ چلے

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾
سو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک عورت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں اپنے خاوند سے ناخوش ہوں۔ اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی۔ آپ نے وجہ دریافت کی تو عورت نے کہا "میرا شوہر میرے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہ اس کے اخلاق و اطوار پر مجھے کوئی اعتراض ہے لیکن مجھے اس سے طبعی نفرت ہے۔ میں اس کی صورت دیکھنا نہیں چاہتی۔ اگر مجھے اسلام کا ڈر نہ ہو تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس کے منہ پر تھوک دوں"۔ آپ نے عورت سے مہر واپس دلوا دیا اور اسے طلاق دلوا دی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر تمہیں ڈر ہو کہ خاوند اور بیوی میں ایسی بیزاری ہے کہ ان کی گذران نہ ہو سکے گی۔ تو پھر ان دونوں کے علیحدہ ہو جانے میں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ عورت مال دے کر اپنے آپ کو نکاح سے چھڑا سکتی ہے اور مرد وہ مال واپس لے سکتا ہے۔ طلاق کی اس خاص صورت کا نام جس میں طلاق کی خواہشمند عورت ہو۔ شریعت کی اصطلاح میں خلع ہے۔ خلع کے احکام کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اسلام ہمارے خاندان، گھریلو معاملات اور معاشرت کی اصلاح اور درستی کے لئے ہر معاملہ میں احکام دیتا ہے۔ اگر مرد اپنی بیوی سے ناخوش ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کے ساتھ چلنا دشوار ہے تو وہ اس سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح بیوی اگر یہ دیکھے کہ اس کا گذارہ اپنے خاوند سے مشکل ہے تو وہ بھی اس سے علیحدہ ہو سکتی ہے۔ مقصد ہر حالت میں اصلاح احوال ہے۔ ازدواجی تعلقات کو بہتر بنانا ہے۔ جس صورت میں بھی ممکن ہو۔ آخر میں یہ تنبیہ کر دی گئی ہے کہ یہ شرائط اور حدیں اللہ تعالیٰ نے قائم کر دی ہیں۔ لہٰذا ان کو توڑ کر آگے نکل جانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ دنیا کا معاشرہ نیکی اور تقویٰ پر قائم ہو۔ کوئی کسی کے ساتھ ظلم اور زیادتی نہ کرے۔ ان پابندیوں کو حدود اللہ کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

رجوع کی صورت

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ
پھر اگر اسے طلاق دی تو نہیں حلال اسے اس کے بعد

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا
جب تک نکاح کرے خاوند اس کے سوا پھر اگر اسے طلاق دیدے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ
تو نہیں گناہ ان دونوں پر کہ باہم مل جائیں اگر خیال کریں

اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ
کہ قائم رکھیں گے حکم اللہ اور یہ حدیں

اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾
اللہ انہیں بیان کرتا ہے لوگوں کے واسطے جاننے والے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ
پھر اگر اس عورت کو طلاق دی تو اب اس کے بعد اسے وہ

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا
عورت حلال نہیں جب تک کہ وہ اس کے سوا کسی خاوند سے نکاح

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ
نہ کرے پھر اگر دوسرا خاوند طلاق دیدے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ پھر

اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ
باہم مل جائیں اگر خیال کریں کہ اللہ کا حکم قائم رکھیں گے اور یہ حدیں

اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾
اللہ کی باندھی ہوئی ہیں انہیں جاننے والوں کے لئے بیان فرماتا ہے۔

مِنْۢ بَعْدُ: (اس کے بعد) یعنی تیسری طلاق کے بعد۔

تَنْكِحَ: (نکاح کرے) یہ لفظ نکاح سے بنا ہے۔ اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تین بار طلاق دینے کے بعد مطلقہ عورت اس وقت تک پہلے شوہر کو جائز نہیں ہوگی جب تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر کے طلاق نہ لے لے۔ یہاں نکاح اپنے اصطلاحی معنیٰ عقد نکاح کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ یہاں یہ لفظ اپنے اصلی اور لغوی معنیٰ "ہمبستری" کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے کیونکہ صرف عقد کا مفہوم تو خود لفظ زوجًا سے نکل آتا ہے اس لئے تنکح سے مقصود ہمبستری کو ظاہر کرنا تھا جو اس کے لفظی معنیٰ ہیں۔

اِنْ ظَنَّا: (اگر خیال کریں) یعنی اگر امید اور ارادہ رکھتے ہوں کہ اس کے بعد درستی اور خوبی کے ساتھ باہم رہ سکیں گے

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر خاوند پہلی دونوں طلاقوں کے بعد رجعت نہ کرے تو اب تیسری بار یعنی دوسری طلاق کے بعد تین مہینے غور و فکر اور صلح و صفائی کرانے کے لئے کافی ہے۔ اس تیسری طلاق کے بعد شوہر، عورت سے رجعت نہیں کر سکتا بلکہ اس کا اب اس سے دوبارہ نکاح بھی کبھی نہیں ہو سکتا سوائے اس صورت کے کہ وہ عورت تین ماہ بعد یعنی عدت کے دن گذارنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور وہ اس سے صحبت کر کے اپنی خوشی سے اسے طلاق دیدے یا فوت ہو جائے اور تین ماہ کی مدت یعنی زمانہ عدت گذر جائے۔

یہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اسلامی شریعت طلاق کو یقیناً پسند نہیں کرتی اس لئے اس بارہ میں طرح طرح کی قیدیں لگا دی ہیں اور اس چیز کی ہدایت کی ہے کہ طلاق خوب سوچ سمجھ کر دی جائے۔ دو موقع بھی دیئے کہ دوبارہ اتحاد کر لیں لیکن ان سب مرحلوں سے گذر جانے کے بعد جب طلاق نافذ ہی ہو جائے تو پھر اب رعایت کا کوئی موقع نہیں شوہر کو اب دوبارہ آسانی سے بیوی واپس نہیں مل سکتی۔

Marfat.com

حلالہ

اسلام ایک فطری مذہب ہے۔ انسان کی پوری زندگی کا ایک مکمل دستور العمل ہے۔ دنیاوی اور اخروی زندگی کی فلاح و بہبود حاصل کرنے کا راستہ دکھاتا ہے۔ اسلام حیاتِ انسانی کے ہر شعبہ پر پوری طرح حاوی ہے۔ زندگی کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کا حل نہ بتاتا ہو اور کوئی ایسا پہلو نہیں جس کے بارے میں احکام نافذ نہ کرتا ہو۔

انسان کی اجتماعی زندگی گھرانے سے شروع ہوتی ہے۔ اگر گھریلو زندگی کامیاب ہو اور میاں بیوی کے تعلقات بہتر حالت میں ہوں تو ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو بڑی اچھی فضا میں پائے گا۔ اپنا کام اچھے طریقے سے کر سکے گا۔ بچوں کو اعلیٰ نمونے ملیں گے اور وُہ بھی بڑے ہو کر نیک راہ پر چلیں گے۔ اس لئے اسلام مسلمان کی گھریلو زندگی کو بہتر بناتا ہے۔ خاندان میں شوہر اور بیوی کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اگر ان میں باہمی تعاون ہو تو اس گھرانے کا ہر بچہ بڑی سہولت سے ترقی کی راہیں طے کرتا چلا جائے گا۔ لیکن اگر مرد و عورت میں نا چاقی ہو اور فکر و عمل میں اختلاف ہو تو ان کا خود بھی اکٹھے چلنا نہایت دشوار ہے اور ان کا یہ اختلاف اولاد کے لئے بھی مہلک ثابت ہوگا۔

اسلام انسانی فطرت کے اس پہلو سے بھی آگاہ ہے اور مجبوری کی حالت میں طلاق کو جائز قرار دیتا ہے۔ اگر مرد طلاق دینا چاہتا ہے تو خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے۔ اگر عورت شوہر کے ہاتھوں نالاں ہے تو وُہ بھی چھٹکارا حاصل کر سکتی ہے لیکن مرد عورت کے ازدواجی تعلقات کی اہمیّت جتانے کے لئے شریعت نے بعض احکام اور پابندیاں نافذ کر رکھی ہیں۔ مثلاً اگر شوہر طلاق کا ارادہ پکا رکھتا ہے۔ اور دوسری طلاق کے بعد عدّت کے اندر رجعت نہیں کرتا۔ بلکہ تیسری طلاق دے دیتا ہے۔ تو اس کے بعد وہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر کرنا چاہے تو اس کی شرط بہت کڑی ہے یعنی یہ کہ مطلقہ سے کوئی اور شخص شادی کرے اس سے صحبت کرے اور پھر اپنی مرضی سے اسے طلاق دے یا فوت ہو جائے اور پھر اس کے بعد پوری عدّت گذر جائے۔ اس نکاحِ جدید کو اصطلاح میں حلالہ کہتے ہیں۔ لیکن اس حلالہ کے بعد نکاح اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام قائم رکھنے یعنی ایک دُوسرے کے حقوق ادا کرنے کا خیال ہو۔ اور اس پر اعتماد ہو۔ ورنہ باہمی جھگڑے اور حقوق کو تلف کرنے کی نوبت آجائے گی۔ اور وُہ دونوں گناہ میں مبتلا ہوں گے۔

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ان مردوں پر لعنت بھیجی ہے۔ جو اس کو ایک پیشہ بنا لیتے ہیں یعنی ایک مرد اس لئے اس مطلقہ سے شادی کرتا ہے۔ کہ وُہ اسے پھر طلاق دے دے۔ تاکہ پہلا مرد عورت مذکورہ سے پھر نکاح کر سکے۔ افسوس کہ ہم مسلمانوں نے ان مسائل کا حق نہ پہچانا۔ اور دین کو مذاق بنا لیا۔ شریعت نے طلاق پر جو پابندیاں مقرّر کی تھیں۔ ان کی پرواہ نہ کی۔ جب جی چاہا بے سوچے سمجھے طلاق دے دی۔ جب غصّہ فرو ہُوا اور عقل ٹھکانے آئی اور پچھتانے لگے اور حلالے کی ناجائز صورتیں اختیار کرنے لگے۔ یہ سب خرابی دین سے غفلت جہالت اور مسائل کا احترام نہ کرنے سے پیدا ہُوئی۔

Marfat.com

بیویوں کے ساتھ برتاؤ

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

اور جب تم نے طلاق دی عورتیں پھر پہنچیں ان کی عدت

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ

تو انہیں رکھ لو دستور کے موافق یا انہیں چھوڑ دو

بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا

دستور کے مطابق اور نہ انہیں روکے رکھو ستانا

لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ

تاکہ زیادتی کرو اور جو کرے گا ایسا وہ بیشک

ظَلَمَ نَفْسَهٗ

نقصان کرے گا اپنا۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دی پھر اپنی عدت کو پہنچیں

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ

تو انہیں دستور کے موافق رکھ لو یا انہیں چھوڑ دو دستور کے

بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا

مطابق اور ان کو نہ روکو ستانے کے لئے تاکہ ان پر زیادتی

لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ

کرو۔ اور جو ایسا کرے گا۔ وہ بے شک اپنا ہی نقصان

ظَلَمَ نَفْسَهٗ

کرے گا۔

اِذَا طَلَّقْتُمُ: جب تم نے طلاق دی) یہاں مراد وہی ایک یا دو بار دی ہوئی طلاق رجعی ہے۔ جس کے بعد ابھی رجوع کر لینے کی گنجائش ہے۔ اَجَلَهُنَّ: (ان کی عدّت) اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی عدّت کا زمانہ اب ختم ہونے پر ہو لیکن پوری طرح ختم نہ ہو چکا ہو۔ ورنہ بالکل ختم ہو جانے کے معنی یہ ہوں گے کہ اب رجعت کی گنجائش باقی نہ رہی۔

اس آیت میں یہ قانون بیان کیا گیا ہے کہ جب خاوند ایک یا دو مرتبہ بیوی کو طلاق دے دے اور آخری تیسری بار طلاق نہ دی ہو۔ تو اس طلاق سے پہلے اگر وہ رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اگر رجوع نہ کرنا چاہے تو تیسری مرتبہ طلاق دے دے۔ یا پھر اگر وہ خاموش رہے گا۔ تو عدّت پوری ہونے کے بعد خود بخود سمجھ لیا جائے گا۔ کہ وہ رجوع کرنا نہیں چاہتا اور اس نے ارادۃً بیوی سے تعلق توڑ لیا ہے۔ لیکن ضروری چیز یہ ہے کہ خاوند ان دونوں راستوں سے جو راستہ بھی اختیار کرے وہ دستور کے مطابق اور شریعت کے موافق ہو یعنی اگر وہ اسے اپنی زوجیت میں لینا چاہے تو بڑی شرافت اور عزّت سے دوبارہ لوٹائے۔ اور اگر اس سے تعلق توڑ لینا چاہے تو بڑی شرافت اور عزّت کے ساتھ اپنے گھر سے رخصت کر دے۔ غرض دونوں صورتیں قانون اور آداب کے موافق ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ بیوی کو تنگ کرنے اور ستانے کے لئے رجعت کر لے اور یوں اسے خواہ مخواہ قید میں ڈالے رکھے۔

جو لوگ عورتوں کی حق تلفی کرتے ہیں اور محض ستانے کے لئے دوبارہ زوجیت میں لے لیتے ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ اس طرح وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ وہ اپنا نقصان آپ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسا کرنے سے ان کا اپنا گھر آباد نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ برباد ہو جائے گا۔ خود انہیں کبھی چین اور سکون نصیب نہیں ہوگا۔ ان کی گھریلو زندگی پریشانیوں اور دکھوں کا چشمہ بن جائیگی۔ دونوں اپنی اولاد کی ذمہ داریوں سے کوتاہی برتیں گے اسی طرح تباہی اور بربادی ڈیرہ جمالے گی۔ اگر کچھ عرصہ بعد یہ شخص اپنی بیوی کو طلاق دے بھی دے تو پھر کوئی شریف عورت اس کی نئی بیوی بننے کیلئے تیار نہیں ہوگی۔ خاوند کیلئے یہی بہتر ہے کہ وہ اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرے تاکہ خود بھی خوش رہ سکے اور وہ بھی۔

Marfat.com

احکامِ الٰہی کا مذاق

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا
اور نہ ٹھہراؤ احکام اللہ ہنسی

وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ
اور یاد کرو احسان اللہ تم پر اور

مَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ
جو اتاری تم پر سے کتاب اور

الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۚ وَاتَّقُوا
علم کی باتیں تمہیں نصیحت کرتا ہے اس کے ساتھ اور ڈرتے رہو

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ
اللہ اور جان رکھو کہ اللہ ہر شے

عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾
جانتا ہے۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا
اور اللہ کے احکام کو ہنسی نہ ٹھہراؤ اور تم

وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ
پر اللہ کا جو احسان ہے یاد کرو اور وہ جو

مَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ
کتاب اور علم کی باتیں تم پر اتاریں تمہیں اس کے ذریعہ

الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۚ وَاتَّقُوا
نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جان

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ
رکھو کہ اللہ سب کچھ جانت

عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾
ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ کر دی ہے کہ ہمارے حکموں کو ہنسی اور مذاق نہ بناؤ کہ جس حکم پر چاہا عمل کر لیا اور جسے چاہا چھوڑ دیا۔ بلکہ سارے احکام پر پوری طرح کاربند ہو جاؤ کیونکہ تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔

معاشرتی زندگی کا بنیادی پتھر خاندان اور خاندانی زندگی ہے اور خاندان کا بنیادی نقطہ میاں بیوی کے صحیح تعلقات ہیں اس لئے یہ کہنا بالکل درست اور بجا ہوگا کہ ساری قوم کے معاشرتی نظام کی بنیاد میاں بیوی کے حقوق اور فرائض کی درستی اور بجا آوری پر ہے۔ اگر شوہر اپنی بیوی کے اور بیوی اپنے شوہر کے تمام حقوق نہایت خوش اسلوبی سے ادا کر رہے ہوں تو سارے معاشرہ کی زندگی نہایت پختہ بنیادوں پر قائم ہوگی لیکن اگر میاں بیوی کے تعلقات خراب ہو گئے آپس میں کسی قسم کی ناچاقی پیدا ہو گئی۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ساری سوسائٹی خطرے میں ہے۔ اس لئے تمام اصلاح پسند لوگوں کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے کہ وہ کسی طرح بھی میاں بیوی کے تعلقات خراب نہ ہونے دیں۔ اسلام نے اس طرف خصوصیت سے زور دیا ہے۔

اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں ہنسی مذاق کو دخل نہ دو مثلاً پہلے طلاق دے دی اور بعد میں رجعت کر لی۔ اور کہہ دیا کہ طلاق تو محض ہنسی مذاق میں کہی تھی یا یونہی جوش میں کہہ دیا تھا۔

شریعت کی ان تمام باتوں میں بڑی حکمت اور مصلحت بھری ہوئی ہے۔ انسان کا کام ہے کہ وہ ان باتوں پر غور کرے اور ان کی تہ تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام ہماری رہنمائی اور ہدایت کے لئے بھیجے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا ہمارے لئے نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتیں جانتا ہے۔ ہمارے حالات سے واقف ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ نیت صاف رکھنا معاملات کو سدھارنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔

Marfat.com

عورت کی رضا

وَ۔ اِذَا۔ طَلَّقْتُمُ۔ النِّسَآءَ۔ فَبَلَغْنَ۔ اَجَلَهُنَّ

اور جب تم نے طلاق دی عورتیں پھر پورا کر چکیں اپنی عدت

فَلَا۔ تَعْضُلُوْهُنَّ۔ اَنْ۔ يَّنْكِحْنَ۔ اَزْوَاجَهُنَّ

تو نہ انہیں روکو کہ نکاح کریں اپنے انہی خاوندوں سے

اِذَا۔ تَرَاضَوْا۔ بَيْنَهُمْ۔ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ۔ ذٰلِكَ

جبکہ راضی ہو جائیں آپس میں دستور کے مطابق یہ

يُوْعَظُ۔ بِهٖ۔ مَنْ۔ كَانَ۔ مِنْكُمْ۔ يُؤْمِنُ۔ بِاللّٰهِ

نصیحت کی جاتی ہے۔ جو کہ رکھتا ہے تم میں سے ایمان اللہ پر

وَ۔ الْيَوْمِ۔ الْاٰخِرِ۔ ذٰلِكُمْ۔ اَزْكٰى۔ لَكُمْ۔ وَ۔ اَطْهَرُ

اور دن قیامت اس میں بڑی ستھرائی تمہارے لئے اور بہت

وَ۔ اللّٰهُ۔ يَعْلَمُ۔ وَ۔ اَنْتُمْ۔ لَا۔ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

پاکیزگی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دی پھر وہ اپنی عدت پوری کر چکیں

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ

تو اب انہیں اس سے نہ روکو کہ نکاح کر لیں اپنے انہیں خاوندوں سے

اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ

جبکہ آپس میں دستور کے موافق راضی ہو جائیں۔ یہ نصیحت اس کو

يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

کی جاتی ہے۔ جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ

رکھتا ہے۔ اس میں تمہارے لئے ستھرائی اور پاکیزگی ہے اور اللہ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ: (پھر اپنی عدت پوری کر چکیں) فَبَلَغْنَ کا ترجمہ ہے پھر پہنچ جائیں یعنی پوری کر لیں اَجَلَهُنَّ کا ترجمہ ہے ان کی اپنی مدت یعنی مقررہ میعاد۔ جسے شریعت کی اصطلاح میں عدت کہتے ہیں۔

اِذَا طَلَّقْتُمْ: (جب تم نے طلاق دی) یہاں یہ خطاب براہ راست تو شوہروں سے ہے لیکن مخاطب پوری ملت ہے۔

اَزْوَاجَهُنَّ: (اپنے انہی خاوندوں سے) یعنی وہ شوہر جنہیں عورتیں پسند کریں خواہ وہ نئے ہوں یا وہی پرانے۔ جو ایک بار انہیں چھوڑ چکے ہیں۔

تَرَاضَوْا: (راضی ہو جائیں) اس لفظ سے یہ بات ظاہر ہے کہ ایجاب اور قبول نکاح کے رکن ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ شوہر اور بیوی کی بجائے بعض اوقات ان کے ولی یا وکیل ایجاب و قبول کر لیں اور اسے وہ دونوں تسلیم کر لیں بصورت دیگر اگر دونوں راضی نہ ہوں تو نکاح نہیں ہوتا۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے ایک یا دو طلاق دے دی اور عدت میں رجعت بھی نہ کی جب مدت ختم ہو گئی تو دوسرے لوگوں کے ساتھ پہلے خاوند نے بھی نکاح کا پیام دیا۔ عورت اس بات پر راضی تھی لیکن عورت کے بھائی کو غصہ آیا اور نکاح کو روک دیا۔ اس پر یہ حکم اترا کہ عورت کی خوشنودی اور بہبودی کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ اس کے موافق نکاح ہونا چاہیئے۔ اپنے کسی خیال اور ناخوشی کو دخل نہیں دینا چاہیئے البتہ اگر خلاف قاعدہ کوئی بات ہو مثلاً پہلے خاوند کی عدت کے اندر کسی دوسرے سے نکاح کرنا چاہیئے۔ تو بیشک ایسے نکاح سے روکنے کا حق ہے

Marfat.com

دُودھ پلانے کی مُدّت

وَ۔الْوَالِدَاتُ۔یُرْضِعْنَ۔اَوْلَادَھُنَّ	وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ
اور بچے والی عورتیں دودھ پلائیں ان کے بچے	اور بچے والی عورتیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں
حَوْلَیْنِ۔کَامِلَیْنِ۔لِمَنْ۔اَرَادَ۔اَنْ	حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ
دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ	پورے دو برس جو کوئی چاہے کہ وہ دُودھ کی مدّت
یُّتِمَّ۔الرَّضَاعَۃَ ط وَ۔عَلَی۔الْمَوْلُوْدِ۔لَہٗ	یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ ط وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ لَہٗ
پوری کرے دُودھ کی مدّت اور اوپر لڑکے والا	پوری کرے اور لڑکے والے (باپ) پر ان عورتوں کا
رِزْقُھُنَّ۔وَ۔کِسْوَتُھُنَّ۔بِالْمَعْرُوْفِ ط	رِزْقُھُنَّ وَکِسْوَتُھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط
عورتوں کا کھانا اور ان کا کپڑا دستور کے موافق۔	کھانا اور کپڑا دستور کے موافق واجب ہے کسی کو تکلیف
لَا۔تُکَلَّفُ۔نَفْسٌ۔اِلَّا۔وُسْعَھَا ج۔لَا	لَا تُکَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَھَا ج لَا
نہیں تکلیف دی جاتی کسی کو لیکن اس کی گنجائش کے موافق نہ۔	نہیں دی جاتی مگر اس کی گنجائش کے موافق نہ ماں کو اس
تُضَآرَّ۔وَالِدَۃٌ۔بِوَلَدِھَا۔وَ۔لَا	تُضَآرَّ وَالِدَۃٌ بِوَلَدِھَا وَ لَا
نقصان دیا جائے ماں اس کے بچے کی وجہ سے اور نہ	کے بچے کی وجہ سے نقصان دیا جائے اور نہ اس کو جس کا وہ بچہ
مَوْلُوْدٌ۔لَّہٗ۔بِوَلَدِہٖ ق	مَوْلُوْدٌ لَّہٗ بِوَلَدِہٖ ق
جس کا بچہ ہو (باپ) اس کے بچہ کی وجہ سے۔	ہے یعنی باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے۔

رَضَاعَۃ: (دودھ کی مدّت) اسلامی شریعت میں بچہ کو دودھ پلانے کی فطری مدّت کامل دو سال مقرّر کی گئی ہے۔ اس میں کمی بیشی باہمی رضامندی پر چھوڑ دی گئی ہے۔ ان احکام کی تفصیلات موجودہ اور آئندہ سبق میں موجود ہیں۔

اَلْوَالِدَاتُ: (بچے والی عورتیں) مراد بچوں کی مائیں ہیں۔ خواہ نکاح میں ہوں یا طلاق پا چکی ہوں۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ماں اپنے بچے کو دو برس تک دودھ پلائے اور یہ مدت اس کے لئے ہے۔ جو ماں باپ بچے کے دودھ پینے کی مدت کو پورا کرنا چاہیں۔ ورنہ اس میں کمی بھی جائز ہے۔ جیسا کہ آیت کے آخر میں آتا ہے۔ اس حکم میں وہ مائیں بھی داخل ہیں جن کا نکاح باقی ہے اور وُہ بھی جن کو طلاق مل چکی ہو یا ان کی عدّت گذر چکی ہو۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ بیوی کا کھانا کپڑا خاوند پر ہر حال میں لازم ہے۔

اس آیت سے معلوم ہُوا۔ کہ دُودھ کی مدّت جس ماں سے پورا کرانا چاہیں یا باپ سے دُودھ پلانے کی اُجرت ماں کو دلوانا چاہیں تو اس کی مدت مکمّل دو سال ہے اس کے بعد یہ بھی واضح ہو گیا۔ کہ باپ کو بچہ کی ماں کو کھانا کپڑا ہر حال میں دینا پڑے گا پہلی صورت میں تو اس کے نکاح میں ہے۔ دوسری صورت میں دُودھ پلانے کی اجرت دینی ہوگی اور بچہ کے ماں باپ کسی طرح سے ایک دوسرے کو تکلیف نہ دیں۔ مثلاً ماں بلاوجہ دُودھ پلانے سے انکار کرے یا باپ بلاوجہ ماں سے بچہ کو جدا کر کے کسی اور سے دودھ نہ پلائے یا کھانے کپڑے میں تنگی نہ کرے۔

Marfat.com

دُودھ پلانے کے دیگر قانون

وَ۔عَلَی۔الْوَارِثِ۔مِثْلُ۔ذٰلِكَ۔فَاِنْ
اور اوپر وارث مانند یہ پھر اگر
اَرَادَا۔فِصَالًا۔عَنْ۔تَرَاضٍ۔مِّنْهُمَا۔وَ
چاہیں دودھ چھڑالیں سے رضا دونوں اور
تَشَاوُرٍ۔فَلَا۔جُنَاحَ۔عَلَيْهِمَا۔وَ۔اِنْ
مشورہ تو نہیں گناہ ان کے اوپر اور اگر
اَرَدْتُّمْ۔اَنْ۔تَسْتَرْضِعُوْٓا۔اَوْلَادَكُمْ
تم چاہو کہ دودھ پلواؤ دایہ سے اپنی اولاد
فَلَا۔جُنَاحَ۔عَلَيْكُمْ۔اِذَا۔سَلَّمْتُمْ۔مَّآ
تو نہیں گناہ تم پر جب تم حوالہ کردو جو تم
اٰتَيْتُمْ۔بِالْمَعْرُوْفِ۔وَ۔اتَّقُوا۔اللّٰهَ۔وَ
نے ٹھہرایا تھا دستور کے موافق اور ڈرو اللہ اور
اعْلَمُوْٓا۔اَنَّ۔اللّٰهَ۔بِمَا۔تَعْمَلُوْنَ۔بَصِيْرٌ﴿۲۳۳﴾
جان رکھو کہ اللہ ساتھ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَالِكَ ۚ فَاِنْ
اور وارثوں پر بھی یہی لازم ہے پھر اگر ماں باپ
اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ
چاہیں کہ دودھ چھڑا لیں اپنی رضا اور مشورہ سے تو ان
تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ
پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم لوگ چاہو کہ اپنی
اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ
اولاد کو کسی دایہ سے دودھ پلواؤ تو بھی تم پر
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ
کچھ گناہ نہیں جب کہ حوالہ کردو جو تم نے دینا
اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
ٹھہرایا تھا دستور کے موافق اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو
اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾
کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھتا ہے۔

اَلْوَارِثِ: (وارث) وارث سے مراد وہ محرم رشتہ دار ہے۔ جو باپ کے بعد شرعی وارث ہے۔

مِثْلُ ذٰلِكَ: (یہی) یعنی جس طرح باپ پر بچہ کی ماں کے حقوق کی حفاظت لازمی ہے۔ اسی طرح باپ کے بعد اس کے قریب ترین وارث عزیزوں پر بھی واجب ہے۔

بچہ کی پرورش کا خرچ باپ کے ذمہ ہے اور جب باپ مرجائے تو پھر حکم اس طرح ہے کہ اگر بچہ مال کا مالک ہو۔ تو اسی مال میں سے اس کا خرچ چلے گا۔ اور اگر مال کا مالک نہیں تو اس کے مال دار عزیزوں میں سے جو لوگ اس کے محرم ہوں اور محرم ہونے کے علاوہ شرعًا اس کے مستحق میراث بھی ہوں تو ان وارث رشتہ داروں کے ذمہ اس کا خرچ واجب ہوگا۔ دودھ پیتے بچہ کے اخراجات جو دوسروں پر واجب کئے گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ بچہ خود اپنی پرورش کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس سے ایک یہ بات بھی نکالی جاسکتی ہے کہ محتاج عورتوں، اپاہج مردوں اور نابالغوں کے اخراجات زندگی ان کے رشتہ داروں کے ذمہ ہیں۔

اس کے بعد یہ حکم بھی دے دیا کہ اگر والدین دو برس سے پہلے ہی دودھ چھڑا دینا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ لیکن یہ فیصلہ وہ باہمی صلاح و مشورہ سے کریں۔ ماں کا جذبہ شفقت اور پرورش کا حق زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے معاملات کو صرف باپ کی رائے پر نہیں چھوڑ دیا گیا۔ پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ بعض حالات میں جب ماں کی بجائے دودھ کسی دوسری عورت سے پلوانا درکار ہو۔ تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ بشرطیکہ اجرت ادا کر دی جائے۔

Marfat.com

عدّت

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اور جو لوگ مرجائیں تم میں سے اور چھوڑ جائیں
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ
عورتیں تو انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار
اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
مہینے اور دس دن پھر جب پوری کرچکیں اپنی عدت
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ
تو نہیں گناہ تم پر اس بات میں کہ وہ کریں میں
اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
اپنے حق قاعدہ کے موافق اور اللہ تمہارے کام
خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾
خبر ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور اپنی عورتیں چھوڑ
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ
جائیں تو چاہیئے کہ وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور
اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
دس دن انتظار میں رکھیں پھر جب اپنی عدت پوری کرچکیں
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ
تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں کہ وہ اپنے حق میں قاعدہ
اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
کے موافق کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر
خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾
ہے۔

يَتَرَبَّصْنَ: (انتظار میں رکھیں) مراد یہ ہے کہ خاوندوں کی وفات کے بعد ان کی بیویاں نکاح سے رُکی رہیں۔ انتظار کی اس مدت کا اصطلاحی نام "عدت" ہے۔ جس عورت کو طلاق مل جائے اس کی عدّت پورے تین ماہ اور بیوہ کی عدّت چار ماہ دس دن ہے۔ اگر بیوہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل تک ہے۔ عدت کے ایّام میں بناؤ سنگار جائز نہیں۔

بیوہ کے ساتھ دنیا کے دُوسرے مذاہب نے کوئی خاص رعایت نہیں کی۔ بلکہ ہندو مذہب نے تو ستی ہونے یعنی بیوہ کو زندہ ہی آگ میں جل جانے کا حکم دیا۔ اسلام نے بیوہ کو زندہ رہنے اور پوری طرح زندہ رہنے کا حق بخشا ہے اور یہ حکم نافذ کیا ہے کہ عورت خاوند کی وفات کی تاریخ سے ٹھیک چار مہینے اور دس دن تک اپنے آپ کو روکے رکھے۔ نکاح اور اس کے متعلق دوسری باتوں کی طرف توجہ نہ دے۔ بناؤ سنگار نہ کرے۔ اگر اس دوران میں یہ معلوم ہو جائے کہ وُہ حاملہ ہے۔ تو اس کی عدت بدل جائے گی۔ اور اسے وضعِ حمل تک اپنے آپ کو دوسرے نکاح سے روکنا پڑے گا۔

جب بیوگی کی عدت ختم ہو جائے تو نکاح کا پیغام دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہاں خطاب تمام امت کو ہے یعنی تم پر ایسی بات کے جائز رکھنے میں کوئی گناہ یا حرج نہیں۔ اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ کوئی شخص اگر خلاف شرع کام کرے تو دوسروں پر واجب ہوتا ہے کہ اپنی ہمت و طاقت کے مطابق اسے روکیں ورنہ یہ بھی گنہگار ہوں گے۔ اسلئے انہیں دیکھنا چاہیئے کہ بیوگی کی عدّت کے بعد عورت جو کوئی کارروائی کرے وُہ شریعت کے قانون اور دستور سے باہر نہ ہو۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ وہ ضرور باز پرس کرے گا۔

Marfat.com

نکاح ثانی کا نامہ و پیام

وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ
اور نہیں گناہ تم پر اس میں اشارہ میں کہو
بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ
سے پیغام نکاح عورتیں یا پوشیدہ رکھو
فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ
میں اپنے دل معلوم ہے اللہ کہ تم البتہ ان کا ذکر کرو گے
وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا
اور لیکن نہ ان سے وعدہ کرو چھپ کر مگر کہ کہہ دو
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ
کوئی بات شریعت کے موافق اور نہ ارادہ کرو نکاح
حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ
یہاں تک کہ پہنچ جائے مقررہ عدت اس کی انتہا اور جان رکھو کہ
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَ
اللہ جانتا ہے جو کچھ میں تمہارے دل سو اس سے ڈرتے رہو اور
اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾
جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا تحمل والا

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ
اور اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں کا پیغام
بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ
نکاح اشارہ میں کہو یا اپنے دل میں پوشیدہ رکھو۔
فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ
اللہ کو معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے لیکن
وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا
ان سے نکاح کا وعدہ چھپ کر نہ کرو مگر یہی کہ کوئی
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۬ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ
بات شریعت کے رواج کے موافق کہہ دو اور نکاح کا ارادہ
حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
نہ کرو۔ یہاں تک کہ مقررہ عدت اپنی انتہا کو پہنچ جائے
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَ
اور جان رکھو کہ اللہ جانتا ہے جو تمہارے دل میں ہے سو اس سے ڈرتے
اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾
رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا اور تحمل کرنیوالا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ جب مطلقہ عدت کا دور گذار رہی ہو۔ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ کوئی مرد بیوہ سے نکاح کا ارادہ اپنے دل میں قائم کرلے لیکن زبان پر نہ لائے یا اگر لائے بھی تو صرف اشارہ کے طور پر صاف اور واضح طور پر اپنا ارادہ ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ یہاں انسان کی ایک کمزوری بیان فرمادی یعنی عورت کسی کو پسند آئی۔ اور اس کے دل میں بس گئی ہو۔ تو وہ شخص اس کا ذکر ضرور زبان پر لاتا ہے۔ اس لئے یہ تنبیہ کردی کہ غم کے اس زمانہ میں عورت سے نکاح کا وعدہ ظاہری طور پر یا خفیہ طور پر کرنا جائز نہیں۔ عدت کا زمانہ ختم ہونے سے پہلے نکاح کا پیام نہ دو۔

Marfat.com

چھونے سے پہلے طلاق

لَا۔ جُنَاحَ۔ عَلَيْكُمْ۔ اِنْ۔ طَلَّقْتُمُ۔ النِّسَآءَ
نہیں گناہ تم پر اگر تم طلاق دو عورتیں
مَا۔ لَمْ۔ تَمَسُّوْهُنَّ۔ اَوْ۔ تَفْرِضُوْا۔ لَهُنَّ
جنہیں نہ ہاتھ لگایا ہو اور (نہ) مقرر کیا ہو ان کے لئے
فَرِيْضَةً ۖ وَّ۔ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى۔ الْمُوْسِعِ
مہر اور انہیں خرچ دو اوپر مقدور والا
قَدَرُهٗ۔ وَ۔ عَلَى۔ الْمُقْتِرِ۔ قَدَرُهٗ۔ مَتَاعًا
اس کے موافق اور اوپر تنگی والا اس کے موافق جو خرچ کہ
بِالْمَعْرُوْفِ ۚ۔ حَقًّا۔ عَلَى۔ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾
قاعدہ کے موافق لازم اوپر نیکی کرنے والے۔

لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ
تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو اس
مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ
وقت کہ انہیں ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور ان کے لئے کچھ مہر
فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ
مقرر نہ کیا ہو اور انہیں کچھ خرچ دو مقدور والے پر اس کے
قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا
موافق ہے اور تنگی والے پر اس کے موافق ہے۔ خرچ قاعدہ
بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾
کے موافق نیکی کرنے والوں پر لازم ہے۔

مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ: (جنہیں ہاتھ نہ لگایا ہو) یہ لفظ مَسّ سے ہے جس کے معنی چھونا اور ہاتھ لگانا ہیں۔ مراد عورت کے قریب جانا اور ہم بستر ہونا ہے۔

مَتِّعُوْهُنَّ: (انہیں خرچ دو) یہ لفظ متاع سے ہے۔ یعنی انہیں خرچ اور ضروریاتِ زندگی بہم پہنچاؤ۔ علماء نے خاص طور پر اس سے لباس مراد لیا ہے۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ آیا ہو اور بلا صراحت نکاح کر لیا ہو۔ تو مہر بعد میں مقرر ہو جائے گا۔ البتہ بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے یعنی خلوتِ صحیحہ سے قبل ہی اگر طلاق دے دی جائے۔ تو مہر کچھ لازم نہ ہو گا لیکن خاوند کے لئے ضروری ہو گا کہ عورت کو کچھ دے دے۔

طلاق کے بعد عورت کو جو کچھ دینا ہے۔ وہ خاوند کی حیثیت کے مطابق مقرر ہو گا۔ اگر وہ امیر اور دولتمند ہے تو وہ معقول رقم دے اور اگر نادار اور تنگدست ہے تو پھر جو اس کی توفیق ہو۔ وہی دے دے۔ بالمعروف کا لفظ بڑھا کر یہ تاکید بھی کر دی کہ رقم کی ادائیگی میں کسی طرح کی زحمت یا تنگی نہ پہنچائی جائے۔ بلکہ معروف طریقے سے یعنی دستور کے مطابق ہو۔ خاوند کی سہولت اور بیوی کی ضروریات پیشِ نظر رکھتے ہوئے دیا جائے۔

آخر میں یہ بتایا گیا کہ محسنین (نیکی کرنے والوں) پر یہ بات واجب ہے کہ مسلمان کو ہر شخص سے حسنِ سلوک کرنا چاہیئے لیکن عورت کے معاملے میں انہیں زیادہ خوش معاملگی سے یہ باتیں طے کرنی چاہئیں۔

Marfat.com

طلاق اور مہر

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ
اور اگر تم نے انہیں طلاق دیدی سے پہلے کہ
تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ
انہیں ہاتھ لگاؤ اور تم ٹھہرا چکے تھے ان کے لئے
فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ
مہر تو آدھا جو تم مقرر کر چکے تھے مگر
اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ
یہ کہ درگذر کریں عورتیں یا درگذر کرے وہ شخص اس کے اختیار میں
عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ
گرہ نکاح اور اگر تم درگذر کرو تو قریب ہے
لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ
پرہیزگاری اور نہ بھلا دو احسان کرنا آپس میں
اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾
بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

اس آیت میں مطلقہ اور اس کے مہر کی ادائیگی کے متعلق کچھ اور احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر ہو چکا تھا اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق کی نوبت آجائے تو آدھا مہر لازم ہے۔ لیکن خود عورت یا وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی باگ ڈور ہے۔ کل یا مہر کے کسی حصّہ سے درگذر کریں تو اور بات ہے۔

اس کے بعد یہ بھی بتایا کہ اگر مرد درگذر کرے تو تقویٰ کے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بڑائی دی اور اسے نکاح باقی رکھنے اور طلاق دینے کا مختار بنایا۔ اب اگر ہاتھ لگانے کے بغیر طلاق دے کر خاوند آدھا مہر بھی اپنے ذمّہ نہ لے تو یہ تقویٰ کے مناسب نہیں۔ بیوی کی طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوئی۔ گویا مہر اور طلاق کی چار صورتیں ہوئیں۔ نہ مہر مقرر کیا ہو نہ صحبت ہوئی ہو۔ اس صورت میں کچھ مناسب مدد دے دے۔ دوسرے یہ کہ مہر مقرر ہوا اور صحبت نہ ہوئی نصف مہر ادا کرے تیسرے یہ کہ مہر مقرر ہوا اور صحبت ہوئی پورا مہر ادا کرے۔ چوتھی صورت یہ کہ مہر مقرر نہ ہوا اور صحبت ہوئی۔ اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔

Marfat.com

نمازوں کی پابندی

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ
سب نمازوں سے خبردار رہو اور درمیانی نماز سے
الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾
اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہو۔
فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ
پھر اگر تمہیں کسی کا ڈر ہو تو پیادہ پڑھ لو یا سوار
فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا
پھر جب وقت تم امن پاؤ تو اللہ کو یاد کرو جس طرح
عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾
تمہیں سکھایا ہے جسے تم نہ جانتے تھے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ
خبردار رہو سب نمازوں سے اور نماز
الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾
درمیانی اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے
فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ
پھر اگر تمہیں ڈر ہو تو پیادہ یا سوار
فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا
پھر جب تم امن پاؤ تو یاد کرو اللہ جس طرح
عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾
تمہیں سکھایا جسے نہ تم جانتے تھے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ: (سب نمازوں سے خبردار رہو) یعنی نمازوں کی پابندی کرو۔ عالموں نے نماز کی پابندی کے تین درجے بتائے ہیں۔ سب سے پہلا درجہ تو یہ ہے کہ نماز وقت پر پڑھی جائے اور فرائض و واجبات بھی نہ چھوڑے جائیں۔ درمیانی درجہ یہ ہے کہ نمازی کا جسم ہر طرح پاک و صاف ہو۔ دل میں عاجزی اور انکساری ہو سنتیں اور مستحبات کا پورا پورا خیال رکھتا ہو سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ یہ سمجھ کر نماز پڑھی جائے گویا نمازی اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو۔ اور اسے یہ بھی احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ نمازی کو دیکھ رہا ہے۔

الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى: (بیچ والی نماز) اس بیچ والی درمیانی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔ بعض عالموں نے اس سے نماز ظہر اور مغرب اور بعض نے فجر بھی مراد لی ہے۔

قٰنِتِيْنَ: (ادب سے) یہ لفظ قنوت سے نکلا ہے جسکے معنی دُعا، خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری اور اطاعت و فرمانبرداری کے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں بیویوں کے حقوق اور مطالبات کا ذکر چلا آ رہا تھا۔ اور آگے پھر یہی ذکر چلے گا۔ درمیان میں نماز کے متعلق کچھ احکام آ گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں معاشرت و معاملت، قانون و اخلاق کے مسائل عبادت سے الگ نہیں اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

طلاق کے حکموں میں نماز کا حکم بیان فرمانے کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ انسان دُنیا کے معاملات اور باہمی جھگڑوں میں پڑ کر کہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کو نہ بھلا دے۔

درمیانی نماز (عصر کی نماز) کی تاکید اس لئے زیادہ فرمائی۔ کہ اس وقت انسان دنیاوی کاموں میں زیادہ مشغول ہوتا ہے۔ اس لئے اس طرف توجہ دلا دی کہ دنیاوی کاموں میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھول نہ جاؤ۔ بلکہ ذکر و عبادت بھی جاری رکھو۔ یہاں خوف اور امن کے اوقات میں نماز کے احکام بھی بتا دیئے گئے ہیں۔ اگر لڑائی اور دشمن سے خوف کا وقت ہو تو پیادہ اور سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ لینا چاہیئے۔

Marfat.com

بیوہ کے لئے وصیّت

وَ۔ الَّذِیْنَ ۔ یُتَوَفَّوْنَ ۔ مِنْکُمْ ۔ وَ۔ یَذَرُوْنَ
اور جو لوگ مرجائیں تم میں اور چھوڑ جائیں
اَزْوَاجًا ۚ وَّصِیَّةً ۔ لِّاَزْوَاجِهِمْ ۔ مَّتَاعًا
عورتیں وصیّت کر دیں اپنی عورتوں کے لئے خرچ دینا
اِلَی ۔ الْحَوْلِ ۔ غَیْرَ ۔ اِخْرَاجٍ ۚ ۔ فَاِنْ ۔ خَرَجْنَ
تک ایک برس بغیر نکالنے پھر اگر عورتیں نکل
فَلَا ۔ جُنَاحَ ۔ عَلَیْکُمْ ۔ فِیْ ۔ مَا ۔ فَعَلْنَ
جائیں پس نہیں گناہ اوپر تمہارے اس میں کہ وہ کریں
فِیْٓ ۔ اَنْفُسِهِنَّ ۔ مِنْ ۔ مَّعْرُوْفٍ ۔ وَ۔ اللّٰهُ
میں اپنے حق سے بھلی بات اور اللہ
عَزِیْزٌ ۔ حَکِیْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَ ۔ لِلْمُطَلَّقٰتِ
زبردست حکمت والا اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے
مَتَاعٌ ۔ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ ط ۔ حَقًّا ۔ عَلَی
خرچ قاعدہ کے موافق لازم ہے اوپر
الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾ کَذٰلِكَ ۔ یُبَیِّنُ ۔ اللّٰهُ ۔ لَکُمْ
پرہیزگار اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے
اٰیٰتِهٖ ۔ لَعَلَّکُمْ ۔ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ
اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور اپنی عورتیں چھوڑ
اَزْوَاجًا ۚ وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا
جائیں تو وہ اپنی عورتوں کے لئے وصیّت کر دیں ۔ ایک برس
اِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ
تک خرچ دینا گھر سے نکالے بغیر پھر اگر وہ عورتیں
فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ
آپ نکل جائیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس میں کہ وہ اپنے حق
فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ
میں بھلی بات کریں اور اللہ زبردست ہے
عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ
حکمت والا اور طلاق دی ہوئی عورتوں
مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَی
کے لئے قاعدہ کے موافق خرچ دینا پرہیزگاروں پر
الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾ کَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمْ
لازم ہے ۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات بیان
اٰیٰتِهٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع
کرتا ہے تاکہ تم سمجھ لو ۔

وَصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ (اپنی بیویوں کے لئے وصیّت کر دیں) یہ ازدواجی مسائل کے سلسلہ میں اس سورۃ کی آخری آیت ہے ۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ کہ شوہر اپنے آخر وقت میں ہونے والی اپنی بیوہ کے لئے ایک اور آسانی کی صورت پیدا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے ورثاء کو وصیّت کر جائے کہ بیوہ ایک سال اس کے گھر میں رہ سکتی ہے ۔ اور مراعات کی حقدار ہو سکتی ہے ۔

عورت کو طلاق دی جائے یا وہ قضائے الٰہی سے بیوہ ہو جائے ۔ مہر مقرر ہو چکا ہو یا نکاح کے وقت مہر کی صراحت نہ ہوئی ہو ۔ ہر حال میں اسلام حسن سلوک عفو و درگذر اور نیکی کی تعلیم دیتا ہے ۔ بعد میں عورت کا حصّہ اور عدّت مقرر کر دی گئی ۔ اب اس آیت پر عمل ضروری نہیں ۔

Marfat.com

موت سے نہ بھاگو

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ
کیا نہ دیکھا تو نے طرف وہ لوگ جو نکلے سے
دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ
ان کے گھر اور وُہ ہزار ڈر موت
فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ
پھر فرمایا ان کو اللہ مرجاؤ پھر انہیں زندہ کر دیا
اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ
بے شک اللہ والا فضل اوپر لوگ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾
اور لیکن اکثر لوگ نہیں شکر کرتے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ
کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں
دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ
سے نکلے موت کے ڈر سے حالانکہ وہ ہزاروں تھے پھر اللہ
فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ
نے انہیں فرمایا کہ مرجاؤ پھر انہیں زندہ کر دیا
اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ
بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾
اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

اَلَمْ تَرَ۔ (کیا تو نے نہیں دیکھا) عربی زبان میں خطاب کرنے کا یہ ڈھنگ ایسے موقعوں پر اختیار کیا جاتا ہے جب کسی بہت بڑے اور جانے بوجھے واقعہ کی طرف توجہ دلانی ہو۔ یہاں دیکھنے سے محض آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں بلکہ خیال، غور و فکر اور عقل سے غور کرنا مقصود ہے اور جب اس کے ساتھ لفظ "الیٰ" آجائے تو اس سے یہ مراد بھی ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے کوئی سبق دینا مقصود ہے۔

اَلَّذِيْنَ خَرَجُوْا: (جو نکلے) اشارہ یہود کی طرف ہے جو اپنے گھروں سے موت کے خوف سے نکل کھڑے ہوئے تھے اور عرب کے باشندے اس واقعہ سے خوب واقف تھے۔

اس آیت میں ایک بہت قدیم واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ہزاروں افراد پر مشتمل یہودی موت کے ڈر سے (جس کا سبب یا تو وبا خیال کی جاتی ہے یا دشمن کا حملہ) اپنے وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ نہ انہوں نے تقدیر پر یقین کیا۔ اور نہ دشمن کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ بلکہ بزدل بن کر جان بچانے کی کوشش میں چل نکلے۔ لیکن ان کا یوں بھاگنا کچھ بھی کام نہ آیا۔ اور وُہ موت کے چنگل سے نہ بچ سکے۔

سات دن کے بعد اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر نے دُعا کی اور وُہ دوبارہ زندہ ہو گئے تاکہ آئندہ کے لئے وُہ توبہ کریں اور معلوم کر لیں کہ موت و حیات کا رشتہ کسی اور بالاتر ہستی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان پر فضل و کرم کرتا ہے۔ انسان اس کے احسانات کا شمار بھی نہیں کر سکتا۔ اسے ہر دم اللہ کریم کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔

Marfat.com

قرضِ حسن

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْٓا
اور لڑو میں راہ اللہ اور جان لو
اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا
کہ بیشک اللہ سنتا ہے جانتا ہے کون ایسا
الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
جو قرض دے اللہ قرض اچھا
فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ
پھر دوگنا کردے اسے کئی گنا اور اللہ
یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾
تنگی کر دیتا ہے اور کشائش کرتا ہے اور اسکی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا
اور اللہ کی راہ میں لڑو اور جان لو کہ اللہ
اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا
بے شک سنتا جانتا ہے۔ اور کون شخص
الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر اللہ اسے کئی
فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ
گنا کردے اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے اور وہی
یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾
کشائش کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

عَلِیْمٌ: (جانتا ہے) مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں اور جہاد نہ کرنے والوں کے دل کے ارادوں اور زبان سے کئے ہوئے اعلانات کو جانتا ہے۔

قَرْضًا حَسَنًا: (اچھا قرض) ایسا قرض جس کے بعد مقروض کو تنگ نہ کیا جائے۔ نہ احسان جتایا جائے نہ بدلہ لیا جائے اور نہ مقروض کو حقیر سمجھا جائے۔ وسیع معنوں میں اس سے مراد ہر وہ رقم بھی ہوتی ہے جو دین کی کسی مد میں خرچ ہو۔ یہاں جہاد میں خرچ کرنا مراد ہے اہلِ عرب ہر اچھے معاوضہ والے عمل کو "قرض حسن" کہتے تھے اور ہر بُرے معاوضے والے عمل کو بُرا قرض کہا کرتے تھے۔ چونکہ جہاد کی راہ میں مال خرچ کرنے سے آخرت میں کئی گنا زیادہ واپس ملتا ہے۔ اس لئے اس خرچ کے عمل کو قرآن مجید نے "قرضِ حسن" قرار دیا ہے۔

فَیُضٰعِفَهٗ: (پھر دوگنا کردے) مراد ہے اس کے اجر و ثواب کو دوگنا کر دے۔ اس کا مصدر "اضعاف" (چند در چند اور کئی گنا زیادہ کرنا) ہے۔

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کا ذکر کر کے یہ واضح کر دیا تھا۔ کہ زندگی اور موت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے دشمن کے خوف سے بھاگنا نہیں چاہیئے۔ اب صریح طور پر جہاد کا حکم ہے کہ دینِ حق کی راہ میں اسکے دشمنوں سے جنگ کرو۔ جہاد کے لئے جنگ کے سامان آلات و ہتھیار اور دیگر اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو صاحبِ استطاعت ہیں۔ یہ حکم دیا کہ تم دل کھول کر مال خرچ کرو۔ تمہاری اس قربانی کو اللہ تعالیٰ کئی گنا کر کے واپس کرے گا۔ تم ہرگز یہ نہ سمجھو کہ روپیہ خرچ کرنے سے غریب ہو جاؤ گے۔

Marfat.com

حضرت طالوت کا قصّہ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

کیا تو نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہ دیکھا موسیٰ

مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ

کے بعد جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا ہمارے

لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ

لئے ایک بادشاہ مقرّر کر دو تاکہ ہم اللہ کی راہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ

میں لڑیں پیغمبر نے کہا کیا تم سے یہ بھی توقع ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ

کہ اگر تمہیں لڑائی کا حکم ہو تو تم اس وقت نہ لڑو وہ

قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ

بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں

اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ

اور ہم تو نکال دیئے گئے۔ اپنے گھروں اور بیٹوں سے

اَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

پھر جب انہیں حکم ہوا لڑائی کا تو ان میں سے چند

تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

ایک کے سوا سب پھر گئے اور اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو خوب

بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾

جانتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

کیا نہ دیکھا ایک جماعت سے بنی اسرائیل

مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ

سے بعد موسیٰ جب انہوں نے کہا نبی

لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ

ان کا مقرر کر دو ہمارے لئے بادشاہ تاکہ ہم لڑیں میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ

راہ اللہ کہا کیا تم سے توقع ہے کہ اگر

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ

حکم ہو تم کو لڑائی نہ تم لڑو

قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ

وہ بولے کیا ہوا ہمیں نہ لڑیں میں راہ

اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ

اللہ اور ہم نکال دیئے گئے سے ہمارے گھر اور

اَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

ہمارے بیٹے پھر جب حکم ہوا انہیں لڑائی

تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

وہ پھر گئے لیکن تھوڑے ان میں اور اللہ جانتا ہے

بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾

گنہگار۔

اس آیت میں بھی بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک اہم واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کچھ عرصہ بعد بادشاہ جالوت اور دوسرے دشمنوں کے حملوں سے گھبرا کر اور ہر طرف سے عاجز ہو کر یہ لوگ بیت المقدس میں جمع ہو گئے۔ یہ زمانہ غالباً حضرت شموئیل نبی کا تھا۔ اللہ کے نبی سے کہنے لگے کہ ہم پر کوئی سپہ سالار مقرّر کر دیں جس کی زیر سرکردگی ہم جہاد کر سکیں۔ انہوں نے فرمایا ڈر رہے کہ جہاد کا حکم آیا تو تم جی چراؤ گے۔ ان لوگوں نے یقین دلایا۔ مگر وقت آیا تو معدودے چند کے سوا سب پیٹھ دکھا گئے۔

Marfat.com

سپہ سالار کا انتخاب

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ

اور کہا ان سے ان کے نبی نے بے شک اللہ مقرر کر دیا

لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ

لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ

تمہارے لئے طالوت بادشاہ وہ کہنے لگے کیونکر ہل سکتی ہے

لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ

لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ

اسے بادشاہت ہم پر اور ہم زیادہ حق رکھتے ہیں

بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً

بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً

بادشاہت اس سے اور نہیں دی گئی اسے وسعت

مِّنَ الْمَالِ ۚ

مِّنَ الْمَالِ ۚ

مال سے۔

طَالُوتَ (طالوت بن کش) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے بہت بڑے سب سے پہلے بادشاہ تسلیم کئے گئے ہیں۔ ان کا زمانہ ۱۰۲۸ ق م سے ۱۰۱۲ قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے۔ آپ قبیلہ بن یامین سے تھے۔ آپ کا خاندان معمولی درجہ کا تھا۔ اس خاندان میں کبھی کوئی بادشاہ نہیں ہوا تھا۔ وہ کوئی خاص مالدار اور دولت مند بھی نہ تھے۔

غلط اندیش یہودیوں نے آپ کے سپہ سالار مقرر ہونے پر یہی اعتراض کیا۔ کہ وہ کوئی مالدار نہیں۔ ایک غریب آدمی ہیں بھلا ہم دولت مندوں پر ایک غریب کو کیسے سرداری مل سکتی ہے۔ حکومت اور سرداری تو امیروں کا پیدائشی حق ہے۔

ایک یہودیوں پر کیا منحصر ہے۔ ہمیشہ مادہ پرست قوموں نے اسی قسم کے غلط اصول بنائے اور حکومت کو امیروں اور دولت مندوں کے گھر کی لونڈی سمجھ لیا۔ حالانکہ یہ تصوّر حد درجہ احمقانہ اور غیر منصفانہ ہے۔ اسی لئے آنے والی نسلوں کی عبرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں یہودیوں کے اس غلط تصوّر کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ تاکہ آئندہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو اور کوئی قوم دولت و ثروت کو سرداری و سربلندی کا معیار نہ سمجھ بیٹھے۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی قوم یا کوئی جماعت دولت مندی کو برتری کا سبب تصوّر کرتی ہے تو اسے وہی سزا بھگتنی پڑے گی۔ جو اس سے قبل یہودیوں کو برداشت کرنی پڑی۔ چونکہ فطرت کا قانون نہیں بدلتا ہے۔

Marfat.com

سپہ سالار کی خصوصیات

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ
اس نے کہا یقیناً اللہ اسے چن لیا تم پر اور
زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ
اسے زیادہ دی فراخی میں علم اور جسم
وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ
اور اللہ دیتا ہے اپنا ملک جسے چاہے اور
اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾
اللہ فضل کرنے والا جاننے والا۔

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ
نبی نے کہا یقیناً اللہ نے اسے تم پر چن لیا ہے اور
زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ
اسے علم اور جسم میں زیادہ فراخی دی ہے اور اللہ
وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ
جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے اور اللہ فضل
اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾
کرنے والا جاننے والا ہے۔

آیت کے پہلے حصّہ میں ذکر تھا کہ شموئل نبی نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے طالوت کی سپہ سالاری کا اعلان فرمایا۔ یہودیوں نے اپنی امارت کے زعم میں ان کے اس انتخاب پر اعتراض کیا۔ کہ وہ ہم سے زیادہ دولتمند نہیں۔ ہمارے بادشاہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

اللہ کے نبی نے حکومت اور سرداری کے لئے اللہ کریم کی مقرر کردہ خصوصیات بیان فرمائیں۔ اوّل یہ کہ اللہ نے اسے علم میں وسعت اور فراوانی بخشی ہے۔ دوسرے یہ کہ جسمانی اعتبار سے وُہ تمہارے مقابلہ میں زیادہ طاقتور ہے۔

بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ: (اللہ نے اسے علم میں وسعت دی ہے) علم سے مراد حقائق کو جاننا اور اسرار کو پہچاننا ہے۔ اس ایک لفظ میں بے شمار معانی پوشیدہ ہیں اور تمام علوم و فنون اس میں شامل ہیں۔ خصوصاً ملک گیری اور ملک رانی کے علوم۔

اَلْجِسْمِ: (جسم) مقصد یہ ہے کہ طالوت تمہارے مقابلہ میں قد و قامت کے اعتبار سے اور قوت و طاقت کے لحاظ سے زیادہ اہلیت کے مالک ہیں۔ جس شخص میں علم اور جسم کی دونوں طاقتیں زیادہ ہوں گی۔ وہ دوسروں پر فوقیت اور سرداری کے لائق ہوگا۔

مُلْكَهٗ: (اپنا ملک) مدعا یہ ہے کہ حکمرانی اصل میں اللہ کی ہے۔ اور یہ حکومت حقیقت میں اس ذاتِ واحد کے لئے ہے ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری!

اب یہ اس کا خاص فضل و کرم ہے۔ کہ اپنے بندوں میں وہ سب سے اہل اور مستحق کو اپنی طرف سے حکومت چلانے کی خدمت سپرد کر دے۔

Marfat.com

تابوت سکینہ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ

اور کہا ان سے ان کا نبی کہ نشانی اس کی سلطنت

أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ

کہ تمہارے پاس آئے صندوق جس میں تسلی خاطر

مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ

سے تمہارا رب اور بچی ہوئی چیزیں ان میں جو چھوڑ گئی

آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ

اولاد موسیٰ اور اولاد ہارون اسے اٹھاویں گے

الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ

فرشتے بیشک ہیں وہ نشانی تمہارے لئے

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۲۴۸) ع ۳۲ ۶ ۱۶

اگر تم یقین رکھتے ہو۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ

اور ان کے نبی نے بنی اسرائیل سے کہا کہ طالوت کی سلطنت کی یہ نشانی

أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ

ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق لایا جائیگا جسمیں تسلی خاطر ہے۔

مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ

تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جو چھوڑ گئی

آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ

موسیٰ اور ہارون کی اولاد اس صندوق کو فرشتے اٹھا لائیں گے۔

الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ

بے شک اسی میں تمہارے لئے پوری نشانی ہے۔ اگر

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۲۴۸) ع ۳۲ ۶ ۱۶

تم یقین رکھتے ہو۔

اَلتَّابُوْتُ (صندوق) اس صندوق کا نام تابوت سکینہ بھی ہے۔ اس میں تورات کا اصل نسخہ اور بنی اسرائیل کے پیغمبروں کے تبرکات موجود تھے۔ بنی اسرائیل کے لئے یہ سب سے بڑا قومی ورثہ تھا۔ وہ اسے ہر وقت حتّٰی کہ سفر اور جنگ میں بھی اپنے ساتھ رکھتے۔ وہ اسے بڑا بابرکت سمجھتے اور خاص طور پر لڑائی کے وقت اس کو آگے آگے رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے انہیں فتح عطا فرمائے۔

حضرت شموئیل علیہ السلام نے حضرت طالوت کو بنی اسرائیل پر بادشاہ مقرر کر دیا۔ تو ان کے اطمینان کے لئے یہ بھی بتایا کہ اُن کی بادشاہت کی ظاہری نشانی یہ ہے کہ تمہارا وہ مبارک صندوق جسے جالوت تم سے چھین کر لے گیا ہے وہ طالوت کے عہدِ حکومت میں تمہیں مل جائے گا۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ فلسطینی جب سے یہ تابوت بنی اسرائیلیوں سے چھین کر لے گئے۔ انہیں ایک دن بھی چین نہ آیا جس جگہ اور جس بستی میں اسے رکھتے۔ وہیں کوئی وبا پھوٹ پڑتی یا کوئی اور مصیبت آجاتی۔ آخر عاجز آکر انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ چنانچہ یہ تابوت انہوں نے ایک بیل گاڑی میں لادا اور بغیر کسی گاڑیبان کے اس کو یوں ہی ہانک دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اسے طالوت کے دروازے پر لے گئے۔ بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر طالوت کی بادشاہت پر یقین لے آئے۔

تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ تابوت بنی اسرائیل کے قبضہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام (۹۷۳ ق م) کے عہد تک رہا۔ آپ نے اسے بیت المقدس میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے بعد اس میں رکھ دیا۔ اس کے بعد اس کا پتہ نہیں چلتا۔ یہودیوں کا خیال ہے کہ یہ تابوت اب بھی ہیکل سلیمانی کی بنیادوں کے اندر دفن ہے۔

Marfat.com

مجاہدوں کی آزمائش

فَلَمَّا ۔ فَصَلَ ۔ طَالُوْتُ ۔ بِالْجُنُوْدِ ۔ قَالَ

پھر جب باہر نکلا طالوت فوجیں لے کر کہا

اِنَّ ۔ اللّٰهَ ۔ مُبْتَلِيْكُمْ ۔ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ ۔ شَرِبَ

بیشک اللہ تمہاری آزمائش کرتا ہے ایک نہر سے سو جس نے پانی پیا

مِنْهُ ۔ فَلَيْسَ ۔ مِنِّيْ ۚ وَ ۔ مَنْ ۔ لَّمْ ۔ يَطْعَمْهُ

اس کا تو نہیں میرا اور جس نے نہ چکھا اسے

فَاِنَّهٗ ۔ مِنِّيْٓ ۔ اِلَّا ۔ مَنِ ۔ اغْتَرَفَ ۔ غُرْفَةً ۢ

تو وہ بیشک میرا مگر جو بھرے ایک چلّو

بِيَدِهٖ ۚ ۔ فَشَرِبُوْا ۔ مِنْهُ ۔ اِلَّا ۔ قَلِيْلًا ۔ مِّنْهُمْ ؕ

اپنے ہاتھ سے پھر سب نے پیا اس سے مگر تھوڑے ان میں سے

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ

پھر جب طالوت فوجیں لے کر باہر نکلے کہا بیشک

اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ

اللہ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرتا ہے ۔ سو جس نے اس

مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ

نہر کا پانی پیا تو وہ میرا نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو وہ

فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ

بے شک میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھرے

بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ

پھر سب نے پی لیا مگر ان میں سے تھوڑوں نے

نَهَر: (نہر) ایک دریا جس سے اس لشکر کو گذرنا تھا۔ اس کا نام دریائے اردن بیان کیا جاتا ہے۔ شرق اردن کی ہاشمی حکومت کا نام بھی اسی دریا کی نسبت سے ہے۔ یہ دریا شمال سے جنوب کو بہتا ہے اور بحیرہ مردار میں جا گرتا ہے۔

مَنْ شَرِبَ مِنْهُ: (جس نے اس سے پی لیا) مراد یہ ہے جس نے اس دریا کا پانی جی بھر کر اور سیر ہو کر نوش کیا۔ وہ میرا نافرمان شمار ہوگا اور میری جماعت سے خارج ہو جائے گا۔

غُرْفَةً بِيَدِهٖ: (اپنے ہاتھ سے ایک چلّو) یعنی پیاس بجھانے اور ہونٹوں کی خشکی دُور کرنے کے لئے تھوڑا سا صرف چلو بھر پانی پی لینے کی اجازت ہوگی۔

طالوت یہود کے لشکر کو جالوت کے مقابلہ کے لئے لے کر چلے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے ایک آزمائش مقرر کی اور وہ یہ تھی کہ راستہ میں دریائے اردن کا پانی سیر ہو کر نہ پئیں۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ ہر حکم اور ہر پابندی میں انسان کے لئے کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور پوشیدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ محض ایک امتحان نہ تھا۔ بلکہ اس پابندی میں صحت و کردار کے اعتبار سے انہیں کا فائدہ تھا۔ جو اس وقت تو ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ لیکن بہت جلد انہیں معلوم ہو گیا۔

Marfat.com

ہار جیت قلت و کثرت پر موقوف نہیں

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
پھر جب پار ہوا وُہ اور جو ایمان لائے اس
مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ
کے ساتھ کہنے لگے طاقت نہیں ہمیں آج
بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ
جالوت اور اس کا لشکر کہنے لگے وہ لوگ جنہیں
يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ
خیال تھا کہ انہیں ملنا ہے اللہ بارہا سے
فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ
جماعت تھوڑی غالب ہوئی جماعت بڑی
بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾
حکم اللہ اور اللہ ساتھ صبر کرنے والے۔

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
پھر جب طالوت اور اس کے ایماندار ساتھی پار ہوئے تو وہ
مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ
کہنے لگے آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کی
بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ
طاقت نہیں جنہیں خیال تھا کہ ان کو اللہ سے ملنا
يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ
ہے کہنے لگے بارہا تھوڑی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی
فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ
جماعت پر غالب ہوئی ہے اور اللہ صبر
بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾
کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جَالُوْتَ: یہود کے مخالف فلسطینیوں کے لشکر کا سردار تھا۔ یہ شخص دیو قامت اور کڑیل جوان تھا۔ توریت مقدس میں اس کی قوت و توانائی اور شہ زوری کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔ قد دس فٹ بیان کیا جاتا ہے۔ وُہ سر سے پاؤں تک آہن پوش رہتا۔ ایک بھاری ڈھال اس کے ہاتھ میں رہتی۔

حضرت طالوت اپنے مومن ساتھیوں کو لے کر چلے۔ تو پہلے ہی انہیں خبردار کر دیا کہ راستہ کی نہر سے چلو بھر سے زیادہ پانی نہ پئیں۔ ورنہ ساتھ چھوٹ جائے گا۔ یہی ہُوا۔ چند ایک کے سوا سب نے جی بھر کر پانی پیا۔ اور چلنے کے قابل ہی نہ رہے۔

یہ قلیل جماعت دُشمن کے مقابلے پر پہنچی۔ تو اپنی قلتِ تعداد کو دیکھتے ہوئے اللہ کے یہ بندے کہنے لگے۔ آج اتنے بھاری لشکر سے ہم کیسے مقابلہ کریں گے۔ مگر کامل یقین اور پختہ ایمان ساتھی پکار اٹھے۔

"نہیں فتح ہماری ہوگی۔ تاریخ میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ قلیل جماعتیں بھاری لشکروں پر اللہ کے حکم سے کامیاب ہو گئی ہیں"۔

ہار جیت کا فیصلہ لشکروں کی تعداد سے نہیں بلکہ اللہ کی مدد اور دلوں کی طاقت سے ہوتا ہے۔ جو صبر و ثبات کا دامن نہ چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ساتھ دیا کرتا ہے۔

ثابت قدمی بہت بڑی طاقت ہے۔ میدانِ عمل میں ڈٹ جانے والوں کی مدد کے ساتھ اللہ تعالیٰ غیب سے امداد فرماتا ہے اور انہیں کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔

Marfat.com

صبر و استقامت

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ
اور جب سامنے ہوئے جالوت اور اس کی فوجیں
قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ
تو بولے اے ہمارے رب ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور
ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور اس کافر قوم پر ہماری مدد کر
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ
پھر مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے شکست دی
وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ
اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا اور اللہ نے اسے سلطنت و حکمت
الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا
دی اور جو چاہا سکھایا اور اگر اللہ دفع نہ کراتا ایک
يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ
کو دوسرے سے تو ملک خراب ہو
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ
جاتا لیکن اللہ جہان والوں
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾
پر بہت مہربان ہے۔

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ
اور جب سامنے ہوئے جالوت اور اس کی فوجیں
قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ
بولے ہمارے رب ڈالدے ہم میں صبر اور
ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
جمائے رکھ ہمارے پاؤں اور ہماری مدد کر اوپر قوم
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ
کافر۔ پھر شکست دی انہیں حکم سے اللہ
وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ
اور مار ڈالا داؤد جالوت اور دی اللہ
الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا
سلطنت اور حکمت اور انہیں سکھایا جو
يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ
چاہا اور اگر نہ دفع اللہ لوگ
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ
ان میں سے بعض بعض سے تو خراب ہو جاتا ملک
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾
اور لیکن اللہ والا فضل اوپر جہان والوں۔

دَاؤدؑ: (داؤدم داؤد بن یسی ۱۰۲۴ تا ۹۶۳ ق م) ایک پیغمبر گذرے ہیں۔ قرآن مجید میں آپ کا ذکر ۱۶ جگہوں پر آیا ہے۔ آپ حضرت طالوت کی فوج میں ایک نوجوان سپاہی کی حیثیت سے شامل تھے۔ اور اس وقت تک نہ ان کی نبوت کا اعلان ہوا تھا اور نہ وہ ابھی بادشاہ مقرر ہوئے تھے۔ جب حضرت طالوت کا لشکر جالوت کے مقابل آیا تو اس نے اپنی قوت اور توانائی کے زور میں اللہ کے بندوں کو للکارا۔ مومن کبھی اپنی کثرت تعداد یا دست و بازو کی طاقت پر بھروسہ نہیں کرتے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق مانگی اور ثابت قدم رہنے کے لئے دعا کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ ابتدائی زمانہ تھا۔ وہ طالوت کے لشکر میں شریک تھے۔ ان کے ہاتھوں جالوت قتل ہوا اور حق پرست لشکر کامیاب و کامران ہوا۔ اللہ کی سنت یہی ہے کہ ایک کے ہاتھوں دوسرے کو شکست دے کر دنیا سے خرابی اور فساد کو مٹاتا ہے۔

Marfat.com

گذشتہ نشانیاں

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ
یہ اللہ کی آیتیں ہیں ہم تجھے ٹھیک ٹھیک سناتے
بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾
ہیں اور بے شک تو ہمارے رسولوں میں سے ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ ۔ اللّٰهِ ۔ نَتْلُوْهَا ۔ عَلَيْكَ
آیتیں اللہ ہم سناتے ہیں تجھے
بِالْحَقِّ ۔ وَ ۔ اِنَّكَ ۔ لَمِنَ ۔ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾
ٹھیک ٹھیک اور بے شک تو ہے رسول۔

بِالْحَقِّ (ٹھیک ٹھیک) اس سے مراد یہ ہے کہ گذشتہ قصے اور نشانیاں کمی بیشی کے بغیر پیغمبر کو سنائی جاتی ہیں۔ اس لفظ کو لاکر یہ بھی واضح کر دیا کہ قرآن مجید دوسری کتابوں کی طرح قصوں کو مسخ نہیں کرتا۔

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (رسولوں میں سے) اس لفظ سے واضح ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت بھی دوسرے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہی کی ہے۔ پیغمبر نہ تو خدا ہے نہ کوئی دیوتا ہے۔ غرض قرآن مجید شرک سے بچنے کے لئے صحیح صحیح الفاظ استعمال کرتا ہے۔

اس جملہ سے یہ بھی واضح ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو علم و حکمت اور نبوت دی تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی ان نعمتوں سے سرفراز کیا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ یہ گذشتہ قصے جو ہم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سناتے ہیں۔ یہ بالکل حق ہیں۔ ان میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں۔ ان قصوں میں بے شمار نصیحت کی باتیں ہوتی ہیں۔ جو آنے والی قوموں اور نسلوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتی ہے۔ بنی اسرائیل کے ہزاروں لوگوں کو اپنے گھروں سے نکلنا، اچانک مرجانا، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہوجانا، جالوت کا ان پر حملہ کرنا۔ ان کا سپہ سالار کے لئے درخواست کرنا۔ حضرت طالوت علیہ السلام کا بادشاہ بننا، انہیں علم اور جسم میں بڑائی دینا۔ تابوت سکینہ کا واپس آجانا۔ طالوت کا جالوت کے مقابلے میں نکلنا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا جالوت کو قتل کرنا اور انہیں سلطنت و حکمت کا عطا ہونا۔ ان سب باتوں کی اطلاع اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو دیتا ہے اور ان میں ہمارے لئے نصیحت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو یہ بھی بتایا کہ تو ہمارے رسولوں میں سے ایک رسول ہے اور اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ہم گذشتہ زمانوں کے قصے اور نشانیاں تجھ پر کھولتے ہیں اور یہ باتیں صرف پیغمبروں کو ہی بتائی جاتی ہیں۔ حالانکہ یہ تمام باتیں نہ تو آپؐ نے کسی کتاب میں پڑھی ہیں نہ کسی آدمی سے سنی ہیں۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی وحی سے تجھے پہنچتی ہیں۔

قرآن مجید میں سابقہ اقوام اور انبیائے کرام کے بے شمار واقعات کا ذکر موجود ہے۔ ہر سورۃ میں جا بجا ان کے حالات کا ذکر اور اشارات موجود ہیں۔

ان بیانات سے کہیں بھی تاریخ نویسی اور سیرت نگاری مقصود نہیں بلکہ اصل مدعا نصیحت و عبرت ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ گذشتہ امتوں کے حالات کے آئینہ میں ماضی کے ذریعہ اپنے حال کو درست کریں اور مستقبل کی فکر کریں۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو یہ ہماری حد درجہ غفلت اور نادانی ہوگی۔

Marfat.com

دُوسرے پارہ کے اسباق کا خلاصہ

پہلے پارے کی ابتداء سورۂ فاتحہ سے ہُوئی۔ اس میں پورے کلام اللہ کا خلاصہ تھا۔ اس کے بعد سورۃ البقرہ کی ابتداء میں کلام مجید کی حیثیت اور مومن۔ کافر منافق جماعتوں کا ذکر تھا۔ اس کے بعد خلافتِ آدمؑ۔ بنی اسرائیل کی تاریخ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے خاندان کا بیان ہُوا اور ساتھ ساتھ بہت سے مسائل کا ذکر ہُوا۔ اس کی تفصیل سبق نمبر ۱۶۶ میں گذر چکی ہے۔

دوسرے پارہ کی ابتداء میں ملّت اسلامیہ کے مقصدِ حیات اور فرائضِ ملی کا ذکر ہُوا کہ یہ ملت دنیا کی نگران بنائی گئی ہے اس کے فوراً بعد تحویل قبلہ کا ذکر ہُوا۔ نیز یہ کہ قبلہ کا مقصد پوری ملت کو ایک مرکز پر جمع کرنا ہے۔

تیسرے رکوع میں شہادت اور شہیدوں کا درجہ بتلایا اور اس کے فوراً بعد توبہ کا طریقہ اور شرائط بتلائیں۔ چوتھے اور پانچویں رکوع میں حلال و حرام غذاؤں اور باپ دادا کی رسموں کی طرف توجہ دلائی۔

چھٹے رکوع کی پہلی آیت میں "نیکی" کا ایک جامع تصوّر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد قصاص۔ وصیت۔ روزہ رمضان۔ دعا اور اعتکاف کے مسائل کا ذکر نہایت خوب صورتی سے موجود ہے۔

آٹھویں۔ نویں اور دسویں رکوع میں قتال فی سبیل اللہ اور حج کے مسائل بیان ہُوئے ہیں اور درمیان میں کئی دُوسرے مسائل بھی آگئے ہیں۔

اس کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہُوا۔ شراب کی حرمت۔ اہل شرک سے نکاح کی ممانعت کا حکم ہُوا۔ اہل کتاب کا بھی ذکر آیا۔

بعد ازاں مسلسل چار رکوع یعنی بارہ سے پندرہ تک ازدواجی زندگی کے مسائل سے متعلق ہیں۔ مثلاً حیض و نفاس طلاق عدت۔ مہر۔ رضاعت اور دوسرے متعلقہ مسائل۔

دوسرے پارہ کے آخری دو رکوع یعنی نمبر سولہ اور سترہ میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ مذکور ہے۔ یعنی جالوت کے مقابلہ میں حضرت طالوت کی لشکر کشی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سرفروشی۔ حق پرستوں کی شاندار کامیابی۔ اور باطل کی رسوا کن شکست۔

Marfat.com

رسُولوں کے درجات

الجزء الثالث وقف لازم

تِلْكَ ۔ الرُّسُلُ ۔ فَضَّلْنَا ۔ بَعْضَهُمْ ۔ عَلٰى
یہ رسول ہم نے فضیلت دی ان میں بعض پر
بَعْضٍ ۔ مِنْهُمْ ۔ مَّنْ ۔ كَلَّمَ ۔ اللّٰهُ ۔ وَ ۔ رَفَعَ
بعض سے ان کوئی کلام فرمایا اللہ اور بلند کئے
بَعْضَهُمْ ۔ دَرَجٰتٍ ؕ
ان میں بعض درجے ۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى
یہ رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر
بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ
فضیلت دی ان میں سے کوئی وہ ہے جس سے اللہ نے کلام
بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ
فرمایا اور بعض کے درجے بلند کئے ۔

اَلرُّسُلُ :۔ واحد رسُل ہے ۔ جس کے لئے پیغمبر اور نبی کے لفظ بھی استعمال ہوتے ہیں ۔ مصدر "رسالت" ہے ۔ یعنی پیغام پہنچانا رسول اس مقدس گروہ کو کہا جاتا ہے ۔ جس نے اللہ کے پیغام اس کے بندوں تک کمی بیشی کے بغیر پہنچائے ۔

فَضَّلْنَا ، (ہم نے فضیلت دی) "فضل" اس کا مادہ ہے جس کے معنیٰ بزرگی کے ہیں ۔ تمام بزرگیاں اور بڑائیاں اللہ کے ہاتھ میں ہیں ۔ وہ جسے چاہے اپنے فضل و کرم سے نوازے ۔ کوئی شخص اپنے طور پر حاصل نہیں کر سکتا ۔ دولت ، وجاہت ، علم ، زورِ بازو یا خاندان غرض کوئی ایسی شے نہیں جس کے ذریعہ لازمی طور پر کسی کو بزرگی اور فضیلت حاصل ہو جائے ۔ سوائے اس کے کہ اس کا فضل شاملِ حال ہو

مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ : (جس سے اللہ نے کلام فرمایا) یعنی وہ رسُول جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ۔ اور براہِ راست اس تک اپنا پیغام پہنچایا ۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہُوا ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے ۔ کہ رسولوں میں بعض کے درجے بعض سے بلند ہیں ۔ مثلاً بعض سے اس نے براہ راست کلام فرمایا ۔ بعض سے فرشتے کے ذریعے اور کچھ ایسے پیغمبر بھی ہُوئے جو صرف پہلی شریعت کو زندہ کرنے کے لئے آئے ۔ کوئی نئی کتاب لے کر نہیں آئے ۔

قرآن مجید میں ایک دُوسرے مقام پر آیا ہے ۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے) اس سے مدعا یہ ہے کہ جہاں تک رسالت کا تعلق ہے ۔ ہم کسی کو چھوٹا بڑا نہیں کہتے ۔ لہٰذا ان دونوں آیتوں میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں ہے ۔ بلکہ دونوں اپنے اپنے محل پر درست ہیں ۔ بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ جب سے دنیا کا وجود ہُوا ہے ۔ اس وقت سے آج تک ہر زمانہ میں اور ہر امت میں نبی مبعوث ہوئے وُہ سب ایک ہی خدا کا پیغام لائے ۔ ہر ایک کا پیغام اپنے اپنے زمانے میں واجب الاطاعت تھا ۔ ہم ان سب کی سچائی پر ایمان رکھتے ہیں ۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

وَاٰتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ
اور ہم نے دیئے عیسیٰ بیٹے مریم کھلے معجزے

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ
اور ہم نے اسے قوت دی روح قدس اور اگر چاہتا

اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
اللہ نہ لڑتے لوگ جو بعد ان کے

مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ
سے بعد جو پاس پہنچے صاف حکم اور

لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ
لیکن (ان میں) اختلاف پڑگیا پھر ان میں کوئی جو ایمان لایا اور

مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا
ان میں کوئی جو کافر ہُوا اور اگر چاہتا اللہ نہ ع

اقْتَتَلُوْا ۠ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (۲۵۳)
وہ لڑتے اور لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہے۔

وَاٰتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ
اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلے معجزے دیئے اور

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ
اس کو روح القدس یعنی جبریل سے قوت دی اور

اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
اگر اللہ چاہتا تو جو لوگ ان پیغمبروں کے بعد ہُوئے

مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ
آپس میں نہ لڑتے اس کے بعد کہ ان کے پاس صاف حکم پہنچے

لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ
لیکن ان میں اختلاف پڑگیا اور پھر کوئی ان میں ایمان لایا اور

مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا
کوئی کافر ہُوا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ باہم نہ لڑتے ۲۲ ع ۵ ۱

اقْتَتَلُوْا ۠ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (۲۵۳)
لیکن اللہ جو چاہے کرتا ہے۔

ابْنَ مَرْيَمَ: (مریم کا بیٹا) اس لفظ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ جنہیں عیسائی خدا یا خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں حقیقت میں مریم کے بیٹے ہیں۔ خدا یا خدا کے بیٹے نہیں۔ وہ شکل و صورت میں ایسے ہی انسان ہیں جیسا کہ دوسرے اور ضروریاتِ انسانی میں بھی دوسرے انسانوں جیسے ہیں۔

اَلْبَيِّنٰتُ: (کھلے معجزے) ان سے مراد وہ تمام کھلی ہوئی نشانیاں اور معجزے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کو دیئے گئے تھے۔ جنہیں دیکھ کر ہر عقلمند اور انصاف پسند آدمی حضرت عیسیٰؑ کو نبی مان لینے پر مجبور ہُوا۔

رُوحُ الْقُدُسِ: (روح القدس) قرآن مجید کی اصطلاح میں اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ وہ اگرچہ بہت مقرب فرشتہ ہیں۔ تاہم ایک مخلوق ہیں اور عیسائی جو انہیں تین خداؤں میں سے ایک خدا سمجھتے ہیں غلطی پر ہیں۔ فرشتہ بھلا خدا کیسے ہو سکتا ہے۔

اَيَّدْنٰهُ: (اور اس کو ہم نے قوت دی) اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام بڑے کمال اور فضل کے مالک تھے۔ پھر بھی آپ انسان ہی تھے اور انسانوں کی طرح وہ بھی نقصان سے بچاؤ اور نفع حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے۔

آخر میں یہ بتا دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ جنہوں نے ان تمام پیغمبروں کی اور سب کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن نشانیاں دیکھ لیں آپس میں نہ لڑتے۔ یہ لوگ یہودی عیسائی اور مشرکین ہیں ان میں سے بعض تو ایمان لائے اور جزا کے مستحق ہوئے اور بعض نے کفر و انکار کیا اور سزا کے مستحق ہوئے۔

Marfat.com

اللہ کی راہ میں خرچ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ
اے لوگو ! ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ
سے پہلے کہ آئے دن نہ خرید و فروخت اس میں اور
لَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ
نہ آشنائی اور نہ سفارش اور جو کافر وہی
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾
ظالم ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ
اے ایمان والو اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا
دیا اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس دن نہ خرید و فروخت ہے
خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ
نہ آشنائی اور نہ سفارش اور جو کافر ہیں وہی
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾
ظالم ہیں۔

رَزَقْنٰكُمْ: (ہم نے تمہیں عطا کیا) یہاں جمع متکلم کا صیغہ لاکر اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ مال و دولت اور رزق و خوشحالی جو کچھ بھی لوگوں کے پاس ہے۔ وہ سب ہمارا ہی دیا ہُوا ہے اور اصل میں ہمیں ہی حق حاصل ہے کہ جن کاموں میں چاہیں۔ مال و دولت صَرف کرنے کا حکم دیں۔

يَوْمٌ: (دن) یہاں دِن سے مراد روزِ قیامت ہے مطلب یہ ہے کہ نیک کاموں میں مال خرچ کرنے اور نیکیاں جمع کرنے کا موقع اس دنیا میں ہے۔ اس کے بعد جب روزِ قیامت آپہنچے گا تو پھر کسی عمل کا موقع نہیں مِل سکے گا۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے عبادات اور معاملات کے متعلق بہت سے احکام بیان فرمائے ہیں۔ ان تمام نیک کاموں میں سب سے زیادہ دشوار کام جان اور مال کی قربانی ہے۔ اس لئے بار بار ان کا حکم آتا ہے۔ ان کی محبت ہی انسان کو گناہ کی طرف لے جاتی ہے

حضرت طالوت اور آپ کے دشمن جالوت کا قصّہ بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے جہاد کی اہمیت جتا دی اور لوگوں کو حکم دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کریں۔ سامانِ جنگ خریدنے کے لئے مال و زر کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاد کے حکم کے ساتھ ہی مال خرچ کرنے کی بھی تاکید فرمائی۔ اور یہ بات واضح کر دی کہ اے ایمان والو! تمہیں دینے والے ہم ہیں۔ تمہیں اس چیز کا خوف نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ نیک کاموں پر مال خرچ کرنے سے تم غریب ہو جاؤ گے۔ یا آئندہ کیلئے تم بچا نہیں سکو گے بلکہ اس چیز پر نظر رکھو کہ تمہارا اپنا کچھ نہیں یہ صرف ہماری دین ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم مال و زر کی محبت میں پڑ کر اسے جمع کرتے رہو اور مہلت کا وقت ختم ہو جائے۔ کیونکہ اس وقت نہ تو کہیں سے اس مال کے بدلے میں نیکی خریدی جا سکے گی۔ اور نہ بدی کی سزا سے نجات مِل سکے گی۔ نہ وہاں سفارش چلے گی۔ نہ کسی کی دوستی اور آشنائی کام آئے گی۔ دنیا میں انسان کچھ لے دے کر یا دوستی آشنائی سے یا سفارش سے کام نکال لیتا ہے۔ لیکن قیامت کے دن صرف عمل کام آئیں گے۔

Marfat.com

آیت الکرسی

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا

اللہ نہیں معبود مگر وہ زندہ تھامنے والا نہیں

تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی

اسے پکڑ سکتی اونگھ اور نہ نیند اس کا جو کچھ میں

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ

آسمان اور جو کچھ میں زمین کون ہے

ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ

جو سفارش کرے اس کے پاس بغیر اجازت کے

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ

جانتا ہے جو کچھ روبرو اور جو کچھ ان کے پیچھے

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا

اور نہیں احاطہ کرتے کسی چیز کا سے اس کی معلومات مگر

بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ

جتنا وہ چاہے گنجائش ہے اس کی کرسی آسمان

وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ

اور زمین اور نہیں گراں اسے ان کا تھامنا اور وہی

الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾

برتر عظمت والا۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا

تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی

اس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ

آسمانوں اور زمین میں ہے۔ کون ہے جو

ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ

اس کے پاس سفارش کرے اس کی اجازت کے بغیر

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ

جانتا ہے جو کچھ ان کے روبرو اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا

اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے

بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ

مگر جتنا کہ وہی چاہے اس کی کرسی میں تمام آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ

کو گنجائش ہے اور ان کا تھامنا اس کو گراں نہیں اور وہی سب

الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾

سے برتر عظمت والا ہے۔

اَلْحَیُّ: (زندہ) مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہے۔ زندگی کی صفت اس کی ذاتی صفت ہے نہ کبھی پہلے اس پر موت طاری ہوئی اور نہ آئندہ کبھی ہوگی۔

اَلْقَیُّوْمُ: (تھامنے والا) یعنی ایسی ہستی جو نہ صرف اپنی ذات سے قائم ہے بلکہ دوسروں کے قیام اور بقا کا سبب بھی ہے اور سب کو سنبھالے ہوئے ہے۔

كُرْسِیُّ: (کرسی) اس سے یہ مراد نہ لینا چاہیئے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کوئی جسم رکھتا ہے اور وہ کرسی نشین ہے۔ کرسی کے معنی علم کے لئے گئے ہیں اور قدرت اور طاقت کے بھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت ساری کائنات پر غالب ہے۔

یَشْفَعُ عِنْدَهٗ: (اس کے پاس سفارش کرے) شفاعت کے معنی سفارش کے ہیں۔ اور شافع سفارش کرنے والے کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں کئی بار اس حقیقت کو دہرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کسی کو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کی اجازت نہ ہوگی اور جو سفارش کرے گا بھی۔ وہ حق و صداقت کے خلاف نہ کرے گا۔ اس ایک جملہ نے سابقہ امتوں کے غلط عقیدے کی تردید کر دی ہے۔

Marfat.com

سیدھی بات

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

تو کہہ کون رزق دیتا ہے تمہیں آسمانوں سے اور زمین سے

قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى

کہہ دے اللہ اور تحقیق ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں

اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (٢٤) قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ

یا گمراہی میں ہیں کھلی کہہ دے نہ پوچھے جاؤ گے تم

عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (٢٥)

اس کی بابت جو ہم نے گناہ کیا اور نہ پوچھے جائینگے ہم اس کی بابت جو تم کرتے ہو

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

تو کہہ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون دیتا ہے

قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى

بتا دے کہ اللہ اور یا ہم اور یا تم بے شک ہدایت پر ہیں

اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (٢٤) قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ

یا صریح گمراہی میں پڑے ہیں تو کہہ تم سے پوچھ نہ ہوگی جو ہم

عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (٢٥)

نے گناہ کیا اور ہم سے اس کی پوچھ نہ ہوگی جو تم کرتے ہو

مکّہ والوں کا اس وقت وہی حال تھا جو آج کل دُنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کا حال ہے۔ اللہ کا نام لیتے تھے۔ اس کی قدرت کو مانتے تھے اور اس کے اختیار کے قائل تھے لیکن اس کے ساتھ ہی دوسروں کو بھی مانتے تھے۔ بتوں کے آگے نذر و نیاز پیش کرتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ یہ اللہ کی درگاہ میں ہماری سفارش کر کے ہمارا کام کرا دیں گے۔ اس آیت میں مکّہ والوں کو اور ان جیسا خیال رکھنے والوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ عقل سے کام لو اور سوچو کہ تمہارے کھانے پینے اور آرام کی چیزیں تمہیں کون دے رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا بھم پہنچانا سوا اللہ کے کسی کا بس نہیں۔

ارشاد ہے کہ ان سے پوچھ کہ تو دیکھ کہ تمہارا رزق تمہیں کون دیتا ہے ظاہر بات ہے کہ اس سوال سے سٹ پٹا جائیں گے۔ کیونکہ جب بت نہ تھے (بتوں کی پوجا عرب میں بعد کی ایجاد تھی) تب بھی انہیں فراخی کے ساتھ اسی طرح رزق ملتا تھا۔ اس لیے ان کو یاد دلا دے۔ کہ یہ سب کچھ اللہ دیتا ہے اور یہ تم بھی مانتے ہو۔ فرق یہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ بتوں کو شریک نہیں کرتے اور تم اسے جیسے تمہارا جی چاہے اللہ کا شریک ٹھہرا لیتے ہو۔ ظاہر ہے کہ دونوں فریق سچے نہیں ہو سکتے۔ اب یا تو تم سیدھے راستہ پر ہو یا ہم یا تم گمراہ ہو یا ہم اور گمراہی بھی ایسی کہ جو صاف نظر آ رہی ہے۔

سنو! اپنی عاقبت کی فکر کرو۔ تم سے ہماری غلط کاریوں کی بابت سوال نہیں ہوگا اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کی بابت پوچھا جائے گا۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے اعمال کا ذمہ دار خود ہوگا۔

Marfat.com

آیت الکرسی کی تشریح

آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت۔ قدرت اور عظمت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہیگا اسے کبھی فنا نہیں صرف وہی ہے جو عبادت کے لائق ہے وُہ ایسی صفتوں کا مالک ہے۔ کہ اس کے علاوہ کسی کی تعریف مناسب نہیں۔ وہ کل مخلوقات کا پیدا کرنیوالا سب کا پالنے والا تمام کی ضرورتوں کو پورا کرنیوالا ہے اور ان تمام کاموں کے کرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں اسے کسی مددگار کی ضرورت نہیں۔ وہ اکیلا ہی یہ سارے کام انجام دیتا ہے! وردہ ان پر پوری طرح حاوی ہے وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہیگا۔ اس کی ذات سے ہی سب زندہ ہیں۔ وُہ ہمیشہ سے قائم ہے اور دوسروں کے قائم رہنے کا سبب ہے۔ اسے کبھی تکان نہیں ہوتی۔ ساری کائنات کے اس قدر وسیع انتظام کے باوجود بھی اسے نہ آرام کی ضرورت پڑتی ہے نہ اسے کبھی اونگھ آتی ہے اور نہ نیند وہ ہمہ وقت بیدار اور ہوشیار رہے۔

اس کا حلقۂ اختیار تنگ یا محدود نہیں بلکہ ساری کائنات، زمین و آسمان پر محیط ہے۔ سب کچھ اسی کے لئے ہے اور اسے ہر چیز پر اختیار اور غلبہ حاصل ہے۔ یہ تمام چیزیں اس کے حکم سے بندھی ہوئی ہیں اور جس طرح چاہے کام لیتا ہے۔

اس قدر علم و قدرت اور عظمت کا مالک ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے پاس کسی شخص کو سفارش کی جرأت نہیں ہو سکتی ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ درویش ہو یا دنیا دار امیر ہو یا غریب۔ بڑا ہو یا چھوٹا اپنے کئے کا پھل خود حاصل کرے گا۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں بانٹ سکے گا البتہ اللہ تعالیٰ کسی کو اجازت دے تو وہ اس کے دربار میں کچھ عرض کر سکتا ہے۔ وہ ہر شخص کے دِل کی باتیں جانتا ہے وہ ہر کسی کے ارادوں اور نیتوں سے واقف ہے۔ وُہ ہر مخلوق کی نیکی اور بدی کا حساب رکھتا ہے اور یہ اس کے لئے بالکل آسان ہے۔

کسی کو اتنی طاقت نہیں کہ وہ اس کے علم کا کچھ حصّہ اس کی اجازت کے بغیر پا سکے۔ بلکہ جس قدر علم کسی کو حاصل ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کا نتیجہ ہے۔ اسکی کرسی علم اور کرسی حکومت کل کائنات کا احاطہ کئے ہُوئے ہے۔ بڑی، چھوٹی، اچھی بُری ظاہر پوشیدہ ہر چیز اس پر روشن ہے۔ وہ اتنے وسیع سلسلہ کی نگرانی کرنیسے تھک نہیں جاتا اسکے لئے یہ سب انتظام آسان ہے وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ تمام صفتوں اور خوبیوں کا مالک ہے اس کے مرتبہ کی کوئی انتہا نہیں مختصر یہ کہ آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی مندرجہ ذیل صفات بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ وہ الحی (زندہ) ہے۔

۲۔ القیوم (خود قائم رہنے والا اور دوسروں کو قائم رکھنے اور کائنات کے نظام کو تھامنے والا ہے)

۳۔ اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ ۴۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور اسی کے لئے ہے۔

۵۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے سامنے کسی کی سفارش نہیں کر سکتا۔

۶۔ وہ ہر کسی کے تمام حالات سے باخبر ہے۔ ۷۔ کوئی اس کے علم اور اقتدار میں سے کچھ چھین نہیں سکتا۔

۸۔ زمین و آسمان اور ساری کائنات کی حفاظت اسکے لئے آسان ہے ۹۔ بلندی اور عظمت اسی کے لئے ہے۔

Marfat.com

دین میں جبر نہیں

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ

نہیں جبر میں دین بے شک جدا ہو چکی ہدایت سے گمراہی

دین میں کوئی جبر نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے جدا ہو چکی ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ: (کوئی جبر نہیں) "کرہٌ" سے یہ لفظ بنا ہے۔ کراہیت بھی اسی سے ہے۔ ایسا کام جو اپنی مرضی سے نہ کیا جائے بلکہ اس میں زبردستی اور جبر کو دخل ہو۔ اسے بجبر و اکراہ کہا جاتا ہے۔

اَلدِّيْنِ: (مذہب) لفظ دین دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) جزا و سزا یعنی بدلہ (۲) طریقِ فکر و عمل یعنی طریقِ زندگی) یہاں انہیں دوسرے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

اَلرُّشْدُ: (ہدایت) راشد اس کا اسم فاعل ہے جس کے معنیٰ ہدایت یافتہ کے ہیں۔ یہاں لفظ رشد سے ہدایت کے عام معنوں کے علاوہ خود اسلام کے معنی بھی مراد لئے جا سکتے ہیں۔

اَلْغَيِّ: (گمراہی) غ۔ و۔ ی اس کا مادہ ہے جس کے معنیٰ بہکانے اور گمراہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ یہاں "الغی" سے کفر و شرک کی گمراہی مُراد ہے۔ اغواء (بہکانا) اسی سے بنا ہے۔

اس آیت سے اسلام کی مذہبی آزادی واضح ہوتی ہے۔ اسلام ہر شخص کو مذہب کے بارے میں اختیار عطا کرتا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے لئے کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ اپنے ماننے والوں پر تبلیغ کو فرض قرار دیتا ہے۔ لیکن اس امر کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ وہ کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کریں اور اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں۔

اسلام کی مکمل تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ مسلمانوں نے کبھی اپنے ہمسایوں بلکہ محکوم رعایا کو بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہندو پاکستان میں مسجدوں کے ساتھ مندر نہ ہوتے۔ مسلمانوں کے دارالخلافوں میں شاہی قلعوں کے زیرِ سایہ مندر، گوردوارے اور غیر مسلموں کے عبادت خانے نہ ہوتے۔

ایک بات خوب سمجھ لینی چاہیئے کہ اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ ایک شخص اسلام قبول کرنے کے بعد آزاد ہے کہ اسلام کی جس بات کو چاہے، مانے اور جس کو چاہے نہ مانے۔

جب ایک بار مذہب اسلام قبول کر لیا۔ تو اس کے تمام حکموں کو ماننا ہوگا۔ اب آزادی اور اختیار کا سوال نہیں رہتا۔ آزادی صرف مذہب کے قبول اور رد کرنے میں ہے عمل میں نہیں۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہو جائے تو مذہب کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی۔

Marfat.com

ہدایت اور گمراہی

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ
جو کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والے اور یقین لائے
بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى
اللہ پر تو اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط
لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾
نہیں ٹوٹنے والا اور اللہ سنتا ہے جانتا ہے
اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ
اللہ مددگار لوگ ایمان والے انہیں نکالتا ہے سے
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اندھیرے طرف روشنی اور جو لوگ کافر ہوئے
اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ
ان کے رفیق شیطان انہیں نکالتے ہیں سے
النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ
روشنی طرف اندھیرے یہی لوگ دوزخ میں رہنے
النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥٧﴾
والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ
جو گمراہ کرنے والوں کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو
بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى
تو اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا
لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾
نہیں اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔
اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ
اللہ ایمانداروں کا مددگار ہے انہیں اندھیروں سے روشنی
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
کی طرف نکالتا ہے اور جو لوگ کافر ہوئے
اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ
ان کے رفیق شیطان ہیں انہیں نکالتے ہیں روشنی
النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ
سے اندھیروں کی طرف یہی لوگ دوزخ میں رہنے
النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥٧﴾
والے ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

اَلطَّاغُوْتُ: (سرکش گمراہ کرنے والا) طغی اس کا مادہ ہے۔ طاغی اور طغیان بھی اس سے نکلے ہیں۔ "الطاغوت" سے مراد وہ ہستی ہے جو بااختیار ہو۔ خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا سبب ہو۔

وَلِيٌّ: (مددگار۔ دوست) اس کی جمع اولیاء ہے۔ یہ لفظ رفیق۔ سرپرست۔ کارساز اور دوست کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

اَلظُّلُمٰتِ: (اندھیرے) اس کا واحد ظلمت ہے۔ روشنی اور نور ایک ہی ہو سکتا ہے لیکن تاریکیاں کئی قسم کی ہو سکتی ہیں۔ یہاں کفر شرک بے ایمانی اور گمراہی کی تاریکیاں مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے واضح لفظوں میں فرما دیا کہ جو کوئی ہدایت اختیار کرے گا۔ وہ گویا نور میں پہنچ جائے گا۔ اللہ اس کا رفیق و کارساز ہوگا۔ جو کوئی کفر و سرکشی اختیار کرے گا۔ گویا وہ اندھیروں اور تاریکیوں میں گرفتار ہو جائے گا۔ سرکش اور گمراہ اس کے ساتھی ہوں گے اور جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا۔

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ اور نمرود

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵۸﴾

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵۸﴾

کیا نہ دیکھا تو نے طرف وہ شخص جس نے جھگڑا کیا ابراہیم میں اس کا رب کہ اسے دی اللہ سلطنت جب کہا ابراہیم میرا رب جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ بولا میں جلاتا ہوں اور مارتا ہوں کہا ابراہیم بے شک اللہ لاتا ہے سورج سے مشرق تو لے آ اسے سے مغرب تب وہ حیران ہوگیا جو کافر اور اللہ نہیں راہ دکھاتا بے انصاف۔

کیا تو نے اس شخص کو نہ دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کی بابت جھگڑا کیا اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے سلطنت دی تھی جب ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ وہ بولا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا بے شک اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے اب تو اسے مغرب کی طرف سے لے آ تب وہ کافر حیران رہ گیا اور اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

وقف لازم

اَلَّذِیْ حَآجَّ: (جس نے جھگڑا کیا) حضرت ابراہیمؑ سے بحث کرنیوالا شخص آپ کے زمانہ کا بادشاہ تھا۔ مفسروں نے نمرود کا نام لیا ہے۔

اس سے پہلی آیت میں ایمانداروں اور کافروں کا ذکر تھا اور نور کی روشنی اور کفر کی تاریکی کا بیان تھا۔ اب اس آیت کی تائید میں چند مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی مثال میں نمرود بادشاہ کا ذکر ہے۔ وہ سلطنت کے غرور سے اپنے آپ کو سجدہ کرواتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے سامنے آئے تو سجدہ نہ کیا۔ نمرود نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ اس نے کہا کہ رب تو میں ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا۔ رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اس دلیل کے جواب میں نمرود نے دو قیدی منگائے۔ ان میں سے جو بے قصور تھا۔ اسے مار ڈالا اور قصوروار کو چھوڑ دیا۔ اور کہا آپ نے دیکھا جس کو چاہوں مارتا ہوں اور جسے چاہوں موت سے بچاتا ہوں۔

اگرچہ نمرود حضرت ابراہیمؑ کے چیلنج کا صحیح جواب نہ دے سکا تھا۔ آپ نے سوچا کہ نمرود میری دلیل کو نہیں سمجھا اس لئے آپ نے سورج کی دلیل پیش کی اور فرمایا میرا رب سورج کو مشرق سے چڑھاتا ہے تو مغرب سے چڑھا کر دکھا۔ اس پر وہ مغرور احمق لاجواب ہوگیا اور اس سے کچھ بن نہ پڑا لیکن اس کے باوجود نمرود ایمان نہ لایا۔ واقعی بے انصافوں کو ہدایت کی راہ نہیں ملتی۔

Marfat.com

اُجڑی بستی کی مثال

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ
یا وہ شخص گذرا اوپر شہر اور وہ گرپڑا تھا
عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ
اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا۔ بولا اللہ اسے کیونکر زندہ کریگا اس کے مرنے
بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ
کے بعد پھر اللہ نے اسے سو برس تک مردہ رکھا پھر اسے
ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ
اٹھایا پوچھا تو یہاں کتنی دیر تک رہا۔ بولا ایک دن یا
یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ
ایک دن سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ تو سو برس
عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ
رہا اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا سڑ نہیں گیا
یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً
اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھے نمونہ بنانا چاہا لوگوں کے لئے
لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا
اور ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم انہیں کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر
ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ
ان پر گوشت پہناتے ہیں۔ پھر جب اس پر یہ حال ظاہر ہوا تو یہ کہہ
اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾
اٹھے کہ مجھے معلوم ہے کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اَلَّذِیْ مَرَّ: (جو شخص گذرا) اس شخص کے بارے میں مختلف قول ہیں بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے آپ اسرائیلی سلسلہ کے ایک مشہور پیغمبر گذرے ہیں۔ ان کا زمانہ پانچویں صدی قبل مسیح تھا۔ ۵۸۶ ق م میں ڈیڑھ ہزار یہودیوں کو ان کی قید اور جلاوطنی سے چھڑا کر فلسطین لائے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس شخص سے مُراد حضرت یرمیاہ نبی ہیں یہ بھی اسرائیلی سلسلہ کے پیغمبر تھے اور ساتویں صدی قبل مسیح میں تھے

Marfat.com

سابقہ مثال کی وضاحت

سورۂ بقرہ کی اس آیت میں جس اجڑی ہوئی بستی کا ذکر ہے۔ اس کے بارہ میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں۔ البتہ اکثر علماء کا خیال ہے کہ اس میں بیت المقدس کی طرف اشارہ ہے۔ جسے بخت نصر (شاہ بابل) نے بری طرح برباد کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت کی نشانی دکھانے کے لئے یہ مثال بیان کی گئی ہے۔ بخت نصر نے بیت المقدس پر چڑھائی کر کے اس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل کے بہت سے لوگوں کو قید کر کے لے گیا۔

حضرت عزیرؑ قید سے چھوٹ کر آئے تو راستہ میں آپ نے ویران شہر دیکھا جس کی عمارتیں تہ و بالا ہو چکی تھیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے اپنے دِل میں کہا کہ یہاں کے رہنے والے سب مر چکے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو کیونکر زندہ کریگا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی وقت حضرت عزیرؑ پر موت طاری ہو گئی اور سواری کا گدھا بھی مر گیا۔ آپ سو برس تک اسی حال میں رہے اور کسی نے نہ ان کو وہاں آ کر دیکھا اور نہ اس علاقے کی خبر باہر پھیلی اس اثناء میں بخت نصر بھی مر گیا اور کسی دوسرے بادشاہ نے بیت المقدس کو آباد کیا۔ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عزیرؑ زندہ ہوئے۔ ان کا کھانا اسی طرح پاس ہی رکھا تھا۔ ان کا گدھا جو مر چکا تھا اور جس کی ہڈیاں گل سڑ چکی تھیں آپ کے سامنے زندہ ہو گیا۔ اس سو سال کے عرصہ میں بنی اسرائیل قید سے رہا ہو کر شہر میں آباد بھی ہو چکے تھے۔

حضرت عزیر علیہ السلام جب فوت ہوئے تھے۔ اس وقت کچھ دن چڑھا ہوا تھا۔ اور جب زندہ ہوئے تو ابھی شام نہ ہوئی تھی اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ یہاں کتنی دیر ٹھہرے تو سوچ کر کہنے لگے کہ یا تو ایک دن ہوا ہے یا اس سے بھی کم۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے سامنے گدھے کی تمام ہڈیاں صحیح ترکیب کے ساتھ اس کے بدن میں جمع ہو گئیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھ گیا اور کھال بھی درست ہو گئی۔ پھر خدا کے حکم سے اس میں جان آ گئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

حضرت عزیرؑ نے اس تمام کیفیت کو دیکھنے کے بعد کہا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگرچہ میں پہلے بھی جانتا تھا کہ مُردے کو زندہ کرنا خدا تعالیٰ کے لئے بالکل آسان ہے۔ اب اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت عزیرؑ کے یقین میں پہلے کچھ کمی تھی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ انہیں پہلے مشاہدہ نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت عزیرؑ یہاں سے بیت المقدس پہنچے تو انہیں کسی نے نہ پہچانا کیونکہ خود تو یہ جوان رہے اور ان کے سامنے کے بچے بوڑھے ہو گئے۔

جب انہوں نے زبانی توریت سنائی۔ تو لوگوں کو ان کا یقین ہو گیا۔ اس قصّے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مُردوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے بلکہ یہ کام اس کے لئے بہت ہی آسان ہے۔ قیامت کا آنا یقینی ہے جبکہ تمام مردے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دم کے دم میں پھر زندہ ہو جائیں گے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہمیں شہر کے نام سے کوئی غرض نہیں جس امر پر کلام اللہ نے بحث ضروری نہیں سمجھی ہمیں بھی اس پر جگر خراشی کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ قرآن مجید کا مقصد تاریخی واقعات کو بطور تاریخ بیان کرنا ہے۔ نہ ہم اللہ کی کتاب کو تاریخ کے طور پر پڑھتے ہیں۔ اصل مقصد پند و موعظت ہے۔ اسے ہر دم پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

Marfat.com

مُردوں کو زندہ کرنا

وَ۔ اِذْ۔ قَالَ۔ اِبْرَاهِيمُ۔ رَبِّ۔ اَرِنِيْ۔ كَيْفَ

اور جب کہا ابراہیم پروردگار مجھے دکھلا کیونکر

تُحْيِ۔ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ۔ اَوَ۔ لَمْ۔ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ

زندہ کریگا مردے فرمایا کیا نہیں تجھے یقین کہا

بَلٰى۔ وَ۔ لٰكِنْ۔ لِّيَطْمَئِنَّ۔ قَلْبِيْ ؕ قَالَ۔ فَخُذْ۔

کیوں نہیں لیکن تاکہ تسکین ہو جائے میرے دِل کی کہا تو پکڑ

اَرْبَعَةً۔ مِّنَ۔ الطَّيْرِ۔ فَصُرْهُنَّ۔ اِلَيْكَ

چار سے جانور پھر ان کو ہلا اپنے ساتھ

ثُمَّ۔ اجْعَلْ۔ عَلٰى۔ كُلِّ۔ جَبَلٍ۔ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

پھر رکھ دے اوپر ہر پہاڑ ان کے بدن ٹکڑا

ثُمَّ۔ ادْعُهُنَّ۔ يَاْتِيْنَكَ۔ سَعْيًا ؕ وَ۔ اعْلَمْ

پھر ان کو بلا تیرے پاس آئیں گے دوڑتے اور جان لے

اَنَّ۔ اللّٰهَ۔ عَزِيْزٌ۔ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع

بیشک اللہ زبردست حکمت والا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ

اور یاد کر جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب مجھے دکھلا کہ

تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ

تو مردے کیسے زندہ کریگا فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا کہا کیوں

بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ

نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ میرے دل کی تسکین ہو جائے

اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ

فرمایا تو اڑنے والے چار جانور پکڑ لے پھر انہیں اپنے ساتھ ہلا لے

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

پھر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دے پھر انہیں

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ

بلا تیرے پاس دوڑتے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ

اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع ۳۵ ع ۳

زبردست حکمت والا ہے۔

كَيْفَ: (کیونکر) یہاں یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مُردوں کے زندہ ہونے پر کوئی شک ظاہر نہیں کیا بلکہ صرف یہ پوچھا کہ وُہ کس خاص کیفیّت کے ساتھ زندہ کئے جائیں گے ان کو دوبارہ زندگی بخشنے کا خاص طریقہ کیا ہوگا؟

مِنْهُنَّ جُزْءًا (ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا) یعنی ان چاروں جانوروں کے ملے جُلے ہُوئے گوشت کا ایک ایک حصّہ۔

آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وعظمت کو بیان کرکے بتایا تھا کہ ہدایت اور گمراہی کی راہیں صاف صاف واضح ہو چکی ہیں اس لئے اب ہر عقل سلیم والے شخص کو چاہیئے کہ وُہ نیکی کی راہ اختیار کرے۔

اِس کے بعد قرآن مجید نے مختلف واقعات بیان کرکے یہ واضح کیا کہ نیکی اور بدی کی راہوں کے صاف صاف کھل جانے کے باوجود بعض لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں ہوتی۔ اس سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا واقعہ بیان کیا گیا۔ پھر مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت واختیار کو بیان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السّلام کا واقعہ بیان کیا اور اس کی مزید تاکید کے لئے ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جسے تفصیل کے ساتھ ہم اگلے سبق میں بیان کریں گے اور اس کے بعد وُہ باتیں بھی لکھیں گے جو اس واقعہ سے بطور سبق لی گئی ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ کا ایک واقعہ

(مرنے کے بعد زندگی)

توحید اور عقیدہ آخرت دو ایسی حقیقتیں ہیں جن پر مذہب اسلام کی بنیاد قائم کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والا شخص کبھی بے راہ رو نہیں ہو سکتا اور مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین رکھنے والا اپنے اعمال پر ہمیشہ کڑی نظر رکھتا ہے اور برائی سے پوری طرح احتیاط اور پرہیز کرنیکی کوشش کرتا ہے۔ یوں تو قیامت اور مرنے کے بعد کی زندگی پر ہر مومن کو کلی یقین ہے اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی کامل یقین تھا۔ تاہم آپ نے مشاہدہ کی خاطر اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ تو موت کے بعد کیونکر زندگی بخشتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیا تجھے اس پر یقین نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ ایمان کے درجہ تک تو یقین اب بھی حاصل ہے البتہ صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ مشاہدہ کے بعد دِل کو اور زیادہ اطمینان حاصل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا کہ وہ چار جانور لائیں۔ اور چاروں کو اپنے ساتھ ہلائیں۔ تاکہ پہچان رہے۔ پھر انہیں ذبح کر کے ان کا گوشت ملا جلا دیں۔ اور پھر وہ گوشت مختلف پہاڑوں پر تھوڑا تھوڑا کر کے رکھ دیں اور درمیان میں کھڑے ہو کر ان کا نام لے لے کر بلائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ جب انہوں نے ایک جانور کا نام لے کر پکارا تو اس جانور کے جسم کے ٹکڑے تمام پہاڑوں سے اکٹھے ہو کر آپس میں ملے اور زندہ جانور کی شکل بن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ اسی طرح چاروں جانور زندہ ہو کر ان کے پاس آ گئے۔

اس سبق سے بعض نہایت پر حکمت باتیں نکلتی ہیں جنہیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو جو مشاہدے ہوتے ہیں۔ ان سے ان کے ایمان اور یقین میں ترقی ہوتی ہے۔

۲۔ جس قسم کا سوال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔ اس قسم کے سوالات محض بے اعتقادی سے ہی پیدا نہیں ہوتے بلکہ ان کی تہہ میں نیکی اور تحقیق کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔

۳۔ ایمان کے بڑھنے سے اطمینانِ قلب پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ پرندوں کے زندہ ہونے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز سے دوڑے چلے آنے کو انہونی بات نہ سمجھنا چاہیئے۔ اس کے لئے ہم ایک ادنیٰ سی مثال دیتے ہیں۔ فرض کریں کہ لوہا، تانبہ، پیتل اور سونے کے باریک باریک ٹکڑے آپس میں ملا کر ان کی چار ڈھیریاں الگ الگ رکھ دی جائیں اور پھر درمیان میں ایک مقناطیس لا رکھیں تو لوہے کے ٹکڑے چاروں ڈھیروں سے الگ ہو کر مقناطیس کی طرف کھچے چلے آئیں گے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز میں مقناطیسی قوت موجود تھی۔ انہوں نے جس جانور کو بلایا۔ وہی ان کے پاس چلا آیا۔ اس مثال سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کے معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہیں۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ اس کے نزدیک کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔

۶۔ اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کے ہر حکم اور ہر فعل میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور پوشیدہ ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ "ایۃ الکرسی" سے جو مضمون شروع ہوا تھا۔ وہ اس آیت پر آ کر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے مسائل کا ذکر شروع ہوگا اور درمیان میں عقائد کا ذکر بدستور آتا رہے گا۔

Marfat.com

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثال

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ
ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں
سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ
ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو اس سے سات بالیں اگیں
سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ
ہر بال میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہے
وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
بڑھاتا ہے اور اللہ وسعت والا جاننے والا
عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ
ہے جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنا مال اللہ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا
کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے
مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
ہیں اور نہ ستاتے ہیں انہی کے لئے ان کا ثواب اپنے رب کے
رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
یہاں ہے نہ ان پر ڈر ہے اور نہ وہ غمگین
يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾
ہوں گے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ
مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال میں
سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ
راہ اللہ ایسی جیسے ایک دانہ اگیں سات
سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ
بالیں ہیں ہر بال سو سو دانے
وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ وسعت والا
عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ
علم والا جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال میں
سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا
راہ اللہ پھر نہ بعد میں رکھتے جو خرچ کرتے ہیں
مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
احسان اور نہ ستاتے ہیں ان کے لئے ثواب ان کا یہاں
رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
ان کا رب اور نہ ڈر ان پر اور نہ وہ
يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾
غمگین ہوں گے۔

آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و قدرت کا بیان فرمایا۔ اس کے بعد تین قصے بیان کئے اور بتایا کہ ہدایت اور گمراہی نیز زندگی اور موت اس کے اختیار میں ہے۔

اب جہاد اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور اس کے متعلق ضروری شرائط کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال دے کر فرمایا کہ جو لوگ اس کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں انہیں کئی گنا ثواب ہوگا جس طرح اس کا فضل ہم اس دنیا میں زمین کی پیداوار کے سلسلے میں دیکھتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے نیک اعمال کے اجر میں بھی وہ اپنے فضل سے کام لے گا۔ ہم اگر دانہ بوئیں تو اس کے فضل و رحمت سے اس دانے سے سات سو دانے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ چاہے تو اس سے بھی بڑھا کر سات ہزار اور اس سے بھی زیادہ کر دیتا ہے وہ خرچ کرنیوالے کی نیت کو جانتا ہے اس کے خرچ کی مقدار سے خوب واقف ہے اور جو مال نیک نیتی سے اس کی راہ میں خرچ کیا جائیگا۔ وہ اسکا کئی گنا اجر دے گا۔ اسکے بعد یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں ضرورتمندوں پر مال خرچ کرتے ہیں اور ان پر کوئی احسان نہیں جتاتے۔ انہیں طعنے دے کر نہیں ستاتے ان سے کسی قسم کی خدمت نہیں لیتے اور ان کی تحقیر نہیں کرتے۔ انہیں پورا پورا ثواب ملے گا۔ ایسے لوگوں کو نہ ماضی کا غم ہوگا۔ اور نہ مستقبل کا خوف ہوگا۔

Marfat.com

خیرات ضائع نہ کرو

قَوْلٌ۔ مَّعْرُوْفٌ۔ وَّ۔ مَغْفِرَةٌ۔ خَيْرٌ۔ مِّنْ

نرم بات اور درگذر بہتر سے

صَدَقَةٍ۔ يَّتْبَعُهَآ۔ اَذًى ؕ۔ وَ۔ اللّٰهُ۔ غَنِيٌّ

خیرات جس کے پیچھے ستانا اور اللہ بے نیاز

حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا۔ الَّذِيْنَ۔ اٰمَنُوْا۔ لَا

بردبار۔ اے ایمان والو نہ

تُبْطِلُوْا۔ صَدَقٰتِكُمْ۔ بِالْمَنِّ۔ وَ۔ الْاَذٰى ۙ

ضائع کرو اپنی خیرات احسان سے اور تکلیف۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ

نرم جواب دینا اور درگذر کرنا اس خیرات سے بہتر

صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ

ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے نیاز بردبار

حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا

ہے۔ اے ایمان والو اپنی خیرات ضائع

تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ

نہ کرو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ: (نرم بات) "قول" کے معنیٰ ہیں گفتگو اور جواب اور "معروف" کے معنیٰ ہیں دستور کے مطابق۔ مراد ہے نرم اور شیریں کلام۔

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو خیرات صدقات سے کچھ نہ دیا جا سکتا ہو۔ تو اسے نرمی اور خوش کلامی سے جواب دے دینا اس سے بہتر ہے کہ اسے تکلیف پہنچائی جائے۔

مَغْفِرَةٌ: (درگذر کرنا) مقصد یہ ہے کہ اگر ضرورت مند سوالی بار بار سوال کرے۔ سختی یا بد تہذیبی سے مانگے اور اس کا سوال کرنا طبیعت پر گراں گذرے۔ تو تکلیف پہنچانے سے بہتر ہے کہ اس سے درگذر کی جائے۔

اَذًى: (آزار) اس لفظ کے معنیٰ میں ہر قسم کی ایذا رسانی اور تکلیف پہنچانا شامل ہے۔

مَنّ: (احسان) نیکی کر کے اسے جتلانا اور احسان دھرنا مَنّ کہلاتا ہے۔

اسلام نے حسنِ سلوک اور صدقہ و خیرات کو بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے اور اس طرح ضرورتمندوں پر دولت خرچ کرنے کو "اللہ کی راہ میں خرچ کرنا" شمار کیا ہے۔ اس سے پہلی آیت میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک پیسہ خرچ کرنے کا اجر و ثواب سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں اس مسئلہ کے ایک دوسرے پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے اگر کسی ضرورتمند سوالی کو تم کچھ دے نہ سکو تو کم از کم اس سے نرم گفتاری اور درگذر سے پیش آؤ۔ جھڑکنا اور ڈانٹ ڈپٹ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر اللہ کی راہ میں کچھ دے کر ضرورتمند پر احسان دھرتے ہو یا اسے تکلیف پہنچاتے ہو تو تمہارا دیا ہوا سب اکارت جائے گا۔ اس کا تمہیں کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

Marfat.com

خیرات ضائع کرنے کی مثال

كَالَّذِیْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ
اس شخص کی طرح خرچ کرتا ہے اپنا مال دکھاوا لوگوں کے اور
لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ
ایمان نہیں لاتا اللہ پر اور آخرت کے دن اس کی مثال
كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ
ایسی جیسے صاف پتھر اس پر مٹی اس پر برسا
وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ
زور کا مینہ اسے چھوڑ دیا صاف ہاتھ نہیں لگتا
عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی
پر کچھ اس سے جو انہوں نے کمایا اور اللہ نہیں ہدایت دیتا
الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾
کافر قوم۔

كَالَّذِیْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ
اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچ کرتا ہے۔
لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ
اور اللہ اور آخرت کے دن پر یقین نہیں رکھتا اس کی مثال ایسے
كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ
ہے جیسے صاف پتھر اس پر کچھ مٹی پڑی ہے۔ پھر اس زور سے
وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ
مینہ برسا کہ اسے بالکل صاف کر چھوڑا ایسے لوگوں کو اس کا (ثواب)
عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی
جو انہوں نے کمایا کچھ ہاتھ نہیں لگتا اور اللہ کافروں کو
الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾
سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ریاکاری کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا۔ صدقہ صرف ریا سے باطل ہو جاتا ہے خواہ وہ مومن ہی کیوں نہ ہو۔ ایمان کی قید کو اس لئے بڑھایا گیا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ریاکاری مومن کی شان سے بعید ہے۔ دکھاوا صرف منافقوں اور کافروں کے مناسبِ حال ہے۔

گذشتہ آیات میں خیرات کی مثال ایسی بتائی گئی تھی جیسے ایک دانہ بویا اور اس سے سات سو دانے پیدا ہو گئے اب یہ فرمایا کہ کئی گنا اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے نیت کا نیک ہونا شرط ہے اگر کسی نے ریا اور دکھاوے کی نیت سے صدقہ کیا تو اس کی مثال اس دانے کی ہے جو ایک ایسے پتھر پر بویا گیا جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی لیکن جب مینہ برسا تو پتھر بالکل صاف رہ گیا اور سات سو دانے پیدا ہونے کی بجائے وہاں سے کچھ بھی پیدا نہ ہوا بلکہ اصل بیج بھی بہہ گیا۔

پتھر پر بیج بونے کی یہ مثال ریاکاروں کے بالکل مناسبِ حال ہے کیونکہ جس طرح ظاہری طور پر پتھر دھوکا دیتا ہے کہ شاید اس پر دانہ اگ سکے۔ اسی طرح ایک ریاکار بھی ظاہری طور پر دیکھنے والوں کو یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے لیکن اندرونی طور پر جس طرح پتھر سے دانہ نہیں اگ سکتا۔ اسی طرح اس شخص کا دل ظاہری حالت سے بالکل مختلف ہوتا ہے اور اس کے ہاتھوں کبھی کوئی نیک عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا دل ایک چٹان کی طرح سخت اور بے رحم ہے۔

ایسے گمراہ لوگوں کو جو اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور دوسروں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سیدھی راہ نہیں دکھائیگا کیونکہ وہ اپنے بُرے ارادوں میں اس قدر پختہ ہو چکے ہیں کہ نیک بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔

Marfat.com

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ایک اور مثال

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
اور مثال ان کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال
ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ
حاصل کرنا خوشی اللہ اور ثابت کرکے سے
اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا
ان کے دل ایسی جیسے باغ بلند زمین پر اس پر پڑا
وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ
زور کا مینہ تو وہ لایا اپنا پھل دوچند اور اگر نہ
يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
اس پر پڑا مینہ تر پھوار اور اللہ سے
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾
تمہارے کام دیکھتا ہے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
اور ان کی مثال جو اپنے مال خرچ کرتے ہیں اللہ کی
ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ
خوشی حاصل کرنے کو اور اپنے دلوں کو ثابت کرکے ایسی
اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا
ہے جیسے بلند زمین پر ایک باغ ہے۔ اس پر زور کا مینہ پڑا
وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ
تو وہ باغ اپنا پھل دوچند لایا اور اگر اس پر مینہ نہ پڑتا
يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾
خوب دیکھتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ کی راہ میں صرف اس لئے مال خرچ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہو جائے۔ وہ اس کی رضامندی حاصل کرلیں اور اپنی اطاعت کا ثبوت دیں۔

ان لوگوں کی مثال اللہ تعالیٰ نے ایسے باغ سے دی ہے جو کسی اونچی جگہ پر واقع ہو۔ جہاں کی ہوا قدرتی طور پر لطیف اور بارآور ہو۔ اس باغ پر اگر زور کا مینہ برسے تو یہ باغ دگنا پھل لائے اور اگر زور کا مینہ نہ برسے اور تھوڑی سی پھوار پڑ جائے تو پھر بھی کچھ نہ کچھ پھل لائے۔ یہاں مینہ کی مثال مال خرچ کرنے سے دی گئی ہے اور باغ کے اونچی جگہ ہونے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اسکی نیت بالکل درست ہے۔ وہ محض اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کرتا ہے اسلئے اگر وہ بہت زیادہ مال خرچ کرے تو اس کا نتیجہ ایسا ہی اچھا ہوگا جیسے باغ پر بہت زور کا مینہ برسے اور اچھا پھل لائے نیت کے صاف ہونیکی صورت میں اگر وہ تھوڑا ہی مال خرچ کرے تو بھی اسے اسکے برابر اجر ملے گا جیسا کہ پھوار پڑنے سے بھی باغ کچھ نہ کچھ پھل ضرور لاتا ہے۔

یہاں ایک اور حقیقت بھی بیان کر دی گئی ہے کہ جس طرح انسان بدی سے برائی کی طرف مائل ہوتا ہے اسی طرح نیکی سے اس کا رجحان نیکی کی طرف ہو جاتا ہے اور فطری طور پر وہ نیکی پر ثابت قدم ہو جاتا ہے۔

مبارک ہیں وہ انسان جو نیکیوں کی طرف سبقت کریں اور برائیوں سے پرہیز کریں۔

ہمیں یہ بات ہرگز فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ بڑی سے بڑی مالی قربانی ریاکاری کے تصور سے احسان دھرنے اور ایذا دہی سے ضائع ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف چھوٹی سے چھوٹی خیرات بڑا پھل لاتی ہے بشرطیکہ اس سے مقصد محض فرض کی ادائیگی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی مطلوب ہو۔

Marfat.com

ریاکاری سے خرچ کرنے کی مثال

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ

کیا پسند آتا ہے تم میں کسی کو کہ ہو اس کا باغ

مِّنْ نَّخِيلٍ وَّأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ

ہو کھجور اور انگور کا اس کے نیچے نہریں بہتی ہوں

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ

اسے اس باغ میں ہر طرح کے میوہ حاصل ہوں اور

الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ

اس پر بڑھاپا آگیا ہو اور اس کی اولاد کمزور

ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ

ہو تب اس باغ پر ایک بگولہ آپڑے جس میں آگ ہو جو باغ

فَاحْتَرَقَتْ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ

کو جلا ڈالے اللہ تعالیٰ تم کو اسی طرح اپنی آیات سمجھاتا

الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٦٦﴾

ہے تاکہ تم غور کرو۔

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ

کیا تم میں سے کسی کو یہ پسند آتا ہے کہ اس کا ایک باغ

مِّنْ نَّخِيلٍ وَّأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ

ہو کھجور اور انگور کا اس کے نیچے نہریں بہتی ہوں

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ

اسے اس باغ میں ہر طرح کے میوہ حاصل ہوں اور

الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ

اس پر بڑھاپا آگیا ہو اور اس کی اولاد کمزور

ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ

ہو تب اس باغ پر ایک بگولہ آپڑے جس میں آگ ہو جو باغ

فَاحْتَرَقَتْ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ

کو جلا ڈالے اللہ تعالیٰ تم کو اسی طرح اپنی آیات سمجھاتا

الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٦٦﴾

ہے تاکہ تم غور کرو۔

اس آیت میں ان لوگوں کی مثال بیان کی گئی ہے۔ جو محض لوگوں کو دکھانے کے لئے صدقہ وخیرات دیتے ہیں یا خیرات کرکے لوگوں پر احسان جتاتے ہیں اور انہیں روحانی یا جسمانی تکلیف پہنچاتے ہیں۔

اس طرح مال خرچ کرنیوالے کی مثال ایسی ہے جیسے اس کی عمر بھر کی کمائی ایک باغ ہے جو سرسبز وشاداب اور خوب پھلا پھولا ہوا ہے۔ ہر طرح کے میووں اور پھلوں سے لدا ہوا ہے۔ باغ کا مالک بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ خود کام نہیں کرسکتا اور اس کے بچے بھی ابھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ جو اپنے باپ کا دکھ درد بانٹنے کی بجائے خود اس پر بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ عین اس شدید بڑھاپے اور بچوں کی حاجتمندی کے وقت یک بیک معلوم ہوتا ہے کہ باغ میں آگ لگی اور سب کچھ جل کر راکھ ہوگیا۔ اس وقت باغ کے مالک کے غم اور حسرت کا اندازہ کیا ہوگا۔

اس سے کہیں بڑھ کر بری حالت اس بدنصیب کی ہوگی جس کی آنکھیں زندگی بھر غفلت سے بند رہیں اور پہلی بار اس وقت کھلیں جب عمل کی مہلت بالکل ختم ہوگئی گویا ریاکاری سے نیکیوں کو ایسے ہی آگ لگتی ہے اور ان کا اجر یونہی برباد ہوجاتا ہے جیسے اس باغ کو آگ لگ گئی اور اسکا مالک تباہ ہوگیا اللہ تعالیٰ یہ تمام مثالیں اسلئے بیان فرماتا ہے کہ ہم ان میں غور کریں اور عبرت پکڑ کر اپنا سارا کیا دھرا آخر میں ضائع نہ کردیں۔

Marfat.com

اللہ کی راہ میں اچھی چیز دو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ
اے ایمان والو خرچ کرو سے
طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا
ستھری جو تم کماؤ اور اس میں سے جو ہم نے نکالا
لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ
تمہارے لئے سے زمین اور نہ قصد کرو گندی چیز
مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ
اس میں کہ خرچ کرو حالانکہ نہ تم لوگے اسے مگر
اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
یہ کہ تم چشم پوشی کرو اس میں اور جان رکھو کہ اللہ
غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (۲۶۷)
بے پروا خوبیوں والا۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ
اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی
طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا
کمائی میں سے اور اس میں سے کہ جو ہم نے
لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ
تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا اور اس میں سے گندی چیز کا
مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ
قصد نہ کرو کہ اسے خرچ کرو حالانکہ تم اسے کبھی نہ لوگے مگر
اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
یہ کہ تم چشم پوشی کر جاؤ اور جان رکھو کہ اللہ بے پروا
غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (۲۶۷)
خوبیوں والا ہے۔

اَلْخَبِيْثُ: (گندی چیز) مراد ہے ردّی اور ناکارہ چیز۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں مختلف احکام دیئے جا چکے ہیں۔ گذشتہ آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے وقت ریاکاری اور نمائش سے ہرگز کام نہ لیا جائے۔ نیز لوگوں کو سنانا اور اپنی بڑائی جتانا بھی مقصود نہ ہونا چاہیئے جن کو مال دیا جائے ان پر احسان نہ رکھا جائے انہیں ایذا نہ پہنچائی جائے اور انہیں حقیر نہ سمجھا جائے بلکہ نیک ارادے اور خلوصِ دل سے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مال خرچ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سوا کوئی اور مقصد نہ ہو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جائز اور پاک کمائی میں سے اچھی اور اعلیٰ چیزیں دی جائیں یعنی یہ نہ ہو کہ بچا کھچا باسی، بدبودار، خراب اور گلا سڑا مال غریبوں مسکینوں اور محتاجوں کو دے دیا جائے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر کبھی ایسا ہی گندہ مال تمہیں دیا جائے تو کبھی نہ لو۔ ناک منہ چڑھانے لگو۔ نفرت کا اظہار کرو۔ سوائے اس کے کہ کسی خاص وجہ سے تم خاموش رہو اور چشم پوشی کر جاؤ تو دوسری بات ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نام پر خراب مال ہرگز نہ دینا چاہیئے۔

لازم ہے کہ اچھے سے اچھا مال اور اچھی سے اچھی شے جو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ وہ شوق سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ زیادہ ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ تو ہمارے اس صدقہ و خیرات سے کلی طور پر بے نیاز ہے۔ اسے قطعی طور پر ان چیزوں کی ضرورت نہیں بلکہ جتنی خوشی کے ساتھ ہم اس کی راہ میں خرچ کریں۔ اتنا زیادہ وہ اور دے گا۔

Marfat.com

اللہ کے وعدے اور انعام

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ
شیطان تمہیں وعدہ دیتا ہے تنگدستی اور تمہیں حکم کرتا ہے
بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ
بے حیائی کا اور اللہ تمہیں وعدہ دیتا ہے بخشش اپنی
وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُّؤْتِي
اور فضل اور اللہ کشائش والا جانتا ہے عنایت کرتا ہے
الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ
سمجھ جسے چاہے اور جسے ملی
الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا
اسے بڑی خوبی ملی اور نہیں
يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾
نصیحت لیتے ہیں مگر والے عقل۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ
شیطان تمہیں تنگدستی کا وعدہ دیتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم
بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ
کرتا ہے اور اللہ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ
وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُّؤْتِي
دیتا ہے اور اللہ بہت کشائش والا سب کچھ جانتا ہے جسے
الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ
چاہے سمجھ عنایت کرتا ہے اور جسے سمجھ ملی
الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا
اسے بڑی خوبی ملی اور نصیحت وہی قبول
يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾
کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

اَلْحِكْمَةَ: (سمجھ) دانائی اور سمجھ بوجھ کو حکمت کہتے ہیں۔ انہیں معنیٰ کی مناسبت سے فلسفہ کو حکمت اور فلسفی کو حکیم کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کئی جگہ آیا ہے۔

خَيْرًا كَثِيْرًا: (بہت بھلائی) اس آیت میں دولت کے کمانے اور خرچ کرنے کی صحیح تدبیر اور اس سلسلہ میں دانشمندی پانے کو بہت بڑی بھلائی کہا گیا ہے۔

اس آیت میں انسان کو ایک شیطانی وسوسہ سے آگاہ کیا گیا ہے۔ جو اسے انفاق فی سبیل اللہ سے روکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ ساتھ ہی اس کا توڑ اور علاج بتایا گیا ہے۔

مال و دولت سے محبت اس کے جمع کرنے کی طرف رغبت، اسے بچا بچا کر صرف کرنے کی طرف رجحان انسان کی کمزوری ہے اس لئے انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے سارے کا سارا ختم ہو جائے گا۔ میرے پاس کچھ نہ بچے گا۔ میں نادار اور مفلس بن کے رہ جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان خیالات اور وسوسوں کو ختم کرنے کیلئے یہ بتایا کہ یہ تعلیم شیطان کی ہے۔ اسے دل میں جگہ نہ دو۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور فضل و رحمت والا ہے جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ بھی اسی نے دے رکھا ہے اور آئندہ بھی وہی دے گا۔ اس لئے اس کی راہ میں خرچ کرنے سے مفلسی کا خوف ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ خوش ہو کر اور زیادہ دے گا۔

ایسی باتوں کی سمجھ اور باتوں کی تہ تک پہنچنے کی قوت اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جسے یہ سمجھ عطا ہو وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ کیونکہ یہ بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی دولت ہے۔

Marfat.com

خیرات کیسے کی جائے

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ
اور تم جو خیرات تقسیم کرو گے۔ یا کوئی منت قبول کرو گے
مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا
تو بیشک اللہ کو سب معلوم ہے اور ظالموں کا کوئی
لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا
مددگار نہیں اگر خیرات ظاہر کرکے دو تو
الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَ
کیا اچھی بات ہے اور اگر اسے چھپاؤ اور دو
تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ
فقیروں کو تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور تمہارے
يُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
کچھ گناہ دور کر دے گا اور اللہ تمہارے کاموں
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾
سے خوب خبردار ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ
اور جو تم خرچ کروگے سے خیرات یا قبول کرو
مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا
سے منت تو بیشک اللہ جانتا ہے اور نہیں
لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا
ظالم کے لئے سے مددگار اگر ظاہر کرو
الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا
خیرات اچھی بات وہ اور اگر اسے چھپاؤ
وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ
اور پہنچاؤ فقیر تو وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور
يُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
دور کریگا تم سے سے تمہارے گناہ۔ اور اللہ تمہارے
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾
کاموں سے خبردار۔

نَذْرٍ: (منت) فقہ میں اس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ کسی مراد کے پورے ہونے پر اپنے اوپر کوئی چیز لازم کرلینا جو واجب نہ ہو ایک مرتبہ نذر مان لینے کے بعد اس کی ادا واجب اور ضروری ہو جاتی ہے۔

اَلْفُقَرَآءُ: (فقیروں، حاجتمندوں) واحد فقیر ہے جس کے معنی ضرورتمند اور حاجتمند ہوتے ہیں۔ اردو میں عام طور پر اللہ والے درویش اور گداگر دونوں کو فقیر کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے محتاج کو لفظ فقیر سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کے اسباب معیشت بند ہو گئے ہوں۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں۔ یا نذر مانیں وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے ناجائز کام کی نیت رکھنا ناجائز جگہ نذر ماننا یا ناجائز موقع پر خرچ کرنے کا ارادہ رکھنا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے اور ایسے شخص کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔ اور نہ اس کا کام اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگا۔

اس سبق کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ تم صدقات و خیرات خواہ چھپا کر دو یا ظاہر کر دو۔ اللہ تعالیٰ پوری طرح اس سے خبردار ہے اگر یہ خوف ہو کہ یہ لوگ ریاکاری یا دکھلاوا نہ سمجھیں تو یہ نیکی چھپا کر کرو۔ اگر یہ خیال ہو کہ لوگوں کو بھی ترغیب دی جائے تو بہر ملا سب کے سامنے دو بہرحال نیکی کا قبول ہونا نیت پر موقوف ہے۔ چھپا کر اس لئے خرچ کرنا کہ لینے والے کو شرم محسوس نہ ہو۔ یا ظاہر طور پر اس لئے خرچ کرنا کہ اوروں کو بھی شوق ہو۔ دونوں بہتر ہیں لیکن ہر لحاظ سے موقع اور مصلحت کا لحاظ اور نیت کی درستی ضروری ہے۔

Marfat.com

خیرات کا پورا پورا اجر

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
نہیں تیرے اوپر انہیں راہ پر لانا لیکن اللہ
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
راہ پر لائے جسے چاہے اور جو کچھ تم خرچ کرو گے سے
خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا
مال سو اپنے لئے جب تک کہ خرچ کرو گے صرف
ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
حاصل کرنے رضا جوئی اللہ اور جو کچھ خرچ کرو گے سے
خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (۲۷۲)
مال سو پورا ملیگا تمہیں اور تمہارا نہ حق رہے گا۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
انہیں راہ پر لانا تیرے ذمہ نہیں لیکن اللہ جسے چاہے
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
راہ پر لائے اور تم جو کچھ مال خرچ کرو گے
خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا
سو اپنے ہی لئے ہے جب تک کہ خرچ کرو گے صرف
ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
اللہ کی رضا جوئی میں اور جو کچھ مال خرچ کرو گے
خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (۲۷۲)
تمہیں پورا پورا ملے گا اور تمہارا حق نہ رہے گا۔

خَيْرٍ (مال) یہ لفظ شر کے مقابل ہے اور اس کے مفہوم میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کو انسان اچھا سمجھتا ہے مثلاً عقل، اخلاق، تعلیم مال وغیرہ۔ قرآن مجید میں مال کے لئے خیر کا لفظ کئی جگہوں پر آیا ہے گویا اسلام مال و دولت کو بری اور ناپاک شے نہیں کہتا بلکہ اچھی اور خوب چیز بتلاتا ہے اس لئے اسے لفظ "خیر" کے نام سے یاد کیا ہے۔ برائی دولت میں نہیں بلکہ اسے ناجائز طریق پر جمع کرنے، جمع رکھنے اور ناجائز کاموں پر خرچ کرنے میں ہے۔

هُدٰىهُمْ (انہیں راہ پر لانا) ھدایت۔ ھادی۔ مھتدی ایک ہی مادہ سے ہیں۔ قرآن مجید کا یہ لفظ ایک جامع لفظ ہے جس کے معنیٰ میں صحیح راہ پا لینا۔ اس پر چلنا اور قائم رہنا تینوں امور شامل ہوتے ہیں۔

يُوَفَّ (پورا پورا مل جائے گا) لفظ "وفا" اس کا مادہ ہے۔ جس کے معنیٰ پورا کرنا ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پھر اس بات کا اعلان فرمایا کہ نبی اور نبی کے ماننے والوں کا فرض تبلیغ کرنا ہے۔ ہدایت دینا اور مسلمان بنانا ان کا ذمہ نہیں۔ لہٰذا تبلیغ کا نتیجہ نکلے یا نہ نکلے اس کا خیال کئے بغیر اپنا کام جاری رکھنا چاہیئے۔ اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ ضروری نہیں ہم دولت صرف ایسے لوگوں پر خرچ کریں جو ہمارے پیسے کی وجہ سے دین قبول کر لیں بلکہ صدقہ و خیرات میں ہمارا مقصد صرف اللہ کی رضا اور خوشی ہونی چاہیئے۔ اور جو بھی ضرورت مند ہو اس کی ضرورت پوری کرنی چاہیئے۔ مشرک و کافر، مومن و منافق میں تمیز نہ کی جائے۔ ثواب اس لئے مل کر ہی رہے گا کہ تم محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے مال خرچ کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اجر پورا پورا ملے گا۔

ہمیں اس چیز کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیئے کہ جو مال بھی خرچ کریں اور کسی کو دیں۔ اس سے مقصود اللہ کی خوشنودی ہو۔ اس سے ہٹ کر کسی اور کے نام سے منسوب کرنا بالکل ناجائز ہے۔

Marfat.com

خیرات کے مستحق

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ
فقیروں کے لئے جو رکے ہوئے ہیں میں راہ
اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ
اللہ نہیں طاقت رکھتے چلنا پھرنا میں ملک
يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ
انہیں سمجھتے ہیں ناواقف مالدار سے سوال نہ کرنا
تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ
تو انہیں پہچانتا ہے ان کے چہرے سے نہیں سوال کرتے لوگ
اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ
لپٹ کر اور جو خرچ کرو گے سے کام کی چیز تو بے شک
اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾
اللہ اسے جانتا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ
(خیرات) ان فقیروں کے لئے ہے جو اللہ کی راہ میں رکے ہوئے
اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ
ہیں جو ملک میں چل پھر نہیں سکتے ناواقف ان
يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ
کے سوال نہ کرنے سے مالدار سمجھتا ہے تو انہیں ان کے
تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ
چہرے سے پہچانتا ہے وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے
اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ
اور تم جو کام کی چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ ۳۷ ع ۴۷ ۵
اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾
بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔

اُحْصِرُوْا: (رکے ہوئے ہیں) اس لفظ میں بڑی گنجائش ہے یعنی گھر جانا۔ خواہ وقت کے لحاظ سے ہو یا جسم کے لحاظ سے۔ مراد وہ لوگ ہیں جو دین کے کسی کام میں گھر گئے ہیں اور اب آزادی سے روزی نہیں کما سکتے مثلاً اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے۔ بعض مفسروں نے وہ لوگ بھی مراد لئے ہیں جو علوم دین میں مشغول ہیں اور علم حاصل کرنے میں اس طرح لگے ہوتے ہیں کہ روزی کا سامان نہیں کر سکتے۔

اَغْنِيَآءَ: (مالدار) یہ لفظ غنیٰ سے بنا ہے اور اس کا واحد غنی ہے یعنی وہ جس کے پاس حاجت سے زیادہ مال موجود ہو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ صدقہ و خیرات کے اصل مستحق وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں بند ہو کر چلنے پھرنے کھانے کمانے سے رکے ہوئے ہیں اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست مثلاً اصحاب صفہ نے گھر بار چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کر لی تھی وہ علم دین سیکھنے لگ گئے اس طرح کچھ اصحاب مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے خلاف جہاد کرنے میں مشغول تھے۔ یہ نیک بندے کسی سے سوال نہ کرتے تھے البتہ ان کی ضرورتمندی ان کے چہرے مہرے اور رنگ و روپ سے معلوم کی جا سکتی تھی۔

ہمیں چاہیئے کہ آج بھی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور علم دین سیکھنے میں مشغول ہوں ان کی مدد کریں ان کی حاجتیں پوری کریں۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تم جو مال و دولت میری راہ میں خرچ کرو گے اس کا اجر تمہیں پورا پورا مل جائے گا۔ تمہاری کوئی قربانی میری نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے دولت کو لفظ "خیر" سے تعبیر کیا ہے اور ان لوگوں کو نظر کرم کا خاص طور پر مستحق قرار دیا ہے۔ جو لپٹ لپٹ کر پیچھے نہیں پڑتے۔ بلکہ خودداری سے کام لیتے ہیں اور اپنی غربت ظاہر نہیں ہونے دیتے۔

Marfat.com

خیرات کا اجر

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال رات اور

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَ

جو لوگ اپنے مال دن رات خرچ کرتے ہیں ظاہر

النَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ

دن پوشیدہ اور ظاہر ان کے لئے ان کا اجر

النَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ

اور پوشیدہ تو ان کے لئے ثواب ہے ان کے رب

عِنْدَ رَبِّھِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ

پاس ان کا رب اور نہ ڈر ان پر اور

عِنْدَ رَبِّھِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ

کے ہاں اور نہ ان پر ڈر ہے۔ اور نہ وہ

لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (۲۷۴)

نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (۲۷۴)

غمگین ہوں گے۔

خَوْفٌ: (ڈر) یہ لفظ عام طور پر انہیں عربی معنیٰ میں اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ خوف مستقبل کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔

یَحْزَنُوْنَ: (وہ غمگین ہوں گے) حزن اس کا مادہ ہے جس کے معنیٰ غم والم ہیں۔ حزن ہمیشہ ماضی کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ مثلاً انسان پر کوئی تکلیف دہ حادثہ ہو گذرا ہے۔ وہ ماضی میں کسی خطا اور غلطی کا مرتکب ہوا ہو۔ تو اسے ایک قسم کا رنج و ملال ہوگا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مال و دولت خرچ کرتے ہیں۔ دن رات ضرورتمندوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ صبح و شام صدقات و خیرات سے غربا پروری کرتے ہیں۔ اور ظاہر اور پوشیدہ اس نیکی میں لگے رہتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ اجر و ثواب سے مالا مال فرمائے گا۔ اور اپنے انعام و کرام سے خوش کر دے گا۔

یہ بات بھی فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ نیکی کا بدلہ اس دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی۔ بزرگوں نے غالباً اس مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے "دہ در دنیا ستّر در آخرت" کا بلا جلا اردو فارسی محاورہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں وعدہ فرمایا ہے۔ کہ "تمہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا اور تم پر ہرگز کم نہ کیا جائے گا"۔

اللہ تعالیٰ نے اس انعام کے علاوہ دو باتیں اور بھی فرمائی ہیں۔ کہ ایسے نیکی رساں بندوں کو نہ ماضی کا غم ہوگا۔ اور نہ مستقبل کا خوف۔ یعنی انہیں اپنے ماضی کے اعمال و افعال پر کوئی افسوس نہ ہوگا اور اسی طرح وہ مستقبل کے بارے میں قطعی طور پر مایوس اور ناامید نہ ہوں گے۔

Marfat.com

سُود حرام ہے

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا
جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ قیامت کو نہیں اٹھیں گے مگر
كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ
جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص حواس کھو دیئے ہوں جن نے
مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا
سے لپٹ کر یہ حالت اس واسطے کہ انہوں نے کہا کہ
الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ
سوداگری ایسی جیسے سود لینا حالانکہ حلال کیا اللہ تجارت
وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ
اور حرام کیا سود پھر جسے پہنچی نصیحت
مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ
سے اس کا رب وہ باز آگیا اس کیلئے جو ہو چکا اور
اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ
اس کا معاملہ طرف اللہ اور جو پھرے تو وہی
اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾
والے دوزخ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا
جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ قیامت کو نہیں اٹھیں گے مگر یوں
كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ
جیسے وہ شخص اٹھتا ہے جس کے حواس کھو دیئے ہوں جن نے
مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا
لپٹ کر۔ ان کی یہ حالت اس لئے ہوگی کہ انہوں نے کہا
الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ
کہ سوداگری بھی تو ایسی ہے جیسے سود لینا حالانکہ تجارت کو اللہ تعالیٰ
وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ
نے حلال کیا اور سود کو حرام کیا پھر جسے اپنے رب کی طرف سے
مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ
نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو اس کے واسطے ہے جو ہو چکا اور اس کا
اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ
معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو کوئی پھر سودے تو وہی لوگ دوزخی
اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾
ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وقف لازم

اَلرِّبٰوا: (سود) اس لفظ کے لغوی معنیٰ زیادتی اور اضافہ کے ہیں خصوصاً سرمایہ میں اضافہ شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے اصل قرضہ پر زیادتی۔ یا بلا معاوضہ حاصل کرنا اور مال پر زیادتی چاہنا۔ عربوں کے ہاں اس سے مُراد وُہ زائد رقم تھی جو قرض خواہ معاوضہ میں وصُول کرتا تھا۔ جسے آج کل سود کہتے ہیں بعض لوگوں نے سود کی جگہ اسے نفع کہنا شروع کر دیا ہے یوں لفظ بدل دینے سے حقیقت نہیں بدلتی ہے۔ مِنَ الْمَسِّ: (لپٹ کر) جس طرح جن کے لپٹنے سے انسان کے حواس جاتے رہتے ہیں۔

مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ: (اس کے رب کی نصیحت) یعنی سود کے حرام ہونے کا حکم۔

مَا سَلَفَ: (جو گذر چکا) مقصد یہ ہے کہ سُود کی حرمت کے اعلان سے پہلے جو سُود لیا دیا اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ باز پرس اس وقت سے شروع ہوگی جب سے یہ واضح حکم آگیا ہے اور شدید طور پر ممانعت کر دی گئی ہے۔

Marfat.com

سُود کی بُرائیاں

سود کے حرام اور جائز ہونے والی آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے خیرات و صدقات کی فضیلتیں بیان فرمائی تھیں چونکہ خیرات و صدقات سے غریبوں کے معاملات میں سہولت اور بے مروتی کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے کئی گناہ دُور ہو جاتے ہیں اخلاق مروت خیر اندیشی نفع رسانی اور خدمتِ خلق کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اس لئے ان کی اہمیت کھول کر بیان کی گئی۔

اب سود کی حرمت کا بیان شروع ہوتا ہے۔ یہ بالکل خیرات کی ضد ہے۔ اگر خیرات سے مروت بڑھتی ہے تو سود سے ظلم ترقی کرتا ہے اسی لئے خیرات کی فضیلت کے بعد سود کی مذمت اور اس کی ممانعت کا ذکر ہُوا ہے جو اپنی جگہ پر انتہائی مناسب اور برمحل ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن سود خور اپنی قبروں سے اٹھتے وقت سیدھے کھڑے نہ ہو سکیں گے۔ بلکہ خبطیوں اور دیوانوں کی طرح گرتے پڑتے لڑکھڑاتے ہوئے اٹھیں گے بالکل یہی منظر دنیا میں بھی نظر آتا ہے۔ مہاجن اور ساہوکار روپے کے پیچھے باؤلے بنے رہتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے انہیں کوئی جن یا بھوت چمٹ گیا ہے ہر دم اُن پر سُود ہی کا فکر سوار رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ایسے لوگوں کے اس حالت میں مبتلا ہونے کی وجہ بھی بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح تجارت میں مالی نفع مقصود ہوتا ہے اسی طرح سود میں بھی مالی نفع ہی پیشِ نظر ہوتا ہے۔ جب تجارت حلال ہے تو سود کیوں حرام ہو حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ تجارت اور سود میں اخلاقی اور معاشی لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سُود کی مقررہ رقم کسی کھٹکے اور نقصان کے اندیشہ کے بغیر ہر حال میں مہاجن کو ملتی رہتی ہے اس کے برخلاف تجارت میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہوتا ہے اور تاجر کو نقصان سے بچنے کیلئے وقت محنت اور دماغ غرض سب کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے پھر تجارت ختم اور کم و بیش ہوتی رہتی ہے لیکن سُود مدت اور مہلت کے ساتھ ساتھ زیادہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ قرضدار کی حالت اکثر اوقات تباہی و بربادی کو پہنچ جاتی ہے۔

سود کی حقیقت پر تھوڑا سا بھی اگر غور کر لیا جائے تو سوال پیدا ہو گا کہ آخر یہ کس چیز کا معاوضہ ہوتا ہے سوائے مفت خوری کی بدترین شکل کے آخر یہ اور کیا ہے۔ ان تمام خرابیوں کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے انسان کی مصلحت و بہبود کے لئے سُود کو حرام قرار دیا۔ مختصراً اس کی بُرائیاں یہ ہیں:۔

سود خور میں سنگدلی پیدا ہو جاتی ہے اس کی حرص بڑھتی ہے۔ بلا مشقت مال ہاتھ آنے سے کاہلی اور سستی پیدا ہوتی ہے۔ مفت کا مال خرچ کرنے میں بھی بے اعتدالی آجاتی ہے۔ اور یہ مال عیاشیوں میں اڑایا جاتا ہے۔ زر پرستی کی عادت پیدا ہو جاتی ہے بخل اور باہمی رقابت جنم لیتی ہے۔ قرضدار کی خانہ خرابی اور بے عزتی اس کے سوا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے درگذر سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص اس نصیحت اور سود کی حرمت کا حکم سننے کے بعد باز آجائے اس کا پچھلا سود معاف ہو جائے گا لیکن جو باز نہ آیا۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں جلے گا۔

دنیا نے سُود کے نام بدلے لیکن اس کے نتائج اور خرابیاں کیسے بدل سکتی ہیں ہمیں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں خاص طور پر اس مسئلہ کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے اگر ہم اس ملک میں سُود ختم نہ کر سکے تو ہماری وجہ سے اسلام کے قانون پر حرف آئے گا اور ہم خود بھی اس کی خرابیوں سے بچ نہ سکیں گے۔

Marfat.com

سود اور خیرات کا موازنہ

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ
مٹاتا ہے اللہ سود اور بڑھاتا ہے خیرات
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ (۲۷۶)
اور اللہ نہیں خوش ہر ناشکر گنہگار۔
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
بیشک جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے نیک
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ
اور قائم رکھی نماز اور دیتے رہے زکوٰۃ ان کے لئے
اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
ان کا ثواب پاس ان کا رب اور نہ خوف ان پر
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۲۷۷)
اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ
اللہ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ (۲۷۶)
اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار سے خوش نہیں۔
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ
نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کے لئے ان
اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں خوف ہے
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۲۷۷)
اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سود اور خیرات کا موازنہ کرتے ہوئے دونوں کا جُدا جُدا انجام تبلایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ سُود خواہ کتنا ہی بڑھتا چلا جائے اس کا انجام مفلسی اور بربادی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں قطعی طور پر کوئی برکت نہیں ڈالتا۔ انجام کار ایسی دولت سے خانہ خرابی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ سُود خوار افراد اور قوموں کا انجام اس کا ثبوت ہے ان میں باہم خونریزی و تباہی و بربادی ہی ہوئی۔ اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ صدقات و خیرات کو بڑھاتا ہے۔ ان میں برکت ڈالتا ہے ان کا ثواب کئی گنا کرتا ہے۔ خیرات و صدقات کے نتیجہ میں خوشحالی اور فارغ البالی پیدا ہوتی ہے۔

پھر یہ بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سود خوار کو جو گنہگار بھی ہے اور ناشکر گذار بھی کبھی پسند نہیں کرتا۔ وہ گنہگار اس لئے ہے کہ بے بس اور حاجت مند لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور ناشکرا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مال و دولت دیا تھا کہ اسکی راہ میں خرچ کرے۔ غریبوں مسکینوں میں تقسیم کرے۔ حاجتمندوں کی امداد کرے لیکن اس کے بجائے وہ بخل سے کام لیتا ہے۔ روپیہ کو سمیٹ سمیٹ کر رکھتا ہے۔ بھائیوں کو بھوکوں مرتے، فاقہ کشی کرتے مفلسی و بے چارگی میں تڑپتے دیکھتا ہے لیکن اسے ترس نہیں آتا۔ اس کا دل نہیں پسیجتا۔ بلکہ وہ ظالم اور سنگدل بن جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے سخت وعید ہے۔

سُود خور کے مقابل اللہ تعالیٰ نے اس ایماندار اور نیک عمل شخص کا اجر بھی بتا دیا۔ جو نماز قائم کرتا ہے۔ زکوٰۃ و خیرات دیتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورا پورا اجر ملے گا۔ اسے کبھی خوف یا ڈر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ نہ وہ کبھی رنجیدہ خاطر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کی توفیق دے اور زکوٰۃ و خیرات کرنے کی طاقت دے۔ آمین۔

Marfat.com

سُود لینا چھوڑ دو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور
ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ
چھوڑ دو جو باقی رہا سے سود اگر تم ہیں
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا
یقین ہے۔ پھر اگر نہ چھوڑو تو تیار ہو جاؤ
بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ
لڑنے کو سے اللہ اور اس کا رسول اور اگر
تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ
تم توبہ کرو تو تمہارے لئے اصل تمہارا مال نہ تم ظلم کرو
وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾
اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سود
ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ
چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے اگر تمہیں اللہ کے فرمانے
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا
کا یقین ہے۔ پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ
بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ
اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کو اور اگر تو بہ
تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ
کرتے ہو تو تمہارے واسطے تمہارا اصل مال ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو
وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾
اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔

مَا بَقِيَ: (جو باقی رہا) مطلب یہ ہے کہ اس حکم سے قبل جو سود حاصل کر چکے ہو۔ وہ معاف کیا جاتا ہے اس کے بعد سود وصول نہ کرو گے۔ صرف اصل زر حاصل کر سکو گے۔

حَرْبٌ: (جنگ) اللہ اور رسول کی طرف سے سُود خواروں کے خلاف اعلانِ جنگ کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اسلام کے مخالفین کی فہرست میں شمار کیا جائے۔ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ: (تمہارے اصل مال) اسے راس المال اور اصل زر بھی کہا جاتا ہے۔

ان آیتوں میں مندرجہ ذیل احکام دیئے گئے ہیں۔

۱۔ سود کی ممانعت سے پہلے جو سود لے چکے ہو سو لے چکے لیکن ممانعت کے بعد جو چڑھا وہ چھوڑ دو۔

۲۔ اگر تم باز نہ آؤ تو تمہارے ساتھ اللہ و رسول ایسا ہی سلوک کریں گے جیسا باغیوں اور مرتدوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۳۔ اگر ممانعت کے بعد کا چڑھا ہوا سود تم مانگو تو یہ بھی ظلم ہو گا۔

۴۔ جو سود تم پہلے لے چکے ہو۔ اگر مقروض خواہ اصل دیتے وقت اس سود کی رقم کاٹے تو یہ ظلم ہو گا۔

۵۔ اگر مقروض مفلس ہو تو اس سے فوری تقاضا نہ کرو بلکہ اسے اتنی دیر تک مہلت دو کہ وہ اصل واپس دینے کے قابل ہو جائے۔

اندازہ کیجئے سود کی ممانعت کس شدت سے کی گئی ہے اس قدر واضح حکم کے بعد بھی اگر کوئی جواز کی صورتیں نکالے اور سودی لین دین سے باز نہ آئے۔ وہ اللہ اور رسول کا باغی نہیں تو اور کیا ہے۔

Marfat.com

تنگدست سے رعایت

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى
اور اگر تنگدست ہو تو کشائش ہونے تک مہلت دینی
مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
چاہیئے اور اگر بخش دو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ
تمہیں سمجھ ہو ﴿۲۸۰﴾ اور اس دن سے ڈرتے رہو
فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا
جس روز اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو جو
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع ۳۸ ۶
اس نے کمایا پورا پورا دیا جائیگا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى
اور اگر ہو تنگدست مہلت تک
مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
کشادگی اور اگر بخش دو بہتر تمہارے لئے اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ
تم ہو جانتے ﴿۲۸۰﴾ اور تم ڈرو اس دن تم لوٹائے جاؤ
فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا
گے اس میں طرف اللہ پھر پورا پورا دیا جائیگا ہر شخص جو
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع
اس نے کمایا اور وہ نہ ظلم کئے جائیں گے۔

آیت نمبر ۲۷۵ سے سُود کے بارے میں احکام مسلسل بیان ہو رہے ہیں۔ اب تک یہ بات بالکل صاف طور پر بیان ہو چکی ہے کہ سود حرام ہے۔ جو لوگ سودی کاروبار کرتے ہیں وہ اللہ کے حضور پیش ہوں گے تو ان کی کیفیت دیوانوں جیسی ہوگی۔ وہ سیدھی طرح کھڑے بھی نہ ہو سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے کام لے کر سابقہ بدعنوانیوں کو یکسر معاف کر دینے کا اعلان فرما دیا اور شدید تاکید فرما دی کہ آئندہ یہ کاروبار پوری طرح ختم کر دیا جائے۔ سود کی جگہ خیرات و صدقات کے ذریعہ حاجتمندوں کی ضروریات پوری کی جائیں۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا اگر کوئی اب بھی باز نہ آیا تو سمجھا جائے گا کہ وہ اللہ اور رسُول کا باغی ہے۔ لہٰذا اسے اللہ اور اس کے رسُول سے جنگ کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔

ان ہدایات و احکام کے بعد یہ آیات ہیں جو اس سبق کا حصّہ ہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے۔ اگر مقروض تنگدست ہے تو اس کی فارغ البالی اور کشادگی تک اسے مہلت دے دو۔ تاکہ وہ بآسانی ادا کر سکے۔ بلکہ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ جو ادا نہیں کر سکتے۔ انہیں معاف ہی کر دو۔ معافی کی یہ ترغیب ان الفاظ میں دی گئی "اگر تم معاف ہی کر دو تو تمہارے لئے بہتر ہے"۔ "اگر تمہیں سمجھ ہو"۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ معافی کا فائدہ بظاہر مقروض کو پہنچے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر تمہیں سمجھ ہو تو اس کا فائدہ خود تمہاری ذات کو ہے۔ آخر میں آخرت کا ذکر فرما کر انتہائی خدا خوفی اور اعمال کی جواب دہی کا احساس دلایا۔

Marfat.com

لکھت پڑھت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ
اے ایمان والو جب تم معاملہ کرو ادھار کا
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ
تک وقت مقرر تو اسے لکھ لیا کرو اور چاہیئے کہ لکھ دے
بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ
تمہارے درمیان لکھنے والا انصاف سے اور نہ انکار کرے لکھنے والا
اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ
اس سے کہ لکھ دے جیسا اسے اللہ نے سکھایا سو چاہیئے کہ لکھ دے
وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ
اور بتا دیا جائے وہ شخص جس کے اوپر قرض اور ڈرے
اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـــًٔا ۭ
اللہ اس کا رب اور نہ کم کرے اس سے کچھ
فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ
پھر اگر ہے وہ شخص جس کے اوپر قرض بے عقل یا
ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ
ضعیف یا نہیں قوت رکھتا کہ بتائے وہ
فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ
بتا دے اس کا ولی انصاف سے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ
اے ایمان والو جب تم آپس میں ادھار کا معاملہ کرو
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ
کسی وقت مقررہ تک تو اسے لکھ لیا کرو اور چاہیئے کہ لکھنے والا
بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ
انصاف سے تمہارے درمیان لکھ دیا کرے اور لکھنے والا انکار نہ کرے
اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ
اس سے کہ لکھ دے جیسا اسے اللہ نے سکھایا سو اسے چاہیئے کہ لکھ دے
وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ
اور وہ شخص کہ جس پر قرض ہے بتاتا جائے اور اللہ سے ڈرے
اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـــًٔا ۭ
جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ کم نہ کرے پھر اگر
فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ
وہ شخص کہ جس پر قرض ہے بے عقل یا ضعیف ہے۔
ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ
یا وہ خود بتانے کی طاقت نہیں رکھتا تو
فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ
اس کا ولی انصاف سے بتا دے۔

دَيْنٌ: (ادھار) عربی زبان میں "دین" ایسے معاملہ کو کہتے ہیں جن میں بدلہ کی ادائیگی اسی وقت نہ ہو۔

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى: (ایک مقررہ مدّت تک) علماء نے اس سے یہ اشارہ نکالا ہے کہ قرضہ کے معاملہ میں مدت بالکل صاف اور مقرر ہونی چاہیئے گول مول نہ رہے۔ غیر معین مدّت کی بجائے تاریخ مقرر کی جائے۔

قرآن مجید نے پہلے صدقہ و خیرات کی فضیلت اور اس کے احکام بیان فرمائے۔ اس کے بعد سُود اور اس کی ممانعت اور بُرائی بیان فرمائی۔ اب قرض اور ایسے لین دین کا ذکر ہے جس میں کسی مدّت کا وعدہ ہو۔ بھول چوک کا امکان ہر وقت ہے اس لئے ایسے معاملے کو لکھ لینا چاہیئے۔ اور ایسا اہتمام کیا جائے کہ آئندہ کسی جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔ لکھنے والے کو چاہیئے کہ لکھنے میں کوتاہی نہ کرے۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ مدیون اپنے ہاتھ سے لکھے یا کاتب کو اپنی زبان سے بتلائے اور دُوسرے کے حق میں کمی بیشی نہ کرے۔ اگر بے عقل یا سُست اور ضعیف ہو تو ایسی صُورتوں میں اس کے مختار اور وارث کو چاہیئے کہ معاملہ انصاف سے لکھوا دے۔

Marfat.com

گواہی

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ
اور گواہ کرلو دو شاہد سے تمہارے مرد پھر اگر
لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ
نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں میں سے
تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا
تم پسند کرو سے گواہ تاکہ اگر بھول جائے ان میں سے ایک
فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ
تو یاد دلائے اسے دوسری اور نہ انکار کریں
الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْئَمُوْٓا
گواہ جب وہ بلائے جائیں اور نہ کاہلی کرو
اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ
کہ اسے لکھو چھوٹا یا بڑا تک اس کی میعاد۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ
اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کرو پھر اگر دو مرد نہ
فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ
ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہی
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ
میں پسند کرتے ہو۔ تاکہ ان میں سے اگر ایک بھول جائے
اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ
تو دوسری اسے یاد دلا دے اور انکار نہ کریں
الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْئَمُوْٓا
گواہ جب وہ بلائے جائیں اور اس کے لکھنے سے کاہلی نہ کرو
اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ
خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک۔

یہ آیت جو پچھلے سبق سے شروع ہے۔ اس سُورت کی بلکہ پورے قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت ہے۔

اس میں لین دین کے اندر لکھت پڑھت کرنے۔ گواہی دینے اور رہن وغیرہ کے تفصیلی احکام موجود ہیں۔ آیت کے ابتدائی حصّہ میں یہ ذکر تھا کہ ادھار کو ضرور تحریر میں لے آیا کرو۔ اگر خود نہ لکھ سکو تو کسی سے لکھا لو۔ خود نہ لکھا سکو تو وارث کا فرض ہے کہ وُہ لکھا دے۔

اب یہ ارشاد ہے کہ لکھت پڑھت کے علاوہ دو گواہ بھی کرلیا کرو۔ اگر دو مرد موجود نہ ہوں۔ تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ٹھہرالو۔ تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلا دے۔ ساتھ ہی گواہوں کو حکم ہُوا کہ وہ گواہی کے لئے بلانے پر پس وپیش نہ کیا کریں کہ یہ گناہ ہوگا۔

معاملات کو تحریر میں لانے کے بارہ میں مکرر یہ تاکید کی گئی ہے کہ سودا تھوڑا ہو یا زیادہ۔ قرض چھوٹا ہو یا بھاری۔ لکھنے میں سُستی نہ کرو۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ معاملات کی درستی اور انصاف کے تقاضے اس کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

گواہی کے احکام

ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ
اس میں انصاف نزدیک اللہ اور درست رکھنے والا گواہی
وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
اور نزدیک نہ شبہ میں پڑو مگر یہ کہ ہو سودا
حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ
ہاتھوں ہاتھ لیتے دیتے رہو آپس میں نہیں تم پر
جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا
گناہ اگر اسے نہ لکھو اور گواہ کرو جب
تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۭ
تم سودا کرو اور نہ نقصان کرے لکھنے والا اور نہ گواہ
وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا
اور اگر ایسا کرو تو یہ گناہ تمہارے اندر اور ڈرتے رہو
اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
اللہ اور تمہیں سکھلاتا ہے اللہ اور اللہ ہر ایک چیز
عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾
جانتا ہے۔

ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ
اس میں اللہ کے نزدیک ہے پورا انصاف اور گواہی کو بہت درست
وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
رکھنے والا اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ سودا ہو
حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ
ہاتھوں ہاتھ آپس میں اسے دیتے لیتے رہو تو تم پر کچھ گناہ
جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا
نہیں اگر اسے نہ لکھو اور جب تم سودا کرو تو گواہ
تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۭ
کر لیا کرو اور نہ لکھنے والا نقصان کرے اور نہ گواہ اور اگر
وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا
ایسا کرو تو یہ تمہارے اندر گناہ کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے
اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
رہو اور اللہ تمہیں سکھلاتا ہے اور اللہ ہر ایک چیز کو
عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾
جانتا ہے۔

اَقْسَطُ: (زیادہ انصاف) قِسْط سے نکلا ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں انصاف۔ اسی سے لفظ مُقْسِط ہے جو اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں۔ انصاف کرنے والا۔

اَقْوَمُ: (زیادہ وسعت رکھنے والا) قِيَامٌ قَوَّامٌ قَيِّمٌ وغیرہ لفظ اسی مادہ سے نکلے ہیں۔ "اقوم" کے معنی ہیں سب سے زیادہ اور بہتر طور پر درست رکھنے والا۔

تِجَارَةٌ حَاضِرَةٌ: (ہاتھوں ہاتھ سودا) ایسی تجارت جو دست بدست ہو یعنی ادھار اور وعدوں پر نہ ہو۔ بلکہ دست بدستی ہو۔

یہ آیت گذشتہ دو سبق سے مسلسل چل رہی ہے اور لین دین کو تحریر میں لے آنے اور گواہ بنا لینے کے بارہ میں ہدایات جاری ہیں اس آخری حصّہ میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ لکھت پڑھت کر لینے سے شک و شبہ اور مغالطہ نہ پیدا ہوگا۔ البتہ دست بدست سودے میں اس کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح گواہوں پر اور کاتب پر لازم ہے کہ وہ بھی انصاف سے کام لیں۔ نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ ورنہ وہ گناہ کے مرتکب ہوں گے۔

Marfat.com

رہن کی ہدایات

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا
اور اگر تم ہو اوپر سفر اور نہ پاؤ
كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ
لکھنے والا تو گرو رکھنے چاہئیے ہاتھ میں پھر اگر اعتبار کرے
بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ
ایک دوسرا چاہئیے کہ پورا کرے وہ شخص جس پر اعتبار کیا
اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا
اپنی امانت اور ڈرتا رہے اللہ اس کا رب اور نہ چھپاؤ
الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ
گواہی اور جو کوئی چھپائے تو بے شک گنہگار
قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (۲۸۳) ع ۳۹ ۴۷
اس کا دل اور اللہ جو تم کرتے ہو جانتا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا
اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو گرو
كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ
ہاتھ میں رکھنی چاہئیے پھر اگر ایک دوسرے کا اعتبار
بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ
کرے تو چاہئیے کہ جس شخص پر اعتبار کیا گیا ہے اپنی امانت کو
اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا
پورا ادا کرے اور اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے اور گواہی
الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ
کو نہ چھپاؤ اور جو شخص اسے چھپائے گا۔ تو بیشک اس کا دل گنہگار
قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (۲۸۳)
ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

رِھٰنٌ: (چیزیں جو گرو رکھی جائیں) لفظ "رہن" اردو میں بھی عام استعمال ہوتا ہے۔ یعنی قرض کے سلسلہ میں امانت کے طور پر قرض خواہ کو کچھ دے دینا۔ مثلاً زیور، مکان، جائیداد وغیرہ۔

اس بارہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہئیے کہ رہن شدہ چیز سے فائدہ اٹھانا ممنوع ہے۔ اگر قرض خواہ مرہون شے سے نفع حاصل کرے تو یہ سود کے برابر ہوگا اور شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ رہن صرف ضمانت کی حد تک رکھا جا سکتا ہے۔ نفع حاصل کرنے کے لئے نہیں۔

يُؤَدِّ (پورا کرے) "اَدَاءٌ" سے یہ لفظ بنا ہے۔ جس کے معنیٰ پورا کر دینے کے ہیں۔ غالباً اردو کا لفظ ادا کرنا بھی اسی سے نکلا ہے

اس آیت میں کتابت و شہادت کے سلسلہ کی آخری ہدایات دی گئی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اگر تم سفر کی حالت میں ہو۔ خود لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اور کوئی دوسرا کاتب بھی میسّر نہیں۔ تو اس صورت میں کچھ رہن رکھ دو اور جس کے پاس امانت یا رہن رکھا جائے۔ وہ امانت کو دیانتداری کے ساتھ واپس ادا کر دے۔

اس کے علاوہ ایک بار پھر تاکید کی۔ کہ گواہی ہرگز نہ چھپاؤ۔ ورنہ تم گنہگار ٹھہرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔

Marfat.com

اللہ محاسبہ فرمائے گا

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
اللہ کیلئے جو میں آسمان اور جو میں زمین
وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ
اور اگر ظاہر کرو جو میں تمہارے جی یا
تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ
اسے چھپاؤ گے تم سے حساب لے گا۔ اس کا اللہ پس بخشے گا
لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ
جسے چاہے اور عذاب دے گا جسے چاہے اور
اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾
اللہ اوپر ہر چیز قادر۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے
وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ
اور اگر اپنے جی کی بات ظاہر کرو گے یا اسے
تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ
چھپاؤ گے تو تم سے اللہ اس کا حساب لے گا پھر
لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ
جسے چاہے بخشے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور
اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾
اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت سے سورہ بقرہ کا آخری رکوع شروع ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا اندازِ بیان یہ ہے کہ ہر سورۃ کے آخر میں اس کا اصل مضمون دہرایا جاتا ہے۔ بلکہ ہر آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کوئی ایسا لفظ آتا ہے جو پوری آیت کے مضمون کو واضح کر دے۔ اس کے علاوہ کلام اللہ کے اسلوب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مختلف احکام اور ہدایات کے درمیان ایمان باللہ خداخوفی اور ایمان بالآخرت کو بار بار بیان کرتا ہے۔

اس بارے میں بیشتر حصّہ مالی معاملات پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں اللہ کی راہ میں خرچ کے لئے تاکید اور ترغیب ہے۔ اس مسئلہ کو مختلف مثالوں کے ذریعہ دِل نشین انداز میں بیان کر کے اس خرابی کی نشاندہی کی ہے۔ جو اس نیکی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یعنی سودی کاروبار کی صُورت میں حرام کی کمائی۔ اس کے علاوہ تجارت میں ہیرا پھیری اور بے ایمانی بھی انسان کو سنگدل اور بدبخت بنا دیتی ہے۔ اسی لئے لکھت پڑھت اور گواہی کو خاص طور پر ضروری قرار دیا۔

آخر میں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ سب مال و زر، زمین و آسمان کی ساری کائنات اللہ ہی کے لئے ہے۔ اگر تم اس کے حکم کے مطابق اور اس کی رضا کے لئے کچھ خرچ کرو گے تو تمہارا نہ کوئی احسان ہے نہ اس سے تمہارے مال میں کچھ کمی آئے گی۔ وُہ تمہارے ظاہر و باطن اور ہر شے کا محاسبہ لے گا۔ نجات و عذاب پر اسے کامل اختیار ہے اور وُہ ہر شے پر قادر ہے۔

Marfat.com

اجزائے ایمان

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ
مان لیا رسول جو کچھ اترا اس پر سے اس کا رب
وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ
اور مسلمان سب مانا اللہ اور اس کے فرشتے
وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ
اور اس کی کتابیں اور اس کے رسول نہیں جدا کرتے ہیں ایک
مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ
سے اس کے رسول اور کہا اٹھے ہم نے سنا اور قبول کیا
غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾
تیری بخشش اے ہمارے رب اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ
رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا
وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ
اور مسلمانوں نے بھی سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو
وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ
مانا اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو کہ ہم کسی کو جدا
مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ
نہیں کرتے اس کے پیغمبروں میں سے اور کہا اٹھے کہ ہم نے سنا اور قبول کیا
غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾
اے ہمارے رب ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ: (رسول نے مان لیا) اپنی رسالت پر سب سے پہلے ایمان لانے والے خود پیغمبر ہی ہوتے ہیں۔

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ: (اللہ کو مانا) اللہ پر ایمان لانے سے مُراد ہے کہ اس کی ذات اور صفات دونوں کی تصدیق کی جائے۔

روایات میں اس آیت کا شانِ نزول یوں آتا ہے کہ جب اس سے پہلی آیت نازل ہوئی کہ دِل کے خیالات کا بھی حساب ہوگا اور ان پر گرفت ہوگی تو صحابہ کرام بہت گھبرائے اور ڈرے۔ انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو ارشاد ہُوا۔ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا یعنی اللہ تعالیٰ کے حکموں میں کتنی ہی مشکل یا دقت نظر آئے تم اس کے ارشادات تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامّل نہ کرو بلکہ پختہ ارادے سے اطاعت پر تیار ہو جاؤ۔

صحابہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ تو یہ کلمات زبان پر بے ساختہ جاری ہو گئے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی۔ یعنی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے ہم اللہ تعالیٰ کے حکم ماننے اور ان پر عمل کرنے کو تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت پسند آئی اور یہ آیت اتری۔ جو اس سبق میں مذکور ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے ایمان کی تعریف فرمائی جس سے ان کے دِلوں کو تسلّی ہُوئی۔ صحابہؓ نے یہ کہہ دیا کہ ہم اہل کتاب کی طرح نبیوں میں فرق روا نہیں رکھتے۔ بلکہ سب کو اس کا رسول اور پیغمبر تسلیم کرتے ہیں یہ نہیں کہ ایک کو مانیں اور دُوسرے کو نہ مانیں۔ ہمیں کامل یقین ہے کہ ہم سب کو تیری طرف لوٹ کر جانا ہے اور تیرے حضور پیش ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا یہ احساس انسان کو نیکی اور پرہیزگاری سکھاتا ہے۔

Marfat.com

دُعائیں

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا

نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی کو مگر اس کی گنجائش اسی کیلئے

مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ

جو اس نے کمایا اور اس پر پڑتا ہے جو اس نے کمایا

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ

اے ہمارے رب نہ ہمیں پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا

اے ہمارے رب اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا

حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا

رکھا تھا اوپر لوگ سے ہم سے پہلے اے ہمارے رب

وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ

اور نہ ہم سے اٹھوا جو نہیں طاقت ہمیں جس کی اور درگذر کر

عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰنَا

ہم سے اور ہمیں بخش اور ہم پر رحم کر تو ع ہمارا رب

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

ہماری مدد کر اوپر قوم کافر۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا

اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے اسی

مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ

کے لئے ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو اس نے کیا

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ

اے ہمارے رب ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا

اے ہمارے رب ہم پر بوجھ نہ رکھ جیسا ہم سے اگلے لوگوں

حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا

پر رکھا تھا اے ہمارے رب اور ہم سے وہ بوجھ

وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ

نہ اٹھوا جس کی ہمیں طاقت نہیں اور ہم سے درگذر

عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰنَا

کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا رب ہے

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع ۴ ۸

کافروں پر ہماری مدد کر۔

یہ اس سورت کی آخری آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر شخص کو جزا و سزا اس کے اعمال کے مطابق ملے گی۔ اگر کسی نے نیکی کی تو اسے اس کا اجر ضرور ملے گا اور اگر کسی نے برائی کی تو اس پر اس کی سزا ضرور آئے گی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کی تلقین کی۔

۱۔ اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہم سے مؤاخذہ نہ فرما۔

۲۔ اے ہمارے رب! ہم سے پہلی امتوں پر جیسا بوجھ اور وبال پڑا۔ وہ ہم پر نہ ڈالنا۔

۳۔ ہم پر ایسی ذمہ داریاں نہ ڈالنا جو ہم پوری نہ کر سکیں۔

۴۔ ہمیں معاف فرما دے۔ ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔

۵۔ تو ہی ہمارا مولیٰ اور آقا ہے۔ کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر۔ آمین (خدا کرے ایسا ہی ہو)

ان دعاؤں پر قرآن مجید کی سب سے طویل سورۃ البقرۃ ختم ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

سورۃ بقرہ پر ایک نظر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ! سورۃ البقرۃ کی تشریح و تفسیر ختم ہُوئی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے ہم ایک بار پھر اس کے مضامین اور مطالب پر نظر ڈال لیں۔

سورۃ کی ابتداء میں انسان کی ہدایت و کامیابی اور مختلف انسانی جماعتوں کا ذکر ہُوا ہے۔ اس کے فوراً بعد خلافتِ آدمؑ تاریخِ بنی اسرائیل اور ملّتِ ابراہیمی کے اہم اور ضروری کوائف و حالات کا بیان ہے تاکہ مسلمان ان کی خرابیوں سے عبرت پکڑیں اور ان برائیوں میں مبتلا نہ ہوں جو گذشتہ اقوام کی تباہی کا موجب ہُوئیں۔

حلال و حرام اور نیک و بد کی تمیز سکھانے کے بعد نیکی کا ایک جامع تصوّر دیا۔ اور معاشرتی زندگی کے مسائل بیان کئے مثلاً قصاص اور وصیّت وغیرہ۔ ساتھ ہی روزہ حج اور جہاد کی تعلیم دی گئی اور پھر خاندانی زندگی کے اہم معاملات کی طرف توجہ مبذول کی۔ مثلاً نکاح۔ طلاق۔ عدت۔ تربیت اولاد۔ خاوند بیوی کے حقوق اور دُوسرے متعلقہ مسائل۔

اس کے بعد بنی اسرائیل کی تاریخ میں سے حضرت داؤد علیہ السلام اور طالوت و جالوت کا واقعہ بیان کرنے کے بعد پند و موعظت کے کئی پہلو پیش کئے گئے۔ آیت الکرسی کے بعد ایمان اور کفر کی حقیقت روشن کی گئی۔ اور اس سلسلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مبارک زندگی کے کئی واقعات بیان ہُوئے۔

سورۃ کے آخری حصّہ میں انفاق فی سبیل اللہ پر خاص طور سے توجہ دلائی۔ اس سلسلہ میں متعدد مثالیں دیں۔ سود کو حرام قرار دیا۔ تجارت اور کاروبار میں دیانتداری اور خوش اسلوبی کی خاطر لکھت پڑھت اور شہادت کو ضروری قرار دیا۔

سورۃ کا خاتمہ دعاؤں پر ہُوا۔ ان دعاؤں کی تفصیل ابھی گذشتہ سبق میں گذری ہے۔

Marfat.com

سُورۃ آلِ عمران کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں۔ اس سورت میں آلِ عمران کا ذکر ہے۔ اس لئے سورت کا نام بھی آلِ عمران قرار پایا۔ سورۃ بقرہ میں خاص طور پر بنی اسرائیل کی جانب خطاب تھا۔ اس سورۃ میں خطاب عیسائیوں کی طرف ہے۔ سورۃ بقرہ کی طرح سورۃ آلِ عمران کے فضائل بھی حدیثوں میں کثرت سے آئے ہیں۔

سورۃ آلِ عمران کے شانِ نزول کی بابت ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے۔ دینِ حق کی روشنی دور و نزدیک پھیلی۔ مگر مدینہ کے آس پاس کے یہودی اللہ تعالیٰ کا سچّا دین آنے پر دینِ حق سے منکر ہو گئے نجران کے عیسائیوں کی ایک جماعت بحث اور مناظرہ کے لئے آئی۔ نجران عرب کے جنوب میں یمن کے علاقے میں ایک مقام کا نام ہے۔ ان دنوں یہاں مسیحیوں کی آبادی تھی۔ یہ جماعت چودہ بڑے بڑے لوگوں پر مشتمل تھی جن میں تین آدمی خاص طور پر مشہور ہیں۔

۱۔ عبدالمسیح عاقب، دولت اور سرداری کے لحاظ سے۔

۲۔ ایہم السید، رائے اور تدبیر کے لحاظ سے۔

۳۔ ابو حارثہ بن علقمہ، مذہبی عالم ہونے کے لحاظ سے۔

یہ تیسرا شخص اصل میں عرب کے مشہور قبیلہ "بنی بکر بن وائل" سے تعلق رکھتا تھا۔ روم کے بادشاہوں نے اس کی مذہبی علمیت بزرگی اور شرافت کو دیکھتے ہوئے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ بہت سا مال و زر خرچ کر کے گرجے تعمیر کئے اور اسے مذہبی اُمور کے اعلیٰ عہدہ پر مقرر کیا۔ یہ لوگ مدینہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مفصّل گفتگو کی۔

قرآن مجید کی اس مبارک سورۃ میں اہلِ کتاب کو اتحاد و تعاون کی ایک اپیل بھی کی گئی ہے اور مسلمانوں کے ساتھ اگر دُوسرے معاملات میں شریکِ کار نہیں ہو سکتے تو کم از کم توحید کی تعلیم اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں مِل جل کر کام کریں کہ یہ ہم سب کا متحدہ مقصد ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام دنیا میں ایک ہی مقصد لے کر آئے۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ اور آپ کی امت "خیر امّت" کے لقب سے شرف و کمال کی مالک ہے۔ چنانچہ اس بیان کے ساتھ ہی دنیا کی اس آخری امّت کو اس کے فرائض اور ذمہ داریوں سے آگاہ فرمایا۔ اور بتلایا کہ یہ قوم اس طریق سے گریز کرے جو دنیا کی پہلی قوموں کی تباہی کا موجب ہوا۔

سورۃ آلِ عمران کے آخری حصّے میں اسلامی تاریخ کے دو اہم واقعات ان کے اسباب اور نتائج کا تجزیہ کیا گیا ہے یعنی غزوۂ بدر اور غزوۂ احد جو ۲ھ اور ۳ھ میں پیش آئے۔ سورۃ آلِ عمران کا یہ حصّہ خاص طور پر توجہ سے مطالعہ کے قابل ہے۔

Marfat.com

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ اٰيَاتُهَا ۲۰۰ رُكُوْعَاتُهَا ۲۰

اللہ تعالیٰ کی صفات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ① اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ②

الٓمّٓ ① اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ②

الٓمّٓ — اللہ نہیں معبود مگر وہ زندہ تھامنے والا۔

الٓمّٓ — اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے سب کا تھامنے والا۔

اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ مسیح کی خدائی کے قائل تھے انہیں خدا کا بیٹا کہتے تھے اور تثلیث کو بھی مانتے تھے گفتگو شروع ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دلائل سے ثابت کیا کہ حضرت مسیح اللہ کے بندے تھے اور اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ وہ کسی عورت کے رحم میں پرورش پائے اور باہر آکر انسانوں کی طرح کھائے پیئے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ نصاریٰ کا یہ عقیدہ بھی بے بنیاد ہے کہ حضرت مسیح کو سولی دی گئی اور انہوں نے تڑپ تڑپ کر جان دی۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ حیّ (زندہ) ہے جس پر کبھی موت طاری نہیں ہو سکتی۔ اس نے تمام مخلوق کو وجود عطا کیا۔ اس کے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یقیناً موت آئے گی۔ اور ظاہر ہے جو اپنی ہستی کو برقرار نہ رکھ سکے وہ دوسری مخلوق کو کیسے قائم رکھ سکتا ہے۔

یہ سُن کر وہ سب لاجواب ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اگر اب بھی تمہارے دل میں شک رہ گیا ہے تو آؤ ہم اور تم اپنی اپنی اولاد کو لے کر باہر نکلیں اور خدا سے دعا کریں کہ جھوٹے پر لعنت ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس کا جواب مشورہ کر کے دیں گے چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ شخص خدا کا رسول ہے۔ اگر ہم یوں اس کا مقابلہ کریں گے تو ہم پر خدا کا غضب ٹوٹ پڑیگا۔ بہتر یہی ہے کہ اپنے گھر چلے چلو سو وہ واپس نجران لوٹ گئے

الٓمّٓ (حروف مقطعات) اس کی تشریح سورہ بقرہ میں کی گئی تھی۔ اس کے بارے میں یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہے۔ بزرگوں نے مختلف مطلب بیان کئے ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ الٓمّٓ خلاصہ ہے اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ (میں اللہ سب سے زیادہ علم والا ہوں) مزید تشریح کیلئے سبق نمبر ۱۵ ملاحظہ کریں۔ مختصر یہ کہ مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے عقیدوں کا رد کیا ہے۔ ان کے تین عقیدے مشہور تھے۔

اوّل: تثلیث (یعنی خدا، عیسیٰؑ اور رُوح القدس تینوں مل کر خدا بنتے ہیں)

دوم: مسیح خدا ہے وہ انسان کی شکل میں آیا ہے۔ سوم: مسیح خُدا کا بیٹا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے پہلا عقیدہ باطل ہو گیا پھر حیّ اور قیوم کے ذریعہ دُوسرے اور تیسرے عقیدے کو غلط کر دیا گیا کیونکہ حضرت عیسیٰؑ ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ گویا وہ اپنی پیدائش میں ماں کے محتاج ہوئے اور جب حضرت عیسیٰؑ کو فنا ہے تو وہ قیوم نہیں ہو سکتے لہٰذا وہ اللہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

قرآن مجید اور کتبِ سابقہ

نَزَّلَ۔ عَلَيْكَ۔ الْكِتٰبَ۔ بِالْحَقِّ۔ مُصَدِّقًا

اتاری تجھ پر کتاب ساتھ حق کے تصدیق کرتی ہے

لِّمَا۔ بَيْنَ۔ يَدَيْهِ۔ وَ۔ اَنْزَلَ۔ التَّوْرٰىةَ۔ وَ

جو اگلی کتابیں ۳ اور اتارا تورات اور

الْاِنْجِيْلَ۔ مِنْ۔ قَبْلُ۔ هُدًى۔ لِّلنَّاسِ

انجیل سے پہلے ہدایت لوگوں کے لئے

وَ۔ اَنْزَلَ۔ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ۔ الَّذِيْنَ۔ كَفَرُوْا

اور اتارا فیصلے بیشک جو منکر ہوئے

بِاٰيٰتِ۔ اللّٰهِ۔ لَهُمْ۔ عَذَابٌ۔ شَدِيْدٌ ؕ وَ

ساتھ آیتوں سے اللہ ان کے لئے عذاب سخت اور

اللّٰهُ۔ عَزِيْزٌ۔ ذُو انْتِقَامٍ ۴

اللہ زبردست بدلہ لینے والا۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا

تجھ پر سچی کتاب اتاری جو تصدیق کرتی ہے

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ

پہلی کتابوں ۳ کی اور انجیل اور توراۃ کو

الْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ

اتارا اس کتاب سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے

وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور فیصلے اتارے بیشک جو اللہ کی آیتوں سے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ

منکر ہوئے ان کے لئے سخت عذاب ہے اور

اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۴

اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

بِالْحَقِّ: (سچی) لفظ حق کے معنیٰ میں حکمت و دانائی بھی داخل ہے اور سچائی بھی یعنی کلام اللہ پُر حکمت بھی ہے اور برحق بھی۔

مُصَدِّقًا: (تصدیق کرنے والا) یعنی قرآن مجید گذشتہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ وُہ ہر آسمانی کتاب کو برحق تسلیم کرتا ہے انبیاء علیہ السّلام اور ان کی تعلیمات کو خدا کی طرف سے مانتا ہے۔

اَلْفُرْقَان: (فیصلے) ان معنوں کے علاوہ فرقان سے مراد وہ مخصوص امتیاز بھی ہے جو اس کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان پیدا ہو۔ بعض علماء کے نزدیک اس سے معجزے اور دلائل مراد ہیں جو ہر پیغمبر کو عطا فرمائے۔ فرقان، قرآن مجید کا نام بھی ہے اس کے لفظی معنیٰ ہیں۔ جدا جدا کرنے والا یعنی حق و باطل اور سچ جھوٹ کو جدا جدا کر دینے والا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے رسولِ کریم قرآن عین حکمت کے موافق سچائی اور انصاف لے کر تیری طرف اترا ہے اور اسکی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ کتابیں پہلے لوگوں کی ہدایت و راہنمائی کرتی تھیں اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ مسیح کی خدائی اور خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ کسی آسمانی کتاب میں موجود نہ تھا کیونکہ اصولِ دین کے لحاظ سے تمام آسمانی کتابیں متفق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ کے مناسب ایسی چیزیں اتاریں۔ جو حق و باطل، حرام و حلال اور جھوٹ اور سچ کے درمیان تمیز اور فرق کرنیوالی ہوں۔ آخر میں یہ بھی بتا دیا کہ جو لوگ جاننے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ماننے سے انکار کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں ضرور سزا دے گا۔ وُہ غالب ہے اور انتقام لینے پر کامل قدرت رکھتا ہے۔

Marfat.com

غلط عقیدوں کی تردید

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي
بیشک اللہ نہیں چھپی اوپر اس کے چیز میں
الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝٥ هُوَ الَّذِيْ
زمین اور نہ میں آسمان وہی جو
يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ
نقشہ بناتا ہے تمہیں میں پیٹ جس طرح چاہے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٦
نہیں معبود مگر وہ زبردست حکمت والا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي
اللہ پر کوئی چیز چھپی نہیں زمین میں اور نہ
الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝٥ هُوَ الَّذِيْ
آسمان میں وہی تمہارا نقشہ بناتا
يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ
ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے اس
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٦
کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ کہ وہ ان لوگوں کو سخت سزا دے گا۔ جو اس کی آیتوں کا انکار کریں گے۔ اور موجودہ آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع ہے جس طرح اس کا اختیار کامل ہے۔ اسی طرح اس کا علم بہت وسیع ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی چھوٹی بڑی شے ایک لحظہ کے لئے اس کے علم سے غائب نہیں رہ سکتی۔ تمام نیکیوں اور گناہوں کی نوعیت اس کے علم میں ہے۔ مجرم بھاگ کر چھپنا چاہے تو کہاں جا سکتا ہے۔

یہیں سے یہ بات بھی واضح کر دی کہ مسیح علیہ السلام خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ انہیں ایسا کامل علم حاصل نہ تھا وہ اسی قدر جانتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ نے انہیں بتلا دیا تھا۔ مسیح کی خدائی کی تردید کے لئے اللہ نے اپنی ایک اور صفت ذکر فرمائی یعنی اپنے علم و حکمت کے مطابق کمال قدرت سے جیسا اور جس طرح چاہتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کا نقشہ بناتا ہے۔ نر و مادہ خوبصورت، بدصورت۔ بینا اور نابینا، گونگا بہرہ جیسا بھی چاہے پیدا کرتا ہے۔ خون منی کے ایک معمولی قطرہ سے انسان کو بنا کھڑا کرتا ہے۔ اس لئے کوئی انسان جو خود بھی ماں کے پیٹ کی تاریکیوں میں رہ کر آیا ہو۔ عام بچوں کی طرح کھانا پینا، پیشاب پاخانہ کرتا ہو وہ اللہ کیسے کہلا سکتا ہے۔

عیسائی مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ جب ان کا ظاہری باپ کوئی نہیں تو اللہ تعالیٰ ہی ان کا باپ ہے۔ اس آیت میں انکے اس سوال کا جواب دیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے رحم میں جس طرح چاہے انسان کا نقشہ تیار کرے خواہ ماں باپ دونوں کے ذریعے سے یا صرف ماں کی قوت سے اسی لئے آگے اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ والی صفات بیان کی ہیں یعنی وہ غالب زبردست قوتوں کا مالک ہے اور وہ سراپا حکمت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے بنایا۔ ان کی بیوی کو بغیر ماں کے پیدا کیا۔ اسی طرح مسیح علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ ایسے خالق و مالک اور حکیم کی حکمتوں میں شک و شبہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

آیات کی دو قسمیں

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ
هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ

وہی جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں
وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں بعض

اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ
اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ

آیتیں محکم وہ اصل کتاب اور
محکم آیات ہیں وہ اصل کتاب ہیں اور دوسری متشابہ

اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ
اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ

دوسری متشابہ سو جو وہ جو ہیں ان کے دل
ہیں سو جن کے دلوں میں کجی ہے۔ وہ متشابہات کی

زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ
زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ

کجی وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات اس میں غرض
پیروی کرتے ہیں۔ گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب

الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَمَا یَعْلَمُ
الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَمَا یَعْلَمُ

گمراہی اور معلوم کرنے کے لئے مطلب اور نہیں جانتا
معلوم کرنے کی وجہ سے اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا اللہ

تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ
تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ

مطلب اس کا سوا اللہ اور مضبوط میں علم
کے سوائے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں۔ ہم اس پر ایمان لائے

یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ
یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ

کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر سب سے نزدیک ہمارا رب اور
سب ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی

مَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷
مَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷

نہیں سمجھتے سوا والے عقل۔
سمجھتے ہیں جنہیں عقل ہے۔

وقف لازم
وقف منزل

مُحْكَمٰتٌ: (محکم) قرآن مجید کی وہ واضح اور صریح آیتیں ہیں۔ جن کے مطالب مقرر ہیں۔ اور ان کے معانی میں کوئی شبہ نہیں۔

اُمُّ الْكِتٰبِ: (کتاب کی اصل) ہر شے کی اصل کو اُمّ کہتے ہیں۔ یہاں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید کی جو آیتیں بالکل صاف اور واضح ہیں۔ جن سے ایک ہی معنے نکلتے ہیں وہی اصل اور معیار ہیں۔

مُتَشَابِهٰتٌ: (متشابہ) ایسے کلام کو کہتے ہیں جس سے کئی باہم ملتے جلتے مطلب نکلتے ہوں اور ان کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جائے۔ اور اس کی تفسیر میں مختلف پہلو نکلتے ہوں۔ صرف علماء ان کے درمیان فرق کر سکتے ہوں۔ عوام کا فرض ہے کہ ایسی آیات کے مطالب میں علماء پر تکیہ کریں۔ اپنی عقل پر بھروسہ نہ کریں۔

الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ: (جن کے دلوں میں کجی ہے) یہاں ارشاد ان قوموں کی طرف ہے۔ جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی صاف اور صریح ہدایات اور تعلیمات کو پیٹھ پیچھے ڈال کر ان کی بعض تشبیہات کو توڑ مروڑ کر اصل قرار دے لیا۔ اس آیت کی تشریح ہم اگلے سبق میں کریں گے۔

Marfat.com

محکمات و متشابہات

جب نجران کے عیسائی حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام واضح دلائل سے عاجز آ گئے۔ تو کہنے لگے کہ آخر آپ بھی حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ اور "روح اللہ" مانتے ہیں۔ یہ ہمارے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ ان کی اس حجت بازی کا جواب یہاں ایک عام قاعدہ کی صورت میں دیا گیا ہے۔ جس کے سمجھ لینے سے بہت سے اختلافات اور شکوک دُور ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ قرآن مجید اور دوسری تمام آسمانی کتابوں میں دو قسم کی آیتیں ہوتی ہیں۔ ایک وُہ جن کا مفہوم معلوم اور مقرر ہوتا ہے۔ ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں اور حقیقت میں کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل یہی آیات ہوتی ہیں۔ آیات کی دُوسری قسم "متشابہات" کہلاتی ہیں۔ یعنی ایسی آیتیں جن کا مفہوم اور مطلب معلوم کرنے میں کچھ شبہ واقع ہوتا ہو۔

صحیح طریقہ یہ ہے کہ دوسری قسم کی آیتوں کو پہلی قسم کی آیتوں کی روشنی میں دیکھا جائے۔ جو معنیٰ اس کے خلاف پڑیں۔ انہیں رد کر دیا جائے۔ اگر کوشش کے باوجود مفہوم واضح نہ ہو۔ پھر بھی معنیٰ تلاش کرنے والے کو حد سے نہیں گذرنا چاہیئے۔ انسان ہمہ دان نہیں ہے کہ ہر چیز کا احاطہ کر سکے۔ اپنے علم کا قصور تسلیم کر کے خاموش رہنا چاہیئے۔ ایسے طریقہ پر مطلب نہ نکالنا چاہیئے۔ جو مذہب کے مسلمہ اصُول اور واضح آیات کے خلاف ہو۔ مثلاً قرآن حکیم نے مسیح علیہ السلام کی نسبت وضاحت کر دی اِنۡ هُوَ اِلَّا عَبۡدٌ اَنۡعَمۡنَا عَلَيۡهِ (وُہ صرف ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا ہے) دوسری جگہ فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِيۡسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ (عیسیٰؑ کی مثال آدم کی سی ہے۔ اسے اللہ نے مٹی سے پیدا کیا) اور کئی مقامات پر مسیح کے خدا ہونے یا خدا کا بیٹا ہونے کو غلط ثابت کیا ہے۔

اب ایک شخص ان سب محکمات سے آنکھیں بند کر کے "کلمۃ اللہ" اور "روح اللہ" وغیرہ جیسے اشاروں کے پیچھے دوڑے اور اس کے وہ معنی چھوڑ کر جو پہلی واضح آیتوں کے موافق ہوں۔ ایسے سطحی معنی لینے لگے۔ جو کتاب کی عام تشریح کے خلاف ہوں۔ یہ کج روی اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ بعض بدطینت لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اس طرح مغالطہ دے کر لوگوں کو گمراہی میں پھنسائیں اور بعض کمزور عقیدہ لوگ ایسے متشابہات سے اپنی رائے اور خواہش کے مطابق کھینچ کر مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا صحیح مطلب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہوتا ہے۔

جو لوگ مضبوط علم رکھتے ہیں۔ وہ محکمات و متشابہات کو اللہ کی طرف سے جانتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیتیں ایک ہی سرچشمہ سے آتی ہیں۔ اسی لئے وہ متشابہات کو محکمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو حصّہ ان کی سمجھ سے باہر ہوتا ہے۔ اسے اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہی بہتر جاننے والا ہے۔ مختصر یہ کہ معمُولی علم رکھنے والے ایک عامی کا فرض ہے کہ وہ متشابہات میں نہ اُلجھے جو آیات ایک سے زیادہ معنیٰ رکھتی ہیں۔ اس کے معانی علمائے دین سے دریافت کرلے [illegible] اور جن آیات کے مطالب واضح ہیں۔ ان کے مطابق عمل کرنے میں کسی قسم کی سستی اور پس و پیش سے کام نہ لے۔

Marfat.com

دو دُعائیں

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا
اے ہمارے رب نہ پھیر ہمارے دِل بعد جب تو ہمیں ہدایت کر چکا
وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ
اور عنایت کر ہمیں سے اپنے پاس رحمت۔
إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ
بے شک تو ہی سب کچھ دینے والا ہے۔ اے رب ہمارے بیشک تو
جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ط
جمع کرنیوالا لوگ ایک دن نہیں شبہ اس میں
إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٩﴾ ع
بے شک اللہ نہیں خلاف کرتا وعدہ۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا
اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو نہ پھیر جبکہ تو ہمیں ہدایت دے
وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ
چکا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تو
إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ
ہی سب کچھ دینے والا ہے۔ اے رب تو لوگوں کو
جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ط
جمع کرنیوالا ہے اس دن جس میں کوئی شبہ نہیں۔ بیشک
إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٩﴾
اللہ خلاف وعدہ نہیں کرتا۔

لَا تُزِغْ: (نہ پھیر۔ کج نہ کر) اس سے پہلی آیت میں لفظ زَیْغٌ آچکا ہے جس کے معنیٰ کجی ہیں۔ یہ لفظ بھی اسی مادہ سے نکلا ہے لَا تُزِغْ والی دُعا میں بندۂ حق یہ درخواست کرتا ہے کہ مولیٰ کریم جب ایک بار ہدایت نصیب ہو جائے اور حق بات کا سراغ مل جائے تو دِل میں کجی نہ پیدا ہو۔

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اپنے اس قدر بلند درجات اور شاندار کمالات کے اکثر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرتے تھے۔ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ (اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دِل کو اپنے دین پر قائم رکھ)

اہلِ علم جانتے ہیں کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو جمع کرے گا اور ٹیڑھے دلوں والے جو مسائل میں جھگڑتے تھے۔ سب کا دوٹوک فیصلہ ہو جائے گا۔ ہر مجرم کو اپنی کج روی اور ہٹ دھرمی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ اسی لئے اہل علم ہمیشہ ایسے کج رو لوگوں سے بیزار رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طالب رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے ذکر کے ساتھ ہی کافروں کا انجام بھی بتا دیا کہ انہیں کوئی چیز دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سزا سے نہیں بچا سکتی۔ نجران کے عیسائی عالم محض اس لئے اسلام قبول نہ کرتے تھے کہ عیسائی بادشاہ اپنے انعام واکرام دینا ختم نہ کر دیں۔ یہاں بتایا گیا کہ یہ تمام مال و دولت عارضی ہے اور قیامت کے دِن ان میں سے کوئی شے بھی کام نہیں آئے گی۔ اس لئے جو لوگ محض نزدیک مال و دولت یا عزت و جاہ کی خاطر ایمان نہیں لاتے وُہ خوب سمجھ لیں کہ مال و دولت اور جتھے انہیں عذاب سے نہ بچا سکیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام وعدے سچے ہیں۔ اور وُہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ لہٰذا جزائے اعمال کے پورے یقین کے ساتھ نیک اعمال میں لگا رہنا چاہیئے۔

Marfat.com

ایک تنبیہ

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ

بیشک جو لوگ کافر ہیں ہرگز کام نہ آئیں گے ان کے

اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

مال اور نہ ان کی اولاد سے اللہ

شَیْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ﴿۱۰﴾

کچھ اور وہی لوگ ایندھن آگ۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ

جیسے دستور آل فرعون اور لوگ سے

قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

ان سے پہلے انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتیں پھر انہیں پکڑا اللہ

بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

ان کے گناہوں پر اور اللہ سخت عذاب

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ

کہہ لوگوں کو کافر عنقریب تم مغلوب ہوگے اور

تُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

ہانکے جاؤگے طرف جہنم اور بُرا ٹھکانا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ

بے شک جو لوگ کافر ہیں انہیں ان کے مال اور

اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

اولاد اللہ کے پاس ہرگز کچھ کام نہ آئیں گے

شَیْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ﴿۱۰﴾

اور وہی دوزخ کے ایندھن ہیں۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ

جیسے فرعون والوں کا دستور اور جو ان سے پہلے تھے

قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا پھر اللہ نے انہیں ان کے

بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

گناہوں پر پکڑا اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ

کافروں کو کہہ دے کہ عنقریب تم مغلوب ہوگے اور

تُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

دوزخ کی طرف ہانکے جاؤگے اور وہ کیا بُرا ٹھکانا ہے۔

اس سبق کی پہلی آیت میں کفار و مشرکین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جس طرح کفر و شرک کی سزا قدیم قوموں کو ملی تھی۔ اسی طرح ایسے گناہوں کی سزا تمہیں بھی ملے گی۔

اس آیت میں فرعون اور اس سے پہلے کی قوموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبیوں کو جھٹلایا۔ اس کی نشانیوں سے انکار کیا۔ اس کے احکام سے نافرمانی کی۔ ان تمام گناہوں کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے انہیں گرفتار کیا۔ اور سخت سزا دی۔ اس لئے ان گذشتہ اقوام سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور موجودہ کفار و مشرکین کو کج روی سے باز رہنا چاہیئے۔

دوسری آیت میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ یہ تمام کافر جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں۔ جلد ہی مغلوب ہوں گے۔ اہل اسلام سے شکست کھائیں گے۔ دنیا میں سزایاب ہونے کے بعد آخرت میں انہیں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ جو یقیناً بہت بُری جگہ ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی نصرت

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ط

گذر چکا ہے تمہارے سامنے نمونہ میں دو فوجیں مقابلہ ہوا

فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى

ایک فوج لڑتی ہے میں راہ اللہ اور دوسری

كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ط

کافر انہیں دکھائی دیتے ہیں اپنے سے دوچند صریح آنکھوں سے

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط اِنَّ

اور اللہ زور دیتا ہے اس کی مدد جسے چاہے بے شک

فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

میں اسی عبرت والے دیکھنے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ط

ابھی تمہارے سامنے دو فوجوں میں ایک نمونہ گذر چکا ہے جن میں مقابلہ

فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى

ہوا ایک فوج اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری فوج

كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ط

کافروں کی ہے وہ انہیں کھلی آنکھوں سے اپنے سے دوچند دکھائی

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط اِنَّ

دیتے ہیں اور اللہ جسے چاہے اپنی مدد کا زور دیتا ہے۔ دیکھئے

فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

والوں کے لئے اس میں عبرت ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دیدۂ عبرت رکھنے والوں کے لئے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ واقعہ جنگِ بدر کے نام سے مشہور ہے۔ اس موقعہ پر اسلامی لشکر اور کافروں کی فوج میں مقابلہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت مسلمانوں کو پہنچی اور حق و باطل میں فرق ہو گیا۔

جنگِ بدر میں کفار کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ تھی۔ ان کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے ان کے جنگجو بڑے ماہر اور تجربہ کار تھے۔ دوسری طرف مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی۔ جن کے پاس صرف ستر اونٹ دو گھوڑے چھ زرہیں اور محض آٹھ تلواریں تھیں۔ ایک لشکر کو دوسرا لشکر دوچند نظر آتا تھا۔ کافروں کے دل میں مسلمانوں کی کثرت کا خوف طاری ہو گیا اور وہ مرعوب ہو گئے دوسری طرف مسلمان کافروں کو اپنے سے دگنا دیکھ کر اور زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور ثابت قدمی اور استقلال سے اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اعتماد کر کے فتح و نصرت کی امید رکھتے تھے۔ اگر کافروں کی پوری تعداد جو تین گنا تھی مسلمانوں پر ظاہر ہوتی تو ممکن تھا ان پر خوف طاری ہو جاتا۔ بہر حال ایک قلیل اور بے سر و سامان جماعت کو ایسی مضبوط جماعت کے مقابلہ میں اس طرح غالب کرنا اہلِ بصیرت کے لئے ایک عبرتناک واقعہ ہے۔ اس دن وہ پیشین گوئیاں پوری ہو گئیں جو برسوں پہلے مکہ معظمہ میں مسلمانوں سے کی گئی تھیں۔

اس سبق سے معلوم ہوا کہ اصل چیز صبر اور توکل ہے۔ تعداد اور کثرت اور ساز و سامان نہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنی ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں اور اس سے مدد مانگیں کہ تمام کامیابیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

غزوۂ بدر کے جس واقعہ کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اس نوعیت کا تاریخ اسلام میں صرف ایک واقعہ نہیں۔ جب بھی حق پرست اس جذبے اور ولولے کے ساتھ میدان میں سربکف ہو کر نکلے ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شاملِ حال رہی ہے۔

Marfat.com

فانی اشیاء سے محبّت

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ
فریفتہ کیا ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزیں جیسے
النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ
عورتیں اور بیٹے اور جمع کئے ہوئے خزانے
مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ
سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان زدہ
وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ
اور مویشی اور کھیتی یہ فائدہ اٹھانا ہے
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ
زندگی دنیا اور اللہ اس کے پاس اچھا
الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ
لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہے مثلاً
النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ
عورتیں اور بیٹے اور جمع کئے ہوئے خزانے
مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ
سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے
وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ
اور مویشی اور کھیتی یہ دنیا کی زندگی
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ
میں فائدہ اٹھانا ہے اور اچھا ٹھکانہ اللہ ہی کے
الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

ٹھکانا۔ پاس ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ: (لوگوں کو فریفتہ کیا ہے) اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کی نظر میں ان چیزوں کی رغبت اور کشش ایک طبعی بات ہے اور بذاتِ خود گناہ نہیں۔ البتہ ان چیزوں سے فائدہ شریعت کے احکام کے ماتحت رہ کر اٹھانا چاہیئے اور انکی محبت جائز حدود کے اندر محدود رکھنی چاہیئے۔

حُبُّ الشَّهَوٰتِ: (مرغوب چیزوں کی محبّت) شَہَوٰت یہاں مرغوب اور دلپسند چیزوں کے معنی میں آیا ہے یوں اسکے لفظی معنی ہیں "خواہشات"

مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: (دنیا کی زندگی میں فائدہ اٹھانا ہے) مقصود یہ ہے کہ یہ اور اس قسم کی ساری چیزیں بہت زیادہ دل لگانے کے قابل نہیں انہیں مقصدِ زندگی نہیں بنا لینا چاہیئے۔ یہ صرف دنیا میں کام آنے کی چیزیں ہیں۔ دنیا خود بھی فانی ہے اور اسکے سارے سامان بھی فانی ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ بعض دنیاوی اشیاء میں انسان کے لئے طبعی طور پر کشش ڈال دی گئی ہے۔ یہ چیزیں اسے بہت پسندیدہ ہیں لیکن اکثر لوگ حد سے زیادہ ان کی محبّت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کو بھول جاتے ہیں۔ ان چیزوں کو عزیز رکھنا بذاتِ خود گناہ نہیں۔ دنیاوی زندگی گذارنے کے لئے یہ ناگزیر ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا بُرا نہیں لیکن احتیاط لازم ہے کہ ان کی طرف رجحان یا رغبت ضرورت سے زیادہ نہ ہو جائے کیونکہ اس طرح انسان ان میں مگن ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ انہیں مقصدِ حیات سمجھ لے گا۔ اور اپنی منزل کو بھول جائے گا۔ وہ راہ سے بہت دُور بھٹک جائے گا۔

یاد رکھنا چاہیئے یہ چیزیں فانی ہیں۔ صرف دنیا میں کام آنے والی ہیں۔ دنیا سے اٹھ جانے کے ساتھ ہی ان سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے ان کی صحیح جگہ پر انہیں رکھتے ہوئے آخرت کا بھی سامان کریں۔ اصل ٹھکانا وہیں ہے اور بقا بھی اسی زندگی کو ہے۔

Marfat.com

متقیوں کے لیے اجر

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ
کہہ دے کیا میں تمہیں بتاؤں بہتر ہے اس سے ان کے لئے
اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
پرہیزگار ہیں پاس ان کا رب باغ جاری سے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ
ان کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور عورتیں
مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ
ستھری اور رضامندی سے اللہ اور اللہ
بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾
دیکھتا ہے بندے

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ
کہہ دے کہ میں تمہیں اس سے بہتر بتاؤں پرہیزگاروں
اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ
نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ستھری
مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ
عورتیں ہیں اور اللہ کی رضامندی اور اللہ
بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾
بندوں کو دیکھتا ہے۔

اَؤُنَبِّئُكُمْ: (کیا میں تمہیں بتلاؤں) یہ لفظ بنا سے ہے جس کے معنیٰ خبر کے ہیں۔ نبی بھی اسی سے بنا ہے۔ جس کے لفظی معنیٰ ہیں خبر دینے والا۔

مُطَهَّرَةٌ: (ستھری) یعنی ہر جسمانی آلودگی اور نجاست سے پاک و صاف۔

اس سبق میں وہ ٹھکانہ اور اس کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ جن کا ذکر پچھلی آیت میں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پرہیزگاروں کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمت محفوظ رکھی ہے۔ آخرت کی تمام خوبیاں انہیں کے لئے ہیں۔

دنیا کی نعمتیں مال و دولت، بال بچے، کھیتی باڑی، مال مویشی سب ناپائدار اور بے ثبات ہیں۔ ان کا نہ کوئی بھروسہ ہے نہ اعتبار ان میں مگن ہو جانا اور خدا کو بھول کر ان چیزوں کے حصول کو مقصود زندگی بنا لینا عقل مندی نہیں ہے۔ شریعت کے احکام کے مطابق اور حدود کے اندر رہ کر ہی ان سے فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے خوف کھانا چاہیئے اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرنی چاہیئے کیونکہ ایسے متقیوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حسین باغ دینے کا وعدہ فرمایا ہے جس میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی نہریں ہوں گی۔ نیک اور پاکیزہ بیویاں ملیں گی ایسے باغوں میں ہمیشگی کی زندگی ملے گی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل ہو گی۔ جس سے دل کو اطمینان، مسرت اور خوشی ہو گی۔ یہ نعمتیں صرف پرہیزگاروں کو ملیں گی۔ جن کی صفات اگلی آیت میں بیان ہوں گی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ وہ ہر شخص کی نیت اور اس کے اعمال پر گہری نظر رکھتا ہے۔ اس سے کوئی چھوٹی بڑی شے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں نہایت محتاط رہنا چاہیئے۔ نیک عملی کی زندگی بسر کرنی چاہیئے اور امید رکھنی چاہیئے کہ وہ ہمارے اعمال کا ثواب دے گا۔

Marfat.com

مُتّقین کی صفات

اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو ہمیں بخش دے ہمارے گناہ اور ہمیں بچا عذاب دوزخ صبر کرنیوالے اور سچے اور حکم بجا لانیوالے اور خرچ کرنے والے اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات میں۔

اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا وہ صبر کرنیوالے ہیں سچے اور حکم بجا لانے والے ہیں اور خرچ کرنیوالے اور پچھلی رات میں گناہ بخشوانے والے ہیں۔

بِالْاَسْحَارِ: (پچھلی رات میں) سحر اس وقت کو کہتے ہیں جب رات کا اندھیرا صبح کے اجالے سے مل رہا ہو۔ رات کے اس آخری حصّے کی خوبی یہ ہے کہ یہ وقت خاص طور پر دل جمعی اور روحانی قوتوں کی بیداری کا وقت ہوتا ہے اگرچہ اس وقت جاگنا نفس پر شاق گذرتا ہے۔

اس آیت میں ان لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں جنہیں پچھلے سبق میں متقین کہا گیا ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جنّت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ صفات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱۔ یہ لوگ اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری پر غرور و گھمنڈ کرنے کے بجائے عجز و انکسار کا نمونہ بنے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمیشہ دست بدعا رہتے ہیں کہ اے خدا ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔

۲۔ یہ لوگ صبر کرنیوالے ہوتے ہیں۔ جب کسی آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وُہ انہیں ثابت قدمی اور استقامت عطا کرے۔

۳۔ یہ لوگ زبان دِل اور نیّت کے سچے ہوتے ہیں۔ معاملہ کے کھرے ہوتے ہیں جھوٹ، فریب اور منافقت سے قطعی طور پر پرہیز کرتے ہیں

۴۔ بڑی بڑی تکلیفیں جھیلنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر جمے رہتے ہیں گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں غلط کاری اور بدی سے نفرت کرتے ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال و دولت کو اس کے مقرر کئے ہوئے موقعوں پر خرچ کرتے ہیں۔ بخل اور کنجوسی سے کام نہیں لیتے۔ صدقات و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں۔ نیکی کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔

۶۔ رات کے پچھلے حصّہ میں اٹھ کر اپنے رب سے اپنے گناہ اور خطائیں معاف کراتے ہیں یعنی رات کا آخری حصّہ عبادت میں گذارتے ہیں اور یوں صدقِ دل سے گناہوں سے معافی کے طلبگار رہتے ہیں۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے اندر یہ تمام صفات پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہم بھی متقین میں شامل ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مستحق بن سکیں۔

Marfat.com

الوہیّت خداوندی کی گواہی

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ
گواہی دی اللہ کہ وہ نہیں معبود سوائے اس کے اور
الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ
فرشتے اور علم والے حاکم انصاف کا
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾
نہیں معبود سوائے اس کے زبردست حکمت والا۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ
اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور
الْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ
فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی وہی انصاف کا حاکم ہے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾
اسکے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ: (اللہ نے گواہی دی) اللہ تعالیٰ کی یہ گواہی آسمانی کتابوں میں برابر آتی رہی ہے۔ اس کے علاوہ کائنات کا ایک ایک ذرہ شہادت دے رہا ہے کہ عبادت کے لائق رب العالمین کے سوا کوئی نہیں۔ کتب الٰہی کی شہادت نقلی دلیل کی حیثیت رکھتی ہے اور زمین و آسمان کی تمام چیزیں عقلی دلیل کا کام دیتی ہیں۔ گویا عقل و نقل دونوں قسم کی دلائل موجود ہیں۔

اَلْمَلٰٓئِكَةُ: (فرشتے) یعنی فرشتے بھی یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں۔ گویا یہ بھی واضح کر دیا کہ خود فرشتے جنہیں مشرک قومیں دیوی اور دیوتا سمجھتے ہیں۔ اللہ کی توحید کے گیت گاتے ہیں۔

اُولُوا الْعِلْمِ: (علم والے عالم) علم کے معنیٰ جاننا اور معلوم کرنا ہیں۔ علم محض حرف شناسی اور کتابوں کی ورق گردانی کا نام نہیں بلکہ علم حقائق اشیاء اور معرفتِ حقیقت کا نام ہے۔ خواہ وہ غور و فکر کے ذریعہ سے ہو یا تجربات و مشاہدات کے ذریعہ سے ہو۔ لہٰذا "اولوا العلم" سے مُراد وہ اہلِ علم ہیں جو حقیقت کو جاننے اور پہچاننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس سورت کے آغاز میں نجران کے عیسائیوں سے خطاب تھا اور نہایت اچھے انداز سے الوہیت مسیح کے عقیدہ کو غلط بتا کر توحید کا اعلان کیا گیا تھا۔ درمیان میں اور چیزوں کا ذکر کیا۔ جو ایمان لانے میں رکاوٹیں ثابت ہوتی ہیں مثلاً مال اولاد اور سامان عیش و عشرت پھر مؤمنین کی صفات بیان کیں۔ جو ان رکاوٹوں کے باوجود حق پر قائم رہتے ہیں اس کے بعد دوبارہ توحید کا ذکر شروع کیا گیا ہے۔

توحید کے ماننے میں کیا تامل ہو سکتا ہے جبکہ خود اللہ تعالیٰ اپنی تمام کتابوں کے علاوہ کارخانۂ قدرت سے اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ صرف وہی لائقِ عبادت ہے۔ اس کے علاوہ فرشتے اور اہلِ علم بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت دیتے ہیں۔ توحید کو نہ ماننا اور شرک پر قائم رہنا صریحاً جہالت ہے۔

اپنی صفت "قائم بالقسط" بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ عیسائیوں کا مسئلہ کفارہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمام لوگوں کے گناہ ایک شخص کے سر لاد دیئے جائیں۔ اور وہ ان سب کے لئے اکیلا ہی سزا بھگت کر سب کو بری کرا دے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ انصاف والا ہے۔ وہ ہر شخص کو اس کے اپنے عملوں کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

Marfat.com

اصلی دین ــــ اسلام

اِنَّ۔ الدِّیْنَ۔ عِنْدَ۔ اللّٰہِ۔ الْاِسْلَامُ قف
بیشک دین ہاں اللہ مسلمانی حکمبرداری۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ قف
بے شک اللہ کے ہاں جو دین ہے سو یہی مسلمانی حکمبرداری ہے۔

اَلْاِسْلَامُ: (مسلمانی حکمبرداری) اسلام کے لفظی معنیٰ سونپ دینے کے ہیں۔ مذہب اسلام کو بھی اسی رعایت سے اسلام کہا جاتا ہے۔ کہ ایک مسلم اپنے کو ہمہ تن خدائے واحد کے سپرد کر دینے اور اس کے احکام کے آگے گردن ڈال دینے کا اقرار کرتا ہے۔ گویا اسلام نام ہے تسلیم کا اور "مسلمانی" نام ہے حکمبرداری کا۔

دِیْنٌ: کے ایک معنیٰ بدلہ کے ہیں اور دُوسرے معنیٰ مذہب کے ہیں۔ یعنی وُہ طریقۂ فکر و عمل جو ایک شخص اور قوم کے افکار و اعمال کی بنیاد ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جو طریقہ پسند فرمایا ہے۔ وہ اسلام یعنی اطاعت گذاری اور فرمانبرداری ہے جس کی کامل و مکمل اور آخری صُورت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہُوئی۔

یوں تو تمام گذشتہ نبی یہی مذہب اسلام لے کر آئے اور اپنی اپنی امتوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام دے کر خالص توحید کی طرف بلاتے رہے لیکن اس سلسلہ میں نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دُنیا کو جو مکمل، جامع ترین اور عالمگیر احکام و ہدایات دیں۔ وُہ قدیم شریعتوں سے کئی لحاظ سے فوقیت رکھتی ہیں اس لئے وہ ایک خصوصی رنگ میں اسلام کے نام سے موسوم ہُوئیں۔ بہر حال اس آیت میں نجران کے عیسائیوں کے سامنے خاص طور پر اور تمام دُنیا کے سامنے عام طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ دین صرف ایک ہی چیز کا نام ہے۔ وہ یہ کہ بندہ دِل و جان سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپُرد کر دے اور جب اور جو حکم اسکی طرف سے پائے اسے بلا چون و چرا تسلیم کرلے۔

اب جو لوگ مسیحؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بتائیں خنزیر کھائیں۔ نبیوں کو قتل کریں۔ سچّے دین کو مٹانے کی کوشش کریں۔ حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی بشارتوں کے باوجود سچّے نبی کو جھٹلائیں۔ کیا وُہ لوگ اپنے آپ کو دینِ ابراہیمی کے پیرو کہلانے کے حق دار ہیں۔

کامل فرمانبرداری کی مثال کے لئے حضرت ابراہیمؑ کا اسوۂ حسنہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی زندگی مبارک اور سب سے آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس انسانیت کے لئے مکمل نمونہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا اپنا وطن چھوڑنا۔ نمرود سے مقابلہ کرنا۔ دُودھ پیتے بچے اور بیوی کو رضائے الٰہی میں بے برگ و گیاہ وادی میں تنہا چھوڑ دینا۔ اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جانا۔ یہ سب باتیں تسلیم و رضا میں آپ کی مستعدی پر روشنی ڈالتی ہیں۔

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنانِ خدا کی اذیّت سہنا۔ وطن سے ہجرت کر جانا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا کامل اطاعت اور فرمانبرداری کو واضح کرتی ہیں۔ یہی وُہ اعلیٰ اور مقدس ہستیاں ہیں۔ جو عالم انسانی کے لئے ہر لحاظ سے قابلِ تقلید ہیں اور جن کی پیروی کرنے کا نام اسلام و تابعداری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین!!

Marfat.com

اختلاف کی وجہ

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اور نہیں مخالف ہوئے جنہیں دی گئی کتاب
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا
مگر سے بعد ان کے پاس پہنچ چکا علم ضد
بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ
آپس کی اور جو کوئی انکار کرے حکم اللہ تو بیشک
اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۱۹)
اللہ جلدی حساب۔

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اور کتاب والے مخالف نہیں ہوئے
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا
مگر جب ان کے پاس علم پہنچ گیا آپس کی ضد اور حسد
بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ
سے اور جو کوئی اللہ کے کلموں کا انکار کرے تو اللہ جلدی
اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۱۹)
حساب لینے والا ہے۔

پچھلے سبق میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اسلام ایک واضح اور روشن حقیقت ہے۔ جس قسم کے دلائل سے حضرت موسیٰؑ اور مسیحؑ کی رسالت یا تورات و انجیل کا آسمانی کتب ہونا ثابت کیا جا سکتا ہے اس سے بہتر مضبوط اور زندہ دلائل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کے موجود ہیں۔ بلکہ خود وہ کتابیں آپ کی سچائی کی گواہی دے رہی ہیں۔

توحید ایک صاف اور واضح مضمون ہے۔ جس کے خلاف باپ بیٹے کا نظریہ محض ایک بے معنی سی چیز ہے۔ کوئی علمی اصول اس کی تائید نہیں کرتا۔ اب جو اہلِ کتاب مخالفِ اسلام ہو کر ان روشن حقائق کو جھٹلائیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے سرتابی کریں تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ محض ضد، حسد عناد اور جاہ و مال کی حرص میں ایسا کر رہے ہیں۔

یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان جو اختلافات ہوئے یا ان میں جو بہت سے فرقے بنے۔ پھر مخالفت باہمی خوفناک جھگڑوں اور لڑائیوں پر ختم ہوئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس کا منشار محض غلط فہمی یا جہالت نہ تھی۔ بلکہ اکثر حالات میں محض مال و دولت کی محبت اور جاہ پرستی سے یہ فرقہ وارانہ اختلافات پیدا ہوئے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرتے ہیں۔ ان کی سزا بھی بتا دی گئی ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ان بداعمالیوں اور شرارتوں کا حساب لے گا۔ اور انہیں سخت سزا دے گا۔ سزا نہ صرف آخرت میں ملے گی بلکہ دنیا میں انہیں اس کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس قدر شدید سزا کا سبب ان کی دشمنی اور عناد ہے۔ افسوس یہ ہے کہ انہوں نے مخالفت اس وقت کی۔ جب علم ان کے سامنے آ گیا اور حقیقت کھل گئی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ حقیقت واضح ہو جانے پر وہ صداقت کا ساتھ دیتے۔ مگر محض باہمی ضد اور مخالفت کے باعث وہ حق کے بھی مخالف ہو گئے۔ آیاتِ الٰہی ان کے سامنے آئیں۔ مگر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور کفر و انکار کی راہ پر چل پڑے اور یہ بھول گئے کہ اللہ ان سے جلد حساب لینے والا ہے۔

Marfat.com

نبی کا فرض محض تبلیغ ہے

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ
پھر اگر تجھ سے جھگڑیں تو کہہ میں نے تابع کیا اپنا منہ
لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا
اللہ کے لئے اور وہ جو میرے ساتھ ہیں اور کہہ انہیں جو
الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ
کتاب اور ان پڑھ کیا تم تابع ہوتے ہو پھر اگر
اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
وہ تابع ہوئے تو انہوں نے راہ پائی اور اگر منہ پھیریں تو
عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ
پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے میں نے اپنا منہ اللہ کے حکم پر
لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا
تابع کیا اور انہوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں۔ اور کتاب والوں اور
الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ
ان پڑھوں کو کہہ دے کیا تم بھی تابع ہوتے ہو۔ پھر اگر وہ تابع ہوئے
اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
تو انہوں نے سیدھی راہ پالی اور اگر منہ پھیریں تو تیرے ذمہ صرف ع ۲
عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ ع ۱۱ ۱۰
پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

اَلْاُمِّيّٖنَ: (ان پڑھ) یہاں مراد مکہ کے مشرکین ہیں جنہیں آسمانی کتابوں کا علم نہیں تھا اور یوں بھی ان میں علم کا نشان نہ تھا معدودے چند کے سوا سب کے سب ان پڑھ اور جاہل تھے۔

اَلْبَلٰغُ: (پہنچا دینا) اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین دینا مقصود ہے کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ فکر مند نہ ہوں۔ آپ کا کام صرف تبلیغ و دعوت ہے منوانا آپ کی ذمہ داری نہیں۔

اہل کتاب جھگڑا کرتے تھے کہ ہم بھی مسلمان ہیں انہیں اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ اس قسم کا فرضی اسلام بالکل بے فائدہ ہے اسلام وہ ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانثار ساتھیوں کے پاس ہے یعنی انسان ہمہ تن اپنے آپ کو خدائے واحد کے ہاتھ میں دے دے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار کو دیکھ لو کس طرح انہوں نے شرک بت پرستی بداخلاقی فسق و فجور اور ظلم و ستم کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان و مال وطن، کنبہ، بیوی بچے غرض تمام مرغوب اور عزیز چیزیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر نثار کر دیں۔ اُن کی آنکھیں ہر وقت حکمِ الٰہی کی طرف لگی رہتی ہیں کہ ادھر سے حکم آئے اور ہم تعمیل کریں اس کے مقابلہ میں تم اپنا حال دیکھو کہ خود جب تنہا ہوتے ہو تو اقرار کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں لیکن اگر ان پر ایمان لائیں تو دنیا کا مال و جاہ چھنتا ہے۔ بہر حال اگر تم جان لینے کے بعد ایمان نہ لاؤ تو تمہاری مرضی ہم تو ایمان لا چکے ہیں۔

اس کے بعد ان مشرکین کو بتایا گیا ہے کہ تم خود دیکھ لیا کرو تم ہماری طرح کے مسلمان ہو۔ یا اب مسلمان بننے کو تیار ہو اگر اب بھی اطاعت گذار بن جاؤ تو تم سیدھے راستے پر آجاؤ گے اور اگر تم نہ مانے تو ہمارا کام صرف تبلیغ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام تم پر پہنچا دینا ہے تمہیں نیک و بد کی تمیز سکھانا ہے اللہ تعالیٰ سب کے ظاہری اور باطنی حالات جانتا ہے۔

Marfat.com

کافروں کی کرتوت

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ
بیشک جو لوگ انکار کرتے ہیں حکم اللہ اور
يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ
قتل کرتے ہیں پیغمبر ناحق اور قتل کرتے ہیں
الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ
انہیں جو حکم کرتے ہیں انصاف سے سے لوگ
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِكَ
سو انہیں خوشخبری سُنا عذاب دردناک یہی ہیں
الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
جن کے ضائع ہوئے ان کے اعمال میں دُنیا
وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾
اور آخرت اور نہیں ان کے لئے سے مددگار۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ
جو لوگ اللہ کے حکموں کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کو
يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ
ناحق قتل کرتے ہیں اور انہیں (بھی) جو
الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ
انصاف کا حکم کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِكَ
کی خوشخبری دے دے یہی ہیں
الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
جن کے اعمال ضائع ہوئے دنیا اور آخرت
وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾
میں ان کا کوئی مددگار نہیں۔

يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ، (انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں) یعنی لوگوں کو اخلاق کی ہدایت کرتے ہیں۔ باہمی معاملہ میں عدل و انصاف کی تلقین کرتے ہیں اور ان کے سچے ساتھی ہیں

اس آیت میں نجران کے نصاریٰ اور دیگر کافروں کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے منکر ہو کر پیغمبروں اور دُوسرے نیک اور انصاف پسند لوگوں سے مقابلہ کرنا نصیحت کرنیوالوں سے جھگڑنا اور سنگدلی سے انہیں موت کے گھاٹ اتار دینا بہت بڑا ظلم ہے ان لوگوں کو سخت سزا ملے گی۔

ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک دن میں ۴۳ نبی اور ۱۷۰ صالحین کو شہید کیا اور اس طرح مجرموں کی فہرست میں شمار ہوئے۔ یہ تمام واقعات قرآن مجید اس لئے پیش کر رہا ہے۔ کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار کہنے والے دیکھ لیں کہ ان کے بزرگ کس قدر سیاہ کار رہے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے دونوں جہان میں محرومی ہوگی اِن کے تمام اعمال اکارت جائیں گے اور آخرت میں بھی انہیں سزا مل کر رہے گی اور ان کا کوئی ساتھی یا مددگار نہیں ہوگا۔

ان تمام واقعات میں ہم لوگوں کے لئے عبرت کا سامان ہے ہمیں چاہیئے کہ جو گناہ اور جرائم گذشتہ قوموں نے کئے ہیں۔ ان سے مکمل طور پر بچتے رہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ جس سزا میں وہ مبتلا ہوئے وُہ ہم پر بھی نازل ہو۔ ہم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے انکار نہ کریں۔ نیک اور صالح لوگوں کو تنگ نہ کریں۔ بلکہ راہ راست پر قائم رہیں تاکہ دُنیا اور آخرت میں سیاہ رو نہ ہوں۔

Marfat.com

آخرت کا انجام

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ

پھر کیا ہوگا جب ہم انہیں جمع کریں گے دن نہیں شک

فِيْهِ ۖ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

اس میں اور پورا مل جائے گا ہر شخص جو اس نے کیا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور وہ حق تلفی نہ ہوگی۔

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ

پھر کیا ہوگا جب ہم انہیں ایک دن جمع کریں گے جسمیں

فِيْهِ ۖ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

کوئی شک نہیں اور ہر شخص کو اپنا کیا ہوا پورا پورا مل جائے گا۔

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔

اس سورۃ کی ابتداء ہی سے اہل کتاب کو مخاطب کیا جا رہا ہے۔ خصوصاً بار بار نصاریٰ کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی کتاب برحق کی طرف دعوت دی جا رہی ہے۔ لیکن ان لوگوں کا رویہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے۔ کہ انہوں نے ہر سچے اور نیکو کار کو جھٹلایا۔ اس کی شدید مخالفت کی۔ حد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے قتل تک سے باز نہ آئے۔

دوسری طرف ان کے عقائد کے بودے پن کی حد یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس قدر معصوم خیال کرتے ہیں کہ دوزخ کی آگ انہیں کچھ نہ کہے گی۔ اگر دوزخ میں گئے بھی تو چند دن کے لئے یہ سب ان کے نفس کا دھوکہ ہے۔ ان باتوں کا حقیقت سے دُور کا واسطہ نہیں۔ بھلا کوئی شخص اپنے کئے کی سزا سے کیسے بچ سکتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت اور اس کے ہولناک نتائج کی طرف انہیں متوجہ کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اس دن کو کیوں بھول رہے ہو۔ جس دن سب کو جمع کیا جائے گا۔ بھلا اس دن کے واقع ہونے میں کسی کو شک ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید سے قطع نظر کر لو۔ پھر بھی ہر مذہب میں یہ عقیدہ اجزائے دین میں شامل ہے۔

آخرت میں ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہوا ہے۔ جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی۔ وہ اس کی جزا پالے گا۔ اور جس نے دُنیا میں ذرہ بھر بدی کی ہوگی۔ وہ اس کی سزا بھی بھگتے گا۔ کوئی بھی اعمال کے نتائج سے بچ نہ سکے گا۔

آیت کا آخری جملہ یہ ہے کہ اس دن کسی کی حق تلفی نہ ہوگی۔ ذرہ ذرہ کا حساب ہو جائے گا۔ اور معمولی سے معمولی کام کا نتیجہ سامنے آجائے گا۔ اگر انسان اس دن کو یاد رکھے تو وہ گناہ کا خیال بھی دِل میں نہ لائے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا اختیار و قدرت

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ
تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت تو دے سلطنت
مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ
جسے تو چاہے اور چھین لے سلطنت جس سے
تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ
تو چاہے اور عزت دے جسے چاہے اور ذلیل کرے
مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى
جسے چاہے تیرے ہاتھ خوبی بیشک تو اوپر
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۶)
ہر شے قادر۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ
تو کہہ دے کہ اے سلطنت کے مالک تو سلطنت دے جسے
مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ
چاہے اور سلطنت چھین لے جس سے چاہے
تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ
عزت دے جسے چاہے اور ذلیل کرے جسے
مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى
چاہے تیرے ہاتھ میں سب خوبی ہے بے شک تو
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۶)
ہر چیز پر قادر ہے۔

مَالِكَ الْمُلْكِ: (سلطنت کا مالک) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مالکیت کی صفت کو خاص طور پر اس لئے بیان کیا ہے کہ انسان کو اس کی قدرتوں اور طاقتوں کا احساس رہے۔ انسان اپنے عارضی اور فانی دنیوی اقتدار کے نشہ میں حقیقی مالک کو بھول نہ جائے۔ چار دن کی چلتی پھرتی چھاؤں اسے احکم الحاکمین کے حکم سے غافل نہ کر دے۔

قرآن مجید کی اس آیت کو ایک خاص خصوصیت حاصل ہے۔ وہ یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت اور انسان کی انتہائی عاجزی اور بے بسی کا بیان اس انداز میں موجود ہے کہ کسی کو انکار کی مجال نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے صوفیائے کرام یہ آیت بطور وظیفہ ورد کرنے کے لئے بتلایا کرتے ہیں۔

اگر اس آیت کو نجران کے عیسائی وفد کے سلسلہ میں بیان کرنا ہو تو اس کا ربط یوں بیان کریں گے کہ اے مسیحی عالمو! جن بادشاہوں کی سلطنت اور ان کی دی ہوئی عزت پر تم فخر کرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ تمام جہان کی کل سلطنت اور عزت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ سب کچھ اسی کے قبضہ و قدرت میں ہے۔ جسے چاہے دے جس سے چاہے چھین لے۔ اس حقیقت کا عملی مظاہرہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو دکھا دیا۔ جب ایک ادنیٰ اور غریب جماعت کو روم و فارس کے خزانوں کا مالک بنا دیا۔ مادی سلطنت و عزت تو کیا چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے روحانی سلطنت و عزت کا آخری مقام یعنی نبوت بنی اسرائیل سے لے کر بنی اسمٰعیل میں پہنچا دی۔ ان الفاظ کو دعا کی شکل میں مسلمانوں کو تعلیم کر کے یہ بتایا کہ جو لوگ غریب تھے اپنے ایمان کی بدولت سلطنت کے مالک ہوں گے۔ اور جو بادشاہ تھے وہ اپنی بداعمالیوں کی بدولت ذلت میں گریں گے۔ ہر قسم کی خوبی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی قادرِ مطلق ہے۔

Marfat.com

قدرتِ خداوندی

تُولِجُ۔ اللَّیۡلَ۔ فِی۔ النَّهَارِ۔ وَ
تو داخل کرتا ہے رات میں دن اور
تُولِجُ۔ النَّهَارَ۔ فِی۔ اللَّیۡلِ۔ وَ
داخل کرتا ہے دن میں رات اور
تُخۡرِجُ۔ الۡحَیَّ۔ مِنَ۔ الۡمَیِّتِ۔ وَ
نکالتا ہے زندہ سے مردہ اور
تُخۡرِجُ۔ الۡمَیِّتَ۔ مِنَ۔ الۡحَیِّ۔ وَ
نکالتا ہے مردہ سے زندہ اور
تَرۡزُقُ۔ مَنۡ۔ تَشَآءُ۔ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾
رزق دیتا ہے جسے چاہے بے حساب۔

تُولِجُ الَّیۡلَ فِی النَّهَارِ وَ
تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور
تُولِجُ النَّهَارَ فِی الَّیۡلِ وَ
اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور
تُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَ
تو زندہ مردے سے نکالتا ہے اور
تُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَ
مردہ زندہ سے نکالتا ہے اور
تَرۡزُقُ مَنۡ تَشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾
تو جسے چاہے بے شمار رزق دیتا ہے۔

یہ آیت بھی اپنے معنی اور مفہوم میں پچھلی آیت کے ساتھ مشترک ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و اختیار کو بیان فرمایا تھا کہ اسے ہر شے پر کلی اختیار حاصل ہے۔ وہ جسے چاہے عزت و امارت دے اور جسے چاہے ذلت و رسوائی میں گرا دے۔ موجودہ آیت میں بھی اس نے اسی حقیقت کو دہرایا ہے کہ کائنات میں ہر طرح کی تبدیلی اور تصرف اسی کی مشیت کے تابع ہے وہ موسموں میں اور رات دن میں تبدیلی کرتا رہتا ہے۔ وہ کبھی رات کو گھٹاتا اور دن کو بڑھا دیتا ہے اور کبھی دن کو گھٹا کر رات کو بڑھا دیتا ہے۔ اس طرح ایک کا کچھ حصہ دوسرے میں داخل کرتا رہتا ہے۔ مثلاً جاڑے میں چودہ گھنٹے کی رات اور دس گھنٹے کا دن ہوتا ہے اور کچھ عرصہ بعد یعنی گرمی میں رات کے چار گھنٹے کاٹ کر دن میں داخل کر دیتا ہے۔ اس موسم میں رات دس گھنٹہ کی رہ جاتی ہے اور دن چودہ گھنٹے کا ہو جاتا ہے۔ یہ سب الٹ پھیر اسی کے قبضہ و قدرت میں ہے۔ چاند سورج اور ستارے اس کے ارادہ کے بغیر ذرا حرکت نہیں کر سکتے۔

دن چھوٹے بڑے کرنے کے علاوہ وہ مُردہ سے زندہ پیدا کرنے پر قادر ہے اور زندہ سے مُردہ پیدا کرنے پر بھی اسے اختیار ہے۔ پہلے کی مثال انڈے سے جانور پیدا کرنا اور سیال نطفہ کے مادہ سے جاندار بچہ کا وجود پیدا کرنا ہے اور دُوسرے کی مثال جانور سے انڈہ۔ آدمی سے نطفہ عالم سے جاہل اور ناقص سے کامل پیدا کرنا ہے۔

یہودی سمجھتے تھے کہ جو بزرگی انہیں حاصل تھی۔ وہ ہمیشہ رہے گی۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت اور سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے وہ چاہے تو جاہلوں میں کامل پیدا کرے جیسے اس نے عرب کے امّیوں میں فخرِ موجودات اور اشرف الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ رزق کے خزانے بھی اسی کے اختیار میں ہیں۔ وہ جسے چاہے بے حساب اور بے اندازہ عطا فرمائے۔ انسان اس کے انعام و اکرام کا شمار نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

کافروں سے دوستی

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ
مسلمان کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں
مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ
کو چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے
ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ
تو اسے اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر اس حالت
اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ
میں کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو اور اللہ تمہیں اپنے سے
اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۲۸
ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

لَا۔ يَتَّخِذِ۔ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ الْكٰفِرِيْنَ۔ اَوْلِيَآءَ
نہ بناویں مسلمان کافر دوست
مِنْ۔ دُوْنِ۔ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ۔ يَّفْعَلْ
سے علاوہ مسلمان اور جو کوئی کرے
ذٰلِكَ۔ فَلَيْسَ۔ مِنَ۔ اللّٰهِ۔ فِيْ۔ شَيْءٍ۔ اِلَّآ
تو نہیں سے اللہ متعلق مگر
اَنْ۔ تَتَّقُوْا۔ مِنْهُمْ۔ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ
یہ کہ کرنا چاہو ان سے بچاؤ اور تمہیں ڈراتا ہے
اللّٰهُ۔ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى۔ اللّٰهِ۔ الْمَصِيْرُ ۝۲۸
اللہ اپنے سے اور طرف اللہ لوٹ جانا۔

پچھلے سبق میں یہ بتایا گیا تھا کہ عزت دینا یا عزت چھین لینا اللہ تعالیٰ کے ہی قبضہ و قدرت میں ہے۔ ہر طرح کی حکومت و سلطنت جاہ و عزت اور تصرفات اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کیلئے جو صحیح معنیٰ میں اس پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ شایانِ شان نہیں کہ اپنے اسلامی بھائیوں کو چھوڑ کر یا انہیں کافی نہ سمجھ کر خواہ مخواہ اللہ کے دشمنوں، اس کے منکروں اور کافروں سے دوستی بڑھائیں۔ خدا اور رسُول کے دشمن کبھی ان کے دوست نہیں بن سکتے جو شخص اسکے الٹ کرے گا۔ سمجھ لو کہ خدا کی محبّت سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ ایک مسلمان کی سب امیدیں صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہونی چاہئیں۔

انسانوں کے اندر حسنِ سلوک کی صرف تین صورتیں ممکن ہیں۔

(۱) دوستی (۲) ظاہری خوش خلقی (۳) احسان و نفع رسانی۔

علماء نے فرمایا ہے کہ کفار سے اوّل شکل یعنی حقیقی دوستی تو کسی حال میں جائز نہیں تیسری شکل یعنی احسان و نفع رسانی صرف ان کافروں سے جائز ہے۔ جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ پر آمادہ نہ ہوں۔ دُوسری شکل یعنی ظاہری خوش خلقی صرف تین حالتوں میں جائز ہے ایک اپنے بچاؤ کیلئے۔ دوم خود اسے اسلام پر لانے کی کوشش کے سلسلہ میں۔ سوم میزبان ہونے کی صورت میں۔ یعنی جب کافر مہمان بن کر آئے۔ پس ان تینوں صورتوں کے سوا اپنے ذاتی نفع یا مال و دولت حاصل کرنے کے لئے کسی طرح بھی دوستی جائز نہیں بلکہ جب یہ خطرہ ہو کہ وُہ دین میں رخنہ ڈالے گا تو اس سے میل ملاپ بالکل ناجائز ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے مسلمانوں کو جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے تاکہ وُہ یاد رکھیں کہ بالآخر سب کو اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وُہ جزا سزا دے گا اور اس کی گرفت سے بچ کر نکلنا کسی کے لئے ہرگز ممکن نہ ہوگا۔

Marfat.com

کافروں کی پشیمانی

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ
کہہ اگر تم چھپاؤ جو میں تمہارے جی یا اسے ظاہر کروگے
یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ
جانتا ہے اسے اللہ اور جانتا ہے جو میں آسمان اور
مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ
جو ہیں زمین اور اللہ اوپر ہر چیز
قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
قادر۔ دن موجود پائیگا ہر شخص جو اس نے کی
مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ
سے نیکی اپنے سامنے اور جو اس نے کی سے
سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا
برائی آرزو کریگا کاش کہ مجھ میں اور اس میں فرق
بَعِیْدًا ؕ وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ
دُور کا اور ڈراتا ہے تمہیں اللہ اپنے سے اور اللہ
رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾
مہربان بندوں پر۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ
تو کہہ دے اگر تم اپنے جی کی بات چھپاؤ گے یا اسے ظاہر کروگے
یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ
اللہ اسے جانتا ہے۔ اور اسے معلوم ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے
مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ
اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر
قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
ہے۔ جس دن ہر شخص موجود پائیگا جو کچھ کہ اس نے
مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ
نیکی کی ہے اپنے سامنے اور جو کچھ اس نے بدی کی ہے
سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا
آرزو کرے گا کاش مجھ میں اور اس میں دور کا فرق ہوتا
بَعِیْدًا ؕ وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ
اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ بندوں
رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع ۳ ۱۱
پر مہربان ہے۔

ان آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ تو ممکن ہے کہ آدمی اپنے دِل کی بات لوگوں سے چھپالے لیکن وہ اس طرح خدا سے کچھ نہیں چھپا سکتا اور اسے فریب نہیں دے سکتا اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع ہے جو زمین و آسمان کی ہر شے پر حاوی ہے کوئی ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ قیامت کے دن ہر شخص کی نیکی بدی اسکے سامنے ہوگی۔ ساری عمر کا اعمال نامہ ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا اسوقت گنہگار یہ آرزو کرینگے کہ کاش دنیا میں بُرے عمل ہم سے دُور ہی رہتے لیکن اس روز افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعہ اس بات کی تنبیہ کر رہا ہے کہ تم بُرائی سے دُور رہو اور جن کاموں سے روکا گیا ہے ان سے بچے رہو۔ کافروں سے دوستی نہ رکھو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ قبل از وقت ہمیں خوفناک دِن سے ڈراتا رہتا ہے تاکہ بُرائی چھوڑ کر بھلائی کی طرف رجوع کر سکیں۔ ہم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام پر غور کریں۔ شر، بُرائی اور گناہ سے ہمیشہ بچتے رہیں۔ بھلائی کی طرف راغب رہیں۔ تقویٰ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور نیکی کی زندگی بسر کریں۔

Marfat.com

حضرت رسول اکرمؐ کی پیروی

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ
تو کہہ اگر تم رکھتے ہو محبت اللہ تو میری پیروی کرو
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ
تم سے محبت کرے اللہ اور بخشے تمہارے گناہ اور
اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ
اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تو کہہ دے کہ حکم مانو اللہ اور
وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا
اس کے رسول کا پھر اگر وہ اعراض کریں تو اللہ کو کافروں
يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾
سے محبت نہیں ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ
تو کہہ دے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ
کرو تاکہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے اور
اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ
اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تو کہہ دے کہ حکم مانو اللہ اور
وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا
اس کے رسول کا پھر اگر وہ اعراض کریں تو اللہ کو کافروں
يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾
سے محبت نہیں ہے۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے دوستی کی ممانعت کا حکم دیا تھا۔ اب اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرو اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا معیار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور مکمل پیروی میں ہے یعنی اگر دیکھنا ہو کہ کون اپنے مالکِ حقیقی سے محبت کرتا ہے۔ تو اسے اطاعت محمدی کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لینا چاہیئے جس قدر کوئی شخص حبیب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلتا ہوگا۔ ان کی لائی ہوئی روشنی کو مشعلِ راہ سمجھتا ہوگا اور ان کی پیروی کرتا ہوگا اسی قدر اس کا ایمان بھی مکمل ہوگا۔

اسے رسول اللہ سے محبت کرنے کا پھل یہ ملے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا۔ حضورؐ کے اتباع کی برکت سے اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور آئندہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور خاص توجہ کا مستحق ہوگا۔ گویا محبتِ خداوندی حضورؐ کی پیروی کے بغیر ہونے کا کوئی امکان نہیں۔

یہودی اور عیسائی کہا کرتے تھے کہ ہم خدا کے بیٹے اور محبوب ہیں۔ یہاں یہ بتلا دیا گیا کہ اللہ کے نبی کا منکر خدا کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ جو کوئی اللہ کا محبوب بننا چاہتا ہے وہ آپؐ کے حکم کی تعمیل کرے۔

صوفیائے کرام نے اس سے ایک عجیب و غریب نکتہ پیش کیا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبت کرنیوالے عاشق بندوں سے یہ کہا ہے کہ اگر میری محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرے حبیبؐ کی پیروی کرو۔ اس کے نتیجہ میں خود میں تم سے "محبت کرنیوالا" بن جاؤں گا اور تمہاری خطاؤں سے درگذر کرونگا۔ اسکے ساتھ ہی تنبیہ کر دی اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہ کی تو منکروں میں تمہارا شمار ہوگا اور اللہ انکار کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا۔

Marfat.com

انبیاء کا سلسلہ

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ
بیشک اللہ پسند کیا آدم اور نوح اور گھر والے
اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۳۳﴾
ابراہیم اور گھر والے عمران اوپر سارے جہان۔
ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
اولاد ایک ان میں سے دُوسرا اور اللہ سننے والا
عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ج
جاننے والا۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ
بے شک اللہ نے آدمؑ اور نوح کو پسند کیا اور ابراہیمؑ کے
اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۳۳﴾
گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہانوں سے۔
ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
جو ایک دُوسرے کی اولاد تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا
عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ج
ہے۔

اٰلَ عِمْرٰنَ: (عمران کا گھرانہ) تاریخ میں عمران کے نام سے دو شخصیتیں گذری ہیں۔ ایک حضرت موسیٰؑ کے والد ماجد عمران بن یصہر دوسرے ان کے کئی سو سال بعد حضرت مریمؑ کے والد ماجد حضرت مسیح علیہ السلام کے نانا "عمران بن ماتان" یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ اکثر علماء اور محققین نے دوسرے عمران سے مراد لی ہے کیونکہ اس آیت میں آگے جا کر دُوسرے عمران ہی کے گھرانے کا بیان ہے۔

اٰدَمَ: (آدمؑ) اللہ تعالیٰ نے اپنی وسیع قدرت سے کام لے کر زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شے بنائی۔ اس کی سب سے بڑی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو روحانی اور جسمانی خوبیوں کا مجموعہ بنے۔ کائنات کو اس ہستی کی قدر بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ آدم علیہ السلام نبوت کیلئے چنے گئے۔ ان کے بعد یہ نبوت حضرت شیثؑ اور حضرت نوح علیہ السلام کو ملی پھر وہاں سے منتقل ہوتی ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچی۔ حضرت آدم اور نوح علیہ السلام کے بعد جتنے لوگ بھی دنیا میں آباد رہے۔ وُہ سب ان کی اولاد سے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور نوحؑ کی طرح نبوت کا درجہ بخشنے کیلئے حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے گھرانے کو مخصوص کر لیا اور اُن کے بعد جس قدر نبی آئے۔ وُہ انہی کے دو بیٹوں حضرت اسحٰقؑ اور اسمٰعیلؑ کی نسل سے ہوئے۔

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ: (ایک دوسرے کی نسل سے) نسب کا سلسلہ باپ کی طرف سے ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ انہیں حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آلِ عمران اور ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ فرما کر یہ بتا دیا کہ یہ تمام پیغمبر ایک دوسرے کی اولاد میں سے تھے کیونکہ حضرت مریمؑ کے باپ عمران حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ کوئی پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کے خاندان سے باہر نہیں۔

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ کا ذکر کر کے یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ سب دعاؤں اور باتوں کو سُنتا ہے۔ سب کے ظاہری اور پوشیدہ حالات کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی بات چھپی نہیں۔ وُہ ہر ایک کے نفس اور خوبیوں سے باخبر ہے۔ اس لئے اس کا انتخاب کسی طرح ادھورا اور غلط نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

حضرت مریمؑ کی پیدائش

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ
جب کہا عورت عمران اے رب میں
نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ
نذر کیا تیرے لئے جو میں میرا پیٹ آزاد رکھ کر تو قبول کر
مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾
مجھ سے بیشک تو سننے والا جاننے والا۔
فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ
پھر جب اسے جنا بولی اے رب میں نے اسے جنا
اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ
لڑکی اور اللہ معلوم ہے جو اس نے جنا اور نہ ہو
الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ
بیٹا بیٹی جیسا اور میں اس کا نام رکھا مریم
وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ
اور میں اسے پناہ دیتی ہوں تیری اور اس کی اولاد کو سے
الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾
شیطان مردود۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ
جب عمران کی عورت نے کہا اے رب میں نے جو کچھ
نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ
میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کیا سب سے آزاد رکھ کر سو تو
مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾
مجھ سے قبول کر بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔
فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ
پھر جب اسے جنا تو بولی اے رب میں نے جنی لڑکی اور
اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ
اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا تھا اور بیٹا نہ ہو جیسی
الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ
وہ بیٹی (تھی) اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور
وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ
اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں
الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾
شیطان مردود ہے۔

اِمْرَاَةُ عِمْرَانَ (عمران کی بیوی) اس کا نام "حنہ بنت فاقوذ" تھا۔ اس نے اپنے زمانہ کے رواج کے مطابق اللہ تعالیٰ سے یہ منت مان رکھی تھی کہ جو بچہ اسکے پیٹ میں ہے اسے اللہ کے نام پر آزاد کرتی ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بچہ تمام دنیاوی کاموں سے آزاد ہو کر ہمیشہ اللہ کی عبادت اور کلیسا کی خدمت میں لگا رہے گا ساتھ ہی اس نے دعا کی کہ اے اللہ تو اپنی مہربانی سے میری نذر قبول فرما تو میری عرض کو سنتا ہے اور میری نیت کو جانتا ہے گویا اس خاتون نے اشارۃً یہ دعا کی کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو لیکن اس کی امید بر نہ آئی اور خلاف توقع اسکے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اسلیئے اس نے نہایت حسرت سے کہا کہ اے اللہ میں نے تو لڑکی جنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ بیٹی بڑی برکت والی ہے تجھے کیا پتہ اسکے بطن سے بڑی عزت والا اور مبارک بیٹا پیدا ہوگا۔ عمران کی بیوی نے عرض کیا کہ اے اللہ میں نے اس کا نام مریمؑ رکھا ہے میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں اللہ تعالیٰ نے اسکی یہ دعا قبول فرمائی۔ یہ قصہ پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ اس زمانہ میں یہودیوں کے اندر ہر طرح کی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں لیکن پھر بھی خال خال ان میں ایسے لوگ موجود تھے جو اللہ تعالیٰ سے لگن لگائے رکھتے تھے اور اپنی اولاد کو دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیتے تھے۔

Marfat.com

حضرت مریمؑ کی پرورش

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا
پھر اسے قبول کیا اس کا رب قبول اچھی طرح اور اسے بڑھایا
نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ
بڑھانا اچھی طرح کا اور اسے سپرد کیا زکریا جس وقت آتا
عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا
اس کے پاس زکریا حجرہ پایا اس کے پاس
رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ
کھانا کہا اے مریم کہاں سے تیرے پاس یہ کہا
هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ
یہ سے پاس اللہ بیشک اللہ رزق دیتا ہے جسے
يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾
چاہے بے حساب۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا
پھر اس کے رب نے اسے اچھی طرح قبول کیا اور اسے اچھی
نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ
طرح بڑھایا اور اسے زکریا کے سپرد کیا جس وقت
عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا
زکریا اس کے پاس حجرے میں آتے تو اس کے پاس کچھ
رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ
کھانا پاتے (زکریا نے کہا) اے مریم تیرے پاس یہ کہاں سے آیا
هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ
ہے۔ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے اللہ جسے چاہے بے حساب
يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾
رزق دیتا ہے۔

زَكَرِيَّا: آپ اللہ کے پیغمبر تھے اور رشتہ میں حضرت مریمؑ کے خالو تھے۔ حضرت مریمؑ کے والد ماجد جناب عمران کی جب وفات ہوئی تو ان کی وفات کے بعد قوم کی سرداری حضرت زکریاؑ کے حصہ میں آئی تھی۔

اَلْمِحْرَاب: (حجرہ) ایسی جگہ جہاں کوئی سب سے الگ تھلگ ہو کر بیٹھے۔ مسجد کے محراب کو بھی اسی وجہ سے محراب کہا جاتا ہے کہ امام سب سے آگے اور سب سے الگ ہو کر اس جگہ کھڑا ہوتا ہے۔

اگرچہ ہیکل کی خدمت کے لیے اس زمانہ میں لڑکی قبول نہیں کی جاتی تھی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی والدہ کی دعا قبول فرمائی اور بیت المقدس کے مجاوروں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ عام دستور کے خلاف لڑکی کو قبول کرلیں۔ جب اس کی پرورش کے متعلق ہیکل کے درمیان اختلاف ہوا۔ تو قرعہ اندازی کی گئی۔ قرعہ حضرت زکریاؑ کے نام نکلا۔

اللہ تعالیٰ نے مریمؑ کو جسمانی روحانی علمی اخلاقی ہر حیثیت سے غیر معمولی طور پر بڑھایا۔ زکریاؑ نگران بنے۔ انہوں نے تربیت کے لئے زیادہ کوشش کی جب مریمؑ ذرا بڑی ہوئی تو عبادت خانے کے پاس ان کے لئے ایک حجرہ مخصوص کر دیا۔ سارا دن مریمؑ عبادت میں وہاں مشغول رہتیں۔

ان کے حجرے میں حضرت زکریاؑ کا آنا جانا اکثر رہتا تھا۔ آپ جب بھی وہاں تشریف لے جاتے تو ان کے پاس طرح طرح کی چیزیں پاتے آپ حیران ہوتے کہ مریمؑ کے پاس یہ کہاں سے آنے لگیں اس لئے آپ نے پوچھا کہ مریمؑ تیرے پاس یہ کہاں سے آتا ہے انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے وہ جسے چاہے بے حساب اور کثیر رزق دیتا ہے اور ایسے ذریعہ سے دیتا ہے جس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

حضرت زکریاؑ کی دُعا

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ

وہیں دُعا زکریا اس کا رب کہا اے رب

هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ

عطا کر مجھے سے اپنے پاس اولاد پاکیزہ

اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ

بیشک تو سننے والا دعا اے بشارت دی فرشتے

وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ

اور وُہ کھڑا تھا نماز پڑھتا تھا میں حجرہ کہ

اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ

اللہ خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی تصدیق کرنے والا حکم

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا

سے اللہ اور سردار اور پاک دامن اور نبی

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

سے صالحین۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ

وہیں زکریا نے اپنے رب سے دُعا کی کہا اے میرے رب

هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ

مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا کر بیشک تو دُعا

اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ

کا سننے والا ہے۔ پھر اسے فرشتے نے بشارت دی

وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ

جب وہ کھڑے ہوئے تھے نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ

اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ

تجھے خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی جو اس کے حکموں کی تصدیق

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا

کرے گا اور سردار اور پاک دامن اور نبی ہوگا

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

صالحین میں سے۔

حضرت زکریاؑ اپنی قوم کی حالت دیکھ کر دِل میں کڑھتے رہتے تھے اور سوچتے رہتے تھے۔ کہ نبوت کا وُہ علم جو حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے کی خاص چیز ہے۔ اب پوری قوم میں اس کا وارث کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ کیا میرے بعد یہ لوگ اس سے محروم ہو جائیں گے۔ گھر میں کوئی اولاد نہ تھی۔ بیوی بانجھ تھی اور خود بوڑھے ہو چکے تھے۔ وُہ برابر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے کہ اے اللہ میرے علم کا کسی کو وارث بنا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی دُعا قبول ہوئی۔ ایک دن وہ حجرے کے اندر حضورِ خداوندی میں کھڑے تھے کہ فرشتے نے بیٹے کی بشارت دی۔ اور اس کا نام یحییٰ بتلایا۔ اللہ کے فرشتے نے اس مبارک بچہ کی کچھ صفات بھی بیان کیں۔ مثلاً

(۱) وہ احکامِ الٰہی کی تصدیق کرنیوالا ہوگا۔

(۲) وہ پاکدامن و پاکباز ہوگا۔ عورت کے قریب نہ جائے گا۔

(۳) وہ اللہ تعالیٰ کا نبی نہایت صالح اور انتہائی پاکیزہ انسان ہوگا۔

ان آیات سے معلوم ہوگا کہ اولاد کی خواہش ایک فطری امر ہے۔ اللہ تعالیٰ دِل سے نکلی ہوئی دُعاؤں کو قبول کرتا ہے اور اُس کے نیک بندے، نیک اولاد کے لئے ہی دُعا کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت یحییٰؑ کی پیدائش

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ

کہا اے رب کہاں سے ہوگا میرے لئے لڑکا اور مجھے

بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ

پہنچ چکا بڑھاپا اور عورت میری بانجھ۔ فرمایا

كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ

اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے۔ کہا

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا

اے رب مقرر کر میرے لئے کچھ نشانی فرمایا تیرے لئے نشانی یہ

تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَ

بات کرے گا لوگ تین دن مگر اشارہ اور

اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع

یاد کر اپنا رب بہت اور تسبیح کر شام اور صبح۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ

کہا اے رب میرے (ہاں) لڑکا کہاں سے ہوگا؟ جبکہ

بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ

مجھے بڑھاپا پہنچ چکا اور میری عورت بانجھ ہے فرمایا

كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ

اسی طرح اللہ جو چاہے کرتا ہے۔ کہا اے رب میرے

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا

لئے کچھ نشانی مقرر کر دے۔ فرمایا تیرے لئے نشانی یہ ہے کہ تو

تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَ

لوگوں سے بات نہ کریگا تین دن مگر اشارہ سے اور اپنے

اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع

رب کو بہت یاد کر اور صبح و شام تسبیح کر۔

جب حضرت زکریاؑ کو خوشخبری سُنائی گئی کہ تیرے ہاں ایک صالح بچہ پیدا ہوگا انہیں بہت حیرت ہوئی کہنے لگے کہ اس کے ظاہری اسباب تو موجود نہیں، میں خود بوڑھا ہو چکا ہوں اور بیوی بانجھ ہے۔ بیٹے کی ولادت کیسے ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اسباب کی محتاجی نہیں۔ ظاہری اسباب کے بغیر بھی میں جیسے چاہوں اور جو چاہوں کر سکتا ہوں۔

حضرت زکریاؑ کی جب امید بندھ گئی۔ تو عرض کیا کہ اے اللہ کوئی ایسی نشانی بتا جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ میری بیوی کے بچہ ہونیوالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین دن تک مسلسل اشارہ کے سوا بات نہیں کرے گا۔ پس جب تو یہ دیکھے کہ ایسی حالت پہنچ گئی ہے اور تیری زبان خالص اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے وقف ہو جائے تو سمجھ لینا کہ اب بچہ ہونے کو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو نشانی بتائی۔ اس میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ نشانی کی نشانی تھی اور عبادت کی عبادت یعنی ایک طرف تو حضرت زکریاؑ کو یہ اطلاع دینے کی باعث بنی اور دوسری طرف خدا کے ذکر و شکر کا ذریعہ۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کو تاکید فرما دی کہ ان دنوں صبح و شام میری حمد و ثنا اور پاکیزگی کے بیان میں مصروف رہنا۔

اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ وہ کل کائنات پر حاوی ہے جس کام کو کرنا چاہے دم بھر میں کر سکتا ہے۔ اسے کسی سبب کی ضرورت نہیں پڑتی لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ وہ ظاہری اسباب پر نظر رکھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھے اور اپنی ہر تمنا اسی کے حضور میں پیش کرے اگر ہم صرف اپنے دست و بازو اور کوششوں پر انحصار کریں گے تو یہ نہ صرف گمراہی ہوگی بلکہ ناکامی کی صورت میں حد درجہ مایوسی ہوگی جس کا نتیجہ خودکشی ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت مریمؑ کا درجہ

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ
اور جب بولے فرشتے اے مریم بیشک اللہ
اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى
تجھے پسند کیا اور ستھرا بنایا اور تجھے پسند کیا اوپر
نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ
عورتیں جہان اے مریم بندگی کر تیرا رب
وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾
اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنیوالے۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ
اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ نے تجھے پسند کیا اور
اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى
ستھرا بنایا اور تجھے سارے جہان کی عورتوں پر
نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ
پسند کیا۔ اے مریم اپنے رب کی بندگی کر
وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾
اور سجدہ کر اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ رکوع کر۔

اصْطَفٰكِ: (تجھے پسند کیا) پسند کرنے کے علاوہ اس کے معنیٰ چننا اور اختیار کرنا بھی ہیں۔ لفظ "مصطفیٰ" اسی سے ہے جس کے معنیٰ چنا ہُوا۔ برگزیدہ اور منتخب ہیں۔

قرآن مجید صرف سابقہ کتابوں اور نبیوں کی تصدیق ہی نہیں کرتا بلکہ اُن کے بارہ میں جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں اور ان پر باطل پرستوں نے جو اتہام اور بہتان تراشے تھے۔ کلام اللہ نے ان سب کی پُرزور تردید کی۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش۔ اُن کی والدہ ماجدہ اور خاندان کے دیگر افراد کے بارہ میں اسی طرح ان کی تعلیمات کے سلسلہ میں یہود نے بیہودہ باتیں مشہور کر رکھی تھیں۔ قرآن مجید نے ان سب کی تردید کی۔ چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے مریمؑ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی برکتیں اور نعمتیں دینے کے لیے چن لیا ہے۔ تجھے اپنی نیاز میں قبول کیا ہے اور تجھے تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت بخشی ہے۔ مثلاً یہ کہ بغیر کسی مرد کے چھُوئے تیرے بطن سے حضرت مسیح علیہ السلام جیسے عالیشان پیغمبر پیدا ہوں گے۔ یہ خوبی دنیا کی کسی عورت کو نہیں دی گئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام سے فرمایا کہ جب تجھے ایسی عزت اور بلند مرتبہ عطا ہُوا ہے۔ تجھے چاہیئے کہ ہمیشہ عجز و انکساری کا مظاہرہ کرے۔ نہایت خلوص سے اپنے رب کے آگے بندگی اور عبادت کرے۔ اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرنے اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ رکوع کرتی رہے۔

ان آیات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے لئے جسے چاہے مخصوص کر لیتا ہے اس پر اپنی برکتیں نازل کرتا ہے اور دُوسروں پر فضیلت عطا کرتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وُہ اپنے رب کی بندگی کرے۔ اس کے آگے سر جھکائے اور عبادت کرنیوالوں کے ساتھ مِل کر عبادت کرے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں کا عجز و انکسار بہت زیادہ پسند ہے۔ جو شخص خدائے واحد کی نعمتیں پا کر شکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر مزید برکتیں نازل فرماتا ہے۔

Marfat.com

حضرت مریمؑ کی کفالت

ذٰلِكَ ۔ مِنْ ۔ اَنْبَآءِ ۔ الْغَيْبِ ۔ نُوْحِيْهِ ۔ اِلَيْكَ ۚ
یہ خبریں غیب ہم بھیجتے ہیں تجھے

وَمَا ۔ كُنْتَ ۔ لَدَيْهِمْ ۔ اِذْ ۔ يُلْقُوْنَ ۔ اَقْلَامَهُمْ
اور نہ تو تھا ان کے پاس جب ڈالتے لگے اپنے قلم

اَيُّهُمْ ۔ يَكْفُلُ ۔ مَرْيَمَ ۖ وَمَا ۔ كُنْتَ ۔ لَدَيْهِمْ
کون پرورش میں لے مریم اور نہ تو تھا ان کے پاس

اِذْ ۔ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾
جب وہ جھگڑتے تھے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ
یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تجھے بھیجتے ہیں اور تو

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ
ان کے پاس نہ تھا جب وہ اپنے قلم ڈالنے لگے کہ کون

اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ
مریم کو پرورش میں لے اور تو ان کے پاس نہ تھا جب

اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾
وہ جھگڑتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تائید میں یہ بیان فرمایا ہے۔ یہ تمام گذرے ہوئے واقعات جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سُنا رہے ہیں۔ ہم نے بتائے ہیں۔ نبی صلعم نے اپنے دِل سے قطعی نہیں گھڑے اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ کا نبی ظاہری حیثیت سے بالکل پڑھا لکھا نہیں۔ اور اہلِ کتاب کے ساتھ اٹھا بیٹھا بھی نہیں۔ جو اُن کی زبانی انہیں یہ پُرانے واقعات معلوم ہو جاتے۔ اور اگر بفرضِ محال ان کے پاس رہا ہو تو ان لوگوں کے پاس بھی صحیح علم موجود نہیں ہے۔ وُہ خود اوہام پرستی میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے صحیح واقعات کو بدل ڈالا ہے لہذا یہ بات ظاہر ہے کہ یہ تمام قصّے مثلاً حضرت مریمؑ کی والدہ کا منت ماننا۔ مریمؑ کی پیدائش۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبول نیاز۔ مریمؑ کی پرورش اور کفالت حضرت زکریاؑ کی دُعا اور یحییٰ کی ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت وغیرہ۔ یہ تمام حالات اور واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلا وحی الٰہی کے سوا اور کس ذریعہ سے معلوم ہوئے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تائید میں مذکورہ بالا دلیل دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ حضرت مریمؑ کا ذکر شروع کیا۔

حضرت مریم علیہا السلام نذر میں قبول کر لی گئیں۔ تو انہیں بیت المقدس کی خدمت کیلئے بھیج دیا گیا اب ان کی پرورش کا مسئلہ تھا۔ قرار پایا کہ قرعہ اندازی کر لی جائے۔ اسکی صُورت یہ تجویز ہُوئی کہ تمام مجاورین اپنے اپنے قلم جس کے ساتھ وُہ تورات لکھتے تھے۔ بہتے پانی میں چھوڑ دیں جس کا قلم پانی کے بہاؤ کی طرف چلنے کی بجائے اُلٹا پھر جائے وہی مریم کا کفیل ہوگا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت زکریاؑ کا قلم اُلٹا پھر گیا۔ اسلیئے حضرت مریمؑ کی پرورش کا کام انہیں سونپ دیا گیا۔ حضرت زکریاؑ یوں بھی عالم فاضل تھے اور رشتے میں حضرت مریمؑ کے خالو تھے لہذا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے حقدار کو حق پہنچ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے دوبارہ بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اس وقت بھی موجود نہ تھے جب ہیکل کے مجاوران پرورش کا فیصلہ کرنے کیلئے پانی میں قلم ڈال رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود حضور صلعم کو یہ علم وحی کی بدولت حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس دلیل کے بعد بھی جو لوگ رسول صلعم کی نبوت سے انکار کریں وہ گمراہ ہیں اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ ان کیلئے سخت وعید ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید قصّے کہانیوں کا مجموعہ نہیں۔ وُہ کتاب ہدایت ہے اور درمیان میں جو واقعات بھی آتے ہیں وُہ اس مقصد کو واضح کرنے کے لئے آتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت مسیحؑ کی بشارت

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ
جب کہا فرشتے اے مریم کہ اللہ
يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ
تجھے بشارت دیتا ہے اپنا ایک حکم اس کا نام مسیح
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ
عیسیٰ بیٹا مریم مرتبہ والا میں دنیا اور
الْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ
آخرت اور میں مقربین اور باتیں کرے گا
النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾
لوگ میں گود اور پوری عمر کو اور میں نیک بخت۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ
جب فرشتے بولے اے مریم اللہ تجھے بشارت دیتا
يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ
ہے اپنے ایک حکم کی جس کا نام مسیح عیسیٰ مریم
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ
کا بیٹا ہے دنیا اور آخرت میں مرتبہ والا اور اللہ کے
الْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ
مقربوں میں سے ہے۔ اور وہ لوگوں سے باتیں کرے گا جبکہ
النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾
ماں کی گود میں ہوگا اور جبکہ پوری عمر میں ہوگا اور وہ نیک بختوں میں سے ہے۔

كَلِمَةٍ: قرآن وحدیث میں کئی جگہ حضرت مسیح علیہ السلام کو كَلِمَةُ اللّٰهِ فرمایا گیا ہے۔ جس طرح رُوح القدس جبریل علیہ السلام کا لقب ہے۔ اسی طرح كَلِمَةُ اللّٰهِ حضرت مسیح علیہ السلام کا لقب ہے۔ یوں تو اللہ کے کلمات بے شمار ہیں۔ لیکن حضرت مسیحؑ کو کلمۃ اللہ خاص طور پر اس لئے کہا گیا۔ کہ ان کی پیدائش عام قاعدے کے خلاف باپ کے بغیر اللہ کے حکم سے ہُوئی۔ جو کام عام عادت اور دستور کے خلاف ہو۔ وُہ براہِ راست اللہ کی طرف منسُوب ہوتا ہے۔

اَلْمَسِيْحُ: (مسیح) یہ عبرانی لفظ "ماشیخ" یا "مشیحا" کی ایک شکل ہے اس کے معنی "مبارک" کے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عام طور پر اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ: (مسیح کا دوسرا نام ہے) اور یہ عبرانی لفظ "الیشوع" سے بنا ہے۔ جس کے معنی سیّد کے ہیں۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ قرآن مجید نے "ابنِ مریم" حضرت عیسیٰؑ کے نام کے ساتھ خاص طور پر ایک جزو کی حیثیت سے رکھا ہے۔ اس لئے اُن کی نسبت ہمیشہ ماں ہی کی طرف ہُوا کرے گی اسی طرح مریمؑ کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے ان کا نام ہمیشہ کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کا جزو بنا دیا گیا۔

جب حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ کی بشارت دی گئی۔ تو ممکن تھا کہ انہیں تشویش ہوتی کہ بغیر باپ کے دُنیا کس طرح سچ مانے گی۔ اور لوگ طرح طرح کی تہمتیں لگائیں گے۔ میں اپنی پاکدامنی کا کیونکر اظہار کر سکوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ تو اطمینان رکھ۔ میں اس کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دُنیا میں بھی بڑی عزت عطا کروں گا۔ اور دشمنوں کے سارے الزام جھوٹے ثابت کروں گا۔ تیرا بیٹا نہایت شائستہ اور اعلیٰ درجے کا نیک ہوگا۔ وُہ ابھی بچہ ہی ہوگا۔ کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اپنی پاکدامنی اور برأت کے لئے تجھے بولنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ تو صرف کہہ دینا۔ کہ میں آج روزے سے ہُوں۔ بات نہیں کر سکتی۔ بچہ خود ہی کلام کرے گا اور بڑا ہو کر بھی لوگوں کو اللہ کی باتیں بتائے گا۔

Marfat.com

بِن باپ کے بیٹا

قَالَتْ۔ رَبِّ۔ اَنّٰی۔ یَکُوْنُ۔ لِیْ۔ وَلَدٌ۔ وَّ۔ لَمْ

بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے ہاں لڑکا اور نہیں

یَمْسَسْنِیْ۔ بَشَرٌ۔ قَالَ۔ کَذٰلِکِ۔ اللّٰہُ۔ یَخْلُقُ

مجھے ہاتھ لگایا آدمی فرمایا اس طرح اللہ پیدا کرتا ہے

مَا۔ یَشَآءُ۔ اِذَا۔ قَضٰٓی۔ اَمْرًا۔ فَاِنَّمَا۔ یَقُوْلُ

جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے کام تو کہتا ہے

لَہٗ۔ کُنْ۔ فَیَکُوْنُ ﴿۴۷﴾

اسے ہوجا سو وُہ ہو جاتا ہے۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّ لَمْ

بولی اے رب! میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا؟ جبکہ مجھے

یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰہُ یَخْلُقُ

کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہے

مَا یَشَآءُ اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ

پیدا کرتا ہے۔ جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو یہی کہتا ہے کہ

لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ﴿۴۷﴾

ہو جا سو وُہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتے کی معرفت جب حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری سُنائی۔ تو آپ کو حیرت ہُوئی۔ انہوں نے سوچا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مجھے ابھی تک کسی مرد نے چھُوا تک نہیں۔ بن باپ کے بچہ کی پیدائش کیونکر ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ وُہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وُہ ظاہری اسباب کا محتاج نہیں۔ وُہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ تو صرف یہ حکم دیتا ہے "ہو جا" اور وُہ کام ہو جاتا ہے۔

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی وسعتِ قدرت واضح ہوتی ہے۔ وُہ مسبّب الاسباب ہے۔ ہر کام کا سبب خود ہی پیدا کرتا ہے۔ اس نے زمین و آسمان اور کائنات کی کل چیزیں بنالیں۔ ایک سے ایک بڑھ کر شے پیدا کی۔ وہ اسباب اور ذرائع کا محتاج کیونکر ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام چلانے کے لئے قوانین بنا رکھے ہیں۔ مثلاً پانی سے پیاس جاتی ہے۔ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ جل جاتا ہے۔ حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انسان مر جاتا ہے۔ عورت اور مرد کے باہمی ملاپ سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ یہ تمام باتیں عام عادت کے مطابق ظاہر ہوتی ہیں۔ انہیں اصطلاحی زبان میں "تکوینی قوانین" کہا جاتا ہے یعنی اگر کوئی سبب واقع ہو تو اس کا فلاں نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

اس بارہ میں انسان کا مشاہدہ اس قدر پختہ اور اٹل ہو چکا ہے۔ کہ وُہ ہر نتیجہ کا سبب دریافت کرتا ہے اور ہر نتیجہ کو برلانے کے لئے اس کا سبب پیدا کرتا ہے۔ اگر کوئی ایسا واقعہ ظہور پذیر ہو جس کا ظاہری یا طبعی سبب موجود نہ ہو تو اسے حیرت ہوتی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے اس مشاہدے کو غلط قرار دیا ہے۔ یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ اسباب کا وجود محض انسان کی تسکین کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وسعتِ قدرت کے آگے ہر شے ممکن ہے۔ کسی کام کی تکمیل کے لئے اس کا اشارہ ہی کافی ہے۔ اس لئے اس نے خود فرمایا۔ کہ میں جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں تو کُن (ہو جا) کا اشارہ کرتا ہوں چنانچہ اس کے نتیجہ میں فوراً وُہ کام فیکون (ہو جاتا ہے) ظاہری اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ کے معجزے

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَ
اور اسے سکھائیگا کتاب اور دانائی کی باتیں اور تورات اور
الْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
انجیل۔ اور اسے پیغمبر کرے گا طرف بنی اسرائیل
اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ
میں تمہاری طرف آیا ہوں نشانیاں لیکر سے تمہارا رب کہ میں
اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ
بناتا ہوں تمہارے لئے سے گارا شکل پرندہ
فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ
پھر پھونک مارتا ہوں اسمیں تو ہوجاتا ہے جانور حکم سے اللہ اور
اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى
اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھا اور کوڑھی اور جلاتا ہوں مردے
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا
حکم سے اللہ اور تمہیں بتادیتا ہوں جو کھاکرآؤ اور جو
تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
رکھ کرآؤ میں تمہارے گھر بیشک میں اس نشانی
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾
تمہارے لئے اگر تم رکھتے ہو یقین۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَ
اور اسے سکھا دیگا کتاب اور دانائی کی باتیں اور تورات اور
الْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
انجیل اور اسے پیغمبر کرے گا بنی اسرائیل کی طرف بیشک
اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ
میں تمہارے پاس نشانیاں لیکر آیا ہوں اپنے رب کی طرف سے کہا
اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ
میں تمہارے لئے گارے سے بنادیتا ہوں پرندہ کی شکل پھر اس
فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ
میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اڑتا جانور ہوجاتا ہے اللہ کے حکم سے اور
اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى
مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور مردے جلاتا ہوں۔
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا
اللہ کے حکم سے اور بتادیتا ہوں تمہیں جو کھاکرآؤ اور جو رکھ
تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
کرآؤ اپنے گھروں میں اس میں تمہارے لئے پوری نشانی
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾
ہے اگر تم یقین رکھتے ہو۔

ان آیات میں حضرت مریمؑ کو یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو مندرجہ ذیل خوبیاں عطا کرے گا۔
(۱) اللہ اسے کتاب و حکمت خاص طور پر تورات اور انجیل کا علم عطا فرمائے گا (۲) وہ بڑی گہری حکمت کی باتیں تلقین کریگا (۳) اللہ تعالیٰ اسے پیغمبر بنائے گا اور بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گا (۴) اسے کئی ایک معجزے عطا فرمائے گا حضرت عیسیٰؑ مٹی کے جانوروں میں پھونک ماریں گے اور وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر پرندوں کی مانند اڑنا شروع کر دیا کریں گے (۵) حضرت عیسیٰؑ لوگوں سے فرمائیں گے کہ میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست کر دیتا ہوں۔ (۶) میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔ (۷) تم اپنے گھروں میں جو کھا کر آتے ہو وہ میں بتا دیتا ہوں اور جو پیچھے چھوڑ آتے ہو وہ بھی بتا دیتا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طبیبوں اور حکیموں کا بڑا زور تھا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰؑ کو ایسے معجزے عطا ہوئے۔ جو لوگوں پر یہ کھول دیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو تمام لوگوں پر فوقیت حاصل ہے۔

Marfat.com

حضرت مسیحؑ کی تعلیم

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ

اور سچا بتاتا ہوں جو مجھ سے پہلے جو تورات

اور اپنے سے پہلی کتاب تورات کو سچا بتاتا ہوں اور اس

وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

اور تاکہ حلال کر دوں تمہارے لئے بعض جو حرام تم پر

واسطے کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام

وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور تمہارے پاس آیا ہوں نشانی لے کر سے تمہارا رب سو ڈرو اللہ

تھیں اور تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لے کر آیا ہوں سو

وَأَطِيعُونِ ﴿٥٠﴾ إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ

وَأَطِيعُونِ ﴿٥٠﴾ إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ

اور میرا کہا مانو بیشک اللہ میرا رب اور تمہارا رب

اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ۔ بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے ۔

فَاعْبُدُوهُ ۗ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٥١﴾

فَاعْبُدُوهُ ۗ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٥١﴾

سو اس کی بندگی کرو یہی راہ سیدھی ۔

سو اس کی بندگی کرو یہی سیدھی راہ ہے ۔

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے فرمایا کہ میں اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے حضرت موسیٰؑ پر اتری تھی یعنی تورات وہ اللہ کی طرف سے آئی ہے اور برحق ہے ۔ اس کے عام اصول و احکام کو قائم رکھتے ہوئے زمانہ کے مناسب اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں چند ایک تبدیلیاں کروں گا ۔ مثلاً بعض احکام میں جو پہلے سختی تھی ۔ وہ اب اٹھا دی جائے گی ۔ جو چیزیں تم پر تمہاری کرتوتوں کی سزا میں حرام کر دی گئی تھیں ۔ وہ میں تم پر حلال کر دوں گا ۔ تم انہیں بلا خوف و خطر استعمال کر سکتے ہو اور اپنے کام میں لا سکتے ہو ۔ اس کے ساتھ میں اللہ کی طرف سے اپنی نبوت و رسالت کی نشانی لے کر آیا ہوں ۔ اس نے مجھے کئی معجزے عطا فرمائے ہیں ۔ میں جو احکام تمہیں دیتا ہوں ۔ ان کی تعمیل کرو اور جو ہدایات دیتا ہوں ان پر چلو ۔

یہاں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رسول کی فرمانبرداری میں تقویٰ و پرہیزگاری ہے ۔ پیغمبر کوئی بات ایسی نہیں کہتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو ۔ وہ من گھڑت حکم نہیں دیتا ۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ پیغمبر کی اطاعت کے بغیر اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو سکے ۔

حضرت عیسیٰؑ نے بتایا کہ خدائے واحد میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی ۔ میرا اور اس کا تعلق باپ اور بیٹے کا نہیں ۔ عبد اور معبود کا ہے لہٰذا جس طرح میں اس کی بندگی کرتا ہوں ۔ تم بھی اسی کی عبادت کرو ۔ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو ۔ اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلو ۔ کیونکہ یہی سیدھا راستہ ہے ۔

یہ آیت بھی گذشتہ آیات کے تسلسل میں ہے ۔ حضرت مسیح کی معجزانہ پیدائش ان کی تعلیم اور معجزات کا ذکر مسلسل ہو رہا ہے ۔ ان تمام باتوں کا مدعا یہ ہے کہ انسانوں میں خدا خوفی ۔ رسول کی اطاعت اور معبودِ برحق کی بندگی کا احساس پیدا ہو ۔ انسان دوسرے انسانوں کی بندگی سے بالاتر رہ کر صرف اللہ کے سامنے جھکنا سیکھ لے ۔ سیدھی راہ یہی ہے ۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ کے حواری

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ
پھر جب معلوم کیا عیسیٰ ان سے کفر بولا
مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ
کون میری مدد کرے راہ میں اللہ کہا حواری
نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ
ہم مددکرنے والے اللہ ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ
بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝۵۲ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ
کہ ہم نے حکم قبول کیا۔ اے رب ہم نے یقین کیا اس کا جو تو نے اتاری
وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۵۳
اور ہم تابع ہوئے رسول تو ہمیں لکھ لے ساتھ ماننے والے۔
وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ
اور مکر کیا اور مکر کیا اللہ اور اللہ بہتر ہے
الْمٰكِرِيْنَ ۝۵۴

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ
پھر جب عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر معلوم کیا بولا کون ہے
مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ
جو اللہ کی راہ میں میری مدد کرے حواریوں نے کہا ہم
نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ
اللہ کی مدد کرنے والے ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور تو گواہ رہ
بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝۵۲ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ
کہ ہم نے قبول کیا۔ اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو
وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۵۳
تو نے اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو ہمیں لکھ لے ماننے والوں
وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ
میں اور ان کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے مکر کیا اور اللہ کا داؤ سب
الْمٰكِرِيْنَ ۝۵۴
سے بہتر ہے۔

ع ۵ ۳ ۱۳

داؤ کرنے والے۔

اَلْحَوَارِيُّوْنَ: (حواری کی جمع ہے) حواریوں کے بارہ میں محققین کے مختلف اقوال ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ سب سے پہلے جو دو اسرائیلی حضرت مسیحؑ پر ایمان لائے۔ وہ دھوبی کا کام کرتے تھے۔ کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے یہ لوگ حواری کہلاتے تھے۔ حضرت مسیحؑ نے ان سے کہا کپڑے کیا دھوتے ہو آؤ تمہیں دل صاف کرنا سکھا دوں۔ انہوں نے لبیک کہا۔ اس طرح ان سب کا لقب حواری پڑ گیا۔

حضرت عیسیٰؑ کی تبلیغ و دعوت کے جواب میں جب بنی اسرائیل نے کفر و انکار کیا اور حضرت عیسیٰؑ کو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ میرا دین قبول نہ کریں گے بلکہ ان کا ارادہ مجھے دکھ اور تکلیف پہنچانے کا ہے تو انہوں نے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون میری مدد کرے گا۔ حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ کو جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کریں گے۔ ان لوگوں نے پیغمبر کے سامنے اقرار کرنے کے بعد نہایت خلوص دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ اقرار کیا کہ ہم انجیل پر ایمان لا کر تیرے رسول کا اتباع کرتے ہیں۔ ہمارا نام ماننے والوں کی فہرست میں ثبت فرمائے۔

مَکَرَ: (تدبیر، مکر کے معنیٰ تدبیر اور چال کے ہیں اس کے خلاف اردو میں یہ لفظ برے مفہوم یعنی فریب اور دھوکا کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے) یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور خفیہ تدبیریں شروع کر دیں حتیٰ کہ بادشاہ وقت کے کان بھر دیئے کہ یہ شخص حکومت کا باغی ہے اور (معاذ اللہ) تورات کو بدلنا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے مسیحؑ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی خفیہ تدبیر کی جس کا ذکر اگلے سبق میں آئے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی تدبیر سب سے بہتر اور مضبوط ہے جسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ سے اللہ کے وعدے

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ
جب کہا اللہ اے عیسیٰ میں تجھے لے لوں گا اور اٹھا لوں گا
اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
طرف اپنی اور تجھے پاک کر دوں گا سے لوگ کافر
جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
رکھوں گا انہیں جو تیرے تابع ہیں غالب ان پر جو انکار کرتے ہیں
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ
تک دن قیامت پھر میری طرف پھر آنا تمہیں پھر فیصلہ کر دونگا
بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (۵۵)
تم میں جس میں تم اس میں جھگڑتے تھے۔
فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا
سو وہ لوگ جو کافر ہوئے انہیں عذاب دوں گا عذاب سخت
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (۵۶)
میں دنیا اور آخرت اور نہیں ان کا کوئی مددگار۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ
جس وقت اللہ نے کہا۔ اے عیسیٰ میں تجھے لے لوں گا۔ اور اپنی
اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
طرف اٹھا لوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کر دوں گا اور انہیں
جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
جو تیرے تابع ہیں ان لوگوں پر غالب رکھوں گا جو انکار کرتے ہیں
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ
قیامت کے دن تک۔ پھر تم سب کو میری طرف پھر آنا ہے پھر تمہارے
بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (۵۵)
درمیان فیصلہ کر دوں گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔
فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا
سو وہ لوگ جو کافر ہوئے۔ انہیں عذاب دوں گا سخت عذاب دنیا
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (۵۶)
میں اور آخرت میں اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

منکر یہودیوں کے کہنے پر جب بادشاہ نے لوگوں کو مسیح علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ تاکہ انہیں سولی (صلیب) پر چڑھا دیں اور ایسی عبرتناک سزا دیں کہ دوسرے لوگ عبرت پکڑیں اور ان کی پیروی چھوڑ دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مطمئن فرما دیا کہ میں ان لوگوں کی سازشوں اور منصوبوں کو خاک میں ملا دوں گا۔ ان لوگوں کا ارادہ ہے کہ تجھے پکڑ کر قتل کر دیں۔ اور تیری پیدائش سے لوگوں کی ہدایت کا جو مقصد ہے۔ وہ برباد کر دیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو میں ان سے اپنی دی ہوئی یہ نعمت واپس لے لوں گا۔ تیری جتنی عمر مقدر میں لکھی جا چکی ہے اور تیری پیدائش کا جو مقصد ہے وہ پورا کر کے رہوں گا۔ یہ اس طرح ہو گا کہ ہم تجھے صحیح و سالم اپنے پاس اٹھا لیں گے۔ وہ تجھے صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں۔ ہم تجھے آسمان پر لے جائیں گے۔ ان کا ارادہ ہے کہ تجھے رسوا کریں اور لوگوں کو ان کی پیروی سے روکیں لیکن ہم ان کے ناپاک ہاتھ تجھ تک نہ پہنچنے دیں گے بلکہ ان کے گندے ماحول سے تجھے بالکل پاک صاف اٹھا لیں گے اور اس کی بجائے کہ تیری بے عزتی ہو۔ اور لوگ ڈر کر تیرے اتباع سے رک جائیں۔ ہم تیرا اتباع کرنے والوں اور نام لینے والوں کو قیامت تک منکروں پر غالب رکھیں گے۔ پھر روزِ آخر میں جب سب لوگ میرے پاس جمع ہوں گے تو میں تمام جھگڑوں کا دو ٹوک فیصلہ کر دوں گا۔ کافروں کو شدید عذاب ہو گا اور ایمانداروں کو ان کے نیک عملوں کا پورا پورا اجر ملے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

Marfat.com

نیکوکار لوگوں کا اجر

وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۷﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام کئے نیک انہیں پورا دے گا ان کا حق اور اللہ نہیں اسے خوش آتے بے انصاف۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۷﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے سو وہ انہیں ان کا پورا حق دے گا۔ اور اللہ کو بے انصاف خوش نہیں آتے۔

گذشتہ آیات میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ منکر یہودیوں کی سازشوں کو خاک میں ملا دے گا۔ اپنی اعلیٰ اور احسن تدبیروں سے حضرت عیسیٰؑ کو ان کی ایذا رسانی سے بچا لے گا۔ کفار کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ انہیں دُنیا اور آخرت میں سخت سزا دے گا۔ اس آیت میں اہل ایمان اور نیکوکار لوگوں کے اجر و ثواب کا ذکر ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جب یہودیوں نے اپنی ناپاک تدبیریں پختہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت کے قریب جب دُنیا کفر اور گمراہی میں بھر جائے گی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نہایت وفادار حمایتی کی حیثیت سے نازل کرے گا اور دُنیا کو دکھلا دے گا کہ قدیم نبیوں کا اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب اور آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کس درجہ کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔ اور اس کی پیروی کرنے والے یہودیوں کو چن چن کر ماریں گے۔ کوئی یہودی جان نہ بچا سکے گا حتیٰ کہ درخت اور پتھر بھی بتائیں گے کہ ہمارے پیچھے یہودی کھڑا ہے اسے قتل کر دو۔ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کو توڑ دیں گے۔ عیسائیوں کے غلط عقیدوں کی اصلاح کر کے تمام دُنیا کو ایمان کے راستہ پر ڈال دیں گے۔ اس وقت تمام اختلافات مٹ مٹا کر خدا کا سچا دین اسلام باقی رہے گا۔

گذشتہ سبق سے صاف یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیحؑ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور یہودیوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ آپ قتل کر دیئے گئے تھے۔ اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو اس بات کے نہ ماننے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہو سکتے ہیں اور اللہ کے حکم سے خود حضرت عیسیٰؑ مٹی کا پتلا بنا کر پھونک مار کر اسے زندہ بنا سکتے ہیں۔ اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر سکتے ہیں اور مُردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کر سکتے ہیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں اسی جسم کے ساتھ اوپر اٹھا لیا جانا کیا بعید ہو سکتا ہے جس طرح فرشتے آسمان پر زندہ موجود ہیں اسی طرح حضرت مسیح بھی ہزاروں برس تک اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان پر زندہ رہ سکتے ہیں۔

حضرت مسیحؑ کی دوبارہ آمد کے انتظار میں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنا عقلمندی نہیں۔ ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے ہر دم کوشاں رہیں اور اسلام کی طرف سے ہم پر جو فرض عاید ہوتے ہیں۔ ہر گھڑی ان کی ادائیگی میں لگے رہیں۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ کی مثال

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ
یہ ہم پڑھتے ہیں تجھ پر سے آیتیں اور بیان
الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ
تحقیقی - بیشک مثال عیسیٰ نزدیک اللہ
كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ
جیسے مثال آدم اسے بنایا سے مٹی پھر کہا
لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا
اسے ہوجا وہ ہوگیا۔ حق سے تیرا رب پھر نہ
تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾
تو رہ سے شک کرنے والے

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ
یہ آیتیں اور حقیقی بیان ہم تجھے پڑھ کر سناتے ہیں۔
الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ
بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی سی
كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ
مثال ہے اسے مٹی سے بنایا پھر اسے کہا ہوجا وہ
لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا
ہو گیا۔ حق تیرے رب کی طرف سے ہے پھر
تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾
نہ رہ شک کرنے والوں سے۔

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمام حقائق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیئے اور فرمایا کہ اگر اب بھی عیسائی تجھ سے حضرت عیسیٰؑ کی نسبت جھگڑیں تو تُو ان کی پرواہ نہ کر۔ سورج کی روشنی کا انکار کرنے والا نابینا کہلاتا ہے۔ اسی طرح حقیقت کا منکر بدبخت اور بدانجام ہوتا ہے۔

اہلِ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر جھگڑا کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بندے نہیں بلکہ اس کے بیٹے ہیں۔ وہ کہتے کہ اگر وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو تم ہی بتاؤ وہ کس کا بیٹا ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ کا نہ باپ تھا نہ ماں لہٰذا حضرت عیسیٰؑ کا اگر باپ نہ ہُوا۔ تو اس میں کون سی حیرت کی بات ہے کسی کے باپ نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ ورنہ اس طرح تو حضرت آدمؑ کا درجہ حضرت عیسیٰؑ سے بھی بلند ہونا چاہیئے اور انہیں خدا کا بیٹا کہلانے کا زیادہ حق ہونا چاہیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدمؑ کو بھی مٹی سے بنایا تھا اور حضرت عیسیٰؑ کو بھی مٹی سے بنایا۔ ان دونوں کی مثال ایک سی ہے۔ نہ وہ خدا کے بیٹے تھے نہ یہ خدا کے بیٹے ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ "مسیح" کی بابت جو کچھ ہم نے بیان فرمایا سب حق ہے اس میں شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں تو شک کرنیوالوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا۔

حضرت عیسیٰؑ کو حضرت آدمؑ سے مثال دے کر اللہ تعالیٰ نے اس قدر واضح دلیل دی ہے کہ اس مسئلہ پر مزید کسی بحث کی گنجائش نہیں رہتی۔ تمام نوعِ انسانی کا باپ جو بغیر ماں اور بغیر باپ کے جنّت میں پیدا ہُوا۔ اگر وہ خدا نہیں اور خدا کا بیٹا نہیں تو ماں کے پیٹ سے اس دنیا میں پیدا ہونے والا خدا کا بیٹا اور خدا کی خدائی میں شریک کیسے ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

مُباہلہ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ
پھر جو کوئی تجھ سے جھگڑے اس میں سے بعد جب تیرے پاس
مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ
آگیا سے علم تو کہہ دے آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور
اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا
تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں
وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ
اور تمہاری جانیں پھر ہم التجا کریں اور کریں لعنت
اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾
اللہ پر جھوٹے۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ
پھر جو کوئی تجھ سے اس بارہ میں جھگڑا کرے اس کے بعد کہ تیرے
مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ
پاس علم آگیا تو تو کہہ دے آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور
اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا
تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں
وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ
اور تمہاری جانیں پھر ہم سب التجا کریں اور اللہ کی لعنت کریں
اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾
ان پر جو جھوٹے ہیں۔

نجران کے عیسائی جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحث و مناظرہ کرنے کے لئے آئے تھے انہوں نے اپنے تمام باطل عقیدوں کو پیش کیا اللہ تعالیٰ نے سب کا جواب قرآن مجید کی معرفت دیا اور انہیں لاجواب کر دیا۔

نجران کے عیسائی واضح دلائل کو سُن لینے کے بعد بھی ایمان نہ لائے اور اپنے باطل عقیدے پر ڈٹے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تو ان عیسائیوں سے مباہلہ کر کہ دونوں فریق اپنی جان اور اولاد لے کر حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دُعا کریں کہ ہم میں جو کوئی جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔ مباہلہ کی یہ صُورت پہلے ہی قدم پر یہ بتا دے گی کہ کون فریق کس حد تک خود اپنے دِل میں اپنی سچّائی اور حقیقت پر یقین رکھتا ہے۔ مباہلہ کی دعوت سُن کر نجران کے وفد نے مہلت مانگی کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ جب مشورہ کے لئے جمع ہوئے تو ان میں سے سمجھ دار لوگوں نے کہا کہ تم لوگ دِلوں میں سمجھ چکے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور حضرت مسیحؑ کے متعلق انہوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسمٰعیل میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا اور ہو سکتا ہے کہ یہ وہی نبی ہوں کسی نبی سے مباہلہ کرنے کا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہی نکل سکتا ہے کہ ان کا کوئی چھوٹا بڑا ہلاکت اور عذاب سے نہ بچے۔

نجرانی مشورہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ آپؐ حضرت حسنؓ حسینؓ۔ فاطمہؓ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر باہر تشریف لا رہے تھے۔ یہ نورانی صُورتیں دیکھ کر ان کے لاٹ پادری نے کہا کہ میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دُعا پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہلا سکتی ہے۔ ان سے مباہلہ کر کے ہلاک نہ ہو۔ آخر انہوں نے مقابلہ کا ارادہ چھوڑ دیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وُہ لوگ مباہلہ کرتے تو ایسی آگ ان پر برستی کہ اللہ تعالیٰ نجران کو تہ و بالا کر دیتا۔

Marfat.com

القصص الحق

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ
بیشک یہی ہے بیان سچا اور نہیں سے
اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ
معبود مگر اللہ اور بیشک اللہ وہی زبردست
الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ
حکمت والا۔ پھر اگر قبول نہ کریں تو اللہ کو معلوم ہے
بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾
فساد کرنے والے۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ
بے شک یہی سچا بیان ہے۔ اور کوئی اللہ کے سوا
اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ
معبود نہیں۔ اور بیشک اللہ ہی زبردست اور حکمت والا
الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ
ہے۔ پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو اللہ فساد کرنیوالوں
بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾
کو جانتا ہے۔

اَلْقَصَصُ الْحَقُّ: (سچا بیان) قصص اسم واحد ہے یعنی واقعہ اور الحق کے معنیٰ ہیں خالص سچا اور سو فی صدی درست۔ القصص الحق سے مُراد صحیح واقعہ اور درست قصہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور سچا بیان بھی۔ یہاں آخری معنیٰ ہی قرین قیاس ہیں۔

مُفْسِدِيْنَ: (فساد کرنے والے) واحد مفسد ہے یعنی وُہ شخص جو گڑبڑ، ابتری، انتشار اور خرابی پیدا کرے۔ صلح اور اصلاح کے بجائے جنگ اور خرابی کا موجب بنے۔

مباہلہ کی دعوت ان امور پر دی گئی تھی کہ جو کچھ حضرت مسیحؑ کے متعلق قرآن مجید میں بیان ہُوا وہی سچا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے شرک اور باپ بیٹے کے تعلقات سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ وُہ کسی کا باپ ہے بلکہ وُہ اکیلا اور تنہا ہے۔ وُہ سب کا خالق ہے۔ اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مخلوق اور اللہ تعالیٰ کا تعلق عبد و معبود کا ہے۔

اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے۔ وُہ اپنی حکمت سے سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا قرار دے گا۔ اس نے اپنے رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کیلئے اسے مباہلہ کی پُر حکمت تجویز بتائی جس کا جواب عیسائیوں سے بن نہ پڑا۔ اور صلح کر کے واپس روانہ ہو گئے۔ وُہ غالب اور زبردست خُدا منکروں اور محبّت بازوں کو سخت سزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اگر یہ لوگ نہ دلائل کو سُنیں۔ نہ مباہلہ پر آمادہ ہوں تو سمجھ لو کہ وُہ ضد اور ہٹ دھرمی کر رہے ہیں۔ حق کو پہچاننے اور قبول کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کے احکام کے آگے سر جھکانا نہیں چاہتے۔ ان کا مقصد صرف فتنہ و فساد پھیلانا اور حقائق کو غلط رنگ میں پیش کرنا ہے۔ یہ خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام مفسدین کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور وُہ ان سب سے نپٹ لے گا۔

اس آیت سے ہمیں یہ سبق مِلتا ہے کہ حقائق ثابت ہونے کے بعد ان سے انکار نہ کرنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تہِ دل سے ماننا چاہیئے۔ ان کو حق سمجھنا چاہیئے اور ان پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

Marfat.com

دعوتِ اتحاد

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ
کہہ اے اہل کتاب آؤ طرف ایک بات
سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ
برابر ہم میں اور تم میں کہ نہ بندگی کریں مگر اللہ
وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا
اور نہ شریک ٹھہرائیں اس کا کسی کو اور نہ بنادے کوئی
بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا
کسی کو رب سے سوا اللہ پھر اگر نہ قبول کریں
فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾
تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ
تو کہہ دے اہلِ کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر
سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ
(مشترک) ہے ہم میں اور تم میں کہ ہم بندگی نہ کریں اللہ کے سوا
وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا
کسی کی اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا کسی کو
بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا
رب نہ بنائیں پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو
فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾
کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے وفد سے یہ فرمایا تھا کہ اَسْلِمُوْا (مسلم بن جاؤ) وہ کہنے لگے اَسْلَمْنَا (ہم مسلم ہیں) اس سے معلوم ہُوا کہ مسلمانوں کی طرح عیسائی بھی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اسلام پر قائم ہیں۔ اسی طرح جب اہلِ کتاب کو توحید کی دعوت دی جاتی تو کہتے کہ ہم بھی خدا کو ایک مانتے ہیں۔ یہاں ان کے اس دعویٰ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اے اہلِ کتاب توحید کے بنیادی عقیدے پر ہم اور تم دونوں متفق ہیں۔ یہ عقیدہ ہم سب کو ایک کر سکتا ہے بشرطیکہ ان دعووں کو بدل نہ ڈالیں ضرورت صرف یہ ہے کہ جس طرح زبان سے یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہو۔ اپنے اس دعویٰ کو عمل سے بھی سچ ثابت کر دکھاؤ اسے واحد مانو اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دو۔ اس کے سوا نہ کسی کی بندگی کرو۔ نہ اُس کی صفتوں میں کسی کو شریک کرو۔ کسی کو اُس کا بیٹا یا بیٹی نہ بناؤ۔ اس کی حلال و حرام کی ہُوئی چیزوں میں اپنی مرضی نہ برتو۔ بلکہ اس کے احکام کو تسلیم کرو اور ان میں کسی قسم کا رد و بدل نہ کرو۔

لیکن اس کے باوجود اگر وُہ نہ مانیں۔ توحید سے روگردانی کریں۔ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے سے باز نہ آئیں تو اے مُسلمانو! تم یہ کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب تم گواہ رہو۔ ہم اسلام پر قائم ہیں۔ ہم نے اپنے آپ کو خدائے واحد کے سپرد کر دیا ہے اور اسی کے تابع فرمان ہیں۔

یہ آیت اسلام کی اس بنیادی پالیسی کو واضح کرتی ہے کہ مُسلمان نیکی اور نیک کاموں میں ہر جماعت سے تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ اگر تعاون کسی صُورت میں نہیں ہو سکتا تو وُہ گناہ اور سرکشی کی صُورت ہے۔ اہلِ کتاب جو ابتداء سے اسلام کی مخالفت کرتے رہے۔ انہیں بھی اسلام توحید کے مشترک عقیدہ کی تبلیغ و تعلیم میں اشتراکِ عمل کی دعوت دیتا ہے۔

Marfat.com

اہلِ کتاب کو تنبیہ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو میں ابراہیم
وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ
اور نہیں اتریں تورات اور انجیل مگر سے
بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۵ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ
اس کے بعد کیا نہیں تمہیں عقل۔ سنتے ہو تم لوگ
حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ
تم جھگڑ چکے جس میں تمہیں ساتھ خبر اب کیوں
تُحَاۗجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ
جھگڑتے ہو جس بات میں نہیں تمہیں کچھ خبر
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۶
اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
اے اہل کتاب ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو
وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ
اور تورات اور انجیل تو اتری ہیں اس کے بعد کیا
بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۵ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ
تمہیں عقل نہیں۔ سنتے ہو تم لوگ
حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ
جھگڑ چکے جس میں تمہیں کچھ خبر تھی اب کیوں
تُحَاۗجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ
جھگڑتے ہو جس بات کی تمہیں خبر نہیں اور
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۶
اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہودی اور عیسائی دونوں اسلام اور توحید کا دعویٰ کرتے تھے۔ نیز وہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی تعظیم و تکریم کے بھی دعویدار تھے ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے دین پر تھے۔ جو تعلیمات اور عقائد ہمارے ہیں وہی حضرت ابراہیمؑ کے تھے یعنی بقول ان کے معاذ اللہ ابراہیمؑ یہودی یا نصرانی تھے۔

ان کے اس غلط عقیدہ کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ تورات و انجیل جن کو یہودی اور عیسائی مانتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ سے سینکڑوں برس بعد نازل ہوئیں پھر حضرت ابراہیمؑ کو یہودی یا عیسائی کیسے کہا جا سکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس قسم کے یہودی یا عیسائی تم ہو۔ اس معنیٰ سے تو خود موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام کو بھی یہودی یا نصرانی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ تم تو پورے طور پر ان بزرگوں کے اصل دین پر بھی نہیں ہو۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت تمہارے مذہب کے زیادہ قریب تھی تو یہ بھی غلط ہے۔ اس کا علم تمہیں کہاں سے ہوا۔ کیونکہ تمہاری کتابوں میں اس چیز کا بالکل ذکر نہیں۔ نہ خدا نے تمہیں اس بارے میں کوئی خبر دی ہے۔ نہ تم کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو۔ پھر ایسی بات میں جھگڑنا جس کا علم آدمی کو کچھ بھی نہ ہو۔ حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

جن چیزوں کی تمہیں کچھ تھوڑی بہت خبر تھی مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعات یا نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات وغیرہ ان میں تم جھگڑ چکے لیکن جس چیز کا علم تمہیں بالکل ہی نہیں اس کے بارے میں تم کیوں اٹکل کے تیر چلاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا کون سا دین تھا۔ آج دنیا میں کون سی شریعت اس سے قریب تر ہے اور کون اس کا جائز جانشین ہے۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم کا مسلک

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا
نہ تھا ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا
ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی

وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ
اور لیکن تھا حنیف حکم بردار اور نہ تھا

وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ
لیکن حنیف اور حکمبردار تھے اور وہ مشرک

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ
میں سے مشرکین بیشک زیادہ مناسبت لوگ

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ
نہ تھے لوگوں میں ابراہیم

بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَ
ابراہیم سے لوگ جو اس کے ساتھ تھے اور وہ نبی اور

بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَ
سے زیادہ مناسبت ان لوگوں کو ہے جو اس کے ساتھ تھے اور اس نبی

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾
جو ایمان لائے اور اللہ والی مسلمان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾
کو اور جو اس نبی پر ایمان لائے اور اللہ مسلمانوں کا والی ہے۔

حَنِيْفًا (یک رخ) ایسا شخص جو راہ حق پکڑے اور تمام باطل راہیں چھوڑ دے۔ معبود برحق سے تعلق جوڑ کر سب سے تعلقات ختم کر دے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کو کئی بار اس مبارک لقب سے موسوم کیا گیا ہے۔

مُسْلِمًا (حکمبردار) اسلام، مسلم اور تسلیم کا مادہ سَلْمٌ ہے جس کے معنی اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں۔ یہی تسلیم و رضا اصل دین ہے تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی شعار رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خاص طور پر حکم برداری کی اس خصوصیت کو اپنی کامل اطاعت سے روشن کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہلِ کتاب کو بتایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا حقیقی مسلک کون سا تھا حضرت ابراہیم سیدھے سادے مسلمان تھے یعنی باطل کی تمام راہوں سے کٹ کر صرف ایک اللہ کے ہو رہے تھے اس کے فرمانبردار تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بتاتا ہے۔ کہ وہ سراسر تسلیم و رضا کے مجسمہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمبرداری میں اپنی بیوی اور نومولود بچے کو عرب کی وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑ آنا اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو جانا اور خانہ کعبہ کی تعمیر میں لگ جانا۔ سب باتیں یہ بتاتی ہیں۔ کہ آپ کس درجہ کے اطاعت گزار تھے وہ ہرگز مشرک نہ تھے جس طرح آج تم کسی کو اللہ کا بیٹا بنا رہے ہو اور کسی کو اس کی بیٹی تصور کر رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ابراہیمؑ کے ساتھ زیادہ مناسبت ان لوگوں کو تھی جو ان پر ایمان لائے۔ یا پچھلی امتوں میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو ہے یہ اُمّت نام میں بھی اور عقائد و اعمال میں بھی حضرت ابراہیمؑ سے مناسبت زیادہ رکھتی ہے اس اُمّت کا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کے موافق مبعوث ہوا ہے اور قرآن مجید کی تعلیمات انہیں اصولوں پر مبنی ہیں۔

Marfat.com

گمراہ کن اہلِ کتاب

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
آرزو ہے بعض سے اہل کتاب کہ

يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ
تمہیں گمراہ کریں اور نہیں گمراہ کرتے مگر اپنے آپ کو

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ
اور نہیں سمجھتے اے اہل کتاب کیوں

تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾
انکار کرتے ہو کلام اللہ اور تم قائل ہو

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
اے اہل کتاب کیوں ملاتے ہو سچ جھوٹ میں

وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع
اور چھپاتے ہو سچی بات اور تم جانتے ہو

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
بعض اہل کتاب کی آرزو ہے کہ

يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ
تمہیں گمراہ کر دیں حالانکہ وہ کسی کو اپنے سوا گمراہ نہیں کرتے

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ
مگر سمجھتے نہیں اے اہل کتاب کیوں

تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾
اللہ کے کلام کا انکار کرتے ہو اور تم قائل ہو

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
اے اہل کتاب کیوں سچ میں جھوٹ ملاتے ہو

وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع
اور سچی بات چھپاتے ہو اور تم خود جانتے ہو

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اَللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ "(اللہ مسلمانوں کا والی ہے) اس آیت میں بتایا۔ کہ جب مومنوں کا والی اللہ ہے۔ تو اے اہل کتاب تمہارا داؤ اُن پر چل نہیں سکتا۔ بعض اہلِ کتاب یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح خود گمراہ ہیں مسلمانوں کو بھی راہِ حق سے گمراہ کر دیں۔ لیکن مسلمان ان کے جال میں پھنسنے والے ہرگز نہیں۔ البتہ یہ لوگ اپنی گمراہی کے وبال میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ ان کوششوں کا نقصان خود اُن ہی کو پہنچے گا جسے فی الحال یہ سمجھتے نہیں۔

پھر اہل کتاب کو تنبیہ کی گئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار نہ کرو۔ حالانکہ تمہاری کتابوں میں جن کے تم قائل ہو۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے متعلق بشارتیں موجود ہیں جنہیں تمہارے دل سمجھتے ہیں۔ اور جب تنہا ہوتے ہو تو اقرار کرتے ہو لیکن کھلم کھلا قرآن مجید اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے گریز کرتے ہو؟

یہودیوں نے توریت کے بعض احکام تو دنیاوی لالچ اور طمع میں آکر سرے سے موقوف ہی کر ڈالے تھے۔ بعض چھپا رکھے تھے اور قطعاً ان کا اعلان نہ کرتے تھے۔ مثلاً نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بشارتوں اور پیش گوئیوں کا ذکر عام نہ کرتے تھے اس آیت میں انہی امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اے اہلِ کتاب تم سچ اور جھوٹ کیوں ملاتے ہو اور سچی بشارتوں کو کیوں جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ باتیں حق ہیں۔

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اہل کتاب مسلمانوں سے حسد رکھتے ہیں اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اپنی طرح انہیں بھی گمراہ کر دیں کہ وہ اس کے لیے طرح طرح کی تدبیریں اختیار کریں گے۔ سازشیں اور خفیہ مشورہ کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا والی ہے وہ ان کی تدبیروں کو کبھی کامیاب نہ ہونے دے گا۔

Marfat.com

ذخیرہ

منافق اہلِ کتاب

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
اور کہا بعض سے اہل کتاب

اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مان لو جو کچھ اترا اُوپر لوگ ایمان لائے

وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ
دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن میں شاید وُہ

يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ
پھر جائیں اور نہ مانو مگر اس کی جو

تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ
چلے تمہارا دین

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
اور بعض اہل کتاب نے کہا

اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
جو کچھ مسلمانوں پر اُترا ہے اسے مان لو

وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ
دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن (شام کو) شاید

يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ
وُہ پھر جائیں اور اس کے سوا کسی کی نہ مانو

تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ
تمہارے دین پر چلے

ان آیتوں میں اہل کتاب کی چالاکیوں اور خیانتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی ایک چالاکی یہ تھی۔ کہ اہل کتاب میں سے کچھ آدمی صبح کے وقت بظاہر مسلمان بن جائیں اور مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھیں۔ مگر شام کو یہ کہہ کر اسلام سے پھر جایا کریں کہ ہمیں اپنے بڑے بڑے علماء سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ وُہ نبی نہیں جن کی بشارت دی گئی تھی۔ اور تجربہ سے ان کے حالات بھی اہلِ حق کی طرح کے ثابت نہیں ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کمزور ایمان والے اس حرکت کو دیکھ کر اسلام سے پھر جائیں گے اور یہ سمجھیں گے۔ کہ مذہب اسلام میں ضرور کوئی عیب و نقص ہوگا۔ جو یہ لوگ اسے قبول کرنے کے بعد چھوڑ بیٹھے۔ عرب کے جاہلوں میں اہل کتاب کے علم و فضل کا چرچا تھا۔ اس بنا پر یہ خیال پیدا ہو جائے گا۔ کہ یہ جدید مذہب اگر سچا ہوتا۔ تو ایسے اہلِ علم اسے رد نہ کرتے بلکہ سب سے آگے بڑھ کر قبول کرتے۔

اس تدبیر کے ساتھ ہی یہودیوں کو یہ تعلیم بھی دی گئی۔ کہ مسلمانوں کے سامنے جا کر اپنے آپ کو مسلمان ضرور ظاہر کرو۔ لیکن یہ یاد رکھو۔ کہ تم سچ مچ مسلمان نہ بن جانا۔ بلکہ بدستور یہودی رہنا۔ مسلمانوں کی بات کو نہ ماننا۔ بلکہ سچے دل سے شریعت موسوی کے پیرو رہنا۔ مسلمانوں کے ساتھ نماز اور دیگر عبادت میں شامل ہونے سے مقصود صرف یہی ہو کہ بعد میں اسے چھوڑ دیں گے۔ اور کمزور ایمان والوں کو دھوکہ دیں گے پیروی صرف اپنے دین ہی کی کریں گے۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہودیوں نے کس مکاری سے اسلام کی دشمنی کی ٹھانی۔ لوگوں کو فریب دینے کی خاطر کیسی کیسی چالیں چلیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا محافظ ہے۔ ان کی چالیں کبھی کامیاب نہ ہوں گی مسلمانوں کا فرض ہے کہ وُہ بھی اپنی جگہ پر محتاط رہیں۔ اور دشمنانِ اسلام کی چالوں میں نہ آئیں۔ اسلامی ممالک کے درمیان اسرائیلی ریاست کا خطرہ۔ اس کی ریشہ دوانیاں اور عیاریاں۔ آج بھی آنکھیں کھول دینے کی زندہ مثال ہیں۔

Marfat.com

اہلِ کتاب کا حسد

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى
کہہ دے بیشک ہدایت ہدایت اللہ یہ کہ مل گیا
اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ
کسی اور کو جیسا کچھ تمہیں ملا یا وہ غالب آگئے آگے
رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ
تمہارا رب کہہ کہ بڑائی ہاتھ اللہ دیتا ہے
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۚ ﴿۷۳﴾
جسے چاہے اور اللہ گنجائش والا خبردار
يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ
خاص کرتا ہے اپنی مہربانی سے جس پر چاہے اور اللہ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾
والا فضل بڑا

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى
کہدے کہ بیشک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے یہ سب کچھ اس
اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ
لیے ہے کہ کسی اور کو کیوں مل گیا جیسا کہ تمہیں ملا تھا یا وہ تم پر کیوں غالب
رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ
آگئے تمہارے رب کے آگے تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۚ ﴿۷۳﴾
دیتا ہے اور اللہ بہت گنجائش والا خبردار ہے۔
يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ
جس پر چاہے اپنی مہربانی خاص کرتا ہے اور اللہ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾
بڑے فضل والا ہے

ان آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ ہدایت تو اللہ کے دینے سے ملتی ہے کوئی کسی کو کتنا گمراہ کرنا چاہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اے یہود! جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا نور ڈال دیا ہے وہ نور تمہاری چالبازیوں سے بجھنے والا نہیں۔ تمہاری ترکیبیں سب بیکار ہو جائیں گی۔

اس آیت میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ یہود مسلمانوں سے یہ چالبازیاں اور مکاریاں حسد کی بنا پر کرتے ہیں۔ وہ اس بات سے جلتے ہیں کہ مسلمانوں کو ایسی شریعت اور نبوت و رسالت کیوں دی جا رہی ہے۔ جیسی خود یہود کو پہلے ملتی رہی ہے اور دینی جدوجہد میں دوسرے لوگ ان پر غالب آکر کیوں آگے نکلے جا رہے ہیں اور خدا کے آگے انہیں ملزم ٹھہرا رہے ہیں۔

یہودی اس بات کا دعویٰ کرتے تھے کہ دنیا میں تنہا ہماری ہی قوم شریعت کی اجارہ دار ہے۔ تورات ہم پر اُتری حضرت موسیٰؑ سے بعد کئی پیغمبر ہم میں آئے۔ پھر عرب کے ان پڑھ لوگوں کو اس فضل و کمال سے کیا واسطہ؟ ان میں نبی کیوں پیدا ہوا؟ لیکن ظاہر ہے کہ ان کے اس حسد سے تورات کی وہ پیشگوئیاں تو غلط نہیں ہو سکتی تھیں۔ جن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے ایک موسیٰؑ جیسا نبی اٹھائے گا۔ اپنا کلام (قرآن مجید) اس کے مُنہ میں ڈالے گا۔ چنانچہ بنی اسمٰعیل کو یہ دولت ملی۔ اور وہ علم و فضل اور مذہبی جدوجہد کے میدان میں نہ صرف بنی اسرائیل بلکہ دنیا کی تمام اقوام سے آگے بڑھ گئے۔

اس کے بعد بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ وسیع علم و فضل والا ہے۔ اس کے خزانوں میں کمی نہیں۔ اور اسی کو خبر ہے کہ کسے کیا بڑائی ملنی چاہیئے۔ نبوت۔ شریعت اور دین و ایمان اور ہر قسم کی فضیلتوں کا تقسیم کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ جس وقت جسے مناسب سمجھے عطا کرتا ہے۔

Marfat.com

خائن اہلِ کتاب

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ
اور اہل کتاب میں بعض وہ ہیں کہ اگر تو اُن کے پاس ڈھیر مال

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ
اور بعض اہل کتاب جو اگر تو امانت رکھے ڈھیر مال

يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
امانت رکھے تو تجھے ادا کر دیں اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ اگر تو اُن کے

يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
تو ادا کریں تجھے اور ان میں جو اگر امانت رکھے

بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ
پاس ایک اشرفی امانت رکھے تو تجھ کو ادا نہ کریں جب تک کہ تو اس

بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ
ایک اشرفی نہ ادا کریں تجھے مگر جب تک تو رہے

عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ
کے سر پر کھڑا نہ رہے یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے

عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ
ان پر کھڑا یہ اس واسطے کہ وہ کہتے ہیں نہیں

عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى
کہ ہم پر امی لوگوں کے حق مارنے میں کچھ گناہ نہیں اور اللہ پر

عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى
ہم پر ہیں اُمی لوگ گناہ اور بولتے ہیں اُوپر

اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى
اللہ جھوٹ اور وہ جانتے ہیں کیوں نہیں جو پورا کرے

اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى
اللہ جھوٹ اور وہ جانتے ہیں کیوں نہیں جو پورا کرے

بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾
اقرار پورا کرے اور وہ پرہیزگار ہو۔ تو اللہ کو پرہیزگاروں سے محبت ہے۔

بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾
اپنا اقرار اور پرہیزگار تو اللہ محبت کرتا ہے پرہیزگار

اہل کتاب کی دینی خیانت کے ساتھ دنیاوی خیانت کا بھی ذکر آ گیا۔ بھلا جو لوگ چار پیسہ پر نیت خراب کر لیں اور امانتداری نہ برت سکیں۔ اُن سے کیسے یہ اُمید ہو سکتی ہے کہ کسی دینی معاملہ میں ایمانداری برتیں گے۔

ان میں بہت سے ایسے ہیں جن کے پاس زیادہ تو کیا ایک اشرفی بھی امانت رکھی جائے تو تھوڑی دیر بعد مکر جائیں۔ اور جب تک کوئی تقاضہ کے لیے ہر وقت ان کے سر پر کھڑا نہ رہے وہ امانت ادا نہ کریں —— بیشک ان میں سب کا حال ایک جیسا نہیں بعض ایسے بھی ہیں جن کے پاس اگر سونے کا ڈھیر رکھ دیا جائے تو ایک رتی خیانت نہ کریں۔ یہی خوش معاملہ اور امین لوگ ہیں۔ جو یہودیت سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش بنتے جا رہے ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہ۔ یہودی اپنی اس دنیاوی خیانت اور بے ایمانی کے حق میں دلیل یہ دیتے ہیں کہ عرب کے اُمی جو ہمارے مذہب پر نہیں ان کا مال جس طرح بھی ملے روا ہے۔ غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں۔ خصوصاً وہ عرب جو اپنا آبائی دین چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی ایسا حق نہیں بخشا۔ امانت میں خیانت کرنے کی خدا نے ہرگز اجازت نہیں دی بلکہ جو کوئی عہد کی وفا کرے۔ امانت کو پورا کرے۔ خدا سے ڈر کر رہے۔ مذموم اخلاق سے پرہیز کرے۔ وہی خدا کو پسند ہے۔

Marfat.com

حریصوں کی سزا

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ
بیشک جو لوگ مول لیتے ہیں قرار اللہ اور ان کی قسمیں

ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی
مول تھوڑا ان کا نہیں حصہ ان کا ہیں

الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ
آخرت اور نہ بات کرے گا اللہ اور نہ نگاہ کریگا

اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَ
ان کی طرف دن قیامت اور نہ پاک کریگا انہیں اور

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۷﴾
ان کے لیے عذاب دردناک

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ
جو لوگ مول لیتے ہیں اللہ کے اقرار اور اپنی قسموں پر

ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی
تھوڑا سا مال اُن کا کوئی حصہ نہیں آخرت

الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ
میں اور نہ اللہ اُن سے بات کرے گا اور نہ اُنکی

اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَ
طرف قیامت کے دن نگاہ کرے گا اور نہ انہیں پاک کریگا اور

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۷﴾
اُن کے واسطے دردناک عذاب ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنا عام قانون بیان فرمایا ہے اور خیانت کرنے والوں کے لیے جو سزا مقرر کر رکھی ہے اسے بیان کیا ہے۔ یعنی جو لوگ دنیا کی حقیر اور تھوڑی سی دولت کے بدلے اپنی قسموں کو توڑ لیتے ہیں اور اللہ کو جو گواہ کیا تھا کہ وہ امانت واپس کر دیں گے۔ اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں باہمی معاملات کو درست نہیں رکھتے اور خدا سے جو قول و قرار کیا تھا۔ اس پر قائم نہیں رہتے بلکہ جاہ و جلال کی حرص میں شرعی احکام کو بدل دیتے ہیں آسمانی کتابوں میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ اُن کا انجام بہت بُرا ہوگا۔

۱۔ انہیں آخرت میں کچھ حصہ نہیں ملے گا۔

۲۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے بات نہ کرے گا۔

۳۔ خداوند تعالیٰ اس دن اُن کی طرف رحمت کی نظر بھی نہیں کرے گا۔

۴۔ انہیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔

۵۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

یہودیوں سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا تھا۔ اور انہیں قسمیں دی تھیں کہ نبی کے مددگار ہوں گے۔ لیکن وہ دنیاوی اغراض کیلیے اپنے اس عہد سے پھر گئے اور انہیں یہ سزا دی گئی۔ ان آیات سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ جو شخص بھی دنیاوی لالچ اور تھوڑے سے مال و متاع کے لیے امانت میں خیانت کرتا ہے ایمانداری سے دُور ہٹ جاتا ہے۔ عہد کو توڑتا ہے۔ وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اللہ کی قسموں کو توڑتا ہے اُس کا وہی حشر ہوگا۔ جو اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا۔ کہ اُس نے اپنی کوششوں کا پھل دنیا میں ہی عارضی دنیاوی اشیا کی صورت میں حاصل کر لیا۔ قیامت کی نعمتوں سے اسے محروم رکھا جائے گا۔ سب سے بڑی نعمت جو اُسے نہیں ملے گی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا۔

Marfat.com

اہلِ کتاب کی دھوکہ دہی

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ
اور بیشک ان میں فریق مروڑ کر زبان
بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ
کتاب تاکہ تم جانو کہ وہ سے کتاب اور نہیں وہ
مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ
سے کتاب اور وہ کہتے ہیں وہ سے پاس
اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ
اللہ اور نہیں وہ سے نزدیک اللہ اور
يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ
بولتے ہیں اوپر اللہ جھوٹ اور وہ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾
جانتے ہیں

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ
اور ان میں ایک فریق ہے کہ وہ زبان مروڑ کر کتاب پڑھتے
بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ
ہیں تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں ہے حالانکہ وہ نہیں
مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ
ہے کتاب میں اور وہ کہتے ہیں وہ اللہ نے کہا
اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ
ہے حالانکہ وہ اللہ کا کہا نہیں ہے اور
يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ
اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں جان
يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾
کر

اس کتاب میں اہل کتاب کی دینی خیانت اور بد دیانتی بتائی گئی ہے۔ یہ لوگ دنیاوی امور میں دھوکہ دہی کے علاوہ لوگوں کو دینی امور میں بھی فریب دیتے ہیں۔ وہ آسمانی کتابوں کے الفاظ کو بدل دیتے ہیں ان کے معنی اور مفہوم کو بدل کر بیان کرتے۔ انہوں نے تورات انجیل میں اپنی طرف سے کچھ جھوٹے مسئلے شامل کر دیے اور ایسے تمام مسائل جو بظاہر انہیں مفید معلوم نہ ہوئے آسمانی کتابوں سے خارج کر دیے یہ لوگ تلاوت کرتے وقت ایسے انداز میں زبان کو مروڑ مروڑ کر پڑھتے کہ سننے والا دھوکہ میں آ جاتا اور یہ سمجھنے لگتا کہ یہ عبارت بھی آسمانی کتاب کا حصہ ہے اہل کتاب کا گناہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ وہ زبان سے بھی یہ دعویٰ کرتے کہ یہ سب اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے۔ حالانکہ وہ مضمون کتاب میں موجود نہ ہوتا۔ اس سے زیادہ سنگدلی اور کیا ہو گی کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بیانات منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں۔ کہ یہ بیان وہ اپنی طرف سے ساتھ ملا رہے ہیں اور یہ خدا کی طرف سے نہیں ہے ان لوگوں کے لیے یقیناً دردناک سزا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو جان بوجھ کر بدل ڈالا۔ اور اس کی وجہ محض دنیاوی طمع تھی اسی قسم کے گناہوں کی پاداش میں ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ اور ان سے ہر قسم کی نعمت چھین لی گئی۔ سب سے بڑی نعمت نبوت تھی۔ جو ان میں مدت دراز سے چلی آ رہی تھی وہ چھین کر بنی اسمٰعیل کو عطا کر دی گئی اب اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن مجید کی صورت میں ہماری امانت میں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اس کے الفاظ اور معانی کی پوری طرح حفاظت کریں۔ اور کوئی ایسی بات اللہ کی طرف منسوب نہ کریں۔ جو اس کے کلام میں نہ ہو۔ یا اس کے منشا کے خلاف ہو۔

Marfat.com

یہ نبی کا کام نہیں

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ
نہیں ہے۔ بشر کے لیے کہ دے اللہ کتاب اور

الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ
حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگ

كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
ہو جاؤ بندے میرے چھوڑ کر اللہ

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ
کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور

الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ
حکمت اور پیغمبری دے پھر وہ لوگوں کو کہے

كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر

عِبَادٌ (بندے) اس کا واحد عبد ہے۔ معبود۔ عبادت۔ عبودیت اسی ایک مادہ سے نکلے ہیں۔ "عبد" غلام اور بندے کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ جو آزاد اور خود مختار نہ ہو۔ بلکہ اپنے آقا اور حاکم کی مرضی پر چلے۔

نجران کے وفد کی موجودگی میں بعض عیسائیوں نے کہا تھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم یہ چاہتے ہو۔ کہ ہم تمہاری اسی طرح پرستش کرنے لگیں۔ جیسے نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کو پوجتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ معاذ اللہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی کریں۔ یا دوسروں کو اس کی دعوت دیں۔ حق تعالیٰ نے ہمیں اس کام کے لیے نہیں بھیجا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی جس بشر کو حق تعالیٰ کتاب و حکمت اور قوت فیصلہ دیتا ہے۔ اور پیغمبری کے منصب پر فائز کرتا ہے۔ کہ وہ ٹھیک ٹھیک پیغام الٰہی پہنچا کر لوگوں کو اللہ کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کبھی اس کا یہ کام نہیں ہو سکتا۔ کہ ان کو خالص ایک خدا کی بندگی سے ہٹا کر اپنا یا کسی دوسری مخلوق کا بندہ بنانے لگے۔ اس کے تو یہ معنیٰ ہوں گے۔ کہ خداوند قدوس نے اُسے جس منصب کا اہل جان کر بھیجا تھا۔ فی الواقعہ وہ اس کا اہل نہ تھا۔ دنیا کی کوئی حکومت بھی اگر کسی شخص کو ایک ذمہ داری کے عہدہ پر مامور کرتی ہے۔ تو پہلے دو باتیں سوچ لیتی ہے۔

۱۔ یہ شخص حکومت کی پالیسی کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو انجام دینے کی لیاقت رکھتا ہے۔ یا نہیں۔

۲۔ اس سے حکومت کے احکام کی تعمیل اور رعایا کو وفاداری پر قائم رکھنے کی اُمید کہاں تک کی جا سکتی ہے؟

کوئی بادشاہ ایسے آدمی کو نائب السلطنت یا سفیر مقرر نہیں کر سکتا۔ جس کی نسبت حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے کا ادنیٰ سا شبہ ہو۔ اس مثال سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ جب دنیاوی حکومتیں اتنی احتیاط کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ جس کا علم کامل ہے۔ وہ کیسے اس آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجے گا۔ جو اس کی بغاوت کرے اور اللہ تعالیٰ کو معبود بتانے کی بجائے اپنی بندگی کرانے لگے۔

اس آیت سے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تردید ہوتی ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا کہلایا اور اپنے آپ کو اُس کی خدائی میں شریک ٹھہرایا۔ یا اپنے آپ کو سجدہ کرایا۔ بھلا ایسی کھلی غلطی اللہ کے نبی اور رسول کیسے کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

نبیؐ کی تعلیم

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ
لیکن ہو جاؤ اللہ والے جیسے تم
تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾
سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے تم پڑھتے تھے
وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ
اور نہ تمہیں کہے کہ ٹھیرا لو فرشتے اور
النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ
نبی رب کیا تمہیں سکھائے گا کفر
بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ ع
بعد جب تم ہو مسلمان

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ
لیکن تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم
تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾
کتاب سکھاتے تھے اور جیسے کہ تم اسے آپ بھی پڑھتے تھے
وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ
اور تمہیں یہ نہ کہے کہ ٹھیرا لو فرشتوں اور
النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ
نبیوں کو رب کیا تمہیں کفر سکھائے گا
بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ ع
اس کے بعد کہ تم مسلمان ہو چکے ہو

ع ۱۰

رَبَّانِيّٖنَ (اللہ والے) یہ لفظ رب سے ہے۔ رب کے معنیٰ ہیں پروردگار۔ یعنی وہ ہستی جس نے ساری مخلوق کو وجود بخشا اور ترقی و کمال کے مدارج بخشے۔ رَبَّانِيّٖنَ کے معنیٰ ہوں گے۔ رب کی بندگی اور عبادت کرنے والے۔ اس سے نسبت اور تعلق رکھنے والے۔

اس آیت میں اس بات کی مزید تائید کی گئی ہے جو پچھلے سبق میں بیان کی گئی تھی۔ یعنی ایک نبی جس پر اللہ تعالیٰ اس قدر رحمت کرتا ہے کہ اُسے نبوت کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ کہ لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی بندگی چھڑا کر اپنی بندگی کرانے لگے۔ بلکہ وہ تو لوگوں کو کفر و شرک سے نکال کر اسلام میں لاتا ہے اس کے بعد کفر کی تعلیم کیسے دے سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) تو یہودیوں سے یہی کہیں گے کہ اے اہل کتاب تم میں جو پہلے دیندار، بھتی، کتاب پڑھنے اور سکھانے کا رواج تھا۔ وہ باقی نہیں رہا۔ تم اب میرا ساتھ دو اور وہی پہلا کمال حاصل کر لو۔ دوبارہ عالم، حکیم، فقیہہ، عارف، متقی اور خدا پرست بن جاؤ۔ اور یہ بات اب قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سکھانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی لوگوں کو یہ تعلیم بھی نہیں دے سکتا۔ کہ فرشتوں یا نبیوں کو رب بنا لو۔ جیسے عیسائیوں نے حضرت مسیح اور جبریل علیہ السلام اور ایک فرقہ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور بعض مشرکین نے فرشتوں کو ٹھہرا رکھا تھا۔ جب فرشتے اور پیغمبر خدائی میں شریک نہیں ہو سکتے تو پتھر کے بت اور صلیب کی لکڑی کس شمار میں ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک نبی جو ابتداء میں لوگوں کو ربانی (اللہ والا) اور مسلم و موحد بنانے کی کوشش کرے اور جب لوگ قبول کر لیں۔ تو انہیں شرک و کفر کی طرف لے جا کر اپنی ساری محنت اور کمائی اپنے ہاتھ سے برباد کر دے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی معصومیت اور بے گناہی کو کھول کر واضح کر دیا۔ وہ تمام بہتان رد کر دیئے جو عیسائیوں نے نبیوں پر لگا رکھے تھے۔

Marfat.com

انبیاءؑ کا عہد

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ
اور جب لیا اللہ عہد نبی جو کچھ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ
اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں نے

اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ
میں نے تمہیں دیا سے کتاب اور حکمت پھر تمہارے پاس آئے

اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ
جو کچھ تمہیں کتاب اور حکمت سے دیا ہے پھر تمہارے پاس کوئی

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ
رسول سچا جو تمہارے پاس تو ایمان لاؤ گے اس پر

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ
رسول آئے اور تمہاری کتاب کو سچا بتائے تو اس رسول پر ایمان

وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى
اور اس کی مدد کرو گے فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور قبول کیا اوپر

وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى
لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے پوچھا کیا تم نے اقرار کیا اور تم نے اس پر

ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا
اس میرا عہد بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا گواہ رہو

ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا
میرا عہد لیا بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ رہو اور

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾
اور میں تمہارے ساتھ سے گواہ

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾
میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں

ان آیات میں وہی حقیقت دہرائی گئی ہے۔ کہ کوئی نبی اپنی بندگی کی تعلیم نہیں دیتا۔ صرف ایک اللہ کی بندگی سکھاتا ہے۔ عام لوگوں کا ذکر ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود پیغمبروں سے بھی اقرار لے رکھا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے بعد دوسرا نبی آئے۔ جو یقیناً پہلے نبیوں اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہوا آئے گا۔ تو ضروری ہے کہ پہلا نبی بعد میں آنے والے کی صداقت پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے اور اگر اس کا زمانہ پائے تو اپنی اُمّت کو پوری طرح تاکید کر جائے۔ کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لا کر اس کی مدد کرنا اور اس قسم کی وصیت کر جانا بھی اس کی مدد کرنے میں داخل ہے۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد تمام انبیاؑ سے لیا گیا تھا۔ کیونکہ آپ سب سے آخر میں آنے والے تھے اور سب نبی آپ سے پہلے ہو گزرے تھے ظاہر ہے کہ ان نبیوں نے اپنی اپنی اُمتوں سے بھی یہ اقرار لیئے ہونگے۔ چنانچہ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس قسم کا عہد نبیوں سے لیا گیا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر آج موسیٰؑ زندہ ہوتے۔ تو ان کو میری پیروی کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ جب نازل ہونگے تو قرآن مجید اور تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت پر فیصلہ کریں گے۔ اس آیت میں موجود ہے کہ مزید تاکید کے لیے اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا کیا تم اقرار کرتے ہو؟ سب نبیوں نے عرض کیا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس عہد پر تم بھی گواہ رہو اور تمہارے ساتھ میں بھی گواہ ہوں۔

Marfat.com

عہد شکن

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

پھر جو کوئی پھر جائے بعد اس کے تو وہی وہ نافرمان

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

پھر جو کوئی اس کے بعد پھر جائے تو وہی لوگ نافرمان ہیں

جیسا کہ پچھلے سبق میں مذکور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ اقرار لیا تھا۔ کہ وہ اپنے بعد میں آنے والے نبی کی تصدیق کریں گے اور اپنی اُمتوں کو بھی ہدایت کریں گے کہ وہ بعد میں آنے والے نبی (صلعم) کو مانیں۔ چونکہ نبی معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے اس پر تو عہد شکنی کا گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جن لوگوں پر عہد توڑنے کا شبہ ظاہر کیا گیا ہے اُن سے مراد اُمت کے لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔ اُن کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہی لوگ سب سے بڑے نافرمان شمار ہوں گے۔

نبی آدم کی پیدائش کے وقت ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا۔ کہ انسان عقل کا کچا اور حرص و ہوا کا پتلا ہے۔ بدی کی طرف مائل ہونے کی طرف رجحان رکھتا ہے۔ طمع اور لالچ میں آکر ایمان جیسی دولت بھی لٹانے سے گریز نہیں کرتا۔ اس لیے اس کی ہدایت کا سامان ضروری ہے۔ اس غرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ نبی ہمیشہ دنیا میں نہیں رہتا۔ ایک کے بعد دوسرے کا آنا ضروری ہے۔

چنانچہ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے نبیوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ اس نظام کی کامیابی کے لیے یہ ضروری تھا کہ ان کی ایک برداری قائم کر دی جائے۔ انہیں ایک ہی قسم کے اصول و کلیات بتائے جائیں۔ اور رشد و ہدایت کے بنیادی قواعد ایک ہی جیسے عطا کیے جائیں۔ اور ساتھ ہی سب کو ایک دوسرے کی حمایت کی تاکید بھی فرما دی جائے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ متعصب اور تنگ نظر لوگ صرف اسی مذہب کو آخری سمجھ بیٹھیں۔ جو صرف خود ان کے نبی نے بتایا ہو۔ اور بعد میں آنے والے نبی کو جھٹلانا شروع کر دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد لے لیا۔ یہ تمام پیغمبر اپنے قول کے مطابق اپنی اپنی اُمتوں کو اس امر کی ہدایت کرتے رہے۔

منجملہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام بھی تھے۔ ان بزرگ ہستیوں نے بنی اسرائیل اور نصاریٰ کو اپنے بعد میں آنے والے نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق کھلی کھلی بشارتیں دیں۔ لیکن ان کی امتوں نے ان بزرگوں کی باتوں کی طرف بہت کم دھیان دیا۔ آسمانی کتابوں کو بدل ڈالا۔ معانی و مفہوم میں فرق ڈال دیا اور ہر طرح کی سرکشی میں بڑھ چڑھ کو حصہ لیا۔

جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ تو ان لوگوں نے آپ کو پہچان لینے کے بعد ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے نبیوں کے احکام و ہدایت کی کوئی پروا نہ کی۔ انہوں نے اس طرح نافرمانی کر کے خود اپنے اُوپر ظلم کیا اور نافرمانوں کی فہرست میں شمار ہوئے۔

فَاسِقٌ: انہیں لوگوں کو کہا گیا ہے۔ جو اللہ کے حکموں کو توڑتے ہیں اور اس کی نافرمانی کے مجرم قرار پاتے ہیں۔

Marfat.com

دینِ حق کی مخالفت

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ
اب کوئی اور دین اللہ ڈھونڈتے ہیں اور اسی کے
اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
حکم میں ہے جو بھی آسمان اور زمین
طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾
خوشی اور لاچاری اور اس کی طرف پھر جائیں گے

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ
اب اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں اور اسی کے
اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
حکم میں ہے جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے
طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾
خوشی یا لاچاری سے اور اسی کی طرف سب پھر جائیں گے

دِيْنِ اللّٰهِ (اللہ کا دین) یہ لفظ پہلے بھی کئی بار استعمال ہو چکا ہے "دین" کے معنیٰ ہیں طریقہ اور راستہ یعنی وہ طریق فکر و عمل جو کسی کام کے فکر و نظر اور سعی و عمل کی بنیاد ہو۔ ہر جماعت خاص نظریات کی حامل ہوتی ہے یہی نظریات اس کے طرزِ فکر کو معین کرتے ہیں۔ پھر انہیں کے مطابق وہ تمام اپنے رہن سہن۔ معاملات اور تہذیب و تمدن کو ڈھالتی ہے۔

اہل کتاب کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر آسمانی کتابوں سے معلوم ہو چکی تھی۔ ان کے پیغمبروں نے انہیں بشارتیں سنائی تھیں کہ ایک آخری نبی آنے والا ہے جس کا دین عالمگیر حیثیت کا ہوگا۔ جب حضور صلعم تشریف لائے تو ان لوگوں نے انہیں اچھی طرح پہچان لیا۔ لیکن حسد۔ بغض اور ضد میں آکر ماننے سے انکار کر دیا۔ اسلام کے حلقہ بگوش بننے سے منکر ہو گئے اور اس کی تکذیب کرنے لگے۔

ان حالات میں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر یہ لوگ اسلام جیسا عالی شان اور مکمل ترین مذہب اختیار کرنے کو تیار نہیں۔ تو پھر کون سا دین پسند کرتے ہیں۔ کیا ایسا دین تلاش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے مذاہب سے بالکل علیحدہ ہو؟ یا کسی خود ساختہ مذہب کے خواہش مند ہیں۔ حالانکہ دنیا میں ہمیشہ سے خدا کا دین اسلام ہی رہا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں حکمبرداری۔ یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم کسی رسول یا پیغمبر کے واسطے سے پہنچے۔ تو اس کے آگے سر جھکا دینا۔ آج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو دین پیش کر رہے ہیں۔ یہ وہی اسلام ہے۔ اسے چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ اس سے منہ موڑ کر حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ انسان کو ہرگز نہ چاہیئے۔ کہ اپنی خوشی اور پسند کے پیچھے لگ کر اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر دے۔ خواہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم خوشی کا باعث ہو یا اس کی تعمیل میں انہیں لاچاری یا مجبوری محسوس ہوتی ہو۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے بعض ایسے ہیں۔ جو اس کے احکام کو خوشی سے تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً فرشتے۔ نیک انسان اور عبادت گزار بندے اور بعض ایسے بھی ہیں جو اسے مجبوراً مانتے ہیں۔ جیسے منکرینِ حق۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کہیں اطمینان نہیں مل سکتا۔

ان منکرینِ حق پر یہ تمام باتیں اس دن روشن ہو جائیں گی۔ جب سب کے سب قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ تمام مخلوقات کو بالآخر وہیں لوٹ کر جانا ہے۔ ہر عقلمند کو چاہیئے۔ کہ اس روز کی پیشی کے لیے پہلے سے تیار ہو رہے۔ اگر یہاں وہ نافرمانیوں میں مشغول رہا۔ تو وہاں کیا منہ دکھائے گا۔

Marfat.com

انبیاءؑ کا سلسلہ

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ
تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ اتارا گیا ہم پر اور
مَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ
جو کچھ اتارا اوپر ابراہیم اور اسمٰعیل اور
اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ
اسحٰق اور یعقوب اور اولاد اور جو دیا گیا
مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ
موسیٰ اور عیسیٰ اور نبی سے ان کے رب
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ
نہیں ہم جدا کرتے درمیان ایک ان میں اور ہم
لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾
اسی کے فرمانبردار

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ
تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ ہم پر اترا اور
مَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ
جو کچھ اترا ابراہیم پر اور اسمٰعیلؑ پر اور
اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ
اسحٰق پر اور یعقوبؑ پر اور اس کی اولاد پر اور جو دیا گیا
مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ
موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو سب نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ
دیا گیا ہم ان میں سے کسی کو جدا نہیں کرتے اور ہم اسی
لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾
کے فرمانبردار ہیں۔

اہل کتاب کو اب عملی طور پر مسلمانوں کی مثال پیش کی گئی۔ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء اور آسمانی کتابوں کے سوا باقی سب کو غلط قرار دیتے ہیں اور ان کی تکذیب و انکار کرتے تھے۔ اس آیت میں انہیں مسلمانوں کا موقف بتایا گیا ہے کہ جو لوگ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو گئے ہیں اور اسلام قبول کر چکے ہیں۔ وہ بلا تفریق و امتیاز گزشتہ تمام انبیاء کو خدا کی طرف سے مانتے ہیں قدیم آسمانی کتابوں کو اللہ کا کلام سمجھتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا اللہ پر ایمان ہے اور اس کے بھیجے ہوئے تمام نبیوں کو اس کے پیغمبر سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ماننا اس کے احکام کو مانے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ ہم اس کلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو قرآن مجید کی صورت میں ہم پر اترا اور نبیوں کا جو اہم سلسلہ ہے اس پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ ہم ان تمام احکام کو بھی مانتے ہیں۔ جو حضرت ابراہیمؑ اور ان کی نسل میں انبیاء پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتے رہے یعنی اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر ان کے بعد ہم اس کلام الٰہی پر یقین رکھتے ہیں۔ جو حضرت موسیٰؑ پر اترا (یعنی تورات) اور اس کتاب پر بھی جو حضرت عیسیٰؑ کو ملی (یعنی انجیل) ہمارے نزدیک یہ سب نبی اللہ کی طرف سے تھے راستباز اور سچے تھے ان پر جو کلام نازل ہوا تھا وہ برحق تھا۔ ہم ان میں سے کسی ایک میں تفریق نہیں کرتے کسی کو سچا اور کسی کو نعوذ باللہ جھوٹا نہیں کہتے۔ کیونکہ ایک نبی کی تکذیب بھی کفر میں داخل ہے۔ خواہ باقی سب کو نبی مانا جائے۔ اور ہم صحیح معنوں میں مسلمان (اللہ کے فرمانبردار) ہیں۔

نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ کے فقرہ میں مسلمانوں کا موقف بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان ان تمام نبیوں کو سچا مانتا ہے۔ جو اس کے رب کی طرف سے آئے ان آیات سے اہل کتاب کو تقلید کے لیے ایک نمونہ پیش کرنا مقصود تھا کہ اگر تم مسلم ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو یہ ہے سیدھی راہ اس پر چل پڑو تو منزل کو پہنچ جاؤ گے۔

Marfat.com

اسلام کے سوا

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا
اور جو کوئی چاہے سوا اسلام دین
فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ
سو ہرگز قبول نہ ہوگا اس سے اور وہ میں آخرت
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾
سے خسارہ پانے والے

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا
اور جو کوئی دین اسلام کے سوا چاہے سو
فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ
اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾
خسارہ پانے والوں میں سے ہے

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اب اگر کوئی شخص اللہ کا دین چھوڑ کر کسی اور راہ پر چلنا چاہے گا۔ تو اس کی یہ کوشش قابلِ قبول نہ ہوگی اسے اس کی سزا اس دنیا میں بھی دی جائے گی اور آخرت میں بھی اُسے خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا دین (اسلام) مکمل صورت میں آ پہنچا۔ تو کوئی جھوٹا۔ خود ساختہ یا نامکمل دین قبول نہیں کیا جا سکتا اگر سورج کے نکل آنے کے بعد کوئی شخص مٹی کا چراغ جلائے یا ستاروں کی روشنی تلاش کرے تو یہ محض حماقت ہوگی۔

یہی مثال دین کے بارے میں صحیح ہے اب کسی مقامی دین۔ نسلی مذہب اور محدود ہدایت کا زمانہ گزر چکا۔ ان سب سے بڑھ کر آخری اور عالمگیر نبوت و ہدایت ہی سے روشنی حاصل کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہی تمام روشنیوں کا خزانہ ہے جس میں پہلی تمام روشنیاں مدغم ہو چکی ہیں۔

نبی اسرائیل کو اس سے یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش نہ کرو۔ بلکہ اس کی آغوش میں پناہ حاصل کرو جس مذہب کے تم حامل ہو یا جن کتابوں کے تم دعویدار بنتے ہو۔ اُن کے اصول و کلیات اسلام کے عین مطابق ہیں اور اسلام کو ان پر ایک گونہ فضیلت بھی حاصل ہے یہودیت و نصرانیت مذاہب کی حیثیت مقامی تھی۔ یہ محض قوم کے اختیار کرنے کو بھیجے گئے تھے۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور یہ مکمل اور جامع ہے۔ زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ اس لیے اگر تم اپنے مذہب کے ساتھ وفاداری کرنا چاہتے ہو۔ تو اسلام سے ہمکنار ہو جاؤ۔ اس کے سبب نجات، و سرخروئی حاصل ہوگی۔ تم اگر اس بات کو سمجھ لینے کے باوجود اپنی ضد پر ڈٹے رہو گے۔ اور اسلام کے سوا کسی اور مذہب کو تلاش کرو گے۔ تو یقیناً وہ غلط، گمراہ کن اور من گھڑت ہوگا۔ اس لیے ہرگز ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ بلکہ ان لوگوں کو اس کفر و انکار کی سزا ملے گی۔ آخرت میں وہ اپنے آپ کو خسارہ میں پائیں گے۔

دنیا ایک آزمائش گاہ ہے۔ اور آخرت میں اس دنیا کے اعمال کا پھل ملتا ہے۔ جو شخص اس دنیا میں محنت و کاوش کر کے نیک عملی کا بیج بوئے گا۔ اسے آخرت میں سرور اور آرام ملے گا۔ اور جو ہٹ دھرمی اور بغض کی بنا پر دنیا کمانے میں لگا رہا۔ جاہ پرستی میں مگن رہا۔ اسے وہاں سخت نقصان ہوگا۔

لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ کوتاہ اندیش نہ بنیں۔ بلکہ دُور اندیش بن کر نیک عملی کی روش اختیار کریں۔ ورنہ آخرت کے خسارہ سے بچنا محال ہے۔ دُور اندیش وہ ہے۔ جو بہتر انجام کے لیے کوشش کرے۔ خصوصاً ایسا انجام جو مستقل صورت کا ہے۔ محض عارضی اور وقتی نہیں۔

Marfat.com

محرومِ ہدایت

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ
کیونکر راہ دے گا اللہ لوگ کافر ہوئے بعد

اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ
ایمان کے اور گواہی دی کہ رسول سچا

وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
اور اُن کے پاس آئیں نشانیاں اور اللہ نہیں راہ دیتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾
لوگ ظالم

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ
اللہ ایسے لوگوں کو کیونکر راہ دے گا جو ایمان لاکر کافر ہو گئے

اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ
اور انہوں نے گواہی دی کہ بیشک رسول سچا ہے

وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
اوران کے پاس روشن نشانیاں آئیں اور اللہ ظالم لوگوں کو

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾
ہدایت نہیں دیتا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے۔ کہ وہ ظالموں کو کبھی راہِ ہدایت نہیں دکھائے گا۔ ظالموں سے مراد وہی لوگ ہیں۔ جو حق کو پہچان لینے کے بعد اُسے جھٹلاتے رہے نہ خود حق کو قبول کیا۔ نہ دوسروں کو نیکوکاری کی دعوت دی بلکہ اُن کا انکار دوسروں کیلیے رکاوٹ بنا۔

کچھ لوگوں نے حق کو پہچان لینے کے بعد کفر اختیار کیا۔ وہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ جب اپنے لوگوں سے مل بیٹھتے ہیں۔ تو خفیہ خفیہ اقرار بھی کرتے ہیں۔ کہ یہ رسول سچا ہے۔ اس کی سچائی وصداقت کے روشن دلائل کھلے نشانات اور صاف بشارتیں ان کو پہنچ چکی ہیں اس پر بھی ان کا تکبر وحسد اور ذاتی جاہ وجلال کی محبت اسلام قبول کرنے اور کفر کو چھوڑنے سے انہیں روک رہی ہے۔

یہ عموماً یہودیوں اور عیسائیوں کا حال تھا۔ ایسے ہٹ دھرم اور ضدی کافروں کی نسبت کیونکر یہ اُمید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمادے؟ یا ان کو اپنی خوشنودی کے راستہ پر لے آئے اور جنت تک پہنچنے کی راہ دے؟ اس کا یہ اصول نہیں کہ بے انصاف اور متعصب نافرمان ظالموں کو حقیقی کامیابی سے ہمکنار کرے۔

ان سے بڑھ کر بُرا حال ان لوگوں کا ہوگا جو ایک مرتبہ مسلمان ہو گئے اور دنیاوی اغراض اور نفسیاتی ہوا وحرص کے پیچھے لگ کر مرتد ہو گئے۔ یہ اُن سے بھی بڑھ کر لعنت اور سزا کے حقدار ہوں گے۔ ایک شخص روشنی پالے۔ مگر پھر کھلے بندوں تاریکی کو روشنی کہے تو اس سے بڑا اندھا اور کون کہلائے گا اور کوئی آنکھوں والا اُسے مُنہ کیسے لگائے گا۔

آخرت میں یہی لوگ خسارے میں مبتلا ہوں گے۔ سب سے بڑا خسارہ یہ ہوگا کہ وہ اپنا راس المال بھی کھو چکے ہونگے۔ یعنی وہ انسانی فطرت کی نیکی اور سعادت جس پر ہر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن قبیح جذبات اور بھونڈے خیالات اور مکروہ خواہشات کی رَو میں بہ کر انسان اپنی نیک فطرت کو بدعملی سے مسخ کر ڈالتا ہے اور وہ انسانیت کے درجے سے بہت نیچے گر جاتا ہے۔ یہی خسارے کی صورت ہے۔

ایسے لوگ جب خود اپنے اوپر ظلم کریں حق وصداقت کو جان لینے کے بعد نیک وبد میں تمیز کر لینے کے بعد بدی کی راہ منتخب کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے مُنہ موڑیں تو انہیں ہدایت کا راستہ کیونکر دکھایا جاسکتا ہے وہ اپنے کرتوتوں کی بنا پر کجروی اختیار کرتے ہیں۔ گمراہی میں پھنس جاتے ہیں اور انسانیت کے حقیقی جوہر کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کی صحبت سے بچائے اور اُن کی شر سے محفوظ رکھے۔

Marfat.com

ظالموں پر لعنت

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ
ایسے لوگ ان کی سزا کہ ان پر لعنت اللہ

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ
اور فرشتے اور لوگ سب ہمیشہ رہیں گے

فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا
اس میں نہ ہلکا ہوگا اُن سے عذاب اور نہ

هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾
وہ مہلت دیے جائینگے

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ
ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ
اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی اس میں ہمیشہ

فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا
رہیں گے اُن سے عذاب ہلکا نہ ہوگا اور نہ انہیں

هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾
مہلت ملے گی

گزشتہ آیات میں جن لوگوں کی دینی اور دنیاوی خرابیاں ذکر کی گئی ہیں۔ اب ان کی وہ سزا بیان کی گئی ہے۔ جو انہیں اس ظلم اور بددیانتی کے نتیجے میں دی جائے گی۔ ان لوگوں کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انہوں نے حق کو پہچان لینے کے بعد اسے جھٹلانے کی کوشش کی۔ نیکی کی راہ دیکھ لینے کے باوجود اس سے منہ موڑا۔ رشد و ہدایت کی تبلیغ کرنے والوں کی طرف کان نہ دھرا۔ یہی روش یہود و نصاریٰ کی تھی۔ یہ لوگ اپنی آسمانی کتابوں کے مطالعہ سے جان چکے تھے۔ کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بعد نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے۔ جب وہ پیدا ہوئے تو انہوں نے انہیں پہچان لینے کے بعد ان کا انکار کر دیا۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر خدا، خدا کے فرشتے اور مسلمان لعنت بھیجتے ہیں بلکہ وہ خود بھی اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں۔ جب وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں۔ کہ ظالموں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ تو یہ لعنت خود ان پر ہی پڑتی ہے۔

ان پر یہ لعنت دائمی طور پر پڑتی رہے گی۔ نیز آخرت میں بڑی شدت کا عذاب ہوگا۔ جس میں نہ کسی قسم کی تخفیف ہوگی۔ اور نہ ذرا سی دیر کے لیے اس عذاب کو ملتوی کر کے انہیں آرام دیا جائے گا۔ آگ کی یہ خاصیت کہاں کہ وہ درمیان میں اپنی تپش۔ جلن اور سوزش کم کر دے وہ تو قہار و جبار خدا کی بھڑکائی ہوئی ہوگی۔

بدی کی طاقت کو تقویت دینے والے زیادہ تر وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو نیکی کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد محض عارضی۔ ناپائیدار اور بے فائدہ اغراض کے پیچھے لگ کر بدی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ یہی لوگ نیکی کی طاقت کو سب سے زیادہ گزند پہنچاتے ہیں۔ دوسرے لوگ ان کی اس روش سے سخت دھوکہ کھاتے ہیں ان کا ایمان ڈانواں ڈول ہو جاتا ہے۔ نیکی پر ان کا یقین کمزور پڑ جاتا ہے۔ جو لوگ ہدایت و سعادت کی راہ کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ وہی دوسرے لوگوں کی گمراہی کا سبب بھی بنتے ہیں۔ اپنی سرشت کی اس بالواسطہ **برائی کی بنا پر** وہ لعنت کے مستوجب قرار پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ۔ فرشتے۔ مسلمان اور نیک روح انسان ان پر لعنتیں کرتے ہیں۔

لَعْنَةُ اللّٰهِ (اللہ کی لعنت) لَعَنَ اس کا مادہ ہے۔ ملعون وہ ہے جس پر لعنت پڑے اس کے معنی ہیں دوری اور پھٹکار اصطلاح میں رحمت سے دوری اور اللہ کریم کے لطف و کرم سے محرومی کو لعنت کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

توبہ اور اصلاح

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَ
لیکن جنہوں نے توبہ کی سے بعد اس کے اور

أَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٨٩﴾
نیک کام کیے تو بیشک اللہ غفور رحیم

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَ
مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور

أَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٨٩﴾
نیک کام کیے تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے

جس قسم کے مجرموں اور گنہگاروں کا ذکر پچھلے اسباق میں گزر چکا ہے۔ وہ کسی حالت میں بھی معافی کے مستحق نہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ غفور الرحیم ہے۔ اُس کی بارگاہ میں اس قدر شدید جرائم اور بغاوتوں کے بعد بھی اگر مجرم نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کرے اور آئندہ نیک چلن اختیار کرنے کا ارادہ کرے تو سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے توبہ کی گنجائش رکھی ہے اور انہیں مہلت دی ہے کہ اگر وہ اپنی شرارتوں سے باز آجائیں۔ برائیوں کو چھوڑ کر نیک راہ پر ہو لیں تو اللہ اُن کی خطائیں نظر انداز کر کے انہیں مغفرت عطا کرے گا۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی رحیمیت واضح ہو جاتی ہے۔

انسان کی گمراہی کے کئی اسباب ہوتے ہیں جہالت۔ بُری صحبت، دنیا پرستی، کوتاہ اندیشی، ضد اور ہٹ دھرمی وغیرہ انسان اس میں بہکتا چلا جاتا ہے اور اپنی روش پر غور نہیں کرتا وہ اپنے طرزِ عمل کو سنوارنے کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ لیکن جب اُسے ٹھوکر لگتی ہے یا کہیں سے نصیحت کی آواز اس کے کان میں پڑتی ہے یا وہ خود اپنی زندگی کے حالات پر ذرا غور و خوض کرتا ہے تو اُسے یکدم اپنی گمراہی کا احساس ہوتا ہے گزشتہ اعمال پر افسوس کرتا ہے پشیمان و نادم ہوتا ہے اور گناہوں کو یک قلم ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ گندگیوں اور غلاظتوں سے پاک ہونا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اپنی کوتاہ بینی پر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہوا اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر معافی چاہتا ہے اور آئندہ نیکی کی راہ اختیار کرنے کا مصمم ارادہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اسے اپنی رحمت کے سایہ میں ڈھانپ لیتا ہے۔

یہ انسان کی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے توبہ کی گنجائش رکھی ہے اور اسے نیکی کی طرف رجوع کرنے کی مہلت عطا فرمائی ہے۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس موقعہ سے فائدہ نہ اٹھائے تو اس سے زیادہ بدنصیب اور بدقسمت اور کون ہوگا۔

توبہ: قرآن مجید میں لفظ توبہ بار بار استعمال ہوا ہے اس کے لفظی معنی لوٹ آنا اور توجہ کرنا ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ تُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ (اپنے خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ) اور بشارت دی کہ جو لوگ میری طرف رجوع کرتے ہیں۔ أَتُوبُ عَلَيْهِ (میں اُس کی طرف توجہ فرماتا ہوں)

توبہ کی شرط اول یہ ہے کہ انسان اپنی غلطی کا احساس کرے اس پر ندامت اور شرمندگی کا اظہار کرے اور اس اعتراف و اقرار کے ساتھ ہی اُسے چھوڑ دینے اور اس سے باز رہنے کا پختہ ارادہ کر لے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ وہ بڑا ہی بخشنے والا رحم کرنے والا۔

Marfat.com

ناقابلِ قبول توبہ

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ
جو لوگ منکر ہوئے بعد ایمان لانے کے

ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ
پھر بڑھتے رہے انکار میں نہ قبول ہوگی اُن کی توبہ

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾
اور وہی وُہ گمراہ

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ
جو لوگ مان کر منکر ہوئے

ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ
پھر انکار میں بڑھتے رہے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾
اور وہی گمراہ ہیں

اس آیت میں توبہ کے باب میں کچھ اور تشریح کردی گئی ہے۔ جو لوگ گمراہیوں اور بداعمالیوں پر نادم ہوئے اُنہوں نے توبہ کی اور آئندہ نیک کام کرنے شروع کردیے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول کرے گا اور اُن کے گناہ بخش دے گا۔ یہاں یہ فرمایا کہ جو لوگ حق کو مان کر اور سمجھ بُوجھ کر منکر ہوئے۔ پھر آخر تک انکار میں لگے رہے نہ کبھی کُفر سے ہٹنے کا نام لیا۔ نہ حق اور اہلِ حق کی دشمنی سے باز آئے۔ بلکہ الٹا ایمان والوں سے بحث اور جنگ وجدل کرتے رہے۔ جب مرنے کا وقت آیا اور فرشتے جان نکالنے کے لیے آئے تو توبہ کی سوجھی۔ بھلا اس توبہ سے کیا فائدہ؟ بات بالکل صاف ہے۔ کہ توبہ کا مقصد تو اصلاح اور درستی ہے اگر مرتے دم توبہ کی جبکہ اصلاح اور درستی کی نہ گنجائش ہے نہ وقت۔ تو اس توبہ سے کیا حاصل ہوگا۔ بعض لوگوں پر جب مصیبت آ پڑے اور ظاہری اسباب سے بے بس ہوجائیں یا مرض لاعلاج ہوجائے تو رسماً اور عادتاً توبہ توبہ پکارتے ہیں۔ بھلا ایسی توبہ کس کام کی؟ کچھ لوگ گناہ کا احساس کرتے ہیں اور اللہ کریم کی طرف مائل بھی ہوتے ہیں۔ لیکن جونہی کچھ وقت گزرا۔ حالات بدلے۔ تو سب کچھ بھول گئے۔ پھر سے سرکشی اور گناہ میں لگ گئے۔ ایسے لوگوں کی توبہ بھی قابل قبول نہیں ہوسکتی۔

روزمرہ کی زندگی میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ بعض لوگ محض دکھلاوے اور نمائش کی خاطر نیک کام کرتے ہیں۔ یا اس وقت اچھا کام کرتے ہیں۔ جب وُہ بالکل مجبور کردیے جائیں۔ گویا جب انہیں اختیار و اقتدار ہوتا ہے۔ تو نیکی کی طرف رجوع نہیں ہوتے جب بے بس ہوجاتے ہیں۔ تو اقرار کرنے لگتے ہیں۔ کہ آئندہ بُرے کام نہ کریں گے۔ ایسے اقرار کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ پورے دل وجان سے بُرائی سے نفرت اور نیکی سے الفت نہیں رکھتے۔ بلکہ محض وقتی طور پر فائدہ اٹھانے کے لیے جھوٹے بہانے بنانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہی لوگ حقیقی گمراہ ہیں۔

ہمیں اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے۔ کہ برائی اور کفر و انکار کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہیں۔ کہ وُہ ہمیں راہِ ہدایت پر استقامت دے۔ اگر بھول سے کبھی کوئی خطا ہوجائے یا بُرائی سرزد ہوجائے۔ تو فوراً توبہ کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

فدیہ ہرگز قبول نہ ہوگا

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ
جو لوگ کافر ہوئے اور مرگئے اور وہ کافر

فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ
تو ہرگز قبول نہ ہوگا کسی ایک بھر زمین

ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ
سونا اور اگرچہ بدلہ دے اس قدر

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ
جو لوگ کافر ہوئے اور کفر میں مر گئے

فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ
تو کسی ایسے سے ہرگز زمین بھر سونا بھی قبول

ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ
نہ ہوگا اگرچہ بدلہ میں اس قدر سونا دے

اس آیت میں ایسے کافروں اور گنہگاروں کو تنبیہ کی گئی ہے۔ جو ہمیشہ سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ سیم وزر ہی کل قوت و طاقت کا منبع ہے روپیہ تمام گناہوں کو ڈھانپ دیتا ہے۔ اور تمام برائیوں کی پردہ پوشی کرتا ہے اُن کا خیال ہے کہ جس طرح ہم دنیا میں رشوت یا فدیہ دے کر جرائم کی سزا سے بچ جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے حضور میں سونا اور چاندی دے کر عتاب سے بچ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا ہے۔ کہ تمہارا یہ خیال خام ہے۔ تم میں سے کسی گنہگار کے پاس کل روئے زمین کے برابر سونا ہو اور وہ اسے اپنے گناہوں کے عوض اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کرے۔ تو یہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو بھلا سونے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ جبکہ وہ کل کائنات ارضی و سماوی کا مالک ہے۔ تمام مخلوقات اور موجودات کا پیدا کرنے والا ہے۔ ذرّہ سے لے کر آفتاب تک، چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک ادنیٰ گنہگار انسان سے لے کر عظیم الشان نبی تک سب اس کے تابع فرمان ہیں۔ سونا، چاندی، مال و زر اور دولت و ثروت سب اسی کی ملکیت ہیں اور وہی یہ سب کچھ لوگوں کو دیتا ہے۔ پھر اس کے عوض وہ گنہگار کو کیوں معافی دے گا۔

دراصل رشوت اور فدیہ کا یہ نظریہ ان لوگوں کی تخلیق ہے۔ جن کا دین و ایمان دولت ہے۔ جن کا مقصدِ حیات مال و زر ہے جو زندگی بھر اسی کی تلاش و جستجو کرتے ہیں۔ اپنی محنت اور وقت اسی کے حصول میں صرف کرتے ہیں۔ اپنی عمر اسی کے ڈھیر اکٹھے کرنے میں لگاتے رہتے ہیں۔ آخر کار اسی کی حسرت دل میں لیے خالی ہاتھ جہانِ فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔ یہ لوگ سونے چاندی کے پیچھے دوڑتے رہے۔ مال و زر کے لیے تگ و دو کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی ساری توجہ اور محنت اسی کے لیے وقف کر دی لیکن انجام انتہائی اندوہناک اور کرب و درد سے بھرپور پایا۔ یہ اسی گمان باطل میں رہے کہ یہی شے باعثِ نجات اور سبب کامیابی ہے۔ لیکن ان عقل کے اندھوں کو معلوم نہیں کہ اصلی دولت ایمان کی دولت ہے۔ اصل سرمایہ نیکی کا سرمایہ ہے۔ سونے چاندی کی حیثیت نیک عمل کے مقابلہ میں ایک بے قیمت تنکے کی بھی نہیں۔ قیامت میں صرف نیکوکاری بچا سکتی ہے۔ سونے چاندی کے ڈھیر کام نہیں آئیں گے۔

اِفْتَدٰی (بدلہ دے) فدیہ ایسے بدلہ کو کہتے ہیں۔ جو کسی خرابی اور گناہ کے عوض مال و زر کی صورت میں یا کسی اور شکل میں ادا کیا جائے۔

اہل کتاب میں فدیہ کا غلط عقیدہ موجود تھا جو بے راہ روی اور ان کی سہل انگاری کا موجب بنا۔

Marfat.com

گناہ کی سزا

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ — أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

وہی اُن کے لیے عذاب دردناک — انہیں دردناک عذاب ہے

وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٩١﴾ ع — وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٩١﴾

اور نہیں ان کے لیے کوئی مددگار — اور ان کا کوئی مددگار نہیں

ع ۱۱ ۱۷

گزشتہ آیات میں یہ بات تفصیل کے ساتھ بیان کردی گئی ہے کہ نجران کے وفد کے مناظرہ کرنے کے بعد اور دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو صحیح ماننے کے باوجود نصاریٰ ایمان نہ لائے وہ لوگ بدستور یہ بہتان لگاتے رہے کہ فلاں چیز اللہ نے کہی ہے فلاں بات اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ تمام باتیں وہ خود اپنے دل سے بناتے تھے نیز کوئی نبی اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف تعلیم نہیں دیتا۔ وہ کبھی اپنی عبادت کے لیے حکم نہیں دیتا۔ وہ تو ہمیشہ یہی کہتا ہے کہ اللہ والے بن جاؤ۔ لیکن نصاریٰ نے احکام الٰہیہ کو بدل ڈالا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی۔ رسولوں میں فرق کرتے رہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو ایک ہی راہِ ہدایت دیکر بھیجا اور سب کو توحید کا سبق دیا۔

عیسائی یہ تمام حقائق جاننے کے بعد بھی ایمان نہ لائے اور انکار ہی کرتے رہے وہ دنیاوی اغراض میں پھنس کر اور مال و دولت کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنے ایمان کو بیچ ڈالتے۔ آخرت کی پرواہ نہ کرتے اپنا انجام نہ سنوارتے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ وہ ایسے لوگوں کو کبھی راہ ہدایت نہ دکھائے گا۔ بلکہ اُن پر اللہ اُس کے فرشتے اور تمام لوگ لعنت کریں گے اور نہ اُن سے عذاب ہلکا ہوگا۔ نہ اُنہیں مہلت ملے گی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیے کہ وہ انسان کو ایک اور موقع دیتا ہے کہ وہ توبہ کرلے۔ اپنے کیے پر نادم ہو اور معافی کا مستحق بن جائے لیکن منکرین پھر بھی نہیں سمجھتے وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں۔ ساری عمر اسی پر جمے رہتے ہیں اور مرتے دم تک توبہ نہیں کرتے یہ لوگ اگر اپنے ان گناہوں کی سزا میں دنیا بھر کا سونا فدیہ میں دینا چاہیں تو وہ قبول نہ ہوگا۔ یہی گنہگار ہیں۔ انہیں دردناک انجام دیکھنا پڑے گا۔ سخت ترین سزا بھگتنی پڑے گی۔ ان کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ مددگار نہ حامی ہوگا نہ بچانے والا۔ بلکہ یہ بے بس اور بے سہارا ہوں گے۔ انہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ انہیں کسی کا آسرا نہ ہوگا۔

دُور اندیش اور دانشمند انسان کو چاہیے۔ کہ ان حالات و واقعات سے عبرت حاصل کرے گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگوں کی راہ اختیار کرکے اپنی آخرت کو خراب نہ کرے اپنا انجام گھناؤنا نہ بنائے بلکہ ان باتوں سے سبق حاصل کرکے نیکی کی راہ اختیار کرے۔

اس آیت میں بدکار انسانوں کی دو سزاؤں کا بیان ہے ایک تو دردناک عذاب کی شکل میں ہوگی۔ دوسری یہ کہ کوئی ان کا معاون و مددگار نہ ہوگا۔ وہ تنہا بے یار و مددگار رہ جائیں گے۔ جن سہاروں پر انہیں ناز تھا وہ سب چھوٹ جائیں گے اور جن دوستوں سے انہیں توقع تھی۔ وہ سب ساتھ چھوڑ جائیں گے۔

مبارک ہیں وہ انسان جو اس گھڑی سے پہلے سنبھل جائیں۔

Marfat.com

قربانی کا معیار

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ

ہرگز نہ حاصل کرسکو گے نیکی جب تک نہ خرچ کرو اس سے پیاری چیز

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

اور جو تم خرچ کرو گے سے چیز تو اللہ

بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾

اس سے جانتا ہے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ ﴿۹۲﴾

ہرگز نیکی نہ حاصل کرسکو گے جب تک اپنی پیاری چیز سے کچھ خرچ نہ

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

کرو گے اور جو چیز خرچ کرو گے سو اللہ کو

بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾

معلوم ہے۔

بعض اوقات انسان اس لیئے نیکی سے رُک جاتا ہے کہ اُسے اس کی خاطر اپنی پسند کی چیزوں کو قربان کرنا پڑتا ہے اس عالمِ فانی میں بیشتر ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان بہت زیادہ محبت کرتا ہے اور یہ محبت بعض اوقات اس حد تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ اُن سے علیحدہ رہنا اُسے سخت ناگوار گزرتا ہے۔ اُن چیزوں کی اُلفت اُسے مجبور کرتی ہے۔ کہ وہ ان کی خاطر ہر چیز کو قربان کردے۔ یہ محبت اُسے اندھا کردیتی ہے اور وہ نیکی بدی میں تمیز بھی کھو بیٹھتا ہے۔

انسان کی زندگی اپنی لذتوں کے حصول اور عزت و شہرت، مال و اولاد، ریاست و سرداری کی طلب میں گزرتی ہے اور اُن ہی سے انسان بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ انہیں حاصل کرنے اور برقرار رکھنے کی خاطر وہ بعض اوقات ایمانداری بھی قربان کردیتا ہے اس کی نگاہ میں نیکی کی قدر و قیمت ان اشیاء کے مقابلے میں گر جاتی ہے۔ اس طرح وہ خود غرضی کا پتلا، نفسانی خواہشات کا دلدادہ اور ہوا و ہوس کا مجسمہ بن جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ نیکی سے بالکل منہ موڑنے لگ جاتا ہے۔

جب تک انسان کے دل سے خود غرضی کی جڑ نہ اکھاڑ دی جائے۔ اسے ہر شے سے بڑھ کر نیکی کے ساتھ محبت کرنا نہ سکھایا جائے وہ راست باز نہیں بن سکتا۔ جو آدمی نیک کام میں اپنی محبوب سے محبوب شئے کو بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے اخلاص نیک نیتی اور خدا پرستی میں شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ دراصل خود غرضی ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اور اخلاص سب نیکیوں کی جان ہے۔

یہود و نصاریٰ مال و دولت سے محبت کرتے تھے انہیں اپنی ملت کے ان پڑھ لوگوں پر اقتدار اور سرداری حاصل تھی اور یہ چیز انہیں بہت عزیز تھی۔ انہیں ڈر تھا کہ اگر وہ نبی آخر الزمان پر ایمان لے آئے۔ ان کی اطاعت قبول کرلی تو ان کی ریاست و طاقت جاتی رہے گی۔ اس وجہ سے وہ ایمان لانے سے گریز کرتے رہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تک تم اپنی عزیز ترین شئے کو قربان کرنے کے لیے تیار نہ ہو گے تم نیکی حاصل نہ کرسکو گے۔ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کس شخص نے کونسی چیز خرچ کی ہے؟ اور کس کے لیے خرچ کی ہے؟ جتنی محبوب چیز اللہ کی راہ میں خرچ کی جائے گی۔ اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ہاں سے بدلہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نیکی کا معیار یہ قرار دیا کہ اپنی عزیز ترین اور سب سے محبوب شئے ہماری راہ میں قربان کردو۔ اسے سب سے بڑی نیکی سمجھا جائے گا اور اللہ کریم اس کی قدر فرمائے گا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل میں حلال و حرام

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ
سب کھانے کی چیزیں تھیں حلال واسطے بنی اسرائیل

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ
بنی اسرائیل کو سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں

إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ
مگر جو حرام کر لی تھیں اسرائیل اُوپر اپنے

إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ
جو اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کر لی تھیں

مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَىٰةُ ۗ
سے پہلے کہ نازل ہو تورات

مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَىٰةُ ۗ
تورات نازل ہونے سے پہلے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے۔ کہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ تم اپنے آپ کو دین ابراہیمؑ پر بتاتے ہو۔ لیکن تم وہ چیزیں کھاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے پر حرام کر رکھی تھیں۔ مثلاً اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ وغیرہ اس صورت میں تم ابراہیم کے سچے پیرو کیونکر کہلا سکتے ہو۔ اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جتنی چیزیں اب لوگ عموماً کھاتے ہیں یہ سب حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں حلال تھیں۔ اور تورات کے نازل ہونے سے پہلے تک حلال ہی رہیں۔ البتہ اس آسمانی کتاب میں خاص بنی اسرائیل پر بعض چیزیں حرام کر دی تھیں جہاں تک اونٹ کے گوشت اور اس کے دُودھ کی حرمت کا تعلق ہے یہ تورات کے نازل ہونے سے بہت پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے استعمال نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اور اُن کی پیروی میں ان کی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ قسم کھانے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو "عرق النسا" کا درد تھا۔ آپ نے اللہ سے یہ منت مانی کہ مجھے اس درد سے نجات کر دے اور صحت مند ہو جاؤں تو اپنی محبوب ترین چیز کا استعمال چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ صحت پانے پر آپ نے اُونٹ کا گوشت اور اس کا دُودھ جو اُن کی مرغوب ترین اشیا تھیں منت پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیں۔

یہ یاد رہے کہ اس قسم کی مَنّت جس میں کسی حلال چیز کو حرام کر لیا مقصود ہو اسلامی شریعت کے مطابق جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ "اے نبی تو وہ چیز کیوں حرام کر لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے حلال کی"۔ (سورۃ تحریم۔ رکوع ۱) اگر بھول چوک سے ایسی قسم کھا لی جائے تو چاہیے کہ اُسے فوراً توڑ دے اور کفارہ ادا کر دے۔

اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سابقہ شریعتوں میں بعض احکام منسوخ کیے گئے ہیں بعض چیزیں کسی زمانہ میں حلال تھیں۔ بعد میں حرام ہو گئیں اور کچھ چیزیں شروع میں ممنوع تھیں۔ بعد میں حلال قرار دے دی گئیں۔ لہٰذا اب شریعت محمدیہ اور شرائع سابقہ میں حلال و حرام کے اعتبار سے کچھ فرق ہو تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ نیز موجودہ آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک محبوب چیز کو چھوڑ دینا مذکور ہے اور گزشتہ آیت میں محبوب چیز کے خرچ کرنے کا ذکر تھا اس طرح ان دونوں آیتوں میں ایک لطیف مناسبت بھی پیدا ہو گئی۔

Marfat.com

اللہ پر بہتان

قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

قُلْ — تو کہہ
فَاْتُوْا — لاؤ
بِالتَّوْرٰىةِ — توریت
فَاتْلُوْهَآ — اسے پڑھو
اِنْ — اگر
كُنْتُمْ — تم ہو
صٰدِقِيْنَ — سچے
فَمَنِ — پھر جو
افْتَرٰى — جھوٹ باندھے
عَلَى — اوپر
اللّٰهِ — اللہ
الْكَذِبَ — جھوٹ
مِنْۢ بَعْدِ — سے بعد
ذٰلِكَ — اس
فَاُولٰٓئِكَ — وہی
هُمُ — وہ
الظّٰلِمُوْنَ — لوگ ظالم

اس آیت کی ابتدا میں یہودیوں کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ جو چیزیں بنی اسرائیل کی شریعت میں حرام تھیں وہ اسلام میں حلال کیسے ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن اشیاء کو تم حرام سمجھ بیٹھے ہو وہ حرام نہ تھیں۔ بلکہ خود تم حرام قرار دے بیٹھے تھے۔ ابراہیمی شریعت میں وہ ہرگز حرام نہ تھیں۔

آیت کے اس آخری حصہ میں بنی اسرائیل کو نہایت واضح لفظوں میں زوردار طریق پر کہا جا رہا ہے۔ کہ اگر اب بھی تمہیں کچھ شک ہے۔ اور ہمارے اس بیان پر تمہارا دل نہیں جمتا۔ تو اپنی مقدس کتاب توریت لے آؤ۔ اسے اوّل سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ اگر کہیں یہ بیان مل جائے۔ کہ ابراہیمی شریعت میں بھی یہ چیزیں حرام تھیں تو ہمیں دکھا دو کس قدر عجیب بات ہے۔ کہ وہ اپنی تحریف کردہ اور مسخ شدہ کتاب سے بھی کوئی ایسی آیت نکال کر نہ دکھا سکے۔ مگر پھر بھی ضد پر اڑے رہے۔

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہود نے کلام مجید کا یہ چیلنج قبول نہ کیا اور قبول کرتے بھی کیسے؟ جبکہ اُن کا دعویٰ بے بنیاد تھا۔ نہ ان کے پاس حقیقی علم تھا۔ اور نہ حقیقی احکام کو اپنی جگہ برقرار رکھ سکے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم اپنی کتاب سے کوئی ایسا حکم نہ دکھا سکو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم مفت اللہ پر بہتان باندھ رہے ہو۔ شریعت کے نام پر غلط بیانی سے کام لے رہے ہو اپنی طرف سے باتیں گھڑ لیتے ہو اور انہیں مذہب اور کتاب سے منسوب کر دیتے ہو۔ ایسا کرنے والے ناانصاف ظالم شمار ہوں گے۔ اور حقیقت یہی ہے۔ کہ دنیا میں اس سے بڑا ظلم نہیں ہو سکتا کہ بندہ اپنی بات کو خدا کی بات قرار دے۔ بندہ ہو کر خدائی دعوے شروع کر دے۔ ایسا کرنے والے نہ صرف خود گمراہ ہوتے ہیں بلکہ مخلوق خدا کی گمراہی کا سبب بن جاتے ہیں۔

Marfat.com

ملّتِ ابراہیمی کا اتّباع

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

کہہ سچ کہا اللہ تابع ہو جاؤ دین ابراہیم ایک اور نہ تھا سے شرک کرنے والے

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

تو کہہ اللہ نے سچ فرمایا اب ابراہیم حنیف کے دین کے تابع ہو جاؤ اور وہ شرک کرنے والا نہ تھا

گزشتہ آیات میں حلال و حرام نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے متعلق اصل حقائق بتانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسولِ کریمؐ سے کہا ہے کہ تو کہہ اللہ کا کلام سچا ہے۔ اُس نے حلت و حرمت کے علاوہ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت سچی اور کھری باتیں تمہیں سنا دی ہیں ان میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (حضرت ابراہیمؑ حنیف کا دین) لفظ ملۃ اردو زبان میں صرف جماعت اور قوم کے لیے استعمال ہوتا ہے خصوصاً مذہبی اور دینی جماعت لیکن عربی زبان میں یہ لفظ جماعت کے علاوہ خود دین اور مذہب کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔

"حنیف" کے لفظی معنی ہیں "یک رخ" جو سب سے مُنہ موڑ کر صرف ایک طرف رُخ کرلے اور سب سے کٹ کر ایک کا ہو جائے حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب بھی ہے۔ ان کی زندگی اس لفظ کی ایک مکمل تشریح ہے۔ انہوں نے اللہ بزرگ و برتر کے لیے خاندان کو برادری اور ملک کو چھوڑا۔ بتوں کو توڑا۔ ستاروں سے مُنہ موڑا آگ میں گرنا منظور کیا۔ بیوی بچہ کو چھوڑنا گوارا کرلیا۔ بیٹے کو قربان کرنا منظور کرلیا۔ غرضیکہ رضائے الٰہی کی خاطر ہر ممکن قربانی کی۔

یہود و نصاریٰ اس بات پر بڑا فخر کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں وہ ساتھ ہی ساتھ اس چیز کا دعویٰ بھی کرتے تھے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کا اصلی مذہب انہی تک سینہ بہ سینہ پہنچا ہے۔ قرآن مجید نے یہ واضح کر دیا کہ بنی اسرائیل اگرچہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں۔ لیکن وہ مذہب میں قطعی طور پر اُن کے پیرو نہیں ہیں ابراہیمؑ خالص توحید پرست تھے۔ شرکت کے قریب بھی نہ پھٹکتے تھے۔ لیکن بنی اسرائیل مادہ پرست ہیں اپنے پیغمبروں اور راہبوں کی پوجا کرتے ہیں۔ معمولی لالچ میں آکر ایمان بیچ ڈالتے ہیں۔ ایثار و قربانی سے دُور بھاگتے ہیں۔ ریاضت اور جدوجہد سے کتراتے ہیں۔ ان حالات میں انہیں حضرت ابراہیمؑ سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟

مذکورہ بالا دلائل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی بجائے مسلمان ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح توحید باری کے قائل ہیں۔ تسلیم و رضا کے پابند ہیں۔ اطاعت و فرمانبرداری ان کا شیوہ ہے اس لیے یہودی جو زبانی طور پر ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ مسلمانوں کی طرح سچے دل سے ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کریں۔ شرک چھوڑ کر توحید اختیار کریں۔ شر و بغاوت چھوڑ کر ایمان و یقین حاصل کریں۔

Marfat.com

اوّلین عبادت گاہ ـــــ خانہ کعبہ

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ
بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے واسطے مقرر ہوا یہی ہے
بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْہِ
جو مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو اس میں
اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۚ وَمَنْ
کھلی نشانیاں ہیں جیسے مقام ابراہیم اور جو اس
دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ
کے اندر آیا اس کو امن ملا

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ
بیشک پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے لیئے البتہ وہ
بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْہِ
مکہ میں برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگ اس میں
اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۚ وَمَنْ
نشانیاں ظاہر مقام ابراہیم اور جو
دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ
اندر آیا ملا امن

اَوَّلَ بَیْتٍ (پہلا گھر) اس سے مراد خانہ کعبہ ہے جو بطور عبادت گاہ اوّلین عمارت اور پہلا گھر ہے۔ اس گھر کو عالمگیر عبادت گاہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیئے کہ باقی تمام عبادت گاہیں مقامی اور قومی تھیں۔ نیز یہ کہ دنیا کے دوسرے تمام عبادت خانے خواہ صنم کدے ہوں یا آتش کدے۔ گرجے ہوں یا کچھ اور۔ سب بعد میں بنے ہیں۔ اوّلیت کا سہرا اسی عبادت خانے کے سر ہے۔

مسلمانوں کے اس دعویٰ پر کہ ہم باقی تمام قوموں اور اُمتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ یہودیوں کو یہ بھی اعتراض تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کا اصلی وطن تو عراق تھا جسے چھوڑ کر وُہ شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ پھر وہیں رہے سہے۔ اسی جگہ انہوں نے وفات پائی ان کی اولاد بھی شام میں ہی رہی۔ اس ملک میں جتنے نبی آئے انہوں نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا اسلام کا مرکز اس کے برعکس حجاز ہے۔ اور مسلمانوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے وُہ ملک شام سے دور ایک طرف پڑے ہوئے کس مُنہ سے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وُہ ابراہیم علیہ السلام سے قریبی نسبت رکھتے ہیں۔

ان معترضین کا جواب مذکورہ بالا آیت میں دیا گیا ہے۔ یعنی بیت المقدس اور دوسرے بابرکت مقامات بعد میں تعمیر ہوئے ہیں بیت اللہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد حضرت اسحٰقؑ نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی تھی۔ اور اس کی تکمیل تو کئی سو سال بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی۔ دنیا میں سب سے پہلا متبرک گھر جو ہدایت کے لیئے بنایا گیا تھا۔ وُہ کعبہ ہی ہے جو مکہ معظمہ میں واقع ہے اس کا مقصد یہ تھا کہ دنیا کے لوگ یہاں آئیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے شروع سے ہی اس گھر کو ظاہری اور باطنی برکتیں عطا کیں اسے سارے جہان کی ہدایت کیلیے سرچشمہ ٹھہرایا یہیں سے نبی آخر الزمانؐ کو مبعوث کیا۔ حج ادا کرنے کے لیئے سارے جہان کو دعوت دی دنیا کے تمام مسلمانوں کو اس کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی برکت سے مکہ کی سرزمین میں طرح طرح کی نشانیاں رکھ دیں۔ جو یہاں آیا اُسے امن حاصل ہوا۔

Marfat.com

بیت اللہ کا حج

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ
اور اللہ کا اوپر لوگ حج کرنا گھر جو

اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ
قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ اور جو نہ مانے

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾
تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا سے جہان کے لوگ

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ
اور اس گھر کا حج کرنا لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو

اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ
شخص اس کی طرف راہ چلنے کی قدرت رکھتا ہے اور جو نہ

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾
مانے تو پھر اللہ جہان کے لوگوں کی پرواہ نہیں رکھتا۔

اِسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (اس کی طرف راہ چلنے کی قدرت رکھتا ہو) اس سے مراد یہ ہے کہ اسے بیت اللہ تک پہنچ جانے کے ذرائع و اسباب حاصل ہوں۔ زادِ راہ رکھتا ہو۔ سفر کی سہولتیں اسے میسر ہوں۔ اور راستہ کی دشواری حائل نہ ہو۔

اس سے قبل حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے طریقہ کی خاص باتیں بیان کرنے کے بعد یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ اُمت مسلمہ حضرت ابراہیم سے یہودیوں کی نسبت زیادہ قریب ہے۔ دنیا میں عبادت گاہ کے طور پر سب سے پہلا گھر جو بنایا گیا تھا۔ وہ بیت اللہ تھا۔ اسے مسلمانوں نے بطور قبلہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ گھر بڑی برکت والا ہے۔ روئے زمین پر جس کسی میں برکت و ہدایت پائی جاتی ہے۔ وہ اسی بیت اللہ کا ایک عکس ہے اس کے طواف کرنے والوں پر عجیب و غریب برکتیں نازل کی جاتی ہیں۔ حج ادا کرنے کے لیے اُسے مخصوص کر دیا گیا ہے۔

حج ایک ایسی عبادت ہے۔ جس کی ہر ادا یہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ حج کرنے والے کو اپنے مالکِ حقیقی سے کس قدر عشق و محبت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم صادر فرمایا۔ کہ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے۔ کہ جنہیں اتنی استطاعت ہو کہ وہ یہاں پہنچ سکیں۔ وہ بیت اللہ کا حج ضرور کریں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ ہو اور بدنی و مالی حیثیت سے بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ وہ عمر میں کم از کم ایک مرتبہ معبودِ حقیقی کے گھر میں حاضری دے۔ جو شخص حج کرنے سے گریز کرے گا۔ سمجھ لو کہ وہ جھوٹا مدعی ہے وہ جہاں چاہے دھکے کھاتا پھرے اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کوئی یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا۔

اس امتحان سے ظاہر ہو جائے گا۔ کہ کون توحید کا قائل ہے۔ کون اللہ تعالیٰ سے خالص محبت کرتا ہے۔ جس کسی کو مال و دولت سے محبت ہو گی۔ وہ حج کی ادائیگی میں سستی کرے گا۔ وہ حقیقی خدا پرست نہیں ہو سکتا اور جسے حقیقی محبت ہو گی وہ دیوانہ وار وہاں پہنچے گا۔ وہ دیوانوں کی طرح اللہ کے گھر کے چکر کاٹے گا بال بکھیرے لبیک لبیک (میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں) کہتے ہوئے عشق و محبت اور عاجزی و انکساری کا اقرار کرے گا۔ وہ حجرِ اسود کو چومے گا۔ صفا و مروہ پر دوڑے گا۔ مقامِ ابراہیم پر نماز ادا کرے گا۔ منیٰ میں قربانی کریگا سبیلِ رحمت پر حاضر ہو گا۔ غرض وہ سب کچھ کریگا جس سے اس کا مولیٰ خوش ہو۔

Marfat.com

اہلِ کتاب کا انکار

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ
کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو کلام سے اللہ

وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ
اور اللہ روبرو اوپر جو تم کرتے ہو کہہ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو سے راہ

اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ
اللہ جو ایمان لائے ڈھونڈتے ہو عیب اور تم جانتے ہو

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾
اور نہیں اللہ بے خبر اس سے کرتے ہو

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ
تو کہہ اے اہل کتاب تم اللہ کے کلام کے کیوں منکر ہوتے

وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ
ہو؟ اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ کے روبرو ہے تو کہہ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اے اہلِ کتاب تم کیوں روکتے ہو ایمان والوں کو

اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ
اللہ کے راستے سے کہ اس میں عیب ڈھونڈتے ہو اور تم جانتے ہو

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾
اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے

پہلے یہودیوں اور عیسائیوں کو مخاطب کیا جا رہا تھا۔ درمیان میں ان کے بعض، اعتراضات اور شبہات کا جواب دیا گیا۔ یہاں سے پھر ان کو تنبیہہ کی جا رہی ہے۔ کہ جب تمہارے سامنے نیکی اور بدی کی راہیں کھول کر بیان کر دی گئی ہیں۔ حق و صداقت کے دلائل واضح کر دیئے گئے ہیں۔ اور قرآن کریم کی سچی اور پکی باتیں سنا دی گئی ہیں تو اب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اہل کتاب کہلانے کے باوجود برابر کلام اللہ اور اس کے لانے والے کے انکار پر تلے ہوتے ہو۔ یاد رکھو تمہارے سب اعمال اللہ کے سامنے ہیں وہ تمہاری نیتوں اور تدبیروں کو بھی خوب جانتا ہے۔ جس وقت تمہیں پکڑے گا۔ پورا پورا حساب لے کر چھوڑے گا۔

سبق کی دوسری آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ اہل کتاب سے دریافت کرو۔ کہ تم نہ صرف خود ایمان کی دولت حاصل کرنے سے محروم ہو بلکہ یہ بھی چاہتے ہو کہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے روک دو۔ ایسا کیوں ہے۔ جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں تم کوشش کرتے ہو کہ اسلام میں جھوٹے اور غلط عیب نکال کر انہیں دینِ اسلام سے واپس لے آؤ۔ تم یہ بُری حرکتیں بے خبری میں نہیں کر رہے ہو بلکہ سمجھ کر حق کو جھٹلانے کی کوشش کرتے ہو تمہاری ان چالاکیوں سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ہے، وقت آنے پر وہ تمہیں شدید سزا دے گا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو اسلام سے خواہ مخواہ کی دشمنی اور بغض و عناد ہے۔ ان لوگوں کے سامنے قرآن مجید نے تمام حقیقتیں کھول کر بیان کر دیں ہیں اور وہ خود بھی سمجھ گئے ہیں کہ قرآن مجید کلامِ الٰہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ صحیح راہ پر نہیں آتے۔

Marfat.com

اہلِ کتاب کا کہا نہ مانو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا
اے لوگو ایمان والے اگر تم کہا مانو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا
اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے

فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
بعض سے لوگ ملی کتاب

فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
بعض اہل کتاب کا

يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾
تمہیں پھر کر دینگے پیچھے ایمان کافر

يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾
تو وہ تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر کر دیں گے

گزشتہ آیات میں اہل کتاب کو ڈانٹا گیا تھا۔ کہ جب تم پر اسلام، قرآن مجید اور نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی کھلی نشانیاں اور دلائل واضح ہو چکی ہیں تو تم جان بوجھ کر دینِ اسلام میں فرضی عیب بتلا کر کیوں لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہو۔ یہ تمہارے لیئے مناسب نہیں۔

ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل جو خواہ مخواہ اسلام کی عداوت پر تلے ہوئے ہیں وہ ان نصیحتوں کو سُن کر بھلا کیوں باز رہنے لگے تھے لہٰذا ساتھ ہی مسلمانوں کو نصیحت کی گئی۔ کہ تم ان مفسدین کے دھوکے میں نہ آنا یہ لوگ طرح طرح کی چالبازیوں سے تمہیں اسلام سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ اگر تم ان کے اشاروں پر چلو گے اور اُن کی باتیں مانو گے۔ تو خدشہ ہے کہ تم بھی آہستہ آہستہ ایمان کی روشنی سے نکل کر کفر کے اندھیروں میں دوبارہ جا گرو گے جہاں سے پھر واپس آنا بہت مشکل ہے۔

يَرُدُّوْكُمْ (وہ تمہیں دوبارہ لوٹا دیں گے) "رَدَّ" اس کی ماضی ہے اور "رَدٌّ" اس کا مصدر ہے۔ اور لفظ مرتد بھی اس مادہ سے نکلا ہے۔ اسلامی قوانین میں ارتداد یعنی اسلام سے پھر جانے کی سزا سب سے شدید اور سنگین ہے۔ ہم کسی کو جبراً مسلمان نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن جو اسلام سے پھر جائے اس کے جرم کو معاف نہیں کر سکتے۔ چونکہ وہ روشنی دیکھنے کے باوجود کفر کے اندھیرے کنوئیں میں دیدہ دانستہ گرتا ہے۔

اس آیت سے کئی باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

اہل کتاب اسلام کے سخت دشمن ہیں اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو دینِ اسلام سے پھیر کر کفر و شرک کی طرف لے آئیں۔ ان کی یہ ایک سوچی سمجھی سکیم ہے۔

صحبت اپنا اثر بہت جلد کرتی ہے۔ اگر مسلمان اہل کتاب کی صحبت اختیار کریں گے۔ اُن کے کہے پر چلیں گے اور اُن کی باتیں مان لیں گے تو رفتہ رفتہ اُن کی خباثت اور انکار و شیطنیت مسلمانوں میں بھی سرایت کر آئے گی۔

ان حالات میں مسلمانوں کو سبق سیکھنا چاہیے۔ کہ وہ کبھی اہل کتاب کے ساتھ زیادہ نہ اُٹھیں بیٹھیں اُن کی باتیں نہ سنیں اُن کی باتوں میں نہ آئیں۔ ان کے ساتھ زیادہ تعلقات نہ بڑھائیں۔ صرف اسی صورت میں اُن کے شر سے بچا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ
اور کیسے تم کفر کرتے ہو اور تم پڑھی جاتی ہیں تم پر
آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۗ وَمَنْ
آیتیں اللہ اور تم میں اس کا رسول اور جو کوئی
يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ
مضبوط پکڑے اللہ کو تو ہدایت ہوئی طرف
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ
اور تم کس طرح کفر کرتے ہو حالانکہ تم پر پڑھی جاتی ہیں
آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۗ وَمَنْ
اللہ کی آیتیں اور تم میں اس کا رسول ہے اور جو کوئی
يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ
اللہ کو مضبوط پکڑے تو اسے ہدایت ہوئی سیدھے
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾ ع ۱۰ ۱
راستہ کی طرف

راستہ سیدھی

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مسلمان جیسی قوم ایمان لانے کے بعد کافر نہیں بن سکتی۔ کیونکہ ان کے درمیان خدا کا عظیم الشان پیغمبر موجود ہے۔ جو ان کو اللہ کا ایمان افزا یعنی ایمان بڑھانے والا کلام سناتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کرتا رہتا ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ جس نے بھی تمام راہیں چھوڑ کر ایک خدا کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور جس نے بھی پورے دل سے اسی پر اعتماد و توکل کیا۔ اسے کوئی طاقت راہِ راست سے اِدھر اُدھر نہیں ہٹا سکتی۔

مدینہ کے قدیم خاندانوں کے درمیان اسلام سے پہلے بڑی دشمنی تھی۔ اُن کے درمیان ذرا ذرا سی بات پر لڑائی ہو جاتی تھی، اور خونریزی کا بازار گرم ہو جاتا تھا جب پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے۔ تو اُن لوگوں کے بھاگ کھل گئے، اسلام کی تعلیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے ان قبیلوں کی دشمنی جو صدیوں سے چلی آرہی تھی۔ دوستی میں بدل گئی اور اُن کے درمیان نہایت مضبوط برادرانہ تعلقات قائم ہو گئے۔

مدینہ کے یہودیوں کو ان خاندانوں کا اس طرح مل بیٹھنا اور اسلام کی خدمت و حمایت کے لیئے اکٹھے ہونا بہت ہی ناگوار تھا۔ انہوں نے ایک شخص کو اس کام پر لگایا کہ جہاں کہیں دونوں خاندانوں کے لوگ جمع ہوں وہاں جنگ بُعاث (جو ماضی میں ان دو خاندانوں کے درمیان لڑی گئی تھی) کا ذکر چھیڑ دے اس شخص نے موقع پا کر اس جنگ کی یاد تازہ کرنے والے اشعار سنانے شروع کر دیئے۔ اشعار کا سننا تھا کہ ایک مرتبہ بجھی ہوئی چنگاریاں پھر سُلگ اُٹھیں اور دونوں قبیلے لڑائی کے لیے ہتھیار سنبھالنے لگے۔ اتفاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند دوستوں کے ساتھ وہاں پر پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو میں تم میں موجود ہوں۔ پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ خدا نے تمہیں ہدایت دی۔ تم پھر کفر کی تاریکیوں میں اُلٹے پاؤں لوٹنا چاہتے ہو؟ رسولِ کریم ﷺ کی اس آواز کا سننا تھا۔ کہ شیطانی جال کے تمام حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے تمام لوگوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے۔ سب نے سمجھ لیا کہ یہ ان کے دشمنوں کی فتنہ انگیزی تھی جس سے آئندہ ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیئے۔

Marfat.com

اسلام پر زندگی، اسلام پر موت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿۱۰۲﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿۱۰۲﴾

اے لوگ ایمان والے ڈرتے رہو اللہ جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر اور تم مسلمان

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیے اور نہ مرنا مگر مسلمان

گزشتہ سبق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک اور آپ کی صحبت کی برکات بیان کی گئی تھیں۔ اور یہ بتلایا گیا تھا کہ آپؐ کی موجودگی میں اور آپؐ کی تعلیم ہوتے ہوئے مسلمان ایمان کی روشنی پاکر کفر کے اندھیرے میں کیونکر جا سکتے ہیں۔ موجودہ آیت میں مسلمانوں کو تلقین فرمائی گئی ہے۔ کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اپنی استطاعت کے مطابق تقویٰ و پرہیزگاری کی راہ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو۔ کہ وہ تمہیں ہدایت کی راہ پر ثابت قدم رکھے۔

حَقَّ تُقَاتِهِ (جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیئے۔ اور جس قدر اس سے ڈرنے کا حق ہے) تقوے کی تشریح اس سے قبل کئی بار بیان ہو چکی ہے۔ اور خود یہ لفظ بار بار استعمال ہو رہا ہے۔ تقویٰ اسلام اور ایمان کی روح ہے۔ چونکہ خدا ترسی اور نگہداشت و احتیاط کے ساتھ زندگی بسر کیئے بغیر اسلامی خصوصیات اور پاکیزہ زندگی کا پیدا ہونا محال ہے اس لیئے یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے اس قدر ڈرو جس قدر ڈرنے کا حق ہے۔ جیسا کہ خود حضور اکرمؐ نے فرمایا "ایمان ڈر اور اُمید کے درمیان ہے۔

زمین و آسمان شمس و قمر دریا اور پہاڑ، جنگل اور سبزہ زار، حیوانات، نباتات، جمادات، غرض کل کائنات اس کی مخلوق ہے اور اس کے قبضہ میں ہے۔ دنیا کا کوئی ذرّہ اس کے حکم کے بغیر اِدھر سے اُدھر نہیں ہو سکتا۔ انسان کی زندگی و موت اسی کے ہاتھ میں ہے اس کا چلنا پھرنا، اُٹھنا، بیٹھنا اُسی کے اختیار میں ہے۔ تنگدستی اور خوشحالی میں زندگی بسر کرنا اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق ہے۔ غرض انسان کی زندگی کی معمولی سے معمولی حرکت اللہ تعالیٰ کے اقتدار و اختیار میں ہے۔ لہٰذا اللہ سے بڑھ کر انسانی زندگی پر زیادہ حق اور کس کا ہو سکتا ہے؟ جب انسان اپنی زندگی اور اس کی بقا کے لیئے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ تو پھر اس کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرے جتنا ڈرنے کا حق ہے۔

آیت کے دوسرے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مرتے دم تک کوئی حرکت اسلام کے خلاف نہ کرو، تمہارا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہیئے۔ حق تو یہ ہے کہ تمہیں اس وقت تک موت نہیں آنی چاہیئے۔ جب تک تم صحیح اور پکے مسلمان نہ بن جاؤ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ہر منٹ اور ہر سیکنڈ اسلامی شان سے ہی زندہ رہنا چاہیئے۔ کون جانتا ہے کہ کس وقت موت آجائے عمر بھر کبھی شیطنت کفر لالچ یا خود غرضی کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دینا چاہیئے، صرف اسی صورت میں ہم اس حکم کی اطاعت میں پورے اُتر سکتے ہیں کہ اسلام پر جئیں اور اسلام پر مریں۔

Marfat.com

اِعتصام بحبلِ اللہ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا — اور مضبوط پکڑو رسی اللہ سب مل کر

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا — اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو

وَّلَا تَفَرَّقُوْا — اور نہ پھوٹ ڈالو

وَّلَا تَفَرَّقُوْا — اور پھوٹ نہ ڈالو

حَبْلِ اللّٰهِ (اللہ کی رسی) اس لفظی معنیٰ کے علاوہ عربی میں حبل سے مراد عہد بھی ہوتا ہے۔ نیز ہر وُہ شے، جو وسیلہ کا کام دے سکے وُہ بھی اس سے مُراد ہوتی ہے۔ یہاں "حبل اللہ" سے مراد قرآن مجید اور "اسلامی شریعت" ہے۔ جسے مضبوطی سے تھام لینا ہی دینوی کامیابی اور آخروی نجات کا ذریعہ ہے۔

جَمِيْعًا (سب مل کر) یعنی تمام افراد اُمّت مجموعی طور پر اتحاد و اتفاق کے ساتھ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

اِعْتَصِمُوْا (مضبوطی سے پکڑ لو) اعتصام کے معنیٰ چنگل مارنا اور مضبوطی سے پکڑنا ہے اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ کسی بات کو نہایت پختگی اور عزم و استقلال کے ساتھ تھام لیا جائے۔ اس پر عمل کیا جائے اور اسے اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وُہ تدبیر بتائی ہے جسے اختیار کر کے اُمّتِ مسلمہ دشمنوں کی سازشوں اور شر و فساد سے بچ سکتی ہے یعنی یہ کہ سب مل کر اسے پُوری قوت سے پکڑے رہو گے اور اس پر عمل پیرا رہو گے۔ تو تمہارے مقابلے میں کوئی شیطانی قوت کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ اور کوئی غلط کار تمہیں بے راہ اور گمراہ نہ کر سکے گا۔

پچھلی آیت میں افراد اُمّت کو حکم دیا گیا تھا کہ سب اپنی اپنی زندگی کی اصلاح کرو۔ تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی بسر کرو، اسلام پر ہی جیو اور اسلام پر ہی مرو موجودہ آیت میں اُمّت کو اجتماعی طور پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی ذاتی زندگی سنوارنے کے بعد اکٹھے مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھُوٹ نہ ڈالو جب ایسا ہو جائے گا۔ تو انفرادی زندگی کی طرح تمہاری اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل تسخیر ہو جائے گی۔ اس سے منتشر قوتیں جمع ہو جاتی ہیں اور ایک مردہ قوم نئی زندگی حاصل کرتی ہے۔

قرآن کریم کو تھامنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ ایسا نسخہ ہے۔ جسے استعمال کرنے سے قوم کی تمام سیاسی، معاشی، سماجی اخلاقی اور دنیاوی خرابیاں دُور ہو جاتی ہیں۔ قرآن مجید اس دنیا میں کامیابی کا پیغام دیتا ہے۔ اور دوسری دنیا میں سرخروئی و کامیابی کا وعدہ کرتا ہے۔ اس کی تعلیم انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ کلام اللہ ہمارے انفرادی اور اجتماعی تمام مسائل کا حل بتاتا ہے غرض وُہ ایک مکمل دستورِ حیات ہے۔ مسلمان قوم کی کامیابی و سربلندی کا راز اس کی پیروی میں چھُپا ہُوا ہے۔

قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑ لینے سے مراد محض ہاتھوں سے اُسے تھام لینا نہیں۔ اسی طرح اسے ہر دم پیشِ نظر رکھنے سے مُراد یہ نہیں کہ ہر چیز پر اس کا لیبل لگا لیا جائے۔ اپنی ہر خواہش کے لیئے اس کی آیات تلاش کی جائیں۔ اور ان کے معنی توڑ موڑ کر اپنا مطلب نکالا جائے۔

Marfat.com

اخوّت ——— احسانِ خداوندی

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ
اور یاد کرو احسان اللہ اپنے اوپر جب تم تھے
اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
دشمن پھر الفت دی درمیان تمہارے دل اب ہو گئے
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ
اس کے فضل سے بھائی اور تم تھے اوپر گڑھے کا کنارہ
مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
سے آگ پھر تمہیں نجات دی اس سے اسی طرح کھولتا ہے
اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
اللہ تم پر اپنی آیتیں تاکہ تم راہ پاؤ

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ
اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم آپس
اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
میں دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اب اس کے
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ
فضل سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم ایک آگ کے گڑھے کے
مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
کنارے پر تھے۔ پھر تمہیں اس سے نجات دی اسی طرح
اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
اللہ تم پر اپنی آیتیں کھولتا ہے تاکہ تم راہ پاؤ

اسلام سے قبل عرب کے باشندے جاہلیت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ وہ شرک و بت پرستی اور کینہ و عناد میں مبتلا تھے۔ بھائی بھائی کا دشمن تھا۔ جنگیں اور خونریزیاں بہت ہوتی تھیں۔ چوری اور ڈاکہ زنی کی وارداتیں عام تھیں۔ غرض یہ لوگ انسانیت کے درجے سے نیچے گر کر درندوں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اُس کا نور آشکارا ہوا۔ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیئے پیغمبر آخر الزمان تشریف لائے جنہوں نے انسانوں کو تمام غلاظتوں سے پاک کر دیا۔ اُنہیں نیکی اور سعادت کی راہ دکھائی اُنہیں آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ کے اسی فضل و کرم کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنا احسان یاد دلا رہا ہے۔ اس نے اپنی تدبیر سے ان لوگوں کی صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر ایک دوسرے کا ہمدرد و غمگسار بنا دیا۔ انہیں ایک دین پر اکٹھا کر دیا۔ جس سے اُن کی ایسی ساکھ قائم ہو گئی جسے دیکھ کر اُن کے دشمن بھی رُعب کھانے لگے، یہ اتحاد و اشتراک خدا کی اتنی بڑی نعمت ہے جو مسلمانوں کو اپنے تمام خزانے خرچ کر کے بھی میسر نہ آ سکتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام سے قبل کی زندگی کو واضح کرنے کے لیئے یہ مثال دی ہے۔ کہ لوگ کفر و انکار کی بدولت آگ کے گڑھے۔ یعنی دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے۔ اور فنا ہونے کو تھے خدا نے تمہارا ہاتھ پکڑ کر اس سے بچایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ایمان کی روشنی بخشی اگر لوگ اللہ تعالیٰ کے ان عظیم الشان دینی اور دنیاوی احسانات کو یاد رکھیں، تو کبھی گمراہی کی طرف واپس نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیتیں اور نشانیاں اسی لیئے کھول کر بتا دی ہیں۔ اور اختلافات کی زندگی کو دوزخ بتایا ہے۔

Marfat.com

اصلاحی جماعت کے فرائض

لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ
اور چاہیئے ہو تم میں ایک جماعت جو بلاتی رہے

اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
طرف نیک کام اور حکم کرتی رہے اچھے کام

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ
اور منع کریں سے برائی اور وہی

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾
ہیں اپنی مراد کو پہنچنے والا

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ
اور چاہیے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو بلاتی رہے

اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
نیک کام کی طرف اور اچھے کاموں کو حکم کرتی رہے

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ
اور برائی سے منع کرتی رہے اور وہی لوگ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾
اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تقوی اتحاد و اتفاق قومی زندگی، اسلامی اخوت اور دوسری عام خوبیاں اسی وقت تک باقی رہ سکتی ہیں جب تک مسلمانوں میں ایک جماعت دعوت و تبلیغ کے لیے قائم رہے۔ جو اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن و سنت کی طرف بلاتے اور جب دیکھے کہ لوگ نیکی سے غفلت کر رہے ہیں اور برائیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں تو وہ جماعت انہیں بھلائی کی طرف متوجہ کرے۔ اور برائی سے روکے۔

ظاہر ہے کہ یہ کام وہ لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ جو نیکی اور بدی میں تمیز کر سکتے ہوں قرآن مجید کی تعلیمات سے پوری طرح باخبر ہوں نیز موقع شناس بھی ہوں۔ ورنہ ممکن ہے کہ ایک جاہل آدمی نیکی کو بدی یا بدی کو نیکی سمجھ کر اصلاح کرنے کی بجائے زیادہ بگاڑ پیدا کر دے یا کوئی ایسا طریقہ اختیار کرے۔ جس کے سبب وہ کفر میں اور زیادہ بڑھ جائے۔

ایسی جماعت کا وجود ہر زمانے اور ہر دور میں رہا ہے۔ جو حتی الامکان یہ کوشش کرتی رہی ہے کہ لوگوں کو برائیوں سے روک کے نیکی کی طرف دعوت دے۔ شرک و بت پرستی، کفر، الحاد اور توہم پرستی سے ہٹائے۔ صرف ان لوگوں کے باعث ہی اسلام پھیلتا رہا ہے۔ جبکہ شر و بغاوت اور فتنہ و فساد عام ہو رہا ہے۔ ضروری ہے۔ کہ ایسی جماعت کو تقویت پہنچائی جائے زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شامل ہوں۔ اپنے ہر ممکن ذرائع وسائل کو بروئے کار لا کر ان تین فرائض کو پوری تندہی اور سرگرمی سے انجام دیں۔

(۱) دعوت الی الخیر (بھلائی اور نیکی کی دعوت) تبلیغ کے ذریعہ لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دینا۔

(۲) امر بالمعروف (نیکی کا حکم) نیکیوں کو حکماً پھیلانا اور عوام و خواص کو نیکی کے راستے پر ڈالنا۔

(۳) نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) ملک و ملت سے برائیوں، گناہوں اور خرابیوں کو حکماً بند کرنا۔

گویا محض زبانی تبلیغ ہی اصلاحی جماعت کا کام نہیں بلکہ پوری قوت سے عملاً اور حکماً نیکیوں کی اشاعت اور خرابیوں کی روک تھام بھی ان پر فرض ہے۔

Marfat.com

فرقہ بندی

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا
اور مت ہو ان کی طرح جو متفرق ہوگئے اور اختلاف کرنے لگے

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَ
سے بعد کہ پہنچا انہیں صاف حکم اور

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾
وہی اُن کے لیے عذاب بڑا

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا
اور ان کی طرح مت ہو جو متفرق ہوگئے اور اختلاف کرنے

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَ
لگے اس کے بعد کہ انہیں صاف حکم پہنچ چکے اور

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾
انہیں بڑا عذاب ہوگا

پچھلی آیت میں ایک ایسی جماعت کے وجود اور قیام کی اہمیت واضح کی گئی تھی۔ جو دعوت الی الخیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض انجام دے۔ کفار و معاندین کی شر و بغاوت سے مسلمانوں کو بچائے۔ سچے اور مخلص مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ اس جماعت میں شامل ہو۔ اب فرمایا کہ تمہیں ایسے لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیے۔ جنہوں نے آپس میں افتراق ڈالا مذہب میں فرقے بنا ڈالے۔ حالانکہ انہیں حقیقت کا علم ہو چکا تھا۔

یہ اختلاف ڈالنے والے اور مذہبی فرقے بنانے والے یہود و نصاریٰ تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کے صاف و صریح احکام پہنچ چکے تھے لیکن محض توہم پرستی اور حرص و ہوا کی پیروی کر کے اُنہوں نے شریعت کے اصولوں میں اختلاف پیدا کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تباہ ہو گئے اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ مذہب میں فرقہ بندی کے اختلاف سے کتنے بھیانک اور ہولناک نتیجے ظاہر ہوتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچائی اور راست بازی کی راہ صاف و صریح طریقے سے روشن کر دی جاتی ہے۔ بعض خبیث فطرت اور فتنہ پسند لوگ دنیا پرستی لالچ اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں مذہب میں رخنے ڈالتے ہیں۔ اس طرح قوم کی اجتماعی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ مذہب پھیلنے نہیں پاتا آپس میں ایک دوسرے گروہ کو ختم کرنے کے لیے سازشیں کرتے ہیں اور اس طرح قومی اور مذہبی لحاظ سے اُن کی آزادی بلکہ قومی وجود ہی صفحہ ہستی سے مٹ جاتا ہے۔

اختلاف کے یہ تمام تباہ کن نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج مسلمان بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں شریعت اسلامیہ کے صاف و صریح اصولوں سے الگ ہو کر ان میں اختلاف ڈال کر اپنے لیے تباہی کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس شر انگیزی کے باوجود مسلمانوں میں ایسے نیک فطرت اور مخلص لوگوں پر مشتمل ایسی جماعتیں موجود ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی جماعتوں کو اور زیادہ قوت دے اور ہمیں بھی ایسے نیک کاموں میں شرکت اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

بدکردار ——— سیاہ چہرے

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ج
دن سفید ہونگے بعض مُنہ اور سیاہ بعض مُنہ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ ق
سو وہ لوگ سیاہ ہوئے اُن کے مُنہ

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا
کیا تم کافر ہوگئے بعد ایمان لا کر چکھو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾
عذاب بدلہ تم کفر کرتے تھے

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ج
جس دن بعض منہ سفید ہوں گے اور بعض منہ سیاہ ہوں گے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ ق
سو وہ لوگ جن کے منہ سیاہ ہوئے (ان سے کہا جائیگا) کیا تم کافر

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا
ہو گئے ایمان لا کر؟ اب

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾
عذاب چکھو اس کے بدلے کہ تم کفر کرتے تھے

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے۔ کہ انسانی اعمال ضائع نہیں ہوتے، اُن کی حیثیت دوامی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کا شمار ہوتا ہے۔ قیامت کے روز اعمال کا اظہار لوگوں کے چہروں سے ہوگا۔ جن لوگوں نے نیک عملی کی زندگی بسر کی ہوگی اُن کے چہروں پر ایمان اور تقویٰ کا نور چمکتا ہوگا۔ ان کے مُنہ سفید ہوں گے وُہ بڑے عزت اور وقار میں ہوں گے۔ اور خوش خوش نظر آئینگے اُن کے خلاف جو لوگ اس دنیا میں عُمر بھر گناہوں میں مبتلا رہے۔ سیاہ کاری اور بدکاری میں آگے آگے رہے۔ اُن کے چہرے کفر و نفاق اور فسق و فجور کی سیاہی سے کالے ہوں گے۔ گویا قیامت کے دن ہر شخص کا چہرہ اُس کے باطن کا آئینہ بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہر مرتد، منافق اور کافر سے یہ سوال کرے گا۔ کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے اور تم نے ایمان کے بدلے کفر کیوں اختیار کیا۔ ان لوگوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ ہوگا۔ شرم و ندامت سے اُن کے سر جھک جائیں گے، ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گر جائیں گے۔ اور انہیں سزا کا حکم سنا دیا جائے گا۔ وہ اپنے کفر کے بدلے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ جہاں وُہ ہمیشہ پڑے سڑتے رہیں گے۔

یہ تو آخرت کا حال ہے۔ جہاں انسان کو پوری زندگی کا حساب دینا ہوگا۔ جہاں اُسے مستقل عذاب و ثواب ملے گا خود اس دُنیا میں بھی انسان کو نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کا چہرہ اس کی زندگی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اگر انسان بدی کرتا ہے تو اس کے چہرے پر برائیاں اُڑنے لگتی ہیں۔ خفت اور شرمندگی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف نیکی کے نتیجہ میں اُسے سُرخ روئی اور نورانیت حاصل ہوتی ہے۔ دنیا دیکھ کر پکار اٹھتی ہے۔ یہ تو جنتی ہے اس کے چہرہ پر نور برستا ہے۔ اس کی آنکھوں سے روشنی جھلکتی ہے۔ اُس کی پیشانی نورانی ہوتی ہے۔

Marfat.com

نورانی چہرے

وَاَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور وہ لوگ سفید ہوئے ان کے منہ سو ہیں رحمت اللہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

وَاَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور وہ لوگ جن کے منہ سفید ہوئے سو وہ اللہ کی رحمت میں ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

پچھلی آیت میں کفار اور منکرین کا انجام ذکر کرنے کے بعد اب اُن لوگوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ جن کے چہرے قیامت کے روز ایمان اور تقویٰ کے نور سے چمکتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور آرام و راحت کے گھر میں جگہ عطا فرمائے گا۔

کسی امر کی اصل حقیقت مقابلے سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نیکی کی قدر اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب بدی کے گھناؤنے نتائج واضح کر دیے جائیں۔ اور سفیدی کی قدر تب بڑھتی ہے۔ جب سیاہی پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔ اسی لیے یہ آیتیں ساتھ ساتھ ہیں پہلی آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ جو لوگ نبی کریمؐ اور قرآن مجید کی دعوت سن لینے کے بعد بھی مسلمان نہ ہوئے یا انہوں نے زبان سے رسول اللہ کی صداقت کا اقرار کیا۔ مگر دل سے کافر رہے اور گزشتہ کتابوں کی بشارت پر یقین کے باوجود پیغمبر اسلامؐ کو جھٹلاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر سخت ترین عذاب نازل کرے گا۔

یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جنہوں نے اپنی فطرت صحیحہ سے کام لے کر اسلام قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا اور آخری رسول تسلیم کیا۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنایا۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں لے جائے گا۔ یہاں ہر قسم کی نعمتوں کے سامان موجود ہیں۔ یہ لوگ یہاں ابدی طور پر رہیں گے۔ انہیں کبھی فنا نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مومن و کافر اور جنت و دوزخ کا موازنہ اس لیے کرتا ہے کہ سمجھدار لوگ اس سے سبق حاصل کریں اور نیک عملی کی زندگی بسر کر کے آخرت میں جنت کے مستحق بنیں۔ لیکن عام طور پر انسان اس کوشش میں رہتا ہے کہ دنیاوی فائدے سمیٹے اس لیے کہ اللہ اور روزِ آخر پر اس کا یقین نہیں رہا۔ شاید وہ یہ سمجھتا ہے کہ ان باتوں میں حقیقت نہیں ورنہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر واضح اور صریح بیان کے بعد بھی انسان نیکی کی بجائے بدی کی طرف لپکے جھوٹ کو جھوٹ اور گناہ کو گناہ خیال نہ کرے اور ناجائز طریقے سے لوٹ کھسوٹ میں لگا رہے اور رُو سیاہ ہو کر اللہ کے دربار میں حاضر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رُو سیاہی سے بچائے۔ دنیا اور آخرت میں سُرخروئی عطا فرمائے۔ اگر دنیا میں کچھ مشکلات اور تکالیف بھی پیش آئیں۔ تو ان کے برداشت کرنے کی ہمت پیدا ہو تاکہ آخرت کی مستقل اور ابدی زندگی خراب نہ ہو۔

Marfat.com

قرآنی آیات برحق ہیں

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ
یہ حکم اللہ ہم سناتے ہیں تجھے ٹھیک ٹھیک

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ
اور نہیں اللہ چاہتا ظلم کرنا خلقت پر اور اللہ کا ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
جو ہیں آسمان اور جو ہیں زمین

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۱ ۸ ۲
اور طرف اللہ رجوع ہر کام

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ
یہ اللہ کے حکم ہیں۔ ہم تجھے ٹھیک ٹھاک سناتے ہیں

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ
اور اللہ خلقت پر ظلم کرنا نہیں چاہتا اور اللہ ہی کا ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع
اور اللہ کی طرف ہر کام کا رجوع ہے

کافروں اور مسلمانوں کے الگ الگ خصائص اور انجام بتانے کے بعد اب تاکیداً فرمایا کہ ان تمام باتوں کو جھوٹ نہ سمجھو یہ بالکل حق اور سچ باتیں ہیں۔ جو ہم تمہیں اپنے پیغمبرؐ کے ذریعے سناتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر کسی طرح کا ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ یہاں ظلم کو ان معنوں میں نہیں لینا چاہیئے۔ جو ہمارے ہاں مستعمل ہیں۔ کیونکہ اللہ کے ہاں اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے وہم کے مطابق چار قسم کا ظلم ہو سکتا ہے۔

۱۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسے سخت احکام بندوں پر بھیجے جن کا مقصد صرف ستانا ہو۔

۲۔ جو شخص رحمت کا مستحق ہو اس کو عذاب ملے۔

۳۔ جو شخص تھوڑی سزا کا مستحق ہو اُسے بہت زیادہ سزا دی جائے۔

۴۔ کسی شخص نے نیکی کی ہو۔ لیکن اُسے اس کا صلہ نہ ملے۔

یہ چاروں قسم کے ظلم اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس کا ہر حکم صرف بندوں کی تربیت کے لیے ہوتا ہے۔ اور اس کا ہر معاملہ عین حکمت و مصلحت کے موافق ہوتا ہے۔

زمین و آسمان اور کائنات کی کل موجودات اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے ظلم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے۔ ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔ ان کی زندگی موت خوشحالی، بدحالی دکھ سکھ کا واحد مختار ہے۔ بیشک انسان کو زندگی میں کئی قسم کی اذیتیں پہنچتی ہیں۔ اسے بے شمار تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسے بہت سی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس وقت وہ سمجھتا ہے کہ اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ وہ اپنی قسمت کو کوسنے لگتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ انسان کو چاہیے کہ صبر و استقلال سے کام لے کر نیکی پر چمار ہے راہ راست پر ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کہ اس کے پاؤں ڈگمگانے نہ پائیں۔

Marfat.com

خیر اُمّت

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تم بہترین اُمت جو بھیجی گئی عالم میں

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تم سب اُمتوں سے بہتر ہو جو عالم میں بھیجی گئی

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کام سے

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
اور ایمان لاتے ہو اللہ پر

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
اور اللہ پر ایمان لاتے ہو

گزشتہ رکوع کے شروع میں فرمایا تھا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے) درمیان میں اس حکم کے سلسلے میں بعض ایسی باتیں بتائی گئیں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور بعض ایسے کام بھی بتائے گئے جن سے ممانعت کی گئی ہے۔ پھر نیکوکاروں کی جزا اور بدکاروں کی سزا کا ذکر کیا گیا۔ یہاں سے پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع ہو رہا ہے۔ یعنی اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمام اُمتوں میں بہترین اُمت قرار دیا ہے اس کے علم میں مقدر ہو چکا تھا۔ کہ تمہیں تمام اُمتوں پر برتری ملے گی۔ اور اس کی خبر گزشتہ انبیا کو بھی دے دی گئی تھی جس طرح نبی آخرالزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح آپ کی اُمت بھی تمام اُمتوں اور قوموں سے افضل اور برتر ہے۔ کیونکہ اسے سب سے اشرف پیغمبر ملا ہے۔ اور سب سے جامع اور مکمل شریعت عطا ہوئی۔ اور علم کے دروازے اس پر کھول دیے گئے ہیں۔

خَيْرَ اُمَّةٍ (بہترین اُمت) ملّتِ اسلامیہ کو اُمتِ وسطیٰ، ملّتِ ابراہیمی اور دوسرے کئی معزز القاب کے علاوہ خَيْرَ اُمَّةٍ کا لقب بھی دیا گیا۔

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (عالم میں بھیجی گئی) مراد یہ ہے کہ یہ اُمت دنیا کی تمام قوموں کو دعوت و تبلیغ کے ذریعے ایمان کے دروازے پر لا کھڑا کرے گی بُرے کاموں سے روکے گی۔ یہ اُمتِ مسلمہ لوگوں کو تمام بُرے کاموں سے زبان، ہاتھ، قلم اور تلوار کے ذریعہ روکے گی ہر قسم کا جہاد اس پر فرض کیا گیا ہے۔

اس خیر اُمت کی ایک اور صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔ تمام اچھی خصوصیتیں جس اہتمام سے اُمتِ مسلمہ میں پائی جاتی ہیں۔ گزشتہ اُمتوں میں سے کسی ایک میں بھی موجود نہ تھیں حضرت عمرؓ نے فرمایا جو شخص تم میں سے چاہتا ہے۔ کہ اس اُمت (خیر الامم) میں شامل ہو۔ اُسے چاہیے کہ اس کی شرائط پوری کرے یعنی امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ایمان باللہ" اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے۔ جب انسان پہلے خود اپنے آپ کو سنوارلے کیونکہ اس کے بغیر دوسروں کو درست نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

اہلِ کتاب کو نصیحت

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۡ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۡ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا ان میں سے کچھ ایمان پر ہیں اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے زبان سے ستانے کے سوا اور اگر تم سے لڑیں تو پیٹھ دیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی

اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو تھا بہتر ان کے لیے ان میں سے ایمان پر اور اکثر اُن میں نافرمان نہیں بگاڑ سکتے تیرا سوائے ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو پیٹھ دیں گے پھر نہ ان کی مدد ہوگی

اِلَّآ اَذًى (ستانے کے سوا) اس سے مُراد یہ ہے کہ یہودی گالیاں دیں گے۔ یا زبان سے بُرا بھلا کہیں گے یا کوئی اور چھوٹی موٹی تکلیف پہنچائیں گے اس سے زیادہ تُمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

اس آیت میں اہل کتاب سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ اگر تم ایمان لے آتے تو تمہارے حق میں بہتر تھا اس طرح تم بھی "خیر الامم" میں شامل ہو سکتے تھے۔ دنیا میں تمہاری عزت بڑھتی اور آخرت میں اجر ملتا، لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے چند افراد کے سوا (مثلاً عبداللہ بن سلام یا نجاشی وغیرہ) کسی نے اسلام قبول نہ کیا۔ حق واضح ہو جانے کے باوجود وُہ نافرمانی پر ہی اڑے رہے۔

ان میں سے بیشتر لوگ نافرمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! تم کو ان کی زیادہ تعداد یا مادی ساز و سامان کو دیکھ کر خوف نہیں کھانا چاہیے۔ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ یہ نافرمان تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے بشرطیکہ تم اپنے آپ کو صحیح معنوں میں خیر الامم ثابت کرو۔ یہ لوگ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہیں۔ کہ زبان سے گالی دیں یا تمہیں بُرا بھلا کہیں یا کوئی چھوٹی موٹی عارضی تکلیف پہنچائیں یہ نہ تم پر غالب آ سکتے ہیں۔ نہ تمہیں کوئی بڑا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہ یقین رکھو کہ اگر لڑائی میں یہ لوگ تمہارے مقابلے پر آئیں تو پیٹھ دکھا کے بھاگ نکلیں گے، اور کسی طرف سے انہیں مدد نہیں پہنچے گی شکست کھا کر ذلیل و رسوا ہوں گے۔

قرآن مجید کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اہل کتاب کا یہی حشر ہُوا انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن مسلمانوں کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔ جہاں کہیں مقابلہ ہُوا شکست کھا کر بھاگے۔ اور ہر موقع پر اللہ کی امداد مسلمانوں کے شامل حال رہی۔

Marfat.com

اہلِ کتاب پر عتابِ الٰہی

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا	ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا
ماری گئی ان پر ذلت جہاں دیکھے جائیں	ماری گئی ان پر ذلت جہاں دیکھے جائیں سوائے اس کے
اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ	اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ
سوائے عہد سے اللہ اور عہد سے	کہ اللہ کی طرف سے کوئی عہد ہو یا لوگوں کی طرف سے کوئی عہد
النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ	النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ
لوگ اور انہوں نے کمایا غصہ سے اللہ اور	ہو اور انہوں نے اللہ کا غصہ کمایا اور لازم کر
ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ	ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ
لازم کردی گئی ان پر حاجت مندی	دی گئی اُن کے اُوپر حاجت مندی

ضُرِبَتْ (ماری گئی) عربی کا یہ لفظ مارنے کے علاوہ چلنے، چسپاں کرنے، اور مسلط کر دینے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کے اندر بھی مختلف مقامات پر ان تینوں معنوں میں آیا ہے۔ یہاں چسپاں اور مسلط کر دینے کے آخری معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ذِلَّةٌ (ذِلّت) اردو میں بھی یہ لفظ انہیں خواری اور رُسوائی کے معنوں میں عام استعمال ہوتا ہے۔ بعض ذلیل افراد و اقوام اپنے علم و دولت اور خود مختاری کے باوجود عزّت و احترام سے محروم ہوتی ہیں۔ ذلّت و رسوائی انہیں گھیرے ہوتی ہے۔

حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ (اللہ کی رسی یا اللہ کا عہد) یعنی جب تک یہ لوگ اللہ کے قانون کو نہیں اپنائیں گے۔ اور اُس کی شریعت پر عمل پیرا نہ ہوں گے۔ ذلّت اُن سے دُور نہ ہوگی۔ (مفصل تشریح سبق ۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ۔ (لوگوں کی رسی یا لوگوں کا عہد) دوسری شرط یہ قرار دی گئی ہے۔ کہ اگر یہ نہیں تو انسانوں کے ساتھ، عہد و پیمان میں داخل ہونا ہوگا۔ جب تک دوسری اقوام کی حمایت انہیں حاصل نہ ہوگی۔ خواری و رُسوائی سے رہائی نہ پا سکیں گے۔

بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ (انہوں نے اللہ کا غصہ کمایا۔ یعنی وہ اپنی غلط کاریوں اور بداعمالیوں کے سبب اللہ کے غضب کی لپیٹ میں آ گئے۔ قہرِ الٰہی ان پر مسلط ہو گیا۔

الْمَسْكَنَةُ۔ (حاجت مندوں غربت اور مفلسی بھی اللہ کے غضب اور غُصّہ کی ایک صُورت ہے۔ معاشی بدحالی اور اقتصادی خرابی بجائے خود کسی قوم کی ذلّت کا بڑا سبب ہوا کرتی ہے۔

Marfat.com

عتابِ الٰہی کے اسباب

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ
یہ اس لیے کہ وہ انکار کرتے رہے آیات

اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ
اللہ اور قتل کرتے رہے نبی نا حق

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾
یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی وہ تھے حد سے نکل گئے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ
یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے

اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ
اور ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے رہے

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾
یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے نکل گئے

اللہ تعالیٰ کی ایک مغضوب قوم یہود کا ذکر مسلسل ہو رہا ہے۔ آیت کے ابتدائی حصّہ میں پہلے تو اُن پر غضب الٰہی کی مندرجہ ذیل مختلف صُورتیں بیان ہوئیں۔

(۱) وُہ جہاں جائیں اُن پر ذلّت وخواری اور رسوائی مسلط رہے گی۔

(۲) وُہ اللہ کے غضب کی لپیٹ میں آگئے۔ انہیں حکومت وخود مختاری اور آزادی نصیب نہ ہوگی۔

(۳) مسکنت اور غربت وافلاس ان پر غالب رہے گا۔

احکم الحاکمین اللہ کے اس عذاب سے بچنے کی صرف دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) وُہ اللہ کی رسی تھام لیں۔ مذہب وشریعت کی پیروی اختیار کر لیں اور اللہ کے بندے بن جائیں۔

(۲) وُہ دوسرے افراد واقوام سے عہد وپیمان کر لیں۔ اور اُن کی حمایت میں آجائیں۔

آیت کے اس حصّہ میں فرمایا کہ اس صورتِ حال کی وجوہات چار ہوئی ہیں۔

(۱) وُہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے۔ یعنی احکام خداوندی کو جھٹلاتے رہے۔ اور جو نشان اور معجزے آئے انہیں بھی اس قوم نے نہ مانا۔

(۲) پیغمبر اور رسولوں کو اُنہوں نے ناحق قتل کیا۔ انبیاء کا قتل ہی کوئی معمولی جُرم نہ تھا۔ مگر اُنہوں نے تو بلا وجہ اس جُرم کا ارتکاب کیا۔

(۳) اُنہوں نے عصیاں ونافرمانی کو اپنا قومی شعار بنا لیا۔

(۴) عدوان انہوں نے اختیار کیا۔ یعنی اُنہوں نے حدود الٰہی کو توڑا۔ اور قوانین کی پابندی اختیار نہ کی۔

یہود کی قومی زندگی کے اس تجزیہ پر اُن کی پوری تاریخ گواہ ہے۔ خود نام نہاد ریاستِ اسرائیل کا قیام کلام اللہ کی حقانیت کا زندہ ثبوت ہے۔

Marfat.com

سب اہلِ کتاب برابر نہیں

لَيْسُوْا ۔ سَوَآءً ؕ مِنْ ۔ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۔ اُمَّةٌ
وہ نہیں برابر سے اہل کتاب جماعت

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ
سب اہل کتاب برابر نہیں ایک

قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ ۔ اٰيٰتِ ۔ اللّٰهِ ۔ اٰنَآءَ الَّيْلِ
سیدھی راہ پر وہ پڑھتے ہیں آیتیں اللہ رات کے وقت

قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ
جماعت سیدھی راہ پر ہے وہ اللہ کی آیات پڑھتے ہیں رات کے

وَ ۔ هُمْ ۔ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
اور وہ سجدے کرتے ہیں

وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں

گزشتہ اسباق میں اہل کتاب کی دینی حالت ۔ دنیوی معاشی اور سیاسی حالات ۔ اور آخروی انجام کا جائزہ لیا گیا ہے ان آیات کے ایک فقرہ سے مسلمانوں نے دھوکہ کھایا اور مدتوں شدید مغالطے میں رہے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ " وہ اللہ کے غضب کی لپیٹ میں آگئے اور مغضوب ہو گئے مسلمانوں نے اس سے یہ مراد لی کہ یہودی ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے حکومت و بادشاہت سے محروم کر دیئے گئے ہیں ۔ کبھی وہ حکومت کے مالک نہ ہو سکیں گے ۔

مئی ۱۹۴۹ء میں ارض مقدس فلسطین کے ایک چھوٹے سے قطعہ پر امریکہ برطانیہ اور روس کے سہارے سے ، سلطنت اسرائیل قائم ہو گئی اب مسلمانوں نے سوچا یہ کیسے ہو گیا ۔ حالانکہ خود انہیں آیات میں اللہ کریم نے واضح طور پر فرمایا تھا ۔ کہ وہ اس غضب ۔ ذلت اور مسکنت سے دو صورتوں میں بچ سکیں گے ۔ وہ اللہ کی رسی کو تھام لیں ۔ یا لوگوں سے معاہدہ کر لیں ۔ اور اُن کی حمایت حاصل کر لیں ۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نام نہاد سلطنت اسرائیل اگر قائم ہے ۔ تو دوسری اسلام دشمن حکومتوں کے بل بوتے پر قائم ہے ۔ یہود میں اتنی سکت نہیں کہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں ۔

اس آیت میں فرمایا کہ تم سب یہودیوں اور عیسائیوں کو یکساں نہ سمجھو ۔ ان میں اللہ کے نیک بندے بھی ہیں ۔ اُن کی تین خصوصیات یہاں بیان ہوتی ہیں ۔ باقی دوسری آیت میں بیان ہوں گی ۔

(۱) وہ سیدھی راہ پر قائم ہیں ۔

(۲) رات کی تاریکی اور خاموشی میں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتے ہیں ۔ اس ذکرِ نیم شبی کے علاوہ ۔

(۳) وہ سجدے بھی کرتے ہیں ۔

Marfat.com

اللہ والوں کی مزید خصوصیات

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور دن قیامت اور

يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
حکم کرتے ہیں اچھی بات اور منع کرتے ہیں سے برے کام

وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ
اور دوڑتے ہیں میں نیک کام اور وہی

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ
سے نیک بخت اور جو کچھ کرینگے سے

خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
نیک کام نہ ہوگی ناقدری اور اللہ باخبر

بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾
پرہیزگار

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
اللہ پر قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور

يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں

وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ
اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور وہی لوگ

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ
نیک بخت ہیں اور وہ لوگ جو کچھ کام کرینگے

خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
اس کی ہرگز ناقدری نہ ہوگی اور اللہ کو پرہیزگاروں

بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾
کی خبر ہے

اہل کتاب کے نیک طبقہ کی خصوصیات بیان ہو رہی ہیں۔ پہلی آیت میں ان کی تین نیکیوں کا ذکر ہوا تھا۔ یعنی وہ سیدھی راہ پر قائم ہیں آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور حضور خداوندی میں سجدے کرتے ہیں۔ اب ان کی بعض دوسری خوبیوں کا ذکر ہوتا ہے۔ اللہ اور یوم آخر پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں اور جب کسی نیک کام کی طرف لپکا را جائے تو دوڑ کر دوسروں سے آگے نکلنا چاہتے ہیں۔ نیز وہ دوسروں کو بھی سیدھی راہ پر لانا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ یہودیوں میں سے یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے نیک بختی اور ہدایت کا خاص حصہ عطا فرمایا ہے۔ اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ یہودیوں میں طرح طرح کی برائیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ وہ اپنی کتابوں میں آخری نبی کی بشارتیں پڑھنے کے باوجود انکار پر ڈٹے ہوئے تھے۔ پھر بھی ان میں کچھ ایسے لوگ موجود تھے جو ہٹ دھرمی اور بغض کو چھوڑ کر حق پہچاننے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ایسی بارشیں ہوئیں اور دوسرے یہودی جو جھوٹا دقار قائم رکھنے کی خاطر دینِ حق کا انکار کرتے رہے۔ ان کا انجام انتہائی برا ہوا پس ظاہر ہوا کہ قبول حق کی توفیق اسے حاصل ہوتی ہے۔ جو ضد چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھے۔ رات کے وقت سجدے کرے۔ اللہ اور آخرت پر ایمان لائے برے کاموں سے بچے اور نیک کاموں کی طرف لپکے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس لیئے جب یہودیوں کی برائیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو اس قسم کے پرہیزگار مستثنےٰ کر دیئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ کے ہاں بچاؤ

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ
بیشک جو لوگ کافر ہیں ہرگز کام نہ آئینگے ان کو

اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
اُن کے مال اور نہ اولاد سے اللہ

شَیْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
کچھ اور وہی رہنے والے آگ وہ

فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾
اس میں ہمیشہ رہیں گے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ
وہ لوگ جو کافر ہیں ان کو ان کے مال ہرگز کام نہ آئینگے

اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
اور نہ ان کی اولاد اللہ کے آگے کچھ

شَیْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
(کام آئے گی) اور وہی لوگ دوزخ والے ہیں

فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

نیکوکاروں کا ذکر کرنے کے بعد کافروں کا بیان شروع کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ صرف ایمان ہی ایک ایسی شئے ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں کام آئے گی۔ دنیا کی چیزیں مثلاً مال و دولت اور اولاد و خاندان انسان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ اُن کی خاطر اپنی آخرت نہیں بگاڑنی چاہیئے۔

یہ چیز پہلے بھی بیان کی جا چکی ہیں کہ انسان کے کفر و انکار کی طرف راغب ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ مال و زر زمین و جائداد اور اولاد کے بھلاوے میں آجاتا ہے۔ وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ انہیں بہت زیادہ عزیز رکھتا ہے اُن کی اُلفت میں آکر نیک و بد میں تمیز کرنا بھول جاتا ہے۔ وہ بسا اوقات دیانت داری سچائی عدل و انصاف اور نیکی کو قربان کرنے کے لیئے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ مال و زر کے ڈھیر بیٹے اور رشتہ دار ہر جگہ اس کے کام آئیں گے۔ اس کی ہر آفت کو ٹال دیں گے۔ نادان انسان یہ نہیں سمجھتا کہ یہ تمام چیزیں فانی ہیں۔ اُن کی زندگی صرف چند روز کے لیئے ہے۔ یہ سب بالکل ادنیٰ اور بے حقیقت چیزیں ہیں۔ اس کے کسی بھی کام نہ آئیں گی۔ اصل چیز ایمان کی دولت ہے۔ جو پائدار اور ابدی ہے۔ جس کے باعث انسان دنیا میں بھی عزت و وقار حاصل کرتا ہے اور آخرت میں بھی سرخروئی اور کامیابی پاتا ہے۔

آج ہم اپنے اردگرد بہت سے ایسے لوگ دیکھتے ہیں۔ جنہیں اپنی دولت پر گھمنڈ ہے جو اپنی اولاد کی کثرت پر اِتراتے ہیں۔ اپنی جائداد اور کارخانوں پر فخر کرتے ہیں۔ اپنا دین ایمان انہی کو سمجھتے ہیں اور اس غرور میں آکر خدا اور رسول کو بھول جاتے ہیں۔ نیک اور سادہ لوح انسانوں پر ہنستے ہیں ان لوگوں کا آخری ٹھکانا دوزخ ہے جس کی آگ میں یہ ہمیشہ جلتے رہینگے گویا انسان کی کامیابی و ناکامی اور آخرت کا عذاب و ثواب اعمال کے مطابق ہوگا۔ میزان عدل میں یہ اعمال تولے جائیں گے۔ نام اور خاندان کام نہ آئیں گے۔

Marfat.com

کفّار کا انفاقِ مال

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ
مثال جو کچھ خرچ کرتے ہیں میں اس زندگی

الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ
دنیا جیسی ہوا اس میں پالا جا لگی

حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ
کھیتی قوم برا کیا اپنے حق میں پھر اسے نابود کر گئی

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ
اور نہیں ان پر ظلم کیا اللہ لیکن وہ۔ اپنے اوپر

يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
ظلم کرتے ہیں

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ
اس دنیا کی زندگی میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسکی مثال ایسی

الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ
ہے جیسے ایک ہوا کہ اس میں پالا ہو اس قوم کی

حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ
کھیتی کو جا لگے جنہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اسے

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ
نابود کر گئی اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا وہ اپنے اوپر

يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
ظلم کرتے ہیں

اس آیت میں کافروں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ وہ جو کچھ بھی مال و دولت دنیا میں خرچ کریں۔ آخرت میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ کیونکہ ایمان کے نہ ہونے کی وجہ سے ان کا ہر عمل بے جان اور مُردہ ہے۔

لہٰذا اس کی جزا بھی فنا ہو جانے والی ہوگی۔ اور اسی دنیا میں مل جائے گی۔ عمل کی دائمی حفاظت کرنے والی چیز ایمان ہے۔ اس کے بغیر عمل کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی نے ایک باغ لگایا۔ اور اس کو پالے سے بچانے کا کوئی انتظام نہ کیا چند روز اس کی سرسبزی اور شادابی دیکھ کر خوش ہوتا رہا۔ اور لمبی چوڑی امیدیں باندھتا رہا۔ یکایک سرد ہوا چلی اور اس قدر پالا گرا کہ اس کا سارا لہلہاتا باغ اور کھیتیاں دیکھتے دیکھتے ٹھٹھر کر رہ گئیں۔ وہ شخص اپنی تباہی اور بربادی پر ہاتھ ملتا رہ گیا نہ اس کی کوئی اُمید پوری ہوئی۔ نہ وہ ضرورت کے وقت اس کی پیداوار سے کوئی فائدہ اٹھا سکا۔ یہ بربادی اس کے ظلم اور شرارت کی سزا تھی۔ اس لیئے اس مصیبت پر اُسے آخرت میں کوئی اجر نہ مل سکے گا۔

كَمَثَلِ رِيْحٍ (ہوا کی مثال) کفار کے دان اور خیرات کرنے کو ایسی ہوا کے جھونکوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس میں پالا ہو۔ یعنی وہ ہوا مسرت اور شادمانی کی جگہ تکلیف اور بربادی کا سبب ہوتی ہو۔ بظاہر انسان اس سے اچھی اُمیدیں باندھتا ہو لیکن حقیقت میں اس کا نتیجہ اس کے برعکس نکلتا ہو۔

اللہ کے منکر اپنے خیال کے مطابق نیکی کرتے ہیں اور نیک کاموں پر روپیہ صرف کرتے ہیں۔ دیکھنے والا بظاہر اس سے اچھے نتائج کی توقع کرتا ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ جب دنیا میں ایک سرکش اور باغی کی بڑی سے بڑی خدمات اسے بغاوت کے جرم کی سزا سے نہیں بچا سکتیں تو احکم الحاکمین کے دربار میں منکرین حق کیسے سزا سے بچ سکتے ہیں۔

Marfat.com

بیگانے رازدار

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً
اے ایمان والو نہ بناؤ بھیدی

مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا
سے سوائے اپنوں کے نہیں کمی کرتے خرابی انکی خوشی ہے

مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ
تم تکلیف میں رہو ہے ظاہر ہوتی دشمنی سے

اَفْوَاهِهِمْ ۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ
ان کی زبان اور جو کچھ مخفی ہے ان کے جی زیادہ

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ
ہے بتا دیئے ہم نے تمہیں پتے اگر تمہیں ہو

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
عقل

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً
اے ایمان والو کسی کو اپنا بھیدی نہ بناؤ اپنوں کے سوائے

مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا
وہ تمہاری خرابی میں کمی نہیں کرتے ان کی خوشی ہے

مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ
کہ تم تکلیف میں رہو دشمنی نکلی پڑتی ہے ان کی

اَفْوَاهِهِمْ ۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ
زبان سے اور جو کچھ ان کے جی میں چھپا ہے وہ

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ
اس سے بہت زیادہ ہے ہم نے تمہیں پتے بتا دیے اگر تمہیں

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
عقل ہو

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں یہود اور منافقین دونوں جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے گروہ کے بارے میں یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ کہ اسلام سے قبل جن مسلمانوں کے یہودیوں سے ہمسائگی کی بنا پر دوستانہ تعلقات تھے۔ وہ اسلام کے بعد بھی بدستور قائم رہے۔ ان کی دوستی پر اعتماد کر کے انہیں مسلمان بعض رازدارانہ مشورے بھی بتا دیتے تھے۔

منافقین کے بارے میں روایت یہ ہے کہ مسلمان عام طور پر انہیں مسلمان سمجھ کر ان سے پوری احتیاط نہ کرتے اور اپنی خفیہ باتیں ان کو بتا دیتے۔ اس طرح ان سے سخت نقصان کا اندیشہ رہتا۔

مسلمانوں کو یہود اور منافقین کے اس شر سے بچانے کے لیئے یہاں صاف صاف بتا دیا کہ مسلمان مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا رازدان نہ بنائیں۔ کیونکہ یہودی ہوں یا عیسائی منافقین ہوں یا مشرکین۔ کوئی جماعت مسلمانوں کی خیر خواہ نہیں بلکہ یہ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔ دینی اور دنیاوی خرابیوں میں مبتلا کریں۔ ان کی خوشی اس میں ہے کہ مسلمان تکلیف اور مصیبت میں رہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو دشمنی اور بغض ان کے دلوں میں ہے۔ وہ تو بہت ہی زیادہ ہے۔ کبھی عداوت اور غصے کے جذبات سے مغلوب ہو کر ان کے منہ سے بھی ایسی باتیں نکل جاتی ہیں جو ان کی گہری دشمنی کا صاف پتہ دیتی ہیں مارے دشمنی اور حسد کے ان کی زبان قابو میں نہیں رہتی پس ایک دانش مند آدمی کو چاہیئے۔ کہ ایسے بدظن دشمنوں کو اپنا رازدان نہ بنائے۔

Marfat.com

اہلِ کتاب کی دوستی

هَاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ
سن لو تم لوگ تم ان کے دوست ہو حالانکہ نہیں وہ تمہارے دوست

وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ
اور تم مانتے ہو کتابیں سب اور جب تم سے ملتے ہیں

قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ
کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوں کاٹ کھاتے ہیں تم پر

الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا
انگلیاں سے غصہ تو کہہ تم مرو

بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾
اپنے غصہ میں بیشک اللہ معلوم ہیں باتیں دل کی

هَاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ
سن لو تم لوگ ان کے دوست ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دوست نہیں

وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ
اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو اور وہ جب تم سے

قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ
ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر

الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا
غصہ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تو کہہ تم اپنے غصہ

بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾
میں مرو اللہ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ بتایا ہے کہ تم تو اہل کتاب کی دوستی کا دم بھرتے ہو لیکن وہ تمہارے دوست نہیں بلکہ وہ تمہاری جڑیں کاٹنے والے دشمن ہیں تم تمام آسمانی کتابوں کو مانتے ہو۔ خواہ وہ کسی قوم کی ہوں اور کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوئی ہوں اس کے برخلاف یہ لوگ تمہاری کتاب اور پیغمبر کو نہیں مانتے۔ خود اپنی کتابوں پر بھی ان کا ایمان صحیح نہیں چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ وہ تم سے محبت کرتے اور تم ان سے بیزاری ظاہر کرتے لیکن یہاں معاملہ برعکس ہو رہا ہے۔

جس طرح عام منافقین زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی "اٰمَنَّا" (ہم مسلمان ہیں) کہہ کر یہ مطلب لینا شروع کر دیا کہ ہم اپنی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور انہیں تسلیم کرتے ہیں اس لیئے ہم بھی مسلمان ہیں اس پردہ میں وہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے رہے۔

مسلمانوں کے ساتھ ان کا بغض اس بات سے ظاہر ہے۔ کہ اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی باہمی الفت دیکھ کر جلے مرتے ہیں جب کچھ کر نہیں سکتے۔ تو غیظ و غضب میں آکر دانت پیستے اور اپنی انگلیاں کاٹ کھاتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی اس دشمنی سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اہل کتاب غصہ کھا کھا کر مرتے رہیں گے اور ان کی آرزوئیں پوری نہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی خفیہ شرارتوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ تاکہ وہ اپنے اور خدا کے دشمنوں سے ہمیشہ بچتے رہیں۔

Marfat.com

اہلِ کتاب کا حسد

اِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۚ وَاِنۡ
اگر تمہیں ملے بھلائی تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر

اِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۚ وَاِنۡ
اگر تمہیں کچھ بھلائی ملے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر

تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا
تمہیں پہنچے برائی تو خوش ہوں اس سے اور اگر تم صبر کرو

تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا
تم پر کوئی برائی پہنچے تو اس سے خوش ہوں اور اگر صبر کرو

وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔا ؕ اِنَّ
اور بچتے رہو نہ بگڑے گا تمہارا ان کے فریب سے کچھ بیشک

وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔا ؕ اِنَّ
اور بچتے رہو تو اُن کے فریب سے تمہارا کچھ نہ بگڑے گا۔ بیشک

اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ﴿۱۲۰﴾
اللہ جو کچھ وہ کرتے ہیں بس میں

اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ﴿۱۲۰﴾
جو وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے

مسلمانوں سے اہل کتاب کی دشمنی اس بات سے ظاہر ہے۔ کہ مسلمانوں کو کوئی بھلائی پہنچے تو ان لوگوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی مسلمانوں کا اتحاد، دشمنوں پر مسلمانوں کا غلبہ اور فلاح و کامرانی دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں پر کوئی مصیبت آجائے۔ تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ اس قسم کی کمینہ قوم سے بھلا ہمدردی اور خیر خواہی کی کیا اُمید ہو سکتی ہے؟

اہل کتاب کا یہ رویّہ اسلام کے صرف ابتدائی دَور میں نہ تھا آج تک مسلمانوں سے ان کا سلوک یہی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنی کسی مصلحت کی بنا پر کچھ وقت کے لیئے وہ دشمنی سے باز آجائیں۔

اہل کتاب سے دوستی رکھنے کی ممانعت پر بعض مسلمانوں کے دل میں یہ خیال گزرنے کا امکان تھا کہ جب وہ اُن سے دوستانہ تعلقات نہ رکھیں گے۔ تو وہ شاید اُن کے خلاف اور سازشیں کریں گے اور پہلے سے بڑھ چڑھ کر نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اس خدشے کے سدِباب کے لیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ڈرو نہیں صبر و استقلال رکھو۔ ان کا کوئی داؤ اور کوئی سازش اور کوئی تدبیر تم پر کارگر نہ ہوگی وہ جو فریب کاریاں کرتے ہیں۔ سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں، وہ بڑی قدرت و طاقت والا ہے۔ ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دے گا۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ صاف رکھیں اس کی قدرت اور طاقت پر بھروسہ رکھیں اور اس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔ باہمی اتحاد و یگانگت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں اور ذاتی طور پر بھی راست بازی پر جمے رہیں انہیں کافر و معاندین اور یہود و نصاریٰ کی سازشوں اور مخالفتوں کا کوئی ڈر نہ ہوگا۔ آج بھی جب کہ کفّار و منکرین مسلمانوں کے لیئے خطرے کا باعث بنے ہوئے ہیں اور ہر طرف سے ان پر گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ از سرِ نو صبر و استقامت اختیار کریں اللہ کا خوف دل میں رکھیں اور عزمِ صمیم سے اللہ کی راہ میں کٹ مرنے کا ارادہ کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اُن کی تمام دشمن طاقتیں دیکھتے دیکھتے بے بس نہ ہو جائیں۔

Marfat.com

غزوۂ اُحد ——— میدانِ جنگ کا منصوبہ

وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ
اور جب صبح کو نکلا سے اپنے گھر بٹھایا

الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَ اللّٰهُ
مومنوں کو ٹھکانے جنگ کے لیئے اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾
سننے والا جاننے والا

وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ
اور جب تو صبح کو اپنے گھر سے نکلا مومنوں کو

الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَ اللّٰهُ
لڑائی کے ٹھکانے پر بٹھانے لگا اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾
سننے جاننے والا ہے

اس آیت میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی تیاریوں، گھر سے میدانِ جنگ کی طرف روانگی۔ اور میدان جنگ میں صف بندی کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ حضورؐ صبح سویرے راہِ حق میں جہاد کے لیئے گھر سے روانہ ہوئے۔ اہلِ ایمان کی صف بندی کی۔ اُنہیں مُناسب مورچوں پر بٹھایا اور میدانِ جنگ کا نقشہ درست فرمایا۔

یہاں اشارہ غزوۂ اُحد کی طرف ہے۔ اور اس کے بعد مسلسل طور پر اس غزوۂ اُحد کے حالات و واقعات مذکور ہونگے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سبق میں مختصر طور پر اس غزوہ کے حالات بیان کر دیئے جائیں تاکہ بار بار دہرانے کی ضرورت نہ رہے۔

شوال ۳ھ میں قریش مکہ تین ہزار منتخب بہادروں کا لشکر لے کر مدینہ پر چڑھ آئے۔ ایک سال پہلے وُہ بدر کے میدان میں شکست کھا چکے تھے۔ اس لیئے اس مرتبہ بہت تیاریوں سے آئے۔ حضور اکرمؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا بڑے بوڑھوں کی رائے تھی کہ شہر کے اندر رہ کر مدافعت کی جائے۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی کی رائے بھی یہی تھی۔ نوجوانوں نے کہا یہ کمزوری کی نشانی ہے۔ ہمیں باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ ہم ہر طرح سے سر دھڑ کی بازی لگائیں گے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ گھر سے زرہ پہن کر باہر نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ شہر سے باہر میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کی کل تعداد ایک ہزار تھی۔ عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو منافق ساتھیوں کے ساتھ یہ کہتے ہوئے واپس لوٹ آیا کہ جب ہماری بات نہیں مانی تو ہم ساتھ نہ دیں گے۔ حضورؐ نے جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کو سونپا زبیر بن عوام کو رسالہ پر مقرر فرمایا جو مسلمان زرہ پوش نہ تھے انہیں حضرت امیر حمزہؓ کی کمان میں رکھا۔ پچاس تیر اندازوں کو حضرت عبداللہ بن زبیر کی زیرِ نگرانی ایک گھاٹی پر متعین فرمایا اور حکم دیا کہ اس درّہ کو کسی صُورت میں نہ چھوڑیں۔ ان تیاریوں کے ساتھ حق و باطل کا یہ معرکہ شروع ہُوا۔

Marfat.com

غزوۂ اُحد ـــــــ جنگ کا نقشہ

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ
جب ارادہ کیا دو فرقوں تم میں سے کہ نامردی کریں

وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
اور اللہ ان کا مددگار اور پر اللہ چاہیے کہ بھروسہ کریں

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
مومن

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ
جب تم میں سے دو فرقوں نے ارادہ کیا کہ نامردی کریں

وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
اور اللہ اُن کا مددگار تھا اور (چاہیئے کہ) اللہ ہی پر مومن

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
بھروسہ کریں

طَآئِفَتٰنِ (دو گروہ) ان دو جماعتوں سے مراد بنو حارثہ اور بنو سلمہ دو قبیلوں کے وہ افراد مراد ہیں جو غزوۂ اُحد کے موقع پر دل برداشتہ اور شکستہ خاطر ہو گئے تھے۔

گزشتہ سبق میں میدان جنگ کا منصوبہ بیان ہو چکا ہے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ تین ہزار قریشی بہادروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کل تعداد صرف ایک ہزار تھی۔ اُن میں سے بھی تین سو دھوکہ باز منافق اپنے سردار عبداللہ بن اُبی کے ہمراہ راستہ سے ہی واپس لوٹ گئے۔ یہ دیکھ کر کمزور دل لوگوں کو فکر لاحق ہونا غیر معمولی بات نہ تھی۔ بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے لوگ گھبرا گئے۔ کہ اب کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں حوصلہ مندی اور جرأت کے جذبات اُبھارے اور قلت و کثرت کا تصور ہی دل سے نکال دیا۔

مسلمان اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس قوت سے بڑھے کہ کفار کے حوصلے ختم ہو گئے اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجاہدین اسلام نے انہیں گرفتار کرنا اور سامان اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر درّہ پر متعین پچاس تیر انداز بھی اس کام میں شریک ہو گئے۔ اپنے امیر کے سمجھانے پر بھی انھوں نے حضرت رسولِ خدا کے فرمان کو یاد نہ رکھا۔

خالد بن ولید ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ وہ کفار کے لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔ درّہ خالی دیکھ کر بھاگتے ہوئے کافروں کی مدد سے خالد نے اس طرف سے حملہ کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ مسلمان گھبرا گئے اُنھوں نے جانی نقصان اُٹھایا۔ خود حضور اکرمؐ زخمی ہو گئے۔ صفیں دوبارہ جمیں، ایک بار پھر مجاہد سربکف بڑھے اور اُنھوں نے قریشی بہادروں کو مار بھگایا۔ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ میدان جنگ میں افراد کی کمی بیشی نہیں۔ بلکہ مجاہدوں کا صبر و استقلال اور اللہ کی فتح و نصرت کام آتی ہے۔

Marfat.com

بدر کی جیت

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ
اور مدد کر چکا ہے اللہ بدر میں حالانکہ تم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ
اور اللہ بدر میں تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم

اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
کمزور تھے سو ڈرو اللہ تاکہ تم شکر گزار ہو

اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
کمزور تھے سو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار رہو

بدر :- اسلام اور کفر کے درمیان یہ سب سے پہلا معرکہ ۱۷ رمضان ۲ھ ہجری کو ہوا - بدر کے میدان میں مٹھی بھر مسلمانوں نے ایسی شاندار کامیابی حاصل کی کہ کفر کی کمر ٹوٹ گئی - اور کفار کو پہلی بار مسلمانوں کی قوت کا اندازہ ہوا اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (تم کمزور تھے) اس وقت جوان - بوڑھے اور چھوٹے بڑے ملا کر لڑنے کے قابل مسلمانوں کی کل تعداد صرف ۳۱۳ تھی - سب کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے - اس پوری فوج میں صرف ستر اونٹ اور ۲ گھوڑے تھے بعض کی تلواریں شکستہ اور نیزے ٹوٹے ہوئے تھے - چند ایک تو کھجور کے ڈنڈوں سے ہی جہاد کرنے چل پڑے تھے -

اسلام کے مجاہدین میں ایسے نوعمر بھی شریک تھے - جو اپنے قد اور عمر کے اعتبار سے جنگ کے قابل نہ تھے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ وہ میدانِ جنگ میں نہ جائیں - لیکن اُن کا اشتیاق دیکھ کر حضورؐ اجازت دینے پر مجبور ہو گئے -

غزوۂ بدر مسلمانوں کی جرأت اور حوصلہ کا ایک بہت بڑا امتحان تھا - ایک ہزار قریشی ابوجہل اور ابوسفیان جیسے تجربہ کار سپہ سالاروں کی زیرِ نگرانی مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے - ان میں بیشتر سوار تھے - تین سو زرہ پوش تھے - ہر طرح کا جنگی ساز و سامان انہیں میسر تھا -

اپنی طاقت کے نشہ میں چور ایک ہزار قریش کا یہ لشکر تین سو تیرہ مسلمانوں سے ٹکرایا - مگر پہلے ہی ہلّہ میں یہ جمِ غفیر پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا - اُن کے ستّر آدمی مارے گئے اور اتنے ہی مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے - جو کمزور تھے وہ غالب ہوئے اور طاقتور بُری طرح ذلیل ہوئے -

اُحد کے زخم خوردہ مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کرنے اور دنیا کے تمام کمزور مسلمانوں کی دلداری کے لیئے یہ آیت اپنے اندر بہت بڑا سبق رکھتی ہے - اگر اللہ تعالیٰ ابتدائی بے بسی کے زمانہ میں اس طرح حق کو فتح دے سکتا ہے - تو آج کے کروڑوں مسلمان کیوں شکستہ خاطر ہوں - انہیں اللہ پر بھروسہ کر کے پوری قوت اسلام کی سربلندی میں لگا دینی چاہیئے -

Marfat.com

فرشتوں کی مدد

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ
جب تو کہنے لگا مسلمان کیا نہیں تمہیں کافی کہ

يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
تمہاری مدد تمہارا رب تین ہزار سے فرشتے

مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا
اترنے والے البتہ اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو

وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ
اور وہ آئیں تم پر سے اسی دم تو مدد بھیجے

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
تمہارا رب پانچ ہزار سے فرشتے

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾
نشان دار گھوڑے

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ
جب تو مسلمانوں کو کہنے لگا کیا تمہیں کافی نہیں کہ

يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
تمہاری مدد کو تمہارا رب تین ہزار فرشتے (آسمانوں سے)

مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا
بھیجے اترنے والے البتہ اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو

وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ
اور وہ تم پر اسی دم آئیں تو تمہارا رب

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
پانچ ہزار فرشتوں کی مدد بھیجے نشان دار

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾
گھوڑوں پر

علماء کا قول ہے کہ یہاں جنگِ بدر کی طرف اشارہ ہے جبکہ کافروں کی کثیر تعداد دیکھ کر مسلمان گھبرائے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی تسلی کے لیے ایسا فرمایا کہ کیا کافروں کے مقابلے میں تمہارے لیئے اللہ کے فرشتوں کی مدد کافی نہ ہو گی جو آسمان سے اسی کام کے لیئے اتارے گئے ہوں؟

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ تم نے صبر و استقلال کا ثبوت دیا تقویٰ اختیار کیا اور تم نافرمانی سے بچتے رہے اور کافروں کی فوج ایک دم تم پر ٹوٹ پڑی تو تین ہزار کی بجائے پانچ ہزار فرشتے بھیج دیے جائیں گے۔ جو خاص نشان دار گھوڑوں پر سوار ہوں گے۔

معرکہ میں کافروں کی تعداد ایک ہزار تھی اس لیئے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا جیسا کہ سورہ انفال میں مذکور ہے۔ جب مسلمانوں کو تشویش ہوئی تو اُن کے خوف کو دُور کرنے کے لیئے فرشتوں کی تعداد سہ گنا کر دی گئی کیونکہ کافروں کی تعداد مسلمانوں سے سہ گُنا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ تم صبر و تقویٰ سے کام لوگے۔ ثبات قدمی اور استقلال دکھاؤ گے۔ اور دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرو گے۔ تو تمہاری امداد کے لیئے پانچ ہزار فرشتے آسمان سے اتار دیئے جائیں گے اگر کافروں کو کہیں سے اور مدد بھی مل جائے تو تمہیں تشویش نہ ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔ روایات میں آتا ہے۔ کہ کُرز بن جابر کی مدد مشرکین کو نہ پہنچی مُسلمانوں کو کُفار پر عظیم الشان فتح نصیب ہوئی بیشتر کفار مارے گئے بہت سے قید ہوئے اور باقی جو رہے۔ ذلیل و رُسوا ہو کر واپس لوٹے بدر کا یہ معرکہ حق و باطل میں بین۔ فرق کا سبب ہُوا۔ اور مسلمانوں کے تابناک ماضی کی تاریخ کا ایک سُنہری ورق بنا۔

Marfat.com

غیبی امداد کا مقصود

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ
اور نہیں کی اللہ مگر خوشی تمہارے لیئے

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ
اور یہ تو اللہ نے تمہاری خوشی کے لیئے کیا اور

وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۚ وَمَا النَّصْرُ
اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دل اس سے اور نہیں مدد

وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۚ وَمَا النَّصْرُ
اس لیئے کہ تمہارے دلوں کو تسکین ہو اور مدد صرف

اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾
مگر سے طرف اللہ زبردست حکمت والا

اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾
اللہ ہی کی طرف سے ہے جو زبردست حکمت والا ہے

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ
تاکہ ہلاک کردے بعضے سے لوگ کافر یا

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ
تاکہ ہلاک کر دے بعض کافروں کو یا انہیں ذلیل

يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾
انہیں ذلیل کردے تو پھر جاویں محروم ہو کر

يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾
کر دے تو محروم ہو کر پھر جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی صورت میں مدد اس لیئے پہنچی اور تمام غیبی سامان اس لیئے مہیا کیئے گئے کہ مسلمانوں کے دلوں سے تشویش اور خوف دُور ہو جائے اور انہیں سکون و اطمینان نصیب ہو۔ ورنہ خدا کی مدد ایسی چیزوں کی محتاج نہیں نہ اسباب کی پابند ہے۔ وُہ چاہے۔ تو محض اپنی زبردست قوّت سے کام لے کر تمام کام بنا دے یا جنگ کے بغیر ہی کفار کو ذلیل و رسوا کر دے۔ فرشتے جو امداد پہنچاتے ہیں وُہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مرضی سے ہی پہنچا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غالب اور زبردست ہے۔ وُہ بڑی حکمت والا ہے۔ اور اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ کس قسم کے اسباب سے کام لینا مناسب ہے۔

روزمرّہ کی زندگی میں ہمارا مشاہدہ ہے کہ نتائج و واقعات خاص اسباب سے ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً پانی پینے سے پیاس بجھ جاتی ہے۔ کھانا کھانے سے بھوک مٹ جاتی ہے۔ حرکت قلب بند ہو جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے یہ قانون اس قدر عالمگیر حیثیت کا حامل ہے۔ کہ اس پر یقین کرنا انسان کے ایمان کا جزو بن چکا ہے۔ اور جب اور جہاں کوئی نتیجہ رونما ہوتا ہے۔ انسان اس کا سبب دریافت کرنے لگتا ہے اسی طرح اگر اسے کسی خاص قسم کا نتیجہ یا خاص قسم کے حالات پیدا کرنے مطلوب ہوں۔ تو وُہ ان کے لیئے ضروری اسباب عمل میں لاتا ہے۔ اسی طرح یہ اس کا ایمان ہو چکا ہے کہ اسباب کے بغیر کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ اس قانون کے پیچھے ایک بہت زبردست اور پرحکمت قوت کام کر رہی ہے۔ اسباب و نتائج کے تعلق کے پیچھے اللہ کا ہاتھ ہے۔

ظاہری اسباب پر بھروسہ کرنا ہمارے ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیّت ہو تو نتیجہ ظاہری اسباب کے بغیر ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ جنگ بدر میں بھی فرشتوں کی امداد کا وعدہ یاد دلاتا ہے۔ کہ ظاہری اسباب پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر بھروسہ کریں۔

Marfat.com

اللہ کا اختیار

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ
نہیں تیرا سے اختیار کچھ خواہ توبہ قبول کرے

عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۲۸﴾
انہیں خواہ عذاب کرے انہیں کہ وہ ناحق پر ہیں

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
اور اللہ کا جو کچھ میں آسمان اور جو کچھ میں زمین

يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ
بخش دے جسے چاہے اور عذاب دے جسے چاہے

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۲۹﴾
اور اللہ بخشنے والا مہربان

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ
تیرا اختیار کچھ نہیں اللہ تعالیٰ خواہ ان کی توبہ قبول کرے

عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۲۸﴾
خواہ انہیں عذاب دے کہ وہ ناحق پر ہیں

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں

يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ
ہے وہ جسے چاہے بخش دے اور عذاب دے جسے چاہے

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۲۹﴾
اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اُحد کی لڑائی میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مشرکین نے نہایت وحشیانہ طور پر حضرت حمزہ کے جسم مبارک کی بے حرمتی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ پر چوٹ آئی سامنے کے چار دانتوں میں سے نیچے کا دایاں دانت شہید ہو گیا۔ خود کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں گھس گئیں پیشانی زخمی ہوئی۔ اور بدن مبارک لہولہان ہو گیا۔ آپ کا پاؤں لڑکھڑایا اور زمین پر گر کر بے ہوش ہو گئے۔ کافروں نے مشہور کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مارے گئے۔ مسلمانوں کو تشویش ہوئی اور لوگ بدحواس ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب آپ کو ہوش آیا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا کہ وہ قوم کیونکر فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کیا۔ جو ان کو خدا کی طرف بلاتا تھا۔

مشرکین کے ان وحشیانہ مظالم کو دیکھ کر ان میں سے چند ظالم لوگوں کے حق میں آپ نے بددعا کا ارادہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا۔ چنانچہ جن لوگوں کے حق میں آپ بددعا کرنے والے تھے۔ چند روز کے بعد سب کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قدموں پر لا ڈالا۔ اور اسلام کا جانباز سپاہی بنا دیا۔

اس آیت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بندہ کو نہ کوئی اختیار ہے۔ نہ کامل علم ہے۔ اگرچہ کافر مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ لیکن یہ اللہ کی مرضی ہے چاہے ان کو ہدایت دے چاہے عذاب کرے۔ تمام زمین و آسمان کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے ایمان کی توفیق دے کر بخش دے۔ اور جسے چاہے کفر کی سزا میں پکڑے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت غفاری اور رحیمی تمام دوسری صفات پر حاوی ہے۔ وہ کسی کو تکلیف میں ڈالنا اور سزا دینا نہیں چاہتا۔ جب تک کوئی بدعملی اور نافرمانی کی آخری حد کو نہ پہنچ جائے۔

Marfat.com

سُود کی ممانعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا
اے لوگ ایمان نہ کھاؤ سُود

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا
اے ایمان والو سود نہ کھاؤ دونے

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
دونے پر دونا اور ڈرو اللہ تاکہ تمہارا

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
پر دونا (چند درچند) اور اللہ سے ڈرو تاکہ

تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾
بھلا ہو

تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾
تمہارا بھلا ہو

غزوۂ بدر اور اُحد کا ذکر کرتے کرتے اب سُود کا بیان آگیا ہے۔ بظاہر اُن دونوں میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ لیکن ان کی مناسبت کی گئی ایک وجوہات ہیں۔

اوّل تو یہ کہ سود کھانے سے بے مروّتی اور قلبی کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک تو حرام مال کھانے سے اطاعت اور تابعداری کی طاقت نہیں رہتی اور دوسرے سود لینے سے انسان میں بُخل اور کنجوسی پیدا ہو جاتی ہے۔

دوم :۔ ایک روایت کے مطابق ان دونوں آیات کا یکے بعد دیگرے آنے کا سبب یہ ہے کہ اس وقت یہودیوں سے مسلمانوں کے اکثر سودی معاملات ہوتے رہتے تھے۔ اس لیئے اُن سے تعلقات توڑنا بہت مشکل تھا اور اُحد کے واقعہ میں یہودی منافقوں کا بہت دخل تھا۔ اس لیئے مسلمانوں کو تنبیہ کر دی گئی کہ سودی لین دین چھوڑ دو ورنہ اس کی وجہ سے خواہ مخواہ ان دھوکہ بازوں سے تعلقات قائم رہیں گے۔ جو آئندہ نقصان کا موجب بنیں گے۔

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً (دونے پر دونا) سے مُراد یہ نہیں ہے کہ سود چند درچند تو نہ لو بلکہ تھوڑا لے لیا کرو۔ اصل بات یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں سود اس طرح لیا جاتا تھا۔ جیسے آج کل کے بنیئے لیتے ہیں یعنی سو روپے دیے اور سُود در سُود بڑھاتے چلے گئے سُود کا یہ خاصہ ہے کہ جو غریب ہے وُہ غریب تر اور جو امیر ہے وُہ امیر تر ہوتا چلا جا رہا ہے اس آیت میں سود کے اسی دُگنے چوگنے ہونے کی طرف اشارہ ہے

ایک سود خور غریبوں اور مفلسوں کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے ان سے روپیہ حاصل کرتا ہے وُہ ذہنی اور جسمانی کسی قسم کی محنت نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے قرض دیے ہوئے روپے کی کمائی کھاتا ہے۔ اس طرح خود اس کے اعضاء ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف وُہ مقروض کی محنت کو بے اثر بنا دیتا ہے۔ اُس کی مشقت کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔ مقروض اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سود کی شکل میں اس کے حوالے کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ بیچارہ مقروض معاشی، سماجی اور اخلاقی لحاظ سے ذلّت میں جا گرتا ہے۔ اور قرض دینے والا آرام پسند، سست اور کاہل بن جاتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے ایثار و قربانی کرنے اور اللہ کی مخلوق سے ہمدردی کرنے کا جذبہ اس کے اندر سے بالکل مٹ جاتا ہے۔ وُہ آرام کرتا ہے۔ دوسرے محنت کرتے ہیں دوسرے کماتے ہیں وُہ کھاتا ہے۔ غریبوں کی غربت بڑھتی ہے اور اُس کی امارت اور تونگری میں اضافہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

سُود خوروں کی سزا

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

اور بچو آگ وہ جو تیار ہوئی کافروں کے لیے

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے واسطے تیار ہوئی

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ

اور مانو اللہ اور رسول تاکہ تم پر

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ

اور اللہ کا اور رسول کا حکم مانو تاکہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ

رحم ہو اور دوڑو طرف بخشش سے

تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ

رحم ہو اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف دوڑو

رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ

تمہارا رب اور جنت اس کا عرض آسمان اور

رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ

جس کا عرض آسمان اور زمین ہے اور پرہیزگاروں

الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

زمین تیار ہے پرہیزگاروں کے لیے

الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

کے لیے تیار ہے

سود خواری کی ممانعت کے بعد سود خوار کی سزا بیان کی گئی کہ اس کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ جو حقیقت میں کافروں کے لیے ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ایک سود خوار بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسے ہی مجرم بن کر قیامت کے روز پیش ہوگا جیسے ایک منکر اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ سود کی لعنت سے بچیں۔ اور تقویٰ کی زندگی بسر کریں۔

اس کے بعد اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ جو اُن پر رحمت کا باعث بنتی ہے۔ رسول کا حکم ماننا بھی اصل میں خدا ہی کا حکم ماننا ہے۔ کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ پیغمبر کا حکم مانو اور اس کی پوری پوری اطاعت کرو۔ جنگ اُحد میں بعض مسلمانوں نے حضرت رسولِ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اس سے ان کی فتح خطرے میں پڑ گئی اس لیے تنبیہ کی جاتی ہے کہ آئندہ ایسی کوتاہی اور غلطی نہ کرنا۔ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت سے ہی اللہ کی رحمت نازل ہوگی۔ اور فلاح و کامیابی کے دروازے کھل جائیں گے۔

تیسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ان نیک اعمال اور اچھے اخلاق کی طرف دوڑو جن کا حکم اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں اور جن کے باعث تم اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت کے مستحق ہو گے۔ اگر تم تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرو گے اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھو گے تو اس جہانِ فانی سے کوچ کر جانے کے بعد تمہارا آخری ٹھکانہ جنت ہوگا۔ جنت اتنی وسیع ہے جتنا آسمان و زمین انسان کے تصور میں آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ وسعت نہیں آسکتی اس لیے جنت کی وسعت سمجھانے کے لیے جنت کو اسی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

سود خوار اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار انسانوں کے انجام میں فرق ظاہر کر دیا گیا ہے کہ ایک دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ اور آخرت میں بھی دوزخ کی آگ میں جلتا ہے۔ دوسرا دنیا میں بھی عزت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور آخرت میں بھی جنت کے حسین باغوں کا حقدار ہوتا ہے

Marfat.com

مُتّقین کی صِفات

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ
جو خرچ کرتے ہیں میں خوشی اور تکلیف

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ
اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں سے لوگ

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا
اور اللہ پسند کرتا ہے نیکی کرنے والے اور جو لوگ جب

فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا
کریں کھلا گناہ یا ظلم کریں اپنے حق میں یاد کریں

اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۫ وَمَنْ
اللہ بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی اور کون

يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۗ وَلَمْ يُصِرُّوْا
بخشنے والا گناہ سوائے اللہ اور نہیں اڑتے

عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
پر جو وہ کریں اور وہ جانتے ہیں

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ
جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کیے جاتے ہیں اور

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ
غصہ دبا لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا
اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور وہ لوگ جب

فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا
کچھ کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کر لیں تو اللہ کو یاد

اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۫ وَمَنْ
کر لیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور اللہ کے

يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۗ وَلَمْ يُصِرُّوْا
سوا گناہ بخشنے والا کون ہے اور وہ اپنے

عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
کیے پر اڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں

السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (خوشی اور تکلیف) یہاں متقین کی پہلی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رنج و راحت اور امیری و غریبی دونوں صورتوں میں خرچ کرتے ہیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق ہر صورت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (غصہ کو دبا لیتے ہیں) ناگوار واقعہ پر دل میں رنج پیدا ہونا۔ اور ناخوشگواری میں غصہ کا آجانا ایک فطری بات ہے۔ لیکن نیک لوگ غصہ کو پی جاتے ہیں جا و بے جا غیظ و غضب کا اظہار نہیں کرتے اور غصہ سے مغلوب ہو کر ناخوشگوار باتیں نہیں کرتے۔

الْعَافِيْنَ (معاف کرنے والے) "عفو" اس کا مادہ ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں درگزر کرنا۔ یعنی کسی کی غلطی اور کوتاہی کو نظر انداز کر دینا یہ نیک انسان کی خوبیوں میں سے بہت بڑی خوبی ہے۔

فَاحِشَةً (کھلا گناہ) فحش سے نکلا ہے۔ یعنی ایسی خرابی اور گناہ جو ڈھکا چھپا نہ ہو۔

لَمْ يُصِرُّوْا (اڑتے نہیں) "اصرار" اس کا مصدر ہے یعنی اپنی غلطی پر اڑنا اور اسے تسلیم نہ کرنا۔ جس شخص میں یہ خرابی پیدا ہو جائے اس کی اصلاح ممکن نہیں رہتی۔

Marfat.com

مُتّقین کی خصوصیات اور اجر

اُولٰٓئِكَ ۔ جَزَآؤُهُمْ ۔ مَّغْفِرَةٌ ۔ مِّنْ ۔ رَّبِّهِمْ	اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ
یہی لوگ جزا ان کی بخشش سے ان کا رب	انہیں لوگوں کی جزا ہے ان کے رب سے بخشش
وَجَنّٰتٌ ۔ تَجْرِیْ مِنْ ۔ تَحْتِهَا ۔ الْاَنْهٰرُ	وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
اور باغات بہتی ہیں سے ان کے نیچے نہریں	اور باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں
خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۔ وَنِعْمَ ۔ اَجْرُ ۔ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾	خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾
ہمیشہ رہیں گے ان میں اور اچھا اجر کام کرنے والے	وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (نیک) کام کرنے والوں کا کتنا اچھا اجر ہے

اس سے پہلی آیات میں متقین کی مندرجہ ذیل خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔

(۱) خوشی ہو یا غمی وُہ اللہ کی راہ میں بہرحال اپنا مال اور اپنی قوت خرچ کرتے ہیں۔ تنگدستی میں بھی اپنا ہاتھ نہیں روکتے۔

(۲) وُہ غصّہ کو پی جاتے ہیں۔ غصّہ سے مغلوب ہو کر ناخوشگوار حرکات نہیں کرتے۔ اور نازیبا جملے منہ سے نہیں نکالتے۔

(۳) وُہ خطاکار لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں۔ عفو و کرم ان کا خاصہ ہوتا ہے۔

(۴) احسان کرنا ان کی فطرت میں داخل ہوتا ہے۔ نیکی کرنے والوں کو یقیناً اللہ دوست رکھتا ہے۔

(۵) اگر اُن سے نادانستہ کوئی برائی سرزد ہو جائے یا کوئی خرابی کر بیٹھیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اور اس سے مغفرت و بخشش چاہتے ہیں۔

(۶) غلطی سے یا انجان پنے میں کوئی غلطی یا زیادتی ہو جائے تو اس پر اصرار نہیں کرتے جونہی اس کا احساس ہو جائے اور ان کے علم میں آجائے فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لیتے ہیں۔

یہ وُہ خصوصیات ہیں جن سے انسان میں خدا خوفی۔ نیکوکاری اور پرہیزگاری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو متقی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیئے بڑے عمدہ اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اُن لوگوں کے لیئے اُن کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔ اللہ کریم ایسے لوگوں کی خطاؤں کو چھپا لیتا ہے۔ ان سے درگزر فرماتا ہے۔ اور اپنے عفو و کرم سے نوازتا ہے۔

آخرت میں اُن کے لیئے ہمیشگی کے باغات ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جنّت اور اس کی ابدی نعمتیں ان ہی لوگوں کو حاصل ہوں گی ـــــ نیک عمل کرنے والوں کے لیئے ان کے رب کی طرف سے کتنا اچھا اجر ہے۔ کاش انسان اپنے آپ کو اس کا مستحق بنا کر اس کے سامنے پیش ہو۔

Marfat.com

درسِ عبرت

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي
ہو چکے سے تم میں پہلے واقعات سو پھرو میں

الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
زمین اور دیکھو کیا ہُوا انجام

الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ
جھٹلانے والے یہ بیان لوگوں کے لیئے اور

هُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾
ہدایت اور نصیحت ڈرنے والوں کے لیے

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي
تم سے پہلے واقعات ہو چکے ہیں سرزمین میں پھرو

الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام

الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ
ہُوا یہ بیان ہے لوگوں کے واسطے

هُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾
ہدایت اور ڈرنے والوں کے لیئے نصیحت ہے۔

ان آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں۔ بڑے بڑے واقعات پیش آچکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قانون بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ گزشتہ اُمتوں میں سے جن لوگوں نے انبیاء علیہ السلام کی دشمنی اور حق کی تکذیب پر کمر باندھی خدا اور رسول کی تصدیق و فرمانبرداری سے مُنہ موڑا، بدکاری اور زیادتی کرتے رہے۔ ان کا کیسا بُرا انجام ہُوا؟ اور جن لوگوں نے حق کا ساتھ دیا رسولوں کی تائید کی ان پر کیسی کیسی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوئیں؟ اگر تم لوگوں کو اس میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو تو زمین میں چل پھر کر منکرینِ حق کی تباہی کے آثار دیکھ لو جو آج بھی ہر طرف بکھرے ہوئے ہیں۔

گزشتہ حالات و نتائج سے مسلمانوں کو بھی سبق حاصل ہوتا ہے۔ اُنہیں کفار کی سختیوں اور اذیتوں یا اپنی عارضی شکست دیکھ کر مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ انجام کار حق ہی غالب ہو کر رہے گا اور مسلمانوں کو ہی فتح نصیب ہو گی تُہمت جلد گروہ کے گروہ اسلام کی آغوش میں پناہ لیں گے۔ زمانہ قدیم سے اللہ تعالیٰ کی یہی سُنّت رہی ہے کہ فتح حق کی ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں یہ مضامین بیان کیئے جا رہے ہیں۔ جن کو سُن کر خدا سے ڈرنے والے ہدایت اور نصیحت، حاصل کرتے ہیں۔ لیکن جن کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو انہیں ایسی نصیحتوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

قرآن مجید کی حیثیت عالمگیر ہدایت کی ہے۔ یہ ہر زمانے میں ہر قوم کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے۔ اس میں مذکورہ واقعات آج ہمیں بھی سیدھی راہ دکھاتے ہیں جس پر چل کر اہل علم کامیاب و کامران ہو سکتے ہیں ان آیات میں قرآن مجید کی تین خصوصیات کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔

(۱) لوگوں کے لیئے پیغام ہے۔ (۲) نوع انسانی کے لیئے سامانِ ہدایت ہے۔ (۳) پرہیزگاروں کے لیئے درس عبرت اور سامانِ نصیحت ہے ایسی کتاب کو جھٹلانے والے نامراد نہ ہوں گے تو اور کیا ہوگا؟

Marfat.com

مُسلمانوں کا غلبہ

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾

وَ	لَا	تَهِنُوا	وَ	لَا	تَحْزَنُوا	وَ	أَنتُمُ
اور	نہ	سست ہو	اور	نہ	غم کھاؤ	اور	تم
الْأَعْلَوْنَ	إِن	كُنتُم	مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾				
غالب رہو گے	اگر	تم	ایمان رکھتے ہو				

اور نہ سست ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو

لَاتَهِنُوْا (سست نہ ہو) "وَھن" اس کا مادہ ہے جس کے معنیٰ سستی اور اضمحلال کے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ شکستہ خاطر اور افسردہ طبیعت نہ ہو۔ پورے یقین کے ساتھ راہ حق پر گامزن رہو۔

لَاتَحْزَنُوْا (غم نہ کھاؤ) "حُزن" اس کا مادہ ہے لفظ حزین (غمگین) بھی اس سے ہے۔ "حزن" خاص طور پر ماضی کی کوتاہیوں اور خرابیوں کے بارہ میں ہُوا کرتا ہے۔

الْاَعْلَوْنَ (غالب) "علو" اس کا مادہ ہے۔ عالی۔ اعلیٰ۔ علیا وغیرہ الفاظ اسی لفظ سے نکلے ہیں۔

اَعْلَوْنَ (میں ہر قسم کا غلبہ مادی ہو یا روحانی مراد ہوتا ہے۔ سیاق و سباق پر نظر رکھتے ہوئے یہاں مادی غلبہ مقصود ہے۔

یہ آیت بھی جنگ اُحد کے حالات کے ضمن میں نازل ہوئی۔ جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور چور ہو رہے تھے کئی بہادروں اور جوانوں کی لاشیں اُن کے سامنے پڑی تھیں، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہو گئے تھے اور ظاہری طور پر مسلمانوں کی کمزوری کے آثار نظر آ رہے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیغام اُمید نازل فرمایا۔ اے مسلمانو! سختیوں سے گھبرا کر تم نا اُمید نہ ہو جانا۔ دشمنان دین کے ظالم کے مقابلے میں کمزوری نہ دکھانا آخری فتح تمہاری ہی ہے اور انجام کار تم ہی غالب رہو گے۔ بشرطیکہ ایمان و یقین پر قائم رہے اور اللہ کے وعدوں پر پورا یقین رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرتے ہوئے جہاد میں ڈٹ گئے۔

اس خوشخبری سے مسلمانوں کے ٹوٹے ہوئے دل بندھ گئے۔ مجاہدین کے بازوؤں میں نئی طاقت اور ان کے ارادوں میں استقلال پیدا ہو گیا کفار جو مسلمانوں پر چھا رہے تھے۔ اور بڑھ بڑھ کے حملے کر رہے تھے۔ مجاہدین اسلام کے اس نئے حملہ کی تاب نہ لا سکے اور اس طرح پسپا ہوئے کہ اُنہیں بھاگتے ہی بنی۔

اس آیت سے ایک نہایت پر حکمت بات نکلتی ہے۔ یعنی یہ کہ دشمنانِ حق پر غلبہ حاصل کرنے کے لیئے سب سے ضروری شرط ایمان کی ہے۔ خواہ مسلمانوں کی تعداد قلیل ہو۔ سامانِ حرب تھوڑا ہی ہو۔ تب بھی وُہ اللہ تعالیٰ کی امداد سے کفار پر غالب آ سکتے ہیں بشرطیکہ اللہ پر ان کا ایمان مضبوط و مستحکم ہو۔ پھر فتح و سربلندی خود بخود چلی آتی ہے۔ مومن و کافر میں سب سے بڑا فرق یہ ہے۔ کہ مومن کو سب سے زیادہ عزیز شئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول کی محبت ہے وُہ ہر شئے قربان کر کے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیئے جہاد کرتا ہے۔ اس کے برعکس کافر کو ہر چیز سے زیادہ اپنی جان عزیز ہوتی ہے۔ اسے جہاں جان کا خوف پیدا ہُوا۔ وُہ بھاگ نکلا۔ لیکن ایک مومن جان کی بازی لگا کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سر کٹاتا ہے۔ لہٰذا اس کے آگے کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔ آج بھی اس جوش ایمانی کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

گردشِ ایّام

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ
اگر تمہیں پہنچا زخم تو پہنچ چکا ہے قوم

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ
اگر تمہیں زخم پہنچا تو انہیں بھی ایسا ہی زخم

قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا
زخم ایسا ہی اور یہ دن باری باری بدلتے رہتے ہیں

قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا
پہنچ چکا ہے اور یہ دن باری باری لوگوں میں بدلتے

بَیْنَ النَّاسِ ۚ
میں لوگ

بَیْنَ النَّاسِ ۚ
رہتے ہیں

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ اس سے وہ سخت پریشان تھے۔ پھر اُنہیں منافقوں اور دشمنوں کے طعنوں سے مزید اذیّت پہنچتی تھی۔

قَرْحٌ (زخم) زخم سے مراد وہ عظیم جانی اور مالی نقصان ہے۔ جو غزوۂ اُحد میں اپنی غلطی سے مسلمانوں کو اُٹھانا پڑا۔ اُن کے کئی بہادر کام آئے اور زخمی ہوئے۔

اَیَّامٌ (دن) "یوم" اس کا واحد ہے عربی میں لفظ یوم کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ایک آن یعنی لمحہ۔ ایک دن اور غیر معین عرصہ۔ یہاں ایام سے مُراد گردشِ لیل و نہار اور دن رات کا چکر ہے۔ جیسے ہم اردو میں کہا کرتے ہیں۔ زمانہ سدا یکساں نہیں رہتا۔ یہ چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلّی دی کہ اگر اس لڑائی میں تمہیں زخم پہنچا ہے یا تمہیں تکلیف اٹھانی پڑی ہے تو کوئی بات نہیں اس طرح کے حادثات کافروں کو بھی پیش آچکے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اُحد میں تمہارے بچھتر آدمی شہید اور بہت سے زخمی ہوئے۔ لیکن ایک سال پہلے جنگ بدر میں کافروں کے ستّر بڑے بڑے سردار جہنم میں پہنچے تھے اور بہتّر زخمی ہوئے اس کے علاوہ خود اُحد کی لڑائی میں پہلے پہل ان کے بہت سے آدمی قتل اور زخمی ہو گئے تھے۔ پھر جنگِ بدر میں ان کے ستّر آدمی قید ہوئے تھے۔ اُنہوں نے بہت سخت ذلّت اٹھائی تھی۔ لیکن تمہارے ایک فرد کو بھی یہ ذلّت نہیں دیکھنی پڑی بہرحال اگر تم اپنے اور اُن کے نقصان کا موازنہ کرو تو غم و افسوس کی گنجائش باقی نہیں۔

یہ بات ضرور درست ہے کہ ہم سختی و نرمی یا دُکھ سُکھ اور تکلیف و راحت کے دنوں کو لوگوں میں ادل بدل کرتے رہتے ہیں جس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ پھر جب کافروں نے دکھ اُٹھا کر کفر کی حمایت نہیں چھوڑی، تو صاحب ایمان حق کی حمایت میں کیونکر ہمت ہار سکتے ہیں۔

اس آیت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اگر مُسلمانوں کو کچھ دن کے لیئے اللہ کی راہ میں دکھ اور تکلیف برداشت کرنی پڑیں تو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ یہ مُصیبت عارضی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دُکھ اور سُکھ کے دن افراد و اقوام میں بدلتا رہتا ہے

Marfat.com

آزمائش اور امتحان

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ
اور اس لیئے کہ معلوم کرے اللہ جو لوگ ایمان لائے اور بنائے

مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾
تم میں سے گواہ اور اللہ نہیں دوست رکھتا ظالم

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
اور اسواسطے کہ پاک کرے اللہ جو لوگ ایمان لائے اور

يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾
مٹا دے کافر

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ
اور اس لیئے کہ اللہ معلوم کرے کون ایمان لائے اور بنائے

مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾
تم میں سے گواہ اور اللہ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
اور اس واسطے کہ اللہ ایمان والوں کو پاک و صاف کرے

يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾
اور کافروں کو مٹا دے

اللہ تعالیٰ دکھ اور سکھ کے دن مختلف اقوام میں اس غرض سے بدلتا رہتا ہے۔ کہ وہ دیکھ لے کہ سچے ایماندار کون ہیں۔ اور منافق کون ہیں۔ مومن تکلیف اور مصیبت کے دنوں میں بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے۔ صبر و استقلال سے کام لیتا ہے اور ایمان و یقین پر ثابت قدم رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے نصرت و امداد کا طلب گار رہتا ہے اس کے برعکس کافر اور منافق دکھ اور تکلیف کے دنوں میں سخت پریشان ہو جاتے ہیں وہ جان بچانے کی خاطر اور ذاتی فائدے حاصل کرنے کے لیے باطل کی حمایت میں تیز تر ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھو اللہ تعالیٰ ظالموں سے کبھی محبت نہیں کرتا۔ ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ جنگ اُحد میں مشرکین کو جو عارضی کامیابی ملی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے دوسرے اسباب ہیں۔ مسلمانوں پر عارضی مصائب اور تکالیف کا دور آنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پاک صاف کرے اور کافروں کو نیست و نابود کر دے۔ فتح اور شکست ایک بدلتی ہوئی چیز ہے۔ مسلمانوں کو شہادت کا مقام عطا فرمانا تھا۔ مومن اور منافق کا پرکھنا، مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کرنا، اور کافروں کو آہستہ آہستہ مٹا دینا مقصود تھا۔

آج بھی جب ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں پر دکھوں اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں اور غیر مسلم اقوام خوشحالی اور ترقی کے راستہ پر گامزن ہیں تو بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم سے تو وہ لوگ اچھے ہیں اُن سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ ہم سے وہ خفا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی غرض صرف یہ ہوتی ہے۔ کہ مسلمان پہلے سے زیادہ اللہ کے حضور عجز و انکسار کا اظہار کریں اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ اور اصلاح احوال کے لیئے کوشش کریں تاکہ کفار و معاندین اللہ تعالیٰ کے قہر اور غضب کا نشانہ بنیں۔

مختصر یہ کہ آزمائش اور امتحان سے مقصود چار ہیں (۱) اللہ معلوم کرے صاحب ایمان کون ہیں۔ اور کن لوگوں کا ایمان پختہ ہے (۲) کون کون اپنے ایمان کی شہادت پیش کرتے ہیں (۳) مومنوں کو پاک صاف کر لیا جائے (۴) کفار اور دشمنان دین کو مٹا دیا جائے۔

Marfat.com

جنّت کے داخلہ کی شرط

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا
کیا تمہیں خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت اور نہیں

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا
کیا تمہیں خیال ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تک

يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ
معلوم اللہ وہ لوگ جو لڑنے والے ہیں تم میں اور

يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ
اللہ نے معلوم نہیں کیا تم ہیں جو لڑنے والے ہیں اور معلوم نہیں

يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ
معلوم ثابت رہنے والے اور تم کرتے تھے آرزو

يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ
کیا جو ثابت رہنے والے ہیں اور تم مرنے کی آرزو کرتے

الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ
موت سے پہلے کہ تم اسے ملو تو اب تم نے

الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ
تھے اس کی ملاقات سے پہلے۔ سو اب تم نے

رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ ع ۱۴
اسے دیکھ لیا اور تم نے آنکھوں کے سامنے

رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ ع ۱۴
اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنّت کے جن اعلیٰ مقامات اور بلند درجات پر پہنچانا چاہتا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بس یونہی آرام سے وہاں جا پہنچو گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لے کر یہ نہ دیکھے گا کہ تم میں کتنے اس کی راہ میں لڑنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ یاد رکھو بلند مقامات پر صرف وہ لوگ پہنچائے جاتے ہیں جو اللہ کی راہ میں ہر طرح کی سختیاں جھیلنے اور قربانیاں پیش کرنے کے لیئے تیار ہوں۔

جنگِ بدر میں جو صحابہ شریک نہیں ہو سکے تھے۔ وہ یہ آرزوئیں کیا کرتے تھے۔ کہ اللہ پھر کوئی موقعہ لائے کہ ہم بھی خدا کی راہ میں شہادت کا مرتبہ حاصل کریں۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ جس چیز کی تم پہلے تمنا رکھتے تھے وہ تمہارے سامنے آچکی ہے یعنی تم اللہ کی راہ میں شوق شہادت سے لڑنا چاہتے تھے اس وقت باطل کی طاقتیں تمہارے سامنے ہیں اب آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹنا کیسا؟ تمہیں تو چاہیے۔ کہ دل کے ارمان پورے کر لو۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ کی تمنّا کبھی نہ کرو، البتہ جب یہ موقع آجائے کہ دشمن مقابلہ پر ہو تو پھر ثابت قدم رہ کر ڈٹ کر مقابلہ کرو۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ بھلائی کا انجام حاصل کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ امتحان یہ بتا دیتا ہے کہ کون شخص اس جنّت کا اہل ہے۔ کون اُس کا وارث بننے کا حق رکھتا ہے۔ چنانچہ جنّت حاصل کرنے کے لیئے مسلمان کو طرح طرح کے مصائب اور اذیتیں برداشت کرنی پڑیں گی۔ لہٰذا ہمت ہارنے کی بجائے صبر و استقلال دکھانا چاہیئے۔

Marfat.com

حضرت محمدؐ رسولِ خدا ہیں

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ
اور نہیں محمد مگر ایک رسول ہو چکے

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ
اور محمدؐ تو ایک رسول ہے اس سے پہلے بہت

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ
سے اس سے پہلے رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ
رسول ہو چکے پھر گیا اگر وہ مر گیا یا

قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ
مارا گیا تم پھر جاؤ گے اُوپر اُلٹے پاؤں

قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ
مارا گیا تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

پہلی قوموں نے اپنے ہادی مصلح اور رسولوں کو یا تو خدا بنا دیا یا اُس کا بیٹا اور انہیں انسانیت سے بلند سمجھ بیٹھے۔ اسلام نے اپنے کلمہ شہادت میں رسول کا صحیح مقام عبدہ ورسولہ (اللہ کا بندہ اور رسول) کہہ کر متعین کیا۔

مندرجہ بالا آیات میں اسلام کے اس بنیادی اصول کو پیش کرنے کے بعد غزوۂ اُحد کے ایک اہم واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو ہم قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

اُحد کے میدان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود جنگ کا نقشہ تیار کیا تمام صفیں ترتیب دینے کے بعد آپ نے دیکھا کہ پہاڑ کا ایک درّہ باقی رہ گیا ہے۔ جس کے پیچھے کی طرف سے دشمنوں کا لشکر مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ آپ نے اس درّے پر پچاس تیر اندازوں کو کھڑا کر دیا۔ اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو اُن کا سردار مقرر کیا تاکید بھی فرمائی "تم اپنی جگہ مت چھوڑنا اور اسی جگہ کھڑے رہنا حتیٰ کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے فوج کا گوشت نوچ کر کھا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا" حضورؐ نے فرمایا جب تک تم اپنی جگہ پر قائم رہو گے۔ ہم اس وقت تک دشمنوں پر غالب رہیں گے"۔

جنگ شروع ہو گئی گھمسان کا رن پڑا، اسلام کے غازی بڑھ بڑھ کر شجاعت و جوانمردی کے جوہر دکھا رہے تھے ابودجانہ حضرت علی اور دوسرے مجاہدین کی بے جگری کے سامنے مشرکین قریش کو بھاگ کھڑے ہونے کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا، کافروں کو شکست ہوئی وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے مسلمان سپاہیوں نے مالِ غنیمت پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔

یہ منظر جب ان تیر اندازوں نے دیکھا تو اُنہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کو فتح مل چکی ہے۔ اب یہاں ٹھہرنا بالکل بے کار اور غیر ضروری ہے۔ ہمیں چل کر دشمن کا پیچھا کرنا چاہیے اور غنیمت میں اپنا حصہ لینا چاہیئے ان کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک انہیں یاد دلایا۔ لیکن تیر انداز سمجھے کہ رسول اللہ کے ارشاد کا منشا ہم پورا کر چکے ہیں۔ سب مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے صرف عبداللہ بن جبیر اور اُن کے دس ساتھی درہ کی حفاظت پر باقی رہ گئے۔ باقی تفصیل اور اس آیت کی تشریح اگلے سبق میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

رسولِ خدا کی رحلت

وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ

اور جو پھر جاتے پر الٹے پاؤں ہرگز نہ بگاڑے گا اور جو الٹے پاؤں پھر جائے وہ ہرگز اللہ کا

اللّٰهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ اللّٰهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

اللہ کچھ اور جلد جزا دیگا اللہ شکر گزار کچھ نہ بگاڑ یگا۔ اور اللہ جلد شکر گزاروں کو جزا دے گا۔

تیر اندازوں کا وہاں سے ہٹنا تھا کہ مشرکین کا ایک رسالہ جن کی کمان خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھی پلٹ کر درہ کی طرف سے حملہ آور ہوا۔ مٹھی بھر دس تیر انداز ڈھائی سو سواروں کو تو نہ روک سکے تاہم عبداللہ بن جبیر اور اُن کے ساتھیوں نے لڑتے لڑتے وہیں جان دے دی اب مسلمان دونوں طرف سے گھر گئے اور اس زور کا مقابلہ کیا کہ الامان والحفیظ بہت سے مسلمان شہید اور زخمی ہوئے اس اثناء میں ایک مشرک نے نبی کریمؐ پر پتھر پھینکا جس سے آپ کا ایک دانت شہید ہو گیا اور چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ حضورؐ زخم کی شدت سے زمین پر گر پڑے اور کسی نے یہ افواہ اُڑا دی کہ آپ قتل کر دیئے گئے ہیں۔

یہ سنتے ہی مسلمانوں کے حواس اُڑ گئے۔ اور اُن کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ بعض مسلمانوں نے ہتھیار گرا دیئے۔ بعض کو خیال ہوا۔ کہ مشرکین کے سردار سے امن حاصل کر لیں منافقین کہنے لگے کہ جب محمدؐ قتل کر دیئے گئے تو اسلام چھوڑ کر اپنا قدیم مذہب اختیار کر لینا چاہیئے۔

اس نازک گھڑی میں حضرت انسؓ ابن النضر نے کہا کہ اگر محمدؐ مارے گئے تو محمدؐ کا رب تو زندہ ہے۔ حضورؐ کے بعد ہم لوگوں کا زندہ رہنا کس کام کا ہے۔ جس چیز پر آپ قتل ہوئے ہم بھی اسی پر کٹ مریں گے۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ اسی اثناء میں حضور نے آواز دی اللہ کے بندو ادھر آؤ۔ آواز کا سننا تھا کہ مسلمان ادھر پھر سمٹنا شروع ہو گئے تین صحابہ نے آپ کے قریب ہو کر مدافعت کی، اور مشرکین کی فوج کو بھگا دیا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ محمدؐ خدا نہیں، رسول ہیں۔ اُن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں، ہمیشہ انبیاء کے بعد اُن کی پیروی کرنے والوں نے دین کو سنبھالا۔ اس لیے آپ کا بھی اس دنیا سے گزرنا کچھ اچنبھے کی بات نہیں اگر آپ فوت ہو گئے یا شہید کر دیئے گئے تو کیا تم دین کی خدمت اور حفاظت کے راستہ سے اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ یاد رکھو جس نے ایسا کیا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ خدا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ نہیں چاہیئے کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اپنے دین کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔

ہم پر لازم ہے۔ کہ اس آیت سے سبق حاصل کریں اور رسول کریمؐ کی عدم موجودگی میں ان کے دین پر ثابت قدم رہیں آپ ہمیں قرآن مجید اور سنت کے طور پر دیئے گئے ہیں جس کی حیثیت ابدی اور دائمی چشمۂ ہدایت کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ آپ کے نقش قدم پر چلیں اور کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ اسلام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

Marfat.com

دُنیا اور آخرت میں بدلہ

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ
اور نہیں ہے کسی کیلئے کہ وہ مرے سوائے حکم
اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا
اللہ لکھا ہوا ہے ایک مقررہ وقت اور جو کوئی چاہے گا بدلہ دنیا
نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ
ہم اسے دینگے دنیا ہی سے اور جو کوئی چاہے گا بدلہ آخرت
نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
ہم اسے دینگے اس میں سے اور ہم جزا دیں گے احسان ماننے والے

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ
اور کوئی اللہ کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا ایک
اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا
مقررہ وقت لکھا ہوا ہے۔ جو کوئی دنیا کا بدلہ چاہے گا
نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ
اسے ہم دنیا ہی سے دینگے اور جو کوئی آخرت کا بدلہ چاہے گا
نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
ہم اسے اس میں سے دینگے اور ہم احسان ماننے والوں کو جزا دینگے

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نہیں مر سکتا۔ خواہ موت کے کتنے ہی اسباب جمع ہو جائیں نیز یہ کہ ہر ایک کی موت مقررہ وقت پر آتی ہے۔ صورت حال یہ ہے۔ تو خدا پر توکل کرنے والوں کو اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اور نہ کسی بڑے یا چھوٹے کی موت کو سن کر مایوس اور بددل ہو کر بیٹھ جانا چاہیئے۔

جو شخص اپنا بدلہ اس دنیا میں لینا چاہے گا اُسے ہم دنیا ہی میں دے دیں گے۔ اور جو اپنا اجر آخرت میں لینا چاہے گا۔ اسے ہم آخرت میں دیں گے۔ مثلاً تیر اندازوں کے دستہ نے جنگِ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی اور مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے ان لوگوں نے اللہ کی راہ میں سعی و جہاد کا بدلہ دُنیا میں چاہا۔ دوسری قسم کے لوگ وُہ ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول کے حکم کی پُوری پُوری تعمیل کی۔ مثلاً ان کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے گیارہ ساتھی انہوں نے دشمنوں کو بھاگتے دیکھا اور مسلمانوں کو مالِ غنیمت لُوٹتے ہوئے پایا۔ لیکن وُہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ ان لوگوں نے حضرت رسولِ اکرمؐ کی اطاعت کو دنیاوی مال و متاع پر ترجیح دی، مالِ غنیمت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فرمانبرداری میں ثابت قدم رہے۔ ان لوگوں کے لیئے آخرت کا بدلہ ہے۔

جو لوگ دین پر ثابت قدم رہیں گے۔ اُن کو دین بھی ملے گا۔ اور دُنیا میں بھی اُنہیں مال و متاع کی کمی نہ رہے گی اور اُخروی کامیابی سے بھی حصّہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ احسان ماننے والوں اور نعمتوں کی قدر کرنے والوں کو مزید بدلے دے گا بعض لوگ حرص اور طمع میں اس قدر اندھے ہو جاتے ہیں اور خود غرضی اور لالچ میں ایسے حواس کھو بیٹھتے ہیں کہ اُنہیں آخرت پر یقین نہیں رہتا وُہ کہتے ہیں، کہ ہمیں اپنے اعمال کا نقد بدلہ ملنا چاہیئے اُدھار نہیں۔ ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ نہ جانے دوبارہ زندگی ملے یا نہ ملے وُہ اپنی نیکی اور محنت و مشقت کی جزا دنیا میں ہی لینا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ سخت خسارہ میں رہتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کے۔ بدلہ کی حیثیت آخرت کے بدلہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

Marfat.com

حضرات انبیاءؑ اور اُن کے ساتھی

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ
اور بہت سے نبی ہیں جن کے ساتھ بہت خدا کے طالب ہو کر لڑے
كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ
ہیں اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچنے سے وہ سست نہیں ہوئے
اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ
اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دب گئے اور
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾
اللہ ثابت قدم رہنے والوں سے محبت کرتا ہے

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ
اور بہت سے نبی لڑے انکے ساتھ خدا کے طالب
كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ
بہت پر نہ سست ہوئے کچھ تکلیف پہنچنے سے ہیں راستہ
اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ
اللہ اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دب گئے
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾
اور اللہ دوست رکھتا ہے ثابت قدم رہنے والوں کو

پہلی دو آیات سے یہ مضمون شروع ہے کہ نبی اور رسول دنیا میں آئے اور چلے گئے اسی طرح حضرت رسول اکرم صلعم ایک مقررہ عرصہ کے لیئے مبعوث ہوئے ہیں لیکن حضورؐ کا دین قیامت تک باقی رہے گا۔ اور آپ کی لائی ہوئی کتاب ہمیشہ دنیا کی اقوام و افراد کے لیئے ہدایت کا سرچشمہ رہے گی۔ لہذا حضور کے رحلت فرما جانے سے دین کے معاملہ میں سستی اور کمزوری دکھانا عقل و دانش کے خلاف ہوگا۔ جن لوگوں نے اُحد کے میدان میں حضورؐ کی شہادت کی غلط خبر سُن کر بددلی ظاہر کی اُنہوں نے بُرا کیا۔ دین اللہ کا ہے اور اللہ حی و قیوم ہے۔ اس کی ذات کو فنا نہیں۔

اسی سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اس آیت میں حضرت انبیائے کرام علیہ السلام اور اُن کے نیک دل ساتھیوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ آنحضرت کی اُمت ان سے سبق حاصل کرے۔

ربیون (اللہ کے طالب) یہ لفظ "رب" سے ہے جو اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے ربیون کے معنی ہیں رب سے نسبت اور تعلق رکھنے والے اس کے طالب اور عاشق یہودی علما کو لوگ ربی کہتے تھے جس کی جمع ربیون ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ خدا کے طالب اور نیک بندے انبیاء کے ساتھ ہو کر اللہ کے دشمنوں سے لڑے۔ جنگ میں اچھے بُرے ہر طرح کے وقت آتے ہیں۔ کبھی ہار ہوتی ہے کبھی جیت ہوتی ہے۔ لیکن ان لوگوں کے پائے استقلال کبھی نہ ڈگمگائے ان کی ہمت و طاقت نے کبھی جواب نہ دیا۔ انہیں ہزار تکلیفیں پہنچیں لیکن نہ تو وہ سست پڑے نہ اُنہوں نے کمزوری دکھائی نہ دشمنوں کے مقابلہ میں وہ دبے۔ ایسے ہی ثابت قدم اور مستقل مزاج لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ مسلمانوں کو پروردگار کے محبوب بننے کے لیئے اپنے اندر یہی صفات پیدا کرنی ہوں گی۔

Marfat.com

اللہ والوں کی دُعا

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا
اور نہ وہ بولے مگر یہی کہ کہا اے ہمارے رب
اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَ
ہمیں بخش ہمارے گناہ اور ہم سے زیادتی ہوئی میں ہمارا کام اور
ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۴۷﴾
ثابت رکھ ہمارے قدم اور ہمیں مدد دے اوپر قوم کفار
فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ
پھر دیا انہیں اللہ ثواب دنیا اور اچھا ثواب
الْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۴۸﴾ ع
آخرت اور اللہ محبت کرتا ہے نیک کام کرنے والے

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا
اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہ اے ہمارے رب
اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَ
ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں جو زیادتی ہوئی معاف کر
ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۴۷﴾
اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور قوم کفار پر مدد دے
فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ
پھر اللہ نے انہیں دنیا کا ثواب اور آخرت کا اچھا ثواب
الْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۴۸﴾ ع ۱۵ ۶
دیا اور اللہ نیک کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

انبیاء کے ساتھ راہِ حق میں ان کا ساتھ دینے والے اللہ والوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ کہ وہ تن من دھن لگانے سے گریز نہیں کرتے۔ سستی نہیں دکھاتے۔ کمزور نہیں پڑتے۔ دبتے نہیں۔ ثابت قدم رہتے ہیں۔ اس پر بھی وہ فخر و غرور نہیں کرتے۔ اللہ کے سامنے عجز و نیاز مندی کا سر جھکائے رکھتے ہیں۔ جس انداز میں انہوں نے مولیٰ کریم سے دعا کی وہ خود ان کی نیک نفسی کا بڑا ثبوت ہے۔

انہوں نے بڑی عاجزی اور خلوص دل سے درخواست کی۔ اے ہمارے رب!

اِغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا (ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی کر۔ اپنی رحمت کے پردے ہماری لغزشوں اور خطاؤں پر ڈال دے۔ ہماری کمزوریوں سے درگزر فرما اور ہمیں معاف فرما دے۔

اِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا۔ ہمارے کام میں ہم سے جو زیادتی ہوئی ہو۔ اس پر بھی پردہ ڈال دے اور اُسے معاف فرما دے۔

ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا۔ (ہمیں ثابت قدمی عطا کر) کسی مشکل اور آڑے وقت میں ہمارے قدم نہ ڈگمگا جائیں۔

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (ہمیں کافروں کی قوم پر کامیابی عطا فرما) جو تیرے ماننے والے نہیں تیرے نبی کے مخالف اور تیرے دین کے دشمن ہیں۔ ان پر ہمیں غلبہ عطا کر۔

دعا کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے۔ ہم نے ایسے بندوں کو دنیا اور آخرت میں بدلہ دیا۔ اور آخرت کے بدلہ کے کیا کہنے۔ اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

Marfat.com

کافروں کا کہا نہ مانو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ
اے! لوگو ایمان والے اگر کہا مانو گے لوگ

كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ
کافر تو تمہیں پھیر دیں گے اوپر اُلٹے پاؤں

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ
پھر جا پڑو گے نقصان بلکہ اللہ تمہارا پروردگار

وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾
اور وہ سب سے بہتر مددگار

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ
اے ایمان والو اگر تم کافروں کا کہا مانو گے

كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ
تو وہ تمہیں اُلٹے پاؤں پھیر دیں گے

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ
پھر تم نقصان میں جا پڑو گے بلکہ اللہ تمہارا مددگار

وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾
ہے اور سب سے بہتر مددگار ہے۔

اُحد کی لڑائی میں تیر اندازوں کی وجہ سے عارضی شکست کھانے کے سبب مسلمان کچھ بددل ہو گئے تھے کافروں اور منافقوں نے اس موقع سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر الزامات اور طعنوں کی بوچھاڑ شروع کر دی کہ دیکھو اگر تم سچے ہوتے تو تمہارے اتنے مجاہد ساتھی مارے نہ جاتے۔ تم لوگ اپنے پیغمبر کی پوری پوری اطاعت نہیں کرتے۔ بلکہ مالِ غنیمت اور دنیاوی دولت کی خاطر نبیؐ کے ساتھ لگ گئے ہو۔

بعض منافقین خیر خواہی کے پردہ میں مسلمانوں کو سمجھانے لگے۔ کہ کفار سے لڑنا نادانشمندی نہیں ہے۔ کیونکہ اُن کے ہاتھوں تمہیں سخت خسارہ پہنچا ہے۔ بہتر یہ ہے۔ کہ تم آئندہ اس قسم کی دلیری نہ کرو۔ ہو سکتا تھا کہ مسلمان ان چال بازیوں اور فریب کاریوں کے باعث اسلام سے بددل ہو جاتے یا اپنی شکست کو نعوذ باللہ اسلام کی شکست سمجھتے اس لیئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کر دیا کہ دشمنوں کا فریب نہ کھاؤ وہ تمہاری عارضی شکست سے ناجائز فائدہ اٹھا کر تمہیں دوبارہ کفر کی طرف لوٹا دیں گے اگر تم ان کے چکروں میں آ جاؤ گے۔ تو کفر کے جن اندھیروں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں نکالا ہے۔ دوبارہ ان میں جا گرو گے۔ جس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں خسارے کے سوا کچھ نہیں۔

اس سے پہلی آیت میں مسلمانوں کو اللہ والوں کی راہ پر چلنے کی ترغیب دی تھی یعنی یہ کہ تکالیف و مصائب کے پیشِ نظر دین سے نہ پھر جاؤ، صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ دو، بلکہ پوری طاقت سے اللہ کی راہ میں ڈٹے رہو۔ اس آیت میں مسلمانوں کو بد باطن شریروں کا کہا ماننے سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ مسلمان ہوشیار رہیں اور اپنے نفع و نقصان کو سمجھ سکیں۔ کفار و منافقین کا کہا ماننے کی بجائے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ کی مدد کے طلب گار رہیں۔ کیونکہ وہی سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔ لہٰذا اُسی کا کہنا ماننا چاہیئے۔ اور اس کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ جسے خدا کی مدد حاصل ہو اسے دشمنانِ خدا کی مدد کی کیا ضرورت ہے۔

Marfat.com

اِسلام کا رُعب

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ
اب ہم ڈالیں گے میں دل لوگ کافر ہیبت

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ
اب ہم کافروں کے دل میں ہیبت ڈال دیں گے

بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ
اس لیئے کہ شریک ٹھہرایا اللہ جس کی نہیں اتاری اس کی

بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ
اس لیئے کہ اُنہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس کی اس نے

سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ
سند اور اُن کا ٹھکانہ دوزخ اور بُرا

سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ
کوئی سند نہیں اتاری اور اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں

مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾
ٹھکانہ ظالم

مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾
کا وُہ بُرا ٹھکانہ ہے

جنگ اُحد میں مسلمانوں کو جو نقصان پہنچا اور جس پریشانی کا اُنہیں مُنہ دیکھنا پڑا وُہ اُن کے لیئے ایک امتحان تھا اُنہیں بتایا گیا کہ تم اُس وقت تک جنت کے مستحق نہیں بن سکتے جب تک تم ضروری آزمائشوں سے نہ گزر لو اور اللہ تعالیٰ یہ معلوم نہ کر لے کہ تم میں کون اُس پر کامل ایمان رکھتا ہے اور اُس کی راہ میں جان کی بازی لگاتا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں تمہاری ایسی ہیبت اور رُعب ڈال دیں گے کہ تمہارے زخمی اور کمزور ہونے کے باوجود تم پر پلٹ کر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ لشکرِ کُفار کا سپہ سالار ابوسفیان اپنی فوج لے کر میدان سے بھاگ نکلا راستہ میں اُسے ایک مرتبہ خیال بھی آیا کہ ایک تھکی ماندی زخم خوردہ فوج کو ہم یونہی آزاد چھوڑ کر چلے آئے۔ چلو پھر واپس آ کر ان کا کام تمام کر دیں۔ لیکن اس کے دل میں حق کی ہیبت اور اسلام کا رعب اس قدر پڑ چکا تھا کہ اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی اُسے ہمت نہ ہوئی اس کے برخلاف مسلمان مجاہدین نے اُس کا "حمراء الاسد" تک پیچھا کیا اور اس کے بعد کبھی موقع نہ دیا کہ اُحد جیسا واقع پیش آئے۔

سچ تو یہ ہے کہ مشرک خواہ کتنا ہی زور لگائیں۔ اُن کا دل کمزور ہوتا ہے۔ کیونکہ وُہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت کرتے ہیں انسان میں اصل زور اللہ تعالیٰ کی امداد سے آتا ہے۔ جس سے کُفار اور مشرک محروم ہیں جب تک مسلمان صحیح مسلمان رہے کفار کے دلوں میں مُسلمانوں کا رُعب جما رہا۔ بلکہ آج بھی مسلمانوں کے تنزل کے باوجود دنیا کی تمام کافر طاقتیں اس سوئے ہوئے زخمی شیر سے ڈرتی ہیں۔ اب ضرورت صرف اس امر کی ہے۔ کہ مسلمان اپنے ایمان کی طاقتوں کو مضبوط بنائیں اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد طلب کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کریں۔ اور اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو نئے سرے سے حاصل کریں۔

سَنُلْقِیْ (اب ہم ڈال دیں گے) القی اس کا مادہ ہے اور القا مصدر ہے جس کے معنی ہیں۔ ڈال دینا خصوصاً دل میں کسی بات کا ڈالا جانا "س" کے معنی عنقریب اور جملہ سلطاناً (کوئی سند) سلطان ہمارے ہاں بادشاہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ عربی میں سند اور دلیل کے لیئے یہ لفظ آتا ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں کی آزمائش

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ
اور کر چکا سچا اللہ اپنا وعدہ جب تم قتل کرنے لگے

بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى
اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور جھگڑا ڈالا میں

الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ
کام اور تم نے نافرمانی کی سے بعد جو کچھ تمہیں دکھا چکا

مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ
جو تم چاہتے ہو تم میں سے جو چاہتا تھا دنیا اور

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ
تم میں سے جو کوئی چاہتا تھا آخرت پھر تمہیں الٹ دیا

عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ
ان سے تاکہ تمہیں آزمائے اور کر چکا معاف تمہیں اور

اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾
اللہ والا فضل پر ایمان والے

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ
اور اللہ تو تم سے اپنا وعدہ پورا کر چکا جب تم انہیں خدا

بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى
کے حکم سے قتل کرنے لگے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور کام

الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ
میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی اس کے بعد کہ تمہیں تمہاری خوشی کی چیز

مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ
دکھا چکا ، تم میں سے کوئی دنیا چاہتا تھا اور کوئی

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ
تم میں سے آخرت چاہتا تھا۔ پھر تمہیں ان پر سے الٹ دیا تاکہ تمہیں

عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ
آزمائے اور وہ تمہیں معاف کر چکا اور ایمان والوں

اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾
پر اللہ کا فضل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے میدان میں جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں سے فرما دیا تھا۔ کہ اگر تم صبر و استقلال سے کام لوگے تو تمہیں کافروں پر فتح و غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ جنگ کے شروع میں سچا کر دکھایا مسلمانوں نے اللہ کے حکم سے کفار کے کشتوں کے پشتے لگا دیے مشرک بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں کو اپنی فتح و کامرانی نظر آ گئی تو وہ مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ اس اثناء میں تیر اندازوں نے رسول اللہ کی نافرمانی کر کے فاش غلطی کی۔ جس سے خالد بن ولید نے فائدہ اٹھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔ تیر انداز آپس میں جھگڑنے لگے کسی نے کہا ہمیں یہیں ٹھہرنا چاہیئے اور کسی نے کہا اب یہاں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چل کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنا چاہیئے آخر ان کی کثیر تعداد اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت کی طرف چلی گئی۔ مشرکین نے اسی درّہ سے دفعۃً حملہ کر دیا۔ دوسری طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی ان تمام چیزوں سے مسلمانوں کے دل میں کمزوری پیدا ہو گئی جس کے نتیجہ میں یہ نامردی پیدا ہوئی۔ بعض لوگ دنیاوی مال و متاع کی خوشی میں پھسل پڑے جس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑا۔ اور کفار جو بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور خود مسلمان بھاگنے لگے۔ اس غلطی اور کوتاہی سے معاملہ اُلٹ گیا۔ اس میں بھی مسلمانوں کی آزمائش تھی تاکہ پکے اور کچے مسلمانوں میں فرق ظاہر ہو جائے۔

Marfat.com

رسولؐ کی نافرمانی کا نتیجہ

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ
جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور نہ دیکھتے تھے پیچھے پھر کر اور کسی کو

وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ
اور رسول تمہیں پکارتا تھا میں تمہارے پیچھے سے

فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى
پھر تمہیں پہنچا غم غم کے عوض تاکہ غم نہ کرو اوپر

مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
جو ہاتھ سے نکل جائے اور نہ جو کچھ پیش آجائے اور اللہ

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾
خبردار ہے ساتھ جو تم کرتے ہو

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ
جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے

وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ
اور رسول تمہیں پیچھے سے پکارتا تھا پھر

فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى
تمہیں غم پہنچا غم کے عوض میں تاکہ تم اس پر غم نہ کرو۔ جو

مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر جو کچھ پیش آجائے اور اللہ کو

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾
تمہارے کام کی خبر ہے۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ (جب تم چڑھے جاتے تھے) یہ لفظ صعود سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں اُوپر کو چڑھنا۔ یہاں اس سے غزوہ اُحد کے ایک خاص منظر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ وُہ موقع تھا جب جنگِ اُحد میں تیراندازوں کی غلطی سے فائدہ اُٹھا کر مشرکین مکّہ نے نئے سرے سے حملہ کیا اور مسلمان بھاگ کر پہاڑوں پر چلے جا رہے تھے وُہ اس افراتفری اور گھبراہٹ میں پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اس وقت بھی حضرت رسولِ اکرمؐ بدستور اپنی جگہ پر کھڑے مسلمانوں کو اس بُزدلی اور بھاگ دوڑ سے روک رہے تھے اور اپنی طرف بلا رہے تھے۔ آخر جب کعبؓ بن مالک چلائے تو اُنہوں نے سُنا اور واپس لوٹ کر حضرت رسولِ خُدا کے گرد جمع ہو گئے۔

غَمًّا بِغَمٍّ (غم کے عوض غم) یا دوسرے معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں "غم پر غم" اس جُملے میں اس حالت کی طرف اشارہ ہے جب کہ فتح کے بعد شکست کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ مسلمانوں کو ایک تو ابتدائی فتح و کامیابی کے چلے جانے کا غم تھا۔ دوسرا اپنے آدمیوں کے مارے جانے اور زخمی ہونے کا افسوس تھا اور تیسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے قتل کی غلط خبر کے مشہور ہو جانے سے انہیں غم پہنچا۔ پھر غنیمت کے ہاتھ سے نکل جانے سے بھی اُنہیں بہت نقصان برداشت کرنا پڑا اسی غم کی شدت میں آگے پیچھے کا انہیں کچھ ہوش نہ رہا حتّٰی کہ اُنہوں نے ابتدا میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی آواز بھی نہ سُنی۔

اللہ تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے۔ اور اسی کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ تیراندازوں کا ارادہ حکم عدولی کا نہ تھا۔ بلکہ وُہ اپنے زعم میں یہ سمجھتے تھے۔ کہ ہم نے رسول اللہ کے فرمان کا مقصد پُورا کر دیا ہے۔ اب جبکہ فتح حاصل ہو چکی ہے۔ ہمیں مالِ غنیمت حاصل کرنا چاہیئے۔ گویا اُنہوں نے یہ غلطی دانستہ نہیں کی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اُنہیں معاف فرما دیا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی رحمت

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ

پھر اتارا تم پر سے بعد غم پھر تم پر تنگی کے بعد امن کو اتارا

اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ

امن اونگھ ڈھانک لیا بعض تم میں سے کہ اونگھ نے تم میں سے بعضوں کو ڈھانک لیا

اس آیت میں مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے ایک اور احسان کا ذکر ہے۔ یعنی جن لوگوں کے حصہ میں شہادت کی سعادت تھی وہ شہید ہو گئے۔ جن کو چلے جانا تھا۔ وہ جا چکے اور جو میدان میں باقی رہے ان میں سے مخلص مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے غنودگی کی کیفیت طاری کر دی۔ لوگ کھڑے اونگھنے لگے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کئی مرتبہ تلوار چھوٹ کر زمین پر گری یہ اس باطنی سکون اور اطمینان کا ظاہری اثر تھا جو ایسے ہنگامہ خیز وقت میں بھی مسلمانوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے وارد ہوا۔ اس کیفیت کے بعد اُن کے دل سے دشمنوں کا تمام خوف و ہراس ختم ہو گیا۔ غنودگی کی یہ حالت عین اس وقت پیش آئی جب غازیانِ اسلام زخموں سے چور ہو رہے تھے۔ حضور کے قتل کی افواہ نے اُن کے ہوش و حواس گم کر دیئے تھے۔

یَغْشٰی (ڈھانپ لیا) غشی سے یہ لفظ بنا ہے۔ "غشاوہ" اسی سے ہے جس کے معنی پردہ کے ہیں۔ یہاں ڈھانپ لینے سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اُونگھ کی لپیٹ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر غنودگی کی کیفیت طاری کر کے ان کی ساری تھکان اور تھکاوٹ دُور کر دی اور آگاہ فرما دیا کہ خوف و ہراس اور پریشانی کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اب تم بالکل امن میں ہو پُورے اطمینان سے اپنا فرض انجام دو۔

صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے گرد جمع ہو گئے اور لڑائی کے لیے محاذ قائم کر لیا۔ اُنہوں نے جلد ہی دیکھ لیا کہ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ رہا ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عین لڑائی کے موقع پر (اُونگھ) کا طاری ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و ظفر کی علامت ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اُس نے تنگی آجانے کے بعد امن دیا شکست کے آثار ظاہر ہونے کے بعد فتح دی مغلوب ہو جانے کے امکانات کو دُور کر دیا۔ اور مسلمانوں کی تھکن کو دُور کر کے اُنہیں تازہ دم کر دیا تاکہ وہ نئی روح حاصل کر کے دشمنانِ حق کو کچل سکیں، اور ساتھ ہی مشرکین کے دلوں میں حق کی ہیبت اور اسلام کا رُعب ڈال دیا۔ جس سے مشرکین کو غالب آجانے کے باوجود بھاگتے ہی بنی۔

اگر مومن اپنے ایمان و ایقان میں ثابت قدم نکلیں، صبر و استقلال دکھلائیں۔ تو اللہ کی فتح و نصرت ہمیشہ اُن کے ساتھ رہتی ہے۔ اور دشمنانِ حق خائب خاسر ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔ میدانِ جہاد میں اصل طاقت دل کا اطمینان اور عزم و حوصلہ کی بلندی میں ہے۔

Marfat.com

مُنافقانہ وسوسے

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ
اور بعض تھے فکرمند ان کی جان خیال کرتے تھے ۔

بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ
اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں جیسے کہتے تھے

هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ
ہے ہمارے کام سے کچھ کہہ

اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ
کہ کام سب اللہ کے ہاتھ

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ
اور بعضوں کو اپنی جان کا فکر پڑ رہا تھا اللہ پر جھوٹے خیال

بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ
جاہلوں جیسے کرتے تھے کہتے تھے

هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ
کیا ہمارے ہاتھ میں بھی کچھ کام ہے تو کہہ

اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ
کہ سب کام اللہ کے ہاتھ ہے

اس آیت میں منافقین کا ذکر ہے جو بزدل اور ڈرپوک تھے جنہیں نہ اسلام کی فکر تھی۔ نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی، بلکہ انہیں اپنی جان ہر چیز سے زیادہ عزیز تھی وہ اس فکر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کہ جان کیوں کر بچائی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کفار کی فوج ہم پر دوبارہ حملہ کر دے اس فکر میں انہیں اونگھ یا نیند کیسے آسکتی تھی۔

مخلص مسلمان خطرہ کو دیکھنے کے باوجود میدان سے نہیں بھاگے تھے۔ بلکہ رسول اللہ کے ساتھ وہیں کھڑے تھے، اُن کی تھکن کو دُور کرنے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے اُن پر اونگھ طاری کر دی۔ جس سے ان کے دلوں میں سکون واطمینان پیدا ہو گیا۔ وہ تازہ دم ہو کر پھر دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔

منافقین کے دلوں میں چور تھا وہ ایمان و اسلام کی بجائے اپنی زندگی زیادہ عزیز رکھتے تھے وہ صرف اپنی زندگی بچانے کی فکر میں تھے۔ اُن پر اُونگھ کیسے طاری ہوتی ان کے دلوں میں باطل خیالات آرہے تھے۔ کہنے لگے کہ اللہ کے وعدے کہاں گئے، غیبی نصرت امداد اب کہاں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا بس اب خاتمہ ہُوا اب پیغمبر اور مسلمان اپنے گھر واپس نہیں جا سکیں گے۔ جیسے دوسری جگہ آتا ہے۔ بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمؤمنون الی اھلیھم ابدا (سورہ فتح رکوع ۲) "بلکہ تم نے یہ گمان کیا کہ رسول اور مسلمان اپنے گھروں کو کبھی بھی واپس نہیں لوٹ سکیں گے"۔

منافقین کہتے تھے کہ ہمارے اختیار میں کچھ بھی نہیں اگرچہ ظاہری طور پر منافقین کہنے میں سچے تھے۔ واقعی انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں، سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ چاہے تو بناتے چاہے تو بگاڑ دے، غالب کرے یا مغلوب، حاکم بنائے یا محکوم، لیکن منافق اس قول سے اپنے دل میں کچھ اور ہی معنی مراد لے رہے تھے۔

الجاھلیۃ (جاہلوں جیسے) اس لفظ سے قبل اسلام کی زندگی بھی مُراد لی جاتی ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں عربوں کو نہ دین کا شعور تھا نہ دنیا کا پتہ تھا۔ وہ بالکل جاہل اور اجڈ تھے۔

Marfat.com

مُنافقوں کی مُنافقت

يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ
چھپاتے ہیں اپنا جی جو نہیں ظاہر کرتے

لَكَ ط يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ
تجھ پر کہتے ہیں اگر ہوتا ہمارے لیئے سے کام

شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط
کچھ نہ ہم مارے جاتے اس جگہ

يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ
وہ اپنے جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں

لَكَ ط يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ
کرتے کہتے ہیں اگر ہمارے ہاتھ کچھ کام ہوتا

شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط
تو ہم اس جگہ مارے نہ جاتے

مسلسل ذکر ہو رہا ہے کہ غزوۂ اُحد میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کو عارضی شکست کا منہ دیکھنا پڑا اس کی وجہ تیر اندازوں کی بھول تھی۔ جس کے باعث سب کو انتہائی پریشانی اور اضطراب کا سامنا کرنا پڑا۔ جانباز مسلمان میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے۔ لیکن بزدل منافق میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے اور اس واقعہ کے بعد اپنی خفت مٹانے کے بعد انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ اللہ کی مرضی ہی ایسی تھی۔ ہم لوگوں کا اس میں کیا اختیار ہے؟ اُن کے اس قول کا اصل مطلب یہ تھا۔ کہ اس جنگ کے سلسلے میں ہماری رائے نہیں مانی گئی۔ ہم نے پیغمبر خدا کو یہ مشورہ دیا تھا کہ شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن وہ جوشیلے نوجوانوں کے کہنے پر مدینہ سے باہر لڑنے کے لیئے چلے گئے۔ اگر کچھ کام ہمارے اختیار میں ہوتا اور ہمارے مشورے پر عمل کیا جاتا تو مسلمانوں کو اس قدر نقصان کیوں اُٹھانا پڑتا۔

مَا قُتِلْنَا هٰهُنَا (تو ہم اس جگہ مارے نہ جاتے) منافق لوگ انصار کے مارے جانے کو اپنا مارا جانا قرار دیتے تھے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کے مطابق فتح اور غلبہ مسلمانوں کے لیئے ہوتا تو اتنے لوگ کیوں مارے جاتے اور ہم پر یہ مُصیبت کیوں ٹوٹتی لفظ هٰهُنَا (اس جگہ) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ منافقین نے یہ باتیں مدینہ میں کہیں کیوں کہ عبداللہ بن اُبی جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر مدینہ کو واپس چلا گیا تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ ایک منافق نے میدان جنگ میں ہی کہے تھے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ بعض منافقین بعض مصلحتوں کی بنا پر عبداللہ بن اُبی کے ساتھ واپس نہ لوٹے ہوں۔

اگرچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بھی یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر ہی جنگ کی جائے اور منافقین کا مشورہ بھی یہی تھا۔ لیکن اکثر نوجوان صحابہ کی یہ رائے تھی کہ شہر سے باہر نکل کر جنگ کی جائے پیغمبر خدا نے اس مقصد کے لیئے زرہ پہن لی اس صورت میں منافقین کو کسی طرح بھی یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ اپنے آدمیوں کو لشکرِ اسلام سے الگ کر کے واپس لوٹا لیتے۔ تمام فیصلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ چاہے تو فتح دے چاہے تو شکست دے شہر کے اندر یا باہر نکل کر لڑنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

Marfat.com

آزمائش الٰہی کا مقصود

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ
تو کہہ اگر تم ہوتے میں اپنے گھر ضرور باہر نکلتے وہ لوگ
كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ
لکھ دیا گیا جن پر قتل طرف اُن کا پڑاؤ
وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۙ وَ
اور آزمانا تھا ۔ اللہ جو کچھ ہیں دل تمہارے اور
لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
صاف کرتا تھا جو کچھ ہیں تمہارے دل اور اللہ جانتا ہے
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا
بھید دل بیشک جو لوگ ہٹ گئے
مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
تم میں سے دن لڑیں دو فوجیں سو انہیں بہکا دیا
الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا
شیطان بعض کی شامت گناہ اور چکا بخش
اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع
اللہ انہیں بیشک اللہ بخشنے والا حلیم

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ
تو کہہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو وہ ضرور باہر نکلتے
كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ
جن کے لیے اپنے پڑاؤ پر مارا جانا لکھ دیا گیا تھا اور
وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۙ وَ
جو کچھ تمہارے جی میں ہے وہ اللہ کو آزمانا تھا اور
لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
جو تمہارے دل میں ہے اسے صاف کرنا تھا اور اللہ دلوں کے
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا
بھید کو جانتا ہے تم میں سے جو لوگ ہٹ گئے جس
مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
دن دو فوجیں لڑیں سو شیطان نے انہیں بہکا
الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا
دیا ان کے گناہ کی شامت سے اور انہیں اللہ بخش
اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع ۱۶ ۷ ۷
دے گا ۔ بیشک اللہ بخشنے والا حلیم ہے

ان آیات میں منافقین کو کہا گیا ہے کہ طعن و تشنیع اور حسرت و افسوس کا کچھ فائدہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی موت کا مقام اُس کا وقت اور سبب ازل سے لکھ رکھا ہے جو ٹل نہیں سکتا، اگر تم گھروں میں بیٹھے رہتے اور بالفرض محال تمہاری ہی رائے مانی جاتی تو بھی جن کی تقدیر میں اُحد کے پڑاؤ پر مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ لوگ کسی نہ کسی طرح اپنے گھروں سے نکل کر اس مقام پر پہنچ جاتے اور وہیں مارے جاتے، یہ خدا کا احسان ہے کہ وہ لوگ جو اس جنگ میں مارے گئے۔ وہ اللہ کے راستہ میں بہادروں کی موت شہید ہوئے اس پر پچھتانے اور افسوس کرنے کا کوئی موقع نہیں۔

پھر فرمایا اس جنگ کا مقصد یہ تھا کہ مومن اور منافق سب کا امتحان لیا جائے تاکہ دونوں میں فرق ظاہر ہو جائے اور کھرا کھوٹا الگ الگ ہو جائے۔ مخلص مسلمان کامیابی کا صلہ پائیں ان کے دل وسوسوں سے پاک ہو جائیں، منافقوں کا باطن کھل جائے اور لوگوں پر ان کا نفاق ظاہر ہو جائے۔ جس طرح ایک نیکی سے دوسری نیکی کی توفیق بڑھتی ہے۔ اسی طرح ایک گناہ سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ انسان کو دوسرے گناہوں کے لیے آمادہ کرے جنگ اُحد میں شیطان نے ان کا قدم ڈگمگایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنا فضل کیا اور انہیں تباہ کن شکست سے بچا لیا!

Marfat.com

مُنافقوں کی چال

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
اے لوگو ایمان والے نہ ہو ان کی طرح

كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي
جو کافر ہوئے اور کہتے ہیں ان کے بھائی جب سفر کو نکلیں میں

الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا
زمین یا ہوں جہاد اگر رہتے ہمارے پاس

مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ
نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ ڈالے اللہ

حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ
افسوس میں اُن کا دل

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
اے ایمان والو تم ان کی طرح نہ ہو جاؤ جو کافر

كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي
ہوتے اور اپنے بھائیوں کو کہتے ہیں جب وہ سفر کو نکلیں

الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا
نکلیں یا جہاد میں ہوں اگر ہمارے پاس رہتے تو

مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ
نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ اس گمان سے

حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ
ان کے دل میں افسوس ڈالے

مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ تم منافقوں کی طرح ایسے لغو خیالات کو دل میں جگہ نہ دو کہ اگر ہم گھر میں بیٹھے رہتے تو موت نہ آتی یاد رکھو موت کی جگہ موت کا وقت ازل سے ہی مقرر ہے۔ اس میں نہ تبدیلی ہو سکتی ہے نہ یہ ٹالا جا سکتا ہے۔

اِخْوَانِهِمْ (منافق) بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اس لیئے مسلمانوں کو یہاں انہوں نے اپنا بھائی کہا ہے اور چونکہ یہ بات انہوں نے خیر خواہی کے پیرائے میں کہی ہے۔ اس لیئے لفظ اخوان استعمال کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے بھائی مسلمان باہر نکل کر خواہ مخواہ مارے گئے اگر ہمارے پاس اپنے گھروں میں ہی بیٹھے رہتے تو کیوں مارے جاتے۔

منافقین کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے دل میں حسرت و افسوس پیدا ہو کہ واقعی ہم نے غلطی کی جو بلا سوچے سمجھے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور لڑائی میں کود پڑے، منافقوں کے کہنے پر چلتے اور گھروں میں بیٹھے رہتے تو یہ مصیبت دیکھنی نہ پڑتی۔

اگرچہ یہودیوں نے مسلمانوں کے دلوں میں حسرت و افسوس پیدا کرنے کے لیئے بہت زور مارا اور ایسے ایسے کلمے منہ سے نکالے، لیکن مسلمان ایسے کچے نہ تھے جو ان کی ان باتوں میں آجاتے، ایسی لغو باتوں سے اُلٹا منافقین کا راز فاش ہو گیا اور اُن کی بدنیتی مسلمانوں پر ظاہر ہو گئی۔

لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ تاکہ اس گمان سے اللہ ان کے دلوں میں افسوس ڈالے، کے معنی بعض مفسروں نے یوں کیے ہیں کہ منافقین کی زبان اور دل پر ایسی باتیں اللہ تعالیٰ نے اس لیئے جاری کیں کہ خدا انہیں ہمیشہ اسی حسرت و افسوس کی آگ میں جلتا چھوڑ دے اور وہ آخرت میں بھی حسرت و افسوس ہی کرتے رہیں۔ اور دوسری حسرت ان کو یہ رہے کہ افسوس مسلمان ہماری مانند نہ ہوئے اور ہماری باتوں پر کسی نے کان نہ دھرا بلکہ ان میں سے بعض شہید ہوتے اور باقی فاتح و مظفر واپس لوٹے آج بھی غزوۂ اُحد کے دن کے واقعات سے بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے اس لیئے کہ ایمان و نفاق اور حق و باطل کا معرکہ ہمیشہ موجود رہے گا۔

Marfat.com

موت وحیات کا مسئلہ

وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
اور اللہ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو
بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ
دیکھتا ہے اور اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے یا
مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ
مرگئے بخشش سے اللہ اور اس کی مہربانی بہتر
مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ
اس چیز سے وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مرگئے یا مارے گئے
لَاِاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
تو البتہ آگے اللہ اکٹھے ہوں گے

وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے سب کام
بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ
دیکھتا ہے اور اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے یا
مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ
مرگئے تو اللہ کی بخشش اور اس کی مہربانی اس چیز سے بہتر
مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ
ہے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مرگئے یا مارے گئے تو
لَاِاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
البتہ تم اللہ کے آگے اکٹھے ہوگے

یہاں منافقین کے اس گمان کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر مسلمان گھروں میں رہتے تو نہ مارے جاتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مارنا اور زندہ کرنا میرے اختیار میں ہے۔ اس میں کسی کا دخل نہیں۔ میں جہاں چاہوں، جب چاہوں انسان کو موت دیتا ہوں، بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو عمر بھر سفر میں رہتے ہیں۔ لڑائیوں اور جنگوں میں جاتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں۔ لیکن انہیں موت گھر میں ہی آتی ہے۔ اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو گھر میں ہی پڑے رہتے ہیں۔ لیکن جب اُن کی موت قریب آتی ہے۔ تو وہ کسی بہانے سے گھر سے باہر نکلتے ہیں اور وہیں مارے جاتے ہیں۔ انسان کتنی تدبیریں کرے۔ کتنی ہی ترکیبیں لڑائے، ان باتوں کو نہ ٹال سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے چنانچہ منافقوں کا یہ کہنا بالکل فضول اور بے معنی ہے کہ گھر میں رہتے تو کبھی نہ مرتے۔

اللہ تعالیٰ سب کی نیت جانتا ہے وہ جو کام بھی کرتے ہیں اللہ انہیں دیکھتا ہے اُسے علم ہے کہ منافق اور کافر کس راستہ پر جارہے ہیں اور مسلمان کہاں تک اُن کا کہا ماننے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے مناسب حال بدلہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر تم میری راہ میں مرجاؤ یا مارے جاؤ تو تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ تم پر رحمتیں ہوں گی۔ اللہ کی راہ میں مرجانا اور اس کے عوض اللہ کا دیا ہوا صلہ لینا اس چیز سے کہیں بہتر ہے۔ جسے حاصل کرنے کے لیئے منافقین وکفار موت سے بچنے کے لیئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ اگر تم لوگ جہاد کے لیئے نہ نکلو اور فرض کرو کچھ دیر کے لیئے تم بچ بھی جاؤ تو کیا تم کبھی نہ مروگے۔ یا مارے نہ جاؤ گے۔ مرنا ہر حالت میں ہے۔ پھر تم سب خدا کے حضور جمع ہوگے۔ اس وقت پتہ چل جائیگا کہ جو خوش قسمت اللہ کی راہ میں مرے یا مارے گئے اُن پر اللہ تعالیٰ کی کیسی کیسی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ جس کے سامنے کفار کی دنیا کی کمائی اور جمع کی ہوئی دولت سب ہیچ ہے اور جو کفر کی موت مرے اُن پر کیا عذاب پڑتا ہے۔

Marfat.com

آنحضرت کی نرم خوئی

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ
سو کچھ رحمت سے اللہ نرم دل ہوا ان کے لیئے اور اگر

كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ
تو ہوتا تند خو سخت دل تو منتشر ہو جاتے سے

حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ
تیرے پاس سو معاف کر ان سے اور ان کے لیئے بخشش مانگ اور

شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ
ان سے مشورے میں کام پھر جب ارادہ کر چکا بھروسہ کر

عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۹﴾
پر اللہ بیشک اللہ محبت کرتا ہے توکل والوں سے

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ
سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو انہیں نرم دل ملا گیا اور

كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوا مِنْ
اگر تو تند خو سخت دل ہوتا تو تیرے پاس سے منتشر ہو

حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ
جاتے۔ سو تو انہیں معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور

شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ
کام میں ان سے مشورہ لے پھر جب تو اس کا ارادہ پکا کر چکا تو اللہ

عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۹﴾
پر بھروسہ کر۔ اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

جنگِ اُحد میں مسلمانوں سے زبردست کوتاہی ہوئی تھی اس لیئے شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دل میں ناراض ہوئے ہوں گے اور انہوں نے ارادہ کر لیا ہوگا کہ آئندہ مسلمانوں سے مشورہ لینا چھوڑ دوں گا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے لطیف پیرائے میں مسلمانوں کی سفارش کی پہلے اپنی طرف سے معافی کا اعلان کر دیا۔ کیونکہ رسولؐ کا غصہ اور رنج خالص اپنے رب کے لیئے ہی ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ کتنی بڑی رحمت ہے۔ کہ اس نے اپنے پیغمبر کو اس قدر خوش اخلاق اور نرم خو بنایا ہے۔ اگر رسول اکرمؐ تند خو یا سختی سے پیش آنے والے ہوتے تو کیا معلوم مسلمانوں سے اس معاملہ میں کیسا رویہ اختیار کرتے۔ یہ قوم آپ کے گرد جمع نہ رہ سکتی آپ مواخذہ سختی سے کرتے تو شرم و ندامت کے مارے یہ پاس بھی نہ آ سکتے۔ اس طرح یہ لوگ بہت بڑی خیر و برکت سے محروم رہ جاتے اور اسلامی جماعت کا شیرازہ بکھر جاتا۔

ان کی اصلاح کی غرض سے آپ ان کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اب اگرچہ خدا انہیں معاف کر چکا ہے۔ تاہم ان کی مزید دلجوئی کے لیے ہم سے ان کے لیئے معافی طلب کیجیئے تاکہ اُن کے ٹوٹے ہوئے دل مطمئن ہو جائیں۔ ان سے ضروری معاملات میں مشورہ لیا کریں۔ مشورہ کے بعد جب کوئی بات طے ہو جائے۔ اور ارادہ پختہ ہو جائے۔ تو خدا پر توکل کر کے اس پر سب قائم ہو جائیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حضرت علیؓ نے حضور اکرمؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ جو بات ہم کتاب و سُنّت میں نہ پائیں اس میں کیا طریقہ اختیار کریں۔ آپ نے فرمایا "سمجھ دار اور خدا پرستوں سے مشورہ کرو اور کسی اکیلے دُکیلے کی رائے پر عمل نہ کرو اس آیت اور حدیث سے باہمی مشورہ کی اہمیت ظاہر ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

نُصرتِ الٰہی

اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ ۚ وَ اِنۡ
اگر تمہاری مدد کرے گا اللہ تو نہ غالب آئے گا تم پر اور اگر

یَّخۡذُلۡکُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ
تمہاری مدد نہ کرے پھر ایسا کون جو تمہاری مدد کر سکے

بَعۡدِہٖ ؕ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾
اس کے بعد اور اوپر اللہ بھروسہ چاہیئے مسلمانوں کا

اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ ۚ وَ اِنۡ
اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہ آسکے گا اور اگر

یَّخۡذُلۡکُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ
تمہاری مدد نہ کرے تو پھر ایسا کون ہے جو اس کے بعد تمہاری

بَعۡدِہٖ ؕ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾
مدد کرے مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے

پچھلی آیت میں رسول اللہ سے فرمایا گیا تھا۔ کہ اللہ پر بھروسہ کیجیے، اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بھروسہ کے لائق اللہ ہی کی ذات ہے جو سب سے زبردست اور سب سے غالب ہے۔

جنگ اُحد میں مسلمانوں سے جو خطا اور کوتاہی ہوئی وہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی معاف فرمادی۔ اور سفارش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اُس کی مُعافی دلوا دی۔ اس کے بعد انہیں یہ نصیحت کی جاتی ہے۔ کہ اے مسلمانو! کسی کے کہنے سننے میں نہ آؤ کفار اور منافقین کے چکروں میں نہ پھنسو غلط اور گمراہ کُن خیالات ذہن میں نہ لاؤ بلکہ خُدا پر بھروسہ رکھو، اگر اس کی مدد تمہارے شامل حال رہی تو کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آسکتی۔ جس طرح بدر میں تم دیکھ چکے ہو کہ مشرکین کی تعداد تم سے تین گنا تھی۔ سامانِ حرب اور تیاری میں تمہارا ان سے کوئی مقابلہ ہی نہ تھا، لیکن اللہ کی مدد آڑے آئی۔ اور غیر متوقع حالات میں تمہیں غیر معمولی فتح نصیب ہوئی۔

یہ چیز کئی بار بیان کی جا چکی ہے کہ جنگ میں فتح و غلبہ کا انحصار نہ سپاہیوں کی تعداد پر ہوتا ہے۔ نہ سامانِ حرب کی کثرت پر بلکہ اس کے لیئے ضروری شرط اللہ تعالیٰ پر مستحکم اور مضبوط ایمان و یقین ہے اور سب سے بڑھ کر خود اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت جن سپاہیوں کو زندگی اور دنیا کی ہر متاع سے زیادہ عزیز شئے اپنا ایمان ہے۔ وہ اس کی برتری کے لیئے جان تک کی بازی لگانے میں دریغ نہ کریں۔ ان کے بازوؤں میں معمول سے کئی گنا زیادہ طاقت اور ارادوں میں کئی گنا زیادہ استحکام ہوتا ہے ایک کافر مشرک سپاہی جو محض دنیا کی متاع کے لیئے لڑتا ہے۔ وہ جان کی بازی لگانا ہرگز نہیں جانتا۔ اسے جہاں جان کا خطرہ ہوا۔ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ ایسے لوگ بزدل اور کمزور ہوتے ہیں اُن کے دل میں چور ہوتا ہے بازوؤں کی سکت جاتی رہتی ہے۔ ان کی تعداد خواہ کتنی بڑی ہو مادہ بھیڑوں کے گلے کی مانند ہی ہونگے مومنوں کا فرض ہے کہ اللہ پر توکل رکھیں اپنی پوری قوت لگا کر اور تمام کوششیں صرف کر کے اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیں۔ اور نتائج اس کے حوالے کر دیں۔

Marfat.com

نبیؐ کی شان

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ
اور نہیں کام نبی کہ چھپا رکھے اور جو کوئی

يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ
چھپائے گا وہ لائے گا جو کچھ چھپایا دن قیامت پھر

تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا
پورا پائیگا ہر نفس جو اس نے کمایا اور وہ نہ

يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ
ان پر ظلم ہوگا کیا ایک شخص جو تابع ہے مرضی اللہ

كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ
برابر اس کے کمایا غصہ سے اللہ اور اس کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ
دوزخ اور بُرا جگہ پہنچے ان کے درجے

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾
نزدیک اللہ اور اللہ دیکھنے والا جو کچھ وہ کرتے ہیں

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ
اور نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے اور جو کوئی

يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ
چھپائے گا وہ اپنا چھپائی ہوئی چیز قیامت کے دن لائے گا پھر

تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا
ہر شخص پورا پورا پائے گا۔ جو اس نے کمایا اور ان پر نہ

يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ
ظلم ہو گا کیا ایک شخص جو اللہ کی مرضی کے تابع ہے

كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ
اس کے برابر ہو سکتا ہے جس نے اللہ کا غصہ کمایا اور اس کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ
دوزخ ہے کیا ہی بری جگہ پہنچا۔ اللہ کے ہاں لوگوں کے

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾
مختلف درجے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں، اللہ دیکھتا ہے

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ (نبی کا کام نہیں کہ چھپا رکھے) غَلَّ ماضی ہے۔ يَغُلُّ مضارع ہے۔ چھپانا اُس کے معنی ہیں اس جملہ کی تشریح کئی صورتوں میں کی جا سکتی ہے۔

ایک تو یہ کہ اُحد میں غلطی کرنے والوں کو یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ جب حضرت رسول اکرمؐ نے انہیں معاف فرما دیا ہے تو اب حضورؐ کا دل ان کی طرف سے صاف ہو گیا ہے چونکہ نبی کے دل اور زبان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جو کچھ اُن کے دل میں ہوتا ہے وہی ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نبی اپنی اُمت سے کوئی نہیں چھپایا کرتے خواہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہو۔ حق و صداقت کی باتیں ہوں مالِ غنیمت ہو یا کچھ اور لہٰذا حضورؐ کے بارہ میں کبھی کوئی ایسا خیال دل میں نہ لانا چاہیئے۔

دوسری آیت میں نبی اور غیر نبی کا فرق اللہ تعالیٰ نے ایک واضح مثال کے ذریعہ بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے۔ کہ پیغمبر جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کا تابع ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی اس کی مرضی کا تابع بنانا چاہتا ہے کیا ان لوگوں جیسے کام کر سکتا ہے۔ جن پر خدا کا غضب نازل ہوا۔ اور جو دوزخ کے مستحق ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ نبی اور سب خلقت برابر نہیں طمع اور لالچ جیسے ذلیل کام نبی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کس درجہ کا مستحق ہے اور وہ سب کے کام دیکھتا ہے۔ کیا وہ ایسی پست طبیعت والوں کو نبوت کا عہدہ دے سکتا ہے ہرگز نہیں۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے خصائص

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ
تحقیق احسان اللہ اوپر ایمان والے جو بھیجا
فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا
ان میں رسول سے ان میں سے پڑھتا ہے
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
اُن پر اس کی آیتیں اور انہیں پاک کرتا ہے اور سکھاتا ہے
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ
کتاب اور دانائی کی بات اور وہ تھے سے
قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾
پہلے ہیں گمراہی صریح

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ
اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جو انہیں میں
فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا
سے ان میں رسول بھیجا وہ ان پر اس کی
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ
کتاب اور دانائی کی بات سکھاتا ہے اور وہ تو اس سے
قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾
پہلے صریح گمراہی میں تھے

النصف

مَنَّ (احسان کیا) مَنَ ماضی یَمُنُّ مضارع ہے اِمتنان۔ منّت۔ ممنون وغیرہ الفاظ اسی سے نکلے ہیں اور اُردو میں عام استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ ایک واحد مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی احسان جتلایا ہے۔ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ کہ اس نے ان میں انہی کی طرح کے ایک انسان رسول بنا کر بھیجے۔ جس کے پاس بیٹھنا جس سے بات چیت کرنا اس سے کلام الٰہی کو سمجھنا اور ہر قسم کی برکتوں سے فائدہ اٹھانا آسان ہے اس رسولؐ کے حالات، اخلاق، امانت، دیانت، پاک بازی اور خدا ترسی انہیں خوب معلوم ہے۔ اپنی ہی قوم اور کنبے کے آدمی سے جب معجزے ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں تو ان پر ایمان لے آنا آسان ہے اگر کوئی جن یا فرشتہ رسول بن کر آتا تو اس کے معجزے دیکھ کر لوگ یہ بہانہ کر سکتے تھے۔ کہ یہ ہماری جنس سے نہیں اس لیئے اس کے اخلاق و اعمال ہمارے لیئے ناقابل تقلید ہیں۔ لہٰذا اس نے انسان رسول بھیجا۔ جو خوش اخلاق، رحم دل، نرم خو اور شفیق ہے جس سے وہ بے تکلف فیض حاصل کر سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار بنیادی خوبیاں عطا کی ہیں۔ اُن کا ذکر سورۃ بقر میں بھی گزر چکا ہے۔

۱۔ حضور اکرمؐ اللہ کی آیات پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہیں جنکے ظاہری معنی عرب کے لوگ اہل زبان ہونیکی وجہ سے بڑی آسانی سے سمجھ لیتے تھے۔

۲۔ وہ لوگوں کو شرک، بُت پرستی، بدکاری اور گناہوں سے پاک کرتے ہیں ان کی گندگیوں کو دُور کر کے دلوں کو صاف کرتے ہیں۔

۳۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم دیتے ہیں جہاں جہاں سمجھنے میں کچھ مشکل پیش آئے وہاں شبہات دُور کر کے واضح کرتے ہیں۔

۴۔ وہ لوگوں کو حکمت کی تعلیم دیتے ہیں تہہ تک پہنچنا سکھاتے ہیں۔ قرآن مجید کے اسرار و رموز اور گہری باتیں سمجھاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم و محبت سے اس عرب قوم کو ساری دنیا کا ہادی اور معلّم بنا دیا۔ جو صدیوں سے جہالت اور گمراہی میں ڈوبی ہوئی تھی جسے دنیا کی کوئی خوبی اور کمال حاصل نہ تھا۔

Marfat.com

ابتلا کا شکوہ

أَوَلَمَّآ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم
کیا اور جبوقت تمہیں پہنچی تکلیف تم پہنچا چکے ہو

أَوَلَمَّآ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم
کیا جس وقت تمہیں ایک تکلیف پہنچی کہ تم اس سے

مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ
اس سے دوچند کہتے ہو کہاں سے یہ تو کہہ وہ

مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ
دوچند پہنچا چکے ہو تو کہتے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہہ یہ تکلیف

مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ
سے طرف تمہارے نفس بیشک اللہ اوپر ہر

مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ
تمہیں تمہاری ہی طرف سے پہنچی بیشک اللہ ہر چیز

شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾
چیز قادر

شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾
پر قادر ہے

بہت پہلے سے جنگ اُحد کا واقعہ بیان کیا جا رہا تھا اس کی ضروری تفصیل ذکر کر دی گئی۔ پھر اس کوتاہی کا ذکر کیا گیا جو اس جنگ میں مسلمانوں سے سرزد ہوئی۔ اس کے بعد عفو درگذر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تیر اندازوں کو بھی معاف فرما دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی معافی دلائی۔ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وفضائل، آپ کے وجود کی برکتیں اور آپ کی خصوصیات بیان کی گئیں۔ مسلمانوں سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ اس نبی کا تم میں پیدا ہونا تم پر اللہ کا ایک بہت بڑا احسان ہے تم اس کی قدر پہچانو اور اس نعمت کا شکر ادا کرو اب پھر اُحد کا قصہ زیر بحث لایا جاتا ہے۔

مسلمانوں سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ جنگِ اُحد میں تمہیں جو تکلیف اور نقصان اُٹھانا پڑا کیا تم کو اس پر تعجب ہے اور یہ پوچھتے ہو کہ یہ مُصیبت کہاں سے آگئی۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم تو مسلمان تھے۔ اللہ کی راہ میں حق کے دشمنوں سے لڑنے کے لیئے نکلے تھے۔ اللہ تعالیٰ امداد کا وعدہ بھی فرما چکا تھا۔ پھر یہ مصیبت ہم پر کیونکر اور کدھر سے نازل ہوئی۔ ایسا کہتے وقت تمہیں سوچنا چاہیئے کہ جس قدر تکلیف تمہیں پہنچی اس سے دُگنی تکلیف اس سے قبل تمہارے دشمنوں کو پہنچ چکی ہے۔ اُحد میں تمہارے ستر آدمی شہید ہوئے اور جنت کے وارث بنے۔ بدر میں ان کے ستر آدمی مارے گئے۔ اور دوزخ میں جھونکے گئے ساتھ ہی اُن کے ستر آدمی تمہارے ہاتھ قید ہوئے جن پر تمہیں پُورا اختیار تھا۔ اگر تم چاہتے تو قتل بھی کر سکتے تھے۔ پھر بدر کے علاوہ جنگِ اُحد میں بھی پہلے پہلے ان کے بیس سے زیادہ آدمی قتل ہو چکے ہیں اگر یہاں تمہارا نقصان ہوا۔ تو ادھر دیکھو انہیں بدر میں تباہ کُن شکست مل چکی ہے۔ اور اُحد میں بھی جب تم پوری دل بستگی سے لڑے تو ان کے چھکے چھوٹ گئے اور بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔

اگر غور کرو تو تم خود ہی اُس مُصیبت کا سبب بنے۔ اوّل تم نے جوش میں آکر مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے پر اصرار کیا دوسرے تیر اندازوں نے رسولؐ کی حکم عدولی کر کے مورچہ چھوڑ دیا۔ اب تعجب کا کیا موقع ہے۔ اب مصیبت اور شکست کا سبب تم خود ہی بنے تھے ورنہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ چاہتا تو تمہیں اس امتحان میں نہ ڈالتا بیشک اُسے پُورا اقتدار حاصل ہے۔

Marfat.com

آزمائش کا مقصود

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ
اور جو کچھ تمہیں پیش آیا دن جب ملیں دو فوجیں سو حکم سے
اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ
اللہ اور اسلئے کہ معلوم کرے ایمان والے اور تاکہ معلوم کرلے
الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا
جو منافق اور کہا گیا اُن سے آؤ لڑو
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ
میں راہ اللہ یا دفع کرو

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ
اور جو کچھ تمہیں پیش آیا اس دن جب دو فوجیں ملیں سو اللہ
اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ
کے حکم سے تاکہ ایمان والوں کو معلوم کرلے اور تاکہ انہیں
الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا
معلوم کرلے جو منافق تھے اور انہیں کہا گیا کہ آؤ اللہ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ
کی راہ میں لڑو یا دشمن کو دفع کرو

یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (جس دن دو فوجیں ملیں) غزوۂ احد کی طرف اشارہ ہے۔ جس دن اسلام اور کفر کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ اور آپس میں ان کی مڈبھیڑ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اسے تمام کائنات پر مکمل اقتدار و اختیار حاصل ہے، فتح و شکست اسی کے ہاتھ میں ہے جنگِ اُحد میں جب مسلمان مجاہدوں اور مشرکین مکہ کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی اور مسلمانوں کو عارضی پسپائی ہوئی۔ مسلمان اس لیئے مغلوب ہوئے کہ خود مسلمانوں کے عمل سے صورتِ حال ایسی پیدا ہوگئی تھی کہ انہیں مکمل غلبہ عطا کرنا مشیت الٰہی کے خلاف تھا۔ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا۔ اور جس کا سبب خود مسلمان تھے۔ مقصود یہ تھا کہ ایک طرف تو مسلمانوں کے ایمان اور خلوص کا پتہ چل جائے اور دوسری جانب منافقوں کا نفاق ظاہر ہو جائے اور کھرے کھوٹے میں پوری تمیز ہو جائے۔

جنگ شروع ہونے سے پہلے جب منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر واپس جانے لگا تو اسے کہا گیا کہ عین موقع پر کہاں بھاگتے ہو۔ آؤ اگر مسلمانی کے دعوے میں سچے ہو تو اللہ کی راہ میں لڑو۔ ورنہ کم از کم دشمن کو روکنے اور دفع کرنے میں ہی حصہ لو۔ یعنی مجمع میں شریک رہو تاکہ ہماری فوج کی کثرت کا رعب دشمن کے دل پر پڑے اور اگر خدا کی راہ میں دین اسلام کی خاطر نہیں لڑتے تو کم از کم جذبہ وطن خدمتِ قوم یا اپنے مال اولاد کی حفاظت کے لیئے ہی دشمن کو روکنے میں مدد دو۔ کیونکہ اگر دشمن کو فتح نصیب ہوگئی تو وہ سب سے انتقام لے گا اور کسی کو نہ چھوڑے گا۔ غرض ہر طرح سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی گئی اور تمام باتیں کھول کر روشن کر دی گئیں۔ لیکن منافقین نہ مانے اور ان کے دل کا کھوٹ ظاہر ہو گیا۔

عبداللہ بن اُبی اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس لوٹ آیا۔ اور مسلمان جنگ کے لیئے آگے بڑھ گئے وہاں جو کچھ پیش آیا وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ عبداللہ بن اُبی نے ان تمام نصیحتوں پر جو منافقانہ جواب دیا۔ وہ ہم اگلے سبق میں بیان کریں گے انشاء اللہ!

Marfat.com

مُنافقوں کی حیلہ سازی

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ
بولے اگر ہمیں معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں وُہ

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ
بولے اگر ہم کو لڑائی معلوم ہو تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں وُہ

لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ
کفر کے اس دن قریب بہ نسبت ایمان کے

لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ
لوگ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر کے زیادہ قریب ہیں اپنے

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ
کہتے ہیں اپنے مُنہ سے جو نہیں ہیں ان کے دل

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ
مُنہ سے وُہ کہتے ہیں۔ جو ان کے دل ہیں نہیں

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۚ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ
اور اللہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں وہ لوگ جو

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۚ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ
اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں وُہ لوگ ہیں

قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا
کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے اور خود بیٹھ رہے ہیں اگر وُہ ہماری مانتے

قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا
جو اپنے بھائیوں کو کہتے ہیں اور آپ بیٹھ رہے ہیں اگر

مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ
مارے جاتے تو کہہ اب ہٹا دو اُوپر اپنے سے

مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ
وُہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے تو کہہ اب ہٹا دیجیو

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾
موت اگر تم سچے ہو

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾
اپنے اُوپر سے موت کو اگر تم سچے ہو

میدان جنگ میں سب سے بڑی مدد اور قوت اس بات میں سمجھی گئی ہے کہ لڑنے والوں کو پیچھے سے کمک پہنچے یا انہیں آس ہو کہ ان کے ساتھی اور حمایتی ان کی پشت پر ہیں۔ اور مدد کو آیا ہی چاہتے ہیں اس کے برعکس وُہ سپاہی حد درجہ پریشان خیال اور پژمردہ رہتے ہیں جن کے اپنے ساتھی ساتھ چھوڑ جائیں۔ اور اُنہیں کسی مدد کی توقع نہ رہے۔

عبداللہ بن اُبی نے مسلمان مجاہدوں سے یہی رویہ اختیار کیا۔ یعنی اس وقت جب دشمن سامنے تھا اور اسلام اور کفر کی ٹکر ہونے کو تھی وُہ اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس چلا آیا جب اس سلسلہ میں اسے سمجھایا بجھایا گیا تو جواب میں یہ کہا کہ لڑائی تو ہوتی نظر نہیں آتی اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ لڑائی سچ مچ ہونے والی ہے۔ تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے اب بھی جب دیکھیں گے کہ لڑائی شروع ہو گئی ہے تو تمہارے ساتھ آئیں گے۔ ان الفاظ سے اس کا ایک مدعا یہ بھی تھا۔ کہ اگر مقابلہ صحیح معنوں میں ہوتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ رہتے بھلا یہ بھی کوئی مقابلہ ہے۔ کہ ایک طرف کفار و مشرکین کا تین ہزار کا لشکر ہے اور دوسروں طرف تمہارا صرف ایک ہزار کا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ تمہارے پاس کوئی ساز و سامان بھی نہیں یہ لڑائی نہیں بلکہ اپنے آپ کو خواہ مخواہ ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اس کے بیان کے دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر ہم جنگ کرنا جانتے یا فن لڑائی کے قاعدوں سے واقف ہوتے تو ضرور تمہارے ساتھ رہتے گویا دل میں انہوں نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تم ہمارے مشورے پر نہیں چلے، اوروں کی رائے پر عمل کیا ہے گویا ہمیں لڑائی کے قاعدوں سے ناواقف سمجھا گیا ہے۔ ان لوگوں نے اس حرکت سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور کافروں کو تقویت پہنچائی۔ انصار مدینہ کو کہنے لگے کہ ہماری بات مان کر گھر میں بیٹھے رہتے تو یوں مارے نہ جاتے اللہ تعالیٰ نے اُن سے یہ کہا کہ اگر گھر میں بیٹھے رہنے سے بھی موت سے بچ نہیں سکتے تو پھر بہادروں کی طرح میدان میں نکل کر اسے کیوں نہ قبول کیا جائے۔

Marfat.com

شہدا زندہ ہیں

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اور نہ تو سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے ہیں راہ اللہ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے گئے

اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾
مُردے بلکہ وُہ زندہ ہیں پاس ان کا رب کھاتے پیتے

اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾
مردہ نہ سمجھو بلکہ وُہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ
خوشی کرتے ہیں اس پر جو انہیں دیا اللہ سے اس کا فضل اور

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ
اس پر خوشی کرتے ہیں۔ جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ
خوش ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو نہیں پہنچے اُن کے پاس

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ
دیا اور انکی طرف سے خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچے

مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
سے ان کے پیچھے اس واسطے کہ نہ ڈر ان پر اور نہ انہیں

مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
ان کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ان کو ڈر ہے اور نہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ
غم خوش ہوتے ہیں نعمت سے اللہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ
انہیں غم ہے اللہ کی نعمت اور فضل سے خوش ہوتے ہیں

وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
اور فضل اور اس لیئے کہ اللہ نہیں ضائع کرتا بدلہ

وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
اس واسطے کہ اللہ ایمان والوں کا بدلہ ضائع

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ج ع
ایمان والے

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ج ع
نہیں کرتا

یہ ایک حقیقت ہے کہ گھر بیٹھے رہنے سے انسان کو موت سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ البتہ انسان اس موت سے محروم رہ جاتا ہے جسے موت کی بجائے حیاتِ جاودانی کہنا چاہیے، جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں وُہ شہید ہیں اور انہیں ایک خاص طرح کی زندگی نصیب ہوتی ہے جو دوسروں کو نہیں ملتی، شہید جنّت میں خوش و خرم ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل و رحمت سے شہادت کی دولت عطا فرمائی ان پر اپنی بڑی بڑی نعمتیں نازل فرمائے گا اور اپنے فضل سے ان پر انعامات کی بارش کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی شہیدوں کے لیئے اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے تھے۔ وُہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی محنت اور سعی جہاد ضائع نہیں کرتا بلکہ وہم و خیال سے بھی بڑھ کر بدلہ دیتا ہے۔

شہید نہ صرف اپنی حالت پر خوش ہوں گے۔ بلکہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کا خیال کر کے بھی خوش ہوں گے۔ جنہیں وُہ اپنے پیچھے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے چھوڑ آئے تھے۔ کہ وُہ بھی اگر ہماری طرح اللہ کی راہ میں مارے گئے یا ایمان اور اسلام پر ان کا خاتمہ ہوا تو وُہ بھی پُر لطف اور پُر سکون زندگی حاصل کریں گے۔ ان لوگوں کو نہ اپنے آگے کا ڈر ہوگا۔ نہ پیچھے کا غم بلکہ بڑے اطمینان سے سیدھے اللہ کی رحمت میں داخل ہو جائینگے

Marfat.com

ہیبت کی بجائے ایمان

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ
جو لوگ حکم مانا اللہ کا اور رسول سے بعد

مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ
کہ انہیں پہنچے زخم جو لوگ نیک ان میں

وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ
اور پرہیزگار ثواب بڑا جو لوگ کہا ان سے

النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ
لوگ ہیں کہ انسان جمع کیا ہے تمہارے لیئے

فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا
پس تم ان سے ڈرو تو ان کا زیادہ ہوا ایمان اور بولے

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾
ہمیں کافی ہے اللہ اور اچھا کارساز

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ
جن لوگوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا اس کے بعد

مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ ع
کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے جو ان میں سے نیک اور پرہیزگار

وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ
ہیں اُن کو بڑا ثواب ہے جنہیں لوگوں نے کہا کہ

النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ
آدمیوں نے تمہارے مقابلہ کا سامان جمع کیا ہے سو تم

فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا
اُن سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا اور بولے

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾
ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا خوب کارساز ہے۔

ان آیات کے شان نزول میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

جنگِ اُحد میں جب مسلمانوں پر اونگھ طاری ہو گئی اور وُہ تازہ دم ہو کر دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے سخت گھمسان کا رن پڑا اور مشرکین مکہ شکست کھا کر بھاگے۔ ابُوسفیان کفار کے اس لشکر کا سردار تھا۔ مکہ کو واپس جاتے ہوئے۔ راستہ میں رُکا اور دل میں سوچنے لگا کہ ہم نے بڑی غلطی کی جو یونہی شکست خوردہ اور زخم کھائے ہوئے مسلمانوں کو چھوڑ کر چلے آئے بہتر تھا کہ آج انہیں ختم ہی کر دیا جاتا۔ آپس میں اُن کے مشورے ہونے لگے کہ پھر مدینہ چل کر مسلمانوں کا کام تمام کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کہ ابوسفیان دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو آپ نے مدینہ میں اعلان فرما دیا کہ جو لوگ کل اُحد کے میدان میں ہمارے ساتھ لڑائی میں شریک تھے آج دشمن کا پیچھا کرنے کے لیئے تیار ہو جائیں۔

مُسلمان مجاہد میدانِ جنگ میں شدید زخم کھا چکے تھے۔ وُہ زخموں سے چُور ہو رہے تھے۔ بظاہر اب اُن میں مقابلہ کی کوئی طاقت نہ تھی۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار سُن کر وُہ فوراً تیار ہو گئے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہی نیک بندوں کا ذکر فرمایا ہے۔

زخم کھا کر بھی اسلام کے مجاہد شکستہ خاطر نہ ہوئے۔ اللہ کے رسول کی پکار پر فوراً تیار ہو گئے۔ ان میں نیکوکار اور پرہیزگار لوگوں کے لیئے بڑا اجر ہے۔

Marfat.com

اللہ کا فضل

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ
پھر چلے آئے احسان سے اللہ اور فضل

لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ
نہ انہیں پہنچی برائی اور تابع ہوئے مرضی

اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾
اللہ اور اللہ والا فضل بڑا

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ
پھر مسلمان اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ چلے

لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ
آئے انہیں کچھ برائی نہ پہنچی وہ اللہ کی مرضی کے تابع

اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾
ہوئے اور اللہ کا فضل بڑا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کا ایک لشکر لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں حمراء الاسد" کے مقام تک پہنچے یہ جگہ مدینہ سے آٹھ میل ہے جب ابوسفیان نے یہ سُنا کہ مسلمان اس کا پیچھا کرتے چلے آرہے ہیں تو اس کے دل میں سخت وحشت طاری ہوئی۔ حملے کا ارادہ چھوڑ کر مکہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ اتفاق سے عبدالقیس کا ایک تجارتی قافلہ مدینہ کو جارہا تھا۔ ابوسفیان نے خفت مٹانے کے لیے ان لوگوں کو کچھ لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر ایسی خبریں شائع کریں جنہیں سُن کر مسلمانوں پر ہمارا رُعب طاری ہو جائے۔ اور وہ خوف زدہ ہو جائیں۔ اس قافلہ کے لوگوں نے مدینہ پہنچ کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ مکہ والوں نے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیئے بڑا بھاری لشکر تیار کیا ہے۔ یہ سُن کر مسلمانوں کے دلوں میں خوف کی جگہ جوش ایمان اور زیادہ بڑھ گیا اور کُفار کے لشکر کا حال سُن کر کہنے لگے کہ ساری دُنیا کے مقابلے میں اکیلا خُدا ہم کو کافی ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کے انہیں جذبات اور اُن کے اجر و ثواب کا ذکر ہے۔

ان آیات کے شان نزول کے سلسلے میں ایک اور روایت بھی ہے۔ . . وہ یہ کہ جنگ اُحد ختم ہونے پر ابوسفیان نے اعلان کیا تھا کہ اگلے سال بدر کے مقام پر پھر لڑائی ہو گی، تم لوگ تیار رہنا۔ حضورؐ نے یہ چیلنج قبول کر لیا جب اگلا سال آیا تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ جہاد کے لیئے نکلو۔

ادھر سے ابُوسفیان فوج لے کر مکہ سے نکلا، تھوڑی دُور ہی گیا تھا کہ حوصلہ ہار بیٹھا، اور مسلمانوں کی تیاری سُن کر اُس پر رعب چھا گیا چنانچہ اُس نے چاہا کہ مکہ واپس چلا جائے اور قحط سالی کا بہانہ کر دے۔ لیکن بات بھی ایسی کہی جائے کہ الزام مسلمانوں پر ہی رہے۔ اتفاق سے ایک شخص مدینہ کی طرف جارہا تھا۔ ابوسفیان نے اُسے کچھ لالچ دیا اور اس سے کہا کہ مدینہ جا کر ایسی خبریں مشہور کر دو۔ جنہیں سُن کر مسلمان ڈر جائیں اور جنگ کے لیئے نہ نکلیں۔ یہ شخص مدینہ پہنچا اور خبر مشہور کرنے لگا کہ مکہ والوں نے بڑی بھاری فوج اکٹھی کی ہے اُن کے خلاف لڑنا مسلمانوں کے حق میں بہتر نہیں ہو گا۔ لیکن مسلمانوں کے اِرادوں میں اللہ تعالیٰ نے مضبوطی بھر دی انہوں نے کہا کہ ہمارے لیئے اللہ کافی ہے۔ آخر مُسلمان وعدہ کے مُطابق بدر کے میدان میں پہنچے وہاں بہت بھاری بازار لگا کرتا تھا۔ کُفار لڑائی کے لیئے نہیں پہنچے تھے۔ اس لیئے مسلمان وہاں تین روز رہ کر تجارت کر کے خوب نفع کما کر مدینہ واپس آئے۔

Marfat.com

شیطان کا ڈراوا

إِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهٗ فَلَا
یہ جو ہے شیطان ڈراتا ہے اس کے دوست سو نہ

إِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهٗ فَلَا
یہ شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم

تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۷۵﴾
تم ڈرو اُن سے اور مجھ سے ڈرو اگر رکھتے ہو ایمان

تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۷۵﴾
اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ
اور نہ تجھے ڈالیں غم میں جو دوڑتے ہیں میں کفر

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ
اور تجھے وہ لوگ غم میں نہ ڈالیں۔ جو کفر کی طرف دوڑتے ہیں

إِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللّٰهُ
وہ نہیں بگاڑیں گے اللہ کچھ چاہتا ہے اللہ

إِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللّٰهُ
وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اللہ چاہتا ہے

أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۚ
کہ نہ دے اُنہیں فائدہ میں آخرت

أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۚ
کہ ان کو فائدہ نہ دے آخرت میں

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۶﴾
اور اُن کے لیے بڑا عذاب

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۶﴾
اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔

یُخَوِّفُ (ڈراتا ہے) خوف سے بنا ہے۔ یعنی مستقبل کا ڈر اور فکر شیطانی وسوسے ہمیشہ انسان کو مستقبل کے بارہ میں پریشان اور فکر مند کرتے ہیں۔ اس سبق میں تَخَافُوهُمْ اور خَافُونِ کے لفظ اسی مادہ سے بنے ہیں۔

أَوْلِيَآءَهٗ (اپنے دوست) اس کا واحد ولی ہے جس کے معنی درست حمایتی اور مددگار کے ہوتے ہیں انہی معنوں کی مناسبت سے نیک بندوں کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔

يُسَارِعُونَ (دوڑتے ہیں) سُرعت سریع وغیرہ لفظ اس ایک ہی مادہ سے بنے ہیں۔ لفظی معنی تیزی کے ہیں۔ یعنی جلدی کرتے ہیں۔ مراد ہے۔ تیز دوڑتے اور بھاگتے ہیں۔

حَظًّا (کوئی فائدہ) حظ کے معنی لذت۔ فائدہ اور حصہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ جو آدمی تمہارے دشمنوں کے بارے میں غلط خبریں پھیلا کر تم پر رُعب ڈالنا چاہتا ہے وہ شیطان ہے اور شیطان کا بھکایا ہوا ہے۔ اس کی غرض یہ ہے کہ اُن کا رعب تم پر بٹھا کر تم کو خوف زدہ کر دے۔ سو تم اگر ایمان رکھتے ہو اور تم ایمان ضرور رکھتے ہو) اس سے نہ ڈرو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم شیطان سے نہ ڈرنے کا ثبوت عملی طور پر دے چکے ہو لہٰذا ان شیطانوں سے بالکل نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو۔ منافق لوگ اس کی باتوں میں آکر کفر کی طرف دوڑتے ہیں تم ان منافقوں کی حرکتوں کو دیکھ کر غم نہ کھاؤ اور فکر مند نہ ہو۔ یہ نہ تو پیغمبر کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ اللہ کے دین کو کوئی ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ سراسر اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے نفاق کے بدلے انہیں انتہائی ناکامی دے گا اور آخرت میں انہیں بہت سخت سزا ملے گی۔

Marfat.com

ایمان کے بدلے کفر

اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ
بیشک لوگ مول لیا کفر ایمان کے بدلے نہ

یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ؕ وَ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۷﴾
بگاڑیں گے اللہ کچھ اور ان کے لیے عذاب دردناک

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ
اور نہ سمجھیں لوگ کافر کہ ہم مہلت دیتے ہیں

لَہُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِہِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَہُمْ
انہیں بھلا اُن کے لیے بیشک ہم مہلت دیتے ہیں انہیں

لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَ لَہُمْ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾
تاکہ ترقی کریں گناہ اور ان کے لیے عذاب خوار کرنے والا

اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ
جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا

یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ؕ وَ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۷﴾
اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ
اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں مہلت دیتے ہیں

لَہُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِہِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَہُمْ
ان کے حق میں کچھ بھلا ہے ہم تو انہیں اس لیے مہلت دیتے ہیں

لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَ لَہُمْ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾
تاکہ وہ گناہ میں ترقی کریں اور ان کے لیے خوار کرنے والا عذاب ہے

اشْتَرَوْا (انہوں نے مول لیا) اِشْتِرَاءٌ اُس کا مصدر ہے۔ اس کے معنی خریدنا اور فروخت کرنا دونوں ہیں۔ یہاں خریدنے اور مول لینے کے معنوں میں آیا ہے۔ یعنی انہوں نے ایمان و یقین کو چھوڑ کر کفر و انکار اختیار کر لیا ہے۔ ایمان کے بدلے وہ کفر کی زندگی اختیار کر رہے ہیں۔

مُہِیْنٌ (خوار کرنے والا) لفظ "اھانت" بھی اس مادہ سے ہے جس کے معنی ذلت و خواری اور بے عزتی کے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر مومن مسلمان کو اس قسم کے عذاب سے بچائے۔

ان آیات سے پہلے شیاطین کا ذکر تھا کہ وہ اپنی خوفناک تدبیروں سے اہل ایمان کو ڈرانے کی ترکیبیں نکالتے ہیں لیکن اہل حق پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی کا خوف دل میں نہ لائیں۔ شیاطین ایمان و اسلام کو چھوڑ کر کفر و سرکشی کی طرف دوڑتے ہیں اُن کی یہ کوششیں اللہ کا کچھ نقصان نہ کر سکیں گی۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اب پھر یہی ارشاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر اختیار کر لیا ہے۔

ایسا کرنے سے یہ اللہ کا۔ اُس کے نبی کا یا اُس کے دین کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اُلٹے دردناک عذاب میں گرفتار ہونگے انہیں اگر کچھ ڈھیل مل گئی ہے تو اُس پر نازاں نہ ہوں سزا کی مہلت اُن کے حق میں بہتر نہیں۔ بلکہ اُس کے گناہوں میں اور اضافہ ہوگا۔ اور رسوا کن عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

Marfat.com

حکمتِ خداوندی

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ
نہیں ہے اللہ کہ چھوڑ دے مسلمان اوپر جو تم ہو

عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ
جس پر جب تک کہ جدا نہ کر دے ناپاک سے پاک

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ
اور نہیں ہے اللہ کہ تمہیں خبر دے اوپر غیب لیکن

اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا
اللہ چن لیتا ہے سے اس کے رسول جسے چاہے سو تم یقین لاؤ

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا
اللہ پر اور اس کے رسول اور اگر تم یقین پر ہو اور پرہیزگاری پر

فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾
تو تمہارے لیے اجر بڑا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ
اللہ وہ نہیں کہ مسلمانوں کو اس حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو

عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ
جب تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کر دے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ
اور اللہ نہیں ہے کہ تمہیں غیب کی خبر دے لیکن

اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا
اپنے رسولوں میں جسے چاہے چن لیتا ہے سو تم

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا
یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین اور پرہیزگاری پر ہو

فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾
تو تمہیں بڑا ثواب ہے۔

پچھلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا کہ کفار کو جو خوشحالی کی اور مہلت دی گئی ہے یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہیں۔ اب یہ بتایا گیا ہے۔ کہ یہ بھی صحیح نہیں کہ چونکہ مسلمانوں کو مصیبتیں اور ناخوشگوار حادثے پیش آئے ہیں اس لیے وہ اللہ کے نزدیک مغضوب ہیں اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہمیشہ اس حالت پر نہیں رکھنا چاہتا جس پر وہ اب تک رہے یعنی بہت سے کافر مسلمانی کے لبادہ میں منافقت کا کھیل کھیلتے رہے زبان سے کلمہ پڑھ کر دل سے کفر پر ڈٹے رہے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیئے ان میں ملے جلے رہے بلکہ مسلمانوں کو منافقوں کے دھوکہ سے بچانے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کیے جن سے کھرے اور کھوٹے میں اور پاک اور ناپاک میں تمیز ہو جائے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ کے لیئے یہ بہت آسان بات تھی کہ تمام مسلمانوں کو امتحان میں ڈالے بغیر منافقوں کے نام بتا دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے مطابق یہ بات مناسب نہیں کہ تمام لوگوں کو اس طرح کی غیب کی باتیں بتا دے البتہ اس کام کے لیئے وہ انسانوں میں سے نبی چن لیتا ہے اور غیب کا جتنا علم انہیں دینا چاہے دے دیتا ہے۔

اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ تمام لوگوں کو براہِ راست غیب کی باتیں نہیں بتائی جاتیں بلکہ صرف انبیاء کو ہی بتائی جاتی ہیں۔ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر یقین رکھو اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرو۔ اگر یہ کر لیا تو سمجھو کہ سب کچھ حاصل کر لیا تم لوگوں کو بہت بڑا ثواب ملے گا۔

Marfat.com

بخل کا انجام

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ
اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس پر جو انہیں دی

اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ بَلْ هُوَ
اللہ سے اس کا فضل کہ یہ بہتر ان کے لیے ہے بلکہ یہ

شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ
برا ان کے حق میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا وہ بخل کیا تھا جس میں دن

الْقِيَامَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ
قیامت اور اللہ وارث آسمان اور زمین

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٨٠﴾
اور اللہ جو تم کرتے ہو جانتا ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ
اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں۔ جو اللہ نے انہیں

اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ بَلْ هُوَ
اپنے فضل سے دی یہ خیال نہ کریں کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے

شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ
بلکہ یہ ان کے لیے بہت برا ہے ان کے گلوں میں وہ مال طوق بنا کر ڈالا جائے گا

الْقِيَامَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ
جس میں بخل کیا تھا۔ قیامت کے دن اور اللہ آسمان و زمین کا وارث

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٨٠﴾
اور جو تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

سورۃ آل عمران کا ابتدائی حصہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے حالات سے تعلق تھا درمیان میں منافقین کی حالت بیان کرنے کے لیے جنگ احد کا واقعہ ذکر کیا گیا اب یہاں سے پھر اہل کتاب کا ذکر شروع کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہودی مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچانے کا سبب بنتے تھے اور منافقین بھی زیادہ تر انہی میں سے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہودیوں میں سے جو منافقین جہاد کے موقعہ سے بھاگتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بھی جی چراتے ہیں لیکن جس طرح جہاد سے پہلو بچا کر دنیا میں چند روز کی مہلت حاصل کر لینا اُن کے حق میں کچھ بہتر نہیں، ایسے ہی بخل کر کے مال ذخیرہ کر لینا بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ قیامت کے دن اُن کا یہ جمع کیا ہوا مال عذاب کی صورت میں ان کے گلے کا ہار بن کر رہے گا۔

اس سے مسلمانوں کو بھی تنبیہ کر دی گئی کہ زکوٰۃ دینے اور دین کی راہ میں ضروری مصارف پورے کرنے سے جی نہ چرائیں ورنہ جو شخص بخل کر کے منافقوں والی روش اختیار کرے گا۔ اسے بھی ایسی ہی سزا ملے گی۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے ان کا مال خوف ناک اژدہے کی صورت میں ڈھال کر اُن کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

بخل کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ایک اٹل حقیقت بیان فرما دی ہے کہ اللہ ہی زمین و آسمان کا مالک ہے۔ اپنے بعد تو سب مال یہیں چھوڑ جاؤ گے۔ آخر اللہ کے قبضے میں ہی رہے گا۔ اگر انسان اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو اسے ثواب ملے گا۔ سب لوگوں کی نیتیں اور اعمال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتے ہیں وہ جانتا ہے کہ کون بخل کرتا ہے اور کون سخاوت وہ ان اعمال کے موافق ہی بدلہ دے گا۔ لہذا دل کھول کر اس کی راہ میں خرچ کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

یہودیوں کی گستاخی

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ
بیشک سنی اللہ قول ان کی جنہوں نے کہا کہ

اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا
اللہ فقیر اور ہم مالدار اب لکھ رکھیں گے جو

قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ
بات اور جو خوان کیے ہیں انبیاء ناحق اور

نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ
کہیں گے چکھو عذاب جلتی آگ یہ

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ
جو تم نے آگے بھیجا اُن کے ہاتھ اور بیشک اللہ نہیں

بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾
ظلم کرتا بندوں پر

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ
بیشک اللہ نے ان کی بات سنی جنہوں نے کہا کہ اللہ

اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا
فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں اب ہم ان کی بات لکھ

قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ
رکھیں گے اور جو انہوں نے انبیاء کے ناحق خون کیے اور

نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ
کہیں گے کہ اب جلتی آگ کا عذاب چکھو یہ

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ
اس کا بدلہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا اور اللہ یقیناً بندوں

بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾
پر ظلم نہیں کرتا

ان آیات میں یہودیوں کی ایک اور ذلیل حرکت کا بیان ہے۔ ایک تو وہ بخل کی وجہ سے اللہ کی راہ میں پیسہ خرچ نہیں کرتے دوسرے جب وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم سنتے ہیں تو اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں گستاخی کرتے ہیں جب یہ آیت مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے گا۔ نازل ہوئی تو کہنے لگے کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ اگر یوں ہے تو پھر اللہ فقیر اور محتاج ٹھہرا اور ہم بے نیاز اور مال دار۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی کے کاموں میں روپیہ خرچ کرنے کو قرض کا نام دیا اور اس طرح اس نے انتہائی رحمت و شفقت کا مظاہرہ کیا۔ وہ اپنا دیا ہوا مال ہم سے ہماری بہتری کے لیئے خرچ کراتا ہے، ہمارے اس خرچ سے اُسے کوئی فائدہ بھی نہیں پھر اُسے قرض کیسے کہا جا سکتا ہے؟ یہ تو اس کا احسان ہے کہ وہ ہمیں روپیہ خرچ کرنے کا بہترین معاوضہ دینے کا وعدہ فرماتا ہے۔ اور اس چیز کو قرض کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ لیکن یہودی اپنی خباثت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا احسان ماننے کی بجائے ہنسی اڑانے لگے۔ اور اللہ کے حضور میں ایسی بکواس کرنے لگے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس نے یہ باتیں سُن لی ہیں وہ اُنہیں اس کی ضرور سزا دے گا۔

وہ معصوم اور بے گناہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں جس طرح اُنہوں نے اللہ کے حضور میں گستاخی کے کلمے کہے ہیں اسی طرح انبیاء کے حضور میں بھی گستاخی کی اور اس طرح جہنم کی دہکتی ہوئی آگ کے عذاب کے مستحق ہوئے۔

Marfat.com

یہودیوں کی کٹ حجتی

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا
وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ عہد کر رکھا ہے ہم سے کہ نہ

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا
وُہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ کسی

نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ
یقین کریں رسول کا جب تک ہمارے پاس نہ لائے قربانی اسے کھا جائے

نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ
رسول کا یقین نہ کریں جب تک کہ ہمارے پاس قربانی نہ لائے کہ

النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ
آگ اُسے کھا جائے تو کہہ تم میں مجھ سے پہلے کتنے رسول نشانیاں لے کر

النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ
آگ اُسے کھا جائے تو کہہ تم میں مجھ سے پہلے کتنے رسول نشانیاں لے کر

بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ
نشانیاں لے کر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر کیوں تم نے انہیں کیوں قتل کیا

بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ
آچکے اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر تم نے انہیں کیوں قتل

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۸۳ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ
اگر تم ہو سچے پھر اگر تجھے جھٹلائیں۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۸۳ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ
کیا اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ تجھے جھٹلائیں

فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاۗءُوْ
تو جھٹلائے گئے رسول سے تجھ سے پہلے لائے

فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاۗءُوْ
تو تجھ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے جو نشانیاں اور

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝۱۸۴
نشانیاں اور صحیفے اور کتاب روشن

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝۱۸۴
صحیفے اور روشن کتاب لائے۔

قُرْبَانٍ (قربانی) قدیم زمانہ میں بعض رسولوں کو یہ معجزہ دیا گیا تھا کہ جب کبھی وُہ قربانی یا کوئی اور چیز اللہ کے نام پر دیتے تو آسمان سے آگ آتی اور اُسے کھا لیتی آگ کا کھا جانا اس قربانی کے قبول ہونے کی علامت سمجھی جاتی۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق موجودہ بائبل میں اس قسم کا واقعہ مذکور ہے۔ اس سے یہودیوں نے ایک بہانہ پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کہہ رکھا ہے کہ جس پیغمبر کے پاس یہ معجزہ نہ ہو اُس پر ایمان نہ لائیں۔

یہ یہودیوں کا جھوٹا بہانہ تھا۔ کسی کتاب میں اس قسم کا کوئی حکم موجود نہ تھا۔ نہ آج موجود ہے۔ اور نہ ہر ایک نبی کی نسبت ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو اس کے حالات کے مناسب معجزے عطا کیے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے فرمایا کہ اگر تم اپنے دعوہ میں سچے ہو اور تم کسی پیغمبر پر اس وقت تک ایمان نہیں لاتے جب تک کہ اس میں یہ معجزہ نہ دیکھ لو تو پھر بتاؤ تم نے ان قدیم پیغمبروں کو کیوں قتل کیا جو اپنی صداقت کی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ اور ان کے پاس یہ خاص معجزہ بھی موجود تھا۔ تم یہ جو شرط لگا رہے ہو محض حیلے بہانے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ تسلی دی کہ تم ان لوگوں کی کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے غمگین نہ ہو۔ تم سے پہلے بہت سے رسول آئے جن کو لوگ جھٹلاتے رہے۔

Marfat.com

موت کا مزہ

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ
ہر جی چکھتی ہے موت اور بیشک پورے ملیں گے

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ
ہر جی کو موت چکھنی ہے اور تمہیں پورے بدلے

أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ
تمہارے بدلے دن قیامت پھر جو کوئی دور کیا گیا سے

أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ
قیامت کے دن ملیں گے پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ

النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا
دوزخ اور داخل کیا گیا جنت اس کا کام بن گیا اور نہیں

النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا
سے اور جنت میں داخل کیا گیا اس کا کام بن گیا اور

الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾
زندگانی دنیا مگر پونجی دھوکہ

الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾
دنیا کی زندگی نہیں مگر دھوکے کی پونجی

اس آیت میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ ہر ذی روح اور متنفس کو ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے جو مخلوق ایک مرتبہ دنیا میں پیدا ہوئی ہے۔ اسے فنا ضرور ہے۔ کسی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے سوا بقا نہیں اگرچہ یہ حقیقت پہلے بھی واضح کی جا چکی ہے۔ لیکن یہاں خاص طور پر ان کے لیئے بیان کی گئی ہے جو اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بجائے سینے سے لگاتے ہیں اور ڈھیر کے ڈھیر اکٹھے کرتے چلے جاتے ہیں جب موت آئے گی تو ان کا سب مال و دولت اور سیم و زر یہیں پڑا رہ جائے گا۔ اور وہ خالی ہاتھ اس جہان فانی سے کوچ کر جائیں گے وہ مال نہ اُن کی موت کو ٹال سکتا ہے۔ نہ اُن کے عذاب کو اُن سے دُور رکھ سکتا ہے۔ اس لیئے ان لوگوں کو چاہیئے کہ مال کی محبت چھوڑ کر اللہ کی مخلوق سے محبت رکھیں۔

مَتَاعُ الْغُرُوْر (دھوکہ کی پونجی) متاع کے معنی ہیں ساز و سامان۔ اصل سرمایہ اور پونجی۔ "غرور" دھوکے اور فریب کو کہتے ہیں تکبر کرنے والے کو مغرور اسی لیئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے متعلق دھوکہ میں گرفتار ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو وہ کچھ سمجھتا ہے۔ جو حقیقت نہیں ہوتی۔

دنیا کی عارضی بہار اور عیش و عشرت بہت دھوکہ میں ڈالنے والی چیز ہے۔ بہت سے جاہل انسان اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ اور خوش نمائی سے مرعوب ہو کر عاقبت بھلا بیٹھتے ہیں۔ اور دنیا کو ہی اپنا مقصد حیات بنا لیتے ہیں وہ لوگ دنیا میں ہر جائز اور ناجائز طریقے سے مال و متاع حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لالچ، خود غرضی اور نفس پرستی ان کا شیوا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید دنیا کی کامیابی اصل کامیابی ہے۔ حالانکہ انسان کی اصل کامیابی عذاب الٰہی سے بچنے اور جنت کو حاصل کرنے میں ہے کوئی کامیابی جنت سے باہر رہ کر حاصل نہیں ہو سکتی نیک عملی، خدا پرستی اور ایثار و قربانی ہی انسان کو جنت کا مستحق بناتی ہے۔

Marfat.com

جان و مال کی آزمائش

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ
تمہاری آزمائش ہوگی میں تمہارے مال اور تمہاری جان اور سنو گے تم

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ
سے لوگ کتاب والے سے تم سے پہلے اور

مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ
سے لوگ مشرک بدگوئی بہت اور اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾
تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ سے ہمت کام

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ
البتہ تمہاری آزمائش ہوگی مالوں اور جانوں میں اور تم سنو گے

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ
اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بہت

مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ
بدگوئی اور اگر تم

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾
صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں

اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ کہ جس طرح اب تک تمہیں جانی اور مالی قربانیاں کرنی پڑی ہیں اور تمہاری آزمائش ہوتی رہی ہیں اسی طرح آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور ہر قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ ہو سکتا ہے جان پر بن جائے۔ زخم کھانے پڑیں۔ قید و بند کی تکلیفیں اُٹھانی پڑیں۔ امراض و بیماریاں تم پر آئیں۔ تمہارے مال ضائع ہوں عزیز و اقربا چھوٹ جائیں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔ اہل کتاب اور مشرکین کی جانب سے تمہیں بہت سی دل آزار باتیں بھی سُننی پڑیں گی۔ یاد رکھو ان تمام آزمائشوں میں سے گزرنے کے لیئے تمہیں صبر و تقویٰ سے کام لینا ضروری ہے اگر استقلال اور پرہیزگاری سے ان سختیوں کا مقابلہ کرو گے۔ تو واقع میں یہ بڑی ہمت کا کام ہوگا۔

ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت جنگ بدر سے پہلے اُتری تھی۔ جنگ و قتال کا حکم اس کے بعد نازل ہُوا۔ تاہم جنگ ہو یا نہ ہو صبر و تقویٰ اختیار کرنا ہر حالت میں ضروری ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ دنیا کافر کے لیئے جنت ہے اور مومن کے لیے قید خانہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو تقویٰ پرہیزگاری کی زندگی سکھانے کے لیئے اللہ تعالیٰ انہیں مختلف آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔ مسلمان خدا سے ڈرتے ہیں۔ بدی سے دُور بھاگتے ہیں نیکی کی طرف لپکتے ہیں اس کے برعکس کفار و منافقین کے لیئے جھوٹ بولنا غیبت کرنا۔ سود کھانا نفع اندوزی کرنا اور چور بازاری کر کے روپیہ کمانا بظاہر آسان نظر آتا ہے۔ اور حلال کی کمائی کرنے کے لیئے ایک راست باز انسان کو بہت سی دشوار گزار راہوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ منکرین حق نیکوکاروں کی مخالفت کرتے ہیں اور انہیں اذیتیں پہنچاتے ہیں۔ لیکن ایک نیک عمل انسان تمام مصائب کا صبر و استقلال سے مقابلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی مختلف آزمائشوں سے گزر کر جنت کا مستحق بنتا ہے۔ مختصر یہ کہ مشکلات اور مصائب میں کامیابی کا اصل راز دو اصول ہیں صبر و ثبات اور تقویٰ جو شخص یہ خصوصیات پیدا کریگا اس کی کامیابی یقینی ہے۔

Marfat.com

اہل کتاب کا عہد

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

اور جب ایا اللہ عہد لوگ کتاب
والے کہ اسے بیان کریگے لوگوں سے اور نہ چھپاؤ گے
پھر انہوں نے اسے پھینکدیا پیچھے ان کی پیٹھ اور اس کے بدلے لیا
مول تھوڑا سو برا کیا جو خریدتے ہیں

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

اور جب اللہ نے کتاب والوں سے عہد لیا کہ اسے
لوگوں سے بیان کرو گے اور نہ چھپاؤ گے
پھر انہوں نے وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس
کے بدلے تھوڑا مال خرید کیا سو برا کیا ہے جو خریدتے ہیں

مِیْثَاق (عہد) وثق اس کا مادہ ہے۔ وثاق۔ وثوق۔ وثیقہ وغیرہ الفاظ اسی سے مشتق ہیں۔ اس کے لفظی معنی باندھنے اور پختہ کرنے کے ہیں۔ اسی مناسبت سے میثاق کے معنی عہد و پیمان کے ہیں۔ یہاں ذکر ہے کہ اہل کتاب سے اللہ تعالےٰ نے دو عہد لئے ایک تو یہ کہ وہ تمام حقائق اور احکام لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کر دیں گے دوسرے یہ کہ کتاب میں سے کچھ نہ چھپائیں گے۔ اور نہ غلط بیان کریں گے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اہل کتاب کے علماء سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ جو احکام اور بشارتیں اللہ کی کتاب میں موجود ہیں لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کریں گے اور کوئی بات چھپا نہ رکھیں گے نہ اُن کے معنوں میں کوئی فرق ڈالیں گے لیکن ان لوگوں نے اس عہد کی کوئی پرواہ نہ کی انہوں نے دنیا کے نہایت حقیر اور ذلیل نفع کی خاطر اپنا عہد توڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام بدل ڈالے کتاب الٰہی کی آیتوں میں لفظی اور معنوی تبدیلیاں کر دیں نبی آخر الزمان کی بشارت کو انہوں نے چھپایا جس طرح مال خرچ کرنے میں بخل کرتے تھے۔ اسی طرح علم خرچ کرنے میں بھی کنجوسی کی اُن کی غرض صرف یہ تھی کہ دنیا کا مال و متاع حاصل کریں۔ اس آیت سے مسلمانوں کے عالموں کو بھی تنبیہ فرما دی کہ تم دنیاوی جاہ و مال کے لئے ایسا نہ کرنا۔

اس آیت میں مسلمان علماء کے لئے بھی ایک درس عبرت موجود ہے۔ کہ وہ یہودی عالموں کی طرح آیات الٰہی کو چھپانے کے مجرم نہ بنیں۔ اسلام حق ہے اور حق کا چھپانا ممکن نہیں۔ حق بہر حال ظاہر ہو کر رہے گا۔ اور تمام باطل ادیان پر غالب آ کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے گزشتہ اُمتوں کے واقعات اسی لئے بیان فرمائے ہیں کہ ہم اُن سے عبرت حاصل کریں کل جو کچھ دوسروں کے ساتھ ہوا ہے۔ آج ہمارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ فطرت الٰہی یعنی قانونِ حق ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔ جب کہ خود اللہ تعالیٰ نے لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ فرمایا ہے۔

Marfat.com

خوش فہمیاں

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ
نہ تو سمجھ لوگ خوش ہوتے ہیں اوپر انہوں نے کیا اور

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ
تو نہ سمجھ کہ جو لوگ اپنے کیئے پر خوش ہوتے ہیں اور

يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا
چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو جو نہ انہوں نے کیا

يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا
بن کیئے تعریف چاہتے ہیں سو یہ

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ
سو نہ انہیں سمجھ چھوٹ گئے سے عذاب

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ
نہ سمجھو کہ وہ عذاب سے چھوٹ گئے

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
اور ان کیلیے عذاب دردناک اور اللہ کے لیئے سلطنت آسمان

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
اور ان کیلیئے دردناک عذاب ہے اور اللہ ہی کے لیئے ہے آسمان

وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع
اور زمین اور اللہ اوپر ہر چیز قادر

وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع
اور زمین کی سلطنت اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

یہودی علماء عوام سے رشوتیں کھاتے تھے اور غلط مسئلے بتاتے تھے کہ ہماری ان چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا وہ اُمید رکھتے تھے کہ لوگ اُن کی تعریف کریں گے۔ کہ یہ بڑے عالم اور حق پرست ہیں دوسری طرف منافقوں کا بھی یہی حال تھا۔ وہ جہاد کے موقع پر چھپ کر گھر بیٹھ رہتے اور اپنی اس چالاکی پر خوش ہوتے کہ ہم نے کیسے جان بچائی جب حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس تشریف لاتے تو یہ لوگ غیر حاضری کے جھوٹے بہانے کر کے چاہتے کہ آپؐ سے اپنی تعریف کرائیں ان آیات میں بتا دیا گیا۔ کہ یہ باتیں تمہیں خدا کے اس عذاب سے نہیں بچا سکتیں۔ جو تم پر دنیا و آخرت میں ہونے والا ہے۔

پہلی آیت میں اہل کتاب کی ان خرابیوں کی طرف اشارہ تھا۔ کہ وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ اُنہوں نے حق کو چھپایا اور لوگوں کو جھوٹ موٹ کے سستے فتوے دیئے۔ جھوٹے فتوے دینا کون سا کم جرم تھا۔ مگر اُنہوں نے چند ٹکوں کے بدلے دین و ایمان بیچ ڈالا۔ اور اپنی دنیا و عاقبت خراب کر لی۔

یہ لوگ کیسی احمقانہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اپنی ہر جائز و ناجائز حرکت پر خوش ہوتے ہیں۔ اپنے اعمال و افعال کو خطا سے بلند خیال کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ ان کی اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہ لوگ اپنے نہ کیئے ہوئے کاموں کی تعریف چاہتے ہیں۔ گویا اگر کوئی فرض انجام نہیں دیا تو یہ بھی ایک سوچی سمجھی سکیم تھی اور انہوں نے عقلمندی اور دُور اندیشی اختیار نہ کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی خوش فہمیاں اور طفل تسلیاں انہیں عذاب الٰہی سے نہ بچا سکیں گی۔ زمین و آسمان کی سلطنت اللہ ہی کے لیئے ہے بھلا وہ اس سے کہاں باہر نکل کر جا سکیں گے؟

Marfat.com

آیاتِ الٰہی میں غور و فکر

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ
بیشک میں بنانا آسمان اور زمین اور اختلاف

الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾
رات اور دن نشانیاں عقل والوں کے لئے

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ
وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کھڑے اور بیٹھے اور

عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
اُوپر ان کی کروٹ اور فکر کرتے ہیں میں پیدائش آسمان

وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا
اور زمین اے ہمارے رب۔ نہیں تو نے بنایا یہ عبث

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾
تو پاک ہے سو ہمیں بچا عذاب دوزخ

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ
بے شک آسمان اور زمین کے بنانے اور دن رات کے

الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾
آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ
وہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بیٹھے اور

عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
کروٹ پر لیٹے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر

وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا
کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ عبث

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾
نہیں بنایا تو پاک ہے ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

ایک سمجھ دار انسان جب آسمان و زمین کی پیدائش اور دن رات کے نظام پر غور کرتا ہے تو اسے یقین کرنا پڑتا ہے۔ کہ اس کل کائنات کو بنانے والی ایک قادر مطلق ہستی ہے۔ جس کے سامنے کائنات کی کسی چیز کی جرأت نہیں کہ اپنے دائرہ سے باہر نکل سکے۔ ایسے غور کرنے والے لوگ صبح و شام ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے۔

غور کرنے والے لوگ ذکر و فکر کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو نے کائنات کا یہ تمام کارخانہ بے کار اور بے مقصد نہیں بنایا۔ یقیناً ان عجیب و غریب اور پُر حکمت انتظامات کا سلسلہ کسی عظیم نتیجے پر جا کر ختم ہوگا۔ گویا یہاں سے ان کا ذہن آخرت کی طرف جاتا ہے۔ جو موجودہ زندگی کا آخری قدرتی اور منطقی نتیجہ ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی دوسری اشیاء میں غور و فکر کرنا صرف اس صورت میں مفید اور نتیجہ خیز ہو سکتا ہے۔ جب اس کے نتیجہ میں انسان خدا کی یاد اور آخرت کی طرف متوجہ ہو جو لوگ ان چیزوں میں غور و فکر کر کے مادہ پرستی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں انہیں دنیا خواہ کتنا ہی عالم سمجھے۔ قرآن مجید کی زبان میں وہ اولی الالباب (دانشمند) نہیں کہلا سکتے۔ روزمرہ زندگی میں ہمارے سامنے بے شمار کرشمے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے اور وہ حیرت میں گم ہو جاتا ہے۔ ان تمام باتوں سے انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ آخر اسے ان سب کے بنانے والے کے دربار میں حاضر ہونا ہوگا۔ اس وقت کے لیے اسے ابھی تیاری اور ساز و سامان کر لینا چاہیے۔

Marfat.com

داعی کی پکار

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ
ہمارے رب بیشک جسے تونے داخل کیا دوزخ تو اسے رسوا کیا

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا
اور نہیں گنہگاروں کا کوئی مددگار ہمارے رب بیشک

سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ
ہم نے سنا پکارنے والا پکارتا ہے ایمان لانے کو کہ

اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۚ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
ایمان لاؤ تمہارا رب سو ہم ایمان لے آئے ہمارے رب ہمیں بخش دے

ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا
ہمارے گناہ اور دور کردے ہم سے ہماری برائیاں اور ہمیں موت دے

مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ ج
ساتھ نیک لوگوں

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ
اے ہمارے رب جسے تونے دوزخ میں ڈالا۔ سو اس کو رسوا کردیا

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا
اور گنہگاروں کا کوئی مددگار نہیں اے ہمارے رب بیشک

سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ
ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ ایمان لانے کو پکارتا ہے کہ

اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۚ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے اے ہمارے رب

ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا
ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کردے اور

مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ ج
ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور نہ کریں یا غور و فکر کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان نہ کریں یا مادیات میں پڑ کر مادہ پرستی کی طرف مائل ہو جائیں وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور جو شخص جتنے دن بھی دوزخ میں رہے گا وہ اتنا ہی رسوا ہوگا۔ جسے اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالنا چاہیے کوئی اس کی مدد کر کے اسے بچا نہیں سکتا۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور و فکر کر کے صحیح نتیجوں پر پہنچتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں صبح و شام اس کی یاد تازہ رکھتے ہیں وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرف پکارنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی اور ہدایت کا راستہ دکھانے کے لیے پکارا توحید و عبادت کی طرف بلایا تو ہم نے اس کی پکار سنی اس کی طرف رجوع ہوئے اور ہم ایمان لے آئے۔

یہ لوگ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے بڑے بڑے گناہ بخش دے چھوٹی موٹی برائیوں پر پردہ ڈال دے جب ہمیں موت آئے: تو نیک بندوں کے ساتھ آئے ہمیں انہی کے ساتھ اٹھا اور انہی میں شامل رکھ۔

ان آیات سے سبق سیکھنا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کی حکمت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے (اللہ تعالیٰ کی) یاد زبان و دل سے جاری رکھنی چاہیے۔ اور اسی سے دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔ ہمارے گناہ بخش دے برائیوں کو دور کر دے دنیا سے نیکوکاروں کے ساتھ اٹھا جو لوگ ہدایت اور نیکی کی طرف دعوت دیتے ہوں خواہ لوگ ان کی پکار کی طرف کوئی دھیان نہ دیتے ہوں۔ انہیں اللہ تعالیٰ ان کی نیکی کا اجر ضرور دے گا۔

Marfat.com

نیکوکاروں کا اجر

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا

ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا

ہمارے رب اور ہمیں دے جو تو نے ہم سے وعدہ کیا واسطہ تیرے رسول اور نہ

تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

تخزنا یوم القیمۃ ط انک لا تخلف المیعاد ﴿۱۹۴﴾

کیا اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بیشک تو وعدہ کیخلاف نہیں کرتا

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ

فاستجاب لہم ربہم انی لا اضیع عمل

پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی کہ میں ضائع نہیں کرتا تم میں سے کسی

عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ

عامل منکم من ذکر او انثی ج بعضکم

محنت کرنیوالے کی محنت مرد ہو یا عورت تم آپس میں

مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا

من بعض ج فالذین ہاجروا واخرجوا

ایک ہو پھر وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے

مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا

من دیارہم واوذوا فی سبیلی وقتلوا

اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے

وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ

وقتلوا لاکفرن عنہم سیاتہم ولادخلنہم

البتہ میں ان سے ان کی برائیاں دور کر دونگا ان سے ان گی برائیاں اور انہیں داخل

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا

جنت تجری من تحتہا الانہر ثوابا

کرونگا جنت بہتی ہیں سے اس کے نیچے نہریں بدلہ

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

من عند اللہ ط واللہ عندہ حسن الثواب ﴿۱۹۵﴾

سے نزدیک اللہ اور اللہ نزدیک اچھا بدلہ

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا

ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا

اے ہمارے رب اب ہمیں دے جو تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ وعدہ

تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

تخزنا یوم القیمۃ ط انک لا تخلف المیعاد ﴿۱۹۴﴾

کیا اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بیشک تو وعدہ کیخلاف نہیں کرتا

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ

فاستجاب لہم ربہم انی لا اضیع عمل

پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی کہ میں ضائع نہیں کرتا تم میں سے کسی

عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ

عامل منکم من ذکر او انثی ج بعضکم

محنت کرنیوالے کی محنت مرد ہو یا عورت تم آپس میں

مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا

من بعض ج فالذین ہاجروا واخرجوا

ایک ہو پھر وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے

مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا

من دیارہم واوذوا فی سبیلی وقتلوا

اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے

وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ

وقتلوا لاکفرن عنہم سیاتہم ولادخلنہم

البتہ میں ان سے ان کی برائیاں دور کر دونگا ان سے ان گی برائیاں اور انہیں داخل

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا

جنت تجری من تحتہا الانہر ثوابا

کرونگا جنت بہتی ہیں سے اس کے نیچے نہریں بدلہ

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

من عند اللہ ط واللہ عندہ حسن الثواب ﴿۱۹۵﴾

سے نزدیک اللہ اور اللہ نزدیک اچھا بدلہ

غور و فکر کرنے والے لوگ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ پیغمبروں کی زبانی تو نے جو ہم سے دنیا میں کافروں پر غلبے اور آخرت میں جنت کے ٹھکانے کے وعدے کیے وہ پورے کر یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ کسی شخص کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ جو شخص جو کام کرے گا۔ اُسے اِس کا پھل مل کر رہے گا۔ عورت ہو یا مرد تم میں سے ہر ایک کو تمہارے اعمال کا پُورا پُورا بدلہ ملے گا جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑا۔ عزیز و اقربا چھوڑے۔ مال و متاع لُٹایا۔ دشمنوں نے انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ وہ میرے راستہ میں لڑے اور لڑ کر جان دے دی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے تمام گناہ معاف کیے گئے جنت اُن کا انتظار کر رہی ہے۔ اعمال اور محنت کا اچھے سے اچھا بدلہ اللہ ہی کے ہاں ہے۔ اسلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف ہر حالت میں متوجہ رہے جو مانگنا ہو اسی سے مانگے اور جو ہدایت اُس نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ انسان کے لیے بھیجی ہے۔ اس پر بے چون و چرا عمل کرے۔

Marfat.com

کفار کی خوشحالی

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾
نہ تجھے دھوکہ دے چلنا پھرنا لوگ کفار ہیں شہر

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾
تجھے کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا دھوکہ نہ دے

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ
فائدہ تھوڑا پھر اُن کا ٹھکانہ دوزخ اور بُرا

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ
تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور

الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ
ٹھکانہ لیکن جو لوگ ڈرتے رہے ان کا رب ان کیلئے

الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ
وُہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے

جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
باغ بہتی ہیں سے ان کے نیچے نہریں ہمیشہ رہینگے

جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ

فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَمَا عِندَ
ان میں مہمانی سے اللہ کے ہاں اور جو نزدیک

فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَمَا عِندَ
رہیں گے۔ اللہ کے ہاں سے مہمانی ہے اور جو اللہ کے

اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾
اللہ بہتر نیک بختوں کے واسطے

اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾
ہاں ہے سو وُہ نیک بختوں کیلئے بہتر ہے۔

الجزء ۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافر اور مومن کے انجام کا موازنہ فرمایا ہے۔ کفار جائز اور ناجائز طریقوں سے مال اکٹھا کرتے ہیں اور اکڑتے پھرتے ہیں مسلمانوں کو یہ دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔ یہ چند روز کی بہار ہے۔ اگر کسی شخص کو صرف دو چار دن کے عیش و عشرت کے بعد پھانسی کی سزا سنا دی جائے تو ایسا شخص کس کام کا، عیش حقیقی تو وہ ہے کہ تھوڑی سی محنت اور تکلیف اٹھا کر ہمیشہ کے لئے آرام حاصل کیا جائے۔ اس عیش و کامیابی کا اس چند روزہ بہار سے مقابلہ کرو۔ تو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہ بہتر ہے یا وُہ۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے۔ انہیں اُن کے اعمال کے بدلے جنت میں ٹھکانہ ملے گا۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وُہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ یعنی انہیں اپنے کھانے پینے کی کچھ فکر نہیں کرنی پڑے گی بلکہ عزت و احترام سے بیٹھے بٹھائے انہیں ہر چیز تیار ملے گی ایسے نیک بختوں کا اجر و ثواب جو اللہ کے پاس ہے وُہ بہت بہتر ہے۔ آج اگرچہ کافر لوگ اور کافر حکومتیں بظاہر ترقی یافتہ نظر آتی ہیں وُہ مادی اور معاشی لحاظ سے زیادہ خوش حال دکھائی دیتی ہیں۔ انہیں دنیا کے عیش و آرام میسر ہیں لیکن یہ سب کچھ عارضی ہے۔ انجام کار اُن کا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا۔ ہمیں اُن کی خوشحالی اور ترقی دیکھ کر کڑھنا نہ چاہیے۔ جو لوگ اللہ کو اور اس کے مقرر کردہ قوانین کو نہیں مانتے وُہ کبھی خود غرضی سے خالی نہیں ہو سکتے بظاہر ہر جگہ چہل پہل ہے لیکن دل میں آپس کے حسد اور دشمنی نے اس قدر گہری جگہ بنالی ہے۔ کہ دن کے آرام کا تو ذکر ہی کیا رات کو بھی چین سے نہیں سو سکتے درحقیقت وُہ جان کنی کی سی حالت میں ہیں ایک دوسرے کا خوف و ہراس دلوں پر طاری ہے۔ اور تکبر نے ستیاناس کر رکھا ہے۔

Marfat.com

اصولِ کامرانی

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ
اور بیشک ہے اہل کتاب بعض وہ جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ
اور کتاب والوں میں بعض وہ بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ
اور جو اترا تمہاری طرف اور جو اترا اُن کی طرف

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ
تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا اللہ کے

خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
آگے عاجزی کرتے ہیں اللہ کی آیتوں پر تھوڑا مول نہیں

ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
خریدتے یہی ہیں جن کے لیے ان کے لیے ان کے پاس

رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾
اجر ہے بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ
اے لوگو! ایمان والے صبر کرو اور مضبوط رہو اور

رَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع
لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ
اور کتاب والوں میں بعض وہ بھی ہیں، جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ
تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا اللہ کے

خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
آگے عاجزی کرتے ہیں اللہ کی آیتوں پر تھوڑا مول نہیں

ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
خریدتے یہی ہیں جن کے لیے ان کے لیے ان کے پاس

رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾
اجر ہے بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ
اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو

رَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع ۲۰ ۱۱
اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو

ان آیات میں ایسے اہل کتاب کا جو متقی اور پرہیزگار ہیں ذکر فرمایا گیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر ٹھیک ایمان لائے جنہوں نے قرآن کو مانا۔ اللہ کے آگے عاجزی اور اخلاص سے سجدہ کرتے رہے۔ جنہوں نے بشارتوں کو نہ چھپایا اور نہ اللہ کے احکام کو بدلا۔ ان لوگوں کے لیے اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔ حساب کا دن بہت دور نہیں بلکہ جلد آنے والا ہے۔ اس روز انہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا۔

اس سورت کے خاتمہ پر مسلمانوں کو ایک نہایت جامع نصیحت فرمادی گئی ہے۔ یعنی اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو اور دنیا اور آخرت میں مراد کو پہنچنا چاہتے ہو تو سختیاں سہہ کر بھی فرمانبرداری پر جمے رہو۔ گناہوں کے قریب بھی نہ بھٹکو۔ دشمن کے مقابلہ میں مضبوطی، استقلال دکھاؤ۔ اسلام کی حفاظت میں لگے رہو۔ دشمن کا ڈٹ کا مقابلہ کرو اور ہر وقت ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہو اگر تم نے یہ کر لیا تو سمجھو کہ تم تمام برکتیں اور کامیابیاں حاصل کر لیں۔ سورۃ کے خاتمہ پر اللہ تعالیٰ نے چار نصیحتیں فرمائی ہیں۔ اور انہیں فلاح و کامرانی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

(۱) اصْبِرُوْا (صبر کرو) یعنی کامیابی کا پہلا اصول ثابت قدمی ہے۔

(۲) صَابِرُوْا (ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو) اپنے ساتھ دوسروں کو بھی صبر و ثبات کا خوگر بناؤ۔

(۳) رَابِطُوْا (لگے رہو۔ اور باہم متحد ہو جاؤ) باہمی رابطہ اور مضبوط تعلقات کامیابی کا زینہ ہیں۔

(۴) اتَّقُوا اللّٰهَ (اللہ سے ڈرتے رہو) خدا خوفی اور پرہیزگاری کامیابی کا چوتھا اصول ہے۔

Marfat.com

سورۂ آلِ عمران پر ایک نظر

سورہ آل عمران کی ابتدا ان الفاظ سے ہوئی کہ اللہ ایک ہے۔ وہ زندہ ہے۔ اور سب کی زندگی اسی سے قائم ہے اس نے انسان کی ہدایت کے لیئے الہامی کتابیں نازل کیں۔ آخر میں قرآن مجید بھیجکر ان کی تکمیل کی۔ اُس نے سچ اور جھوٹ کو جانچنے کے لیئے کسوٹی مقرر کی۔ قرآن مجید کی کچھ آیتیں اس قدر واضح اور روشن ہیں کہ ان کو سمجھنا ہر ایک کے لیئے آسان ہے۔ بعض آیتوں کے معنی ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتے۔ ہمیں ان سب پر ایمان لانا چاہیئے۔ اور یقین کرنا چاہیئے۔ کہ ان کے معنی بالکل ٹھیک ہیں۔ اور یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

پھر بتایا ہے کہ انسان کا دل بیوی بچوں۔ سونے چاندی کے ڈھیر اور اپنے مطلب کی چیزوں کو سنبھال کر رکھنے کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے حالانکہ یہ سب آنی جانی چیزیں ہیں۔ دل فقط اللہ کی رضامندی حاصل کرنے اور آخرت کے حاصل کرنے میں لگانا چاہیئے جنت کا طلبگار رہنا سب سے زیادہ اچھا مقصد ہے اللہ نے اسلام کو عالمِ انسانی کے لیئے دین مقرر کیا ہے۔ افسوس ہے کہ کچھ لوگ اس کے ماننے سے جی چراتے ہیں ـــــ اِس کے بعد حضرت مریمؑ کی پیدائش اور ان کی پرورش حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش۔ ان کے ذریعہ قوم۔ کی اصلاح کی کوشش اور اُن کے معجزات وغیرہ کا ذکر ہُوا۔ پھر عیسائیوں سے کہا گیا۔ کہ ان کی تعلیم سے فائدہ اٹھائیں۔ اور حضرت خاتم النبیینؐ اور اُن کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید کی تابعداری کریں۔ کیونکہ خود تمہاری کتاب ان کی سچائی پر گواہ ہے۔ ساتھ ہی فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی یا نصرانی نہ تھے۔ بلکہ مُسلم تھے۔

اس کے بعد یہود و نصاریٰ کو ایک بہت مفید پیغام دیا گیا کہ ایک دوسرے کی غلامی چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اکٹھے ہو کر جُھک جائیں اگر وُہ اس پیغام کو نہ مانیں مسلمان اس کو گرہ میں باندھ لیں اور اُن اصولوں کو اتفاق کے ساتھ مضبوط پکڑ لیں۔ آپس میں لڑنا جھگڑنا چھوڑ دیں یوں وُہ ساری اُمتوں سے بہترین اُمّت بن جائیں گے۔ انہیں دیکھ کر اور لوگ برائیوں سے بچنے لگیں گے اور نیک کام اختیار کرنے لگیں گے۔

پھر مسلمانوں کو جنگِ بدر کی طرف توجہ دلائی کہ اس میں ان کی کامیابی خدا کی شان کا ایک زبردست کرشمہ تھی اللہ کی مدد کے بغیر اس میں کامیابی ناممکن تھی۔ اس کے بعد سود کی ممانعت اور اس سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ سود سے بچنے کا حکم غالباً اس وجہ سے آیا ہے کہ جیسے اس جنگ میں کامیابی سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا۔ اسی طرح سود کے چھوڑ دینے سے فائدہ پہنچے گا۔ اور تمام انسان تباہی سے بچ جائیں گے۔

اس کے بعد جنگِ اُحد کا ذکر ہے۔ اس میں جو کچھ نقصان ہُوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پورے طور پر نہیں مانا گیا۔ منافقوں کے طرزِ عمل کی برائی کی گئی۔ جو انہوں نے اس جنگ میں اختیار کیا اور یوں اسلام اور مسلمانوں کے نقصان کا موجب ہُوا۔

اس کے بعد مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ یہود و نصاریٰ کا طریق زندگی غلط اور قابلِ اعتراض ہے وُہ اس کی پیروی نہ کریں ان کی طرف سے اذیتیں اور تکلیفیں پہنچیں گی۔ ان کو صبر سے برداشت کر کے اپنے کام سے کام رکھنا چاہیئے۔ اور اپنی التجا اور دعا کا اظہار اللہ بزرگ و برتر کی درگاہ میں پیش کر کے اس سے مدد مانگنی چاہیئے۔ اس کے بعد دعا مانگنے کا طریقہ بتایا اور سمجھایا کہ کافروں کی ظاہر خوشحالی سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔ آخر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ہاں جو اہلِ کتاب ایمان لائیں گے۔ اور نیک کام کریں گے ان کو اجر ملے گا آخر میں مسلمانوں کو نصیحت ہے کہ صبر کرو دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹے رہو۔ اور ان کے مقابلہ کی تیاری میں لگے رہو۔ اللہ سے ڈرو۔ اسی میں تمہاری فلاح و کامیابی ہے۔

Marfat.com

سُورۃ النساء کا خلاصہ

اس سورت میں خاص طور پر مرد و عورت کے باہمی تعلقات کا بیان ہے کہ ان کا ایک دُوسرے پر کیا حق ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ کیسا برتاؤ ہونا چاہیئے۔ سماجی خرابیوں کو کیسے دُور کیا جا سکتا ہے۔ مِل جُل کر رہنے کا اچھا طریقہ کونسا ہے۔ اور ایک دُوسرے سے مِل جل کر رہنے میں کیا کیا فائدے ہیں۔

مرد و عورت دونوں انسان ہونے میں یکساں ہیں کیونکہ دونوں کی اصل ایک ہے۔ یتیموں کا خاص طور پر خیال رکھو۔ اور یتیم لڑکیوں کو نقصان پہنچا کر اپنے فائدے کے لئے شادی نہ کرو۔ عام عورتوں کے ساتھ دو دو تین تین چار چار سے بیک وقت شادی کر سکتے ہو بشرطیکہ عدل کرو اور کسی کا حق نہ دباؤ۔ اور جب تم ٹھیک ٹھیک عورتوں کے حقوق سمجھ جاؤ گے تو یتیموں کے رشتہ کرنے میں خود عقل اور انصاف کرنے لگو گے۔

اس کے بعد میراث کی تقسیم کا مفصل قانون بیان کیا گیا ہے۔ پھر مردوں اور عورتوں کی نامناسب حرکتوں کی سزا مقرر کی ہے۔ توبہ کا وقت اور طریقہ کھول کر بیان کیا ہے۔ پھر ان عورتوں کا ذکر ہے جن سے نکاح حرام ہے۔ اس وقت ایک طبقہ لونڈی غلام کا بھی تھا۔ ان کے ساتھ برتاؤ کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ ایک دُوسرے کا مال چھین جھپٹ کر مت لو۔ ہاں رضامندی کے ساتھ تجارت کے طریقے سے لین دین جائز ہے۔ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ انسان قوتوں اور قابلیتوں میں ایک دُوسرے سے بڑا اختلاف رکھتے ہیں۔ میل جول اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ ہر ایک اپنی قابلیتوں کی حد سمجھے اور اسی کے اندر رہ کر کام کرے۔ مرد اور عورت میں تو بہت ہی کھلا ہُوا فرق ہے اس لئے انہیں کبھی ایک دُوسرے کی ریس نہیں کرنی چاہیئے۔ اپنی حد کے اندر رہ کر جو بھی کوئی کام کرے گا اس کا پھل اسے ضرور ملے گا اور وُہ کامیاب ہوگا۔ اتنا سمجھنے کے بعد میاں بیوی کے تعلقات کبھی خراب ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر مرد کا رویہ بالکل درست ہو اور پھر بھی عورت ستانا شروع کر دے یا اس کا الٹ ہو تو زیادتی کرنے والے کا ٹھیک کرنا کسی نہ کسی طرح ضروری ہو جاتا ہے۔

اس سورت میں دو قانون نہایت اہم دیئے گئے ہیں۔ جن پر انسان کی بھلائی اور بہتری کا دار و مدار ہے (۱) جو شخص جس کام کا اہل ہو یعنی اس کو بہت ہی اچھی طرح کر سکتا ہو۔ وُہ اسے ملنا چاہیئے۔ اسی طرح ہر چیز اس کے مستحق کو ملنی چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ مستحق تو محروم رہ جائے اور نااہل اس پر قبضہ کر بیٹھے یہ سماج کی درستی کی کنجی ہے (۲) اللہ اور رسُول کا کہا مانو اور تم میں سے جو شخص کسی کام میں خوب ماہر ہو اس کی اس کام میں پیروی کرو اور اس کی ہدایات پر عمل کرو اور اگر باہم اختلاف ہو جائے تو اللہ اور رسُول کے ارشادات میں فیصلہ تلاش کرو۔ یہ قوانین انتظامِ حکومت کی جان ہیں۔

اسکے بعد منافقوں کا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے کہ وُہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر راضی نہیں ہوتے اور دُوسرے لوگوں پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔

پھر جہاد کی تیاری کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ کمزور مسلمانوں کو ظالم بے دینوں کے ظلم سے رہائی دلانا ضروری ہے۔ اس میں بھی منافقوں کے رویّہ کی بُرائی کی گئی ہے۔ یہ لوگ اپنے ذاتی نفع کے سوا کچھ نہیں دیکھتے کسی مُسلمان کو جان بُوجھ کر قتل کرنا سخت جُرم ہے۔ جس کی سزا اللہ کا غضب اور جہنم ہے۔ اگر کوئی بھُول چوک یا غلطی کی وجہ سے کسی مومن کو قتل کر دے۔ تو اس کے لئے اسے کفارہ دینا چاہیئے۔

سفر اور خوف کی نماز کا بیان ہے کہ جس وقت دُشمنوں کے حملہ کا خوف ہو اور نماز کا وقت آجائے تو نماز کسطرح ادا کرنی چاہیئے اس کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد شرک کا بیان ہے کہ شرک ایک ناقابلِ معافی جُرم ہے۔ جماعت کے ساتھ رہو آپس کی ملاقاتوں میں میل ملاپ، اصلاح کے طریقوں اور نیک عمل کے رواج دینے کی باتیں کیا کرو۔ حضرت عیسیٰؑ کی بابت صحیح اور نیک عقیدہ رکھو۔ آخر میں میراث کے باقی قاعدے بیان کر کے سورت ختم ہے

Marfat.com

سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ

اٰیَاتُهَا ۱۷۶ رُكُوْعَاتُهَا ۲۴

انسان کی پیدائش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ
اے لوگو ڈرو رب اپنے سے جس نے پیدا کیا
مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا
جان سے اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان
زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَ
دونوں سے جس نے بہت مرد اور عورتیں اور
نِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ
اللہ سے ڈرتے رہو جس کے واسطے سے آپس میں سوال کرتے ہو
وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ①

اے لوگو اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں پیدا کیا ایک جان سے اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے جس نے بہت مرد اور عورتیں اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے واسطے سے آپس میں سوال کرتے ہو اور قرابت والوں کا خیال رکھو بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

اور قرابتیوں سے بیشک اللہ ہے تم پر نگہبان۔

نَفْس: (جان، شخص، مادہ) جس سے کوئی اور چیز بنائی جائے۔ یہاں اس سے مُراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کی بائیں پسلی سے حضرت حوّا کو نکالا۔ اور اس جوڑے سے باقی تمام انسان پیدا کئے گئے۔

زَوْج: (جوڑا) جب کوئی چیز کسی اور چیز سے مل کر پوری ہو اور اس کے بغیر ادھوری رہے تو ان دونوں چیزوں کو ایکدوسرے کا جوڑا کہتے ہیں۔

اَرْحَام: رحم کی جمع ہے اس کے معنی مہربانی اور قرابت دونوں ہیں۔ یہاں قرابت مُراد ہے۔ صلہ رحمی کی ترکیب اسی سے نکلی ہے۔

اس آیت میں انسان کی پیدائش کا ذکر ہے کہ تمام انسان ایک ہی نفس سے بنائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پھر حضرت حوّا کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت مرد سے کسی قدر کمزور ہے۔ پھر اللہ نے انہی دو مرد و عورت سے بے شمار جوڑے دُنیا میں پھیلائے۔ اور وہی ان کا پالنے والا اور ضرورت کی چیزیں دینے والا ہے اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ہر بات میں ہر وقت اس کی مرضی اور اس کے حکموں کا خیال رکھیں اور اس کی ناراضگی سے بچیں۔ یوں تو ہر ایک آپس میں معاملہ کرتے وقت اللہ ہی کا واسطہ دیتا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ دل میں اس کی ناراضگی کا ڈر بیٹھ جائے اور نافرمانی نہ ہونے پائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب سب انسان ایک ہی مرد عورت کی اولاد ہیں تو ان کا آپس میں رشتہ بہت گہرا ہے اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ ایک سے دُوسرے کو کوئی نقصان نہ پہنچے بلکہ آپس میں ہمدردی اور ایکدوسرے کی مدد کرنی چاہیئے۔ بُرے کاموں سے بچنے کی ہدایت۔ آڑے وقت پر کام آنا جان و مال سے بوقت ضرورت خبرگیری کرنا آپس میں تسلی دلاسا دیتے رہنا یہ سب کام کرنے لازم ہیں قریب کے رشتہ داروں کا اور بھی زیادہ خیال رکھنا چاہیئے اس کو بھی نہ بھولنا چاہیئے۔ کہ رشتہ داروں کے علاوہ ہمارا انسانی رشتہ رُوئے زمین کے تمام انسانوں سے بھی ہے جب بھی موقعہ آئے ہر ایک کے ساتھ حُسن سلوک لازم ہے۔

Marfat.com

یتیموں کا مال

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا ۲

اور دو یتیموں کو مال ان کا اور نہ بدلو برے کو ساتھ اچھے کے اور نہ کھاؤ مال ان کا کے ساتھ بے شک یہ ہے دبال بڑا۔

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا ۲

اور یتیموں کو ان کا مال دے دو اور مت بدلو برے مال کو اچھے مال سے اور نہ کھاؤ ان کا مال اپنے مال کے ساتھ بے شک یہ بڑا وبال ہے۔

یَتٰمٰی: (یتیم کی جمع ہے) ایسا بچہ یا بچی جو ماں باپ کے سایہ سے محروم ہو۔ خصوصاً وہ جس کا باپ فوت ہوگیا ہو۔

خَبِیْثٌ: (بُرا) خبث۔ خباثت وغیرہ اسی مادہ کے لفظ ہیں۔ اس کے معنیٰ ہیں گندہ۔ ناپاک اور بُرا یعنی وہ جو پاکیزہ صاف ستھرا اور خالص نہ ہو۔

حُوْبًا: (وبال) ایسے گناہ اور وبال کو کہا جاتا ہے جس کا انجام مصیبت اور تکلیف ہو۔

اس سورۃ کے نام سے ظاہر ہے کہ اس میں خصوصیت سے عورتوں کے مسائل اور ان کے حقوق و فرائض کا ذکر ہوگا چنانچہ ابتدائی آیات میں ہی پہلے تو یہ واضح کیا گیا کہ عورت و مرد کی پیدائش ایک ہی وجود سے ہوتی ہے۔ لہٰذا اصل معیار فضیلت تقویٰ اور پرہیزگاری کو سمجھنا چاہیئے اور صلہ رحمی سے پیش آنا چاہیئے۔

اب سورۃ کی دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ ایسا کرنا گویا پاک اور ناپاک کو ملا لینا ہے۔ اگر کوئی شخص یتیم کے مال کا ناجائز استعمال کرتا ہے تو گویا اپنی حلال اور پاکیزہ کمائی کو بھی ساتھ ہی حرام اور گندہ کر رہا ہے۔ جیسے کوئی شخص بھرے گلاس میں پیشاب کے چند قطرے ڈال کر اسے ناپاک کر لیتا ہے۔ ایسے ہی یتیم کا معمولی سا مال کھا کر وہ زندگی بھر کی کمائی حرام کر لیتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی فرما دیا۔ اس کا مطلب یہ نہ سمجھ لینا کہ یتیموں کے سوا دوسروں کا مال تم پر حلال ہے۔ اور اس کی سزا کچھ نہ ہوگی نہیں۔ دوسرے کا مال بھی تم پر جائز نہیں۔ خواہ وہ غیر کوئی ہو۔ اس جرم کو حُوْبًا كَبِیْرًا (بڑا وبال) کہہ کر گناہ اور جرم کی حقیقت بالکل واضح فرما دی۔ تاکہ کسی کو شک و شبہ نہ رہے۔

پہلے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی تاکید تھی۔ پھر یتامیٰ کے حسنِ معاملہ کا حکم ہوا۔ آخر میں تمام نوعِ انسانی کے ساتھ معاملات کی درستی کی تاکید موجود ہے۔ یہ ہے اسلام کی روح۔

Marfat.com

تعدّدِ ازدواج

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی
اور اگر ڈرو تم کہ نہ انصاف کرسکو گے بارے میں یتیموں کے
فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی
تو نکاح کرلو جو اچھی لگیں تم کو سے عورتوں دو دو
وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا
اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو تم کہ نہ انصاف کرو گے
فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ
تو ایک یا جو قبضہ میں ہو دائیں ہاتھ تمہارے کے یہ
اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ ﴿۳﴾
قریب ہے اسکے کہ نہ جھکو ایک طرف۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی
اور اگر تم ڈرو کہ انصاف نہ کرسکو گے یتیموں کے حق میں تو
فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی
نکاح کرلو ان سے جو عورتیں تمہیں پسند آئیں دو دو اور
وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا
تین تین یا چار چار پس اگر ڈرو کہ نہ انصاف کرسکو گے
فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ
تو ایک یا جن پر قبضہ ہو تمہارے دائیں ہاتھ کا اسمیں امید ہے کہ تم
اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ ﴿۳﴾
ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔

اَیْمَانٌ: (یمین کی جمع ہے) یہاں اس سے مُراد دایاں ہاتھ ہے۔ آدمی جس چیز کو پکڑتا ہے اکثر دائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے اس لئے کسی چیز پر پُورا قبضہ ظاہر کرنے کے لئے عربی محاورہ میں کہتے ہیں کہ اس کا دایاں ہاتھ اس چیز کا مالک ہے۔ یعنی وُہ اس کی پوری اور مضبوط گرفت میں ہے مثلاً کنیز اور غلام وغیرہ۔

آیت کے اس حصّہ میں یتیموں کی طرف خاص طور پر توجّہ دلائی ہے کیونکہ ان کا پُوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ وُہ بآسانی ہر ایک کے ظلم کا شکار ہو سکتے ہیں یتیم لڑکیوں سے اگر نکاح کرو تو یہ شادی خواہش لالچ اور مال پر قبضہ کرنے کی نیّت سے نہ ہونی چاہیئے بلکہ فقط اُن کے نفع اور فائدے کے خیال سے ہونی چاہیئے۔ اور اگر ان اخلاق سے گری ہُوئی باتوں سے بچنا دشوار ہو تو یتیم لڑکیوں کو اُن کے حال پر رہنے دو اور کسی اور عورت سے شادی کرلو۔ اور جی چاہے تو دو تین چار تک سے کرلو لیکن اس صُورت میں عدل کا بہت زیادہ خیال رکھنا پڑے گا۔ اگر عدل نہ کرسکو تو پھر ایک ہی پر بس کرو یا تمہارے ہاں کوئی کنیز ہو تو اس پر ہی صبر کرو۔ یہ انصاف کے زیادہ قریب ہے۔

اس آیت کے سلسلہ میں دو تین باتوں کا خاص طور پر سمجھ لینا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ یتیم بچیوں سے اگر عدمِ انصاف کا خطرہ ہو۔ تو اُن سے نکاح نہ کرو۔ بلکہ دُوسری عورتوں سے ایک کی بجائے چار تک نکاح کرسکتے ہو۔ دُوسرے یہ کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ بیویوں کے درمیان انصاف قائم رکھ سکو (جو انتہائی دشوار اور محال امر ہے جیسا کہ خود اسی سُورۃ میں دُوسری جگہ مذکور ہے) تیسرے یہ کہ اگر بیویوں کے درمیان انصاف اور برابری قائم نہ رکھ سکنے کا ڈر ہو تو پھر کنیز پر ہی اکتفا کرو۔

اس کا مطلب یہ ہُوا کہ ایک سے زیادہ نکاح کھُلا اور عام نہیں بلکہ انصاف کی شرط سے وابستہ ہے۔

Marfat.com

حقِ مہر

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ
اور دے دو عورتیں ان کے مہر خوشی سے پھر اگر

طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ
وہ چھوڑ دیں تمہارے لئے سے کچھ اس میں سے اپنی خوشی سے تو اسے کھاؤ

هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ﴿۴﴾ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ
رچتا پچتا۔ اور مت پکڑاؤ بے عقل اپنے مال

الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ
جو بنایا اللہ تمہارے لئے گذران اور کھلاتے رہو اس

فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۵﴾
میں سے اور پہناتے رہو اور کہو ان سے بات معقول۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ
اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو۔ پھر اگر وہ

طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ
اس میں سے تمہیں اپنی خوشی سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے ذوق و شوق

هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ﴿۴﴾ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ
سے کھاؤ۔ اور بیوقوفوں کو مت پکڑا دو اپنے وہ مال

الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ
جنہیں اللہ نے تمہارے گذران کا سبب بنایا ہے اور انہیں اس میں سے

فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۵﴾
کھلاتے اور پہناتے رہو اور ان سے معقول بات کہو۔

صُدُقٰتِهِنَّ (ان کے مہر) صدقات کا واحد صدقہ ہے۔ جو خیرات اور زکوٰۃ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں صدقہ سے مُراد بیوی کے حق مہر کے معنوں میں آیا ہے۔

نکاح اور بیویوں کے بارے میں مزید احکام ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ جن عورتوں سے نکاح کرو ان کے مہر خوشی سے خود ہی ادا کر دو۔ خواہ کوئی تقاضا کر کے وصول کرنیوالا ہو یا نہ ہو۔ گویا اگر تم ایسا کرو تو پھر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حرج تو اسی صورت میں ہے جب ان کے مہر دینے یا ان کے کسی حق کے ادا کرنے میں کوتاہی کا اندیشہ ہو۔

اگر عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کچھ مقدار خاوند کو معاف کر دے یا وصول کر کے پھر خاوند کو ہی واپس کر دے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ خاوند اُسے خوشی سے لے سکتا ہے۔ بیوی اپنے خاوند کو پورا مہر بھی معاف کر سکتی ہے۔

هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا (رچتا پچتا) جو کھانا لذیذ ہو اور طبیعت خوشی کے ساتھ اُسے قبول کرے۔ اسے هنیٔ کہتے ہیں اور مریٔ اس کھانے کو کہتے ہیں۔ جو ہضم ہو کر بدن کا جزو اور صحت و قوت کا سبب بن جائے۔

چھوٹے بچوں کے بارے میں جس میں یتیم سب سے پہلے آتے ہیں۔ یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک وہ بے سمجھ ہیں ان کا مال ان کے حوالے نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے سامانِ معیشت بنایا ہے بلکہ ان کے مال کی پوری طرح حفاظت کرو۔ اور خرد بُرد ہونے سے بچاؤ۔ جبتک ان بچوں کو نفع و نقصان کی تمیز نہ آجائے۔ اور وہ اپنا بُرا بھلا نہ سمجھ سکیں۔ اس وقت تک انہیں اس مال میں سے کھلاؤ پہناؤ اور انہیں تسلی دیتے رہو کہ یہ سب مال تمہارا ہی ہے ہم صرف تمہاری خیر خواہی کے لئے اس کی حفاظت کرتے ہیں جب سمجھدار ہو جاؤ گے تو یہ مال تمہارے حوالے کر دیں گے۔

یتیموں اور عورتوں کے بارے میں ان احکام پر ہمیں غور و فکر کرنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی چاہیئے کہ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ کھلانا پلانا ہی نہیں۔ بلکہ معقول بات بھی نیکی میں داخل ہے۔

Marfat.com

یتیموں کی تربیت

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ

اور نگرانی کرتے رہو یتیم جب کہ پہنچیں نکاح

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ

پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری تو حوالہ کر دو ان کو

اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا

ان کے مال اور نہ کھاجاؤ مال ضرورت سے زیادہ اور جلدی سے

اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ

پہلے کہ یہ بڑے ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو تو بچتا رہے

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

اور جو ہو محتاج تو کھائے دستور کے موافق

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا

پھر جب تم حوالہ کر دو ان کو ان کے مال تو گواہ کر لو

عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶

اس پر اور کافی اللہ حساب لینے والا۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ

اور یتیموں کی نگرانی کرتے رہو۔ جب تک کہ نکاح کی عمر کو نہ پہنچیں

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ

پھر اگر ان میں ہوشیاری دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالہ کر دو اور

اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا

یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ نہ کھاؤ اور نہ حاجت سے

اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ

پہلے کہ یہ بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو تو یتیم کے مال سے بچا رہے

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

اور جو کوئی محتاج ہو تو دستور کے موافق کھائے پھر جب

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا

ان کو ان کے مال حوالے کرو تو اس پر گواہ کر لو اور

عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶

اللہ حساب لینے کو کافی ہے۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ یتیموں کی پرورش اور تربیت کرتے رہو۔ اور سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے وقتاً فوقتاً ان کی عقل اور سمجھ آزماتے رہو۔ پھر جب وہ بالغ ہو جائیں اور اپنے نفع و نقصان کو سمجھ سکیں تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔ اگر بالغ ہو کر بھی ان میں اتنی سمجھ پیدا نہ ہو۔ تو امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ پچیس برس کی عمر تک انتظار کرو۔ اس درمیان میں جب اسے عقل اور سمجھ آجائے تو مال اس کے حوالے کر دو۔ ورنہ پچیس سال کی عمر کے بعد بہر حال میں اس کا مال اسے دے دو۔

یتیم کا مال ضرورت سے زیادہ صرف کرنا منع ہے۔ اور اس بات سے ڈر کر کہ یتیم بالغ ہو کر اپنا مال ہم سے لے لے گا۔ جلد جلد خرچ کر کے ختم نہ کر ڈالو۔ ولی کو چاہیئے کہ یتیم کا مال اپنے خرچ میں نہ لائے اور اگر یتیم کی پرورش کرنیوالا خود محتاج ہو۔ تو اپنی خدمات کے موافق یتیم کے مال سے کچھ لے سکتا ہے۔

جب کسی بچہ کا باپ مر جائے تو ضروری ہے کہ چند مسلمانوں کے روبرو یتیم کے مال کی تفصیل لکھ کر امانتدار کے حوالے کر دی جائے۔ اور جب یتیم بالغ ہو جائے تو اسی تحریر کے مطابق اس کا مال اسے واپس دلایا جائے اور جو کچھ خرچ ہوا ہو اس کی تفصیل یتیم کو سمجھا دی جائے نیز مال کی واپسی بھی گواہوں کے سامنے ہی ہونی چاہیئے تاکہ آئندہ اگر اختلاف اٹھ کھڑا ہو تو گواہ اس کے تصفیہ میں مدد دے سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حفاظت کرنیوالا ہے اور حساب خوب سمجھتا ہے۔ خود اسے حساب یا گواہی کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف لوگوں کی سہولت کے لئے مقرر فرمائی گئی ہیں۔

Marfat.com

میراث اور ترکہ کے حصّہ دار

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَ
مردوں کا حصّہ جو چھوڑ دیں ماں باپ اور
الْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ
قرابت والے اور عورتوں کا حصّہ اس میں جو چھوڑ دیں
الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ
ماں باپ اور قرابت والے اس میں تھوڑا اس میں یا
كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ⑦

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَ
مردوں کا بھی حصّہ ہے اس میں جو ماں باپ چھوڑ دیں اور قرابت
الْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ
والے اور عورتوں کا بھی حصّہ ہے اس میں جو ماں باپ اور
الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ
قرابت والے چھوڑ دیں۔ تھوڑا ہو یا بہت ہو
كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ⑦

بہت حصّہ مقرر کیا ہُوا۔ حصّہ مقرر کیا ہُوا ہے۔

پہلی آیات میں یتیم بچّوں کے حقوق اور مراعات کا بیان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کی انتہائی جزوی باتوں کو بھی واضح کر دیا۔ مثلاً یتیم بچیوں کا مہر باقاعدہ ادا کیا جائے۔ ان کی تربیت اور پرورش کا خاص اہتمام کیا جائے۔ نکاح کی عمر پہنچنے تک یتیم بچّوں کی پوری نگرانی کی جائے۔ ان کا روپیہ خُرد برد نہ کیا جائے۔ ان کی بلوغت کے ڈر سے جلد جلد ختم نہ کیا جائے۔ اور جب ان کے عاقل بالغ ہونے پر روپیہ واپس کرنا ہو تو باقاعدہ گواہوں کے رُوبرو یہ کام ہو۔

رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہ رواج تھا کہ بیٹیاں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی میراث میں سے حصّہ نہیں پا سکتی تھیں اور نابالغ بیٹوں کو بھی میراث نہیں ملتی تھی۔ صرف وہی بیٹے جو بڑے ہوتے تھے اور دُشمنوں کے ساتھ لڑنے کے کام آتے تھے وارث سمجھے جاتے تھے۔ اس وجہ سے یتیم بچّوں کو میراث سے کچھ حصّہ نہ ملتا تھا۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہُوئی۔ ارشاد ہُوا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے ترکہ میں سے بیٹوں کو خواہ وُہ نابالغ ہوں یا جوان حصّہ ملے گا۔ اور بیٹیوں کو بھی خواہ بالغ ہوں یا نابالغ حصّہ دیا جائے گا۔ اس آیت سے جاہلیّت کی رسموں کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یتیموں کے حقوق کی حفاظت کر کے ان کی حق تلفی کو روک دیا گیا۔ ترکہ میں مختلف حصّہ داروں کے حقوق کے تعیّن کی تفصیل اگلے رکُوع میں آئے گی۔

اسلام کا قانونِ وراثت دُنیا کے اندر ایک مثالی حیثیّت رکھتا ہے۔ دُنیا کے اکثر ممالک میں ورثے اور ترکے کے حقدار لڑکے سمجھے جاتے ہیں۔ لڑکیوں کا کوئی حصّہ نہیں دیا جاتا۔ بعض جگہ لڑکوں میں بھی صرف بڑے اور بالغ کو وارث۔ جانشین اور حق دار تصوّر کیا جاتا ہے۔ اسلام نے عدل و انصاف کا کامل نمونہ پیش کرتے ہُوئے لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی اور دُوسرے وارث مردوں کی طرح عورتوں کو بھی جائز حصّہ دار قرار دیا۔

عدل و مساوات کے اس دَور میں غیر مسلم بھی اسلام کے اس قانون کو ماننے پر مجبُور ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

تقسیم میراث میں نرمی

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ
اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار
الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ
یتیم اور محتاج انہیں کچھ دو اس میں سے
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۸
اور کہہ دو انہیں بات معقول۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ
اور جب حاضر (موجود) ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار اور
الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ
یتیم اور محتاج تو انہیں اس میں سے کچھ دے دو
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۸
اور انہیں معقول بات کہو۔

اُولُوا الْقُرْبٰی: (قرابت والے) نزدیکی رشتہ دار کو اولوالقربیٰ اور قرابت دار کہتے ہیں۔ "اولوا" کے معنی ہیں "والا" اور "القربیٰ" کے معنی ہیں "نزدیکی اور قرابت"۔

فَارْزُقُوْهُمْ: (انہیں کچھ دے دو) اس کا مادہ "رزق" ہے۔ اردو میں صرف کھانے پینے کی چیزوں کو رزق کہا جاتا ہے۔ عربی میں ہر عطیہ کو رزق کہا جاتا ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ: (معقول بات) معروف لفظ "عرف" سے ہے۔ عرفان۔ عارف وغیرہ اسی مادہ سے نکلے ہیں۔ جانی پہچانی پسندیدہ اور معقول بات کو معروف کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسی درست بات ہو جو قبولِ عام کی سند حاصل کر چکی ہو۔

ترکہ تقسیم کرتے وقت اگر برادری اور کنبہ کے دیگر لوگ بھی جمع ہوں۔ تو ان میں سے ان رشتہ داروں کو جنہیں میراث میں سے کوئی حصہ نہیں پہنچتا۔ یا جو یتیم اور حاجت مند وہاں حاضر ہوں انہیں کچھ کھلا پلا کر رخصت کرنا چاہیئے اور اگر ترکہ میں سے کوئی چیز انہیں دے بھی دی جائے۔ تو یہ عین حسنِ سلوک ہوگا۔ البتہ اگر میراث کے مال میں سے ایسے لوگوں کو کچھ کھلانے یا دینے کا موقع نہ ہو مثال کے طور پر اگر وہ یتیموں کا مال ہو اور میت نے ان لوگوں کو کچھ دینے کی وصیت نہ کی ہو۔ تو انہیں اچھی بات کہہ کر رخصت کر دینا چاہیئے۔ یعنی بڑی نرمی سے یہ کہہ دینا چاہیئے۔ کہ یہ مال یتیموں کا ہے اور میت نے بھی کوئی وصیت نہیں کی اس لئے ہم مجبور ہیں۔

سورہ کے شروع میں فرمایا کہ تمام رشتہ دار اور عزیز و اقربا کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ نیز یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھی رعایت کرو۔ اس لئے ان لوگوں کو کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیئے۔ اور اگر کسی وجہ سے ان کا کوئی حصہ نہ ہو تو کم از کم حسنِ سلوک سے ضرور پیش آنا چاہیئے۔

اسلام نے تالیفِ قلوب کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے۔ یہاں تو اعزا و اقربا کے ساتھ یتامیٰ اور مساکین کا ذکر ہے۔ دوسرے مواقع پر مہمان، مسافر اور ہمسایوں کے حقوق کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

جب انسان کچھ دینے کے قابل نہ ہو یا حالات نے اسے ہاتھ روکنے پر مجبور کر دیا ہو تو اس صورت میں بات میں نرمی اور گفتگو میں معقولیت اختیار کرنے کو کہا

Marfat.com

یتیم کو اپنی اولاد پر قیاس کرو

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ
اور چاہیئے کہ وہ لوگ ڈریں کہ اگر اپنے پیچھے

ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ
کمزور اولاد چھوڑی ہے تو ان پر اندیشہ کریں چاہیئے کہ اللہ سے ڈریں اور

وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ
سیدھی بات کہیں۔ جو لوگ یتیموں کا

يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ
مال ناحق کھاتے ہیں وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ

فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾ ع ۱۲
ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب آگ میں داخل ہوں گے۔

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ
اور چاہیئے کہ وہ ڈریں لوگ اگر چھوڑی سے اپنے پیچھے

ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ
اولاد ضعیف اندیشہ کریں ان پر چاہیئے کہ ڈریں اللہ

وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ
اور کہیں بات سیدھی کہ جو لوگ

يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ
کھاتے ہیں مال یتیم ناحق بیشک بھر رہے ہیں

فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾ ع
میں ان کے پیٹ آگ اور عنقریب داخل ہوں گے آگ۔

بظاہر یہ حکم یتیموں کے ولی اور سرپرستوں کے لئے معلوم ہوتا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو ان کے علاوہ دُوسروں پر بھی اس حکم کا اطلاق ہوتا ہے۔

جس طرح تم میں سے ہر شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ مرنے کے بعد کہیں اُس کی اولاد کے ساتھ سختی اور بُرائی سے معاملہ نہ کیا جائے ایسے ہی تمہیں دُوسروں کی یتیم اولاد کے ساتھ سختی برتنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ جس طرح تم چاہتے ہو کہ تمہارے مرنے کے بعد تمہاری اولاد کے ساتھ لوگ شفقت و مہربانی سے پیش آئیں۔ اسی طرح تم یتیموں کے ساتھ حُسنِ سلوک، مہربانی اور شفقت سے پیش آؤ۔ ایسا کرو گے تو تمہیں اپنی اولاد کے بارے میں اطمینان رہے گا۔ اور واقعی دُوسرے لوگ تمہارے بچوں کیساتھ اسی طرح نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئیں گے

تمہیں چاہیئے کہ اللہ سے ڈرو۔ یتیموں سے سیدھی اور اچھی بات کہو۔ جس سے ان کا دِل نہ ٹوٹے اور ان کا نقصان نہ ہو بلکہ ان کی اصلاح ہو

گذشتہ آیات میں بھی کئی بار بتایا گیا ہے کہ یتیموں کے مال کو خرچ کرنے کے سلسلے میں احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ ان کے مال میں خیانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اب یہاں یتیم کے مال میں خیانت کرنے پر بڑی سخت سزا سُنائی گئی ہے کہ جو شخص یتیم کا مال ناحق کھاتا ہے وُہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے۔ یعنی یتیم کا مال کھانے کا انجام یہ ہوگا کہ اُسے دوزخ میں جھونکا جائے گا۔

یتیم کی بے کسی اور مجبوری کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ وُہ دُوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ دُوسروں کا سہارا ڈھونڈھتا ہے۔ اگر اُسے اس نازک حالت میں کوئی ایماندار اور مہربان سرپرست نہ ملے تو اس کا بے راہ رو اور تباہ ہو جانا کچھ بعید نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یتیم کے ساتھ ایمانداری برتو اور مہربانی سے پیش آؤ۔ جو شخص اس بے کس مخلوق کا مال ناحق کھائے گا اسے بہت بڑی سزا مل کر رہے گی۔

Marfat.com

مرد و عورت کے حصّوں کا تناسب

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ
حظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ
اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ
كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ
حظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ
اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ
كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ

اللہ تمہاری اولاد کے حق میں تمہیں حکم کرتا ہے کہ ایک مرد کا حصّہ دو عورتوں کے برابر ہے پھر اگر عورتیں دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے ترکہ کا دو تہائی ہے۔ اور اگر ایک ہو تو اس کے لئے آدھا ہے۔

يُوْصِيْكُمُ: (تمہیں حکم کرتا ہے) یہ لفظ وصیت سے ہے۔ ہم وصیّت کرنے والے کی اُن ہدایات اور خواہشات کو کہتے ہیں۔ جو وہ اپنے پیچھے رہ جانے والوں اور وارثوں کے لئے کرتا ہے۔

میّت کے ترکہ کی تقسیم کا مسئلہ اجتماعی زندگی کے اہم ترین مسائل میں سے ہے اور اسکی صحیح تقسیم سے ہی سوسائٹی کی کامیابی وابستہ ہے ترکہ کی تقسیم کا ایک عام اصول یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ ہر لڑکے کو دوسرا اور ہر لڑکی کو آدھا حصّہ ملے گا خواہ لڑکا اور لڑکی ایک ایک ہوں یا ایک سے زیادہ ہوں۔

حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (دو عورتوں کے برابر) بعض شریعتوں کے مطابق ترکہ میں لڑکی کا کوئی حصّہ ہی نہیں۔ جاہلیّت کے زمانہ میں بھی ترکہ صرف بالغ مردوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ اس زیادتی کے خلاف موجودہ زمانہ میں یہ آواز بلند ہوئی کہ مرد اور عورت کا حصّہ مساوی ہونا چاہیئے۔ اسلامی قانون ان دونوں کے بین بین ہے۔ اس نے مرد کا حصّہ عورت سے دوگنا مقرر کیا ہے۔

اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ عورت پر صرف تربیّت نسل کی ذمہ داری ہے فکرِ معاش کی نہیں۔ بیوی بچّوں کا اور گھر والوں کا خرچ چلانا مرد کے ذمہ رکھا گیا ہے۔ لہٰذا عین انصاف کے مطابق ہے کہ مرد کو زیادہ حصّہ دیا جائے۔

دُوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شادی شدہ عورت میکہ کی طرف سے باپ کے ترکہ سے بھی حصّہ لے لیتی ہے اور سُسرال کی طرف سے شوہر کے ترکہ سے بھی۔ لیکن مرد کو صرف ایک طرف سے ہی حصّہ ملتا ہے۔

اگر صرف دو لڑکیاں ہوں۔ تو ان کا کل حصّہ دو تہائی ہوگا۔ اور ہر ایک کو تہائی حصّہ ملے گا۔ پھر لڑکیاں دو سے خواہ کتنی ہی زیادہ ہوں۔ ان کا مجموعی حصّہ ترکہ کا دو تہائی ہی رہے گا۔ باقی ایک تہائی دُوسرے عزیز و اقربا کو ملے گا۔

اگر لڑکی ایک ہی ہو۔ تو کل ترکہ کا نصف حصّہ ملے گا۔ اور باقی آدھے حصّے میں دیگر رشتہ دار شریک ہوں گے۔ لیکن اگر عزیز وغیرہ موجود نہ ہوں تو پھر باقی آدھا حصّہ بھی اسی لڑکی کو ملے گا۔

اگر بیٹی کوئی نہ ہو۔ صرف بیٹا ہی ہو۔ خواہ ایک یا ایک سے زیادہ تو تمام میراث انہیں مل جائے گی۔

Marfat.com

والدین کا حصّہ

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑪

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

اور اس کے ماں باپ کے لئے دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصّہ

مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ

اس مال سے ہے جو کہ وہ چھوڑ مرا اگر اس کے اولاد ہے اور اگر اس کے

لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ

اولاد نہیں اور اس کے وارث ماں باپ ہیں تو اس کی ماں کا تہائی

فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ

ہے پھر اگر اس کے کئی بھائی ہیں تو اس کی ماں کا چھٹا حصّہ ہے وصیّت

بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ

کے بعد جو وہ کر مرا یا ادائیگی قرض کے بعد تمہارے باپ اور

وَاَبْنَاۗؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ

بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ کون تمہیں زیادہ نفع پہنچائے حصّہ

نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے۔ بیشک اللہ خبردار حکمت

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑪

والا ہے۔

اس آیت میں ماں باپ کی میراث کی تین صورتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ (۱) اگر میّت کی اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصّہ ملے گا (۲) اگر میّت کی اولاد کچھ نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں۔ تو ماں کو ایک تہائی اور باپ کو دو تہائی حصّہ ملے گا (۳) اگر میّت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں۔ خواہ وہ حقیقی ہوں یا صرف باپ یا صرف ماں کی طرف سے ہوں اور اولاد کچھ بھی نہ ہو تو ماں کو چھٹا حصّہ اور باقی باپ کو ملے گا۔ بھائی بہن کو کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر صرف ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ماں کو ایک تہائی ملے گا اور باپ کو دو تہائی۔

یہ بات ضروری ہے کہ وارثوں کو ان کے حصّے میّت کی وصیّت اور اس کے قرض کو ادا کرنے کے بعد تقسیم کئے جائیں۔ میّت کا مال پہلے اس کے کفن اور دفن کے لئے استعمال کیا جائے۔ پھر اس میں سے قرضہ ادا کیا جائے۔ پھر جو باقی رہے اس کو میّت کی وصیّت میں ایک تہائی تک صرف کیا جائے۔ بقیہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ تمہیں معلوم نہیں کہ کس سے تمہیں نفع پہنچے گا۔ اور کتنا نفع پہنچے گا۔ مقرّرہ حصّوں میں دخل نہ دینا چاہیئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو جو حصّہ مقرر کیا ہے۔ اس کی پابندی کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

میاں بیوی کا حصّہ

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ
اور تمہارا آدھا مال ہے جو کہ تمہاری عورتیں چھوڑ مریں اگر
لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ
نہ ہو ان کی اولاد اور اگر ہو ان کی
وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ
اولاد تو تمہارے لئے چوتھائی چھوڑ مریں سے بعد
وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَلَهُنَّ
وصیت جو کر گئیں اس کے بارے یا قرض کی ادائیگی اور عورتوں کیلئے
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ
چوتھائی اس میں سے جو تم چھوڑ مرو اگر نہ ہو تمہارے لئے اولاد
فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا
اور اگر ہو تمہارے لئے اولاد تو ان کے لئے آٹھواں اس میں سے
تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ
اور تمہارا آدھا مال ہے جو کہ تمہاری عورتیں چھوڑ مریں اگر
لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ
ان کے اولاد نہ ہو پھر اگر ان کے اولاد ہے تو جو
وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ
چھوڑ گئیں اس میں سے تمہارے لئے چوتھائی ہے وصیت
وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَلَهُنَّ
کے بعد جو وہ کر گئیں یا قرض کے بعد۔ اور عورتوں
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ
کے لئے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو تم چھوڑ مرو اگر تمہارے
فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا
اولاد نہ ہو اور اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے
تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ
جو تم چھوڑ مرو وصیت کے بعد جو تم کر مرو یا قرض کے بعد۔

اس آیت میں خاوند اور بیوی کی میراث کو بیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی خاوند کو اس کی بیوی کے مال سے نصف ملے گا بشرطیکہ عورت کی اولاد نہ ہو۔ اور اگر عورت کی کچھ اولاد ہو۔ اسی مرد سے ہو یا کسی اور سے۔ تو مرد کو عورت کے مال سے ایک چوتھائی ملے گا۔ البتہ میراث تقسیم کرنے سے پہلے عورت کی وصیت اور اس پر جو قرض ہو۔ وہ ادا کر دینا ضروری ہے۔

اسی طرح عورت کو اس کے خاوند کے مال میں سے چوتھائی حصہ ملے گا۔ بشرطیکہ مرد کی اولاد نہ ہو۔ خواہ اسی عورت یا کسی دوسری عورت سے ہو۔ ورنہ وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد جو بچے گا اس کا آٹھواں حصہ ملے گا۔

مال کی ہر قسم میں سے خواہ نقد ہو یا جنس۔ زیور ہو یا قیمتی دھاتوں کی سلاخیں۔ حویلی ہو یا باغ۔ یہ سب ترکہ میں شمار ہو گا۔ جہاں تک عورت کے مہر کا تعلق ہے۔ وہ قرض میں شمار کیا جائے گا۔

میراث کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے یہ قوانین حکمت و مصلحت سے بھرپور ہیں۔ انہیں تسلیم کر لینا اور ان پر عمل کرنے میں ہی ہماری کامیابی ہے۔

Marfat.com

کلالہ کا حصّہ

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ
اور اگر ہو مرد جس کی میراث ہے باپ بیٹا نہ ہو یا
امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ
عورت اور اس کے بھائی یا بہن تو ہر ایک
مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ
اور اگر وہ مرد جس کی میراث ہے باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا
امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ
یا ایسی ہی عورت ہو اور اس کے بھائی یا بہن ہے۔
مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ
تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصّہ ہے۔

کلالہ: (جس کا باپ یا بیٹا نہ ہو) کلالہ، فقہ کی اصطلاح ہے۔ اس کی یہ تفسیر ہے کہ اس کا باپ یا بیٹا نہ ہو۔ تمام فقہاء کے ہاں مسلّم ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ کہ باپ اور بیٹا نہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی دادی اور پوتی بھی نہیں ہونی چاہیئے اور اس سلسلے میں جو حکم باپ اور بیٹے کے حصّہ کے متعلق ہے۔ وہی امام ابوحنیفہؒ نے دادی اور پوتی کے بارہ میں کہا ہے۔ تاہم اس بارے میں اختلاف رائے پہلے سے چلا آتا ہے۔

یہاں سے ایسے بھائی بہن کی میراث کا ذکر ہے جو صرف ماں میں شریک ہوں۔ قانون یہ ہے کہ باپ اور بیٹے کے ہوتے ہوئے بہن، بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور اگر باپ اور بیٹا نہ ہو۔ تو بھائی اور بہن کو میراث ملے گی۔ بھائی اور بہن تین طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ سگے، جو ماں، باپ دونوں میں شریک ہوں۔ انہیں "عینی" کہتے ہیں۔

۲۔ سوتیلے، جو صرف باپ میں شریک ہوں۔ انہیں "علاتی" کہتے ہیں۔

۳۔ سوتیلے، جو صرف ماں میں شریک ہوں۔ انہیں "اخیافی" کہا جاتا ہے۔

اس آیت میں آخری قسم کے بہن بھائی کا ذکر ہے۔

اگر مرنے والے کے ماں باپ بیٹا بیٹی کچھ نہ ہو۔ اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن اخیافی ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصّہ ملے گا۔

اخیافی بہن اور بھائی کا حصّہ برابر ہے۔ کسی کا کم و بیش نہیں۔

جہاں تک دوسرے دو قسم کے بھائی بہن یعنی عینی اور علاتی کا تعلق ہے۔ تو ان دونوں قسموں کا حکم اولاد کے مانند ہے۔ بشرطیکہ میّت کا باپ یا بیٹا کچھ نہ ہو۔

عینی بھائی یا بہن مقدم ہے۔ اگر وہ نہ ہو پھر علاتی کی باری آئے گی۔ سورۃ النساء کے آخر میں ان دونوں کی میراث کا مفصّل ذکر آئے گا۔

اس سلسلہ میں میراث کی تقسیم کے باقی قوانین اس کے بعد بھی بیان ہوں گے۔

Marfat.com

وصیّت اور قرض

فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ

اور اگر ہو زیادہ سے اس تو وہ سب شریک

فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ

میں تہائی سے بعد وصیّت جو ہو چکی ہے

اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ

یا قرض نہ نقصان کیا ہے حکم سے اللہ

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ؕ (۱۲)

اور اللہ جاننے والا تحمل کرنیوالا۔

فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ

اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں

فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ

وصیّت کے بعد جو ہو چکی ہے یا قرض کے بعد جبکہ

اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ

اوروں کا نقصان نہ کیا ہو یہ حکم اللہ کا ہے جو سب کچھ

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ؕ (۱۲)

جاننے والا تحمل کرنے والا ہے۔

اگر اخیافی بھائی یا بہن ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کو میراث کے مال میں سے ایک تہائی ملے گا۔ تاہم وصیّت کا پورا کرنا اور قرض کا ادا کرنا پہلے عمل میں لایا جائے گا۔ بشرطیکہ وصیّت میں دوسروں کو نقصان نہ پہنچایا گیا ہو۔ اس نقصان کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک تہائی سے زیادہ کی وصیّت ہو۔ دوسری یہ کہ جس وارث کو میراث میں سے حصّہ ملے گا اس کے لئے بھی وصیّت کی گئی ہو۔ یہ دونوں صورتیں درست نہیں۔ صرف اس صورت میں درست ہیں۔ جب تمام وارث انہیں قبول کر لیں۔

چونکہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ وارث میّت کا قرضہ اور وصیّت ادا کرنے سے پہلے ہی مال تقسیم نہ کر لیں۔ اس لئے میراث کے ساتھ بار بار قرضے اور وصیّت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

رکوع کے آغاز سے یہاں تک جو میراثیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ وہ پانچ ہیں۔ بیٹا بیٹی۔ ماں۔ باپ۔ خاوند اور بیوی اور اخیافی بھائی بہن۔ ان پانچوں کو حصّہ دار کہتے ہیں۔ ان کی میراث کو بیان فرما کر تاکید کے طور پر یہ فرما دیا۔ کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اس کی تعمیل ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کس نے اطاعت کی اور کس نے نافرمانی کی کس نے تقسیم میراث وصیّت اور قرضے کی ادائیگی میں انصاف برتا۔

ان حصّہ داروں کے علاوہ ایک دوسری قسم کے وارث بھی ہیں جنہیں "عصبہ" کہتے ہیں۔ ان کا حصّہ کسی نسبت سے مقرر نہیں بلکہ اصل حصّہ داروں کو دینے کے بعد جو باقی بچے گا۔ وہی انہیں ملے گا۔ مثلاً اگر کسی کا عصبہ ہو اور اصل حصّے داروں میں سے کوئی نہ ہو تو اس کا تمام مال عصبہ کو ملے گا اگر دونوں موجود ہوں تو اصل حصّے دار کو دے کر جو بچے گا وہ عصبہ کو دیا جائیگا اور اگر کچھ نہ بچا تو اسے کچھ نہ ملے گا۔

عصبہ دراصل اس مرد کو کہتے ہیں۔ جس کا میّت کے ساتھ عورت کے واسطہ سے رشتہ نہ ہو اور اس کے چار درجے ہیں اوّل درجہ میں بیٹا اور پوتا ہیں۔ دوسرے درجہ میں باپ اور دادا تیسرے درجہ میں بھائی اور بھتیجا چوتھے درجہ میں چچا اور چچا کا بیٹا یا اس کا پوتا۔ اگر کئی شخص ہوں۔ تو جو میّت سے قریب ہے۔ وہ مقدم ہوگا جیسے پوتے سے بیٹا اور بھتیجے سے بھائی اور سوتیلے سے سگا۔ ان چاروں کے علاوہ اولاد میں اور بھائیوں میں مرد کے ساتھ عورت بھی عصبہ ہوتی ہے۔

Marfat.com

حدود اللہ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
یہ حدیں اللہ اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ
وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
اور اس کا رسول اسے داخل کریگا جنت بہتی ہیں سے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ
اس کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور یہی
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ
کامیابی بڑی۔ اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ اور
رَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا
اس کا رسول اور نکل جائے اس کی حدود اسے ڈالے گا آگ
خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ ع ۲ ۱۳
ہمیشہ رہیگا اس میں اور اس کیلئے عذاب ذلت والا۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
یہ اللہ کی مقررہ حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ کے حکم پر چلے اور
وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
اس کے رسول کے اسے وہ جنتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ
نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ
بڑی کامیابی ہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے
رَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا
رسول کی نافرمانی کرے۔ اور اس کی حدوں سے نکل جائے
خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ ع ۲ ۱۳
اسے آگ میں ڈالے گا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کیلئے ذلت والا عذاب ہے۔

حُدُوْدُ اللّٰهِ: (اللہ کی حدیں) حدود حد کا واحد حد ہے۔ حد کسی چیز کے ختم ہو جانے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یعنی آخری کنارہ اور وہ لکیر جس کے آگے نہیں جا سکتے۔ "حدود اللہ" سے مراد اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے وہ اصول و ضوابط اور وہ پابندیاں ہیں جنہیں توڑنے اور جن سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں۔ مثلاً کھانے پینے کی پابندیاں۔ میراث کے مقرر کئے ہوئے حصے وغیرہ۔

يَتَعَدَّ: (نکل جائے) تعدی۔ عدوان بھی اسی مادہ سے نکلے ہیں۔ ان کے معنیٰ ہیں مقررہ حد سے آگے نکل جانا اور پابندیوں کو توڑ کر احکام الٰہی کی نافرمانی کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے تعدد ازدواج اور یتیموں کے بارہ میں مفصل ہدایات دیں۔ پھر وصیت اور میراث کے احکام اور مقررہ حصوں کی وضاحت کی۔

ان سب کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ جنت کی ابدی نعمتیں اور دنیا کی کامیابیاں ان کے لئے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے اور جو لوگ ان مقررہ ضوابط کو نہ مانیں گے اور حد سے بڑھیں گے وہ جہنم میں جائیں گے اور رسوا کن عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

Marfat.com

بدکار عورتوں کی سزا

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ
اور جو کوئی کرے بدکاری سے تمہاری عورتیں
فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ
تو گواہ لاؤ ان پر چار مرد اپنے میں سے
فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ
پھر اگر وہ گواہی دیں تو انہیں بند رکھو میں گھر
حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ
یہاں تک انہیں اٹھائے موت یا مقرر کر دے اللہ
لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾
ان کیلئے راہ۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ
اور تمہاری عورتوں میں سے جو کوئی بدکاری کرے
فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ
تو ان پر اپنے آدمیوں میں سے چار گواہ لاؤ پھر اگر وہ
فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ
گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں
حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ
تک کہ انہیں موت اٹھالے۔ یا اللہ ان کے لئے کوئی
لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾
راہ مقرر کر دے

اَلْفَاحِشَةَ: (بدکاری) فحش اس کا مادہ ہے۔ فاحشہ کے معنی بے حیائی اور بدکار عورت دونوں ہیں لغت میں ہر ایسے قول و فعل کو فحش کہا جاتا ہے جو بُرا ہو اور جس کا ذکر کرنا اور سُننا ناگوار ہو۔ غالباً اسی لئے اردو میں فاحشہ کا لفظ بیسوا اور بدکار عورت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

اَسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ: (ان پر اپنے میں سے چار گواہ لاؤ) بے حیائی اور بدکاری جس قدر ذلیل اور خطرناک جُرم ہے اور جس قدر اس کی سزا شدید ہے اتنا ہی اس کے اعلان اور سزا میں احتیاط ضروری ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اس جُرم کے ثبوت اور سزا کے تعین کے لئے اپنے آدمیوں میں سے چار گواہ پیش کرو۔ عام امور میں صرف دو گواہیاں کافی ہوتی ہیں مگر زنا کے سلسلہ میں چار ضروری قرار دی گئیں۔ اور وہ بھی مسلمانوں کی گواہیاں غیر مسلموں کی نہیں۔

اس آیت کی تشریح دو طریق پر کی گئی ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر کوئی عورت الفاحشہ (بے حیائی) میں پکڑی جائے تو سزا کے لئے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور ثبوت کے بعد اس کی سزا یہ ہے کہ گھر میں مقید کر دیا جائے۔ جب تک کہ اسے موت نہ آجائے۔ یا اللہ اس کے لئے کوئی اور راہ نہ پیدا کر دے۔

دُوسری تشریح یوں کی گئی ہے کہ اگر کوئی عورت الفاحشہ (زنا) میں پکڑی جائے اور چار مسلمان اس کی گواہی دیں۔ تو اسے گھر میں بند کر دیا جائے۔ جب تک اسے موت نہ آئے۔ یا اللہ کوئی اور طریقہ نہ نکال دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں سو دُرّوں کی سزا مقرر کر کے اس قید سے رہائی کا راستہ مقرر فرما دیا ہے۔

Marfat.com

بدکار مردوں کی سزا

وَالّٰذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ

اور تم میں سے جو دو مرد یہی بدکاری کریں تو انہیں ایذا دو

فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ

پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اپنی اصلاح کریں تو ان کا خیال

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾

چھوڑ دو بیشک اللہ توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے۔

وَالّٰذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ

اور جو دو مرد کریں یہی بدکاری تم میں سے تو انہیں ایذا دو

فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ

پھر اگر توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو چھوڑ دو انہیں

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾

بیشک اللہ ہے توبہ قبول کرنیوالا مہربان۔

اَلّٰذٰنِ: (جو دو مرد) پہلی آیت میں بے حیائی اور بدکاری کی مجرم عورتوں کی سزا کا حکم تھا۔ اس آیت میں بدکاری کرنے والے مردوں کی سزا کا ذکر ہے۔ "الذان" اسم موصول مذکر ہے۔ مفسرین نے اس سے مراد وہ دو مرد لئے ہیں جو لواطت کے مجرم ہوں۔ یا مرد جو کسی عورت کے ساتھ بدکاری کا ارتکاب کرے۔

اٰذُوْهُمَا: (ان دونوں کو ایذا دو) اذیت۔ ایذا وغیرہ ایک ہی مادہ سے ہیں۔ اس لفظ کے مفہوم میں ہر قسم کی تکلیف شامل ہے عورتوں کو گھر میں بند رکھنے کی سزا کا اعلان تھا۔ مردوں کو اذیت پہنچانے کی سزا مقرر کی گئی۔ اور اس کا تعین حاکمِ شریعت کے ہاتھ میں دے دیا۔

اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں سورۃ نور کے اندر زنا کی سزا سو دُرّے مقرر کی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اس سزا میں نہ تخفیف کی جائے نہ نرمی برتی جائے۔ بلکہ سرِ عام سب کے سامنے سزا جاری کی جائے۔ بظاہر اسلام کی یہ جسمانی سزائیں بہت شدید اور سخت معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن جرموں کی نوعیت حقیقت میں اس قسم کی سزاؤں کا تقاضا کرتی ہے۔ دوسرے یہ کہ نتائج کے اعتبار سے یہ سزائیں جرائم کو روکتی ہیں۔ اور دورِ حاضر کی ہلکی پھلکی قید و بند اور جرمانے کی سزائیں جرائم کم کرنے کی بجائے ان میں زیادتی کا سبب بنی ہوئی ہیں۔

اسلام دُنیا میں اصلاح اور درستی چاہتا ہے اس لئے اُس نے ان جرائم کو بہت بُری نظر سے دیکھا ہے۔ اور ان کی سزائیں بھی ایسی رکھی ہیں کہ ان سے جرائم رُک جائیں اور دُنیا سے خرابیاں ختم ہو جائیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ بے حیائی کا جُرم کرنے والے جب توبہ کریں اور اصلاح کرلیں تو تم انہیں چھوڑ دو۔ توبہ کی تشریح اس سے قبل کئی بار ہو چکی ہے یعنی اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے اس کا اعتراف کیا جائے۔ اور اسے چھوڑ دینے کا اقرار کیا جائے۔ آیت میں توبہ کے ساتھ مزید تاکید کے لئے "اصلاح" بھی ضروری قرار دی گئی ہے۔ اس کے بعد بشارت دی کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ اس کے رحم و کرم سے ہمیشہ پُر امید رہنا چاہیئے۔

Marfat.com

توبہ

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
بیشک توبہ اوپر اللہ ان لوگوں کی جو کرتے ہیں
السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ
بُرا کام جہالت سے پھر توبہ کرتے ہیں سے جلدی تو انہیں
يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾
معاف کرتا ہے اللہ انہیں اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
اللہ انہیں لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو برا کام جہالت سے
السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ
کرتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کرتے ہیں تو انہیں اللہ معاف کر دیتا
يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾
ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

توبہ: اس کے لفظی معنی ہیں واپس آنا لوٹنا جس جگہ کو چھوڑا تھا۔ وہاں پھر پلٹ کر آجانا انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ کے حضور سے ہٹ جاتا ہے اس کو چاہیئے کہ پھر اللہ کے سامنے واپس آئے اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی خطا کا اقرار کرے اور سچے دل سے وعدہ کرے کہ پھر ایسی خطا نہ کروں گا۔ اور اس پر جم جائے اسے توبہ کہتے ہیں فقط زبان سے توبہ توبہ کہنا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ توبہ اس وقت ہوگی جب اللہ کے سامنے اپنے کئے ہوئے پر پچھتائے اور سچے دل سے اقرار کرے کہ پھر ایسی حرکت نہ کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے بعض سنگین گناہ مثلاً زنا اور لواطت اور ان کی سزاؤں کا ذکر فرمایا پھر یہ بتایا کہ وہ جرم بھی معاف فرما دیتا ہے بشرطیکہ گنہگار توبہ کر لیں۔ آئندہ اپنے اعمال کی درستی کر لیں اور دوبارہ اس گناہ کے ارتکاب سے باز رہیں لیکن یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے صرف ان لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ جو جہالت یا نادانی کی بنا پر کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ اور اپنی خرابی اور گناہ پر مطلع ہونے پر فوراً نادم ہوتے ہیں اور آئندہ ایسے بدفعلوں سے بچنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی خطائیں اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرما دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے اور اس کا علم بہت وسیع ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس نے دانستہ گناہ کیا ہے۔ اور کس نے اخلاص کے ساتھ توبہ کی ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

توبہ کی قبولیت پر دو شرطیں لگائی گئی ہیں۔ اوّل یہ کہ گناہ نادانی کی بنا پر سرزد ہوا ہو۔ دوم یہ کہ توبہ کی طرف جلد ہی رجوع کیا گیا ہو۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ جو شخص نادانی کی بنا پر گناہ کرے اور تنبیہ کے فوراً بعد توبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق اس کی توبہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور جس شخص نے دیدہ و دانستہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرأت کی۔ گناہ پر آگاہ ہونے کے بعد بھی جلدی سے توبہ نہ کی۔ بلکہ اس میں تاخیر کرتا رہا اور پہلی ہی حالت پر قائم رہا۔ تو انصاف کے قاعدے کے مطابق اس کی خطا معافی کے قابل نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مولیٰ کریم اپنے خاص فضل و کرم سے کام لے کر معافی فرمائے۔

توبہ قبول ہونے کی بشارت جان لینے کے بعد ہم پر لازم ہوتا ہے کہ جب کبھی ہم سے دانستہ یا نادانستہ گناہ سرزد ہو جائے تو ہم فوراً اللہ کی طرف رجوع کریں۔ آئندہ سے ایسے نہ کرنے کا عہد کریں۔ اللہ سے اپنا گناہ بخشوائیں اور معافی کے مستحق بن جائیں۔ اس نے بشارت دی ہے کہ بندہ اس کی طرف ایک قدم بڑھتا ہے تو اس کی رحمت دس قدم بندہ کی طرف بڑھتی ہے۔

Marfat.com

جھوٹی توبہ

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
اور نہیں توبہ ایسوں کی جو کئے جاتے ہیں
السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
برے کام یہاں تک کہ جب سامنے آجائے ان میں سے کسی کو موت
قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ
تو کہنے لگا میں توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ایسوں کی جو
يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا
مرتے ہیں اور وہ کافر وہی ہم نے تیار کیا
لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۸
ان کے لئے عذاب دردناک۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
اور ایسوں کی توبہ نہیں جو برے کام کئے جاتے ہیں۔
السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آجائے تو
قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ
کہنے لگے اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ایسوں کی جو حالت
يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا
کفر میں مرتے ہیں ان کے لئے تو ہم نے دردناک
لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۸
عذاب تیار کیا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ ایسے لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی جو برابر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور اس سے باز نہیں آتے نہ انہیں گناہ پر ندامت ہوتی ہے۔ نہ وہ کسی کی تنبیہ کرنے پر اس سے باز رہنے کا عہد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب انہیں اپنی موت نظر آنے لگتی ہے تو اس وقت کہنے لگتے ہیں کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اسی طرح ان لوگوں کی بھی توبہ قبول نہ ہوگی۔ جو عمر بھر کفر کرتے رہے اور کفر پر ہی مر گئے اور اس کے بعد جب آخرت کا عذاب دیکھا تو توبہ کرنے لگے ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے شدید ترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔

توبہ کا ایک مناسب وقت ہے۔ اس کو پہلی آیت میں بیان کیا گیا۔ اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ ان لوگوں کی توبہ کوئی توبہ نہیں اور نہ قابلِ قبول ہو سکتی ہے جو عمر بھر تو نافرمانیاں اور گناہ کرتے رہے۔ جب موت کا وقت آیا اور گھنگرو بولنے لگا۔ تو اس وقت توبہ توبہ چلّانا شروع کر دیا۔ ایسے ہی ان لوگوں کی توبہ بھی بیکار ہے جو کفر کی حالت میں مر رہے ہیں۔ ظاہر وجہ ایسی توبہ کے نامنظور ہونے کی یہی ہے کہ جس وقت تک سزا پردۂ غیب میں ہے اس وقت تک سزا سے ڈرنا اور اس ڈر کی وجہ سے گناہ سے توبہ کرنا ایمان بالغیب کو ظاہر کرتا ہے۔ اور دم نکلتے وقت انسان کو کچھ نہ کچھ گناہوں کی سزا کا مشاہدہ ہو جاتا ہے اور مشاہدہ کے بعد ایمان بالغیب نہیں رہتا اس لئے سزا اور جزا کے ظاہر ہونے کے وقت نہ ایمان قبول کیا جاتا ہے اور نہ توبہ کا کوئی فائدہ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ توبہ صرف گناہ کا اعتراف کرنا نہیں۔ بلکہ توبہ سے آئندہ زندگی کی اصلاح اور درستی مقصود ہے۔ اگر کوئی مرتے دم توبہ کرتا ہے۔ جبکہ اصلاح کا نہ کوئی موقعہ رہا نہ گنجائش۔ تو ایسے حال میں توبہ سے کیا فائدہ۔

Marfat.com

مجرموں سے سلوک

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ

اے لوگو ایمان والے نہیں حلال تمہارے لئے کہ

تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

میراث میں لو عورتوں زبردستی اور نہ انہیں روکے رکھو

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ

کہ ان سے لے لو کچھ جو تم نے انہیں دیا سوائے

اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ

اس کے کہ کریں بے حیائی کھلی اور عورتوں سے گذران کرو

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ

اچھی طرح پھر اگر وہ تمہیں نہ بھائیں تو شاید کہ

تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا

پسند نہ آئے کچھ اور رکھی ہو اللہ اس میں خوبی

كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

بہت۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ

اے ایمان والو تمہارے لئے حلال نہیں کہ عورتوں کو

تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

زبردستی میراث میں لے لو اور نہ اس لئے انہیں روکے رکھو

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ

کہ ان سے اپنا دیا ہوا کچھ لے لو سوا اس کے کہ وہ

اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ

صریح بے حیائی کریں اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گذران

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ

کرو۔ پھر اگر وہ تمہیں نہ بھائیں تو شاید تمہیں ایک چیز

تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا

پسند نہ آئے اور اللہ نے اس میں بہت خوبی

كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

رکھی ہو۔

بدکاری اور اس کی سزا کا بیان کرنے کے بعد اب جاہلیت کے اس ظلم کو روکا جاتا ہے۔ جو عورتوں پر ہوتا تھا۔ ان کے ہاں رواج تھا کہ جب کوئی مرد مر جاتا تو اس کی بیوی کو میت کا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا کوئی وارث لے لیتا۔ چاہتا تو اس سے خود نکاح کر لیتا یا بغیر نکاح ہی اسے گھر میں رکھتا یا دوسرے سے نکاح کر کے اس کا مہر لے لیتا۔ یا ساری عمر اسے اپنی قید میں رکھتا۔ اور اس کے مال کا وارث بن جاتا۔

قرآن مجید میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مر جائے تو اس کی بیوی کو اپنے نکاح کے بارے میں اختیار حاصل ہے۔ میت کے بھائی یا اس کے کسی وارث کو یہ اختیار نہیں۔ کہ زبردستی اپنے نکاح میں لے لے۔ اگر عورت صریح بدچلنی کرے تو اسے روکنا چاہیئے ورنہ تمام حالات میں تمہیں چاہیئے کہ عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ تمہیں کسی عورت کی کوئی عادت پسند نہ آئے تو صبر کرو۔ شاید اس میں کوئی خوبی بھی ہو۔ کیا پتہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لئے کوئی فائدہ رکھا ہو۔ انسان کی اپنی عقل کمزور اور علم محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع اور لامحدود ہے۔

Marfat.com

مہر کی ادائیگی

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

وَاِنْ — اَرَدْتُّمُ — اسْتِبْدَالَ — زَوْجٍ — مَّكَانَ
اور اگر — تم چاہو — بدلنا — عورت — جگہ

زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ — اِحْدٰىهُنَّ — قِنْطَارًا — فَلَا
عورت — اور دے چکے — ایک کو — بہت سا مال — تو نہ

تَاْخُذُوْا — مِنْهُ — شَيْـًٔا ؕ — اَتَاْخُذُوْنَهٗ — بُهْتَانًا
واپس لو — اس میں سے — کچھ — کیا اسے لیا چاہتے ہو — ناحق

وَّاِثْمًا — مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ — وَكَيْفَ — تَاْخُذُوْنَهٗ
اور گناہ — صریح — اور کیونکر — اسے لے سکتے ہو

وَقَدْ — اَفْضٰى — بَعْضُكُمْ — اِلٰى — بَعْضٍ — وَّ
اور پہنچ چکا ہے — تم میں ایک — تک — دوسرا — اور

اَخَذْنَ — مِنْكُمْ — مِّيْثَاقًا — غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾
وہ لے چکیں — تم میں سے — عہد — پختہ۔

اور اگر ایک عورت کی جگہ دوسری کو بدلنا چاہو اور ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے ناحق اور صریح گناہ سے لیا چاہتے ہو۔ اور اسے کیونکر لے سکتے ہو اور تم میں کا ایک دوسرے تک پہنچ چکا ہے۔ اور تم سے وہ عورتیں پختہ عہد لے چکی ہیں۔

اسلام سے قبل جاہلیت کے زمانہ میں ایک یہ رسم بھی تھی کہ جب کوئی پہلی بیوی کو چھوڑ کر دوسری عورت سے شادی کرنا چاہتا تو پہلی بیوی پر تہمت لگاتا۔ اور اس پر طرح طرح کی سختیاں اور ظلم کرتا تاکہ وہ مجبور ہو کر مہر واپس کر دے اور طلاق لے لے اور اس طرح یہ روپیہ پیسہ دوسرے نکاح میں استعمال کیا جا سکے اس آیت میں اس چیز کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ کہ جب پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کر لو اور پہلی کو بہت سا مال دے چکے ہو۔ تو اب اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ بہتان باندھ کر یا تہمت لگا کر پہلی بیوی سے مال واپس لینا جائز نہیں۔

جب مرد اور عورت نکاح کے بعد مل چکے اور صحبت کی نوبت آ چکی تو مہر مرد پر واجب ہو گیا۔ اب اسی مہر کو واپس لینا مرد کے لئے کیسے جائز ہے۔ اور اگر عورت واپس نہ کرے تو اسے کیونکر دبا سکتا ہے۔ واپسی کی صرف ایک صورت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی خوشی سے مہر معاف کر دے۔ جب یہ عورتیں تم لوگوں سے بہت پختہ عہد لے چکیں اور تم ان سے پورا پورا فائدہ اٹھا چکے اب ان سے مہر واپس لے لینا یا نہ دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

یہ یاد رہے کہ جس طرح مجامعت کے بعد خاوند کے اوپر تمام مہر ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر خلوت صحیحہ ہو گئی ہو تو بھی پورا مہر واجب الادا ہو گا۔ البتہ اگر خلوت صحیحہ کی بھی نوبت نہ آئی ہو اور خاوند نے طلاق دے دی ہو۔ تو پھر آدھا مہر ادا کرنا ہو گا۔ یہ مسائل سورۂ بقرہ میں گذر چکے ہیں۔

Marfat.com

ماؤں کا احترام

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ
اور نہ نکاح میں لاؤ جو نکاح کرے تمہارے باپ عورتیں
النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
مگر جو ہو چکا پہلے یہ ہے بے حیائی
فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾
اور غضب اور بُرا چلن۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ
اور ان عورتوں کو نکاح میں نہ لاؤ جنہیں تمہارے باپ نکاح
النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
میں لائے مگر جو پہلے ہو چکا یہ بے حیائی ہے اور
فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾
غضب کا کام ہے اور بُرا چلن ہے۔

لَا تَنْكِحُوْا: (نکاح میں نہ لاؤ) عربی میں نکاح کا لفظ خاوند بیوی کے تعلقات کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں عقد اور ازدواجی تعلقات کے دونوں معنیٰ مراد لئے جا سکتے ہیں۔

اٰبَآؤُكُمْ: (تمہارے باپ) اس کا واحد اَبٌ ہے۔ حقیقی باپ کے علاوہ یہاں اس جمع لفظ کے مفہوم میں دادا اور نانا بھی شامل ہیں۔

مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ: (جنہیں تمہارے باپ نکاح میں لائے) یہ جاہلیت کے زمانہ کے اس ناجائز دستور کی طرف اشارہ ہے۔ جس کے مطابق سوتیلی ماؤں سے بھی نکاح کر لیا جاتا تھا اور اسے وُہ معیوب خیال نہ کرتے تھے۔

جاہلیت کے زمانہ میں لوگ اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا کرتے تھے۔ یہاں اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو۔ ان سے نکاح جائز نہیں۔ یہ بے حیائی اور اللہ کے غضب اور نفرت کرنے کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی بعض سمجھدار لوگ اسے مذموم سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قسم کے جو کام پہلے ہو چکے ہیں۔ اُن پر تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ آئندہ ایسے نکاحوں سے باز رہو۔

اس نکاح کی ممانعت کے لئے قرآن مجید نے تین لفظ استعمال کئے ہیں اور تینوں سے الگ الگ اشارے ہیں۔

فَاحِشَةً: (بے حیائی) اس لئے کہ اس قسم کا نکاح عقلی لحاظ سے بھی بجائے خود بڑی بے حیائی کی بات ہے۔

مَقْتًا: (غضب) غصّے اور غضب کے علاوہ یہ لفظ ہر ایسی بُری چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے جسے دیکھ کر طبیعت میں گھن پیدا ہو۔ چنانچہ صحیح مذاق آدمیوں کے لئے یہ بڑی گندی چیز ہے۔

سَآءَ سَبِيْلًا: (بُرا چلن) سَآءَ (بُرا) ان معنوں میں لفظ سُوْءٌ بھی استعمال ہوتا ہے۔

سَبِيْلًا: (چلن) لفظی معنے راستے کے ہیں۔ اسی مناسبت سے یہاں چال چلن کے معنوں میں یہ لفظ استعمال ہُوا ہے۔

Marfat.com

محرم عورتیں

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَ
حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور
اَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ
بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بیٹیاں
الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ
بھائی اور بیٹیاں بہن اور تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں
اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ
دودھ پلایا اور بہنیں سے دُودھ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَ
حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں
اَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ
اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھائی کی
الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ
بیٹیاں و بھتیجیاں اور بہن کی بیٹیاں (بھانجیاں) اور جن ماؤں
اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ
نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ شریک بہنیں۔

اَلرَّضَاعَۃ: (دودھ) مراد وہ عورت ہے جو حقیقی ماں تو نہ ہو لیکن کسی دوسرے بچے کو دُودھ پلائے۔ اس عورت کی حقیقی اولاد اس بچے کے رضاعی بہن بھائی کہلاتے ہیں اور وہ عورت مرضعہ (دودھ پلانے والی ماں) کہلاتی ہے۔

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے سوتیلی ماں سے نکاح کرنے کی حرمت بیان کی تھی۔ اب جن دیگر عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے۔ ان کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ فہرست بالکل واضح ہے لہٰذا کسی اختلاف یا مغالطہ کی صورت باقی نہیں رہتی ہے۔

یہ عورتیں چند قسم کی ہیں۔ اوّل وُہ جو نسبی تعلّق کی وجہ سے حرام ہیں اور یہ سات ہیں۔

(۱) ماں (۲) بیٹی (۳) بہن (۴) پھوپھی (۵) خالہ (۶) بھتیجی (۷) بھانجی ان میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔

جس طرح ماں سے نکاح کی ممانعت کے حکم میں دادی اور نانی اوپر تک سب داخل ہیں۔ اسی طرح بیٹی سے نکاح کرنے کی ممانعت میں پوتی اور نواسی اور ان کے نیچے تک سب داخل ہیں۔ اور بہن کے سلسلہ میں عینی۔ علاتی اور اخیافی سب داخل ہیں اور پھوپھی باپ، دادا اور اوپر تک کی پشتوں کی بہنیں سگی ہوں یا سوتیلی سب آگئیں اور خالہ میں ماں اور نانی اور نانی کی نانی اور سب کی تینوں قسم کی بہنیں داخل ہیں اور بھتیجی میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد اور اولاد کی اولاد سب داخل ہیں۔ اور بھانجی میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد اور اولاد در اولاد سب داخل ہیں۔

نسبی محرمات کے علاوہ رضاعی محرمات بھی ہیں۔ یہ دو ہیں ماں اور بہن اور ساتوں رشتے جو نسب میں بیان ہوئے رضاعت میں بھی حرام ہیں۔ یعنی رضاعی بیٹی، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی بھی حرام ہیں۔ یہ تفصیلات اور اس سلسلہ کے دوسرے احکام احادیث میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔

محرم: (قابلِ حرمت) ان عورتوں کو کہا جاتا ہے۔ جن سے نکاح جائز نہ ہو۔ اسی مادہ کے دُوسرے لفظ حرمت اور احترام وغیرہ ہیں۔

Marfat.com

دُوسری محرم عورتیں

وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ

اور مائیں تمہاری عورتوں کی اور تمہاری بیٹیاں جو ہیں

حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز

تمہاری پرورش سے تمہاری عورتیں جنہیں صحبت کی ان سے

فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ

اور اگر نہ کی ہو صحبت تم نے ان سے تو نہیں گناہ

عَلَیْكُمْ ز وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ

تم پر اور عورتیں تمہارے بیٹے جو

اَصْلَابِكُمْ ۙ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ

تمہاری پشت اور یہ کہ اکٹھا کرو دو بہنیں مگر

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا

جو ہو چکا پہلے بے شک اللہ ہے بخشنے والا

رَّحِیْمًا ﴿۲۳﴾

مہربان۔

وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ

اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور تمہاری وہ بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں

حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز

ہیں جن کو تمہاری ان عورتوں نے جنا ہے جن سے تم نے صحبت کی

فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ

اور اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر کچھ گناہ

عَلَیْكُمْ ز وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ

نہیں اور تمہارے بیٹوں کی عورتیں جو تمہاری پشت سے ہیں

اَصْلَابِكُمْ ۙ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ

اور یہ کہ دو بہنوں کو اکٹھا نہ کرو مگر جو

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا

پہلے ہو چکا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان

رَّحِیْمًا ﴿۲۳﴾

ہے۔

اس آیت میں ان محرّمات کا ذکر ہے جو نکاح کے تعلق کی بنا پر حرام ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل وُہ جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح ناجائز ہے۔ یہ ہیں بیوی کی ماں اور اس بیوی کی بیٹی جس سے کہ تم نے صحبت کی ہو۔ البتہ اگر صحبت سے پہلے کسی عورت کو طلاق دے دو تو اس کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ بیٹوں کی بیویوں اور نیچے تک کے پوتوں اور نواسوں کی بیویوں سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔

دوسری قسم میں وُہ عورتیں ہیں جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح کی ممانعت نہیں بلکہ جب تک کوئی عورت نکاح میں رہے۔ صرف اسی وقت تک اس عورت کی ان قرابت والی عورتوں سے نکاح منع ہے۔ لیکن جب اس عورت کو طلاق دے دی جائے یا وُہ مر جائے تو اس کے ان قرابت داروں سے نکاح جائز ہو جائے گا۔ وُہ قرابتدار یہ ہیں۔ بیوی کی بہن جو بیوی کی زندگی اور موجودگی میں نکاح میں نہیں لائی جا سکتی لیکن بعد میں لائی جا سکتی ہے۔ یہی حکم بیوی کی پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی کے بارے میں ہے۔

یہاں حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں جو تمہاری پشت سے ہیں اس سے نسبی بیٹے اور پوتے مُراد ہیں۔ منہ بولے یعنی لے پالک نہیں جنہیں متبنّٰی کہتے ہیں۔

آخر میں فرمایا کہ اسلام سے قبل جاہلیت کے دَور میں جو غلطیاں ہو چکی ہیں۔ ان پر کوئی باز پرس نہ ہو گی البتہ حکمِ الٰہی آجانے کے بعد اس کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیئے۔

Marfat.com

نکاح کی شرائط

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ
اور خاوند والی عورتیں سوائے ان کے جن کے مالک تمہارے

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ
اور خاوند والی عورتیں سوائے ان کے جن کے مالک تمہارے

اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ
تمہارے ہاتھ حکم ہوا اللہ تم پر اور حلال تم پر

اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ
ہاتھ ہو جائیں تم پر اللہ کا حکم ہوا اور تمہیں اُن کے سوا

مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ
سوا ان کے اگر طلب کرو اپنے مال کے بدلے

مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ
سب عورتیں حلال ہیں اگر انہیں اپنے مال کے بدلے طلب کرو

مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ
بیوی بنانے کو نہ کہ مستی نکالنے کو

مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ
بیوی بنانے کو نہ کہ مستی نکالنے کو

مُحْصَنٰتٌ : مُحْصَنَةٌ کی جمع ہے۔ یعنی وہ عورت جو کسی کی باقاعدہ بیوی ہو اور اس کا خاوند موجود ہو (خاوند والی عورتیں)

مُحْصِنِيْنَ : مُحْصِنٌ کی جمع ہے۔ یعنی کسی عورت کو بذریعہ نکاح باقاعدہ بیوی بنانے والا۔

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (تمہارے دائیں ہاتھ کی ملکیت) مَا (جو) مَلَكَتْ (ملکیت ہوئی) اَيْمَانُكُمْ (تمہارے دائیں ہاتھ) دائیں ہاتھ کی ملکیت سے مراد وہ لونڈی اور غلام عورتیں ہیں جو جنگ وغیرہ کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اُن کے لیے مِلْكُ يَمِيْن کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے

اب ان عورتوں کی حرمت بیان ہو رہی ہے جو پہلے سے کسی کے نکاح میں ہوں۔ اس صورت میں ان کا نکاح کسی اور سے نہیں ہو سکتا جب تک کہ شوہر طلاق نہ دے دے یا خاوند کے وفات پا جانے کی وجہ سے وہ نکاح سے الگ نہ ہو جائے۔ البتہ کوئی عورت پہلے سے کسی کے نکاح میں ہو اور وہ تمہاری ملکیت میں آجائے تو اس سے نکاح جائز ہے۔ یہ صورت یوں پیش آتی ہے کہ کسی کافر عورت کا نکاح ہو چکا ہو اور مسلمان دارالحرب پر چڑھائی کر کے اس عورت کو قید کر کے دارالسلام میں لے آئیں۔

یہ یاد رہے کہ جو کافر عورت دارالحرب سے پکڑی ہوئی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ اس کے حلال ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک حیض گذر جائے۔ نیز وہ عورت مشرکہ بت پرست نہ ہو۔ بلکہ اہل کتاب سے ہو۔ اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ جن عورتوں کی حرمت اُوپر بیان ہو چکی ہے۔ ان کے سوا باقی سب تم پر حلال ہیں لیکن ان کے ساتھ چار شرطیں لگا دی ہیں۔

۱۔ یہ کہ عورتوں کو طلب کرو۔ یعنی ہونے والی بیوی سے بھی باقاعدہ نکاح کی رضامندی حاصل کی جائے۔

۲۔ یہ کہ مہر دینا قبول کرو۔

۳۔ عورت کو نکاح میں لا کر اپنی باقاعدہ بیوی بنانا مقصود ہو۔ صرف شہوت رانی مطلوب نہ ہو۔

۴۔ مخفی طور پر نکاح نہ ہو۔ بلکہ عام اجتماع میں گواہوں کی موجودگی میں ہو۔

Marfat.com

مہر اور باہمی رضامندی

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ
پھر جسے تم کام میں لائے ان میں سے تو انہیں دو

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ
پھر ان عورتوں میں سے جسے تم کام میں لائے تو انہیں اُن

اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
اُن کے حق جو مقرر ہوئے اور نہیں گناہ تم پر

اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
کے حق جو مقرر ہوئے ادا کرو اور تمہیں اس بات میں گناہ نہیں کہ

فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ
اس میں کہ اپنی رضا سے اس سے بعد ٹھہرالو

فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ
تم دونوں آپس کی رضامندی سے مقرر کرنے کے بعد (تصفیہ کرلو)

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۲۴
بیشک اللہ ہے خبردار حکمت والا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۲۴
بے شک اللہ خبردار حکمت والا ہے۔

اَسْتَمْتَعْتُمْ۔ اِسْتِمْتَاعٌ مصدر ہے جس کے معنی فائدہ حاصل کرنا اور لطف اُٹھانا ہے۔ یہاں اس سے مراد نکاح کے بعد میاں بیوی کا تنہائی میں خاصی دیر تک اکٹھے رہنا ہے۔

اُجُوْرَهُنَّ (ان کے حقوق) اجور کا واحد اجر ہے جس کے معنی مزدوری اور بدلہ ہیں۔ یہاں اس سے مراد عورتوں کا مہر ہے۔

یہاں عورتوں کے مہر کے بارے میں احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں یعنی کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے کسی معیّن مدّت تک نفع بھی حاصل کرلیا۔ تو اب اس عورت کو پورا مہر دینا لازم ہے اور جب تک خود عورت معاف نہ کردے۔ مہر کی ادائیگی ضروری ہے استمتاع کی قید سے معلوم ہوا کہ عورت سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا گیا ہو اور خاوند اسے طلاق دے دے تو اس پر پورا مہر لازم نہ ہوگا۔ اس کا مفصّل ذکر سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ اس کے بعد یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہر کے تعیّن اور اس کی ادائیگی میں خاوند اور بیوی کی باہمی رضامندی سے کمی زیادتی جائز ہے۔ یعنی اگر مہر مقرر کرلینے کے بعد بیوی اپنی خوشی سے مہر میں تخفیف کردے یا مرد اپنی مرضی سے مہر کی مقررہ رقم سے بیوی کو کچھ زیادہ دے تو اس میں کچھ گناہ نہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ یہ دونوں باہمی طور پر رضامند ہوں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ انسانوں کی مصلحتوں اور ہر طرح کے نفع و نقصان کو اچھی طرح جانتا ہے اور وہ جو حکم بھی دیتا ہے حکمت سے بھرا ہوتا ہے اس کے احکام کی اطاعت اور تابعداری میں ہی لوگوں کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں خوبی اور بہبودی ہے اور اگر وہ اس کے احکام کی مخالفت کریں۔ تو دنیا میں ناکامی اور آخرت میں ذلت و رسوائی ہوگی۔

خاوند اور بیوی کا ایک اہم رشتہ ہے۔ انسانی نسل کی بقا اور اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت، کا مدار ان دونوں کے باہمی خوشگوار تعلق اور تعاون سے وابستہ ہے۔ اُن کے تعلّقات کی مضبوطی ہی اولاد کی فلاح و بہبود کا باعث ہے۔ لہذا ان کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں جو قوانین بیان کیے ہیں اُن کا سمجھنا اور عمل میں لانا اشد ضروری ہے۔

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ نکاح کے لیے مہر کا تعیّن لازمی چیز ہے اور اس کی ادائیگی مرد پر لازم اور واجب ہے۔

Marfat.com

لونڈیوں سے نکاح

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ
اور جو کوئی نہ مقدور تم میں کہ نکاح میں لائے

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ
اور تم میں جو کوئی اس کا مقدور نہ رکھے کہ مسلمان

الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ
بیبیاں مسلمان تو اُن سے جو مال

الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ
بیبیاں نکاح میں لائے تو ان سے (نکاح کرلے) جو تمہاری

اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ
تمہارے ہاتھ جو تمہاری لونڈیاں مسلمان اور اللہ

اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ
ملکیت ہیں تمہاری مسلمان لونڈیوں سے اور اللہ کو

اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ
معلوم ہے تمہاری مسلمانی تم آپس میں سے ایک

اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ
تمہارے ایمان (کا حال) خوب معلوم ہے تم آپس میں ایک ہو۔

مُحْصَنٰتٌ (پاکدامن بیبیاں) اس کا واحد محصنہ ہے جو "حصن" سے مشتق ہے حصن قلعہ کو کہتے ہیں۔ گویا محصنہ وہ پاکباز اور نیکدل خاتون ہے جس نے اپنی آبرو اور عزت قلعہ کی طرح محفوظ رکھی ہو۔

اسلام سے قبل دنیا کے بیشتر ممالک میں طاقت ور اور بڑے لوگ اپنے سے کمزور اور مجبور مردوں، عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنا لیتے اور بھیڑ بکریوں کی طرح منڈیوں میں اُن کی خرید و فروخت کرتے تھے۔ اسلام آیا تو اپنے ساتھ انسان کے اندر برابری کا پیغام لایا لیکن اتنے پرانے دستور کو ایک دم مٹا دینے اس رہنے سہنے کے طریقہ کو جس کے لوگ عادی ہو چکے تھے۔ بدل دینا آسان کام نہ تھا جہاں تک ہو سکتا ہے اسلام لوگوں کی سہولتوں کا خیال کرتا ہے۔ عرب میں پہلے ہی لونڈی غلام موجود تھے اور بُری حالت میں تھے۔ خاص کر لونڈیاں تو کسی شمار ہی میں نہ تھیں۔ اُن کی بُری گت بنتی تھی اللہ کریم نے ایسے قاعدے بنائے جن سے لونڈی غلاموں کی حالت درست ہو اور رفتہ رفتہ غلامی کا سلسلہ ہی نہ رہے۔

آج دنیا میں لونڈی غلام کا وجود نہیں اور اس سلسلہ کو ختم کرنے کا سہرا یقیناً اسلام کے سر ہے۔ ناجائز دستوروں کے مٹانے میں قرآن مجید کا یہی طریقہ ہے کہ شروع میں آسان حکم دیے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس دستور کو اسلام بھی قائم رکھنا چاہتا ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس آسان احکام کے ماننے سے وہ بُرا دستور ختم ہو جاتا ہے۔

اس آیت شریفہ میں لونڈیوں کا مرتبہ اس قدر بڑھایا کہ انہیں محض اپنی خواہشوں اور بدمستیوں کا شکار بنا کر نہ رکھو بلکہ ان کے ساتھ شادی کر کے اپنی بیوی بناؤ۔ اسی حکم میں لونڈیوں کے دستور کو اُڑا دینے کا بیج بو دیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جس کو مفلسی نے ستا رکھا ہو اور نکاح کی ضرورت ہو تو اس کو چاہئے کہ اس لونڈی سے شادی کر لے جس نے اسلام قبول کر لیا ہے اور حرام کاری سے بچے۔ کیونکہ ایمان کی حفاظت ضروری ہے اور لونڈیوں کا ایمان بھی ویسا ہی قابل قدر ہے جیسے تمہارا اپنا۔

ان احکام کو ماننے کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا سے غلامی ختم ہو چکی ہے۔ سماج کے اندر عورت کی عزت قائم ہو چکی ہے۔ صرف ایک بات اور ہونی باقی ہے کہ کوئی کسی کو دبا کر نہ رکھے۔ یہ بھی اگر اسلام کے حکموں پر چلا جاتا تو کب کی پوری ہو چکی ہوتی۔

Marfat.com

لونڈی سے نکاح کی شرائط

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ
سو ان سے نکاح کرو اجازت سے ان کے مالک اور دو

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ
سو ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرو اور ادا کردو

اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ
ان کے مہر دستور کے موافق قید میں آنے والیاں نہ مستی نکالنے والیاں

اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ
دستور کے موافق ان کے مہر۔ قید میں آنے والیاں ہوں نہ کہ مستی نکالنے والیاں

وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ
اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں پھر جب وہ آچکیں

وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ
اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں۔ پھر جب وہ نکاح کی قید میں آ

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ
تو اگر کریں بے حیائی تو اُن پر آدھی

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ
آچکیں تو اگر بے حیائی کا کام کریں تو اُن پر

مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ
جو اُوپر بیبیاں سے عذاب

مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ
بیبیوں کی سزا سے آدھی سزا ہے۔

لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا
اس کے واسطے جو ڈرے تکلیف تم میں اور اگر صبر کرو

لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا
اس واسطے کہ جو تم میں سے تکلیف میں پڑنے سے ڈرے۔ اور اگر صبر کرے

خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾
بہتر تمہارے لیے اور اللہ بخشنے والا مہربان

خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾
تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

کنیز اور لونڈیوں سے نکاح کی اجازت دے کر اسلام نے ایک طرف تو بدکاری کا سدّ باب کر دیا دوسری طرف سے معاشرہ میں اُن کا درجہ آزاد عورتوں کے برابر قرار دے دیا اور ان کی اولاد کو اگر وہ مالک سے ہو وہی حقوق دلائے جو آزاد عورتوں کی اولاد کو حاصل ہیں۔

اس کے ساتھ ہی لونڈیوں سے نکاح کے لیے مندرجہ ذیل شرائط لازمی قرار دیں۔

۱۔ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کی جائے۔

۲۔ دستور کے موافق مہر ادا کیا جائے۔

۳۔ لونڈیاں نیکوکاری، پاکدامنی کو پسند کرنے والی ہوں (مُحْصَنٰتٌ)

۴۔ شہوت و مستی میں بتلا نہ ہوں۔ (مُسٰفِحٰتٌ)

۵۔ چور می چھپے معاشقہ اور یاری دوستی کرنے والی نہ ہوں۔ (مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان احکام سے فائدہ صرف وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو۔ صبر بہرحال تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ساتھ ہی فرما دیا کہ بدکار لونڈیوں کی سزا آزاد خواتین سے نصف ہے۔

Marfat.com

اللہ کیا چاہتا ہے؟

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ
چاہتا ہے اللہ کہ بیان کرے تمہارے لیے اور تمہیں چلائے راہ

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
لوگ سے تم سے پہلے اور معاف کرے تم پر اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ
جاننے والا حکمت والا اور اللہ چاہتا ہے کہ متوجہ ہو

عَلَيْكُمْ ۖ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ
تم پر اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو لگے ہوئے ہیں مزے

اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ
کہ تم پھر جاؤ راہ دُور چاہتا ہے اللہ کہ

يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾
ہلکا کرے تم سے اور بنایا گیا انسان کمزور

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ
اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے بیان کرے اور تمہیں پہلوں

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
کی راہ پر چلائے اور تمہیں معاف کرے اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ
جاننے والا حکمت والا اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر

عَلَيْكُمْ ۖ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ
متوجہ ہو اور وہ لوگ جو اپنے مزوں کے پیچھے لگے ہیں

اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ
چاہتے ہیں کہ تم راہ سے دُور پھر جاؤ اور اللہ چاہتا ہے

يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾
کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان کمزور بنایا گیا ہے

یہاں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو احکام بندوں کے لیے نازل فرماتا ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو حلال و حرام میں فرق معلوم ہو جائے۔ اُسے گذشتہ انبیاء کی راہ پر چلنا نصیب ہو نیز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہ بخشے اور اُن پر رحمت کرے وہ ہماری مصلحتوں اور حالات کو اچھی طرح جانتا ہے اور اس کے ہر حکم اور ہر تدبیر میں حکمت مخفی ہوتی ہے اگر اس کے ہر حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو اس کا نتیجہ ہدایت سے دُوری اور گذشتہ برگزیدہ ہستیوں کی مخالفت ہوگا۔ نیز انسان اس کی رحمت اور مغفرت سے محروم رہ جائیں گے۔

انسانی زندگی کے سب سے اہم مسئلے یعنی رشتۂ ازدواج کی ذیل میں اللہ تعالیٰ نے مختلف احکام ارشاد فرمائے۔ مثلاً زنا کی مذمت اس سے توبہ۔ عورتوں کے متعلق احکام۔ محرمات کا ذکر۔ نکاح کا مہر اور دوسری قیود و شرائط۔ بدکاری کی ممانعت۔ انسان کو اپنی بعض کمزوریوں کے باعث ان حکموں کی اطاعت ناگوار ہوتی ہے۔ اس لیے آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام احکام کی پابندی پر اور زیادہ زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان تمام قیود و شرائط کا جو تم پر لگائی جاتی ہیں مقصد یہ ہے کہ تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ جو شہوت پرست ہیں۔ وہ تمہیں بھی سیدھی راہ سے دُور لے جانا چاہتے ہیں تاکہ تم بھی اُن کی طرح شہوت پرستی کرو اور گمراہ ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کو انسان کی کمزوریوں کا علم ہے وہ جانتا ہے کہ وہ اپنی شہوت اور مرغوبات سے کہاں تک صبر کر سکتا ہے۔ اسی لیے اس نے ہر حکم میں تخفیف کا لحاظ رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے شریعت میں تنگی نہیں فرمائی۔

Marfat.com

مُسلمان کی جان و مال

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
اے لوگو لوگو ایمان والو نہ کھاؤ اپنے مال آپس میں

بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ
ناحق مگر کہ ہو تجارت سے خوشی

مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
آپس کی اور نہ خون کرو آپس میں بیشک اللہ ہے

بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا
تم پر مہربان اور جو کوئی کرے یہ تعدی

وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ
اور ظلم تو جلدی ہم ڈالیں گے آگ اور ہے یہ

عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾
پر اللہ آسان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال

بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ
ناحق نہ کھاؤ ۔ مگر یہ کہ آپس کی تجارت تمہاری خوشی

مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
سے ہو اور آپس میں خون نہ کرو بے شک اللہ

بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا
تم پر مہربان ہے اور جو کوئی ظلم اور تعدی سے یہ

وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ
کام کرے تو اسے ہم عنقریب آگ میں ڈالیں گے اور یہ

عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾
اللہ پر آسان ہے

ازدواجی قوانین اور ان کی نافرمانی کی سزائیں ذکر کرکے مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ۔ مثلاً جھوٹ، دغابازی، چوری یا لوٹ مار۔ لاٹری اور سٹہ وغیرہ کے ذریعے سے ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ ہاں اگر تم باہم سوداگری یا تجارت کرو۔ کسی کاروبار میں شامل ہو تو باہمی رضامندی سے حاصل کیے ہوئے مال کو کھانا تم پر حرام نہیں۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ کسی مسلمان بھائی کا خون ناحق بہانا تم پر حرام ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے جو ایسے حکم نازل فرماتا ہے جن کی رو سے ایک فرد کسی دوسرے کا مال نہ تو ناجائز طور پر کھا سکتا ہے اور نہ اس کی ناجائز طور پر جان لے سکتا ہے۔ ان تمام احکامات میں سراسر تمہارا اپنا فائدہ ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ان حکموں کی خلاف ورزی کرے یعنی ظلم اور زیادتی کرکے اوروں کا مال کھائے یا کسی کو قتل کر ڈالے تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ظالموں کو جہنم کی آگ میں دھکیل دینا اللہ کے لیے دشوار نہیں بلکہ اس کے لیے یہ نہایت سہل اور آسان کام ہے اس لیے اب تمہیں یہ خیال کرکے کسی پر ظلم کرنے سے باز رہنا چاہئے کہ ہم مسلمان ہیں اگر ظلم کریں گے دوزخ میں جائیں گے۔

ساتھ ہی اس بات پر بھی نظر رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا مالک ہے۔ اسے عدل و انصاف کرنے اور سزا دینے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی اور نہ ہی وہ عدل و انصاف کا خون کرکے کسی کی بے جا رعایت یا کسی کے ساتھ ناروا زیادتی کر سکتا ہے۔

Marfat.com

کبائر سے گریز

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ
اگر تم بچتے رہو بڑے جو گناہ ان سے

نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ
ہم معاف کردیں گے تم سے تمہارے چھوٹے گناہ اور تمہیں داخل کردیں گے

مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾
مقام عزت

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ
اگر تم ان چیزوں سے بچتے رہو گے جو بڑے گناہ ہیں

نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ
تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے گناہ معاف کردیں گے اور تمہیں داخل کردیں گے

مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾
عزت کے مقام میں

تَجْتَنِبُوْا (تم بچتے رہو) اجتناب اس کا مصدر ہے۔ جس کے معنی گریز اور پرہیز کرنا ہیں۔ "جنب" پہلو کو کہتے ہیں۔

كَبٰٓئِرَ (بڑے) کبیرہ اس کا واحد ہے۔ کبیر، اکبر وغیرہ ایک ہی لفظ سے بنے ہیں۔ کبیرہ اس گناہ کو کہا جاتا ہے جو بڑا ہو۔ اس کے برعکس معمولی درجہ کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو صغیرہ گناہ کہا جاتا ہے۔

اس سے پہلی آیت میں مذکور تھا کہ جو غیض ظلم اور زیادتی سے کسی کے جان یا مال کو نقصان پہنچائے گا۔ اس کی سزا جہنم ہے۔ اس آیت میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب اور گناہوں سے پرہیز کرنے پر اللہ تعالیٰ نے بخشش و مغفرت کا وعدہ کیا ہے اور جنت کی توقع دلائی ہے تاکہ اسے جان لینے کے بعد ہر شخص گناہوں سے پرہیز کی کوشش کرے۔

ارشاد ربانی ہے کہ جو شخص کبیرہ گناہ مثلاً کسی کی چوری اور غصب اور قتل و غارتگری کے جرموں سے بچا رہا تو اس کے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر علماء نے مختلف طور پر کی ہے۔ اس کی صحیح تفسیر کے لیے ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر زنا کے مختلف حصے مقرر فرمائے ہیں۔ مثلاً زنا کے فعل میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے۔ زبان کا حصہ زنا کے فعل کے بارے میں باتیں کرنا ہے اور نفس کا حصہ زنا کی خواہش کرنا ہے۔ فعل زنا کا حقیقی ارتکاب شرمگاہ پر موقوف ہے۔ اگر یہ فعل ہو گیا تو آنکھ، زبان اور دل سب کا زنا ہو گیا۔ اگر یہ نہ ہوا تو باقی زنا کے تمام مددگار فعل معاف کر دیے جائیں گے۔

اس لحاظ سے مذکورہ بالا آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ جو لوگ بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں۔ البتہ بھول چوک سے چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نوبت آجاتی ہے۔ جن کی حیثیت بڑے بڑے گناہوں کے وسیلہ کی ہوتی ہے لیکن یہ لوگ بڑے بڑے گناہ کرنے سے بچ جاتے ہیں تو ان چھوٹے گناہوں پر کوئی مواخذہ نہ ہو گا۔ اور انہیں بڑے گناہوں سے بچنے کا اجر بھی حاصل ہو گا۔ اجر اس لیے کہ انہوں نے سرکش نفس اور بری خواہشات کا مقابلہ کیا اور اپنے آپ کو شدید غلطی سے بچا لیا۔

Marfat.com

حسد

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ
اور نہ ہوس کرو جس بڑائی اللہ جس میں ایک

عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ
اوپر دوسرے مردوں کا حصہ جو کمائی

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَاسْئَلُوا
اور عورتوں کا حصہ جو انہوں نے کمایا اور مانگو

اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ
اللہ سے اس کا فضل بیشک اللہ ہے ہر

شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾
چیز جاننے والا

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ
اور جس چیز میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی اس

عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ
ہوس نہ کرو مردوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَاسْئَلُوا
اور عورتوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے اور

اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ
اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ ہر

شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾
چیز کو جاننے والا ہے

اللہ تعالیٰ اگر کسی شخص کو کسی بات میں برتری اور فضیلت عطا فرمائے اور اُسے اس میں ممتاز کر دے تو اس کی ہوس نہ کرو۔ یہ بھی گویا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کے مال و جان میں بلا وجہ دست اندازی کی جائے جسے گذشتہ آیات میں حرام کر دیا گیا ہے۔ اِس کے علاوہ ایسی حرص سے باہمی حسد اور بغض پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت کی مخالفت بھی ظاہر ہوتی ہے اور یہ تمام باتیں اللہ کو پسند نہیں۔

اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ چند عورتیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے عرض کیا — یا رسول اللہ (صلعم)، اس کا کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ مردوں کو ہی خطاب کرتا ہے اور انہیں کو حکم دیتا ہے۔ عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ نیز میت کے ورثہ سے مرد کو دوگنا حصہ دیا جاتا ہے اور عورت کو اکہرا اس آیت میں ان کے سوال کا جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو تم پر خاص حکمت سے فضیلت بخشی ہے تم ان کی اس برتری سے حسد مت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ورثہ میں مردوں اور عورتوں کا حصہ مقرر ہے۔ جیسا کچھ وہ کام کرتے ہیں۔ اس کے مطابق انہیں اجر ملتا ہے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق مردوں کو عورتوں پر خاص بڑائی، فضیلت اور برتری عنایت کی ہے اگر عورتیں اس پر حسد کریں تو یہ ایک بے جا ہوس ہو گی۔ البتہ اگر وہ اچھے عمل کر کے زیادہ ثواب اور انعام حاصل کریں تو یہ زیادہ بہتر ہو گا جو اللہ کا زیادہ فضل چاہتا ہو اُسے چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اچھے کام کر کے اس کی رحمت طلب کرے۔ حسد اور بغض سے اللہ کے فضل کا طالب نہ ہو۔ خداوند کریم کو ہر چیز کا مکمل علم ہے۔ وہ ہر ایک کے درجہ اور حق کو خوب جانتا ہے اور اسی کے مطابق اس سے معاملہ طے کرتا ہے۔

Marfat.com

وارثوں کا تقرر

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ
اور ہر ایک کیلیے مقرر کر دیے وارث جو چھوڑ مریں ماں باپ

وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ
اور قرابت والے اور جو لوگ تمہارا عہد ہوا

فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ
انہیں دے دو ان کا حصہ بیشک اللہ ہے اوپر

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٣٣﴾
ہر چیز گواہ

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ
اور ہم نے ہر کسی کے لیے اس مال کے وارث مقرر کر دیے جو چھوڑ مریں

وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ
ماں باپ اور قرابت والے اور جن سے تمہارا معاہدہ ہوا

فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ
پس ان کا حصہ دو بے شک اللہ

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٣٣﴾ ع ۵ (۸) ۲
ہر چیز پر گواہ ہے

اَلَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ (جن سے تمہارا عہد ہوا) اَلَّذِيْنَ اسم موصول ہے۔ یعنی وہ لوگ جن سے عَقَدَتْ عقدہ سے ہے جس کے معنی گرہ ہیں یعنی باندھا اور طے کیا اَيْمَانُكُمْ (الف سے زبر کے ساتھ) اس کا ترجمہ ہے تمہارا عہد و پیمان۔ پورے جملہ کا مدعا یہ ہے کہ جن لوگوں سے تمہارا کوئی عہد و پیمان اور اقرار ہوا۔

اس آیت میں فرمایا کہ مرنے والوں کے مال میں وارثوں کا حصہ ہے خواہ وہ مرنے والے والدین ہوں یا قرابت دار اور جن سے خاص طور پر کوئی عہد و پیمان ہوا ہو انہیں بھی کچھ ملنا چاہیئے۔

خدا خوب جانتا ہے کہ وارثوں کا کیا حصہ ہونا چاہیئے اور جن لوگوں سے معاہدہ ہوا ان کو کیا ملنا چاہیئے اور یہ بھی کہ اس کے احکام کو کون تسلیم کرتا ہے اور کون نافرمانی کرتا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بہت سے لوگ اپنے کافر و مشرک خاندان کو چھوڑ کر اکیلے اکیلے ہی مسلمان ہو جاتے تھے اور ان کا سارا کنبہ اور تمام عزیز و اقربا کافر ہی چلے آتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی اس حالت کو دور کرنے کے لیے دو دو مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ چنانچہ وہی دونوں آپس میں ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے لیکن کچھ مدت بعد جب ان کے رشتہ دار اور دیگر عزیز و اقربا بھی مسلمان ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اصل میں میراث ان اقربا اور رشتہ داروں ہی کا حق ہے اور منہ بولے بھائیوں کا میراث میں کوئی حق نہیں۔ البتہ زندگی میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیئے اور اگر مرتے وقت آدمی ان کے لیے کچھ وصیت کر جائے تو بھی مناسب ہے لیکن میراث میں ان کا قانونی طور پر کوئی حق نہیں۔

خداوند کریم نے اپنی مختلف آیات میں کنبہ کے افراد۔ عزیز و اقربا اور دیگر ملنے والوں کی میراث میں حصے مقرر فرما دیے یہ تمام حصے ان سب کے استحقاق اور تقاضوں کے پیش نظر معین کیے ہیں۔ انہیں تسلیم کرنے میں مسلمانوں کی سراسر مصلحت ہے ہمیں چاہیئے کہ بلا چوں و چرا انہیں بجا لائیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر حاوی ہے وہ انسانوں کی نیتوں اور اعمال سے اچھی طرح واقف ہے وہ انہیں ان کی نیتوں کے مطابق ہی جزا یا سزا دے گا۔

Marfat.com

مردوں کو عورتوں پر فضیلت

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ
مرد حاکم اُوپر عورتیں اس واسطے کہ بڑائی

اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ
اللہ ایک کو اُوپر ایک اور کیونکہ انہوں نے خرچ کئے سے

اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ
اپنے مال پھر جو نیک عورتیں تابعدار نگہبانی کرنے والے

لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ
پیٹھ پیچھے سے حفاظت اللہ

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ
مرد عورتوں پر حاکم ہیں ۔ اس واسطے کہ

اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ
اللہ نے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی اور اس واسطے کہ انہوں نے

اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ
اپنے مال خرچ کیے ۔ پھر جو نیک عورتیں ہیں سو تابعدار ہیں پیٹھ پیچھے

لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ
نگہبانی کرنے والی ہیں اللہ کی حفاظت سے

قَوَّامُوْنَ (حاکم) اس کا واحد قوّام ہے جو قیام سے بنا ہے ۔ اس کے مرادی معنی دو ہو سکتے ہیں ایک تو حاکم اور نگرانی کرنے والے دوسرے کفالت کرنے والے بہت سے مفسرین نے قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ کا مطلب یہی بیان کیا ہے کہ عورتوں کی کفالت کرنے والے ان کی روزی مہیا کرنے والے اور ان کی حفاظت کرنے والے ۔

اس آیت میں مرد اور عورت کے درجے بتائے گئے ہیں اور یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مرد کا درجہ عورت سے زیادہ ہے لہٰذا دونوں کے درجوں میں فرق کی وجہ سے ان کے بارے میں بھی فرق ہوگا اور یہ فرق سراسر حکمت پر مبنی ہوگا ۔ عورت اور مرد برابر نہیں ہیں ۔ اگر عورتیں برابری اور مساوات کی خواہش کریں تو یہ بالکل بے جا ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم اور ان کا کفیل بنایا ہے مرد کی فضیلت کی وجوہات یوں بیان فرمائیں ۔

۱۔ مرد کو عورت پر فضیلت عطا کی گئی ہے ۔ یہ فضیلت جسمانی اور روحانی لحاظ سے بھی ہے اور علم و عمل کے لحاظ سے بھی ۔ اس کی تشریح احادیث طیبہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے ۔

۲۔ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں ۔ یہ مال ۔ خوراک ، پوشاک مہر نان و نفقہ ۔ ضروریات زندگی اور امور خانہ داری غرض ہر ضرورت کے وقت مرد ہی مہیا کرنے کے ذمہ دار ہیں ۔

قرآن مجید میں نیک خصلت عورتوں کی دو ذمہ داریاں بیان فرمائی ہیں ۔ پہلی یہ کہ وہ مردوں کی تابعداری کرتی ہیں اور دوسری یہ کہ اللہ کے حکم کے موافق خاوند کی غیر حاضری میں اپنے نفس اور خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں یعنی اپنے فرائض زوجیت کی نگہبانی کرتی ہیں اور شوہر کے مال میں خیانت نہیں کرتیں ۔

زمانہ جدید میں نئی روشنی والے ممالک کی طرف سے مرد و عورت کی باہمی مساوات کی صدا بلند ہو رہی ہے عورتیں مردوں کی برابری کا دعویٰ کر رہی ہیں ۔ قرآن مجید کی یہ آیت ہمارے لیے مشعل راہ کا کام دیتی ہے اور خود یہ مغربی اقوام اپنی تہذیب کے گھناؤنے نتائج کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہی ہیں ۔ ایسی اقوام کی اندھا دھند تقلید کی بجائے قرآن مجید کی اس آیت سے نصیحت حاصل کرنا اور دوسروں کے لیے نمونہ پیش کرنا ہمارا فریضہ ہے

Marfat.com

سرکش عورتوں کی اصلاح

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ
اور جو ڈر بدخوئی انہیں سمجھاؤ اور
وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ
اور تمہیں جن کی بدخوئی کا ڈر ہو انہیں تم سمجھاؤ اور

اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ج
جُدا کرو میں سونا اور مارو
اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ج
سونے میں جُدا کرو اور مارو

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ط
پھر اگر تمہارا کہا مانیں تو نہ تلاش کرو اُن پر راہ
فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ط
پھر اگر تمہارا کہا مانیں تو ان پر الزام کی راہ تلاش نہ کرو

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾
بیشک اللہ ہے اُوپر بڑا
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾
بے شک اللہ سب سے اُوپر بڑا ہے

گذشتہ آیت میں مرد کی حیثیت ایک لفظ "قوّام" میں بیان فرما دی۔ یعنی وہ اپنی فضیلت اور انفاقِ مال کے سبب عورت کا نگران حاکم اور کفیل ہے اور نیک نہاد عورت وہ ہے جو اطاعت گزار اور پیٹھ پیچھے بھی نگرانی کرنے والی ہو۔ وہ نہ صرف اپنی عزّت و آبرو کی محافظ ہو بلکہ خاوند کے حقوق۔ مفادات، مال و زر اور گھر بار کی نگرانی اور حفاظت کرنے والی ہو۔

مرد و عورت دونوں کے حقوق و فرائض بیان کرنے کے بعد اب عملی زندگی کی مشکلات اور ان امور میں خرابی پیدا کرنے کی صورت میں اصلاح کے اصول اور طریقے بیان کیے جا رہے ہیں۔

خاوند بیوی کے تمام خوشگوار تعلقات کے باوجود کہیں کہیں باہم اختلاف اور رنجش کا پیدا ہونا کوئی غیر معمولی بات نہیں — اور اطاعت گذار بیوی کی طرف سے بدخوئی اور نافرمانی کا سرزد ہونا بھی ناممکن نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں خاوند کیا رویہ اختیار کرے

اِن آیات میں ان عورتوں کے بارے میں سزا بیان کی گئی ہے جو اپنے شوہروں سے بدزبانی، بدخوئی اور نافرمانی کریں۔ ان کی سزا کا پہلا درجہ تو یہ ہے کہ مرد عورت کو زبانی طور پر سمجھائے و نصیحت کرے اگر وہ اس پر نہ مانے تو سونے میں اس سے علیحدگی اختیار کر لے اور وہ پھر بھی نہ مانے تو آخری درجہ یہ ہے کہ اس کو مارے لیکن شرط یہ ہے کہ ایسی سخت مار نہ ہو جس سے جسم پہ کوئی نشان پڑے اور نہ اُس کی ہڈی ٹوٹے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہر خطا اور قصور کے مختلف درجے ہیں اور ان کے درجوں کے مطابق ہی سزا کا حکم ہے۔ مار پیٹ بالکل آخری سزا ہے۔ اگر قصور بالکل معمولی ہو تو پھر مار کے بجائے سمجھانا ہی بہتر ہے۔ نیز مار پیٹ بھی قصور کے درجہ کے مناسب ہونی چاہئے۔ اس بات کا ہر حال میں لحاظ رہے کہ نہ تو ہڈی ٹوٹنے پائے اور نہ ایسا زخم آئے جس کا نشان باقی رہے۔

پھر اگر عورتیں تمہاری نصیحت یا سونے میں علیحدگی یا مار پیٹ کے بعد بدخوئی اور نافرمانی سے باز آجائیں تو تم بھی سزا دینا ختم کر دو۔ نیز ان کی غلطیوں کی کھود کرید بند کر دو۔ ان پر خواہ مخواہ الزام نہ لگاؤ بلکہ اللہ سے ڈرو۔ وہ سب پہ غالب اور حاکم ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ مار پیٹ شریف عورتوں کو نہیں بلکہ نافرمان اور بدخو عورتوں کے لیے ہے۔

Marfat.com

مصالحت اور ثالثی

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا
اور اگر تم ڈرو ضد دونوں تو کھڑا کرو منصف

مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ
سے مرد والے اور منصف سے عورت والے اگر یہ چاہیں گے

اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ
صلح کرا دیں تو موافقت کر دے گا اللہ اُن میں بیشک اللہ

كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾
ہے جاننے والا خبردار

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا
اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک

مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ
منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے اگر یہ دونوں

اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ
چاہیں گے کہ صلح کرا دیں تو اللہ ان دونوں میں موافقت کر دے گا بیشک

كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾
اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

پہلی آیت میں بدخو، بدزبان اور نافرمان بیویوں کی اصلاح کے لیے تین طریقے بیان ہوئے تھے۔ اب اس کے بعد یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ تمام کوششیں بھی ناکام ہو جائیں تو کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا اگر تم اس بات سے ڈرو کہ دونوں ضد کر رہے ہیں۔ اور آپس میں خود صلح نہیں کرتے تو ایک انصاف پسند حکم (منصف) خاوند کے گھر والوں میں سے اور ایک بیوی کے خاندان سے مقرر کرو اگر یہ دونوں دل سے اخلاص کے ساتھ صلح و صفائی اور اصلاح احوال کی کوشش کریں تو اللہ ضرور موافقت کی صورت پیدا کر دے گا اور ان کا اختلاف اتفاق میں تبدیل کر دے گا۔

دنیا میں ہر جگہ ازدواجی زندگی میں بے اعتدالی موجود تھی۔ کہیں عورت کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔ بیوی کو بے زبان جانور سے بدتر اور غلام باندی سے کمتر تصور کیا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو ایک خاص مقام دیا۔ بیٹی، بہن، بیوی، ماں غرض ہر رشتہ میں اس کے حقوق اور درجات مقرر کیے۔

اکثر مذاہب میں دوسری خرابی یہ تھی کہ ایک مرتبہ نکاح ہو جانے کے بعد جدائی کی کوئی قانونی اور مذہبی صورت نہ تھی۔ اور بعض نے جدائی کو بالکل مذاق بنا دیا تھا۔ ذرا سی بات پر خاوند بیوی کو گھر سے نکال کھڑا کرتے۔ قرآن مجید نے ان دونوں صورتوں میں اصلاح اور درستی کی۔

اختلاف ہو جانے کی صورت میں پہلے تو یہ بتلایا کہ خاوند خود ہی اصلاح کی کوشش کرے۔ اب فرمایا۔ کہ جب بات اس مرحلہ سے گذر جائے تو خاندان کے ثالثوں کے ذریعہ مصالحت کی کوشش کی جائے۔ طلاق وغیرہ کی نوبت کہیں اس کے بعد آنی چاہیے۔

Marfat.com

حقوق العباد

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ
اور بندگی کرو اللہ اور نہ شریک کرو اس کا کچھ اور

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیم

وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ
اور فقیر اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا
اور والے پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور جو

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ
مال تمہارے ہاتھ بیشک اللہ نہیں پسند آتا جو کوئی

كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴿۳۶﴾
ہے اترانے والا بڑائی کرنے والا

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ
اور اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں

وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ
اور فقیروں اور قریبی ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسائے

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا
اور پاس بیٹھنے والے سے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ
کے مال یعنی غلام یا باندیوں کے ساتھ۔ بیشک اللہ کو وہ شخص پسند

كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴿۳۶﴾
نہیں ہے جو اترانے والا اور بڑائی کرنے والا ہے۔

میاں بیوی کے حقوق اور ان کے ساتھ اچھے سلوک کا ذکر کر کے اب اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک کا حق اس کے درجہ کے مطابق اور حاجت کے مناسب ادا کرو۔ سب سے زیادہ مقدم حق اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کے لیے تمہیں چاہئے کہ اسی کی عبادت کرو۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ نیک عمل، اللہ پر ایمان رکھ کر آخرت میں ثواب ملنے کی اُمید سے کرو۔ فخر اور ریاکاری سے حاجتمندوں کو مال نہ دو کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعد حقوق العباد آتے ہیں۔ ان میں سے پہلا درجہ ماں باپ کا آتا ہے جو بقائے نسل کے ذمہ دار ہوتے ہیں وہ اولاد کی اس وقت نگہداشت اور پرورش کرتے ہیں جب بچے بالکل ناتواں اور بے بس ہوتے ہیں۔ ماں باپ ہی بچے کی مادی اور ذہنی تربیت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ پھر رشتہ داروں اور قرابت داروں کا حق ہے وہ وقتاً فوقتاً انسان کی امداد کرتے رہتے ہیں۔ ان کا بھی حق ادا ہونا چاہئے۔ پھر یتیموں اور فقیروں کا درجہ آتا ہے۔ یتیم اپنے والدین کی محرومی کے باعث بے بس ہوتا ہے اور فقیر تنگدستی کے باعث ضرورتمند ہوتا ہے اس کے بعد قریب اور دُور کے ہمسایوں کے حقوق ہیں پھر پاس بیٹھنے والے دوست اور رفیق کا حق ہے۔ اس کے بعد مسافر کا درجہ ہے۔ پھر غلام اور لونڈیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا نمبر آتا ہے آخر میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ جو شخص تکبر کرتا ہو اور کسی کو اپنے برابر نہ سمجھتا ہو۔ وہ ان حقوق کو ادا نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کبھی پسند نہیں کرتا۔

Marfat.com

ریاکار بخیل

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ
جو لوگ بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگ بخل

وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ
اور چھپاتے ہیں جو انہیں دیا اللہ سے اس کا فضل اور

اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ
ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے عذاب ذلت اور وہ لوگ جو

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ
خرچ کرتے ہیں ان کے مال دکھانا لوگ اور نہیں ایمان لاتے

بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ
اللہ پر اور نہ دن قیامت اور جو ہوا

الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾
شیطان اس کا ساتھی برا ساتھی

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ
اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل سکھاتے ہیں

وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ
اور جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اسے چھپاتے ہیں اور

اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ
ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ
اپنے مال لوگوں کے دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ ایمان لاتے

بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ
ہیں اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر اور جس کا ساتھی

الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾
شیطان ہوا وہ بہت برا ساتھی ہے۔

یہ آیت ان لوگوں کے بارہ میں ہے جو اللہ کے راہ میں خرچ کرنے سے خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کام سے روکنا چاہتے ہیں۔ خصوصاً وہ یہودی جن کی کتاب تورات میں نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں موجود تھیں اور اسلام کی سچائی کے بارے میں آیات مذکور تھیں لیکن وہ انہیں چھپاتے تھے۔

اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا کہ جو لوگ اپنے مال پر اتراتے ہیں اور غرور و تکبر کرتے ہیں انہیں اللہ کبھی پسند نہیں کرتا۔ اب فرمایا کہ ایسے لوگوں کی خصوصیات یہ ہیں کہ وہ بخل کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہیں کرتے۔ کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مال اور علم عطا کیا لیکن وہ اسے لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ وہ زبان سے بھی اور عمل سے بھی لوگوں کو بخل کی ترغیب دلاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے لیے ہم نے ذلت بھرا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تکبر کرنے والوں کی خصوصیتیں یہ بھی ہیں کہ وہ اپنا مال صرف ریاکاری اور نمائش کی غرض سے خرچ کرتے ہیں یعنی فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں لیکن لوگوں کے دکھلاوے کے لیے اپنا مال ضرور خرچ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا نہ تو اللہ پر ایمان ہے نہ قیامت پر۔ اس لیے وہ اپنا مال اللہ کی خوشنودی اور ثواب حاصل کرنے کی غرض سے خرچ نہیں کرتے بلکہ صرف لوگوں کو دکھانا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ روش یہ ہے کہ حقوق العباد ادا کیے جائیں اور مال خرچ کرنے سے مقصود اللہ کی خوشنودی ہو اور آخرت کے ثواب کی امید ہو۔ ریاکاری اور نمائش کا کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کا ساتھی شیطان ہے۔

Marfat.com

ریاکار بخیل غور کریں

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝۳۹ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۴۰

اور کیا ہوتا ان پر اگر ایمان لاتے اللہ پر اور دن آخرت اور خرچ کرتے جو انہیں دیا اللہ اور ہے اللہ ان سے باخبر بیشک اللہ نہیں ظلم کرتا برابر ذرہ اور اگر ہو نیکی اسے دونا کرتا ہے اور دیتا ہے سے اپنے پاس ثواب بڑا

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝۳۹ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۴۰

اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور اللہ کے دیے ہوئے ہیں سے خرچ کرتے اور اللہ کو ان کی خوب خبر ہے بیشک اللہ کسی کا ذرہ برابر حق نہیں رکھتا اور اگر ہو نیکی تو اسے دونا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے

ان آیات سے پہلے مال و دولت کے سلسلہ میں دو بنیادی خرابیوں کا ذکر تھا۔ یعنی بخل اور ریاکاری۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو ان دونوں بدترین خرابیوں کی وجہ اللہ کریم کی ذات پر ایمان نہ ہونا اور نتائج اعمال (آخرت کے دن) پر یقین نہ ہونا ہے جس شخص کو یہ احساس ہو کہ دولت میری نہیں اس کا دینے والا کوئی اور ہے اور وہ مجھ سے اس کا حساب کتاب بھی لے گا۔ وہ اس دولت کے بارے میں دینے والے کی مرضی کے خلاف بخل کیسے کر سکے گا اور جس شخص کو یقین ہو کہ اللہ اس کی شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور ہر ظاہر و پوشیدہ چیز سے باخبر ہے وہ ریاکاری کی ہمت کیسے کر سکے گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے فرمایا کہ اگر وہ کفر کرنے کی بجائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لے آتے اور بخل اور ریاکاری سے بچ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تو اس میں ان کا کچھ نقصان نہ تھا بلکہ سراسر فائدہ ہی تھا۔ نقصان تو اس روش میں ہے جسے وہ اب اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کچھ کر رہے ہیں اور کس نیت سے کر رہے ہیں اس کے مطابق ہی انہیں اجر ملے گا۔

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ (اور اللہ کے دیے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں) یہ جملہ استعمال کر کے بتا دیا کہ دینے والا صرف اللہ ہی ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ اللہ کے ارشادات اور ہدایات کے مطابق مال خرچ کریں۔ اپنا سمجھ کر اپنی مرضی کے مطابق نہ خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ کسی کا حق ذرہ برابر بھی ضائع نہیں کرتا۔

بخیل اور کنجوس کو سوچنا چاہیے کہ اس مولیٰ کریم کے خزانوں میں کس چیز کی کمی ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ اگر ساری دنیا بھی مل کر اس سے مانگے پھر بھی اس کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں ہوتی جتنا سمندر میں سوئی ڈبونے سے اس کے ناکے پر پانی کا قطرہ لگ جانے سے سمندر کے پانی میں کمی ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

قیامت کے دن کفار کی حسرت

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ
پھر کیا جب ہم بلائیں گے سے ہر امت احوال کہنے والا

وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ﴿۴۱﴾
اور بلائیں گے تجھے اُوپر ان کے احوال بتانے والا

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ
پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا بلائیں گے

وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ﴿۴۱﴾
اور تجھے ان لوگوں پر احوال بتانے والا بنا کر لائیں گے۔

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا
اُس دن آرزو کریں گے لوگ کافر اور نافرمان

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا
اس دن کافر اور رسول کے نافرمان لوگ آرزو

الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْأَرْضُ ۚ وَ
رسول کاش برابر ہو جاتے وہ زمین اور

الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْأَرْضُ ۚ وَ
کریں گے کہ کاش ہم زمین کے برابر ہو جائیں اور

لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾
نہ چھپا سکیں گے اللہ بات

لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾
اللہ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔

شَهِيْدٌ (احوال کہنے والا) شاہد۔ شہادت۔ شہود۔ مشہود اور مشاہدہ وغیرہ بے شمار لفظ اسی مادہ سے بنے ہیں۔ اس لفظ کے معنی میں موجودگی اور گواہی کا مفہوم پوشیدہ ہے۔ گواہ کو شاہد اور شہید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ خاص امر واقعہ میں موجود ہوتا ہے۔ اور اس سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے۔

عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (ان لوگوں پر احوال بتانے والا) دوسرے پارہ کی ابتدا میں مسلمانوں کو شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (لوگوں پر گواہ) اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں پر شہید بیان فرمایا ہے (درس نمبر ۱۶۸) اور یہاں اس آیت میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تمام اقوام اور اُمتوں پر گواہی دینے والا بیان فرمایا ہے هٰٓؤُلَآءِ کے مفہوم میں دنیا کے تمام سابقہ نبی رسول اور اُمتیں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہر قوم کے لیے ایک احوال بتانے والا موجود ہوگا۔ وہ ان کے افعال و کردار اور ایمان و انکار کی شہادت دے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان انبیا و رسلؑ کی صداقت کی گواہی دیں گے اور ان کی اُمتوں نے آپؐ سے جو سلوک روا رکھا اس کی شہادت بھی دیں گے۔

حساب کتاب کے دن اللہ کا انکار اور رسول کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ وہ ہزار کوششوں کے باوجود کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔ اس پریشانی اور پشیمانی کے عالم میں وہ چاہیں گے کاش! زمین پھٹ جائے ہم اس میں دھنس جائیں اور زمین ہموار ہو جائے تاکہ اس عذاب سے ہمیں نجات مل جائے۔

Marfat.com

نشہ اور نماز

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ
اے لوگ ایمان لائے نہ نزدیک جاؤ نماز

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ
اے ایمان والو نماز کے نزدیک نہ جاؤ

وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ
اور تم نشہ یہاں تک کہ سمجھو جو کہتے ہو

وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ
جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو تم کہتے ہو

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى
اور نہ غسل کی ضرورت مگر چلتے ہوئے راہ یہاں تک کہ

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى
نہ غسل کی حاجت کے وقت مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک

تَغْتَسِلُوْا ؕ
تم غسل کر لو

تَغْتَسِلُوْا ؕ
کہ تم غسل کر لو

سورت کے شروع میں مسلمانوں کو عزیز و اقربا اور میاں بیوی کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کی گئی۔ مال ناجائز طور پر کھانے اور ناحق قتل کرنے کی ممانعت کی گئی۔ اس کے بعد رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور ہمسایہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا گیا — غرور و تکبر۔ ریاکاری اور بخل سے باز رہنے کا حکم دیا گیا۔ ان تمام احکام کے آخر میں نماز کے بارے میں حکم دیا گیا ہے۔ نماز کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ نماز پڑھنے سے پیشتر دو باتوں کا خیال کر لو۔ ایک تو یہ کہ تم نشے کی حالت میں نہ ہو۔ یعنی جب تک اپنے منہ سے نکلے ہوئے فقروں کو اچھی طرح سمجھ نہ سکو نماز ادا نہیں کر سکتے ہو۔ دوسرے یہ کہ تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو جب تک کہ تم غسل کر کے بدن کو پاک صاف نہ کر لو نماز ادا نہ کرو۔

ان ہر دو حکموں کا فائدہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا احکام الٰہی جن میں باہمی حقوق اور معاملات اور مالی و جانی عبادات کا ذکر تھا۔ ان سب کی ادائیگی مشکل معلوم ہوتی ہے۔ نیز بخل۔ ریا اور تکبر سے بچنا بھی نفس پر شاق گذرتا ہے۔ اس لیے نماز کا حکم دیا گیا۔ نماز کی وجہ سے دوسری عبادات میں سہولت اور رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور ناجائز کاموں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے اس کی تشریح یوں بھی فرمائی ہے کہ جو احکام پہلے ذکر ہوئے ہیں ممکن ہے انہیں سن کر کاہل اور سست اشخاص اپنے آپ کو مجبور خیال کر کے ہمت ہار دیں اور نماز میں بھی سستی کرنے لگیں۔ اس لیے یہ بتایا گیا کہ جو شخص نماز کو قائم رکھے گا۔ اسے دوسرے کاموں میں کوئی دقت پیش نہ آئے گی اور نہ ہی وہ نماز میں کوتاہی کرے گا۔

سُکَارٰی (نشہ) سُکر نشے کو کہتے ہیں یعنی وہ دماغی کیفیت جب انسان کے حواس میں خلل پڑ جاتا ہے اور عقلی توازن درست نہیں رہتا۔ یہ کیفیت شراب سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ بعض اوقات جوش غضب اور نیند کے غلبے سے بھی ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے ایسی حالت میں نماز نہیں ہو سکتی۔

جُنُبًا (غسل کی ضرورت) یعنی ایسی حالت جبکہ غسل فرض ہو ایسے مرد یا عورت کو جنبی کہتے ہیں۔

Marfat.com

تیمّم

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ
اور اگر تم مریض یا اُوپر سفر یا آیا
اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ
کوئی تم میں سے بیت الخلا یا پاس گئے وہ عورتیں
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
پھر نہ ملا پانی تو ارادہ کرو مٹی پاک
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ
پھر ملو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ بے شک
اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾
اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ
اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا تم میں سے
اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ
کوئی بیت الخلا سے آیا ہو یا عورتوں کے پاس گئے ہو
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
پھر تمہیں پانی نہ ملا تو پاک مٹی کا ارادہ کرو
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ
پھر اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بیشک
اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾
اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے

پچھلی آیت میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جنابت کی حالت میں نماز ادا نہیں ہو سکتی جب تک کہ غسل نہ کر لو۔ اگر غسل کرنے سے معذوری ہو تو اس کے بارے میں اس آیت میں فرمایا کہ تیمّم کر لو۔ معذوری کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ مرض۔ جبکہ پانی نقصان پہنچاتا ہو اور بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو۔

۲۔ سفر:۔ اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور اتنا پانی موجود نہ ہو کہ وضو کرے یا پانی صرف اتنا ہو کہ اگر وضو کرے تو پینے کے لیے کچھ نہ بچے اور پانی کے دُور دُور تک ملنے کی کوئی اُمید نہ ہو اور پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو جائے۔

۳۔ پانی کی عدم موجودگی:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پانی بالکل ہی نہ ملے۔

اِس آیت میں طہارت کی ضرورت کی دو صورتیں بیان فرمائیں۔ ایک یہ کہ کوئی شخص رفع حاجت کر کے آیا ہو اور اسے وضو کی حاجت ہو۔ دوسری یہ کہ وہ عورت سے صحبت کر کے آیا ہو۔ اور اسے غسل کی ضرورت ہو۔

تیمّم کی صورت یہ ہے کہ پاک زمین پہ دونوں ہاتھ مارے اور سارے منہ پہ اچھی طرح مل لے۔ پھر دونوں ہاتھ زمین پہ مار کر کہنیوں تک مل لے۔ مٹی معذوری کے وقت پانی کے قائم مقام اس لیے کی گئی ہے کہ یہ پاک ہے اور پانی سے زیادہ آسانی کے ساتھ میسّر آ سکتی ہے۔

نیز خاک انسان کی اصل ہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے میں گناہوں اور خرابیوں سے بچاؤ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے وضو کی بجائے تیمّم کی اجازت دے دی اور مٹی کو پانی کا قائم مقام کر دیا اس لیے کہ وہ انسانوں کے لیے سہولت پیدا کرنے والا اور معافی دینے والا ہے وہ اپنے بندوں کے نفع اور آسائش کو پسند فرماتا ہے۔ بظاہر یہ احکام انسان کو دشوار معلوم ہوتے ہیں لیکن ان سب سے مقصد صرف ایک ہے کہ انسان نیک و پاک بن جائے۔ اور دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرے۔

Marfat.com

یہودیوں کا ارادۂ بد

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ
کیا نہ دیکھا طرف لوگ جنہیں ملا حصّہ سے

الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ
کتاب خریدتے ہیں گمراہی اور چاہتے ہیں کہ

تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَ
تم بھکو راہ اور اللہ جانتا ہے تمہارے دشمن اور

كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾
کافی اللہ حمایتی اور کافی اللہ مددگار

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ
کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جنہیں کتاب سے کچھ حصّہ

الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ
ملا ہے وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ

تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَ
تم بھی راہ سے بہک جاؤ اور اللہ تمہارے دشمنوں کو جانتا ہے اور

كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾
اللہ کافی ہے حمایتی اور اللہ کافی ہے مددگار

ان آیات میں یہودیوں کی بعض برائیوں اور مکر و فریب کا بیان ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا سے لے کر يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ تک یہودیوں کی برائیاں اور نقائص بیان ہو چکے ہیں درمیان میں یہ بتایا گیا تھا کہ جب تم نشہ کی حالت میں ہو یا تمہیں غسل کی حاجت ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ اب یہاں سے پھر یہودیوں کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

یہودی اہل کتاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے کلام کا کچھ حصّہ بخشا لیکن انہیں عمل نصیب نہ ہوا۔ حالانکہ اصل مقصود یہی تھا۔ یہ لوگ اللہ کی آیات کے بدلے گمراہی خریدتے ہیں۔ پیغمبر آخر الزمان صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حالات اور اوصاف چھپاتے ہیں ان کی کتابوں میں آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی جو بشارتیں مذکور ہیں انہیں مخفی رکھتے ہیں تاکہ ان کی اپنی سرداری اور عزّت ختم نہ ہو جائے وہ اسلام سے جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی دین سے پھر کر گمراہ ہو جائیں۔

یہ خدا کی ایک پیاری قوم ہے اس میں اللہ کے بیشتر نبی مبعوث ہوئے جو ہر طرح سے دعوت و تبلیغ کے ذریعے انہیں راہ حق دکھانے کے لیے کوشش کرتے رہے لیکن یہ لوگ آخرت کی فلاح حاصل کرنے کی بجائے دنیاوی فائدے حاصل کرنے میں لگے رہے کتب الٰہی میں ردّ و بدل کرتے رہے جو حکم ان کے فائدے کے موافق ہوتا اس کی اطاعت کرتے اور جس حکم سے ان کے عارضی فائدوں میں کمی آتی۔ یہ انہیں ٹھکرا دیتے۔ ان کی کتاب میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں بشارت دی گئی تھی۔ لیکن انہوں نے محض اس غرض سے چھپایا کہ ان کی ریاست اور امارت کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ یہ عوام میں بدنام نہ ہو جائیں غرض دین بیچ کر دنیا خریدتے رہے۔

اب اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو بھی دین اسلام سے پھیر دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے مسلمانو! میں تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تم اُن سے پرہیز کرو۔ اللہ تعالیٰ انہیں نفع پہنچانے اور نقصان سے بچانے کے لیے کافی ہے۔ تم دشمنوں کی طرف سے اس قسم کا اندیشہ مت کرو اور دین اسلام پر قائم رہو

Marfat.com

یہودیوں کی چالاکیاں

مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ
بعض لوگ یہودی بدلتے ہیں بات سے

مَّوَاضِعِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا
اس کا ٹھکانہ اور کہتے ہیں ہم نے سُنا اور نہیں مانتے

وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّا
اور سُن نہ سُنایا جائیو اور راعنا موڑ کر

بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ؕ
ان کی زبان اور عیب لگانا بیچ دین

مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ
بعض یہودی لوگ بات کو اس کے ٹھکانے سے

مَّوَاضِعِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا
بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سُنا اور ہم نہیں مانتے

وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّا
اور تو سُن نہ سنا جائیو اور راعنا کہتے ہیں اپنی

بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ؕ
زبان موڑ کر اور دین میں عیب لگاتے ہیں۔

اِس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہودیوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب تورات میں تبدیلیاں کرتے ہیں۔ اس کے لفظ بدل دیتے ہیں اور معنی اور مفہوم میں بھی ردّ و بدل کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب انہیں اللہ کا حکم سُناتے تو وہ جواب میں کہتے کہ ہم نے سُن لیا یعنی کہ ہم نے اسے قبول کر لیا۔ لیکن آہستہ سے منہ میں کہتے کہ ہم نے یہ حکم نہیں مانا۔ یعنی ہم نے آپ کا حکم فقط کان سے سُنا ہے دل سے تسلیم نہیں کیا۔ زبانی اقرار محض دھوکہ دینے کے لیے کیا۔

یہودیوں کی ایک شرارت یہ بھی تھی کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطاب کرتے تو ایسے لفظ بولتے جن کے دو معنی ہوں۔ ایک معنی کے اعتبار سے تو دُعا یا تعظیم ہو لیکن دوسرے معنی کی رُو سے بد دُعا یا تحقیر ہو۔ چنانچہ وہ ایسے الفاظ بھی بولتے جو بظاہر دُعائے خیر ہوتے مثلاً تو ہمیشہ غالب اور معزز رہے۔ تجھے کوئی شخص بُری اور خلاف بات نہ منا سکے لیکن ان جملوں کا بُرا مطلب ان کے دل میں یہ ہوتا تھا کہ تو بہرا ہو جائے اور کسی کی بات نہ سُن سکے۔

یہودی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو کہتے "راعنا" اس کے دو معنی ہیں۔ ایک اچھے دوسرے بُرے۔ اچھے معنی تو یہ ہیں کہ ہماری رعایت کر و اور ہم پر شفقت کی نظر کرو تاکہ ہم آپ کا مطلب سمجھ لیں اور جو آپ سے پوچھنا ہو آپ سے پوچھ سکیں اور بُرے معنی یُوں نکلتے کہ وہ زبان کو دبا کر "راعینا" کہتے جس کے معنی ہیں "تو ہمارا چرواہا ہے"۔

یہودی لوگ ان کلمات کو اپنی گفتگو میں رلا ملا کر ایسے انداز سے کہتے کہ سننے والے ان کے اچھے ہی معنی لیتے۔ بُرے معنوں کی طرف کسی کا دھیان نہ جاتا۔ لیکن یہودی دل میں بُرے معنی لیتے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نعوذ باللہ یہ عیب لگاتے کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہمارا مکر و فریب ضرور معلوم کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس فریب کا پردہ چاک کر دیا۔ اب ہمیں چاہئے کہ اُن کی دوستی کا دم نہ بھریں۔ انہیں راز دان نہ بنائیں اور ان کا کہنا نہ مانیں۔

Marfat.com

بہتر طریقہ

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ
اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا اور سن

وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ
اور ہم پر نظر کر تو ہوتا بہتر ان کے لیے اور درست

وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا
لیکن اُن پر لعنت اللہ ان کا کفر سو نہیں

يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾
ایمان لاتے مگر کم

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ
اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا اور (کہتے کہ) سُن

وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ
اور ہم پر نظر کر تو ان کے حق میں بہتر اور درست ہوتا

وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا
لیکن ان پر اللہ نے ان کے کفر کے سبب لعنت کی سو وہ

يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾
ایمان نہیں لاتے مگر کم

گذشتہ آیات میں یہودیوں کی چند خرابیوں کی نشان دہی کی گئی تھی۔ مثلاً انہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی مول لی۔ اللہ کے کلام میں لفظی اور معنوی تبدیلیاں کیں۔ زبان سے ذومعنی فقرے نکالے جن سے بظاہر اچھے معنی نکلتے تھے مگر ان کا مقصد بُرے معنی ہوتے تھے جن سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نکلتی۔

اس آیت میں انہیں ہدایت کی جا رہی ہے کہ ان کا یہ رویّہ حد درجہ غیر مناسب ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا ذومعنی اور بُرے لفظوں کی جگہ واضح مناسب اور درست لفظ استعمال کرتے۔ مثلاً

۱۔ عَصَيْنَا کی جگہ اَطَعْنَا (ہم نے فرمانبرداری کی)

۲۔ اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ کی جگہ صرف اِسْمَعْ (تو سُن) اور

۳۔ رَاعِنَا کے بجائے اُنْظُرْنَا (ہماری طرف توجہ کیجئے)

خدا نے انہیں ان کے کفر کے باعث اپنی رحمت اور ہدایت سے دُور کر دیا وہ مفید اور سیدھی باتیں نہیں سمجھتے اور ان میں سوائے چند آدمیوں کے باقی ایمان نہیں لاتے ان ایماندار یہودیوں میں حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ وغیرہ شامل ہیں جو یہودیوں کی خباثتوں اور شرارتوں سے بچتے رہے اور اللہ کی لعنت سے محفوظ رہے۔

اس آیت سے تین باتیں بالکل ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اوّل یہ کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانستہ انکار کرتے تھے اس کے باوجود کہ اُن کے بارے میں بشارتیں اور پیش گوئیاں جانتے تھے وہ حضورؐ کو ایسے کلمات سے خطاب کرتے جن کے بظاہر اچھے معنی ہوتے لیکن خود دل میں اُن کے بُرے معنی لیتے۔ گویا وہ منافقت کی چال چلتے تھے۔ نیز وہ توحید و رسالت کو نہیں مانتے تھے۔ کتب سماوی میں ردّ و بدل کرتے تھے انہوں نے انبیاء کو ناحق قتل کیا۔ اس کفر کے باعث ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑی اور وہ اس کی رحمت سے دُور کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی ذلت و رسوائی میں غرق کر دیے گئے۔ ہدایت و سعادت کی راہ اُن پر بند ہو گئی۔ کامیابی کے دروازے اُن پر بند کر دیے گئے۔

Marfat.com

یہود کو دعوتِ ایمان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا
اے لوگ دیے گئے کتاب ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ
اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس سے پہلے کہ ہم مٹا دیں
وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ
چہرے پھر انہیں الٹ دیں طرف اُن کی پیٹھ یا ہم لعنت کریں
كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ
جیسے ہم نے لعنت کی والے ہفتہ کے دن اور ہوتا ہے حکم
اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾
اللہ ہو کر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا
اے اہل کتاب اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ
اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے اس سے پہلے کہ ہم بہت
وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ
سے چہروں کو مٹا ڈالیں پھر ان کی پیٹھ کی طرف الٹ دیں یا ان پر لعنت کریں
كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ
جیسے ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر لعنت کی ۔ اور اللہ کا حکم
اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾
ہو کر ہی رہتا ہے ۔

اب اہل کتاب کو دعوت دی جا رہی ہے ۔ قرآن مجید کی تصدیق کرو ۔ یہ کتاب تمہاری گذشتہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کے بنیادی اصول اس کے ساتھ متحد ہیں تمہیں چاہئے کہ اسلام قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی اس سزا سے بچ جاؤ جو گذشتہ اُمتوں کو حق کے انکار کی وجہ سے ملی ۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے فرمایا کہ قرآن مجید پر ایمان لاؤ اس سے پیشتر کہ ہم تمہارے چہرے بگاڑ دیں ۔ تمہاری صورتیں بدل دیں اور تمہارے چہروں کو پھیر دیں یا تمہاری شکلیں مسخ کر کے جانوروں جیسی بنا دیں جس طرح سبت والوں کی صورتیں بگاڑ کر انہیں بندر بنا دیا گیا تھا ۔

اَصْحٰبَ السَّبْتِ (ہفتہ کے دن والے) اصحاب السبت کا قصہ سورۃ اعراف میں مذکور ہے جو مختصر طور پر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو اجازت ہے کہ وہ ہفتے کے دن کے علاوہ باقی تمام ایام میں مچھلی کا شکار کر لیں ۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی آزمائش منظور تھی چنانچہ اللہ کی مشیت ایسی ہوئی کہ مچھلی اور دن تو دریا میں بہت کم آتی لیکن ہفتے کے روز زیادہ آتی ۔ یہود یہ دیکھ کر دل میں کڑھتے کہ مچھلی تو کثیر مقدار میں ہے لیکن پکڑنے کی اجازت نہیں وہ صبر نہ کر سکے اور انہوں نے چال بازی سے اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی ۔ انہوں نے دریا کے کنارے گڑھے کھود دیے اور ان گڑھوں کو دریا سے ملا دیا ۔ ہفتہ کے دن مچھلی دریا سے ان گڑھوں میں پانی کے ساتھ آ جاتی اور یہاں جمع ہو جاتی ۔ اگلے دن وہ وہاں سے مچھلی پکڑ لیتے ان کی اس شرارت اور چالبازی کے سبب ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوئی اور ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندر بنا دیا گیا ۔

مذکورہ بالا آیت میں بھی یہودیوں کو اللہ تعالیٰ کی اس لعنت سے ڈرایا گیا ہے اور انہیں آگاہ کر دیا گیا ہے کہ اللہ کا ہر حکم پورا ہو کر ہی رہتا ہے ۔ نافرمانی نہ کرو تاکہ عذاب کے مستحق نہ بنو ۔

Marfat.com

مُشرک کی بخشش نہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ
بیشک اللہ نہیں بخشتا کہ جو شریک کرے اس سے

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ
اور بخشتا ہے جو سوا اس سے جسے چاہے

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى
اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اُس نے باندھا

اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾
بہتان بڑا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ
بیشک اللہ اس کو نہیں بخشتا جو اس کا شریک کرے

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ
اس (شرک) کے سوا جس کے چاہے گناہ بخشتا ہے

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى
اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا

اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾
بہتان باندھا

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عموماً اور بنی اسرائیل کو خصوصاً سب سے بڑے گناہ شرک سے آگاہ کیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ عظیم ترین گناہ جو کبھی کسی صورت میں بخشا نہیں جائے گا وہ شرک ہے اس کے بغیر جتنے بھی چھوٹے گناہ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ تھوڑی یا زیادہ سزا دے گا۔ لیکن شرک کبھی معاف نہیں کرے گا۔

شرک :۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں ہے۔ یعنی اس کی ذات۔ اس کی صفات یا اس کے احکام میں کسی اور کو برابر یا شریک قرار دینا۔ یہ توحید کے برعکس اور منافی بات ہے۔

اگر انسان غور و فکر سے کام لے تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ شرک واقعی ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ اس سے نہ صرف انسانی زندگی کی خوبیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ بلکہ اس کی فطرت اور زندگی نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ کائنات اور موجودات کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ان تمام کا کوئی نہ کوئی خالق ضرور ہے۔ انسان خود اپنی جسمانی اور ذہنی قوتوں پر اگر غور کرے تو وہ محسوس کرے گا کہ یہ تمام قوتیں بخشنے والی اور ان کا نظام چلانے والی کوئی نہ کوئی عظیم ہستی ضرور ہے۔ دنیا میں انسان کو جو بے شمار مصائب اور تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں وہ انسان کو یہ بات یاد دلاتی ہیں کہ ان مشکلات کو بھیجنے والی کوئی ہستی ضرور ہے اور وہی انہیں حل کر سکتی ہے۔ وہ ہستی ذوالجلال کی ہے۔ اس پر صدق دل سے ایمان لانا ہی انسان کی زندگی کی برقراری اور دل کے سکون کا ذریعہ ہے جو شخص بھی توحید الٰہی سے منکر ہوتا ہے اس کے دل کا سکون اور قرار اس سے چھوٹ جاتا ہے اور وہ بے اعتقادی اور بے یقینی کے ایک ایسے بھنور میں پھنس کر رہ جاتا ہے جہاں سے وہ کوئی راہ نجات نہیں پا سکتا۔

شرک و بت پرستی انسان کے عقیدے اور عمل کو تباہ کر دیتی ہے اس لیے اسے اتنا بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ یہودی جو اللہ کے ساتھ بہت سی چیزوں کو شریک ٹھہراتے تھے انہیں بتایا گیا کہ اس صورت میں تم اللہ تعالیٰ کے دربار سے مغفرت کی اُمید نہ رکھو۔

Marfat.com

جھوٹ اور بہتان

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ
کیا نہ دیکھا طرف لوگ پاکیزہ رکھتے ہیں اپنے آپ کو
بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ
بلکہ اللہ پاکیزہ رکھتا ہے جسے چاہے اور نہ ظلم ہوگا
فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
تاگے کے برابر دیکھ کیسا باندھتے ہیں اوپر اللہ
الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾
جھوٹ اور کافی یہی گناہ صریح

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ
کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ رکھتے ہیں
بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ
بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے جسے چاہے اور اُن پر تاگے برابر
فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
ظلم نہ ہوگا دیکھ اللہ پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں
الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾
اور یہی صریح گناہ کافی ہے

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ تو کیا ان یہودیوں کو نہیں دیکھتا جو شرک جیسی خرابیوں میں مبتلا ہیں۔ اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں۔ کتب الٰہی میں ردّوبدل کرتے ہیں گذشتہ انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں۔ آخری نبیؐ کی بشارتوں اور خوش خبریوں کو جھٹلاتے رہے ہیں اور ان سب بُرائیوں کے باوجود دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ پاک وصاف ہیں یہ بالکل لغو بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے پاکیزہ اور مقدّس کرتا ہے کسی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا ان جھوٹی شیخی کرنے والوں اور غلط دعویٰ باندھنے والوں پر کسی قسم کا رتی بھر بھی ظلم نہ ہوگا۔ بلکہ یہ خود اپنی ہی کرتوتوں اور گناہوں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے

اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جو یہودی بچھڑے کو پوجتے تھے اور حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت سُنی کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ تو کہنے لگے کہ ہم مشرک نہیں ہیں بلکہ ہم تو خاص اللہ کے بندے اور پیغمبرزادے ہیں۔ پیغمبری ہماری میراث ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تعجب کی بات ہے کہ یہ اللہ پر کیسی کیسی جھوٹی تہمتیں لگاتے ہیں اور باوجود اس کے کہ خود کفر میں مبتلا ہیں — اور اللہ تعالیٰ سے شرک کرتے ہیں پھر خود اپنے آپ کو اللہ کا دوست کہتے ہیں اور اس کے نزدیک مقبول ہونے کے دعویدار ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ بنی اسرائیل پیغمبروں کی اولاد تھے۔ ان میں بڑے بڑے جلیل القدر نبی ہوتے رہے حتیٰ کہ کافی عرصہ تک رسالت اُن کے خاندان میں محدود رہی۔ اس لحاظ سے یہ پہلے واقعی اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے۔ لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی اطاعت سے منہ موڑا۔ حرص وہوا کے پیچھے لگ کر آخرت کو بھلا بیٹھے تو اللہ کے ہاں ان کی مقبولیت بھی ختم ہوگئی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ شرک میں مبتلا ہو کر اللہ پر جو بہتان لگاتے ہیں انہیں اس کی ضرور سزا ملے گی۔

Marfat.com

طاغوت اور بتوں کے فرمانبردار

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ
کیا نہ دیکھا طرف لوگ ملا حصّہ سے

الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ
کتاب مانتے ہیں بُت اور طاغوت

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى
اور کہتے ہیں لوگ کافر یہ لوگ زیادہ راہ راست

مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ
سے لوگ مسلمان راہ وہی

الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ
لوگ ان پر لعنت اللہ اور جو لعنت کرے اللہ

فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾
نہ تو پائے گا اس کا مددگار

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ
کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصّہ

الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ
لا وہ بتوں اور طاغوت کو مانتے ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى
اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں

مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ
مسلمانوں سے یہ وہی ہیں جن پر

الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ
اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کرے

فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾
اس کا تو کوئی مددگار نہ پائے گا۔

طَاغُوْت (سرکش۔ حد سے بڑھنے والا) طَغٰی۔ طغیان، طاغی۔ طغیانی اور طاغوت سب لفظ ایک ہی مادہ سے نکلے ہیں جس کے معنی ہیں حد سے بڑھنا اور سرکشی کرنا ہیں۔ دریا کے بڑھنے کو طغیانی سے غالباً اس لیے تعبیر کرتے ہیں کہ پانی اپنی حد (کناروں) سے بڑھ جاتا ہے۔ مفسرین نے بعض جگہ طاغوت سے شیطان اس لیے مراد لیا ہے کہ اس نے اپنی حدود سے تجاوز کیا۔

یہودی اہلِ کتاب تھے۔ حضرت موسیٰؑ اور اُن کے بعد کے انبیاء علیہم السّلام کی معرفت ان تک اللہ کے حکم پہنچ چکے تھے۔ تورات ان کے پاس تھی جس میں آخری نبی حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بشارت موجود تھی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ نبوت ہمارے خاندان سے نکل کر بنی اسمٰعیل میں چلی جائے گی۔ اور مکّہ کے اَن پڑھ لوگوں میں ایک نبی پیدا ہوا ہے تو ان کے اندر ایک حسد کی آگ بھڑک اُٹھی وہ دشمنی پر آمادہ ہوگئے۔ مسلمانوں کو ہر طرح سے زک پہنچانے کی کوشش کی اور آخر مشرکین مکّہ سے مل کر مخالفت کو تیز تر کر دیا۔ اہلِ کتاب ہونے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت کو جاننے بوجھنے کے باوجود محض مشرکین کی خوشنودی کے لیے یہاں تک کہہ دیا کہ تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں پر جنہوں نے صرف نفسیاتی اغراض کی وجہ سے بُتوں کی تعظیم کی اور طریقۂ کفر کو طریقۂ اسلام سے افضل و بہتر کہا۔ اُن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور ظاہر ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس کا دنیا اور آخرت میں کوئی حامی اور مددگار نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

یہودیوں کی محرومی

اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿۵۳﴾ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿۵۴﴾

اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا
کیا سلطنت میں ان کا کچھ حصہ ہے (اگر ایسا ہو) تو یہ
يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿۵۳﴾ أَمْ يَحْسُدُونَ
لوگوں کو ایک تل برابر بھی نہ دیں گے یا ان لوگوں سے
النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۚ
اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے
فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَ
سو ہم نے تو ابراہیم کے خاندان میں کتاب اور
الْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿۵۴﴾
دانائی دی ہے اور انہیں ہم نے بڑی سلطنت دی ہے۔

اِس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یہودی یہ سمجھتے تھے کہ پیغمبری اور دین کی سرداری ہماری میراث ہے۔ اور یہ ہر زمانہ میں ہمیں ہی ملنی چاہئے۔ اِس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو عار سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ آخر کار حکومت اور بادشاہت ہمیں ہی مل کر رہے گی۔ یہودیوں کے اس کہنے پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ کیا حکومت و سلطنت میں یہودیوں کا کچھ حصہ ہے۔ مطلب یہ کہ ہرگز ان کا کوئی حصہ نہیں۔ یہ تو ایسے بخیل ہیں کہ اگر حاکم و بادشاہ ہو جائیں تو لوگوں کو تل برابر بھی خیرات نہ دیں۔ یعنی بادشاہت اُن کے قبضے میں ہوتے ہوئے یہ کسی فقیر کو ذرہ بھر بھی نہیں دیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا۔ کہ آیا یہودی اس بات سے حسد کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں پر فضل و انعام کیا ہے۔ اس پر حسد کرنا ان کی بالکل بیہودگی ہے۔ کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم کے گھرانے میں کتاب، علم اور عظیم سلطنت عطا کی ہے۔ اور اب بھی یہ آپ کو یعنی ابراہیمؑ کے گھرانے کو ہی حاصل ہے۔ پھر یہودیوں کے لیے اس پر حسد اور انکار کرنا روا نہیں۔

جب یہودیوں پر یہ بات واضح ہو گئی تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے پیغمبر ہیں اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا برحق کلام ہے تو پھر حسد و بغض رکھنے کی بجائے اُن کے لیے بہتر تھا۔ کہ وہ اللہ پر ایمان لے آتے۔ اسلام قبول کر لیتے۔ اور مسلمانوں کے بھائی بن جاتے۔ لیکن دنیاوی عزت و جاہ مال و دولت اور طمع و لالچ میں وہ اس قدر بہک گئے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی کوئی پروا نہ کی۔ بغض و حسد کی آگ میں جلتے رہے۔ کفر و انکار پر ڈٹے رہے۔ اور دشمنانِ اسلام کی دوستی کا دم بھرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کی بجائے بخل و کنجوسی کرتے رہے۔ ایسے لوگوں کو بھلا نبوت و سلطنت کیوں کر دی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

دوزخ کا عذاب

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ط
پھر ان میں کوئی مانا اس سے اور کوئی ان میں جو ہٹا رہا اس سے

وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝۵۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور کافی جہنم بھڑکتی آگ بیشک لوگ منکر ہوئے

بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ط كُلَّمَا نَضِجَتْ
ہماری آیتوں سے جلد ہی ہم ڈالیں گے آگ جس وقت جل جائے گی

جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا
ان کی کھال ہم بدل دیں گے کھال اور تاکہ چکھیں

الْعَذَابَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۵۶
عذاب بیشک اللہ ہے زبردست حکمت والا

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ط
پھر ان میں سے کسی نے اُسے مانا اور کوئی اس سے ہٹا رہا

وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝۵۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔ بیشک جو ہماری آیتوں سے منکر ہوئے

بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ط كُلَّمَا نَضِجَتْ
انھیں ہم آگ میں ڈالیں گے جس وقت ان کی

جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا
کھال جل جائے گی۔ تو ہم انھیں اور کھال بدل دیں گے۔ تاکہ

الْعَذَابَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۵۶
عذاب چکھتے رہیں۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

اِس آیت میں کفار اور منکرین کی سزا بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے گھرانے کو ہمیشہ سے بزرگی دی ہے اور اب بھی اسی کے گھرانے میں ہے۔ جو کوئی بلا وجہ محض حسد سے اُسے نہ مانے اُسے جلانے کے لیے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے اس آگ سے فرار اور بچاؤ ناممکن ہے۔

پہلی آیت میں مومن اور کافر کا ذکر تھا۔ اس آیت میں مومن اور کافر کی سزا بیان کی گئی ہے۔ تاکہ لوگ ایمان کی طرف رجوع کریں اور کفر سے بچتے رہیں۔ اپنے نتائج معلوم کر کے انھیں اپنا راستہ متعین کرنے کی طرف توجہ ہو

یہودیوں کا ذکر مسلسل چل رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور وہ ایمان والوں کی فہرست میں داخل ہو گئے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو راہِ حق سے ہٹے رہے۔ انھوں نے کسی قیمت پر ایمان قبول نہ کیا۔ ایسے لوگوں کے لیے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ تیار ہے۔ اور ان کے لیے یہی کافی ہے۔

آیاتِ الٰہی کے منکروں کو کیسے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں سُنیے۔ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ان کے جسم کی جلد جلا کر بھسم کر دے گی۔ مگر اس پر بات ختم نہ ہو گی۔ انہیں دوبارہ جلد ملے گی۔ پھر یہی عذاب ہو گا۔ تاکہ انھیں بار بار از سرِ نو عذاب چکھنا پڑے اور تکلیف میں تخفیف نہ ہو۔ الامان۔ الحفیظ۔

اللہ تعالیٰ بیشک زبردست اور غالب ہے۔ اُسے کافروں کو ایسی شدید سزا دینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ وہ حکمت والا ہے۔ کافروں کو ایسی سزا دینا عین حکمت کے موافق ہے۔

Marfat.com

جنّت کی نعمتیں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ
اور لوگ ایمان لائے اور کام کیے نیک ہم داخل کریں گے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
جنّت بہتی ہیں سے اس کے نیچے نہریں رہیں گے

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ز
اس میں ہمیشہ ان کے لیے اس میں عورتیں ستھری

وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۸﴾
اور انہیں داخل کریں گے چھاؤں گھنی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ
اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے البتہ ہم انھیں باغوں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ز
رہا کریں گے۔ ان کے لیے وہاں ستھری عورتیں ہیں

وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۸﴾
اور انہیں ہم گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔

منکرینِ حق کو سزا اور عذاب کے ذکر کے بعد اب صاحبِ ایمان لوگوں کی جزا اور اجر کی بشارت کا ذکر ہے۔ یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ایمان کے ساتھ لازمی شرط عملِ صالح کی ہے اس آیت میں بھی اور دوسرے مقامات پر بھی ہر جگہ اٰمَنُوْا کے بعد عَمِلُوا الصّٰلِحٰت ساتھ ساتھ مذکور ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جس کا ایمان درست ہوگا۔ اس کے اعمال بھی درست ہوں گے یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان کو کسی بات کا پورا پورا یقین تو ہو مگر وہ اُسے عمل میں نہ لائے۔

جَنّٰتٍ (جَنَّة اس کا واحد ہے) جنت کے معنی ہیں گھنے درختوں سے چھپی ہوئی جگہ۔ یعنی ایسا باغ جس میں درخت بہت ہوں یہ وہ ابدی نعمت ہے جو نیکوکاروں کا ٹھکانا ہوگی۔ اس کی نعمتیں سدا بہار ہوں گی۔ اور یہاں کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ ہوگی۔ اُسے نہ کبھی زوال ہوگا نہ خاتمہ۔ اَبَدًا اَبَدًا کے لفظ صرف جنت اور اس کی نعمتوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (ستھری عورتیں پاکیزہ جوڑے) مُطَهَّرَةٌ کا لفظ طہر سے ہے۔ طَهَارَتْ۔ طَهُوْرٌ کے لفظ بھی اس سے ہیں۔ اس کے معنی ہیں پاک اور صاف ستھرا۔ اَزْوَاجٌ کا واحد زَوْجٌ ہے۔ اس کے معنی جوڑے کے ہوتے ہیں مثلاً زَوْجُ النَّعْل جوتے کا جوڑا۔ مرد کا جوڑا عورت ہے۔ اس لیے اس کے معنی بیوی کے بھی ہوتے ہیں ——— جنت ایک بڑی نعمت ہے وہاں کا پاکیزہ ماحول۔ صاف ستھری زندگی اور نیک ساتھی ہوں گے۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ جنّت کے سائے گھنے ہوں گے (ظِلًّا ظَلِيْلًا) یعنی وہاں سورج کی تپش جھلستی ہوئی دھوپ اور گرمی کی مصیبت نہ ہوگی۔ بلکہ ایماندار نیکوکار مزے چین اور آرام کی زندگی پائیں گے۔ وہ اللہ سے خوش ہوں گے۔ اور اللہ اُن سے خوش ہوگا۔

Marfat.com

امانتیں اور عدل و انصاف

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى
بیشک اللہ تمہیں فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں طرف

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى
بیشک اللہ تمہیں فرماتا ہے کہ امانت والوں کو اُن کی امانتیں

اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ
امانت والے اور جب فیصلہ کرنے لگو میں لوگ تو

اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ
پہنچا دو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو

تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ
فیصلہ کرو انصاف سے بیشک اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے

تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ
انصاف سے فیصلہ کرو اللہ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے

بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝۵۸
اس سے بیشک اللہ ہے سُننے والا دیکھنے والا

بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝۵۸
بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے

اَلْاَمٰنٰتِ (امانتیں) واحد امانت ہے۔ یعنی وہ چیز جو کسی کے پاس چند روز کے لیے رکھ دی جائے اور طلب کرنے پر اس کی واپسی ضرور ہو۔ امین وہ پاکباز جو کسی امانت میں خیانت نہ کرے۔ طلب کرنے پر پس و پیش اور کمی بیشی کے بغیر امانت واپس کر دے

تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (امانتیں امانت والوں کے سپرد کر دو) تُؤَدُّوْا (تم ادا کر دو) اُردو کا لفظ "ادا" اس سے ہے

اَهْلِهَا (اس کے مالک یعنی امانت والے) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس امانت کے مالک ہوں۔ نیز وہ لوگ جو امانت کے صحیح مستحسن اور اہل ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ امانتیں نااہلوں کے سپرد نہ کرو۔ اس دور میں ووٹ ایک بہت بڑی قومی امانت ہے۔ ووٹ کسی نااہل اور دشمن دین و ایمان کو دینا ملّی خیانت سے کم نہیں۔

یہودیوں کی عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے۔ جھگڑوں کا فیصلہ کرتے وقت رشوت وغیرہ لے کر رعایت و جانبداری کر دیتے اور فیصلہ انصاف کے خلاف کر دیتے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان دونوں بُرائیوں سے روکا ہے اس سلسلے میں یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ فتح مکّہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا۔ خانہ کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ کے پاس تھی اور اس نے دروازہ کھولنے اور کنجی دینے سے انکار کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کنجی چھین کر دروازہ کھول دیا۔ آپ فارغ ہو کر جب باہر تشریف لائے تو حضرت عباسؓ نے آپ سے درخواست کی کہ کنجی مجھے عنایت کی جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور کنجی عثمان بن طلحہ ہی کے حوالے کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ امانت کی ادائیگی اور عدل و انصاف کا جو حکم دیتا ہے۔ یہ سراسر ہمارے فائدے کے لیے ہی ہے۔ خدا ہماری کھلی اور چھپی موجودہ اور آئندہ کی باتوں کو خوب جانتا ہے اس لیے اگر کسی وقت امانت کی ادائیگی مفید معلوم نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں اس خیال کا اعتبار نہ کرنا چاہیے۔

دوسرا حکم عدل و انصاف کا ہے۔ معاملات و مقدمات میں حق و صداقت کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور عدل و انصاف کا خون نہ کرنا بہت بڑا کام ہے۔ عدل و انصاف اسلام کی روح ہے۔ اس سے قیام امن اور بقائے عالم وابستہ ہے۔

Marfat.com

واجب الاطاعت کون؟

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ اور اطاعت کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
اے ایمان والو تم اللہ کی اطاعت کرو اور اطاعت کرو

الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ
رسول اور حاکم تم میں سے

الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ
رسول کی اور حاکموں کی جو تم میں سے ہوں

یہ آیت اسلام کے سیاسی اور ملکی نظام کی روح اور اصل الاصول کی کنجی ہے۔ اس آیت میں ایک بہت ہی اہم مسئلہ بتایا گیا ہے۔ یعنی انسان اپنی زندگی کے معاملات میں کس کا کہا مانے۔ کس کی فرمانبرداری اور اطاعت کرے؟

اِس قدر اہم اور اصولی بات کو ایک جملے میں بیان کر دینا کلام اللہ کا معجزہ ہے۔ اگر ہم اس فقرے کی ترتیب پر نظر رکھیں تو بے شمار غلط فہمیاں اور خرابیاں دُور ہو جاتی ہیں اور وہ بندھنیں جو انسانوں نے اپنے اُوپر ٹھونس لی ہیں، ٹوٹ جاتی ہیں۔

حکم ہوتا ہے۔ اے ایمان والو!

۱۔ اللہ کی اطاعت کرو (اَطِيْعُوا اللّٰهَ)

۲۔ رسول کی اطاعت کرو (اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ)

۳۔ حاکم کی اطاعت کرو، جو تم میں سے ہو۔ (اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ)

اللہ کی اطاعت اس کے بھیجے ہوئے قانون کے ذریعے سے ہوگی۔ اس نے ہر زمانہ میں اپنی مرضی سے بندوں کو آگاہ کیا جس نے اس کے حکموں کو مانا وہ کامیاب رہا اور نجات پا گیا۔

رسولؐ اللہ کی اطاعت اُن کے کردار، گفتار اور رفتار کی پیروی کی صورت میں ہوگی۔ ہر بستی اور ہر قریہ میں اللہ کی طرف سے رسولؐ آئے۔ ان کے بعد حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین بن کر آئے۔ جو رسول اللہ کے اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ پر چلے گا۔ کامیاب و کامران ہوگا۔ اور اللہ کا محبوب بنے گا۔

اُولِي الْاَمْرِ (حاکم) کی اطاعت اس کے نافذ کردہ قوانین اور ہدایت کے ذریعہ کی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ حاکم مسلمانوں میں سے ہو۔ مِنْكُمْ کی شرط نے ہر فاسق و فاجر اور اللہ، رسول کے باغی کی اطاعت سے مسلمانوں کو آزاد کر دیا ہے۔ نہ کسی ایسے حاکم کی اطاعت کی جائے جو اللہ اور رسول کو نہ مانتا ہو اور نہ ایسے معاملہ میں اطاعت کی جائے گی جو اللہ۔ رسول کی مرضی کے خلاف ہو۔ نہ ایسا قانون مانا جائے گا جو اللہ اور اس کے رسول کے قوانین کے خلاف ہو۔

ہمارے علماء نے بڑے بڑے جابر اور زبردست بادشاہوں کی مخالفت کھلم کھلا کی اور ان کے غیر اسلامی قوانین کے سامنے سر نہ جھکایا۔ اس کے نتیجہ میں خواہ کتنی ہی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔

Marfat.com

اختلاف کی صورت میں فیصلہ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ
پھر اگر تم جھگڑو میں چیز تو رجوع کرو اسے طرف اللہ اور

الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
رسول اگر تم ہو ایمان رکھتے اللہ پر اور دن

الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾
قیامت یہ اچھی اور بہتر انجام

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ
پھر اگر کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اُسے اللہ اور

الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت

الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾
کے دن پر یہ بات اچھی ہے اور اس کا انجام بہت بہتر ہے

تَنَازَعْتُمْ (تم جھگڑو) نزاع۔ تنازعہ وغیرہ اس مادہ سے بنے ہیں۔ اس کے معنی جھگڑنا اور اختلاف کرنا ہے۔

رُدُّوْهُ (اُسے رجوع کرو) ارتداد۔ مرتد وغیرہ اس مادہ کے بہت سے لفظ اُردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے۔ جس بات میں اختلاف ہو۔ اُسے اللہ کے قانون اور رسول کی سنّت کی طرف لوٹاؤ۔ یعنی اس کا فیصلہ اللہ اور رسول کے منشا کی روشنی میں کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر تم میں اور تمہارے حکام میں کسی بات پر باہم اختلاف ہو جائے کہ حاکم کا حکم اسلام کے منشا کے موافق ہے۔ یا مخالف۔ تو اس معاملے کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت کی طرف رجوع کر کے طے کر لیا کرو کہ وہ حکم فی الواقع اللہ اور اس کے رسولؐ کے موافق ہے یا مخالف۔ پھر جو بات طے ہو جائے۔ اسی کو متفق طور پر صحیح اور درست سمجھنا چاہئے اور اگر تمہارا اللہ اور قیامت پر ایمان ہوگا۔ تو وہ اختلاف کی صورت میں ضرور اللہ اور رسولؐ کے حکم کی طرف رجوع کرنے کا تقاضا کرے گا۔ اور ان کی مخالفت سے ڈرنے پر آمادہ کرے گا۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم سے بھاگے گا۔ وہ مسلمان نہیں۔ اس لیے اگر دو مسلمان آپس میں جھگڑیں اُن میں سے ایک نے کہا۔ چلو شریعت کی طرف رجوع کریں۔ دوسرے نے کہا۔ میں شریعت کو کچھ نہیں سمجھتا۔ یا مجھے شرع سے کوئی سروکار نہیں تو وہ مومن ہی نہیں ورنہ وہ ایسی بات کیوں کہتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے اختلافات اور جھگڑوں کو اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو گے اور ان کی اطاعت کرو گے تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ آپس میں جھگڑنے یا اپنی رائے کے موافق فیصلہ کرنے کی نسبت خدا اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا انجام بہتر ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں سے فیصلہ حاصل کرنے کی بجائے غیر اسلامی قوانین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کی نظر عارضی اور قریبی نتائج پر ہوتی ہے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ اس طرح ان کی عاقبت بگڑتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم مانیں تو ان کا انجام نسبتاً بہتر ہوگا۔

Marfat.com

آنحضرت صلعم کا فیصلہ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا
کیا نہ دیکھا طرف لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا
کیا تونے انہیں نہ دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
اس پر جو اُترا تیری طرف اور جو اُترا سے تجھ سے پہلے

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
اس پر جو تیری طرف اُترا اور تجھ سے پہلے اُترا

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ
چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں طرف شیطان

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ
چاہتے ہیں کہ قضیہ شیطان کی طرف لے جائیں

وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ
اور ہے حکم کہ نہ مانیں اُسے اور چاہتا ہے

وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ
اور انہیں حکم ہو چکا ہے کہ اس کو نہ مانیں اور شیطان

الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾
شیطان کہ انہیں بہکا دے رستے سے دُور

الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾
چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر رستے سے دُور جا ڈالے

یہودی عام طور پر مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت رشوت وغیرہ لے کر بے جا رعایت اور جانب داری کرتے۔ مدینہ کے اکثر منافق اپنا معاملہ یہودیوں کے عالموں کے پاس ہی لے جاتے کہ وہ ان کی رعایت کر دیں گے۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نہ آتے کہ آپ حق کے مطابق فیصلہ کریں گے اور کسی کی رعایت نہ کریں گے۔

ایک مرتبہ ایک یہودی اور ایک منافق کا کسی معاملے میں باہم جھگڑا ہو گیا۔ یہودی سچا تھا۔ اس نے کہا کہ چلو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرائیں۔ منافق جھوٹا تھا اس نے اس بات پر زور دیا کہ یہ معاملہ یہودیوں کے عالم کعب بن اشرف کے پاس لے جانا چاہئے۔ آخر وہ دونوں آپ کی خدمت میں جھگڑا لے آئے۔ آپؐ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ منافق وہاں سے باہر نکل کر یہودی سے کہنے لگا کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں حضرت عمرؓ کے پاس چلو وہ جو فیصلہ کر دیں گے مجھے منظور ہے۔

یہودی اور منافق دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ اپنا معاملہ کہہ سنایا۔ جب حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودی کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ جھگڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش ہو چکا ہے اور آپ اس معاملے میں یہودی کو جتا چکے ہیں تو حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ کر اس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو نبی اکرمؐ کا فیصلہ نہ مانے اس کا فیصلہ اس طرح ہونا چاہئے۔ منافق کے وارث آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضرت عمرؓ پر قتل کا دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمرؓ کے پاس وہ اس لیے گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرا دیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اصل حقیقت ظاہر فرما دی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی پر فاروق کا لقب عطا ہوا۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
اور جب کہا جاتا ہے ان سے آؤ طرف اس کے جو اتارا اللہ نے
وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ
اور طرف رسول کے دیکھے تو منافقوں کو ہٹتے ہیں
عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ
تجھ سے رُک کر پھر کیا ہو جب پہنچے اُن کو
مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ
مصیبت بوجہ اس کے جو آگے بھیجا ہاتھوں اُن کے نے پھر وہ آئیں تیرے پاس
يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا
قسم کھاتے ہوئے اللہ کی نہیں ارادہ کیا ہم نے مگر بھلائی
وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾
اور ملاپ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
اور جب اُن سے کہا جائے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اُتارا اللہ نے
وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ
اور رسول کی طرف (آؤ) تو منافقوں کو تو دیکھے کہ تجھ سے ہٹتے
عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ
ہیں رُک کر پھر کیا ہو جب انہیں مصیبت
مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ
آ پہنچے اپنے ہاتھوں کے کیے ہوئے سے پھر تیرے پاس آئیں
يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا
اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہم تو بھلائی اور ملاپ کے سوا
وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾
کچھ نہیں چاہتے

پہلی آیت میں ذکر تھا کہ کچھ لوگ ایمان کے دعویدار ہیں لیکن اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر فسادی لوگوں کے پاس جانا پسند کرتے ہیں حالانکہ اُن پر لازم تھا کہ ان سے کوئی واسطہ نہ رکھتے۔ ظاہر ہے کہ شیطان ان کے پیچھے پڑ گیا ہے اور ان کو بڑی سخت گمراہی میں پھنسانا چاہتا ہے۔

اسی مطلب کو اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیات میں کھول کر بیان کیا گیا ہے یعنی بعض لوگ منہ سے تو مومن بنتے ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے فیصلہ پر اطمینان نہیں رکھتے۔ ان لوگوں میں اتنی ہمت تو نہیں کہ صاف کہہ دیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاتے اس لیے بہانہ بازیاں اور ٹال مٹول کرتے ہیں اور اگر کہنے سُننے سے آپ کے پاس آ بھی جائیں تو فیصلہ سے راضی نہیں ہوتے کیونکہ آپ انصاف سے فیصلہ کرتے ہیں اور آپ کا فیصلہ غلط کاروں کے حق میں نہیں ہوتا آپ کے فیصلے کے بعد بھی دوسروں کے پاس ازسرِنو مقدمہ لے کر جاتے ہیں اور جب اس گستاخی کی انہیں سزا ملتی ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے آتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تو آپ کا فیصلہ بدلوانے نہیں گئے تھے بلکہ اس خیال سے گئے تھے کہ کوئی صورت صلح صفائی کی نکل آئے اور ہم نقصان سے بچ جائیں۔

جو لوگ اسلام اور ایمان سے فقط دکھاوے کے لیے ظاہری اور سرسری تعلق رکھتے ہیں اور ان کے دل میں خود غرضی کے سوائے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اپنا مطلب نکالنے کے لیے پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر پھرتے ہیں جھوٹے مقدمے گھڑتے ہیں اور فیصلے وہاں کراتے ہیں جہاں فیصلہ کرنے والا کچھ لے لوا کر یا ویسے ہی ان کی رعایت کر دے۔ حاکم، گواہ، وکیل سب کو کسی نہ کسی طرح اپنا حامی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر کوئی منصف حاکم مل گیا اور ان کو انصاف کے مطابق اپنے کیے کی سزا مل گئی تو پھر روتے پھرتے ہیں۔ ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ یہ منافقوں کی پکی نشانی ہے۔

Marfat.com

صحیح طرزِ عمل

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ
یہ وہ ہیں جن کی بابت جانتا ہے اللہ جو ہے اندر اُن کے دلوں

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ
پس تغافل کر ان سے اور نصیحت کر اُن کو اور کہہ ان سے میں

اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
ان کے بارے میں بات مفید اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی

رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ
رسول مگر تاکہ مانا جائے ساتھ فرمان اللہ کے اور اگر یہ ہوتا کہ وہ

اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا
جب ظلم کریں اپنی جانوں پر آئیں تیرے پاس پھر معافی چاہتے

اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ
اللہ سے اور معافی چاہتا ان کے لیے رسول البتہ وہ پاتے اللہ کو

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾
معاف کرنے والا مہربان

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ
یہ وہ لوگ ہیں جن کی بابت اللہ جانتا ہے جو اُن کے دلوں میں ہے۔

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ
پس ان سے تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور ان کے بارے میں

اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
کہہ مفید بات اور ہم نے کوئی رسول

رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ
نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے فرمانے سے اس کا حکم مانیں اور اگر وہ

اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا
لوگ جنہوں نے اپنا بُرا کیا تھا۔ تیرے پاس آتے پھر اللہ سے معافی

اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ
چاہتے اور بخشواتا ان کو رسول تو البتہ اللہ کو

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾
معاف کرنے والا مہربان پاتے

ظَلَمُوْٓا:- یہ لفظ ظلم سے بنا ہے ظلم کے معنی ہیں ایسا کام کرنا جس سے اپنے آپ کو یا دوسروں کو نقصان پہنچے۔

اَنْفُسَ:- نفس کی جمع ہے جس کے معنی جان، روح، شخص، دل وغیرہ ہیں۔ یہ عبارت میں "متعلق" کے معنی میں بھی آتا ہے۔ پہلی آیت میں "متعلق" کے معنی ٹھیک بیٹھتے ہیں۔ دوسری میں جان کے۔

بَلِيْغًا:- گہری بات۔ جو دل کی تہہ تک پہنچ جائے اور پورا مطلب واضح کر دے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو کچھ ان کا طرزِ عمل ہے وہ غلط ہے۔ اُن کی ظاہری حالت اور ظاہری باتوں سے دھوکا نہ کھانا چاہئے جو کچھ ان کے دل میں ہے وہ اللہ کو معلوم ہے اور وہ وقت آنے پر اُن کو اُن کے کیے کی سزا دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشادِ الٰہی ہے کہ آپ ان کی بیہودہ اور دور رخی کارروائیوں کی ذرا پروا نہ کریں اور ان کو برابر نصیحت کرتے رہیں۔ پھر سمجھایا گیا ہے کہ اگر کسی طرح اُن سے جرم ہو بھی گیا تھا تو ان کو چاہئے تھا کہ فوراً نادم ہوتے اور اللہ سے اپنے قصور کی معافی مانگتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ان سے عرض کرتے کہ ہمارا قصور اللہ سے معاف کرا دیجئے۔ اس وقت اللہ ان کا قصور ضرور معاف فرما دیتا لیکن وہ نادم ہونے اور توبہ کرنے کے بجائے اُلٹا جرم کا انکار کرنے پر تُل گئے اور قسمیں کھانے لگے کہ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ ہماری نیت نیک تھی۔ ہم صرف صلح اور ملاپ کرنے گئے تھے۔

Marfat.com

ایمان کی کسوٹی

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ
پس نہیں قسم ہے تیرے رب کی نہیں مومن ہونگے وہ یہاں تک منصف بنائیں تجھ کو

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ
سو تیرے رب کی قسم ہے وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھے ہی منصف بنائیں

فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
میں اس کے جو اٹھے درمیان ان کے پھر نہ پاویں میں دلوں اپنے کے

فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان اٹھے پھر اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں

حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾
تنگی اس سے جو فیصلہ کرے تو اور مانیں رضامندی

حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾
تیرے فیصلے سے اور خوشی سے قبول کریں

لَا وَ رَبِّكَ (قسم ہے تیرے رب کی) واؤ یہاں قسم کے لیے ہے۔ عرب میں قسم کھانے سے پہلے لا (نہیں) لگا دیتے ہیں جس کا مطلب ہوتا ہے کہ بات وہ نہیں جو سننے والا خیال کر رہا ہے بلکہ میں قسم کھاتا ہوں کہ بات یہ ہے جو میں کہتا ہوں۔

شَجَرَ (اٹھے) اصل میں یہ لفظ درخت کے پھوٹنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی جھگڑا پھوٹ پڑے۔ مشاجرہ اسی سے نکلا ہے جس کے معنی باہم جھگڑا کرنا اور لڑنا ہیں۔

حَرَجٌ (تنگی) بول چال میں اس کو گھٹن بھی کہتے ہیں۔ اردو میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ بات یہ نہیں ہے جو وہ سوچ رہے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی بھی کرتے رہیں گے اور مومن بھی رہیں گے بلکہ تیرے رب کی قسم۔ یہ مومن اسی وقت ہوں گے جب اپنے سارے جھگڑوں کے فیصلوں کے لیے تجھ کو حاکم بنائیں گے اور پھر تیرے فیصلے کے آگے خوشی خوشی سر جھکائیں گے اور ان کے دل میں تیرے فیصلے سے ذرا گھٹن اور ناراضگی نہ ہوگی۔

اس زوردار اعلان سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلے کے آگے بے چون و چرا سر جھکانا کہ دل میں ناراضگی کا وہم و گمان تک نہ ہو ایمان کی درستی کی علامت ہے ورنہ پھر نفاق کی بیماری کا خوف ہے۔ ان آیات میں مسلمانوں کو سبق دیا گیا ہے کہ دین میں اصل چیز سچائی اور نیک دلی ہے۔ جو لوگ اپنے مقدمات اور باہمی معاملات میں دین کا خیال نہیں رکھتے اور اپنے فیصلے اوروں سے کراتے ہیں ان کا طرزِ عمل ایمان کے خلاف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یا تو وہ دین پر بھروسہ نہیں رکھتے یا انصاف ہی سے بھاگنا چاہتے ہیں پہلی صورت میں وہ ایمان سے کوسوں دور ہیں اور دوسری صورت میں اپنی خود غرضیوں اور خواہشوں سے اندھے ہو گئے ہیں اور ظلم کی حمایت کرتے ہیں۔

بھلا اس سے بڑھ کر بے دینی کیا ہوگی کہ جھگڑوں کے فیصلے کرانے سے پہلے یہ سوچتے ہیں کہ ہماری جیت کہاں ہوگی۔ ان کے نزدیک قاعدہ قانون اور انصاف کوئی چیز نہیں۔ قرآن مجید اور دین کو وہ اسی حد تک مانتے ہیں جہاں تک وہ ان کی خواہشوں کا ساتھ دیں۔ کیونکہ انہیں فقط اپنے فوری نفع سے غرض ہے۔

دوسری بات ان آیتوں میں یہ بتلائی گئی ہے کہ منافقوں سے لڑنا جھگڑنا بیکار ہے۔ ان کی باتوں سے بالکل منہ پھیر لینا چاہئے۔ بلکہ اپنے کاموں میں لگ کر ان کے لیے ایسی فضا پیدا کر دینی چاہئے کہ انہیں پچھتا کر اپنی شرارتوں سے باز آنا پڑے۔

Marfat.com

شرعی احکام مشکل نہیں

وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ
اور اگر ہم حکم کرتے ان پر کہ ہلاک کرو اپنی جانیں

اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ
یا نکل جاؤ سے اپنے گھروں نہ کرتے اس کو مگر تھوڑے

مِّنْهُمْ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ
ان میں سے اور اگر یہ کہ وہ کریں جو نصیحت کی جاتی ہے ان کو

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّ
البتہ ہو بہتر ان کے لیے اور زیادہ مضبوط جمانے میں اور

اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾
اس وقت البتہ دیں ہم ان کو سے پاس اپنے ثواب بڑا

وَّ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾
اور البتہ دکھا دیں ہم ان کو راستہ سیدھا

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ
اور اگر ہم اُن پر حکم کرتے کہ اپنی جانیں ہلاک کرو۔

اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ
یا اپنے گھر چھوڑ نکلو تو وہ ایسا نہ کرتے مگر ان میں سے

مِّنْهُمْ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ
تھوڑے اور اگر یہ لوگ کریں جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّ
البتہ ان کے حق میں بہتر ہو اور زیادہ استوار کرنے والا ہو دین میں اور

اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾
اس وقت البتہ ہم ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب دیں۔

وَّ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾
اور ان کو ہم سیدھی راہ چلا دیں۔

كَتَبْنَا کتابت سے ہے جس کے معنی لکھنا ہیں اس کے بعد جب علیٰ آجائے تو اس کے معنی حکم کر دینے کے ہو جاتے ہیں یعنی ہم نے حکم دیا۔

تَثْبِيْتًا ثابت کر دینا۔ جما دینا۔ استوار یا محکم کر دینا۔

پہلی آیت میں ہدایت کی گئی تھی کہ رسول ؐ کے کہنے پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ رسول ہوتے ہی اس لیے ہیں..... کہ ان کا حکم مانا جائے اور یہ ہمارا حکم ہے نہ کہ اُن کا۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ رسول کا حکم ماننا کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو آسان آسان کام کرنے کا حکم دیتے ہیں جو ان کے حق میں مفید ہوتے ہیں وہ ہم سب کے مالک اور آقا ہیں ہم انہیں سخت سے سخت احکام اگر چاہتے تو دے سکتے تھے۔ مثلاً اگر ہم حکم دے دیتے کہ اپنا گلا گھونٹ لو یا چھرا مار کر مر جاؤ یا یہ کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ایسے حکم ماننے کے لیے تو یہ کبھی تیار ہی نہ ہوتے بلکہ گنے چنے ہی آدمی ایسا کرتے تو کرتے۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ ہم نے جان کھو کر گھروں سے نکل جانے کے لیے نہیں کہا اور نہ سخت محنت اور مشقت میں ڈالا ہے جیسے پہلے لوگوں کو ڈالا تھا۔ بلکہ آسان کام مقرر کیے جن میں محنت تھوڑی اور ثواب زیادہ ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ اگر یہ انہی آسان کاموں کو خوشی خوشی کر لیتے تو ان کے لیے بہت ہی اچھا ہوتا۔ ان کا دل مضبوط اور ایمان پختہ ہو جاتا اور ہم ان کو ایسے سیدھے راستہ پر ڈال دیتے جو ہمیشہ کے راحت و آرام کے گھر میں پہنچاتا ہے۔ مگر یہ اتنا نہیں سمجھتے کہ یہی آسان کام نیک نیتی اور سچے دل سے کیے جائیں تو ان سے اتنا بڑا ثواب اور ایسا اچھا بدلہ ملتا ہے کہ انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دکھ درد رنج والم اور عذاب سے چھٹ کر آرام و سکون اور خوشی کے گھر پہنچ جاتا۔

Marfat.com

اللہ کے انعام یافتہ بندے

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ
اور جو لوگ اطاعت کریں اللہ اور رسول سو وہ ساتھ

الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ
ان کے انعام کیا اللہ نے جن پر سے نبیوں اور

الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ
صدیقوں اور شہید اور صالحوں اور

حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ
اچھے ہیں یہ لوگ ساتھی یہ بخشش ہے

مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾
طرف سے اللہ کی اور کافی ہے (ذاتِ) اللہ جاننے والا

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ
اور جو کوئی حکم مانیں اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے

الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ
ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور

الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ
صدیق اور شہید اور صالح ہیں اور

حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ
یہ لوگ اچھے رفیق ہیں یہ فضل اللہ کی

مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾
طرف سے ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔

ع ۹

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان جلیل القدر بندوں کا ذکر فرمایا ہے جو اس کے خاص انعام یافتہ بندے ہیں جن پر اس کے انعام و کرام کی خاص بارشیں ہوتی ہیں

(۱) النَّبِيّٖنَ نبی کی جمع ہے۔ وہ برگزیدہ بندے جو دنیا میں انسانوں کو اللہ کا پیغام پہنچانے کیلئے بھیجے گئے یہ پیغام ان کے پاس اللہ کی طرف سے فرشتہ کے ذریعہ بھیجا جاتا اور وہ فرشتہ کی آمد کو محسوس کرتے اور وہ پیغام اللہ کے بندوں کو کسی کمی بیشی کے بغیر پہنچاتے (۲) الصِّدِّيْقِيْنَ صدیق کی جمع ہے وہ لوگ جن کا دل پیغمبروں کے پیغام کو خود بخود سچا مانتا ہے انہیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی ؛ (۳) اَلشُّهَدَآءِ شہید کی جمع ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پیغمبروں کے حکم پر جان دینے کے لیے حاضر ہوں اور حق کی شہادت اپنے خون سے پیش کر دیں (۴) الصّٰلِحِيْنَ صالح کی جمع ہے۔ وہ لوگ جن کی طبیعت پیدائشی طور پر نیک ہو اور اپنے نفس و بدن دونوں کو برائیوں اور ناپاکیوں سے پاک کر چکے ہوں۔ انسانوں کے اندر یہ چار قسم کے لوگ سب سے افضل ہیں۔ اللہ نے ان کو اور سب لوگوں پر فضیلت اور برتری عطا کی ہے اور اپنے انعام سے نوازا ہے۔

ان کے مرتبوں کی وہی ترتیب ہے جو آیت کے اندر رکھی گئی ہے یعنی نبی کا مرتبہ سب سے بلند ہے اس کے بعد صدیق کا پھر شہید کا پھر صالح کا۔ یہ سب حسب مراتب اللہ کی نعمت اور فضل و رحمت سے مالا مال ہیں پہلے بھی ذکر آچکا ہے کہ انسان استعداد اور قابلیت کے لحاظ سے یکساں نہیں۔ ان کے سوا جو اور لوگ رہے۔ ان میں سے افضل وہ ہیں جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری میں مشغول ہوں۔ ان کو بھی اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق حسب مرتبہ نبیوں۔ صدیقوں شہیدوں اور صالحوں کی ہمراہی نصیب ہوگی۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ بالکل انہی جیسے ہو جائیں گے ہاں یہ ہوگا کہ وہ انہی کے خادموں میں شمار کیے جائیں گے اور ان کا رشتہ ان کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔ یہ بڑی عنایت ہے کہ اس رشتہ کو رفاقت کا نام دیا گیا ہے۔ ورنہ ان کا خادم مان لیا جانا بھی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے یہ وہی لوگ ہیں جن کے راستہ پر چلنے کی ہم ہر وقت نماز میں دعا کرتے ہیں سورہ فاتحہ ہمیں یہی سکھاتی ہے کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا جس پر تیرے برگزیدہ انعام یافتہ بندے چلے۔ ان بڑے لوگوں کی رفاقت فقط انہی کو نصیب ہوگی جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری اور اطاعت کریں گے۔

Marfat.com

جہاد کے لئے تیار رہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ
اے وہ جو ایمان لائے ہو لے لو ہتھیار اپنے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ
اے ایمان والو لے لو اپنے ہتھیار

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ
پھر نکلو دستے بن کر یا نکلو اکٹھے اور بیشک

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ
پھر نکلو جدا جدا فوج ہو کر یا سب اکٹھے ہو کر اور تم میں

مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ
تم میں سے وہ ہے ضرور دیر لگائے گا پھر اگر پہنچے تم کو

مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ
کوئی ایسا بھی ہے کہ عمداً دیر لگائے گا۔ پھر اگر تم کو کوئی

مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ
مصیبت پہنچے تو کہے کہ اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ

مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ
کوئی مصیبت کہے بیشک انعام کیا اللہ نے مجھ پر جب

لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾
نہ ہوا میں ساتھ ان کے حاضر

لَمْ اَكُنْ مَّعَكُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾
میں نہ ہوا اُن کے ساتھ

ثُبَاتٍ : ثُبَةٌ کی جمع ہے۔ الگ ٹولی اور چھوٹی سی جماعت۔

شَهِيْدًا (ساتھ) اس کے معنی حاضر کے ہیں اور اس آیت میں یہی معنی مراد ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ شروع میں اسلام کے اندر بہت سے لوگ دیکھا دیکھی داخل ہو گئے جب جہاد فرض ہوا تو مچل گئے اور بعض تو کافروں کے ساتھ مل کر کھلم کھلا دین کی مخالفت کرنے لگے اس پر یہ آیت اتری پہلی آیتوں میں منافقوں کے رویہ کا ذکر تھا۔ اس آیت کے اندر جہاد کے وقت ان کے طرز عمل کا ذکر ہے اور مسلمانوں کو ان کی یہ روش اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسلام نے بہت چاہا کہ انسان آپس میں صلح و صفائی سے رہیں۔ لیکن کفار کی خود غرضیوں نے مسلمانوں کو لڑائی پر مجبور کر دیا۔ اور جب تک لوگ اپنی خواہشوں کے غلام رہیں گے اور شیطان کے بہکانے میں آکر سیدھے راستے سے منہ موڑ لیں گے اس وقت تک دنیا میں جنگ کا خاتمہ نہ ہو سکے گا۔ اور اللہ کے بندوں کو خواہشوں کے ان غلاموں سے مجبوراً لڑنا پڑے گا۔

ایمان والوں کو اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ انسانیت کے دشمنوں سے اپنے بچاؤ کا سامان کر لو اور سامانِ جنگ سے لیس رہو موقعہ آتے ہی ان سے لڑنے کے لیے نکل کھڑے ہو۔ اس میں دیر نہیں لگانی چاہئے۔ کیونکہ لڑائی کے وقت دیر لگانے سے بعض اوقات کام بگڑ جاتا ہے اور دشمنوں کی بن آتی ہے۔

یاد رکھو۔ تمہارے اندر ایسے بھی لوگ ہیں جو جہاد کے لیے نکلنے میں ٹال مٹول کرتے ہیں اور دیر لگاتے ہیں۔ انہیں منافق کہا جاتا ہے ان کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ اس نے یہ طریقہ مقرر کر رکھا تھا کہ مسلمان جب لڑائی کے لیے جاتے تو یہ بہانہ بازیاں کر کے اپنے لوگوں کو لے کر پیچھے رہ جاتا۔ اگر مسلمانوں کو کوئی صدمہ پہنچتا یا شکست ہو جاتی تو کہتا اللہ کا شکر ہے کہ میں ان کے ساتھ نہ تھا۔ ورنہ میں بھی مر گیا ہوتا گویا اس کے خیال میں غلط بات بیٹھ چکی تھی کہ گھر میں رہ کر وہ موت سے محفوظ رہے گا اور میدان میں وقت سے پہلے اُسے موت آجائے گی۔

Marfat.com

جہاد اور اس کا اجر

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ
اور اگر پہنچے تم کو فضل سے اللہ

لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَ
ضرور کہے گا گویا نہ تھی درمیان تمہارے اور

بَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ
درمیان اُس کے دوستی اے کاش ہوتا میں ساتھ ان کے

فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ
پس پاتا مراد بڑی سو چاہیئے لڑیں بیچ

سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ
راہ اللہ کی وہ جو بیچتے ہیں زندگی

الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ
دنیا کی بدلے آخرت کے اور جو لڑے میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ
راہ اللہ کی پھر مارا جائے یا غالب ہووے تو جلد

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾
ہم دیں گے اس کو ثواب بڑا

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ
اور اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فضل پہنچا

لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَ
تو اس طرح کہنے لگا کہ گویا تم میں اور

بَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ
اس میں دوستی نہ تھی اے کاش کہ میں ان کے ساتھ ہوتا

فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ
تو بڑی مراد پاتا سو چاہیئے کہ لڑیں اللہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ
کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ
آخرت کے بدلے اور جو کوئی لڑے اللہ کی

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ
راہ میں پھر مارا جائے یا غالب ہووے تو ہم عنقریب

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾
اس کو بڑا ثواب دیں گے۔

جہاد کی تیاری کا حکم اور اس سلسلہ میں منافقوں کا طرز عمل اس سے پہلے گذر چکا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو اسلام کا سپاہی قرار دیا ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ راہ حق میں سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے ہر دم تیار رہو۔ انفرادی طور پر جنگ کا موقع ہو یا اجتماعی طور پر جہاد کی ضرورت ہو۔ ہر صورت میں تیار رہنا لازم ہے۔ منافق جان بوجھ کر اور عمداً ٹال مٹول کریں گے اور شرکت سے باز رہیں گے۔ اگر خدانخواستہ تمہیں تکلیف پہنچی تو خوشی کا اظہار کریں گے اور اگر تم پر اللہ کا فضل ہوا۔ تم کامیاب و کامران رہے اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے تو بالکل اجنبی غیروں کی طرح کہیں گے کاش! ہم ان کے ساتھ ہوتے اور خوب ہاتھ رنگتے۔ لوٹ مار کرتے اور دھن و دولت سمیٹ کر لاتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ آخرت کے بدلے دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ دین پر دنیا کو پسند کرتے ہیں اللہ کی راہ میں ان کے خلاف جہاد کرو ـــــ کامیابی اور ناکامی کو خاطر میں نہ لاؤ ـــــ اس راہ میں مارے جاؤ یا غالب آؤ۔ ہم دونوں صورتوں میں اجر عظیم دیں گے۔

Marfat.com

مظلوموں کی مدد میں جہاد

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ
اور کیا ہوا تم کو نہیں لڑتے بیچ راہ اللہ کے اور

الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَ
مغلوب دبے ہوئے لوگوں سے مردوں اور عورتوں اور

الْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا
بچوں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب نکال ہم کو

مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ
سے اس بستی ظالم ہیں لوگ جس کے اور کر

لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ
ہمارے لیے سے اپنے پاس حمایتی اور کر ہمارے لیے سے

لَّدُنْكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾
پاس اپنے مددگار

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ
اور تم کو کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے اور

الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَ
ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں اور

الْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا
بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو

مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ
اس بستی سے کہ یہاں کے لوگ ظالم ہیں اور ہمارے

لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ
لیے اپنے پاس سے حمایتی بنا دے اور ہمارے واسطے اپنے

لَّدُنْكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾
پاس سے مددگار بنا دے۔

يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (لڑے اللہ کی راہ میں) ان آیات میں یہ فقرہ تین بار آیا ہے۔ زور اس پر دینا مقصود ہے کہ لڑائی خالص اللہ کے دین کے لیے ہونی چاہئے۔ اللہ کو منظور یہ ہے کہ دین کی راہ پر چلنے سے کوئی کسی کو نہ روکے۔ لڑائی ان سے ہے جو دین حق کو خود بھی نہیں مانتے اور دوسروں کو بھی اس پر چلنے سے روکتے ہیں۔ یہاں سے سمجھ میں آتا ہے کہ جہاد کے معنی ان لوگوں سے مقابلہ کے لیے تیار رہنا ہے جو انسانوں کو راہ راست سے روکتے ہیں اور خواہ مخواہ ان کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتے ہیں۔ ان گمراہ لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ اپنے اور اپنے گروہ کے دنیاوی فائدوں کو دیکھتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو زبردستی اپنی ذاتی غرض کے لیے دبا کر رکھنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سب سے بڑے ہیں اور اوروں کو ہمارے خادم بن کر رہنا چاہئے۔

اس کے مقابلے میں وہ لوگ ہیں جو تمام انسانوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور سب کے فائدے کے اندر اپنا فائدہ سمجھتے ہیں۔ غرور اور تکبر نہیں کرتے۔ کسی کو اپنے ماتحت دبا کر نہیں رکھنا چاہتے۔ غریبوں، محتاجوں اور کمزوروں کی مدد کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور اس میں ان کی اپنی کوئی غرض نہیں ہوتی۔ نہ ذاتی فائدے کا خیال ہوتا ہے۔ بلکہ فقط اللہ کی مخلوق کو مصیبت سے بچانا ان کا مقصد ہوتا ہے نہ کسی سے شکریہ کے طلب گار ہوتے ہیں نہ رورعایت کے خواستگار۔ یہی لوگ اللہ کو اور اس کے دین کو سچے طور پر مانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کسی بستی کے مرد و عورت۔ چھوٹے بڑے اور کمزور بچے مدد کے لیے چیخ و پکار کر رہے ہیں۔ ظالموں کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہیں امداد کے لیے دہائی دے رہے ہیں تو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ مدد کے لیے آگے نہیں بڑھتے اور ظالموں کے خلاف جنگ کے لیے کمربستہ نہیں ہوتے۔

Marfat.com

مومن اور کافر کی جنگ

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ
جو لوگ ایمان لائے وہ لڑتے ہیں میں راہ اللہ کے

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ
اور جو لوگ کافر ہوئے وہ لڑتے ہیں میں راہ

الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ
طاغوت سو لڑو تم حمائتیوں سے شیطان کے

اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ﴿۷۶﴾ ع
بیشک داؤ شیطان کا ہے کمزور

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ
جو لوگ ایمان والے ہیں سو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ
اور جو لوگ کافر ہیں وہ لڑتے ہیں طاغوت کی

الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ
راہ میں سو تم شیطان کے حمائتیوں سے لڑو ع

اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ﴿۷۶﴾
بے شک شیطان کا داؤ کمزور ہے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (مومن) اٰمَنُوْا لفظ ایمان سے بنا ہے ایمان کے معنی ہیں زبان سے مان لینا اور دل سے یقین کر لینا۔ مومن وہ ہیں جو اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر دل سے یقین رکھتے ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اپنے کیے کا حساب دینے کو اٹل جانتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا (کافر) یہ لفظ کفر سے بنا ہے۔ کفر کے معنی ہیں چھپا دینا۔ انکار کرنا اور ناشکری کرنا۔ کافر وہ ہیں جو اسلام کے اصولوں پر یقین نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی ہی کو زندگی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں اس کے بعد کچھ نہیں ہوگا۔

طَاغُوْت یہ لفظ طغیان سے بنا ہے۔ اس کے معنی۔ سرکش۔ نافرمان شریر کے ہیں۔ یہ شیطان کا بھی لقب ہے جو ہمیشہ انسانوں کو سیدھی راہ سے ہٹانے کی کوشش میں رہتا ہے۔

كَیْدٌ چال۔ فریب گھات یعنی اپنے جتنے کا خفیہ داؤ۔ اَوْلِیَآءُ ولی کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ساتھی۔ دوست۔ مددگار۔ حمایتی۔

اللہ نے انسان کو پیدا کر کے اس کے لیے اس دنیا میں زندگی گزارنے کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے۔ جانوروں کی طرح اسے بالکل آزاد نہیں چھوڑا کہ جو جی چاہے کرتا پھرے اس طریقے کا نام صِرَاطِ مُسْتَقِیْم سیدھا راستہ اور سچا دین ہے اور یہی سبیل اللہ ہے۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ اس کو صراط اللہ بھی کہا گیا ہے۔ ایک خفیہ طاقت نے جسے ابلیس شیطان اور طاغوت مختلف نام دیے گئے ہیں۔ ہر طرح انسان کے ساتھ دشمنی کرنے کی ٹھان لی ہے اور جہاں تک اس کا بس چلتا ہے۔ وہ انسان کو سیدھے اور درست راستے سے ہٹانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اور افسوس ہے کہ انسانوں کی ایک بڑی تعداد اس کے بہکانے میں آ کر راہ سے بھٹکی ہوئی ہے اور اپنی خواہشوں کے پیچھے کسی کی نہیں سنتی۔ تاریخ گواہ ہے کہ انسانوں کی بہت سی قومیں اسی چکر میں آ کر مرکھپ گئیں اور انسان کے لیے دو راستے مستقل طور پر قائم ہو گئے۔ ایک اللہ کا مقرر کیا ہوا راستہ جس کو آیت میں سبیل اللہ کہا گیا ہے اور دوسرا شیطان کا راستہ جو سبیل الطاغوت ہے۔ آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ کے حکموں کے ماننے والے اس کے راستے کی حمایت میں لڑتے ہیں اور جو اللہ کو اور اس کے حکموں کو نہیں مانتے وہ شیطان کے راستے کی طرفداری میں لڑتے ہیں۔ اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ بظاہر تو شیطان کی سازشیں بہت ڈراؤنی اور مضبوط معلوم ہوتی ہیں لیکن اصل میں اس کے داؤ بیچ کمزور ہیں اور نیک نیت لوگوں کے پختہ ارادے کے سامنے ان کی کچھ حقیقت نہیں۔

Marfat.com

لڑائی سے ڈرنے والے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا
کیا نہ دیکھا تو نے طرف ان کی کہ کہا گیا ان سے روکے رہو

اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ
ہاتھ اپنے اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ
پھر جب لکھا گیا اُوپر اُن کے لڑنا کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جماعت

مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ
ان میں سے ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا ڈر ہو اللہ کا یا

اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ
اس سے زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے رب ہمارے کیوں لکھا

عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ
اُوپر ہمارے لڑنا کیوں نہ ڈھیل دی ہم کو تک مدت

قَرِيْبٍ ؕ
تھوڑی

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا
کیا تو نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ

اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ
روکے رکھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ
پھر جب ان کو لڑائی کا حکم ہوا۔ اچانک ان میں سے ایک

مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ
جماعت لوگوں سے ڈرنے لگی جیسے اللہ کا ڈر ہو یا

اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ
اس سے بھی زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے ہمارے رب کیوں

عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ
ہم پر فرض کی لڑائی کیوں نہ ہم کو چھوڑے رکھا

قَرِيْبٍ ؕ
تھوڑی مدت

كُتِبَ عَلَيْهِمُ (ان پر فرض کیا گیا) پہلے بیان ہو چکا ہے کہ كُتِبَ کے بعد عَلٰی آجائے تو اس کے معنی فرض کر دینا اور ضروری قرار دینا ہوتے ہیں

اِذَا عموماً اس کے معنی "جب" ہوتے ہیں۔ اس کے ایک معنی ناگاہ کے بھی ہیں۔ ایسے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے جہاں کوئی ایسی بات ہو جائے جس کی توقع نہ تھی اس کو ہم اپنی زبان میں اس طرح ادا کرتے ہیں اچانک یا کیا دیکھتے ہیں۔

اَخَّرْتَ تاخیر سے ہے اس کے معنی ہیں مہلت دینا۔ دیر لگانا۔ ڈھیل دینا اور چھوڑے رکھنا۔

مکہ میں جب لوگوں نے اسلام قبول کیا تو کافر انہیں بہت ستانے لگے اور ان پر طرح طرح کے ظلم کرنے لگے۔ تنگ آکر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہتے کہ ہمیں جنگ کی اجازت دی جائے۔ آپ فرماتے کہ ابھی لڑنے کا حکم نہیں۔ اس وقت تو یہی حکم ہے کہ نماز پڑھو اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب لڑائی کا حکم مدینہ میں آنے کے بعد دیا گیا۔ تو کمزور ایمان والوں پر خوف چھا گیا۔ وہ ڈر کے مارے کانپنے لگے اور اللہ کے ڈر سے بھی زیادہ ان کو آدمیوں کا ڈر ہو گیا۔ وہ کہنے لگے کہ ابھی تھوڑے دن لڑائی کا حکم نہ ہوتا تو بہتر ہوتا۔ مکہ میں مسلمانوں کو لڑنے کا حکم نہ تھا بلکہ ان کو لڑائی کے لیے تیار کیا جا رہا تھا۔ کیونکہ یہ منظور نہ تھا کہ ستانے والے سے فوراً بدلا لیا جائے ایسی وحشیوں کی سی لڑائی اسلام کو منظور نہ تھی۔ اس لیے مکہ میں صبر کرنے کا حکم ہوا اور نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے میں مشغول رہنے کے لیے کہا گیا تاکہ جانی اور مالی قربانی کی عادت پڑ جائے اور تکلیفوں کا برداشت کرنا آجائے۔

Marfat.com

موت سے بچنا ممکن نہیں

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
کہہ دے فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
کہہ دے کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے

لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾
اس کیلئے جو پرہیزگار ہو اور نہیں ظلم کیے جاؤ گے تم ذرا سا بھی

لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾
پرہیزگار کے لیے اور تمہارا حق ایک دھاگے کے برابر نہ رہے گا۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ
جہاں کہیں تم ہو آئے گی تم کو موت

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ
تم جہاں کہیں ہوگے تم کو موت آپکڑے گی

وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ
خواہ تم ہو میں قلعوں کے اونچے چونے گچ کے

وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ
خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو

مَتَاعٌ فائدہ، پونجی، سامان وہ چیز جس سے حظ حاصل کیا جائے اور فائدہ اٹھایا جائے۔

وَلَا تُظْلَمُوْنَ (ظلم نہیں کیے جاؤ گے) ظلم سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی پر زیادتی کرنا، کسی کا حق دبا لینا اور بے جا ستانا۔

فَتِيْلًا اصل معنی دھاگے کے ہیں یہاں مطلب یہ ہے کہ تمہارا ذرا سا بھی حق (چھوٹے سے دھاگے کے برابر بھی) نہ دبایا جائے گا۔

بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (مضبوط قلعے) برج کا واحد برج ہے۔ اس کے معنی قلعہ اور عالی شان محل کے ہیں۔ مشید کے معنی ہیں پختہ چونے کے بنے ہوئے جسے گچ بھی کہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ مضبوط اور پختہ ترین قلعوں کے اندر بھی موت سے بچنا ممکن نہیں۔

پہلی آیت میں ذکر تھا کہ جب جہاد کا حکم ہوا اور لڑائی سر پہ آگئی تو بعض لوگ خوف سے کانپنے لگے اور اللہ کی درگاہ میں عرض کرنے لگے کہ اے رب آپ نے لڑنے کا حکم کیوں دے دیا کچھ دن اور جی لیتے اور موت سے بچ جاتے تو اچھا ہوتا۔ غرض ان کے دل پر دنیا کی محبت غالب آگئی اور موت سے ڈرنے لگے۔ اس آیت میں ان کو ہدایت کی گئی ہے کہ اے رسول ان سے کہہ دو دنیا کے مزے اور عیش تو بہت ہی ناقص اور تھوڑے دن کے ہیں۔ اس کے مقابلے میں آخرت کا عیش و آرام کہیں بہتر ہے اور یہ ان لوگوں کو میسر ہوگا جو اللہ کی رضامندی کا خیال کریں گے اور اس کی نافرمانی سے بچیں گے۔ یاد رکھو اس خیال سے جو بھی نیک کام کرے گا۔ اس کو اس کا بدلہ اور ثواب پورا پورا ملے گا اور کسی کی اللہ کو راضی کرنے اور اس کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش بے کار نہیں جائے گی۔ دنیا میں تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی خواہش کرتا ہے اور پوری نہیں ہوتی محنت کرتا ہے لیکن اس کی محنت کا پھل اسے نہیں ملتا اور جو کچھ تھوڑا بہت ملتا ہے وہ تھوڑے دن میں ختم ہو جاتا ہے۔ آخرت کے لیے اللہ کے حکم کے مطابق کام کرنے کا پھل پورا پورا ملے گا اور وہ تھوڑے دن کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ باقی رہی موت تو اس سے گھبرانا کیا۔ اس سے کوئی انسان کسی طرح بچ ہی نہیں سکتا۔ ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں موت سے پناہ مل سکے جو پیدا ہوا اسے ایک دن مرنا ہے۔ دنیا میں ہمیشہ جینے کی خواہش بے کار ہے کوئی آج نہ مرا تو کل مرے گا۔ محل اور مضبوط سے مضبوط تہ خانے کسی کو موت سے نہیں بچا سکتے — ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے تو کہیں اچھا ہے کہ اللہ کے حکم پر جان دی جائے اور آخرت کے ہمیشہ ہمیشہ کے آرام، عیش و عشرت، اطمینان و راحت حاصل کیے جائیں۔ قرآن مجید کے ان گنے چنے الفاظ میں کتنی بڑی حقیقت اس آسان طریقے سے واضح کر دی گئی ہے یہ بات بڑے بڑے وعظوں اور گھنٹوں کی تقریروں سے بھی ایسے گہرے طور پر دل میں نہیں بیٹھ سکتی جیسے اس چھوٹی سی آیت میں تھوڑی دیر غور کرنے سے بیٹھ جاتی ہے یہی وہ پُرزور کلمات ہیں جن کو سن کر ابتداء میں مسلمانوں نے ایسے ایسے عالیشان کام انجام دیے کہ آج تک دنیا ان پر عش عش کرتی ہے۔

Marfat.com

شامتِ اعمال

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ
اور اگر پہنچے ان کو کچھ بھلائی کہیں یہ ہے سے طرف اللہ

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ
اور اگر پہنچے ان کو کچھ برائی کہیں یہ ہے سے تیری طرف

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ
کہہ سب ہے سے طرف اللہ کی پس کیا ہے واسطے اس قوم کے

لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ
نہیں قریب ہیں کہ سمجھیں بات جو پہنچے تجھ کو کوئی

حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ
بھلائی سو طرف سے ہے اللہ کی اور جو پہنچے تجھ کو کوئی برائی

فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ
پس طرف سے ہے آپ تیرے کے اور بھیجا ہم نے تجھ کو طرف لوگوں کے

رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾
پیغام پہنچانے والا اور کافی ہے اللہ گواہ

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ
اور اگر ان کو کچھ بھلائی پہنچے تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ
اور اگر ان کو کچھ برائی پہنچے تو کہیں یہ تیری طرف سے

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ
کہہ دے کہ سب اللہ کی طرف سے ہے پس ان لوگوں کا کیا حال ہے

لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ
جو بات سمجھنے کے قریب نہیں پھٹکتے جو پہنچے تجھ کو کوئی

حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ
بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھ کو کوئی برائی پہنچے

فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ
سو تیری اپنی طرف سے ہے اور ہم نے تجھ کو بھیجا لوگوں کو

رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾
پیغام پہنچانے والا اور اللہ کافی ہے دیکھنے والا

حَسَنَۃٌ: بھلائی، اس لفظ کے مفہوم میں نیکی، خوشی اور فائدہ کی ہر بات شامل ہے یہاں بھلائی سے مراد فتح و نصرت اور مال و دولت کا حصول ہے
سَیِّئَۃٌ: برائی، اس کے مفہوم میں ہر قسم کی خرابی اور نقصان شامل ہے۔ یہاں جنگ میں ناکامی اور مالی جانی نقصان مراد ہے۔

منافقوں کا ایک اور طرزِ عمل اس آیت میں بیان کیا گیا ہے جب لڑائی میں فتح ہوتی ہے اور مالِ غنیمت بہت سا ہاتھ آتا ہے تو کہتے ہیں اللہ نے اپنے فضل سے ہمیں فتح دی اور اتنا مال دیا اور اگر کبھی دوسری صورت ہو جاتی ہے اور لڑائی میں مال و جان کا نقصان ہوتا ہے یا جیت نہیں ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام رکھتے ہیں کہ آپ نے جنگ کی تدبیر ٹھیک نہیں کی اس لیے نقصان اٹھانا پڑا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو فتح و شکست اور فائدہ و نقصان سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے تم اتنی بات نہیں سمجھتے۔ کہ اس کے سوا اور کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس سے آگے کی آیت میں فرمایا ہے کہ تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ بھلائی اللہ کی طرف سے ہے اور برائی تمہارے اپنے کاموں کا پھل ہے۔ جب کوئی برائی پہنچتی ہے تو اس میں تمہارا اپنا کوئی قصور ضرور ہوتا ہے جس کی سزا تمہیں ملتی ہے تاکہ پھر ایسی غلطی نہ کرو۔ یہ سزا تمہیں درست کرنے کے لیے دی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تدبیر فرماتے ہیں وہ بھی تو اللہ کی طرف سے ہے پھر ان کو الزام دینے کے کیا معنی؟ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ فائدہ پہنچتا ہے تو اس کے فضل سے پہنچتا ہے اور نقصان پہنچتا ہے تو اس کی طرف سے۔

Marfat.com

رسولُ اللہ کی اطاعت

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ
جس نے اطاعت کی رسول کی پس تحقیق اطاعت کی اس نے اللہ اور

مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝٨٠
منہ موڑا تو نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ
جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور

مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝٨٠
جو اُلٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو اُن پر نگہبان نہیں بھیجا

تَوَلّٰی (منہ موڑا) تولی سے ہے۔ اس کے معنی ہیں پیٹھ دکھانا۔ یعنی نافرمانی اور سرکشی کرنا۔

حَفِيْظٌ (نگہبان) یعنی نگرانی کرنے والا۔ روک ٹوک کرنے والا۔ اور حفاظت کرنے والا۔ حفظ۔ حفاظت۔ حافظ۔ محافظ۔ محفوظ۔ اور دوسرے متعدد لفظ اسی مادہ سے بنے ہیں۔ یہاں یہ لفظ نگہبان اور نگرانی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اس آیت میں ایک قیمتی فائدے کا بیان ہے جو لوگوں کو رسولؐ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہنچ سکتا ہے۔ فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنا اور سارے جہانوں کا پیدا کرنے والا، پالنے والا اور حاجتوں کو پورا کرنے والا مان چکے ہیں وہ ضرور اس کی فرمانبرداری کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے یہ کتنی بڑی آسانی ہے کہ اللہ نے انہی میں سے ایک آدمی کو اپنا رسول مقرر کر کے ان کے پاس بھیج دیا اور اعلان کر دیا جو ہمارے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ ہماری فرمانبرداری کرے گا اور جو اس کا فرمانبردار نہ ہوگا وہ ہمارا نافرمان سمجھا جائے گا اور نہ وہ ہمیں کسی اور طریقے سے راضی کر سکے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ انسان کے لیے اپنی فرمانبرداری اتنی آسان کر دی۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم لوگوں کو وہ باتیں بتاتے رہو جو انہیں کرنی چاہئیں اگر کوئی نہ کرے تو تم اس کے ذمہ دار نہیں ہو۔ ہم نے تم کو لوگوں کا نگران اور نگہبان نہیں بنایا ہے۔ ہم خود ان نافرمانوں سے نپٹ لیں گے۔ تم ان کے واسطے نہ کڑھو اور نہ پروا کرو ـــــ افسوس ہے کہ ایسے شفیق و مہربان رسولؐ کے ہوتے ہوئے بھی کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم زندگی کو مال داروں۔ متکبروں اور مغرور لوگوں کی پیروی کر کے درست بنا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں یہ قاعدہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقرر کر دیا کہ جو ہمارا فرمانبردار بننا چاہتا ہے وہ ہمارے رسولؐ کی فرمانبرداری کرے اور اگر رسولؐ کی فرمانبرداری نہ کرے گا تو وہ ہمارا نافرمان ہے۔ اس کو وہی سزا ملے گی جو نافرمانوں کے لیے مقرر ہے پہلی آیتوں میں یہ بھی صاف کہہ دیا ہے کہ اگر تمہیں سزا ملی تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی اور اس کا سبب تمہارا اپنا فعل ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا اور نہ ان پر کوئی الزام عاید ہوتا ہے۔

اس آیت میں انسان کے لیے ایک آسان راستے کی طرف دعوت بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک زبردست دھمکی بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام مانو گے تو تمہاری دنیا اور آخرت کی زندگی درست ہو جائے گی کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن جاؤ گے اور اس سے بڑھ کر زندگی کو سنوارنے والی کوئی چیز نہیں اور اگر نہ مانو گے تو پھر سزا ملنے پر رسولؐ کے سر الزام نہ لگانا رسول کا کام فقط پیغام پہنچانا ہے۔ اس کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ تمہیں زبردستی سیدھے راستے پر چلائے رسولؐ کی نافرمانی کر کے تم نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اب وہ خود تم کو سزا دے گا۔

Marfat.com

رسول اللہ کے خلاف سازشیں

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ
اور کہتے ہیں کہنا مانا پھر جب باہر گئے سے تیرے پاس

بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَ
رات کو بات کی ایک گروہ ان میں سے خلاف اس کے جو کہتا تھا اور

اللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۚ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ
اللہ لکھتا ہے جو رات کو باتیں کرتے ہیں سو منہ پھیر لے ان سے

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾
اور بھروسہ کر اوپر اللہ کے اور کافی ہے اللہ کام بنانے والا

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ
اور کہتے ہیں (منظور ہے) پھر جب تیرے پاس سے باہر گئے

بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَ
ان میں سے بعض اس کے خلاف رات کو مشورہ کرتے ہیں جو وہ کہہ چکے ہیں اور

اللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۚ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ
اللہ لکھتا ہے جو راتوں کو مشورہ کرتے ہیں سو ان سے تغافل کر۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾
اور اللہ پر بھروسہ کر اور اللہ کارساز کافی ہے۔

طَاعَةٌ (مان لیا) کسی کا حکم سن کر اگر اس سے طَاعَةٌ کہہ دیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کا حکم مان گئے۔ اپنی بول چال میں ہم ایسے موقعہ پر "منظور ہے" کہتے ہیں۔

بَيَّتَ تبییت سے ہے جو رات سے بنا ہے۔ بیات کے معنی ہیں رات، تبییت کے معنی ہیں رات کو کوئی کام کرنا۔ یہاں اس سے مراد رات کو مشورہ کرنے کے ہیں۔

اَعْرِضْ اعراض سے ہے جس کے معنی کسی طرف سے منہ موڑ لینا اور پیٹھ پھیر لینا ہیں۔ یہ تغافل یعنی توجہ ہٹا لینے کی نشانی ہے۔

اس آیت میں ان کی ایک اور مکاری کا ذکر ہے۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سن کر آپ کے سامنے تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ سب حکم جان و دل سے قبول ہیں اور ہمارا کام آپ کی فرمانبرداری کرنا ہے لیکن جب آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر چلے جاتے ہیں تو رات کو سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور آپس میں طے کرتے ہیں کہ ہم ان کا کہنا ماننے والے نہیں۔ اور جہاں تک ہو سکے گا۔ ان کے خلاف کریں گے۔ یہ لوگ سامنے کچھ کہتے ہیں اور پیٹھ پیچھے کچھ ان کا ظاہر باطن یکساں نہیں۔ اگر ان کا یہ خیال ہے کہ اس طرح ظاہری باتیں بنا کر کے ہم مسلمانوں کو دھوکا دیتے رہیں گے اور اندر خانے ان کی جڑ کھودتے رہیں گے تو یہ ان کا خیال غلط ہے۔ کیونکہ اللہ کے ہاں یہ ان کے راتوں کو چھپ چھپ کر مشورے سب لکھے جاتے ہیں ان کے ہتھکنڈے سب اللہ کو شروع سے آخر تک معلوم ہیں۔ یہ ان کی دورخی کارروائی نہیں چلے گی۔ اور مکاری کا بھانڈا پھوٹ کر رہے گا۔

اطاعت کے یہ معنی نہیں کہ منہ سے جی حضور بہت اچھا کہہ دیا اور دل میں ٹھان لیا کہ اس کے خلاف کریں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ تم اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ جو کام کرنا چاہتا ہے وہ کر کے رہتا ہے۔ اسے کسی کی نہ مدد کی ضرورت ہے نہ مخالفت کی پروا ہے۔ وہ سارے کام انجام دینے کے لیے کافی ہے۔ اس پر بھروسہ کرو۔

منافقین کی دورخی پالیسی ان کی سازشوں اور مکاریوں کا ذکر کرتے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا آپ ان سے منہ پھیر لیں اور اللہ پر بھروسہ کریں۔ اللہ کی کارسازی کافی ہے اس کے ہوتے ہوئے نہ آپ کسی کے محتاج ہیں اور نہ دین اسلام کی ترقی کسی کی ذات سے وابستہ ہے۔

Marfat.com

صداقتِ قرآن کی دلیل

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ
کیا نہیں وہ غور کرتے قرآن اور اگر ہوتا

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ
کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ

مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ
سے پاس سوائے اللہ ضرور پاتے اس میں

مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ
اللہ کے سوا کسی اور کا ہوتا تو اس میں ضرور پاتے

اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ﴿۸۲﴾
اختلاف بہت

اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ﴿۸۲﴾
بہت اختلاف

گذشتہ آیات میں حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت۔ حضور کی اطاعت اور کامل فرمانبرداری کے متعلق ہدایات بیان ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح لفظوں میں اعلان فرما دیا جس نے میرے رسولؐ کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اُن کی نافرمانی کی۔ وہ میرا نافرمان قرار پایا۔ ساتھ ہی سمجھا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف یہ بات دل سے نکال دیں کہ وہ ان کا یا ان کے دین کا کچھ نقصان کر سکیں گے۔ اللہ کا رساز کافی ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ منکروں کو ان کی لائی ہوئی کتاب پر کوئی شک وشبہ ہے۔ ان کی غلط فہمی دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صداقت اور اس کے کلام ہونے کے بارے میں بے شمار دلائل دیے۔ چنانچہ پہلے ہی پارے میں انہیں کھلا چیلنج دیا۔ اگر اسے میرا کلام نہیں مانتے بلکہ انسانی کلام سمجھتے ہو تو تم سب مخالف مل کر ایسی ایک آدھ سورۃ ہی بنا لاؤ۔

یہاں ایک اور بالکل واضح اور منہ توڑ دلیل پیش کی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ تم قرآن مجید اور اس کی صداقت کے سلسلہ میں غور وفکر نہیں کرتے ہو؟ اگر تم نے اسے پڑھا ہوتا تو اس حقیقت کو خود ہی پا لیتے کہ اس قدر ضخیم کتاب میں اوّل سے آخر تک کہیں کوئی اختلاف کی بات نہیں۔ اس کی کوئی آیت ایک دوسرے سے برعکس نہیں۔ اس کی تعلیم میں شروع سے آخر تک کہیں کوئی تضاد نہیں۔ اگر یہ انسانی کلام ہوتا تو اس کے اندر اختلاف اور تضاد ضرور ہوتا۔

ذرا سوچو یہ کیسے ممکن ہے کہ انسانی کلام ہو اور اس میں ۶۶۶۶ سے زائد جملے (آیات) ہوں اور ان میں اس قدر ہم آہنگی ہو کہ کوئی ایک دوسرے کے خلاف نہ ہو ـــــ نہیں۔ یہ کلام اللہ ہے اور تمام عیوب سے پاک ہے۔ آؤ اسے مان کر کامیابی حاصل کرو۔

Marfat.com

بے تحقیق افواہیں

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ
اور جب آئے ان کے پاس کوئی بات سے امن یا خوف

اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ
پھیلا دیتے ہیں اس کو اور اگر لے جاتے اس کو طرف رسول اور

اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ
طرف سمجھداروں کے اپنے میں سے البتہ پرکھ لیتے اس کو وہ لوگ

يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
جو چھان بین کرتے ہیں اس کی ان میں اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ
تم پر اور رحمت اس کی البتہ پیچھے ہو لیتے تم شیطان کے

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾
مگر تھوڑے سے لوگ

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ
اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی امن یا ڈر کی خبر

اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ
تو اسے مشہور کرتے ہیں۔ بھلا اگر اس کو رسول تک پہنچا دیتے اور

اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ
اپنے حاکموں تک تو اس کی تحقیق کرتے جو ان میں سے

يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
تحقیق کرنے والے ہیں اور اگر نہ ہوتا تم پر اللہ

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ
کا فضل اور اس کی مہربانی تو البتہ تھوڑے سے لوگوں کے سوا تم

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾
سب شیطان کے پیچھے ہو لیتے۔

اَذَاعُوْا: اذاعۃ سے ہے جس کے معنی پھیلا دینا۔ مشہور کر دینا اور ڈھنڈورا پٹوا دینا۔

رَدُّوْهُ: رد سے ہے جس کے معنی ہیں الٹا پھیر دینا۔ اٹھا کر دے دینا۔ پہنچا دینا اور لے کر جانا۔

يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ: یہ استنباط سے ہے۔ بات کی اصل جڑ معلوم کر لینا۔ کرید کر نکال لینا۔ چھان بین اور تحقیق کرنا۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک شخص کو کسی گاؤں میں بھیجا کہ وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے لائے گاؤں کے لوگ اس کے آنے کی خبر سن کر استقبال کو نکلے۔ یہ سمجھا مارنے آئے ہیں فوراً الٹا پھر آیا اور آکر مدینہ میں مشہور کر دیا کہ اس گاؤں والے اسلام سے پھر گئے ہیں شہر میں خبر پھیل گئی۔ آنحضرتؐ کو خبر بھی نہ ہوئی آخر جب آپ کو خبر پہنچی تو آپ نے اس کی تحقیق کی اور وہ خبر بالکل غلط نکلی۔

آیت میں کہا گیا ہے کہ لوگوں کو لازم ہے کہ جب ان کو کسی بات کی اطلاع ملے تو وہ کسی سے نہ کہیں سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور ان لوگوں کے پاس جو بات کو پرکھنے اور اس کی تحقیق کرنے کا سلیقہ رکھتے ہوں جائیں اور سب سے پہلے ان کے پاس وہ خبر پہنچا دیں جب وہ تحقیق اور چھان بین کر کے ان کی بابت کہہ دیں کہ صحیح ہے تب اسے عوام میں مشہور کریں۔

اس سے پہلے منافقوں کا ذکر چلا آرہا ہے اور ان کی چالوں کا پردہ چاک کیا جا رہا ہے۔ یہاں ایک اور بری عادت بیان کی گئی ہے منافق تشویش پیدا کرنے والی خبریں اڑایا کرتے تھے۔ تاکہ مسلمانوں میں پریشانی پھیلے وہ اگر کسی بھید کی بات کو سن پاتے تو جھٹ مشہور کر دیتے تاکہ اگر لڑائی کی خبر ہے تو مسلمانوں کے دشمن چوکنا ہو جائیں اور اگر کوئی معمولی بات ہے تو مسلمانوں کی ہنسی اڑے یا لوگوں میں آپس میں نفرت یا حقارت پیدا ہو۔ ان کی دیکھا دیکھی بعض ناسمجھ مسلمان بھی ایسا کر بیٹھتے۔ ان سب سے کہا گیا ہے کہ ایسا نہ کرو بغیر تحقیق یونہی سنی سنائی خبر اڑا دینا بے کار ہے اور اس میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

Marfat.com

جہاد اور اس کی ترغیب

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا

سو تو لڑ میں راہ اللہ نہیں ذمہ دار ٹھہرایا جائیگا مگر

نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ

جان کا اپنی اور تاکید کر مسلمانوں کو قریب ہے اللہ کہ

يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ

روک دے لڑائی ان کی جو کافر ہوئے اور اللہ بہت سخت ہے

بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً

لڑائی میں اور بہت سخت ہے سزا دینے میں جو سفارش کرے سفارش

حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ

نیک ہوگا اس کیلیے حصہ اس میں سے اور جو سفارش کرے

شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ

سفارش بری ہوگا ان کیلیے بوجھ اس میں سے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کی قدرت رکھنے والا

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا

سو اللہ کی راہ میں لڑ تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی

نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ

جان کا اور مسلمانوں کو تاکید کر۔ قریب ہے کہ اللہ

يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ

کافروں کی لڑائی بند کر دے اور اللہ بہت سخت ہے لڑائی

بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً

میں اور بہت سخت ہے۔ سزا دینے میں جو کوئی نیک بات میں سفارش

حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ

کرے اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ اور جو سفارش کرے

شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ

بری بات میں اس پر بھی اس میں سے ایک بوجھ ہے اور

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تُکَلَّفُ: تکلیف سے ہے۔ تکلیف کے معنی ہیں کسی پر کوئی بوجھ ڈالنا کسی کام کا ذمہ دار بنانا ایسا کام کرنے کے لیے کہنا جس کے نہ کرنے پر جواب دہی کرنی پڑے

مُکَلَّفٌ (ذمہ دار) اس سے بنا ہے یہاں لَا تُکَلَّفُ سے مراد یہ ہے کہ تم سے باز پرس نہیں کی جائے گی۔

حَرِّضْ: تحریض سے ہے تحریض کے معنی ہیں اُبھارنا۔ کسی کام پر آمادہ کرنا۔ اکسانا اور تاکید کرنا۔

تَنْکِیْل: نکال سے ہے جس کے معنی ہیں عذاب و سزا تنکیل سے مراد عذاب کرنا اور سزا دینا ہے۔ یہ مصدر ہے۔

پہلی آیتوں میں سمجھایا گیا تھا کہ لڑائی سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ویسے بھی مرنا تو ہے پھر آدمی مردانہ طریقہ سے کیوں نہ مرے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے اگر منافق جہاد کے لیے آمادہ نہ ہوں تو آپ پروانہ کریں خود نکل کھڑے ہوں اُن میں سے کوئی ساتھ دے یا نہ دے ہاں ان کو لڑنے کی تاکید ضرور کرتے رہو۔ تم صرف اپنے ذمہ دار ہو اور کسی کے نہیں۔ کہہ دینا تمہارا کام ہے اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرنے والا ہے کیا عجب ہے کہ دشمن تمہارے نکلنے کے بعد رعب کے مارے لڑنے کو نکلے ہی نہیں۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا وہ سزا دینے میں بہت سخت ہے اسی پر بھروسہ کرو

آگے ارشاد ہے کہ جو کسی نیک کام کی ترغیب دے گا تو اس کو بھی اس کے ثواب کا حصہ ملے گا اور جو کسی کو بُرائی کی ترغیب دے گا اس کو اس کے گناہ کی سزا کا حصہ ملے گا۔ اس آیت میں یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ کسی کام پر لوگوں کو آمادہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ خود ان کے سامنے اس کام کو کرنا شروع کر دے۔

Marfat.com

نیکی کا بدلہ

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ
اور جب دعا دے جاؤ تم ساتھ ایک دعا کے تو دعا دو تم ساتھ بہتر کے اس سے
اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ
یا لوٹا دو ہی بیشک اللہ ہے اوپر ہر چیز کے
حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ
حساب کرنے والا اللہ نہیں کوئی معبود سوا اس کے بیشک جمع کرکے لائیگا تم کو
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ
طرف دن قیامت نہیں شک اس میں اور کون
اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾
زیادہ سچا سے اللہ بات میں

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ
اور جب تم کو کوئی دعا دے تو اس سے بہتر دعا دو
اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ
یا ہی لوٹا کر کہو بیشک اللہ ہر چیز کا حساب
حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ
کرنے والا ہے اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں بیشک تم کو
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ
قیامت کے دن جمع کرے گا اس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ سے
اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾
زیادہ بات میں کون سچا ہے

تحیۃ (دعا) اس لفظ کے اور بھی کئی معنی ہیں۔ مثلاً تحفہ۔ نذرانہ کسی اچھی چیز کی پیشکش یا دعا اور سلام۔ یہاں اس سے مراد سلام یا دعا ہے۔ السلام علیکم کہنا مخاطب کو دعا دینا ہے اور اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں اس کی سفارش کی کہ وہ اسے سلامتی سے رکھے

اس سے پہلی آیت میں کہا گیا ہے کہ جو کوئی کسی کی بہتری کی سفارش کرے گا۔ اُسے خود بھی اس بہتری کا حصہ ملے گا۔ یہاں یہ ارشاد ہے کہ جو تمہاری بہتری چاہے تم پر لازم ہے کہ تم بھی اس کی بہتری چاہو۔ بلکہ جو اس نے تمہارے لیے چاہا ہے۔ تم اس کے لیے اس سے بھی بہتر چاہو۔ اگر کوئی تم سے السلام علیکم کہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تمہیں سلامت رکھے تو تم بھی اس کو یہی جواب دو اور کہو "وعلیکم السلام" یہ تو برابر کا جواب ہوا لیکن تم اس سے بڑھ کر بھی جواب دے سکتے ہو یعنی "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" جس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں اللہ سلامت رکھے اور تم پر اس کی رحمت ہو۔ اور اگر سلام کرنے والا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہے تو تم جواب میں کہو۔ "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" تو یہ اس سے بڑھ کر جواب ہوگا۔ یعنی اللہ تمہیں سلامت رکھے اور تم پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل کرے۔"

آگے ارشاد ہے کہ اللہ کے ہاں ہر چیز کا حساب ہے۔ اس کے ہاں کسی کی ذرا بھی نیکی ضائع نہ ہوگی۔ بلکہ اس کا بدلہ دونوں جہاں میں ملے گا۔

تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی اور معبود ہے۔ اس لیے وہ نیک کاموں کا جتنا چاہے بہتر سے بہتر بدلہ دے سکتا ہے۔ کوئی اُسے روکنے والا نہیں۔ اس نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم سب کو مرنے کے بعد پھر زندہ کرکے قیامت کے دن زندہ کرے گا۔ دنیا میں نیکیوں کا بدلہ جو ملا سو ملا۔ قیامت کے دن تو سب کو پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اور کوئی محروم نہ رہے گا۔ اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کہتا ہے وہ ٹھیک ہوتا ہے بھلا اللہ سے زیادہ سچ بولنے والا کون ہوگا۔ اس لیے اس کے کہنے پر یقین لازم ہے۔

Marfat.com

ایمان کا معیار

فَ مَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ
پھر کیا ہوا تم کو بارے میں منافقوں کے دو گروہ ہو گئے اور اللہ نے

اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ
الٹ دیا ان کو بسبب اس کے جو کمایا انہوں نے کیا ارادہ کرتے ہو تم کہ

تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
ہدایت کرو جسے گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ

فَ لَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝۸۸ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ
تو ہرگز نہ پائیگا تو اس کے لیے راہ وہ پسند کرتے ہیں کہ کافر ہو جاؤ تم

كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَ لَا تَتَّخِذُوْا
جیسے کافر ہوئے وہ پس ہو جاؤ تم برابر پس نہ بناؤ

مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
ان میں سے دوست یہاں تک کہ وطن چھوڑ دیں راہ اللہ

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ
پھر تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو رہے ہیں اور اللہ

اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ
نے الٹ دیا ان کو ان کے اعمال کے سبب کیا تم چاہتے ہو کہ

تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
اسے راہ پر لاؤ جس کو اللہ نے گمراہ کیا اور جس کو اللہ

فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝۸۸ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ
گمراہ کرے تو ہرگز اس کیلیے کوئی راہ نہ پائیگا وہ پسند کرتے ہیں کہ تم بھی

كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا
کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو پھر تم سب برابر ہو جاؤ سو تم ان میں

مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
سے کسی کو دوست نہ بناؤ یہانتک کہ وہ اللہ کی راہ میں وطن چھوڑ دیں۔

مُنٰفِقِيْنَ:۔ منافق کی جمع ہے جن کا ذکر مدت پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ منافق اس کو کہتے ہیں جن کا ظاہر باطن یکساں نہ ہو ظاہری برتاؤ بعض دکھاوے کے لیے ہو یہ لوگ شروع اسلام میں دو قسم کے تھے ایک تو وہ جو زبان سے کہتے تھے ہم مسلمان ہیں مگر دل میں کافر تھے۔ دوسرے وہ جو کافر تھے لیکن مسلمانوں سے میل جول اور دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتے تھے۔ یہاں سے دوسرے گروہ کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

ابتدائے اسلام میں بعض لوگوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا تھا لیکن مسلمانوں کے ساتھ محبت اور دوستی گانٹھتے تھے ان کی غرض یہ تھی کہ مسلمان جس وقت کافروں سے مقابلہ کریں تو ان کو دوست سمجھ کر چھوڑ دیں اور ان کے جان و مال کا نقصان نہ ہو۔ جب یہ معلوم ہوا کہ ان کی غرض صرف اپنے آپ کو نقصان سے بچانا اور مسلمانوں کو دکھ دینا ہے تو مسلمانوں کے دو فریق ہو گئے۔ ایک کہتا تھا کہ ان مطلب کے یاروں کو نا چھوڑو۔ دوسرا کہتا تھا ہمارا کیا بگاڑتے ہیں۔ شاید ان میں سے دیکھا دیکھی کوئی مسلمان ہو جائے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ان مطلب پرستوں سے ملنے جلنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ ان کے اعمال اس قدر خراب ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ نے انہیں اسلام جیسی نعمت سے محروم کر رکھا ہے اور کفر کی طرف لوٹا دیا ہے۔ جس کو اللہ اس کی شامتِ اعمال کی وجہ سے گمراہ کر دے۔ اسے کوئی ہدایت نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں کا دل تو یہ چاہتا ہے کہ تم بھی کافر ہو جاؤ۔ مگر تم مسلمان ہو چکے ہو اور اللہ کا دین پھیلانے کے لیے اپنا وطن تک چھوڑ چکے ہو۔ جب تک یہ بھی اللہ کے لیے وطن نہ چھوڑ دیں اور اس کے دین کے پھیلانے کے لیے مال، دولت، گھر بار، آرام سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار نہ ہوں۔ تم ہرگز ان سے دوستانہ نہ کرو۔

Marfat.com

منافقوں سے جنگ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ
پس اگر منہ موڑیں پس پکڑو ان کو اور قتل کرو ان کو

حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ
جہاں پاؤ تم ان کو اور نہ بناؤ ان میں سے

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ
کوئی دوست اور نہ مددگار مگر وہ لوگ جو ملے ہوتے ہیں

اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ
طرف اس قوم کے کہ ہے درمیان تمہارے اور درمیان ان کے عہد و پیمان یا

جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ
آئیں تمہارے پاس کہ تنگ ہو گئے ہیں سینے ان کے اس سے کہ لڑیں وہ تم سے

اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
یا لڑیں وہ قوم اپنی سے اور اگر چاہتا اللہ

لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ
البتہ طاقت دے دیتا ان کو تمہارے اوپر پس ضرور لڑتے وہ تم سے

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ
پھر اگر وہ اس کو قبول نہ کریں۔ تو ان کو پکڑ لو اور مار ڈالو

حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ
جہاں قابو پاؤ اور ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ
اور نہ مددگار مگر وہ لوگ جو ملاپ رکھتے ہیں

اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ
اس قوم سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے یا

جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ
تمہارے پاس آئے ہیں کہ تمہاری لڑائی سے ان کے دل تنگ ہوتے ہیں

اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
اور اپنی قوم کی لڑائی سے بھی اور اگر اللہ چاہتا تو

لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ
ان کو تم پر زور دے دیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے

خُذُوْ (پکڑو) اور اَخَذُوْ اخذٌ ہے جو تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بنانا۔ اختیار کرنا اور پکڑنا یا گرفت میں لینا۔ لَا تَتَّخِذُوْا نہ بناؤ۔ نہ اختیار کرو یہ بھی اسی مادہ سے نکلتا ہے۔

مِيْثَاق (عہد) وثوق سے ہے جس کے معنی ہیں بھروسا اور اعتماد رکھنا۔ میثاق سے مراد وہ چیز ہے جس سے بھروسا اور اعتماد پیدا ہو جائے اس سے مراد قول قرار بھی ہوتا ہے۔

سَلَّطَ مسلط سے ہے جس کے معنی ہیں قابو دے دینا۔ شیر کر دینا۔ غالب کر دینا اور زور دے دینا یہ انہی لوگوں کی بابت حکم ہے جن کا بیان اوپر کے سبق میں تھا

ارشاد ہے کہ جو لوگ کفر پر جمع ہوتے ہیں مسلمان نہ ہوں گے، بلکہ دوسروں کو ورغلاتے رہیں گے کہ تم بھی کافر ہو جاؤ بہر حال تم ان سے مسلمان ہونے اور ایسی قربانیاں کرنے کے لیے کہتے رہو جیسی تم نے کی ہیں اگر وہ نہ مانیں تو لڑائی کے وقت ان کا کچھ خیال نہ کرو اور قابو پاتے ہی انہیں پکڑ لو اور قتل کر دو ان کا یہ ملنا جلنا لڑائی میں ان کے کام نہ آئے گا کیونکہ یہ لوگ دل میں تمہارے پکے بدخواہ اور دشمن ہیں اور جب موقع ملے گا اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے۔

لڑائی کی حالت میں ان خود غرض لوگوں کو جہاں پاؤ مارو لیکن وہاں دو صورتوں میں تمہاری جان بچ سکتی ہے اوّل یہ کہ ان کا ان لوگوں سے گہرا میل جول ہو اور صلح کا عہد و پیمان ہو جن کا تمہارے ساتھ عہد و پیمان ہو چکا ہے کیونکہ اس صورت میں بھی اس صلح کے عہد نامے میں داخل ہیں دوسرے یہ کہ لڑائی سے تنگ آ کر خود تم سے صلح کرنا چاہیں اس شرط پر کہ نہ ہم خود تم سے لڑیں گے نہ تمہارے خلاف اپنی قوم کا ساتھ دیں گے۔

Marfat.com

صلح شکنوں سے جنگ ۶

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا
پس اگر کنارہ کریں وہ تم سے سو نہ لڑیں وہ تم سے اور ڈالیں وہ

اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ
تمہاری طرف صلح پس نہیں کیا اللہ نے تمہارے لیے اُن پر

سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ
راستہ عنقریب پاؤ اور لوگ جو چاہتے ہیں کہ

يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى
بیخوف رہیں تم سے اور بیخوف رہیں قوم سے اپنی جب کبھی لوٹائے جاتے ہیں طرف

الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَ
شرارت کی جا پڑتے ہیں اس میں پس اگر نہ کنارہ کریں وہ تم سے اور

يُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ
نہ ڈالیں تمہاری طرف صلح اور نہ روکیں ہاتھ اپنے

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ
پس پکڑو ان کو اور قتل کرو ان کو جہاں پاؤ تم ان کو

وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ ع
اور یہ لوگ دی ہے ہم نے تمہارے لیے اُن پر حجت ظاہر

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا
سو اگر وہ تم سے کنارہ رہیں پھر تم سے نہ لڑیں اور پیش کریں

اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ
تم پر صلح تو اللہ نے تم کو ان پر راہ نہیں

سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ
دی اب تم دیکھو گے ایک اور قوم کو جو چاہتے ہیں کہ امن

يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى
میں رہیں تم سے بھی اور اپنی قوم سے بھی جب کبھی وہ لوٹائے جاتے ہیں

الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَ
فساد کی طرف تو اس کی طرف لوٹ جاتے ہیں اس میں اگر وہ تم سے کنارہ رہیں

يُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ
اور نہ صلح پیش کریں اور نہ اپنے ہاتھ روکیں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ
تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ

وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ ع ۱۲
اور ہم نے دی ہے ان پر کھلی سند

اِعْتَزَلُوْكُمْ (تم سے کنارہ کریں) اعتزال سے ہے جو عزل سے بنا ہے اس کے معنی ہیں کنارے ہو جانا۔ الگ تھلگ رہنا اور ستانے سے بچنا۔ معزول اسی سے ہے۔

اَلسَّلَمَ (صلح) اسلام، تسلیم اور دوسرے کئی لفظ اس مادہ سے نکلے ہیں۔ اس کے معنی سلامتی چاہنے اور پناہ دینے کے ہیں۔ یہاں السلم دوستی اور ملاپ کے علاوہ صلح کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

ثَقِفْتُمُوْهُمْ (تم انہیں پاؤ) اس کا مادہ ثقیف ہے جس کے معنی پانا اور ہاتھ لگنا ہیں مقصد یہ ہے کہ جب جنگ کا اعلان ہو جائے تو جہاں کہیں دشمن کو پاؤ اسے نہ چھوڑو۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ حکم امن کے عام زمانہ کے لیے نہیں بلکہ حالتِ جنگ کے لیے ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ اگر صلح کرنے کے بعد اس کی پابندی کریں اور لڑائی چھوڑ دیں اور صلح کے ساتھ رہیں تو تمہیں ان کے ستانے کی اجازت نہیں۔ اس کے بعد ان منافق کافروں کے ایک اور گروہ کا ذکر ہے یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں اور نہ اپنی قوم سے اور تم سے عہد کر لیتے ہیں کہ تم سے نہ لڑیں گے لیکن جب دیکھتے ہیں کہ تمہارے دشمن بڑھ رہے ہیں۔ عہد و پیمان کا کچھ خیال نہیں کرتے اور تمہارے دشمنوں سے جا ملتے ہیں۔ ایسے لوگ اگر صلح توڑ کر لڑنے کے لیے آجائیں اور دست درازی شروع کر دیں تو تم بھی ان سے لڑو اور جہاں تک تمہارا قابو چلے ان کا قلع قمع کر دو۔ کیونکہ تمہارے پاس ان کے خلاف کھلم کھلا حجت ہے کہ یہ لوگ عہد توڑ چکے ہیں۔

Marfat.com

نادانستہ قتلِ مسلم کی سزا

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا
اور نہیں ہے واسطے مسلمان کے کہ قتل کرے مسلمان کو مگر

خَطَاً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ
چوک سے اور جو قتل کرے مسلمان کو چوک سے پس آزاد کرنا ہے

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ
گردن مسلمان اور بدلے کا مال سونپا ہوا طرف اس کے گھر والوں کے

اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ
مگر یہ کہ معاف کردیں وہ اور اگر ہے وہ سے قوم دشمن

لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ
تمہارے لیے اور وہ مسلمان ہیں پس آزاد کرنا گردن مسلمان

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا
اور مسلمان کا کام نہیں کہ مسلمان کو قتل کرے مگر

خَطَاً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ
غلطی سے اور جو مسلمان کو قتل کرے تو ایک مسلمان

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ
کو آزاد کرے اور خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو

اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ
مگر یہ کہ وہ معاف کردیں پھر اگر مقتول ایسی قوم میں سے تھا کہ وہ تمہارے

لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ
دشمن ہیں اور وہ خود مسلمان تھا تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی۔

تَحْرِيْرُ (آزاد کرنا) یہ مصدر ہے اور اس کا مادہ حُرٌ ہے جس کی جمع احرار ہے حر کے معنی آزاد ہوتے ہیں۔

رَقَبَةٍ (گردن) یہاں اس لفظ سے مراد غلام ہے۔ چونکہ غلام کی گردن اس کے مالک کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

دِيَةٌ (خون بہا) یعنی وہ مال جو خون کے بدلے مقتول کے وارثوں کو دیا جائے۔

يَّصَّدَّقُوْا (وہ معاف کردیں) لفظ صدقہ سے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر مقتول کے وارث قاتل کو معاف کردیں اور اس سے خون بہا نہ لیں تو یہ ان کی طرف سے صدقہ ہوگا۔

اس سے قبل دھوکہ باز، شریر، دغاباز منافقوں سے لڑنے کی ہدایت تھی اور لڑائی میں غلطی یا بھول چوک سے کسی مسلمان کا قتل ہو جانا بھی ممکن ہے اس لیے ایک مسلمان کو غلطی سے یا چوک کر قتل کرنے کی سزا بتا دی۔

ارشاد ہے کہ یہ تو مسلمان سے توقع ہو ہی نہیں سکتی کہ مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے گا۔ ہاں اگر غلطی سے ایسا ہو جائے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ مقتول مسلمان (۱) اپنے ہی ملک اور قوم کا ہے یا (۲) کسی دوسری ایسی قوم یا غیر ملک کا ہے جو مسلمان نہیں لیکن تمہارے ساتھ اس کا صلح کا عہد و پیمان ہو چکا ہے (۳) کسی ایسی کافر قوم کا ہے جس سے کوئی صلح کا عہد و پیمان نہیں۔ بلکہ لڑائی اور دشمنی ہے۔

اگر اپنا ہے تو قاتل ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون کے بدلے کا روپیہ دے جو حنفیوں کے ہاں دو ہزار سات سو چالیس روپیہ کے قریب ہوتا ہے۔ اگر عہد و پیمان والی قوم سے ہے تو بھی ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور اس کے کافر وارثوں کو خون بہا دے اگر دشمن قوم کا ہے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرے۔ خون بہا دینا لازم نہیں۔

Marfat.com

قتلِ عمد کی سزا

وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ
اور اگر ہے سے قوم درمیان تمہارے اور درمیان ان کے عہد

فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
بدلہ سونپا ہوا طرف اس کے گھر والے اور آزاد کرنا گردن

مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ
مسلمان پس جو نہ پائے پس روزہ دو مہینہ

مُتَتَابِعَيْنِ ۙ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ
لگاتار توبہ کا طریقہ سے اللہ کی جانب اور ہے اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا
جاننے والا حکمت والا اور جو قتل کرے مسلمان کو جان بوجھ کر

فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ
سزا اس کو دوزخ پڑا رہنے والا اسی میں اور غضب ناک ہوا اللہ

عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾
اس پر اور لعنت کی اس پر اور تیار کیا اس کیلیے عذاب بڑا

وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ
اور اگر ایسی قوم میں سے تھا کہ تم میں اور ان میں عہد ہے

فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
تو خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو اور گردن آزاد کرے ایک

مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ
مسلمان کی پھر جس کو میسر نہ ہو تو دو مہینے کے روزے

مُتَتَابِعَيْنِ ۙ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ
متواتر رکھے اللہ سے گناہ بخشوانے کو اور اللہ جاننے

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا
والا حکمت والا ہے اور جو کوئی مسلمان کو جان کر قتل کرے

فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ
تو اس کی سزا دوزخ ہے اسی میں پڑا رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب

عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾
اور اس کی لعنت ہوئی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا۔

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ (متواتر دو ماہ) شہرین کا واحد شہر ہے۔ اس کے معنی ہیں مہینہ اور متتابعین کے معنی ہیں لگاتار اور مسلسل یعنی ایک دوسرے سے ایسے متصل اور ملے ہوئے کہ درمیان میں کوئی روزہ چھوٹ نہ جائے۔

مُتَعَمِّدًا (جان کر، عمد اس کا مادہ ہے جس کے معنی قصد اور ارادہ ہیں اور قتلِ عمد سے مراد ہے جان بوجھ کر کسی کو قتل کرنا۔ اس لیے کہ نادانستہ اور دھوکہ سے قتل ہو جانے کی سزا مختلف ہے۔

اس آیت کے پہلے حصہ کا بیان پچھلے سبق کے آخر میں ہو چکا ہے کہ اگر مقتول مسلمان عہد و پیمان والی قوم میں سے ہے تو کیا کرنا چاہئے۔

دوسرے حصہ میں ارشاد ہے کہ اگر قاتل مفلس ہے نہ اس کے پاس لونڈی غلام ہیں کہ آزاد کرے نہ پیسہ پلے ہے جو تاوان بھرے تو اس کو چاہئے دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے جب کہیں جا کر اس کی توبہ قبول ہو گی کیونکہ یہ جرم ایسا نہیں جو آسانی سے معاف ہو جائے اگر مال نہیں تو جان پر سختی جھیلو اور بیچ میں ناغہ کیے بغیر پورے دو مہینہ کے روزے رکھو۔

آگے کی آیت میں اس مسلمان کی سزا کا ذکر ہے جو دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قصد کر کے اور ارادہ کر کے قتل کرے یہ جرم ایسا نہیں کہ کفارہ دینے سے پیچھا چھوٹ جائے اس کی سزا آخرت میں یہ ہو گی کہ یہ شخص دوزخ کی آگ میں جھونکا جائے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لیے بڑا سخت عذاب تیار ہے اور دنیا میں جو اس سے قصاص لیا جائے گا جس کا حکم سورۃ البقرہ میں گزر چکا ہے وہ الگ رہا۔

ان آیتوں میں مسلمان کو مسلمان کے قتل کرنے کا ذکر ہے اگر بھول چوک کر مارے تو اس کا وہ کفارہ دینا ہو گا جس کا ذکر پچھلے سبق میں گزرا یا اگر مفلس ہے تو روزے رکھنے ہوں گے جس کا اس سبق کے پہلے حصے میں ذکر ہے اور اگر جان بوجھ کر مارے تو اس کی سزا جہنم اور خدا کا غضب اور اس کی لعنت ہے۔

Marfat.com

جہاد میں قتل کے اندر احتیاط

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے جب سفر کرو تم بیچ راہ اللہ

فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ

پس سوچ سمجھو اور نہ کہو تم واسطے اس کے کہ ڈالے تمہاری طرف سلام

لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

نہیں تو مسلمان چاہتے ہو تم سامان زندگی دنیا کا

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ

پس نزدیک اللہ کے غنیمتیں بہت اس کے مانند تھے تم

مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ

اس سے پہلے پھر احسان کیا اللہ نے تم پر پس تحقیق کرو

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

بیشک اللہ ہے ساتھ اس کے جو کرتے ہو تم خبردار

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اے ایمان والو جب اللہ کی راہ میں سفر کرو

فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ

تو تحقیق کر لیا کرو اور اس شخص کو جو تم کو سلام علیک کرے

لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں تم دنیا کی زندگی کا اسباب چاہتے ہو

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ

سو اللہ کے یہاں بہت غنیمتیں ہیں تم بھی تو ایسے ہی تھے

مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ

اس سے پہلے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ سو اب تحقیق کر لو

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ضَرَبْتُمْ (سفر کرو) ضرب سے بنا ہے جس کے ایک معنی مارنا ہیں اور دوسرے معنی چلنا پھرنا۔ سفر کرنا بھی ہیں اور یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔

اَلْقٰى۔ القا سے ہے جس کے معنی ہیں ڈالنا کسی کے سامنے کوئی بات کہنا کسی کی طرف کوئی چیز پھینکنا یا زبان سے اس کے منانے یا سمجھانے کے لیے کچھ کہنا۔

عَرَضَ (مال۔ سامان) اس کے لفظی معنی ہیں سامنے پڑی ہوئی چیز۔ یہاں زندگی کی عام ضرورت کی اشیاء مراد ہیں۔

مَغَانِمُ (غنیمتیں) مغنم کی جمع ہے جو غنیمت سے بنا ہے اور جس کے معنی ہیں بے مشقت ہاتھ لگی ہوئی چیز۔ مفت ملا ہوا مال اور دشمن سے چھینا ہوا سامان۔

فَتَبَيَّنُوْا۔ (تحقیق کرو) بیان سے بنا ہے اور یہاں اس کا مطلب ہے چھان بین کر کے سمجھ کر رائے قائم کرنا۔

ارشاد ہے کہ جب لڑائی کے لیے گھر سے نکلو تو بغیر سوچے سمجھے اور بے تحقیق کیے کوئی کام نہ کرو۔ اور جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اس کو یہ سمجھ کر کہ یہ جان بچانے کا بہانہ کرتا ہے۔ یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ اور اس کے مال لینے کے لیے اسے مت قتل کرو۔ تم اس ذرا سے مال پر قبضہ کر کے کیا کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے دشمنوں کا مال اسباب بہت کچھ دلوا دے گا۔ اس کے پاس کمی نہیں ہے جو لڑائی کے وقت اپنا اسلام کسی طریقہ سے ظاہر کرے۔ اس سے فوراً ہاتھ روک لو۔ اسلام سے پہلے تو تم ذرا ذرا سا مال لینے کے لیے بے دھڑک قتل کر ڈالتے تھے۔ اب تم اسلام لے آئے ہو تمہیں احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ مال کے لالچ میں کسی کو قتل نہ کرو۔ تمہیں یہ حق نہیں کہ جو لڑائی میں اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے اس پر جان بچانے کے بہانے کا الزام لگا کر مار ڈالو۔ اللہ کو تم سب کے کاموں کی خبر ہے اور وہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ اس لیے جس کے قتل کا وہ حکم کرے، اسے قتل کرو۔ تم نہیں سمجھ سکتے کہ اس نے اسلام جان بچانے کے لیے اختیار کیا ہے یا یہ سچ مچ مسلمان ہے۔

Marfat.com

مجاہدوں کے درجات

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي
نہیں برابر بیٹھ رہنے والے سے مسلمان سوا عذر والوں

الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ
کے اور جہاد کرنے والوں میں راہ اللہ ساتھ اپنے مال

وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ
اور جانیں بڑھایا اللہ جہاد کرنے والوں کا ساتھ اپنے مالوں

وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ
اور جانوں کے اوپر بیٹھ رہنے والوں کے درجہ میں اور ہر ایک سے وعدہ

اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى
اللہ بھلائی اور زیادہ دیا اللہ نے جہاد کرنے والوں کو اوپر

الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ
بیٹھ رہنے والوں کے ثواب بڑا جو درجے ہیں اس کی طرف سے اور

مَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع ۱۳/۱۰
بخشش اور مہربانی اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي
برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر

الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ
نہیں اور وہ مسلمان جو اللہ کی راہ میں لڑنے والے ہیں اپنے مال

وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ
اور جان سے اللہ نے لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے

وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ
بیٹھ رہنے والوں سے درجہ بڑھا دیا اور اللہ نے ہر ایک

اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى
سے بھلائی کا وعدہ کیا اور اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ

الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ
رہنے والوں سے زیادہ کیا اجر عظیم میں اس کی طرف سے درجے ہیں

مَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع ۱۳/۱۰
اور بخشش و مہربانی ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ (جنہیں کوئی عذر نہ ہو) غیر کے معنیٰ ہیں سوا۔ اولی کے معنیٰ والا۔ اور ضرر کے معنیٰ ہیں نقصان۔ یعنی وہ لوگ جنہیں کوئی عذر نہ ہو۔ وہ ہٹے کٹے اور لڑنے کے قابل ہوں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنے والوں کے برابر وہ لوگ کیسے ہو سکتے ہیں جو جہاد سے جی چراتے ہیں اور گھروں میں جان بچائے بیٹھے ہیں۔ جسم کے کمزور۔ ضعیف۔ بیمار۔ اپاہج اور مفلس تو مجبور سہی۔ تندرست اور استطاعت رکھنے والوں کو کیا عذر ہو سکتا ہے وہ لوگ جو راہِ حق میں مال لٹانے کو تیار ہوں اُن سے ہزار درجہ زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ اُن کے درجات بلند ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی خاص مغفرت اور رحمت کے مستحق ہیں۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا۔ کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں۔ جو وقت آنے پر مسلمانوں کو بچانے اور اللہ کے دین کی حمایت کرنے کے لیے لڑنے کو تیار ہوں۔ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے سب پر لڑائی کے لیے نکلنا فرض نہیں۔ ہاں یہ فرض ضرور ہے کہ ایسی لڑنے والی جماعت کی تیاری میں مدد دیں۔ اور اگر ایسی جماعت نہ ہو تو پھر سارے مسلمان گنہگار ہوں گے۔

Marfat.com

مظلوموں کے لئے ہجرت

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنفُسِهِمْ
بیشک وہ لوگ کہ لے لیتے ہیں ان کو فرشتے ظلم کرتے ہوئے اپنی جانوں پر

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنفُسِهِمْ
وہ لوگ جن کی جان فرشتے اس حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ اپنا برا کر رہے ہیں

قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي
کہتے ہیں فرشتے کس حال میں تھے تم۔ وہ کہتے تھے ہم کمزور میں

قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي
ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم بے بس تھے

الْأَرْضِ ۖ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً
زمین کے فرشتے کہتے ہیں کیا نہ تھی زمین اللہ پھیلی ہوئی

الْأَرْضِ ۖ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً
اس ملک میں فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی

فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ
پس ہجرت کرتے تم اس میں پس یہ لوگ ٹھکانہ ان کا دوزخ ہے

فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ
کہ تم وہاں ہجرت کر جاتے پس ایسوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ
اور بری ہے وہ پہنچنے کی جگہ مگر بے بس لوگ سے

وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ
اور وہ بہت بری جگہ پہنچے مگر جو بے بس ہیں

الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ
مردوں اور عورتوں اور بچوں سے نہیں کر سکتے

الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ
مردوں اور عورتوں اور بچوں سے جو نہیں کر سکتے

حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُولٰٓئِكَ عَسَى
کوئی تدبیر اور نہیں پاتے راستہ پس یہ لوگ امید ہے

حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُولٰٓئِكَ عَسَى
کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں راستہ سو امید ہے کہ اللہ

اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾
اللہ کہ معاف کردے ان سے اور ہے اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا

اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾
ایسوں کو معاف کردے اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے

اوپر کی آیتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ ایمان لانے اور قرآن مجید کو رہنما ماننے کے بعد چپ چاپ بیٹھ رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ان آیات میں ان لوگوں کو اپنے حق میں برائی کرنے والا یعنی ظالم کہا ہے جو لوگ دل میں ایمان رکھتے ہیں لیکن کھلم کھلا قرآن کے احکام پر عمل نہیں کرتے وہ اپنا سنیا ناس کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں سے فرشتے اُن کی جان نکالتے وقت پوچھیں گے۔ کہ تم پر جب قرآن مجید کی سچائی ظاہر ہو گئی تھی پھر آج خالی ہاتھ کیوں جا رہے ہو۔ نیک اعمال تمہارے ساتھ کیوں نہیں اس وقت اُن کی آنکھیں کھلیں گی۔ اُن سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا۔ آخر کہیں گے ہم کیا کرتے ہم تو دوسروں سے دبے ہوئے تھے۔ ہم میں ان لوگوں کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ کمزور اور ضعیف تھے۔ مجبور تھے فرشتے کہیں گے کیا خوب اللہ کی بنائی ہوئی زمین اتنی وسیع پڑی تھی ان زبردست لوگوں میں سے نکل کر کہیں اور چلے گئے ہوتے۔ جہاں تمہیں اپنے دین پر عمل کرنے کا بے روک ٹوک موقع تھا۔ اس کا اُن کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا کیونکہ یہ ان کا اپنا ہی قصور تھا۔ ارشاد ہے کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ ہاں بیمار مرد۔ عورتیں بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر سوجھتی ہے نہ راستے معلوم ہیں۔ نہ کام کرنے کے قابل ہیں ان کا عذر قبول کیا جا سکتا ہے۔ اور اُمید ہے کہ اللہ ان کو معاف کر دے گا۔

Marfat.com

مُہاجر فی سبیل اللہ

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي
اور جو وطن چھوڑے گا میں راہ اللہ پاوے گا میں
الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ
زمین پناہ کی جگہ بہت اور فراخی اور جو نکلے
مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ
سے اپنے گھر ہجرت کرتا ہوا طرف اللہ اور اس کا رسول پھر
يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى
آئے اس کو موت تو بیشک مقرر ہو چکا ثواب اوپر
اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ ع
اللہ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي
اور جو کوئی اللہ کی راہ میں وطن چھوڑے گا وہ پائے گا زمین
الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ
میں بہت جگہ اور کشائش اور جو کوئی اپنے
مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ
گھر سے ہجرت کر کے نکلے اللہ اور رسول کے طرف
يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى
پھر موت اس کو آ پکڑے تو مقرر ہو چکا اللہ کے ہاں
اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۱
اس کا ثواب اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سَعَةً (گنجائش) فراخی اور کشائش بھی اس کے معنی ہیں یہاں روزی اور رزق کی وسعت اور دین پر عمل کرنے کی فراخی مراد ہے۔

يُدْرِكْ (پالے) ادراک سے ہے جس کے معنی ہیں۔ کسی کو آ کر پکڑ لینا۔ حاصل کرنا اور سمجھ لینا۔ یہاں آ کر پکڑ لینا مراد ہے۔

وَقَعَ (آ پڑا۔ لازم ہو گیا) وقوع سے ہے جس کے معنی ہیں واقع ہونا۔ یہاں اس کے بعد علی ہے۔ اس لیے لازم ہونے کے معنی مراد ہیں۔ جیسے ہم کہتے ہیں۔ کام مجھ پر آ پڑا۔ یعنی مجھے اُس کا کرنا ضروری اور لازم ہو گیا۔

پہلی آیتوں میں کہا گیا ہے کہ جس کے دل میں ایمان ہے اس کے لیے مسلمانوں کا سا عمل ضروری ہے۔ یہ عذر کسی تندرست اور کام کرنے کے قابل آدمی سے نہ سُنا جائے گا۔ کہ ہم تو دوسرے سے دبے ہوئے تھے اور ظالم لوگ ہمیں نیک کام نہیں کرنے دیتے تھے۔ اس لیے اُن سے کہا گیا تھا اگر تم ایسے ملک میں پھنس جاؤ جہاں کے لوگ تمہیں دین پر نہ عمل کرنے دیں تو وہاں سے اپنا بدھنا بورا بستر، باندھو اور کسی آزاد ملک میں جا کر رہو۔ جہاں اپنے کام آزادی سے کر سکو۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ کسی کو یہ خوف نہ ہونا چاہیے کہ یہاں سے اگر کہیں اور چلا جاؤں تو کیا خبر کہیں جگہ ملے یا نہ ملے اور کھانا پینا میسر ہو یا نہ ہو۔ تسلی دی گئی کہ اگر تم اللہ کے دین پر آزادی سے عمل کرنے کے لیے ایسا وطن جہاں تم گھٹ کر رہتے ہو۔ چھوڑ دو گے تو تمہیں بہت آرام کی جگہیں اور بہت سا رزق ملے گا۔ جو شخص سچے دل سے اللہ کی خاطر اور اس کے حکم کے مطابق کام کرنے کی خاطر۔ گھر بار اور وطن چھوڑ دیگا اللہ اس کو پریشان نہ ہونے دے گا۔ کھانے پینے کی تنگی اس کے لیے نہ ہو گی۔ تم خالص اللہ کے لیے کام کر کے تو دیکھو۔ اللہ ضرور تمہیں پریشانی سے بچا لے گا۔ اگر تمہیں یہ خیال ہو کہ راستے میں مر گئے تو کیا ہو گا۔ تو یقین رکھو کہ اللہ کے اُوپر تمہیں اجر اور اچھا بدلہ دینا ایسی صورت میں لازم ہو گیا۔ کیوں کہ تم اس کے خیال سے وطن سے نکلے ہو۔ اللہ تو قصور معاف کرنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

Marfat.com

سفر میں نمازِ قصر

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ
اور جب سفر کرو تم زمین کے پس نہیں تم پر

جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ
گناہ کہ کم کرو کچھ نماز اگر

خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ اِنَّ
ڈرو تم کہ ستاویں گے تم کو جو کافر ہوئے (کافر) بیشک

الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾
کافر ہیں تمہارے لیے دشمن کھلم کھلا

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ
اور جب تم ملک میں سفر کرو تو تم پر گناہ

جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ
نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کرو اگر

خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ اِنَّ
تم کو ڈر ہو کہ تم کو کافر ستائیں گے بیشک

الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾
کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں

تَقْصُرُوْا (تم کم کرو) یہ لفظ قصر سے ہے۔ قصور۔ قاصر۔ تقصیر وغیرہ لفظ بھی اس سے نکلے ہیں۔ قصر کے معنیٰ گھٹا دینا۔ اور کم کرنا ہیں۔ "نماز قصر" سے مراد چار رکعت نماز کو کم کر کے سفر میں دو رکعت ادا کرنا ہے۔

یَفْتِنَکُمْ (تمہیں ستائیں گے) فتنہ سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں جھگڑا فساد اور آزمائش یہاں مراد یہ ہے کہ کفار جھگڑا فساد کر کے تمہیں ستائیں گے۔

پچھلی آیتوں میں جہاد اور ہجرت کا ذکر تھا۔ اور ان دونوں میں سفر لازمی ہوتا ہے اس لیے اس رکوع میں سفر کی حالت میں نماز ادا کرنے کی صورت بتلائی اور سفر کی حالت میں نماز کم کر دینے کی اجازت دی گئی اگر اس بات کا ڈر ہو کہ تمہارے دشمن جنہوں نے تمہارا دین قبول نہیں کیا ہے اور ہر وقت تمہیں ستانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ سفر میں تمہیں ستائیں گے۔ تو نماز کو کچھ کم کر کے پڑھ لیا کرو کیونکہ کافر لوگ تمہارے کھلم کھلا دشمن ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یوں سمجھایا کہ یہ رعایت ہر سفر کے لیے ہے خواہ اس میں خطرہ ہو یا نہ ہو۔ آیت میں خطرہ کا ذکر اس لیے ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی ان دنوں قبیلہ بنی نجار نے پوچھا کہ ہم لوگ اکثر سفر میں رہتے ہیں ہمارے لیے نماز کا کیا حکم ہے۔ تو آپ نے ان کو بتایا کہ اللہ نے تمہارے لیے اپنے کرم و رحم سے آسانی کی ہے اور سفر کی حالت میں نماز کی رکعتوں میں کمی کرنے کی اجازت دی ہے۔

سفر کے بارے میں حنفیوں کی تحقیق یہ ہے کہ کم سے کم تین منزل کا سفر ہونا چاہیے۔ اس سے کم کے اندر نماز میں کمی نہیں ہوگی اور منزل وہ ہے جس میں پیدل آدمی یا اونٹ معمولی رفتار سے ایک دن میں طے کرتا ہے۔ اس کے بعد جب بھی آپؐ سفر پر جاتے تو چار رکعت کے فرضوں کی نماز دو رکعت پڑھا کرتے تھے مگر جب دشمنوں نے اس پر بھی نماز کی حالت سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ کرنے کی ٹھانی تو ایک اور طرح ادا کرنے کا حکم ہوا جس کا ذکر اس سے آگے کی آیت میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ نماز ایسی ضروری چیز ہے کہ کسی حالت میں بھی جب تک بالکل ہی مجبوری نہ ہو جائے چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ رعایتیں اور رخصتیں دی ہیں۔ لیکن چھوڑ دینے کی اجازت نہیں دی۔

Marfat.com

نمازِ خوف

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ
اور جب تو ان میں ہو تو ان میں پھر قائم کرے تو ان کیلیے نماز
فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا
پس چاہیئے کھڑا ہو گروہ ان میں سے ساتھ تیرے اور چاہیئے لے لیں
اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ
ہتھیار اپنے پس جب سجدہ کریں تو چاہیئے ہو جائیں سے
وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا
دُور تم اور چاہیئے آئے گروہ دُوسرا کہ نہیں پڑھی نماز
فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ
انہوں نے پس پڑھیں نماز ساتھ تیرے اور چاہیئے لے لیں بچاؤ اپنا اور
اَسْلِحَتَهُمْ
ہتھیار اپنے

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ
اور جب تو ان میں موجود ہو پھر ان کو نماز میں کھڑا کرے
فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا
تو چاہیئے کہ ان کی ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو اور وہ ساتھ لے لیں
اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ
اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کر لیں تو ہٹ جائیں
وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا
تیرے پاس سے اور دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہیں
فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ
پڑھی پس وہ تیرے ساتھ نماز پڑھیں اور اپنا بچاؤ اور ہتھیار ساتھ
اَسْلِحَتَهُمْ
لے لیں

طَآئِفَةٌ (گروہ) جماعت اور ٹولی کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد فوج کا ایک حصّہ ہے۔

وَرَآءٍ (پاس) یہ لفظ کئی معنوں میں آتا ہے مثلاً آگے۔ پیچھے اور خواہ آگے ہو۔ یا پیچھے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ عسفان کی لڑائی میں حضور نبی اکرمؐ مسلمانوں کو ساتھ لے کر لڑنے کے لیے تشریف لے گئے۔ عین مقابلہ کے وقت ظہر کا وقت آگیا۔ آپ نے پہلی آیت کے حکم کے مطابق سب کے ساتھ دو رکعت نماز فرض جماعت کے ساتھ ادا کی۔ لشکرِ کفار حیرت سے دیکھتا رہا وہ لوگ ایسے بے ہوش اور حیرت زدہ ہوئے کہ انہیں حملہ کرنے کا خیال بھی نہ آیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو خالد بن ولید نے جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اور کافروں کے لشکر کے سردار تھے۔ افسوس کے ساتھ اپنے لشکر والوں سے کہا کہ بڑی چوک ہو گئی جس وقت مسلمان صف باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے پیچھے سے آکر ان پر حملہ کرنے کا بہت اچھا موقعہ تھا۔ خیر یہ لوگ تھوڑی دیر میں پھر نماز پڑھیں گے اس وقت ان کا صفایا کر دیں گے۔ عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی عصر کی نماز اسی کے مطابق پڑھی گئی اور کافروں کا منصوبہ یونہی دھرا رہ گیا۔ ارشاد ہے کہ جب کفار سے مقابلہ ہو رہا ہو۔ اور نماز کا وقت آجائے۔ تو فوج کے دو حصّے ہو جانے چاہئیں ایک حصّہ کفار کے سامنے ڈٹا رہے اور دوسرا حصّہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے۔ جب یہ حصّہ پہلی رکعت آپ کے ساتھ ختم کر لے اور سجدہ سے فارغ ہو جائے تو یہ لوگ آپ کے پیچھے سے ہٹ کر دشمن کے سامنے جا کر ڈٹ جائیں اور وہ حصّہ جو دشمن کے ساتھ کھڑا تھا آپ کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے جب آپ سلام پھیر دیں تو یہ لوگ دشمن کے سامنے جا کھڑے ہوں اور پہلے لوگ آکر اپنی باقی ایک رکعت نماز اکیلے پوری کریں۔ اس کے بعد دشمن کے سامنے جا کھڑے ہوں اور دوسرے لوگ آکر اپنی باقی رکعت پوری کریں۔ اس نماز میں ضرورت کے مطابق چلنے پھرنے کی اجازت ہے۔ ضروری اسلحہ اور بچاؤ کا سامان ساتھ رکھنے کا حکم ہے مثلاً تلوار۔ نیزہ۔ ڈھال۔ بندوق وغیرہ۔

Marfat.com

احتیاط ضروری ہے

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ
کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بے خبر ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں سے
وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ
اور اسباب سے تاکہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى
اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو بارش سے
مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا
تکلیف ہو یا تم بیمار ہو کہ اتار رکھو
اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
اپنے ہتھیار اور اپنا بچاؤ ساتھ لے لو بیشک اللہ
اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۳﴾
نے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ
کافر چاہتے ہیں کہ کاش غافل ہو جاؤ تم سے ہتھیار اپنے
وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ
اور سامان اپنے سے پس ٹوٹ پڑیں وہ تم پر ٹوٹنا ایک بار
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى
اور نہیں گناہ تم پر اگر ہو ساتھ تمہارے اذیت
مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا
سے بارش یا ہو تم بیمار یہ کہ نیچے رکھ دو تم
اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
ہتھیار اپنے اور لے لو بچاؤ اپنا بیشک اللہ
اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۳﴾
تیار کیا ہے واسطے کافروں کے عذاب ذلیل کرنے والا

وَدَّ (دوست رکھا) وِدّ سے ہے جس کے معنی ہیں محبت کرنا پسند کرنا اور چاہنا۔ لفظ "ودود" بھی اس سے نکلا ہے۔

اَمْتِعَتِكُمْ (اپنے سامان سے) متاع کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ضرورت کی چیز اور کام آنے والا سامان۔

يَمِيْلُوْنَ (ٹوٹ پڑیں) "میل" سے بنا ہے میلان بھی اسی سے ہے جس کے معنی ہیں۔ ایک طرف کو جھکنا۔ مائل ہونا یا حملہ کرنا اور ٹوٹ پڑنا

مُهِيْنًا (ذلت دینے والا) اہانت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ذلیل اور رسوا کرنا۔ یا کسی کو نیچا دکھانا۔

سفر کی نماز قصر کے بعد جنگ کی نماز خوف کا بیان ہو چکا ہے۔ اس آیت کا آخری حصہ یہ ہے۔ اس حصے میں ارشاد ہے کہ لڑائی کی حالت میں ہر کام ہوشیاری اور احتیاط سے کرنا چاہیئے جنگ کی حالت میں تمہیں نماز میں سہولت دی گئی ہے۔ پھر بھی دشمن کی چالوں کو دیکھ کر اور اس کے حملوں سے بچنے کی فکر کے ساتھ ادا کرنی چاہیئے۔ دشمن اسی تاک میں رہتے ہیں کہ تم ذرا بھی غفلت کرو تو وہ تم پر ایک دم ٹوٹ پڑیں۔ لہٰذا تم نماز میں بھی اپنے ہتھیار لگائے رہو۔ اور اپنے بچاؤ کا سارا سامان بدن پر لگائے رکھو تاکہ ان کو تمہاری تیاری دیکھ کر اچانک حملے کا موقعہ نہ ملے۔ ہاں اگر کسی وجہ سے ہتھیاروں کا اٹھانا مشکل ہو جائے۔ اور ان کو اٹھا کر نماز نہ پڑھی جا سکے۔ مثلاً کوئی شخص زخموں سے چور ہو یا ہتھیار لگائے رکوع سجدہ کرنا تکلیف کا باعث ہو تو ہتھیار اتار کر رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ تمہارا ہتھیار اتار دینا گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔

یہ حکم تمہیں اس لیے دیا جا رہا ہے کہ لڑائی کی حالت میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے دشمن کے ڈرانے کے لیئے بچاؤ اور سامان پورا پورا کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور اس کے فضل کی امید رکھو اور یقین کر لو۔ کہ اس نے ان کافروں کے لیئے جو تمہیں کمزور سمجھ کر تم سے لڑنے کے لیئے نکل کھڑے ہوئے ہیں پست اور ذلیل و خوار کرنے والی سزا تیار کر رکھی ہے۔

Marfat.com

نماز کے سوا ذکر الٰہی

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا
پس جب پڑھ چکو تم نماز پس یاد کرو اللہ کھڑے

وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ
اور بیٹھے اور اوپر پہلو اپنے کے پس جب بے خوف ہو جاؤ تم

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ
پھر قائم کرو نماز بے شک نماز ہے

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾
اُوپر مسلمانوں کے فرض وقتوں پر

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا
پھر جب نماز پڑھ چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے

وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ
اور بیٹھے اور پہلوؤں پر (لیٹے ہوئے) پھر جب خوف جاتا رہے تو

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ
نماز درست کر لو بیشک نماز مسلمانوں پر فرض

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾
ہے اپنے مقررہ وقتوں میں

قَضَيْتُمْ (پڑھ چکو) قضا سے بنا ہے قضا کے معنی ہیں پورا کرنا۔ دے دینا اور فیصلہ کرنا یہاں قضا سے مراد نماز ادا کرنا ہے۔

جُنُوْبٌ۔ جنب کی جمع ہے۔ یعنی پہلو۔ کروٹ اور علیٰ جُنُوْبِكُمْ سے مراد ہے کروٹ اور پہلو پر لیٹے ہوئے۔

مَّوْقُوْتًا (مقررہ وقت) وقت سے یہ لفظ بنا ہے۔ یعنی وہ چیز جو وقت کی پابندی سے وابستہ ہو۔

اُذْكُرُوا اللّٰهَ (اللہ کو یاد کرو) ذکر کے معنی یاد کے ہیں۔ ورد اور وظیفے کو ذکر اس لیے کہتے ہیں کہ اس طرح انسان مسلسل اللہ کے نام اور دعاؤں کو دہراتا ہے اور بار بار اُسے یاد کرتا ہے۔

پچھلی آیت میں دشمن کے مقابلے اور حملہ کے خوف کے وقت نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا تھا۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں گھبراہٹ تنگی اور بے اطمینانی ضرور ہوگی۔ لیکن نماز تو جس طرح بھی ہو سکے وقت پر ادا کرنی ہے مگر چونکہ اس وقت اللہ کی یاد خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے پوری نہیں ہو سکتی اس لیے ارشاد فرمایا کہ نماز کے بعد جس حالت میں بھی ہو۔ اللہ کو یاد کرو۔ کھڑے۔ بیٹھے لیٹے اس کا ذکر کرو۔ اس کی یاد کے لیے کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

نماز سے مقصود اللہ کو یاد کرنا ہے سب طرف سے توجہ ہٹا کر اسی کی طرف متوجہ ہونا ہے اس لیے جب اطمینان کا زمانہ آئے اور لڑائی وغیرہ کا خوف جاتا رہے تو نماز کو یوں ادا کرو جیسے ادا کرنے کا حق ہے اس کے سارے رکن ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ ادا کرو۔ دل اللہ کی طرف لگانے کی کوشش کرو۔ جب نماز کا وقت آئے تو اس وقت کے لحاظ سے پورے پورے قاعدوں کی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرو۔ البتہ اللہ کے ذکر کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔ دل میں ہر وقت اللہ کا ذکر کر سکتے ہیں۔

ان آیات سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں۔ جو ہمیں ہر دم پیش نظر رکھنی چاہئیں۔ نماز ایک ایسا فرض ہے جو کسی صورت میں ٹل نہیں سکتا ہر حج مرج اور بیماری ہو یا سفر ہو۔ امن کا زمانہ ہو۔ یا جنگ کا میدان نماز بہر حال ادا کرنی ہوگی۔ نماز میں رعایت ہو سکتی ہے معافی نہیں۔ دوسرے یہ کہ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔ نہ بے وقت نماز ہو سکتی ہے۔ نہ وقت پر ٹالی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

دشمن کو ڈھیل نہ دو

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِنْ تَكُونُوا
اور نہ سستی کرو میں پیچھا کرنے مخالف قوم کے اگر ہو تم
تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۚ
دکھ اٹھاتے تو بیشک وہ بھی دکھ اٹھاتے ہیں جیسا کہ تم دکھ اٹھاتے ہو
وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَ
اور امید رکھتے ہو تم اللہ سے جو نہیں امید رکھتے وہ اور
كَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٠٤﴾ ع
ہے اللہ جاننے والا حکمت والا

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِنْ تَكُونُوا
اور ان کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو اگر تم بے آرام ہوتے ہو
تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۚ
تو وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں جس طرح تم ہوتے ہو
وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَ
اور تم کو اللہ سے امید ہے جو ان کو نہیں اور
كَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٠٤﴾ ع ۱۵ ع ۱۲
اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

لَا تَهِنُوا (ہمت نہ ہارو) "وہن" سے ہے جس کے معنے ہیں سستی کرنا ڈھیلا پڑ جانا اور ہمت ہار دینا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ سستی نہ کرو اور ہمت نہ ہارو۔

تَأْلَمُونَ (تم دکھ اٹھاتے ہو) یہ "الم" سے ہے جسکے معنی دکھ اور تکلیف کے ہیں۔ تالمون اور یالمون دونوں اس مادہ سے نکلے ہیں۔ ایک حاضر کا صیغہ ہے دوسرا غائب کا۔

تَرْجُونَ (تم امید رکھتے ہو) یہ "رجاء" سے ہے جس کے معنی امید اور خیال کے ہیں۔ ترجون اور یرجون دونوں اس سے جمع حاضر اور جمع غائب کے صیغے ہیں۔

مسلمانوں کو شروع میں لڑنے کا حکم نہیں تھا۔ بلکہ یہ حکم تھا کہ مکہ والے چاہے جتنا ستائیں تم اپنے ہاتھ روکے رہو۔ اور نماز اور زکوٰۃ ادا کیے جاؤ۔ لیکن جب کفار مکہ کا ظلم و ستم حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو گھر بار چھوڑ کر مکہ سے مدینہ جانا پڑا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہیں پناہ لینی پڑی۔ اس پر بھی مکہ والوں نے ستانا نہ چھوڑا۔ تو چار مسلمانوں کو لڑنے کا حکم ہوا۔ اور جب ایک دفعہ لڑائی کا اعلان ہو گیا۔ تو پھر اس کے قاعدے بتائے گئے اور ہدایات دی گئیں۔

اس سورت میں بہت پہلے سے لڑائی ہی کا ذکر چلا آرہا ہے اس آیت میں یہ ہدایت ہے کہ جب فسادیوں نے لڑائی شروع ہی کر دی اور تمہیں لڑنا ہی پڑا۔ تو ان شریروں کو پوری پوری سزا دینی چاہیئے۔ تاکہ ان کے فتنہ و فساد سے نجات ملے ان کی اگلی پچھلی باتوں سے یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ جب تک انہیں پوری پوری سزا نہ ملے گی۔ یہ نہ خود چین سے بیٹھیں گے۔ اور نہ کسی اور کو بیٹھنے دیں گے۔ لہٰذا پوری قوت کے ساتھ ان سے لڑنا چاہیے۔ تمہاری طرف سے اس میں ذرا بھی سستی نہ ہونی چاہیے۔ لڑائی سے جو دکھ درد تکلیف تمہیں پہنچتے ہیں اسی طرح ان کو بھی پہنچتے ہیں۔ ان کا خیال نہ کرو۔ بلکہ اس جھگڑے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کی ٹھان لو۔

دکھ درد بے آرامی میں تم اور وہ برابر ہیں۔ لیکن اس پر بھی تم میں اور ان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تم کو اپنے اللہ سے ہر حال میں ایسی امید ہے جو ان کو نصیب نہیں تم اگر جیتے تو غازی اور مر گئے تو شہید اور دونوں حالتوں میں آخرت کے عیش و آرام کا پکا وعدہ جس میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں اور یہ بھی، یاد رکھو کہ ان کو نقط دنیا کے چند روزہ فائدے لڑنے پر اکسا رہے ہیں جنکی کوئی بنیاد ہی نہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے لڑ رہے ہو۔

Marfat.com

طرفداری کے بغیر انصاف

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۙ﴿۱۰۵﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ﴿۱۰۶﴾

بیشک ہم اتاری ہم نے تیری طرف کتاب ساتھ سچائی کے تاکہ تو فیصلہ کرے درمیان لوگوں کے ساتھ اس چیز کے کہ سمجھائے تجھ کو اللہ اور نہ ہو تو واسطے دغابازوں کے جھگڑنے والا اور بخشش مانگ اللہ بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۙ﴿۱۰۵﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ﴿۱۰۶﴾

بے شک ہم نے تیری طرف سچی کتاب اتاری کہ تو لوگوں میں انصاف کرے جو تجھ کو اللہ سمجھائے اور دغابازوں کی طرف سے جھگڑنے والا نہ ہو اور اللہ سے بخشش مانگ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

تَحْكُمَ (تو فیصلہ کرے) حکم سے بنا ہے جس کے معنی فیصلہ کرنا اور کسی بات کے کرنے کیلئے کہنا ہیں یہاں فیصلہ کرنا مراد ہے

اَرٰىكَ (تجھے سمجھائے) یہ لفظ ارائۃ سے بنا ہے جو رویت سے نکلا ہے اس کے معنی دیکھنے کے ہیں اور ارأۃ کے معنی دکھانے اور سمجھانے کے ہیں۔ اور یہاں انہیں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

خَصِيْمًا (جھگڑا کرنے والا) کسی شخص کے لیئے جھگڑا کرنا یا اس کے خلاف جھگڑنا یعنی اس کو گناہگار ٹھہرانے کی کوشش کرنا۔

کمزور ایمان لوگوں میں یہ لت ہوتی ہے کہ اگر کوئی گناہ کر بیٹھیں تو سزا سے بچنے کے لیے اسے دوسرے کے سر لگانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ آپ بری ہو جائیں اور دوسرا پھنس جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے ہی ایک مسلمان نے کسی کے ہاں رات کو نقب لگا کر آٹے کا بھرا ہوا تھیلا اور کچھ ہتھیار چرا لیئے اور گھر لے گیا اتفاق سے تھیلا پھٹا ہوا تھا۔ آٹا برابر راستے میں گرتا گیا۔ اس نے سوچا کہ گھر میں رکھا تو پکڑا جاؤں گا۔ راتوں رات وہ آٹا اور ہتھیار ایک یہودی کے پاس امانت رکھ آیا۔ صبح ہوئی تو مالک گرے ہوئے آٹے سے سراغ لگا کر اس کے گھر پہنچا۔ لیکن مال اس کے گھر نہ نکلا۔ باہر آیا تو آگے بھی آٹا گرا ہوا نظر آیا۔ غرض یہودی کے ہاں پہنچا۔ اور اپنا مال اس کے گھر پا کر اسے پکڑ لیا۔ یہودی نے کہا میرے پاس تو فلاں شخص امانت کے طور پر رکھ گیا ہے میں نے چوری نہیں کی چور نے اور اسکے کنبہ والوں نے کہا کہ یہودی چور ہے جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا وہاں جا کر چور کے حمایتیوں نے قسمیں کھائی کہ یہ چور نہیں ہے یہودی چور ہے ان لوگوں کی گواہی پر یہودی مجرم ٹھہرتا تھا اور آپ اس کے خلاف فیصلہ کرنے والے تھے کہ یہ اور اس کے آگے کی آیتیں اتریں اس سارے رکوع میں اسی کا ذکر ہے۔

آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے اس کتاب یعنی قرآن کو سچی اور ٹھیک باتیں بتانے کے لیے تجھ پر نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ اس کی روشنی میں اللہ کی ہدایت کے مطابق ٹھیک ٹھیک کرے۔ جھگڑنے والے نیک ہوں یا بد کافر ہوں یا مومن تجھے جھوٹے کو جھوٹا اور سچے کو سچا ٹھہرانا چاہیئے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیئے اور چونکہ نادانستہ اس کے برعکس ہونے کا خطرہ ہے اس لیے اللہ سے مغفرت مانگنی چاہیئے وہ غفور رحیم ہے۔

Marfat.com

مُجرم کی کوئی حمایت نہیں

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ
اور مت جھگڑ طرف سے اُن کے جو دغا کرتے ہیں اپنے آپ سے

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ
اور ان کی طرف سے نہ جھگڑ جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾
بیشک اللہ نہیں دوست رکھتا اسکو جو پرلے درجہ کا دغا باز گنہ گار

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾
اللہ کو کوئی دغا باز گنہگار پسند نہیں

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ
وُہ لوگ شرماتے ہیں سے لوگوں اور نہیں شرماتے

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ
لوگوں سے شرماتے ہیں اور نہیں شرماتے

مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا
سے اللہ اور وُہ ساتھ ہے اُن کے جب رات کو مشورہ کرتے ہیں جو

مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا
اللہ سے اور وُہ اُن کے ساتھ ہے جبکہ وُہ رات کو مشورہ کرتے ہیں

لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا
کہ نہیں پسند کرتا وُہ ایسی بات اور ہے اللہ اس کو جو

لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا
جس بات سے اللہ راضی نہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں

يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾
وُہ کرتے ہیں گھیرنے والا

يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾
سب اللہ کے قابو میں ہے

لَاتُجَادِلْ (مت جھگڑ) یہ جدال سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی کی طرف سے لڑنا اور اس کی حمایت میں بولنا جدل اُس کا مادہ ہے لاتجادل کے معنی ہیں مت جھگڑ حمایت اور طرف داری نہ کر۔

خَوَّانًا (بڑا دغا باز) خیانت سے نکلا ہے جس کے لفظی معنی بددیانتی کرنے کے ہوتے ہیں۔ خائن (خیانت کرنیوالا) اس سے ہے۔

يَسْتَخْفُوْنَ (شرماتے ہیں) اس کا مادہ خفا ہے جس کے معنی چھپنا ہیں۔ یہ چھپنا ڈر کی وجہ سے ہوتا ہے یا شرم کی وجہ سے یہاں آخری معنی مراد ہیں

مُحِيْطًا (گھیرنے والا) یہ احاطہ سے بنا ہے محیط ایسے گھیرے کو کہتے ہیں جس سے باہر نہ نکلا جا سکے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ خائن لوگوں کو یوں گھیرے ہوئے اور قابو میں لیئے ہوئے ہے کہ وُہ اس کی گرفت سے باہر نہیں نکل سکتے۔

اس آیت کا شان نزول اس سے پہلی آیت کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے کہ ایک مسلمان نے چوری کی جس کا نام طعمہ تھا۔ چوری کا مال جس یہودی کے پاس رکھوایا اس کا نام زید تھا جب چوری کا پتہ چلا تو طعمہ نے زید کو چور ٹھہرانا چاہا۔ صبح طعمہ اور اس کے حمایتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور قسمیں کھائیں کہ چوری طعمہ نے نہیں کی زید نے کی ہے اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ آپ خائن اور اُس کے حمائیتیوں کی طرفداری نہ کریں یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹ اور دغا بازی پر تلے ہوئے ہیں اور اللہ کو دغا باز اور شریر لوگ پسند نہیں یہ لوگ دہرے گنہگار ہیں ایک تو چور کے بچانے کی کوشش کرتے ہیں دوسرے ایک بے گناہ شخص کے سر چوری کا الزام لگا رہے ہیں یہ لوگوں سے تو ڈرتے اور شرماتے ہیں۔ لیکن اللہ سے نہ ڈرتے ہیں نہ شرماتے ہیں حالانکہ وُہ ہر وقت ان کے ساتھ ہے۔

راتوں کو مشورہ کر کے ایسی بات طے کرتے ہیں جس سے اللہ راضی نہیں یہ لوگوں سے چھپ جائیں لیکن اللہ سے کیسے چھپ سکتے ہیں۔

Marfat.com

استغفار

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ
سنتے ہو تم لوگ جھگڑ لیے ان کی طرف سے ہیں زندگی

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ
سنتے ہو تم لوگ نم ان کی طرف سے جھگڑا کرتے ہو دنیا کی

الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ
دنیا پس کون جھگڑے گا اللہ اُن کی طرف سے دن

الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ
زندگی میں پس ان کے بدلے قیامت کے دن کون جھگڑے گا

الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَ
قیامت یا کون ہوگا ان کی طرف سے وکیل اور

الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَ
یا ان کا کارساز کون ہو گا ؟ اور

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ
جو کرے برا یا ظلم کرے نفس اپنے پھر

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ
جو کوئی گناہ کرے یا اپنا برا کرے پھر

يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾
معافی مانگے اللہ پائے اللہ بخشنے والا مہربان

يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾
اللہ سے بخشوائے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا

هٰٓاَنْتُمْ (بات سنانے سے پہلے سننے والے کو متوجہ کرنے کا لفظ) جیسے ہم اُردو میں کہتے ہیں خبردار۔ سنو۔ دیکھو۔ وغیرہ

جٰدَلْتُمْ (جھگڑتے ہو) جدال مصدر ہے جدل اس کا مادہ ہے لفظی بحث کرنا اور جھگڑنا ہیں جادلتم اور یجادل دونوں فعل اس مادہ سے ہیں۔

ناجائز طرفداری کرنے والوں کو کہا جا رہا ہے۔ تم لوگ یہ بتاؤ کہ دنیا میں اگر تم نے ایسے لوگوں کی طرف داری کر کے اور اُن کی طرف سے حیل وحجت کر کے انہیں سرخرو کر دیا اور اپنے زعم میں بڑا کارنمایاں کیا۔ کہ اُن کو سزا نہ ملنے دی اور رسوائی سے بچا لیا اور یہ کہہ کر اوروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا کہ یہ ایک مسلمان کا معاملہ ہے اور ایک یہودی کے مقابلے میں اُس کی عزت آبرو رکھنی ہے اگر ایک مسلمان کے ذمے چوری لگ گئی تو کہیں منہ دکھانے کی جگہ نہ رہے گی۔ اس لیے جس طرح ہو سکے اُسے بچاؤ یہ اپنی عزت کا سوال ہے۔ عزت ایک دفعہ گئی تو پھر ہاتھ نہیں آتی اور اس کا کچھ خیال نہ کیا کہ چور نے تو جو کرنا تھا کیا تم غلط طریقے سے اُس کی حمایت کر کے اپنے سر گناہ لے رہے ہو۔ اور ایک بے گناہ کو ایک واقعی گنہگار کے بدلے پھانس رہے ہو۔ یہ سب کچھ تم نے باتیں بنا بنا کر اور دھوکے دے دے کر دنیا میں تو کر لیا لیکن قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے ہاں معاملہ پیش ہو گا تو وہاں مجرموں کی طرفداری کیسے کرو گے اور وہاں تمہاری کیسے چلے گی یہاں کے حاکموں کو تو تم جھوٹی گواہیاں دے دے کر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر دھوکا دے سکتے ہو۔ قیامت کے دن تو حاکم اللہ ہو گا اور وہ ہر ایک کی رگ رگ سے واقف ہے وہاں کی رسوائی سے تم اپنے ان ہتھکنڈوں کے ذریعے کسی کو نہ بچا سکو گے وہاں ایسی وکالت کسی کی نہیں چل سکتی ایسا کون ہے جو اس کے دربار میں ایسے لوگوں کا وکیل بنے گا اور جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا ٹھہرا دے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ گنہگار شامتِ اعمال سے بے جا طرفداریوں اور دھوکے بازیوں کے ذریعے نہیں بچ سکتا۔ یہ خیال خام ہے۔ اس کے لیے فقط ایک راستہ ہے کہ وہ سچے دل سے اللہ سے بخشش مانگے اور اپنے قصور کا اقرار کر کے معافی چاہیے۔

Marfat.com

بُہتان اور تہمت

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى
اور جو کمائے گناہ پس صرف کماتا ہے وُہ اس کو پر
نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ
جان اپنی کے اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا اور جو
يَّكْسِبْ خَطِيْٓـئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ
کمائے چھوٹا گناہ یا بڑا گناہ پھر پھینک مارے ساتھ اسکے
بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع
کسی بے گناہ کو پس تحقیق اٹھایا اس نے بوجھ تہمت کا اور گناہ کھلا ہُوا

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى
اور جو کوئی کرے گناہ سو کرتا ہے اپنے ہی
نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ
حق میں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور جو کوئی
يَّكْسِبْ خَطِيْٓـئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ
خطا یا گناہ کرے پھر تہمت لگائے
بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع
کسی بے گناہ پر تو اس نے اپنے سر طوفان دھرا اور صریح گناہ

يَكْسِبْ (کمائے) کسب اس کا مادہ ہے "کاسب" اسی سے اسم فاعل ہے اس کے لفظی معنی کمانے اور محنت کرنے کے ہیں یہاں عمل کرنے اور ارتکاب کرنے کے معنوں میں آیا ہے۔

يَرْمِ (پھینکے) رمی سے بنا ہے اس کے لفظی معنی تیر پھینکنا ہیں۔ اور یہاں تہمت لگانے کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔

اس آیت میں ایک قاعدہ بیان کیا گیا ہے جو بڑی توجہ اور غور کے قابل ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے قصد اور ارادہ سے کوئی گناہ کریگا تو اس کا وبال اسی کے سر پڑے گا اور اس کی سزا اسی کو دی جائے گی اس سے جو نقصان پہنچے گا وُہ اسی کی جان کو پہنچے گا اور اس کا نتیجہ اسی کو بھگتنا پڑے گا۔ اس کے بدلے کسی اور شخص کو جو اس کے گناہ میں شریک نہیں ہے۔ اس کے گناہ کی سزا نہیں دی جا سکتی۔

کسی کے جرم کی سزا دوسرے کو ایسا ہی حاکم دے سکتا ہے جس کو اصل واقعہ کا صحیح علم نہیں ہونے پایا۔ اور مجرم کے طرفداروں اور وکیلوں نے باتیں بنا کر جھوٹی گواہیاں دلوا کر مجرم کو بچا لیا اور کسی اور شخص کو اس کے بدلے مجرم ٹھہرا کر سزا دلوا دی ایسا حاکم جس کو واقعات سے صحیح نتیجہ نکالنا نہیں آتا اور عقل سے صحیح کام نہیں لے سکتا۔ جلدی اور گھبراہٹ میں بے سمجھے بوجھے اندھا دھند فیصلے کر دیتا ہے ایسے شخص کو حکیم نہیں کہہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ تو علیم بھی ہے اور حکیم بھی اس کے ہاں ایسا اندھیر ناممکن ہے کہ جرم کوئی کرے اور سزا کوئی بھگتے۔ وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل مجرم کی اطلاع دے سکتا ہے پھر آپ کے آگے چور کو بری ٹھہرانا اور ایک بے گناہ کے سر چوری لگانا کیا نفع دے گا۔

اس کے آگے ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص چھوٹا یا بڑا جرم کرے اور پھر اس کو دوسرے کے نام لگا دے تو اُس نے اپنے اصلی جُرم میں ایک اور جُرم کا اضافہ کر لیا اس لیے اُس کو دہرا گناہ ہو گا ایک تو اس جرم کا جو اس نے کیا اور دوسرے اس تہمت کا جو اُس نے بے گناہ کے سر لگائی اس لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں اُسے دُہری سزا ملے گی۔ اس لیے گناہ کے اعتراف اور توبہ استغفار کے سوا مجرم کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔

Marfat.com

آنحضرتؐ کی شان

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ
اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تجھ پر اور رحمت اس کی

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ
اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی

لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ
تو قصد کر ہی لیا تھا ایک گروہ نے ان میں سے کہ بہکا دیں تجھ کو اور

لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ
تو ان میں سے ایک جماعت قصد ہی کر چکی تھی کہ تجھ کو بہکا دیں اور

مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ
نہیں بہکاتے وہ مگر جانوں اپنی کو اور نہیں ضرر کر سکتے تیرا

مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ
بہکا نہیں سکتے مگر اپنے آپ کو اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
سے کچھ اور اتاری اللہ نے تجھ پر کتاب

مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
اور اللہ نے تجھ پر کتاب اتاری اور

وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ
اور حکمت اور سکھایا تجھ کو جو نہیں تھا تو جانتا

وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ
حکمت اور تجھ کو وہ باتیں سکھائیں جو تو نہ جانتا تھا

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ ع ۱۴
اور ہے فضل اللہ تجھ پر بہت بڑا

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾
اور تجھ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے

فَضْلٌ (مہربانی) یہ لفظ مشہور ہے اُردو میں بھی استعمال ہوتا ہے اس کے اصل معنی ہیں زیادہ یعنی کسی کو خاص مہربانی سے چیز دینا جو معمولی انعامات سے زیادہ ہو اور خاص تحفہ ہو۔

يُضِلُّوْكَ (بہکا دیں تجھ کو) یہ اضلال سے ہے جس کے معنی ہیں کسی کو سیدھے راستہ سے ہٹا دینا۔

اس آیت کا رابطہ جب پہلی آیت سے قائم کریں گے تو یوں کہا جائے گا کہ چوری کے اصلی مجرم کے بارے میں اس کے حامیوں کی گواہی اور قسمیں سُن کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوچ میں پڑ گئے اور یہی خیال کیا کہ یہ سب لوگ جھوٹی گواہی کیا دیں گے۔ ان کی گواہی سے طعمہ کو بے گناہ ہی ماننا پڑے گا لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعمہ کے حق میں فیصلہ کر دیں اور بے گناہ خواہ مخواہ چور ٹھہرایا جائے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے رسول ان لوگوں نے تو ٹھان ہی لیا تھا کہ تجھ سے غلط فیصلہ کرا دیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی اور رحمت سے تجھ کو بروقت اطلاع دی اور ایسا کام نہ کرنے دیا جو رسول اللہ کی شان کے خلاف ہو ان لوگوں نے سمجھا ہو گا کہ تجھ کو بہکا کر اپنا غلط مطلب نکال لیں گے کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تیرا محافظ ہے وہ تجھ کو غلط باتوں سے بچانے والا ہے تیرے بہکانے کا ارادہ کر کے یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے یہ خود اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اللہ نے تجھ پر قرآن مجید اُتارا ہے اور اصل باتیں بتا دی ہیں اللہ کا تجھ پر بہت بڑا کرم ہے وہ تجھ کو سیدھی راہ سے کبھی نہیں ہٹنے دے گا اس نے تجھے ایسی صفات اور خوبیاں عطا کی ہیں جو سب سے بڑھی ہوئی ہیں اور سب لوگوں سے زیادہ پر حکمت باتوں کا علم دیا ہے یہ ناقص علم والے لوگ تجھے بہکانے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

سرگوشی

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ
نہیں بھلائی میں بہت سے ان کے مشورے مگر جو

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ
ان کے اکثر مشورے کچھ اچھے نہیں مگر جو کوئی

اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ
حکم کرے ساتھ صدقے یا نیک کام یا صلح صفائی درمیان

اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ
صدقہ کرنے کو یا نیک کام کو کہے یا لوگوں میں صلح

النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ
لوگوں اور جو کرے یہ کام تلاش کرنے کے لیے رضامندی

النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ
کرانے کو اور جو کوئی اللہ کی خوشی کے لیے یہ کام کرے

اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾
اللہ پس عنقریب دیں گے ہم اس کو ثواب بڑا

اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾
تو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے

نَجْوٰی (چپکے چپکے مشورہ) کانا پھوسی اور سرگوشی کو "نجویٰ" کہتے ہیں قرآن مجید میں اسی بات کو ناپسندیدہ اور ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ محفل میں بیٹھ کر چند لوگ باہم کانا پھوسی شروع کر دیں۔

اِصْلَاحٌ: دو لڑنے والوں میں ملاپ کرا دینا۔ صلح سے ہے جس کے معنی میل ملاپ ہیں آپس کے جھگڑے مٹانا مراد ہے۔

بعض لوگوں کی عادت تھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مجمع کے اندر کان میں چپکے سے آکر کچھ کچھ کہا کرتے تھے اُن کی غرض یہ ہوتی کہ لوگ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قریبی اور بے تکلف دوست سمجھیں اور ہماری عزت کریں۔ اس آیت میں اُن کی قلعی کھولی گئی ہے اور بہترین طریقے سے آدمیت کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس پر عمل کیا جائے تو آپس کی بدگمانی بُرے خیالات اور شک و شبے پیدا ہی نہیں ہو سکتے کلام مجید کے فرمان آدمی کے لیے آپس کے میل جول اور نیک سلوک کے نہایت اعلیٰ درجے کے ضابطے اور قاعدے ہیں ان کی پابندی کرنے والے یقیناً دنیا میں سب سے اُونچے رہیں گے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ چھپ چھپ کے مشورے کرنے والے اور مجمع کے اندر کانا پھوسی کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ وہ کچھ کام کی بات کہہ رہے ہیں اس طرح کی بات چیت میں کوئی بھلائی نہیں اس طریقہ میں نقصان یہ ہے کہ اپنے ہی اپنوں میں اس طرح مشورہ کرنا کہ دوسروں کو شرکت کی بالکل ممانعت ہو ضرور دوسروں کے دل میں مشورہ کرنے والوں کی طرف سے بدگمانی پیدا کرے گا خاص کر مجمع کے اندر آکر کوئی دوسرے کے کان میں اس طرح بات کرے کہ دوسرے یہ سمجھیں کہ یہ ہم سے چھپاتا ہے تو اُن کا خیال اُس کی طرف سے ضرور خراب ہوگا اور اکثر یہی خیال کیا جائے گا کہ ضرور ہماری برائی ہو رہی ہے اس لیے ایسی کانا پھوسی مضر چیز ہے صرف تین صورتوں میں ایسا کرنا مناسب ہے۔

(۱) کسی ضرورت مند کو کچھ دینے کے لیے دوسرے سے کہنا ہے تو وہ چپکے سے بہتر ہے تاکہ ضرورت مند رسوا اور شرمندہ نہ ہو۔ (۲) کسی کو نیک ہدایت کرنا یا مسئلہ بتانا بھی چپکے سے بہتر ہے تاکہ وہ لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہو (۳) دو لڑنے والوں میں میل جول صلح صفائی کرانے کے لیے۔ اگر یہ طریقہ اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کیلیے اختیار کیا جائے تو اللہ وعدہ فرماتا ہے کہ ہم ایسا کرنے والے کو بہت بڑا اجر اور ثواب دیں گے۔

Marfat.com

رسُول اللہ کے مُخالفین

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
اور جو خلاف جائے رسول کے اس کے بعد کہ ظاہر ہو گئی

لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ
اس پر سیدھی راہ اور چلے خلاف راستے مسلمانوں

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ
ہم چلنے دینگے اسکو جو اس نے لیا اور ہم اس کو داخل کرینگے دوزخ اور

سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع
بری ہے وہ پہنچنے کی جگہ

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے۔ جبکہ کھل چکی اس

لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ
پر سیدھی راہ اور سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ
تو ہم اس کو اسی راستہ پر چلنے دینگے جس پر وہ چلا اور اس کو دوزخ میں ڈال دینگے

سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع
اور وہ بہت بری جگہ پہنچا

يُشَاقِقِ (مخالفت کرے) اس کا مصدر مشاقہ ہے جو "شق" سے بنا ہے شق کے معنی ہیں جانب اور پہلو یہاں مُراد یہ ہے کہ جس جانب رسول ہیں اُس کے خلاف جانب میں چلے یا رسول کا راستہ چھوڑ کر اپنا الگ راستہ بنائے۔

نُوَلِّهٖ (ہم اس کو چلنے دیں گے) اس کا مصدر تولیت ہے جس کے معنی ہیں والی بنانا۔ حاکم بنانا۔ اور کوئی چیز کسی کے قبضے میں دے دینا یہاں اختیار دینے کے معنوں میں مستعمل ہُوا ہے تولی بھی اسی مصدر سے بنا ہے یعنی جو اُس نے اختیار کیا۔ یا جس راہ پر وُہ چلا۔

اس آیت میں صاف طور پر اُس شخص کی سزا کا اعلان ہے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ مانے بلکہ آپ کی مخالفت پر کمر باندھ لے خصوصاً اس صورت میں کہ سچی بات بالکل کھُل کر اور واضح طور پر اُس کے سامنے آگئی ہو۔ اور اُسے یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ اور دغا فریب نہیں چل سکتا اور اللہ آپ کو غلط فیصلے کرنے سے بچانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا کہ مجرم طعمہ ہے اور یہودی زید بے گناہ ہے اس کے بعد اس کا فرض تھا کہ اپنے گناہ پر نادم ہوتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی ہوتا اور جو مسلمانوں کا راستہ ہے وُہی اختیار کرتا ہے قانونِ اسلام کے سامنے سر جھکاتا۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا بلکہ آپ کے حکم کے خلاف کیا اور مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر اپنا الگ راستہ بنا لیا۔

ایسے شخص کے لیے اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وُہ دنیا میں جو راستہ اختیار کرے ہم اس کو اختیار کرنے دیں گے لیکن جب وُہ مر کر ہمارے پاس آئے گا۔ جو ایک دن ضرور ہونا ہے۔ تو ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے کاش اسے معلوم ہوتا کہ جہنم بڑی جگہ ہے۔ جس کے اعمال اُسے جہنم پہنچا دیں اس کو وہاں سوا دکھ۔ رنج۔ الم اور کوفت کے اور کچھ میسّر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ جو شخص دنیا کی مصیبتوں سے بچنے کے لیے اسلام کو چھوڑے گا اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

Marfat.com

شرک ناقابلِ معافی ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ
بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو کہ شریک ٹھہرایا جائے اسکے ساتھ اور بخشتا ہے

مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ
جو سوا اس کے واسطے جسکے چاہے اور جو شریک ٹھہرائے

بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾
ساتھ اللہ کے پس تحقیق گمراہ ہوا گمراہ ہونا دور

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ
اللہ اس کو ہرگز نہیں بخشتا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے اور

مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ
اس کے سوا جس کو چاہے بخشتا ہے اور جس نے اللہ کا

بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾
شریک ٹھہرایا وہ بہک کر دور جا پڑا

پچھلی آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر مشرکوں کا راستہ اختیار کرنے والے کی سزا بیان فرمائی تھی کہ اُسے دوزخ میں داخل کریں گے دنیا میں وہ جو بھی چاہے کرے آخر ہمارے ہی پاس آئے گا اُسے معلوم ہونا چاہیے۔ اس کے لیے جو جگہ تیار ہے اور جس کو اس نے مشرکوں سے مل کر اپنے لیے اختیار کر لیا ہے۔ وہ بڑی خوف ناک جگہ ہے — اس آیت میں ایک عام حکم صادر فرمایا کہ شرک ایسا جرم ہے جسے اللہ کبھی معاف نہ کرے گا۔ ہاں اگر کوئی اسلام میں داخل رہے اور اس کے فیصلے مانتا رہے تو اللہ اس کے چھوٹے بڑے دونوں قسم کے گناہ جو شرک کے درجے تک نہ پہنچے ہوں اگر چاہے تو معاف کر سکتا ہے۔ مثلاً طعمہ اگر اسلام کو نہ چھوڑتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف مشرکوں کو اختیار نہ کرتا تو اس کی چوری اور تہمت کے لیے معافی کی اُمید تھی لیکن اسلام چھوڑ کر شرک اختیار کر لینے کے بعد اسے معاف نہیں کیا جا سکتا اور اس کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ ہے مشرک جو شرک کرتے کرتے مر گئے وہاں سے اُن کے نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ شرک اختیار کرنے والا اس راستہ سے جو اللہ کی مغفرت اور رحمت کی طرف لے جاتا ہے۔ بالکل ہٹ کر ایک غلط راستہ پر پڑتا ہے وہ یقیناً جہنم پر جا کر ختم ہوگا شرک کا راستہ مغفرت اور رحمت سے بالکل جُدا ہے۔ اس راستہ پر پڑنے والے کو مغفرت اور رحمت سے کوئی واسطہ ہی نہیں رہتا۔

یہ آیت اسی سورت میں پہلے بھی آ چکی ہے لیکن وہاں یہود کا ذکر تھا جو یہ دعوے کرتے تھے کہ ہم اللہ کے خاص بندے اور پیغمبر کی اولاد ہیں ہمیں عذاب نہیں ہو سکتا اور اگر ہوا بھی تو چند روز اُن سے کہا گیا تھا کہ تم شرک میں مبتلا جو بچھڑے کو پوجتے ہو حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے ہو۔ کان کھول کر سن لو کہ مشرک کی مغفرت کبھی نہ ہوگی۔

اس جگہ مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ شرک کرنے والا اللہ کی مغفرت کی اُمید نہیں رکھ سکتا اور شرک یہی نہیں کہ اللہ کے سوا دوسرے کو پوجنے لگے یا کسی کو اُس کا بیٹا ٹھہرائے بلکہ اُس کے حکم سے مُنہ موڑ کر دوسرے کا حکم ماننا بھی شرک ہے۔ جیسے اس چور نے کیا کہ سزا کے حکم سے مُنہ موڑا اور مشرکوں میں محض اس لیے جا ملا کہ وہاں یہ سزا نہیں۔

Marfat.com

مُشرکوں کا شرک

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ
نہیں پکارتے وہ اس کے سوا مگر عورتیں اور نہیں

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنَاثًا ۚ وَاِنْ
اللہ کے سوا نہیں پکارتے مگر عورتوں کو اور نہیں

يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ
پکارتے وہ مگر شیطان نافرمان کو لعنت کی اللہ

يَدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وقف لازم
پکارتے مگر شیطان سرکش کو جس پر اللہ نے لعنت

وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا
اور کہا اُس نے البتہ ضرور لوں گا میں سے بندوں تیرے حصہ

وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا
کی اور شیطان نے کہا کہ میں ضرور تیرے بندوں میں سے لوں گا مقررہ

مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَ
مقرر کیا ہُوا اور البتہ ضرور بہکاؤں گا اُن کو اور

مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَ
حصہ اور اُن کو بہکاؤں گا اور

لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ
البتہ امیدیں دلاؤں گا اُن کو اور البتہ ضرور سکھاؤں گا میں اُن کو پس ضرور چیریں گے وہ کان جانوروں کے

لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ
ان کو امیدیں دلاؤں گا اور اُن کو سکھلاؤں گا کہ جانوروں کے کان چیریں

مَفْرُوْضًا (مقرر) فرض سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ٹھہرانا اور معین کرنا یہاں مفروض سے مراد۔ مقرر و مُعیّن ہے

لَاُمَنِّيَنَّ (ضرور اُمیدیں دلاؤں گا) اس میں بھی پہلے لام اور آخر میں نون تاکید کے معنی دیتا ہے یہ لفظ منیہ سے بنا ہے جو آرزو کو کہتے ہیں اسی سے تمنّا ہے۔

لَيُبَتِّكُنَّ۔ (چیریں گے) اس میں بھی اوّل میں لام اور آخر میں نون تاکید کے لیے ہے یہ لفظ بتک سے بنا ہے جس کے معنی چیرنا ہیں۔

اَنْعَامٌ (جانور) نعم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں چوپایہ یعنی وہ جانور جن کو کام کے لیے پالتے ہیں جیسے اونٹ بیل گائے گھوڑا وغیرہ

ارشاد ہے کہ ان مشرکوں کی عقل تو دیکھو کہ اللہ قوی و قادر سے مُنہ موڑ کر نہ سہارا کن کا ڈھونڈھتے ہیں پتھروں کا جن کا نام بھی رکھا تو عورتوں کا سا۔ ایسی چیزوں کو پکارنا اور اُن سے دعا کرنا نادانی کی انتہا ہے۔ ہُوا یہ کہ وہ شیطان کے بہکانے میں آگئے ہیں۔ اور ان چیزوں کے پردے میں کسی کو نہیں بلکہ شیطان کو پکارتے ہیں۔ شیطان کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ نافرمان اللہ کے حکم سے مُنہ موڑ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی درگاہ سے دھتکار دیا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے ملعون اور مردود قرار دیا۔ شیطان نے کہا۔ میں اب اس کوشش میں رہوں گا کہ آدم کی اولاد میں گھس کر جن پر بھی میرا داؤ چل گیا۔ تیرے مقرر راستے سے ہٹاؤں گا وہ میرے نام کی نذر و نیاز دیں گے بتوں کے نام پر جانوروں کے کان چیریں گے اور اُنہیں آزاد چھوڑ دیں گے۔

Marfat.com

شیطان کے ہتھکنڈے

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ

اور البتہ ضرور سکھاؤنگا انہیں پس البتہ بدلیں گے وہ صورت بنائی ہوئی اللہ کی

اور البتہ ضرور سکھلاؤں گا انہیں پس البتہ بدلیں گے وہ صورت بنائی ہوئی اللہ کی

وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ؕ ﴿۱۱۹﴾

اور جو کوئی بناوے شیطان کو دوست چھوڑ کر اللہ کو پس تحقیق نقصان اٹھایا اس نے نقصان کھلا

اور جو کوئی شیطان کو دوست بنائے اللہ کو چھوڑ کر تو وہ صریح نقصان میں پڑا

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾

وہ وعدہ کرتا ہے ان سے اور امیدیں دلاتا ہے ان کو اور نہیں وعدہ کرتا ان سے شیطان مگر دھوکا یہ لوگ ٹھکانا ہے ان کا دوزخ اور نہ پائیں گے اس سے بھاگنے کی جگہ

وہ ان کو وعدہ دیتا ہے اور انکو امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو سب فریب ہے ایسوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ وہاں سے کہیں بھاگنے کی جگہ نہ پائیں گے۔

فَلَيُغَيِّرُنَّ (بدلیں گے) تغیر سے ہے جس کے معنی ہیں بدل دینا اور اصلی حالت سے ہٹا دینا اس میں بھی لام اور نون تاکید کیلئے ہے۔

غُرُوْرًا (جھوٹا) غرور دھوکے کی چیز اور دھوکا دینے کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ چیز جس کو بناوٹی شکل میں پیش کیا جائے اور اصل میں نہ ہو یعنی فریب۔

پچھلے سبق میں ہم یہاں تک پہنچے تھے کہ شیطان نے کہا میں لوگوں کو دنیا کی آرزوں خواہشوں اور تمناؤں میں پھنسائے رکھوں گا۔ وہ پتھروں اور کمزور چیزوں کے نام پر جانوروں کے کان چیریں گے بتوں کے نام پر ان کو آزاد پھرنے کے لیے چھوڑیں گے اس سے آگے شیطان کہتا ہے۔ میں اُن سے کہوں گا کہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کی صورت بگاڑو اور اس کے مقرر کیے ہوئے فطری قانون اور قاعدوں کے خلاف کرو۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے احکام کو توڑنا اور اُن پر عمل نہ کرنا بلکہ اُس کے خلاف چلنا شیطان کی عین مرضی ہے اور جہاں تک ہو سکتا ہے وہ انسان سے وہی کام کرنے کو کہتا ہے۔ جن سے اللہ نے منع کیا ہے ہر انسان اُس کے بہکانے میں اس لیے آجاتا ہے کہ اُسے محض عارضی لذت کی چاٹ آپے سے باہر کر دیتی ہے۔ اور یہ اپنا بہت سخت نقصان کر لیتا ہے اور بعد میں پشیمانی اور ندامت میں مبتلا ہوتا ہے لیکن کچھ دن بعد پھر شیطان کے ہتھکنڈے اُسے پھر بے بس کر دیتے ہیں اور پھر خواہش پورا کرنے کے لیے شیطانی چالیں قبول کر لیتا ہے اس لیے ارشاد ہے کہ شیطان کے وعدے فریب اور دھوکے کی پوٹ ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی اصل نفع کبھی نہیں حاصل ہوتا۔ شیطان کے غلاموں کے لیے پشیمانی اور ندامت کے سوا اور کوئی پھل نہیں ہے۔ اور یہی قیامت کے دن اُن کے لیے دوزخ کی شکل میں نمودار ہوگی۔ وہ لوگ اس میں جھونک دیے جائیں گے اور کہیں اُن کا ٹھکانا نہیں ہے۔ اس سے بھاگ کر وہ کہیں نہیں جا سکتے۔

Marfat.com

اللہ کا سچا وعدہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کیے

سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
ہم ان کو باغوں میں داخل کریں گے۔ جن کے نیچے بہتی ہیں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ
نہریں ان میں ہمیشہ رہا کریں گے اللہ کا وعدہ

حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾
سچا ہے اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہے

وَالَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - وَعَمِلُوا - الصّٰلِحٰتِ
اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے اچھے

سَنُدْخِلُهُمْ - جَنّٰتٍ - تَجْرِيْ - مِنْ - تَحْتِهَا
عنقریب داخل کریں گے ہم اُن کو باغوں میں بہتی ہیں جن کے نیچے

الْاَنْهٰرُ - خٰلِدِيْنَ - فِيْهَآ - اَبَدًا ؕ - وَعْدَ - اللّٰهِ
نہریں رہا کریں گے اُن میں ہمیشہ وعدہ اللہ کا

حَقًّا ؕ - وَمَنْ - اَصْدَقُ - مِنَ - اللّٰهِ - قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾
سچا اور کون زیادہ سچا ہے سے اللہ بات میں

خٰلِدِيْنَ (جم کر رہنے والے) خالد کی جمع ہے جس کے معنی ہیں یوں جم کر رہنے والا۔ کہ نکلنے کا خیال اسے نہ ستائے اس کا مصدر خلود ہے خلد بھی اسی سے ہے۔ یعنی جم کر رہنے اور ہمیشگی کی جگہ۔

اَصْدَقُ (زیادہ سچا) صدق سے بنا ہے۔ جس کے معنی سچائی کے ہیں اصدق وُہ ہے جو سچائی میں مقابلہ کے وقت دوسروں سے بڑھا ہُوا ہے --- قِيْلًا بات اس کے وہی معنیٰ ہیں جو قول کے ہیں فقط شکل میں فرق ہے معنی میں نہیں۔

پہلی آیتوں میں ان لوگوں کا بیان تھا جو شیطان کی طرف جھکے ہوئے ہیں اور شیطان اُن کو اُن کی بیہودہ خواہشوں میں پھنسا کر کے اور جھوٹے وعدے کر کے اُن کو تباہی کی طرف لے جا رہا ہے اُن کو دردناک آگ کا عذاب گھیر لے گا۔ جس سے بچنا ان کی طاقت سے باہر ہوگا۔

ان کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبرداروں کو ان کی فرمانبرداری کا صلہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ دل وجان سے اللہ اور رسول کو مانتے ہیں اپنی خواہشوں کو اُن کے فرمان کے تابع بنا دیتے ہیں ہر کام کرنے سے پہلے یہ سوچ لیتے ہیں کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع تو نہیں کیا۔ انہیں یقین ہے کہ ہماری بھلائی اور بہتری اسی کام میں ہو سکتی ہے جس کے کرنے کی ہمیں آپ نے اجازت دی ہے اور اس کے کرنے سے منع نہیں کیا وُہ اپنی عقل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کے سامنے کسی گنتی ہی میں نہیں لاتے اور خواہشوں کو اسی طریقے سے پُورا کرتے ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کتاب کے مطابق اُن کے لیے مقرر کر دیا ہے اس طریقہ کے مقابلے میں کسی طریقہ کو خاطر میں نہیں لاتے اور اللہ کو راضی کرنے کے جو کام آپ نے بتا دیئے ہیں اور اُن کے کرنے کی شکل مقرر کر دی ہے اُن کو اسی شکل میں خوشی خوشی کرتے ہیں اور کسی کے بہکانے میں نہیں آتے۔

وُہ شیطان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ ہمیں بے روک ٹوک دنیاوی خواہشوں کو پُورا کرنے کے لئے کہتا ہے۔ لیکن وُہ اس کے بہکاوے میں نہیں آتے اور اللہ کے وعدوں پر بھروسہ کر کے اس کے رسول کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے اُن کی خواہشیں مرنے کے بعد جنّت کی شکل میں ظاہر ہوں گی۔ وہاں اُن کو عیش و آرام میں ہمیشہ کی زندگی بسر کرنے کے لیئے داخل کر دیا جائے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو بالکل سچا ہے اور اللہ سے زیادہ سچا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

آرزو پر فیصلے نہیں ہوتے

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ
نہیں ساتھ تمہاری آرزوؤں اور نہ آرزوئیں رکھنے والے۔ کتاب کے

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ
جو کرے برائی سزا دیا جائیگا اس کی اور نہ پاویگا اپنے لیے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ
سوا اللہ کے دوست اور نہ مددگار اور جو

يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ
کرے سے نیک کاموں سے مرد یا

اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ
عورت اور وہ مومن ہو پس وہ داخل ہوں گے

الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾
جنت اور نہ گھٹایا جائے گا ذرا سا

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ
نہ تمہاری امیدوں سے کچھ ہوگا اور نہ اہل کتاب کی امیدوں سے

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ
جو کوئی برا کام کرے گا۔ اس کی سزا پائے گا اور اپنے لیے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ
اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائے گا اور جو

يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ
کوئی اچھے کام کرے مرد ہو یا

اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ
عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ جنت میں

الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾
داخل ہوں گے اور ان کا حق تل بھر ضائع نہ ہوگا۔

یُجْزَ (سزا دیا جائے گا) یہ جزاء سے بنا ہے۔ عربی میں جزا بھلائی اور برائی دونوں کے بدلے کو کہتے ہیں اگرچہ اردو میں بھلائی کے بدلے کو جزا اور برائی کے بدلے کو سزا کہتے ہیں۔ یہاں برائی کے بدلے کا ذکر ہے اس لیے سزا ترجمہ کیا گیا ہے۔

نَقِيْرًا (ذرا سا) عربی میں نقیر اس گہری لکیر کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے بیچ میں ہوتی ہے۔ اسی اعتبار سے یہاں اس سے مراد ہے ایک بے حقیقت چیز اردو میں ایسے موقعہ پر کہتے ہیں تل بھر یا ذرا سا۔

پچھلے سبق میں ذکر تھا کہ کفر اور شرک کرنے والے شیطان کے بہکاوے میں آکر اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ لیتے ہیں اور بتوں کے نام عورتوں کے سے رکھ کر ان پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں وہ لوگ دوزخ میں جھونک دیے جائیں گے اور پھر انہیں وہاں سے نکلنا نصیب نہ ہوگا یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ایمان والے لوگ جو نیک کام کریں ان کو جنت کے ہرے بھرے باغوں میں جگہ دی جائے گی وہ وہاں بڑے آرام سے ہمیشہ رہیں گے۔

عذاب و ثواب والی اس قسم کی آیات کو سن کر یہودی اور عیسائی کہتے تھے کہ ہمیں اس کی پرواہ نہیں کیونکہ ہم اللہ کے خاص بندے ہیں ہمیں عذاب نہیں ہوسکتا۔ یہودی کہتے ہم اللہ کے (نعوذ باللہ) بیٹے ہیں ہمیں عذاب کیسے ہوسکتا ہے ادھر نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ ہمارے گناہوں کے بدلے مسیح علیہ السلام نے پھانسی پر جان دی اس لیے کہ ہمارے گناہوں کی پکڑ نہ ہوگی اب ہم چاہے کچھ کریں ہمیں عذاب نہ ہوگا۔ ان سب کا جواب ان آیتوں میں دیا گیا ہے ارشاد ہے کہ نہ یہود کی شیخی بگھارنے سے کچھ ہوتا ہے اور نہ کسی اور کی باتوں سے کچھ بنتا ہے ہمارے ہاں تو قاعدہ یہ ہے کہ جو برا کرے گا اس کی سزا ملے گی اور کوئی اس کو اللہ کی پکڑ سے نجات دلانے والا نہیں ہوسکتا اور جو بھلائی کرے گا اور ایمان رکھتا ہوگا۔ وہ خواہ مرد ہو یا عورت جنت میں جائیگا۔ اور اس پر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا اور اس کے ثواب میں ایک تل برابر بھی کمی نہ ہوگی۔

Marfat.com

اسلام اور ملّتِ ابراہیمی

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ
اور کون زیادہ اچھا ہے دین اس سے جس نے جھکایا اپنا چہرہ

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ
اور اس سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے اپنی پیشانی رکھی

لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
اللہ کے سامنے اور وہ نیکوکار اور پیروی کی دین ابراہیم کی

لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
اللہ کے حکم پر اور نیک کاموں میں لگا ہوا ہے اور وہ دین ابراہیم پر چلا

حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾
ایک ہی طرف اور بنالیا اللہ نے ابراہیم کو گہرا دوست

حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾
جو ایک ہی طرف کا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو گہرا دوست بنا لیا

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
اور اللہ کیلئے جو ہیں آسمانوں اور جو ہیں زمین

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع ۱۸ ۱۱ ۱۵
اور ہے اللہ ہر چیز گھیرے ہوئے

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع
اور سب چیزیں اللہ کے قابو میں ہیں

اَسْلَمَ : (جھکا لیا) یہ لفظ اسلام سے ہے مسلم بھی اس سے ہے اسلام کے معنی ہیں، مان لینا اور تابعداری کرنا۔

اَسْلَمَ وَجْهَهٗ : (اپنا چہرہ نیچا کیا، یعنی فرمانبرداری قبول کی اور عاجزی سے سر جھکایا۔

مُحْسِنٌ : احسان اور نیکی کرنے والا۔ یعنی نیکوکار اور اچھے کاموں میں لگا ہوا۔

حَنِيْفًا : حنیف سے ہے جس کے معنی ہیں مائل ہونا ایک طرف کو جھک جانا۔ حنیف حضرت ابراہیمؑ کا لقب بھی ہے یہاں اس سے مراد ہے۔ تمام بناوٹی دینوں کو چھوڑ کر سچے دین کو اختیار کرنے والا۔

پچھلے سبق کا خلاصہ یہ تھا کہ ہر ایک فرقہ اپنے اپنے مذہب کو سب سے بہتر سمجھے بیٹھا ہے۔ اور آس لگا رکھی ہے کہ نجات تو بس ہمارے ہی مذہب سے حاصل ہوگی۔ دوسرے تو یوں ہی ہیں۔ ان آیات میں ان خیالات کو بالکل بیکار بتایا گیا ہے اور سمجھایا گیا تھا کہ اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے کچھ نہیں ہوتا اگر واقعی سچائی کے طالب ہو تو خوب کان کھول کر ایک عام قاعدہ سن لو اور شیخیاں بگھارنے سے باز آجاؤ۔

تمام انسانوں کے لیئے چاہے وہ زمین کے کسی حصّے پر رہتے ہوں اور اپنے آپ کو یہودی کہتے ہوں یا عیسائی یا مسلمان یا کچھ اور ایک قاعدہ مقرر ہو چکا ہے جس کا ٹوٹنا محال ہے۔ کہ جو کرے گا سو بھرے گا۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم کو ہمارے پیشوا یا ہمارے رشتہ دار ہمارے بُرے کرتوتوں کی سزا سے بچالیں گے جیسے عیسائی کہتے ہیں حضرت عیسیٰؑ خود تکلیفیں اُٹھا کر اور ہمارے بدلے خود قربان ہو کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو چکے ہیں۔ اب ہم سزا سے بے فکر ہیں چاہے جو کریں ہماری پکڑ نہ ہوگی۔

ان آیتوں میں صاف کھول کر کہہ دیا گیا ہے کہ دین ان ہی کا سب سے اچھا ہے جو دل سے اللہ کی طرف جھک چکے ہیں اور اُس کی مقررہ شریعت اسلام پر خوشی خوشی عمل کر رہے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کو جو سب کو چھوڑ کر ایک اللہ کے ہو رہے تھے۔ اور اللہ نے اُن کو سچا دوست مان لیا تھا دل و جان سے قبول کر چکے ہیں ظاہر ہے کہ یہ ساری خوبیاں صحابہ کرامؓ میں ہی پائی جاتی ہیں اس کے بعد فیصلہ سنا دیا کہ ساری چیزیں اللہ کے قبضے میں ہیں وہی سب کا مالک ہے۔ اس کے آگے کسی کی کچھ نہیں چل سکتی۔

Marfat.com

قیامِ عدل

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ
اور فتویٰ طلب کرتے ہیں وہ تجھ سے میں عورتوں کہہ اللہ اجازت دیتا ہے تمکو

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاۗءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ
اور تجھ سے عورتوں کی نکاح کی رخصت مانگتے ہیں کہدے اللہ تمکو اجازت دیتا ہے

فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى
انکے بارے میں اور جو پڑھا جاتا ہے تم پر میں کتاب وہ ہے حق میں یتیم

فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى
ان کی اور وہ جو تم کو قرآن میں سنایا جاتا ہے سو حکم ہے ان یتیم

النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ
عورتوں کے وہ جو نہیں دیتے تم ان کو جو لکھ دیا گیا ہے واسطے اُن کے

النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ
عورتوں کا۔ جن کو تم اُن کے لیے مقرر کیا ہوا نہیں دیتے

وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ
اور چاہتے ہو یہ کہ نکاح کرو تم اُن سے اور کمزوروں کے بارے میں

وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ
اور چاہتے ہو کہ ان کو نکاح میں لے آؤ اور حکم ہے ناتوان

مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ
سے لڑکوں میں اور یہ کہ قائم رہو تم واسطے یتیموں کے ساتھ انصاف کے

مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ
لڑکوں کا اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾
اور جو کرو تم سے نیکی پس بیشک اللہ ہے ساتھ کے جاننے والا

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾
اور جو بھلائی کرو گے سو وہ اللہ کو معلوم ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَ کا مصدر استفتاء ہے جو فتویٰ سے بنا ہے فتویٰ کے معنی اجازت اور رخصت ہیں۔ استفتاء کے معنی ہیں۔ رخصت مانگنا اور اجازت چاہنا۔ يُفْتُوْنَ بھی اسی مادہ سے ہے اُس کا مصدر افتاء ہے۔ افتاء کے معنی ہیں رخصت اور اجازت دینا۔

اَلْمُسْتَضْعَفِيْنَ (کمزور ناتوان) مستضعف کی جمع ہے جو ضعف سے بنا ہے جس کے معنی کمزوری اور ناتوانی ہیں۔

اس سورت کے شروع میں یتیموں کے بارے میں حکم تھا۔ کہ اُن کے حقوق کا خیال خاص طور پر رکھو۔ یہاں تک کہ یتیم لڑکیوں سے اُن کے ولی شادی نہ کریں جن کے ہاتھوں اُن کی حق تلفی کا اندیشہ ہو۔ اس آیت کے پیشِ نظر بعض قریبی رشتہ داروں نے بالکل اُن سے شادی کرنی چھوڑ دی۔ بعد میں دیکھا کہ جن غیروں نے یتیم لڑکیوں سے شادیاں کیں اُنہوں نے اُن کو بہت دُکھ دیا۔ اب محسوس ہوا۔ کہ اگر اپنوں میں شادی ہوتی تو لڑکی خوش رہتی۔ لوگوں نے آنحضرت سے اس بارہ میں کچھ سوالات بھی کیئے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ یتیم لڑکیوں کا اُن کے قریبی رشتہ داروں سے نکاح کرنے کی اجازت چاہتے ہیں اُن سے کہہ دو کہ اس کی تمہیں اجازت ہے پہلے بھی تمہیں اس طرح کی شادی سے صرف اِس صورت میں روکا گیا تھا کہ شاید تم اُن کا حق نہ ادا کرو اور اُن کے مال پر قبضہ جمانا چاہو۔ یا کسی اور اپنے نفع کے خیال سے یتیم لڑکیوں سے شادی کرو جس میں اُن کا نقصان ہو۔ ایسی صورت میں واقعی تمہیں ایسی بے بس یتیم لڑکی سے جس کا سوا تمہارے کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ شادی نہ کرنی چاہیئے اللہ تعالیٰ نے بار بار کمزور عورتوں اور لاوارث بچوں کے ساتھ انصاف اور عدل کرنے کے لیئے حکم دیا ہے عورتوں اور بچوں کو بھی اس نے وارث قرار دیا ہے اور اس بات کی تاکید کی ہے۔ کہ یتیموں کے ساتھ پوری طرح انصاف کرو۔ اللہ کے حکم کے آگے اپنی عقل چلانا بیہودہ بات ہے اللہ تعالیٰ تم کو جو حکم دیتا ہے اس میں سراسر بھلائی ہوتی ہے اس کے حکم کے آگے سر جھکاؤ تمہیں اتنا علم نہیں کہ تم اپنی بہتری کی بات سوچ سکو اللہ کی فرمانبرداری کے تحت جو بھی نیک کام کرو گے وہ اللہ کے ہاں ضائع نہ ہوں گے۔

Marfat.com

بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا
اور اگر کوئی عورت خوف کرے سے خاوند اپنے بیزاری

اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا
یا پھر جانا پس نہیں گناہ اُن دو پر یہ کہ وُہ صلح کریں

بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ
اپنے درمیان کوئی صلح اور صلح اچھی چیز اور حاضر کی گئی

الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ
دلوں میں حرص اور اگر نیکی کرو تم اور بچو پس تحقیق

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾
اللہ ہے ساتھ جو تم کرتے ہو خبردار

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا
اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے لڑنے سے ڈرے

اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا
یا جی پھر جانے سے۔ تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں

بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ
کسی طرح صلح کرلیں اور صلح خوب چیز ہے اور دلوں کے سامنے

الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ
حرص موجود ہے اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو۔ تو اللہ

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾
کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے

اُحْضِرَتْ (حاضر کی گئی ہے) اور سامنے رکھ دی گئی ہے احضار مصدر ہے جس کے معنی حاضر کر دینا اور موجود کر دینا ہیں یہ حضور سے بنا ہے جس کے معنی ہیں آگے آنا سامنے آنا۔

نُشُوْزًا (بے زاری۔ بدسلوکی) اس سے مُراد یہ ہے کہ اگر بیوی یہ محسوس کرے کہ خاوند اس سے کچھ کھنچا کھنچا رہنے لگا ہے۔ محبت اور حُسنِ سلوک کی جگہ ناراضی اور بیزاری نے لے لی ہے تو اس میں کوئی برائی نہیں کہ وُہ خود بڑھ کر صلح کرلے۔

شُحَّ (حرص) اس لفظ کے معنیٰ حرص اور جی کے للچانے کے سوا زبردست خواہش کے بھی ہوتے ہیں۔

اس آیت میں عورتوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کی بعض اور صورتوں کا ذکر ہے۔ اور اُن کی بابت ہدایتیں ہیں تاکہ عام طور پر میاں بیوی کے تعلقات آپس میں اچھے ہو جائیں ارشاد ہے اگر بیوی دیکھے کہ میاں اُس سے کچھ الگ الگ رہتے ہیں ان کا دل کچھ پھرا ہُوا معلوم ہوتا ہے۔ تو اس میں کچھ حرج نہیں کہ اس کو راضی کرنے کے لیے بیوی مناسب تدبیریں اختیار کرے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر آدمی کے دل سے مال کا لالچ چمٹا ہُوا ہے۔ نفع کی خواہش دم کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اس لیے بیوی اپنے خرچ میں کچھ کمی کرنے یا مہر میں سے کچھ گھٹانے پر آمادہ ہو جائے تو میاں اپنا مالی نفع دیکھ کر اس سے راضی ہو جائے گا۔ میاں کو بھی چاہیے۔ کہ بیوی کی طرف سے باہمی ملاپ کی کوشش دیکھ کر ملاپ کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ کیونکہ بہتری اسی میں ہے کہ میاں بیوی آپس میں میل جول اور صلح صفائی کے ساتھ رہیں باہمی ناچاقی کے بہت سے سبب ہو سکتے ہیں لیکن اس کے دُور کرنے کے لیے دونوں کو ہر وقت تیار رہنا چاہیئے اگر ایک طرف سے صلح کا ذرا سا بھی اشارہ ہو۔ تو دوسرے کو فوراً اُسے منظور کر لینا چاہیئے اس میں کچھ حرج نہیں کہ بیوی میاں کو کچھ مالی فائدہ پہنچائے اور میاں اُسے منظور کرے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ مرد عورتوں کے ساتھ شروع ہی سے نیک برتاؤ کریں اور ناچاقی کا موقع ہی نہ آنے دیں تو بہت ہی اچھا ہے۔ اللہ سے اُن کا عمل اور ارادہ چھپا ہُوا نہیں ہے اُس کو سب معلوم ہے۔ گویا اس آیت میں بیوی کو کہا کہ تم ذرا مالی قربانی سے کام لو۔ اور خاوند سے مطالبہ کیا کہ تم حُسنِ سلوک اور خدا خوفی سے کام لو باہمی تعلقات کی بہتری ہر چیز سے مقدم ہے۔

Marfat.com

بیویوں میں عدل شرط ہے

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ
اور ہرگز نہ کرسکو گے تم کہ برابری کرو درمیان عورتوں کے

وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا
اگرچہ حرص کرو تم پس نہ جھکو تم پورا جھکنا کہ چھوڑ دو اسکو

كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ
مانند ادھر لٹکتی ہوئی کے اور اگر سنوارو اور بچو ظلم سے پس بیشک اللہ ہے

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا
بخشنے والا مہربان اور اگر جدا ہوں دونوں بے پروا کریگا اللہ ہر ایک کو

مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾
سے کشائش سے اور ہے اللہ کشائش والا تدبیر جاننے والا

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ
اور تم عورتوں کو ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے

وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا
اگر تم اس کی حرص کرو سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت

كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ
کو جیسے ادھر میں لٹکتی اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا
بخشنے والا مہربان ہے اور اگر دونوں جدا ہو جاویں تو اللہ ہر ایک کو بے پروا

مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾
کردیگا اپنی کشائش سے اور اللہ کشائش والا اور تدبیر جاننے والا ہے۔

تَسْتَطِيْعُوْا (تم کرسکو گے) استطاعت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں طاقت رکھنا۔ کرسکنا۔

تَمِيْلُوْا (جھکو تم) میل سے ہے جس کے معنی ہیں جھکنا۔ مائل ہونا اور ساری توجہ ایک طرف کرلینا میلان بھی اس سے ہے۔

مُعَلَّقَةِ ط (لٹکی ہوئی) تعلیق مصدر ہے جس کے معنی ہیں لٹکا دینا اور ادھر رکھنا۔ اصطلاح میں اس سے مراد ہے نکاح کرنے کے بعد بیوی کو نہ گھر میں بسانا اور نہ طلاق کے ذریعہ آزاد کرنا۔ اسلام نے اس صورتِ حال کو نہایت قبیح بات قرار دیا ہے۔

تَتَّقُوْا (بچو برائی سے) اتقاء مصدر ہے۔ جو تقویٰ سے بنا ہے۔ تقویٰ برائی سے الگ رہنے اور پرہیزگاری کو کہتے ہیں اتقاء کے معنی ہیں تقویٰ اختیار کرنا۔

عرب میں اسلام سے پہلے جتنی عورتوں سے چاہتے تھے شادی کرلیتے تھے کوئی حد مقرر نہ تھی۔ اس کے بعد وہ اُن کو بے پروائی کے ساتھ پڑا رہنے دیتے کسی کو پوچھا کسی کو نہیں۔ اسلام نے اس کو پسند نہیں کیا۔ اسلام نے ایسی تدبیر اختیار کی جس سے یہ رواج رفتہ رفتہ ختم ہو جائے۔

بہت سی شادیوں کی اصلاح پہلے تو یہاں سے شروع کی کہ عورتوں کو اُن کے گرے ہوئے مرتبہ سے اٹھایا اور مردوں کو سکھایا۔ کہ یہ محض تمہاری شہوت پورا کرنے کے لیئے نہ سوچنے سمجھنے والی بے جان مورتیں نہیں کہ جن سے جیسے جی چاہے کام لو۔ وہ اپنے مال کی مالک ہیں اُن کو ورثہ ملے گا۔ ان کو تمہیں اپنے بہت سے معاملات میں برابر کا مددگار اور حصہ دار ماننا پڑے گا۔ اس کے بعد کہا گیا کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی اُن کی مرضی سے کرسکتے ہو۔ لیکن اِن سب کو آرام سے رکھنا پڑے گا۔ اور یاد رکھو کہ عورتوں میں عدل و انصاف تمہارے بس کا نہیں تم دیکھو گے کہ کوشش اور اچھی نیت کے باوجود بھی تم اُن میں پورا انصاف نہیں کرسکتے۔ تمہارے لیئے یہ ہرگز روا نہیں کہ ایک طرف زیادہ جھکے رہو اور دوسری کو اُدھر میں لٹکا رکھو۔ اور اگر دیکھو کہ تم نباہ نہیں کرسکتے تو طلاق دے دو۔ اللہ تعالیٰ سب کا مالک ہے اُس کے ہاں کچھ کمی نہیں ہے وہ نیک نیت والوں کو اپنی وسیع رحمت سے اِتنا کچھ دے گا کہ ایک دوسرے سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

Marfat.com

خوفِ خدا

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَ
اور اللہ کا جو ہیں آسمانوں اور جو ہیں زمین اور

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَ
جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کا ہے اور

لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ
بیشک ہم نے حکم دیا اُن کو جو دیے گئے کتاب سے تم سے پہلے

لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ
بے شک ہم نے حکم دیا ہے تم سے پہلے کتاب والوں کو

وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ
اور تم کو کہ ڈرتے رہو اللہ اور اگر نہ مانو گے تو تحقیق

وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ
اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر تم نہ مانو گے تو

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ
اللہ کا جو ہے میں آسمانوں اور جو ہیں زمین اور ہے

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ
اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور

اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
اللہ بے پروا خوبیوں والا ہے اور اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں

اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
اللہ بے پروا خوبیوں والا اور اللہ کا جو ہیں آسمانوں

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾
اور جو ہیں زمین اور کافی ہے اللہ کارساز

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾
ہیں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کارساز کافی ہے۔

وَصَّيْنَا: توصیۃ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں حکم دینا۔ دوسرے کو بھلائی کی بات یا ایسی چیز دینے کے لیے کہنا جس میں اُس کا فائدہ ہو۔ اور نصیحت کرنا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے لیئے اس دنیا میں رہنے اور کام کرنے کا ایک طریقہ پیش کیا ہے جس کا نام اسلام ہے۔ انسان کو کیسے خیالات رکھنے چاہئیں۔ کیا سوچنا چاہیئے۔ کیا کرنا چاہیئے اور کس طرح کرنا چاہیئے۔ ان سوالات کو قرآن مجید میں بہت ہی اچھی طرح کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ قرآن شریف میں ہمارے لیئے ہر بات کے قاعدے اور حکم موجود ہیں۔ آپس کے معاملے کیسے کرنے چاہئیں۔ رشتہ داروں ملنے جلنے والوں اور عام انسانوں سے کیسا سلوک کرنا چاہیئے۔ یہی باتیں اب تک بیان ہوتی چلی آ رہی ہیں ان سب کی تہ میں ایک بات ہے جس کو موقع بہ موقع بار بار بیان کیا جاتا ہے اور جس کی طرف خاص توجہ دلانا مقصود ہے۔ یعنی ہر وقت اللہ کا خیال دل میں رکھو اُس کو خوش کرنے کے لیئے اچھے کام کرو بُرے کام چھوڑ دو۔

اس سُورت کی اس آیت کے اندر تین دفعہ کہا گیا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کا ہے۔ مزید ارشاد ہے کہ عورتوں کو اچھی طرح رکھو اور اللہ کے ڈر سے ان کو ستانا چھوڑ دو۔ تم سے پہلے لوگوں کو بھی اور تمہیں بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہنا ہی اصل چیز ہے۔ اور اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ کیونکہ اللہ تو بے پروا اور بے نیاز ہے اُسے کوئی حاجت نہیں۔ وہ جو کچھ کہتا ہے۔ تمہارے بھلے کے لیئے کہتا ہے عورتوں کے ساتھ دنیا بے انصافی کرتی تھی اور کرتی ہے اس لیئے قرآن میں بار بار اُن کے ساتھ انصاف کرنے کی تاکید ہے۔ پھر کہا گیا کہ اللہ اپنے حکم ماننے والوں کے سارے کام ٹھیک کر دیتا ہے۔ اور اُسی کی مدد کافی ہے۔ کیونکہ وہ تمام چیزوں کا مالک ہے مسلموں اور غیر مسلموں میں یہی فرق ہے کہ مسلمان جو کچھ کرتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے کرتے ہیں اور جو چھوڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے چھوڑتے ہیں۔ دوسرے لوگ اپنے اپنے خیالات میں پھنسے ہوئے ہیں اور اللہ کو بھول گئے ہیں اگر یہ فرق قائم نہ رہا تو پھر مسلمانی کاہے کی۔

Marfat.com

اللہ سب سے بے نیاز ہے

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ
اگر چاہے لے جائے تم کو اے لوگو اور لے آئے

بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ
اور لوگوں اور ہے اللہ اُوپر اس کے قدرت رکھنے والا جو

كَانَ یُرِیْدُ ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ
ہو ارادہ کرتا ثواب دنیا پس پاس اللہ ثواب

الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع
دنیا اور آخرت اور ہے اللہ سننے والا دیکھنے والا

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ
اے لوگو اگر چاہے تو تم کو دُور کر دے اور لے آئے

بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ
اور لوگوں کو اور اللہ کو یہ قدرت ہے جو

كَانَ یُرِیْدُ ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ
کوئی دنیا کا ثواب چاہتا ہے سو اللہ کے یہاں دنیا

الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع
اور آخرت کا ثواب ہے اور اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے

۱۹ ۸ ۱۶

یُذْهِبْ (لے جائے) اذہاب مصدر ہے جس کے معنیٰ ہیں لے جانا اور دُور کر دینا۔ یہاں اُنہیں آخری معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی پروا نہیں کہ کوئی اُس کی فرمانبرداری کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ وُہ غنی ہے۔ اور زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے، سب کا وُہی مالک ہے۔ اُس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں جس کے پورا کرنے کے لیے وُہ دوسروں کی مدد چاہتا ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انسان سراسر محتاج ہے۔ اور وُہ دوسرے کی مدد کے بغیر اپنی ضرورت کی چیزیں حاصل نہیں کر سکتا۔ وُہ کمزور ہے اس لیئے اسے اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے۔ اس کو بہت سی چیزوں سے ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں اس کے جان و مال کو نقصان نہ پہنچا دیں۔ اس کا علم ناقص ہے اس لیئے وُہ بہت سے ایسے کام کر بیٹھتا ہے جن میں اس کا ضرر ہے۔ اس لیئے اسے اپنے سے زیادہ جاننے والے کی ضرورت ہے۔

اللہ سے زیادہ اُس کا مددگار اور ہدایت کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ انسانی احتیاج اور کم عقلی اس بات کو چاہتی ہے کہ وُہ کسی کو اپنا مددگار ساتھی اور حمایت کرنے والا بنائے اور اس میں وُہ صفتیں۔ قوتیں اور طاقتیں پُوری پُوری ہوں۔ جن کی خود اس میں کمی ہے ذرا سی عقل بھی ہو تو سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی ایسا نہیں جو انسان کا مددگار محافظ نگہبان اور راستہ بتانے والا ہو سکتا ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اگر اللہ کو اس کی حاجت ہوتی کہ کوئی اُس کی فرمانبرداری کرے یا اس سے ڈرے تو وُہ آسانی سے ان لوگوں کو جو اس کی نافرمانی کرتے ہیں دُنیا سے مٹا کر ایسے لوگ پیدا کرتا جو ہر وقت ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑے رہتے اور کبھی اس کی نافرمانی نہ کرتے۔ یاد رکھو اگر تم نافرمانی کرو گے تو وُہ اس پر قُدرت رکھتا ہے کہ تم کو فنا کر دے۔ اور اپنے فرمانبردار بندے تمہاری جگہ دنیا میں پیدا کر دے لیکن اس کو اس کی پرواہ نہیں۔ کہ کوئی اُسے مانے یا نہ مانے اُس نے اپنے ہاں سب کچھ تیار کر رکھا ہے۔ جو دُنیا چاہے اُسے دنیا دے دے گا۔ جو آخرت چاہیے۔ اُسے آخرت کا آرام بخش دے گا۔ اُس کی مرضی یہی ہے۔ کہ تمہیں اختیار دے اور ہر ایک کو اُس کی نیت اور ارادہ کا پھل دے۔ وُہ سب کچھ دیکھتا اور سُنتا ہے کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

Marfat.com

بے لاگ گواہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جاؤ کھڑے ہونے والے ساتھ انصاف

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ
اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ
گواہ اللہ کے لیئے اور اگرچہ خلاف ہوں جانوں تمہاری یا ماں باپ

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ
اللہ کے لیئے گواہی دو اگرچہ تمہارا نقصان ہو یا ماں باپ کا

وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا
اور رشتہ داروں اگر ہو کوئی مالدار یا مفلس

وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا
اور قرابت والوں کا خواہ کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے

فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى
پس اللہ زیادہ قریب ان کے پس نہ پیچھے چلو خواہش

فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى
تو اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے سو تم دل کی خواہش کی پیروی نہ کرو

اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ
یہ کہ انصاف کرو اور اگر زبان کو پیچ دو یا منہ پھیرو پس تحقیق

اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ
انصاف کرنے ہیں اگر تم زبان موڑ کر بولو گے یا بچا جاؤ گے۔ تو

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾
اللہ ہے ساتھ اس کے جو تم کرتے ہو خبردار

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾
اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

قَوّٰمِيْنَ (کھڑے ہونے والے) قیام سے بنا ہے اور قوام کی جمع ہے۔ قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ (کھڑے ہونے والے انصاف کے ساتھ) یعنی انصاف کو ہر وقت مدِنظر رکھنے والے اور عدل و انصاف قائم رکھنے والے۔

عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (تمہارے خلاف) لفظی ترجمہ ہے تمہارے اوپر یعنی تمہیں نقصان اور ضرر پہنچانے والا۔

اَقْرَبِيْنَ۔ (نزدیکی رشتہ دار) اقرب کی جمع ہے جو قریب سے بنا ہے۔ قریب کے معنی ہیں نزدیک اور اقرب کے معنی ہیں۔ بہت زیادہ نزدیک۔

تُعْرِضُوْا (منہ پھیرو) اعراض مصدر ہے یہ لفظ پہلے بھی آچکا ہے یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ بات کہتے وقت اس میں سے کچھ چھوڑ دو یا کسی چیز کو بچا جاؤ تاکہ سننے والا مطلب ٹھیک نہ سمجھ سکے۔

اس آیت میں انسان کو ایک بہت ہی قیمتی حکم دیا گیا ہے اور پہلے جو کہا تھا کہ اللہ سے ڈرو اور اس کے سوا کسی کا خوف و ہراس دل میں نہ لاؤ۔ اس آیت میں اس کی ایک واضح مثال دی ہے کہ تمہارے کام اللہ کے ڈر سے کیسے ہونے چاہئیں ارشاد ہے کہ آپس میں انصاف قائم رکھو اور سچی بات کہو۔ کسی کے ڈر یا لحاظ سے ہرگز غلط بات نہ کہو۔ گواہی دینے لگو تو کسی کے نقصان یا فائدے کا خیال نہ کرو۔ جو بات ہو صاف صاف کہو یہ مت دیکھو کہ اگر صاف صاف کہہ دیا تو تمہیں خود نقصان پہنچ جائے گا۔ یا تمہارے ماں باپ کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ یا کسی قریبی رشتہ دار پر کچھ آنچ آجائے گی۔ یا یہ کہ کسی مالدار کا لحاظ کرو۔ اور اس کے خوش کرنے کے لیئے جھوٹی گواہی دو یا جھوٹی گواہی دینے سے کسی مفلس غریب کا بھلا ہو سکتا ہے اس لیئے کیا حرج ہے۔ یہ اپنی غلط رعائتیں اور ہمدردیاں رہنے دو۔ کوئی مالدار ہو یا مفلس تم سے زیادہ اللہ اس کا خیر خواہ ہے جب وہ تمہیں کہتا ہے کہ سچ بولو اور کسی کی رو رعایت نہ کرو۔ تو تم اس کے مقابلے میں کسی کی رعایت کس منہ سے کرتے ہو۔ سب کا وارث اللہ ہے تم کو اس کا حکم ماننے سے کام ہے۔

Marfat.com

اہلِ ایمان سے مُطالبۂ ایمان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
اے وہ جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور رسول اس
وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ
اور کتاب جو نازل کی اس نے اوپر رسول اپنے اور کتاب
الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ
جو اس نے نازل کی اس سے پہلے اور جو انکار کرے اللہ کا
وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ
اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور دن
الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۱۳۶
پچھلے کا پس تحقیق گمراہ ہوا وہ گمراہی دُور کی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
اے ایمان والو! اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ
وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ
اور اس کتاب پر اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور اس کتاب
الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ
پر جو پہلے نازل کی تھی اور جو کوئی یقین نہ کرے اللہ پر
وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ
اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت
الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۱۳۶
کے دن پر وہ بہک کر دُور جا پڑا

اٰمَنُوْا (ایمان لائے ہو) اٰمِنُوْا (ایمان لاؤ) پہلا فعل ماضی ہے اور دوسرا فعل امر۔ دونوں کا مصدر ایمان ہے جس کے معنیٰ ہیں۔ کسی حقیقت کو زبان سے ماننا اور دل سے اس پر یقین رکھنا ـــــ اہلِ ایمان کو جو کہا گیا ہے اٰمِنُوْا (تم ایمان لاؤ) اس سے مُراد یہی ہے کہ زبان سے اقرار کرنے والو! دل میں بھی یقین پیدا کرو اور خلوص دل سے مانو۔

نَزَّلَ (اتارا) اس کا مصدر "تنزیل" ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا اُترنا۔ جیسے کہ قرآن مجید ۲۳ سال کی مُدّت میں تھوڑا تھوڑا نازل ہُوا ـــــ اَنْزَلَ (اتارا) اس کا مصدر "انزال" ہے جس کے معنیٰ ہیں۔ یکدم اتارنا جیسے کہ دوسری آسمانی کتابیں یک دم اُتری ہیں۔

اس سے پہلی آیات میں حکم تھا۔ سچ بولو۔ حق کا ساتھ دو۔ گواہی سچی دو۔ خواہ کسی کے خلاف ہو۔ مگر یہ سب باتیں ناممکن ہیں جب تک ایمان پُختہ اور یقین کامل نہ ہو۔ اس لیئے حکم ہوتا ہے کہ اللہ کو دل سے مانو۔ زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلے گا۔

اس کے ساتھ ہی اللہ کی کتاب قرآن مجید کو دل سے اللہ کی سچی کتاب مانو۔ اور اُس میں جو لکھا ہے۔ اس پر دل سے یقین کرو۔ اور اُس کے مطابق عمل کرو۔ جو کتابیں قرآن مجید سے پہلے اللہ نے اتاری ہیں۔ اُن کو بھی اللہ کی سچی کتابیں مانو۔ البتہ اب اُن کے وُہی حکم قابلِ عمل ہیں۔ جن کو اس آخری کتاب یعنی قرآن مجید نے برقرار رکھا ہے۔ باقی باتیں جو اُن میں ہیں۔ وُہ اس وقت قابلِ عمل نہیں رہیں۔ اس وقت قرآن مجید ہی پر عمل ضروری ہے کیونکہ اس میں وُہ سب اچھی باتیں جو پہلی کتابوں میں تھیں آگئی ہیں۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کو، اُس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو۔ اُس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو نہ مانے گا۔ اُس کا ایمان مقبول نہیں۔ اُس کو چاہیئے کہ زبانی ایمان کے دعوے کو کافی نہ سمجھے۔ بلکہ اپنے ایمان کو اللہ پر اور اُن سب چیزوں پر جن کا ذکر ہُوا پُختہ کرے اور دل سے اللہ کے ہر حکم کو مانے۔

Marfat.com

ڈھلمل یقین منافق

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ
تحقیق جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر

کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ
کافر ہوئے پھر زیادہ ہوتے کفر نہیں آمادہ اللہ اس پر کہ بخشش

لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ
کرے ان کو اور نہ اس پر کہ ہدایت کرے انکو راہ بشارت دے منافقوں

بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ
یہ کہ اُن کیلیے عذاب دردناک وُہ جو بناتے ہیں

الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ
کافر دوست سے سوائے مومنوں . کیا تلاش کرتے ہیں

عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ﴿۱۳۹﴾ ؕ
پاس اُن کے عزت پس بیشک عزت واسطے اللہ سب

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ
جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے پھر مسلمان ہوئے پھر

کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ
کافر ہوگئے پھر بڑھتے رہے کفر میں تو اللہ ان کو ہرگز بخشنے والا

لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا ﴿۱۳۷﴾ ؕ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ
نہیں اور نہ ان کو راہ دکھائے خوشخبری سنادے منافقوں

بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ
کو کہ ان کے واسطے عذاب دردناک ہے وُہ جو بناتے ہیں

الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ
کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ڈھونڈتے ہیں

عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ﴿۱۳۹﴾ ؕ
اُن کے پاس عزت سو عزت تو ساری اللہ ہی کے لیئے ہے۔

اِزْدَادُوْا (بڑھتے رہے) زیادہ سے بنا ہے۔ اس لیئے اس کے معنیٰ ہیں بڑھتے چلے گئے زیادہ ہوتے گئے۔

پیچھے ذکر تھا۔ کہ کمزور اور ظاہری ایمان والوں کو چاہیئے کہ اپنا ایمان پختہ کریں گویا اس طرف اشارہ تھا کہ حکم ماننے سے ہی ایمان دُرست ہوسکتا ہے اور وعظ و نصیحت سُنتے سُنتے آخر کار یقین پیدا ہوسکتا ہے۔ جو لوگ صرف ظاہری اور دکھاوے کا ایمان لاتے ہیں۔ اُن کے لیئے یہ خطرہ ہے کہ وُہ ذرا سے بہانے سے اسلام کی باتوں کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد پھر کسی کے کہنے سننے یا نفع کے خیال سے دوبارہ زبانی مسلمان ہوجاتے ہیں۔ پھر جب دوبارہ موقعہ آیا۔ دوبارہ کافر ہوجاتے ہیں۔ غرض کبھی اِدھر کبھی اُدھر یوں ہی ڈانواں ڈول رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دن موت آجاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں پر کفر اور نفاق کا رنگ زیادہ چھایا ہُوا ہوتا ہے اور وُہ اسی حالت میں مرجاتے ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ دکھاوے کا ایمان لانے والوں کو یعنی منافقوں کو اچھی طرح سنادو اور یہی ان کے لیئے خوشخبری ہے کیونکہ وُہ کسی سچ مچ کی خوشخبری کے قابل نہیں کہ اُن کے لیئے بہت دکھ پہنچانے والا عذاب تیار ہے۔ وُہ دن بدن کافروں کی طرف ڈھلتے جاتے ہیں اور مسلمانوں کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آخر کار کافروں کو ہی دوست بنا لیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔ آخر اس سے ان کی کیا غرض ہے کیا وُہ یہ اُمید رکھتے ہیں کہ کافروں کے ملنے سے اُن کی عزّت زیادہ ہوگی۔ یاد رکھیں عزت سب کی سب اللہ کے پاس ہے کسی کے پاس نہ اپنے لیئے عزّت ہے نہ دوسروں کے لیئے اللہ جس کو چاہے عزّت دے اس لیئے اس کو مانو ایمان درست کرو اُس کے حکموں پر عمل کرو۔ اس بھروسے پر نہ رہنا کہ کوئی اور تمہیں عزت دے سکتا ہے۔

Marfat.com

بُری مجالس کا بائیکاٹ

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ
اور تحقیق اتارچکا تم پر میں کتاب کہ جب سنو تم
اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا
آیتوں اللہ کہ کفر ہوتا ہے اُن کے ساتھ اور ہنسی ہوتی ہے ان کے ساتھ پس نہ
تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ
بیٹھو تم ساتھ ان یہاں تک کہ گھس جائیں وہ میں کسی بات سوا اسکے
اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ
تحقیق تم اس وقت مانند ان کے بیشک اللہ اکٹھا کرنے والا ہے منافقوں
وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَۨا ۝۱۴۰
اور کافروں میں جہنم سب کو

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ
اور تم پر قرآن میں حکم اتارچکا کہ جب سنو اللہ
اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا
کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنسی ہوتے تو نہ
تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ
بیٹھو اُن کے ساتھ یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں
اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ
مشغول ہوں نہیں تو تم بھی انہی جیسے ہوگئے اللہ منافقوں کو اکٹھا کریگا
وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَۨا ۝۱۴۰
اور کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ

يُسْتَهْزَاُ (ہنسی اُڑاتے) اس کا مصدر (اِسْتِهْزَاءٌ) ہے۔ جس کے معنی ہیں ہنسی اڑانا اور مذاق کرنا خصوصاً اس صورت میں کہ دوسرے کی بے عزتی مقصود ہو۔

يَخُوْضُوْا (وہ مشغول ہوں) خوض سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کے اندر چلے جانا اور غور کرنا یا مشغول ہونا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں ـــــ یہ سورۃ النساء مدنی ہے یہ آیت مدینہ کے منافقوں کے اس طرز عمل کے بارہ میں نازل ہوئی۔ کہ وہ کلام اللہ کی آیات سُن کر ہنسی اڑاتے اور ٹھٹھا کرتے۔ اس سے قبل کی زندگی میں بھی اسی مضمون کا ایک حکم کفارِ مکہ کے بارہ میں نازل ہو چکا تھا۔ چونکہ اُن کا رویہ بھی یہی تھا۔ قرآن مجید میں ملاحظہ ہو سورۃ انعام کی آیت (۶۷) جس کا خلاصہ یہ ہے "جب آپ دیکھیں کہ کفار ہماری آیات کے بارہ میں بکواس کرتے ہیں۔ تو انہیں چھوڑ دیں۔ جب تک وہ کوئی دوسری بات شروع نہ کریں۔

ارشاد ہے کہ ہم پہلے یہ حکم قرآن مجید میں بھیج چکے ہیں۔ اس پر تمام مسلمانوں کو عمل کرنا چاہیئے وہ حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لیئے ہے جس مجلس میں تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کی بے ادبی کی جارہی ہے۔ اور اُن کی ہنسی اُڑائی جارہی ہے اور ان میں عیب نکالے جارہے ہیں۔ اعتراض کیئے جارہے ہیں اور ان کو ایک کھیل بنایا جارہا ہے۔ تو تم اس مجلس سے اُٹھ جاؤ اگر بیٹھے رہے اور اُن کے اعتراض اور ہنسی سنتے رہے تو تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے اور بے ادبوں میں لکھے جاؤ گے۔

ہاں جس وقت وہ گستاخی کی باتیں نہ کر رہے ہوں اور کسی اور قسم کی گفتگو میں مشغول ہوں تو پھر ان کے ساتھ بیٹھنا گناہ نہیں۔ اللہ ان منافقوں اور کافروں کو گھیر کر جہنم میں اکٹھا کردے گا۔ اور یہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اس لیئے ایسی مجلسوں میں جہاں قرآنی احکام کی ہنسی اڑائی جارہی ہو۔ تمہیں شامل نہ ہونا چاہیے۔ اور اگر وہاں پہلے سے بیٹھے ہو۔ تو اس وقت اُٹھ جانا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان کے ساتھ عذاب میں شامل ہو جاؤ۔

Marfat.com

منافقوں کی دوزخی مثال

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ
جو لوگ تاک میں ہیں تمہاری اگر ہو واسطے تمہارے

فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ
فتح سے اللہ کہیں وہ کیا نہ تھے ہم ساتھ تمہارے اور اگر

كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ
ہو واسطے کافروں کے حصہ کہیں وہ کیا نہیں گھیرا ڈالا تھا ہم نے

عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ
تم پر اور بچایا تھا تم کو سے مسلمانوں پس اللہ

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ
فیصلہ کریگا درمیان تمہارے دن قیامت اور ہرگز نہ دے گا

اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ ع
اللہ واسطے کافروں اُوپر مسلمانوں کے کوئی راستہ

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ
وہ جو تمہاری تاک میں ہیں پھر اگر تم کو

فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ
اللہ کی طرف سے فتح ملے تو کہیں کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ

كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ
اور اگر کافروں کا حصہ ملے تو کہیں کیا ہم نے گھیر نہ لیا

عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ
تھا تم کو اور تم کو بچا دیا مسلمانوں سے سو اللہ تعالیٰ

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ
فیصلہ کریگا تم میں قیامت کے دن اور ہرگز اللہ

اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ ع ۲۰ ۱۷
کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ کی راہ نہ دے گا

نَصِيْبٌ : یہاں اس سے مراد لڑائی کا حصہ یعنی فتح ہے۔

نَسْتَحْوِذْ : (ہم نے گھیر لیا تھا) اِسْتِحْوَاذٌ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ہر طرف سے گھیر لینا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ تمہاری حفاظت کی۔

سَبِيْلًا : (راستہ) یہاں اس سے مراد غلبہ اور قابو ہے۔

ارشاد الٰہی ہے کہ منافق تمہاری حالت کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اُن سے یہ اُمید نہیں کہ سچے دل سے تمہارے ساتھی اور طرفدار ہوں اور رنج و راحت میں تمہارا ساتھ دیں۔ یہ تو محض موقع محل دیکھ کر ساتھی بنتے ہیں۔ اور اُن کا مقصد فقط دنیا کا فائدہ ہے اس سے اُونچی اُن کی نظر نہیں اٹھتی۔ ان کا تو حال یہ ہے کہ جب تم اپنے مخالفوں سے لڑ رہے ہو گے تو بظاہر تمہاری طرف کھڑے رہیں گے اور دیکھتے رہیں گے کہ لڑائی کا کیا رنگ ہے۔

اگر تمہاری جیت ہوئی۔ تو جھٹ تمہارے پاس آدھمکیں گے اور باتیں بنانے لگیں گے کہ ہم نے تمہارا ساتھ دیا ہے اور لڑائی میں برابر شریک رہے ہیں اس طرح اپنے کارنامے تمہیں جتائیں گے۔ تاکہ ان کو بھی فتح میں برابر کا شریک سمجھو اور مالِ غنیمت میں سے ان کو بھی حصہ دو۔ اور اگر خدانخواستہ کہیں تمہاری شکست ہو جائے۔ اور تم ہار جاؤ اور دشمن جیت جائے تو تمہیں چھوڑ کر تمہارے دشمن سے جا ملیں گے۔ اور وہاں ان کو خوش کرنے کے لیے باتیں بنائیں گے کہ ہم تو مسلمانوں میں اس لیئے تھے کہ ان کو تمہاری طرف بڑھنے سے روکیں۔ ہم نے تمہارے چاروں طرف گھیرا ڈال رکھا تھا کہ مسلمان تم تک پہنچ ہی نہ سکیں اس لیئے تمہاری فتح ہماری وجہ سے ہوئی ہے اور ہم اس نفع میں جو تمہیں لڑائی سے پہنچا ہے تمہارے برابر کے شریک ہیں آگے ارشاد ہے۔ کہ ایسے مطلب کے یار دُنیا میں تو اپنے کام جہاں تک بن سکتا ہے بنا لیتے ہیں اور بعض دفعہ لوگ ان کی چال نہیں سمجھتے اور دھوکے میں آجاتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن اُن کا اور تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا۔

Marfat.com

مُنافقوں کی پہچان

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ
البتہ منافق دھوکا دیتے ہیں اللہ اور وہ

خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا
دغا دینے والا ہے انکو اور جب کھڑے ہوں طرف نماز کی کھڑے ہوں

كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ
جی ہارے ہوئے دکھاتے ہیں لوگوں کو اور نہیں ذکر کرتے اللہ

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى
مگر تھوڑا ادھر لٹک رہے ہیں درمیان اُن کے نہ طرف

هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
اُن کے اور نہ طرف اُن کی اور جس کو گمراہ کرے اللہ

فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾
پس ہرگز نہ پائے گا تو اس کے واسطے راستہ

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ
البتہ منافق اللہ سے دغا بازی کرتے ہیں اور وہ

خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا
اُن کو دغا دے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو

كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ
جی ہارے سے لوگوں کے دکھانے کو اور اللہ کو یاد نہ کریں

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى
مگر تھوڑا سا دونوں کے درمیان ادھر میں لٹکتے ہیں نہ اُن کی

هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
طرف اور نہ اِن کی طرف اور جس کو اللہ گمراہ کرے

فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾
تو ہرگز اس کے لیئے کہیں راہ نہ پائیگا

يُخٰدِعُوْنَ (فریب دیتے ہیں) خَادِعُهُمْ (وہ انہیں فریب دے گا) دونوں ایک ہی مادہ سے ہیں۔ مصدر خداع ہے۔ جس کے معنی ہیں دھوکہ۔ فریب دینا اور چالبازی سے کام لینا۔ مطلب یہ ہے کہ منافق بزعم خود اللہ کو اور اللہ کے بندوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ خود دھوکہ کھا رہے ہیں۔ مگر محسوس نہیں کرتے۔ اللہ انہیں ان کے اس فریب کا جواب دے گا۔

كُسَالٰى (جی ہارے ہوئے) کسلان کی جمع ہے۔ جو کسل سے بنا ہے۔ کاہلی اور سستی کو کہتے ہیں۔ کسلان وہ ہے جو سستی کے ساتھ تھکے ماندوں کی طرح مرے دل سے کام کرے۔ شوق اور پھرتی کے ساتھ جی لگا کر کام نہ کرے۔

يُرَآءُوْنَ : ریا سے ہے۔ یعنی لوگوں کے دکھاوے کے لیئے کام کرنا۔ یہ لوگ نماز صرف اس لیئے پڑھتے ہیں کہ لوگ انہیں نمازی سمجھیں۔

مُّذَبْذَبِيْنَ (اِدھر میں لٹکتے) ذبذبہ سے بنا ہے جس کے معنی میں کبھی اِدھر کبھی اُدھر جھکنا کسی طرف پورے طور پر شامل نہ ہونا۔

ان آیات میں منافقین کی مندرجہ ذیل پانچ ظاہری علامات بیان کی گئی ہیں :

(۱) وہ خود دھوکہ میں مبتلا ہیں۔ لیکن اپنے خیال میں اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ (۲) نماز پڑھتے ہیں مگر انتہائی مرے دل کے ساتھ سستی سے (۳) ان کی نماز میں کوئی خلوص نہیں ہوتا۔ محض دکھلاوا اور ریا ہوتی ہے۔ (۴) اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

(۵) ایمان اور کفر کے درمیان لٹکے رہتے ہیں۔ نہ دل سے ایمان قبول کرتے ہیں۔ نہ کھل کر کفر کا ساتھ دے سکتے ہیں۔

Marfat.com

کفّار کی دوستی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نہ بناؤ کافروں کو

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا
دوست چھوڑ کر مسلمانوں کو کیا ارادہ کرتے ہو تم کہ بناؤ

لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي
واسطے اللہ کے اپنے اوپر الزام صریح بے شک منافق ہیں

الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾
درجے سب سے نچلے کے سے دوزخ اور ہرگز نہ پائیگا تو واسطے اُن کے مددگار

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ
اے ایمان والو! کافروں کو دوست نہ بناؤ

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا
مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا اپنے اوپر لیا چاہتے ہو

لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي
اللہ کا صریح الزام بے شک منافق

الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾
دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں ہیں تو ان کے واسطے ہرگز نہ پائے کوئی مددگار

سُلْطَان : قوت و غلبہ اور حجت و الزام اور ایسی دلیل یا بات جس سے دوسرے کو دبا لیا جائے۔

اعتصموا : ہاتھ مارنا۔ چنگل مارنا) اعتصام مصدر ہے جو عصمت سے بنا ہے۔ عصمت کے معنی ہیں بچاؤ اور اعتصام کے معنی ہیں گرنے سے بچنے کے لیئے کسی چیز پر ہاتھ مار کر اُسے پکڑ لینا اور سہارا ڈھونڈنا۔

منافقوں کے تمام کرتوت بیان کرنے کے بعد اب ہدایت کی گئی ہے۔ کہ مسلمانوں کو ان لوگوں کے ساتھ میل جول نہ رکھنا چاہیئے اس سے پہلے بھی دو دفعہ یہ حکم آچکا ہے۔ اب آخر میں پھر وُہی حکم دہرایا گیا ہے۔ کہ ایسے بُرے اور شریر لوگوں سے دوستی اور میل جول سے کچھ حاصل نہ ہوگا اگر اُن کی شرارتوں کے باوجود تم اُن سے دوستی کروگے تو یہ مسلمانوں کو اس بہانے سے اور نقصان پہنچائیں گے اس لیے اُن سے الگ رہو اور مسلمانوں کے لیئے باعث نقصان نہ بنو ورنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہیں سزا دینے کے لیئے بہت مضبوط اور پکی وجہ قائم ہو جائے گی۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ یہ لوگ کافروں سے بھی زیادہ خطرناک اور شریر ہیں اُن کو دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں داخل کیا جائے گا۔ جہاں ان عذابوں کے علاوہ جو اُوپر کے طبقوں میں ہیں ان کا عذاب الگ ہوگا اور ان سب عذابوں کا مجموعہ ان کو نصیب ہوگا اس وقت ان کی کوئی چالبازی نہ چلے گی اللہ تعالیٰ سے ان کی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں اس کو کیا دھوکا اور فریب دے سکیں گے یہ دوزخ کے نگہبان فرشتوں کی خوشامد کریں گے۔ کہ ہمیں کم سے کم تھوڑی دیری کے لیے کچھ آرام لینے دو لیکن فرشتے تو اللہ کے حکم کے آگے نہ کسی کی سنتے ہیں نہ کسی کی طرف دیکھتے ہیں ان کو اپنے کام سے کام ہے اُن کے لیئے عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

قرآن مجید میں مومنوں کے اچھے اعمال اور اُن کی حسنِ جزا کے ساتھ کفار و منافقین کے شر انگیز اور باغیانہ اعمال و افعال کا جگہ جگہ ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کی سزا اور بُرے انجام کو انسانوں کی عبرت اور نصیحت کے لیئے بار بار بیان کیا ہے یہ بات خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ اگر کافروں کیلیئے عذاب عظیم کا ذکر ہے تو منافقوں کے لیئے عذاب الیم کا اعلان ہے۔ اسی طرح کفار کے لیئے جہنم کی سزا ہے تو منافقوں کو، درک الاسفل (جہنم کے سب سے نچلے گڑھے) کی وعید ہے۔

Marfat.com

نجات کی راہ

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ
مگر جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور مضبوط پکڑا اللہ
وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ
اور خالص ہوئے دین اللہ کا یہی لوگ ساتھ مومنوں
وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٤٦﴾
اور جلد دے گا اللہ ایمان والوں کو ثواب بڑا
مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَ
کیا کرے گا اللہ ساتھ عذاب تمہارے اگر شکر کرو تم اور
آمَنتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿١٤٧﴾
ایمان لاؤ تم اور ہے اللہ قدردان جاننے والا

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ
مگر جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور اللہ کو مضبوط پکڑا
وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ
اور اللہ کے خالص حکمبردار ہوئے پس وہ ایمان والوں کے ساتھ ہیں
وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٤٦﴾
اور اللہ ایمان والوں کو جلد بڑا ثواب دے گا
مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَ
اللہ تم کو عذاب کر کے کیا کرے گا اگر تم حق کو مانو اور
آمَنتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿١٤٧﴾
یقین رکھو اور اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا ہے

پچھلے سبق میں بتایا گیا تھا۔ کہ منافق دھوکے باز لوگ ہیں اُن کی نادانی اتنی بڑھ گئی ہے کہ وُہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کو بھی وُہ فریب دے دیں گے۔ ایسے نادانوں سے تم میل جول نہ رکھو۔ اللہ نے اُن کو ڈھیل دے رکھی ہے وُہ اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ ہمارے دل کے بھید سے واقف نہیں ہے نہیں تو ہمیں فوراً سزا دیتا اس ڈھیل کی وجہ سے یہ خود دھوکا کھا رہے ہیں اور یہ راستہ جس پر وُہ چل رہے ہیں اُن کو دوزخ کے سب سے گہرے گڑھے میں لے جا کر ڈال دے گا۔

منافقوں کے لیے عذاب سے بچنے کی صُورت یہ ہے کہ یہ اپنے دوغلے پن کو چھوڑ دیں۔ اور اپنے افعال بد سے باز آئیں اور توبہ کریں اور اپنا چال چلن دُرست کریں اور کسی کے دکھاوے کے لیئے نہیں بلکہ خالص اللہ کے لیئے دین کو قبول کریں۔ اور فقط اللہ کو اپنا محافظ اور مددگار رہائیں اور اُسی کو اپنا ہر مُصیبت سے بچانے والا سمجھ کر سہارا بنائیں۔ اگر یہ ایسا کریں گے تو ایمان والوں میں شامل ہو جائیں گے اور اُنہی کے ساتھ اُن کا حشر ہو گا۔ پھر فرمایا کہ عنقریب اللہ مسلمانوں کو بہت اچھا بدلہ دینے والا ہے اُن کو دنیا میں بھی کامیابی نصیب ہو گی اور آخرت میں چین و آرام ملے گا۔ دنیا میں کافروں پر اُن کی فتح ہو گی اور اُن کے دشمن اُن کے سامنے جھک جائیں گے۔ اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اُن کو آخرت میں بڑی نعمتیں عطا کرے گا جس کا وعدہ اُن کے ساتھ قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہیں عذاب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ وُہ تم کو خواہ مخواہ دکھ درد میں رکھنا چاہتا ہے بات یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں مُصیبت پہنچتی ہے وُہ صرف اس لیئے کہ تمہارے اپنے چال چلن کے طریقے غلط ہوتے ہیں عذاب سے بچنے کے لیئے ضروری ہے کہ تم اللہ کا شکر کرو۔ جو نعمت اور آرام تمہیں حاصل ہو۔ اسے اللہ ہی کی طرف سے سمجھو اور اس کے سامنے بندگی کے ساتھ سر جھکاؤ۔ دوسرے یہ کہ اُس کے اُوپر پورا یقین رکھو۔ مختصر یہ کہ نجات کے لیے ضروری شرائط یہ ہیں۔ (۱) توبہ (۲) اصلاح احوال (۳) اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لینا۔ (۴) دین کو خالص طور پر اختیار کر لینا۔ (۵) اللہ کا شکر گذار بن کر رہنا (۶) اللہ تعالیٰ کی ذات صفات اس کی قدرتوں اور حکمتوں پر یقین رکھنا

Marfat.com

اصلاح کا طریق

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾

لَا یُحِبُّ - اللّٰهُ - الْجَهْرَ بِ - السُّوْٓءِ - مِنَ
نہیں پسند کرتا اللہ ظاہر کرنا برے سے
الْقَوْلِ اِلَّا - مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ - كَانَ - اللّٰهُ سَمِیْعًا
قول کو مگر جس پر ظلم کیا جائے اور ہے اللہ سننے والا
عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ - تُبْدُوْا خَیْرًا - اَوْ - تُخْفُوْ - هُ - اَوْ
جاننے والا اور اگر کھلم کھلا کرو تم بھلائی یا چھپاؤ تم اس کو یا
تَعْفُوْا - عَنْ - سُوْٓءٍ - فَ - اِنَّ - اللّٰهَ - كَانَ
معاف کرو برائی کو پس تحقیق اللہ ہے
عَفُوًّا - قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾
معاف کرنے والا - قدرت رکھنے والا

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾

اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا
ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو اور اللہ سننے والا
جاننے والا ہے اگر تم کھول کر کوئی بھلائی کرو یا اس کو چھپاؤ یا
برائی کو معاف کرو تو اللہ معاف کرنے والا بڑی
قدرت والا ہے

جَهْرَ : پکار کر بلند آواز سے کہنا اور ظاہر کر دینا۔

تُبْدُوْا : (علانیہ کرو) ابداء سے ہے جس کے معنی ہیں کھلم کھلا کرنا۔ کھول کر اور ظاہر کر کے کسی کام کو کرنا۔

تُخْفُوْهُ : (چھپاؤ تم اس کو) اخفاء سے ہے جس کے معنی پوشیدگی کے ہیں اسی سے اخفاء ہے یعنی چھپانا۔ تخفوہ بھی اسی سے بنا ہے۔

تَعْفُوْا : (معاف کرو تم) عفو سے ہے معاف اور معافی سب اسی سے بنے ہیں اس کے معنی ہیں بخش دینا اور معاف کرنا عَفُوٌّ بھی اسی سے بنا ہے جس کے معنی ہیں بخش دینے والا۔

اَلْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ (بری بات زبان پر لانا) کسی کی برائی کو کھلم کھلا لوگوں کے سامنے بیان کر دینا یا ایسی بات کہنا جس میں کسی کی بدنامی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نہایت واضح لفظوں میں اس حقیقت کو واضح فرما دیا ہے کہ وہ کسی کی برائی کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا۔ ظاہر ہے یہاں تہمت اور بہتان کا ذکر نہیں بلکہ برائی کا ہی ذکر ہے جس کے اظہار کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس کے تشہیر اور اظہار سے برائی کے مزید پھیلنے کا ہی امکان ہے اگر ہم کسی کی برائی پیٹھ پیچھے بیان کریں گے تو غیبت ہوگی منہ پر کہیں گے تو دل آزاری کا سبب بنے گی صرف مظلوم کو حق پہنچتا ہے کہ وہ ظالم کے خلاف زبان کھولے اور اس کی برائیوں کا اعلان کرے۔

جہاں تک نیکی کا تعلق ہے اس کے ظاہر کرنے اور چھپانے میں اختیار ہے چونکہ اظہار سے دوسروں کو ترغیب ہوگی اور چھپانے سے اپنے اندر ریاکاری نہ پیدا ہوگی۔ آخر میں پھر فرمایا اگر برائی کو معاف ہی کر دو تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ خود تمام باتوں پر قدرت رکھنے والا معاف کرنے والا ہے اگر وہ مکمل قدرت کے باوجود معاف فرما دیتا ہے تو تم ایسا کیوں نہیں کرتے۔

Marfat.com

مکمّل کفر

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَ
تحقیق جو لوگ کفر کرتے ہیں ساتھ اللہ اور اس کے رسولوں اور
يُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ
چاہتے ہیں کہ فرق کریں درمیان اللہ اور اسکے رسولوں کے
وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ
اور کہتے ہیں ایمان لاتے ہیں ہم ساتھ بعض کے اور کفر کرتے ہیں ساتھ بعض کے
وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ
اور چاہتے ہیں کہ پکڑیں درمیان اس کے
سَبِيلًا ﴿١٥٠﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ وَ
ایک راستہ یہ لوگ وہی ہیں بے ایمان اصلی اور
أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿١٥١﴾
تیار کیا ہے ہم نے واسطے کافروں کے عذاب ذلیل کرنے والا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَ
جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے منکر ہیں اور
يُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ
چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں
وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ
میں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں کو مانتے ہیں اور بعضوں کو
وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ
نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس کے بیچ میں ایک راہ
سَبِيلًا ﴿١٥٠﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ وَ
نکالیں ایسے لوگ ہی اصل کافر ہیں اور
أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿١٥١﴾
ہم نے کافروں کے لیئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے

يُرِيدُونَ : ارادہ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کہ وُہ ارادہ کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں۔

مُهِينًا: اہانت سے ہے جس کے معنی ہیں ذلیل کرنا۔ یعنی وُہ عذاب اُن کو ذلیل اور حقیر بنا دے گا۔ اس سے پہلے ہدایت کی گئی تھی کہ بُرا بھلا کہنے سے تم کسی کو درست نہیں کر سکتے اس میں اُلٹا اُن کے دشمن ہو جانے کا اندیشہ ہے ہاں جو شخص اپنے ستانے والے کو برا بھلا کہے تو بے جا نہیں البتہ وُہ بھی اگر صبر کرے تو ایک نیکی ہے اور برائی کے بدلے کوئی اچھی بات کہہ دے تو ایک بڑی نیکی ہوگی اور ستانے والے کو معاف کر دے تو اللہ اُس کو اس کا اجر دے گا اور اس کے گناہ معاف کر دے گا۔

ان آیتوں میں پھر انہی بے دین لوگوں کی حالت بیان کی جاتی ہے۔ اور چونکہ اکثر منافق لوگ مدینہ کے یہودی تھے یا وُہ لوگ تھے جو اُن سے گہرا میل جول رکھتے تھے۔ اس لیئے منافقوں کے ذکر میں یہودیوں کا ذکر آ گیا۔ لیکن نام کسی کا نہیں لیا گیا کچھ کام بیان کر کے اُن کا حکم سنا دیا گیا ہے جن کے اوپر بیان سچا اُترتا ہو وُہ اپنا فکر کریں اور درست ہونا ہو تو ہو جائیں ورنہ اپنے کیئے کی سزا بھگتیں گے۔

ارشاد ہے جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے۔ یا اللہ کو مانتے ہیں اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے۔ یا بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور وُہ اپنے لیئے ایک نرالا طریقہ ایمان اور کفر کے بیچ میں مقرر کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ اچھی طرح کان کھول کر سُن لیں کہ اُن کے کافر ہونے میں ذرا سا بھی شک نہیں اور جب کافر ہوئے تو ضرور عذاب چکھیں گے۔ کیونکہ ہم نے کافروں کے لیئے عذاب پہلے ہی تیار کر رکھا ہے جو اُن کو ذلیل اور بے عزت کر کے چھوڑے گا۔ رسول پر ایمان لانے اور اُن کے کہنے پر عمل کیئے بغیر اللہ کو ماننا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

Marfat.com

اہلِ ایمان کے درجات

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾

اور جو لوگ ایمان لائے ساتھ اللہ اور رسولوں اس کے اور نہ جدا کی درمیان کسی کے ان میں سے یہ لوگ عنقریب دے گا ان کو ثواب ان کے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی کو جدا نہ کیا ان کو ان کے ثواب جلد دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ع ۲۱ ۱۱ ۱

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ اللہ اور اس کے رسولوں کو بالکل نہ ماننے والے اور اس طرح اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنے والے کہ اللہ کو مانیں اور اس کے رسولوں کو نہ مانیں یا تمام رسولوں کو نہ مانیں بلکہ بعض کا اقرار کریں اور بعض کا انکار اور اس طرح اپنی ایک نئی راہ نکالیں کہ نہ پورا ایمان ہو نہ پورا کفر۔ یہ سب لوگ ایک ہی زمرے میں ہیں۔ سب کے سب کھلے کافر ہیں۔ یہ لوگ ایماندار اس وقت سمجھے جائیں گے جب اللہ کے ساتھ اس کے رسولوں کو بھی مانیں اور کسی ایک رسول کا بھی انکار نہ کریں۔ اگر انہوں نے ایک کا بھی انکار کر دیا تو کافر ہو گئے لاکھ کہتے رہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں۔ لیکن یہ ماننا ان کے کچھ کام نہ آئے گا اور وہ کافر رہیں گے۔ یہی حال یہود اور نصاریٰ کا ہے کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور اس کے رسولوں کو بھی مانتے ہیں لیکن وہ آخری رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اس لیئے وہ قرآنی فیصلہ کے مطابق ایمانداروں میں داخل نہیں ہو سکتے۔

اہلِ کتاب کا یہ دعویٰ بیکار ہے۔ کہ ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔ ہمیں ہمارے رسول بچا لیں گے۔ کیونکہ اسی اللہ نے جس نے اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور اُن کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے اپنے وقت کا رسول بنا کر بھیجا تھا اب اُن سب کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے لیئے زمانہ کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور اُن کو قرآن شریف عطا کیا ہے۔ جو لوگ آپ کو رسول نہ مانیں گے اُن کی بابت قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ اللہ اور پہلے نبیوں کا ماننا اُن کے کچھ کام نہ آئے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ اور اُس کے تمام رسولوں کو ماننے والے ہی ایماندار کہلانے کے مستحق ہیں۔ اُن لوگوں کے لیئے بڑے بڑے ثواب مقرر ہیں اُن کے ساتھ جو وعدے قرآن مجید میں کیئے گئے ہیں وہ سب پورے کیئے جائیں گے۔ اُن کے لیئے اللہ کی رحمت اور مغفرت ہر وقت تیار ہے اُن کو آخرت میں پورا پورا آرام اور کبھی نہ ختم ہونے والا آرام و سکون میسر ہوگا۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ نے انسان کی رہنمائی اور ہدایت کے لیئے ہر زمانے میں ہر اُمت کے لیئے اپنے رسول بھیجے ہیں ہر اُمت کو اپنے زمانے کے رسول پر اور اس سے پہلے جتنے رسول گزرے ہیں سب پر ایمان لانا لازم و واجب ہے۔ اس زمانے کے لیئے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اُن کے مانے بغیر کسی کی نجات ممکن نہیں۔

Marfat.com

اہلِ کتاب کے سوال

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ
درخواست کرتے ہیں تجھ سے اہل کتاب کہ تو اتار لاوے ان پر

كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ
کتاب آسمان سے پس تحقیق مانگی انہوں نے موسیٰؑ زیادہ بڑی چیز

مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً
سے اس پس انہوں نے کہا دکھا ہم کو اللہ کھلم کھلا

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ
پس آ پکڑا ان کو بجلی کی کڑک بہ سبب ظلم ان کے

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا
پھر بنا لیا انہوں نے بچھڑا اس کے پیچھے کہ

جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ
آئیں ان کے پاس نشانیاں پھر معاف کر دیا ہم نے سے اس

وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٥٣﴾
اور دیا ہم نے موسیٰؑ کو غلبہ ظاہر

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ
تجھ سے اہل کتاب درخواست کرتے ہیں کہ تو ان پر اتار لائے

كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ
آسمان سے لکھی ہوئی کتاب سو موسیٰؑ سے مانگ چکے ہیں

مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً
اس سے بھی بڑی چیز انہوں نے کہا ہمیں دکھا دے اللہ کو بالکل سامنے

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ
سو اُن پر بجلی آ پڑی اُن کے گناہ کے باعث

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا
پھر انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ بہت کچھ

جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ
نشانیاں پہنچ چکنے کے بعد پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا اور

وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٥٣﴾
ہم نے موسیٰؑ کو صریح غلبہ دیا۔

اَرِ (دکھاوے) رویہ سے بنا ہے۔ رویہ کے معنی دیکھنا اور ارادۃ کے معنی دکھانا۔

اَلصّٰعِقَةُ (بجلی) صعق سے جس کے معنی ہیں زور سے گرنا یا مدہوش ہو کر ایک دم گرنا یہاں اس سے مراد بجلی ہے جو کڑک کے ساتھ گرتی ہے۔ —— مدینہ میں یہود کے کچھ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ اگر آپ رسول ہیں تو ایک دم لکھی لکھائی پوری کتاب آسمان سے اُتری ہوئی لے کر آیئے جیسے کہ حضرت موسیٰؑ یکدم ساری توراۃ لائے تھے۔ ایسی کتاب کے ہم قائل نہیں جو تھوڑی تھوڑی اترے اُن کے جواب میں یہ آیتیں اُتریں —— اس سارے رکوع میں یہی بیان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب اُن کی بہانہ بازیاں ہیں۔ یہ لوگ سب رسولوں کے ساتھ ایسی ہی گستاخیاں کرتے چلے آئے ہیں اُن سے پوچھو کہ حضرت موسیٰؑ تو ساری توراۃ ایک دم لے کر تمہارے پاس آئے تھے۔ اس کے بعد تم نے انہیں کیوں نہ مانا اور بے ادب لوگوں کا سا مطالبہ پیش کیا اس کے علاوہ طرح طرح کی بیہودہ حرکتیں کیں اے رسولؐ اب تیرے ساتھ بھی یہ اسی طرح پیش آ رہے ہیں ہم تجھے اُن کے کچھ بیہودہ کام اور نبیوں اور رسولوں کے ساتھ ان کی گستاخیاں بتاتے ہیں۔ یہ بڑے شریر اور فسادی لوگ ہیں ان کو طرح طرح کی سزائیں دی گئیں یہ ڈر کر کچھ باتیں قبول کر لیتے لیکن اس کے بعد پھر ویسے کے ویسے ہی ہو جاتے تھے۔ اس گستاخی کی سزا میں ان پر بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گئے۔ پھر حضرت موسیٰؑ کی دعا سے زندہ ہوئے اتنی بڑی نشانیاں دیکھ کر بھی انہوں نے اللہ کو نہ مانا بلکہ ایک بچھڑا بنا کر اسے پوجنا شروع کر دیا۔ پھر ان کو اس پر بھی معاف کر دیا گیا اور ان کے مقابلے میں حضرت موسیٰؑ کو بڑائی دی گئی۔

Marfat.com

یہود کی زیادتیاں

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ
اور اٹھایا ہم نے اُوپر اُن کے پہاڑ بغرض عہد لینے کے اُن سے

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ
اور ہم نے ان پر اقرار لینے کے واسطے پہاڑ اٹھایا

وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ
اور کہا ہم نے اُن سے داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے اور

وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ
اور ہم نے کہا دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو

قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ
کہا ہم نے اُن سے نہ زیادتی کرو میں ہفتہ کے دن

قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ
اور ہم نے کہا کہ ہفتہ کے دن میں زیادتی نہ کرو

وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾
اور لیا ہم نے ان سے قول مضبوط

وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾
اور ہم نے اُن سے مضبوط قول لیا

سُجَّدًا (سجدہ کرتے ہوئے) ساجد کی جمع ہے جو سجدہ سے بنا ہے یعنی کسی کے سامنے تعظیم سے سر زمین پر ٹیکنا۔

لَا تَعْدُوْا (مت زیادتی کرو) عدوان سے بنا ہے جس کے معنی ہیں حد سے گزر جانا۔

غَلِيْظًا۔ موٹے اور بھاری کو کہتے ہیں مراد۔ مضبوط اور محکم ہے جو ٹوٹنے والا نہ ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے متعلق فرمایا کہ ان سے کہا گیا کہ توراۃ میں جو حکم تمہیں دیئے گئے ہیں ان پر عمل کرو۔ اُنہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ حکم بہت سخت ہیں۔ ان پر عمل کرنا ہمارے بس کا نہیں تو ہم نے پہاڑ کو اُن کے سر پر اٹھا کر کھڑا کر دیا وہ ڈر کے مارے کانپنے لگے کہ اب یہ ہمارے سر پر گرا اور ہم پس کر چکنا چور ہوئے اس طرح انہوں نے توراۃ پر عمل کرنے کا عہد کیا۔ اس عہد و پیمان کے بعد اُن کو حکم ہوا کہ اس شہر میں سجدہ کرتے ہوئے اللہ کے سامنے سر جھکا کر داخل ہوں اُنہوں نے اس کی بھی نافرمانی کی اُس کی سزا میں اُن کے اندر طاعون پھیلا اور ہزاروں مر گئے اس کا ذکر سورۂ بقر میں گزر چکا ہے۔

اس کے بعد اُنہوں نے اور ایک حکم کو توڑا اُن سے کہا گیا تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کرنا اس کا اُن سے بہت مضبوط اور پختہ قرار لے لیا گیا تھا اتفاق سے ہفتہ ہی کے دن مچھلی کثرت سے آتی تھی اُن سے نہ رہا گیا اُنہوں نے ایک چال چلی جس سے مچھلی کو ہفتہ کے دن پکڑا تو نہیں لیکن حوض ایسے بنائے کہ ہفتہ کے دن مچھلی اس میں آ جائے اور پھر نکل نہ سکے اور اتوار کے دن وُہ پکڑ لیں صاف ظاہر ہے کہ یہ کام کرنا حکم کے خلاف تھا اس کی سزا میں ان کو بندر بنا دیا گیا۔ پہلے سورہ بقر میں بھی اُس کا ذکر آ چکا ہے۔

ایسے لوگ دنیا کی عزت۔ مال و دولت اور فوج و لشکر ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ عالم غیب کے قائل نہیں ہوتے ظاہری چیزوں ہی کو اہمیت دیتے ہیں۔ اللہ رسول اور اُن کے احکام ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں۔ نہ اللہ کی کتابوں کو مانتے ہیں۔ نہ اُس کے فرشتوں کی کوئی حقیقت سمجھتے ہیں۔ آخرت کے حساب کتاب کو گھڑی ہوئی بات قرار دیتے ہیں۔ لیکن اُن کے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے۔ اُن کو اللہ کے مقرر کیے ہوئے قوانین کے مطابق پوری پوری سزا دنیا اور آخرت میں مل کر رہے گی۔

Marfat.com

یہودیوں کی بداعمالیاں

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ
بوجہ ان کا توڑنا عہد پیمان اپنا اور انکار ان کا آیات

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ
(انہیں سزا ملی) ان کی عہد شکنی اور اللہ کی آیات کے انکار کرنے

اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ
اللہ اور ان کا قتل کرنا نبیوں کو بغیر حق اور

اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ
پر اور ناحق پیغمبروں کے قتل کرنے پر اور اُن کے یہ کہنے

قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ
کہنا اُن کا ہمارے دل ڈھکے ہوئے بلکہ مہر کردی اللہ

قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ
پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر

عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۵۵
اُن پر بسبب اُن کے کفر کے پس نہیں ایمان لاتے مگر تھوڑے

عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۵۵
کفر کے سبب مہر کردی سو ایمان نہیں لاتے مگر کم

مِيْثَاقَ: قول وقرار اور عہد و پیمان یہ لفظ وثوق سے بنا ہے جس کے معنی ہیں بھروسہ کرنا میثاق کے معنی ہیں۔ قابل وثوق وعدہ۔

غُلْف: (ڈھکے ہوئے) اغلف کی جمع ہے۔ جو غلاف سے بنا ہے اغلف وہ شئی جو غلاف میں یوں چھپی ہو کہ باہر کی کوئی چیز اس تک نہ پہنچے۔

طَبَعَ (مہر لگائی) طبع سے ہے جس کے معنی ہیں چھاپنا۔ چھاپا لگانا کوئی جمنے والی چیز رکھ کر اسے اُوپر سے عام طور پر مہر سے دبا دینا۔ تاکہ خوب جم جائے اور مہر کے حرف اس پر اُبھر آئیں اس سے اندر کی چیز کی خوب حفاظت ہو جاتی ہے۔ اور باہر کی کوئی چیز اندر نہیں جا سکتی

پچھلی آیتوں میں ذکر کیا گیا تھا۔ کہ یہودیوں کو بہت سی سزائیں ملیں۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ تمام سزائیں انہیں کیوں ملیں شاید ہی دنیا میں کسی اور قوم نے اتنی ڈھٹائی کی ہو۔ اور پھر کامل تباہی سے بچ رہی ہو۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ وہ بچے رہے اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اختیار کر لیتے تو یقیناً دنیا میں بھی بڑے مرتبے والے ہو گئے ہوتے اور آخرت بھی سنور گئی ہوتی۔ لیکن ان کی شامتِ اعمال نے ان کو انتہائی بدقسمتی کا شکار کر دیا اور اسلام جیسی بڑی نعمت سے محروم رہ گئے۔

ارشاد ہے ان کی یہ گت اس لیے بنی کہ انہوں نے پکے قول وقرار اور پختہ عہد و پیمان کر کے کچے دھاگے کی طرح توڑ کر رکھ دیا اور کھلم کھلا ان کے خلاف کام کرنے لگے۔ وہ اللہ کی صاف صاف اور کھلی نشانیوں کا انکار کر بیٹھے ہیں کہ سارے احکام کو پیٹھ پیچھے پھینک کر بیٹھ رہے اللہ کی سیدھی راہ بتانے والے نبیوں کو جان سے مارا۔ حالانکہ انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ ایسے سچے خیر خواہوں کو یوں بیٹھے بٹھائے قتل کر ڈالنے سے بڑھ کر سخت دلی اور بے ایمانی کی نشانی کیا ہو سکتی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سُن کر ڈھٹائی سے جواب دیا کہ ہمارے دل تک تمہاری بات پہنچ نہیں سکتی۔ کیونکہ اُن کو غلاف کے اندر احتیاط سے چھپا دیا گیا ہے۔ تمہارے الفاظ باہر ہی باہر رہتے ہیں دل کے اندر جانے کا انہیں راستہ ہی نہیں مل سکتا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُن کے اُوپر سخت سخت عذاب نازل ہوئے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ اُن کے کفر اور گمراہی کی بدولت اُن پر اللہ کی طرف سے مُہر لگ گئی ہے اب وہ ایمان نہیں لائیں گے اور اُن کے تھوڑے سے آدمیوں کے سوا جو ایمان لے آئے ہیں۔ وہ ہمیشہ کے لیے ہدایت سے محروم کر دیے گئے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ سے یہود کا سلوک

رَّبِ ۔ كُفْرِ ۔ هِمْ ۔ وَ ۔ قَوْلِ ۔ هِمْ ۔ عَلٰى ۔ مَرْيَمَ ۔ بُهْتَانًا
اور بوجہ کفر اُن کے اور کہنے اُن کے اُوپر مریم جھوٹ

عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّ ۔ قَوْلِ ۔ هِمْ ۔ اِنَّا ۔ قَتَلْنَا ۔ الْمَسِيْحَ ۔ عِيْسَى
بڑا اور کہنے کے ان کے ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ

ابْنَ ۔ مَرْيَمَ ۔ رَسُوْلَ ۔ اللّٰهِ ۚ ۔ وَ ۔ مَا ۔ قَتَلُوْهُ ۔ وَ ۔ مَا
بیٹے مریم رسول اللہ اور نہ قتل کیا اس کو اور نہ

صَلَبُوْهُ ۔ وَ ۔ لٰكِنْ ۔ شُبِّهَ ۔ لَهُمْ ؕ ۔ وَ ۔ اِنَّ ۔ الَّذِيْنَ
سُولی دی اس کو اور بلکہ صورت بن گئی اُن کے لیئے اور بیشک جو لوگ

اخْتَلَفُوْا ۔ فِيْهِ ۔ لَ ۔ فِيْ ۔ شَكٍّ ۔ مِّنْهُ ؕ
اختلاف کرتے ہیں اس میں البتہ میں شک اس میں

وَّ بِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا
اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان

عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى
باندھنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ بن

ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا
مریم کو جو اللہ کا رسول تھا اور نہ انہوں نے اس کو

صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
مارا اور نہ سولی پر چڑھایا ۔ بلکہ اُن کے آگے وہی صورت بن گئی اور جو

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ
لوگ اسمیں مختلف باتیں کرتے ہیں وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں

شُبِّهَ (صورت بن گئی) شَبَهٌ سے بنا ہے جس کی اصل "شباہت" ہے۔ اس سے لفظ مشابہت بھی بنا ہے۔ شباہت کے معنی ہیں کسی کے ساتھ صورت ملتا اور یکساں شکل کا ہونا۔ تشبیہ کے معنی ہیں۔ ایک چیز کو دوسری سے ملانا۔ اور ان دونوں کی شکل ایک کر کے دکھانا۔ یہاں اس سے مراد ہے کہ ان کی آنکھوں میں ایک شخص کی شکل حضرت عیسیٰؑ کی سی دکھائی دینے لگی۔

اس آیت میں یہود کی اُن برائیوں کا ذکر ہے جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیں۔ اوّل تو ایمان لانے سے صاف انکار کر دیا۔ اور اس کے لیے عجیب عجیب شرطیں پیش کیں۔ جیسا کہ اُنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ اُنہوں نے بہت سے معجزے اور اپنی سچائی کی نشانیاں انہیں دکھائیں۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے بلکہ اُلٹے اُن کے دشمن ہو گئے۔ اُن کی والدہ ماجدہ حضرت مریم پر گناہ کا الزام لگایا۔ جو بالکل جھوٹ تھا۔ وہ بالکل پاک دامن تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں سرکشی اور کہنا نہ ماننا دعادتیں بہت پرانی اور گہری تھیں۔

یہودی صرف اس صورت میں ہی حکم مانتے تھے۔ جب اُن کے سر پر کوئی زبردست طاقت مارنے پیٹنے کے لیے تیار کھڑی ہو۔ اس وقت خوف اور ڈر سے دب کر مجبوراً فرمانبردار ہو جاتے۔ لیکن سر پر سے ڈنڈا ہٹتے ہی پھر ویسے ہی ہو جاتے۔ اُنہوں نے اپنے خیال میں حضرت عیسیٰؑ کو پکڑ لیا اور سُولی پر چڑھا دیا۔ اور پھر شیخی بگھارتے پھرے کہ ہم نے حضرت مسیح کو مار ڈالا۔ یہ اُن کی زبردست گستاخی تھی۔ لیکن قرآن مجید نے صاف کہا ہے کہ اُن کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ اُنہوں نے ایک اور شخص کی شکل سے دھوکہ کھا کر اُسے پکڑ کر قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا۔ حضرت عیسیٰ کو نہ قتل کیا اور نہ سُولی دی یہودی اُس وقت سے آج تک اِسی دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور شک و شبہ میں گرفتار ہیں۔ نرے یہودی ہی نہیں۔ بلکہ اور لوگ بھی حضرت عیسیٰؑ کے قتل کی بابت شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور اِس بارے میں اُن کی ساری باتیں محض قیاس اور خیال پر مبنی ہیں۔

Marfat.com

حیات و ممات مسیح

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ
نہیں ان کو اس کی کچھ خبر مگر پیروی گمان کی اور

مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ
نہیں قتل کیا اُس کو یقیناً بلکہ اُٹھا لیا اُس کو اللہ اپنی طرف اور

كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ
ہے اللہ زبردست حکمت والا اور نہیں کوئی اہل

الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ
کتاب مگر البتہ ضرور یقین کریگا ساتھ اس کے پہلے موت کے اسکی اور

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ ﴿۱۵۹﴾
دن قیامت ہوگا وہ ان کے اُوپر گواہ

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ
ان کو اس کی کچھ خبر نہیں۔ صرف اٹکل پر چل رہے ہیں اسے

مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ
یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اسے اللہ نے اپنی طرف

كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ
اٹھا لیا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے اور اہل کتاب کے جتنے

الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ
فرقے ہیں سو عیسیٰ پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ ﴿۱۵۹﴾
اور وہ قیامت کے دن اُن پر گواہ ہوگا۔

الظَّنُّ (گمان اور خیال) ایسی بات جس کی بنیاد حقیقت پر نہ ہو۔ بلکہ محض اٹکل ہو۔

رَفَعَ (اُٹھا لیا) رفع مصدر ہے۔ اس کے معنی بلند کرنے اور اٹھا لینے کے ہیں۔

پچھلے سبق میں کہا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی بابت یہودی اور دوسرے لوگ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں جس وقت لوگ اُن کے قتل کے ارادے سے ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ تو پہلے ایک شخص اندر گیا۔ اس کے بعد اور لوگ اندر گئے۔ انہیں ایک ہی آدمی اندر ملا جس کا چہرہ انہیں بالکل حضرت عیسیٰؑ کا سا نظر آیا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد جو غور سے دیکھا۔ تو کہنے لگے کہ اس کا چہرہ تو (حضرت) عیسیٰؑ کا ہے۔ لیکن ہاتھ پاؤں ہمارے آدمی کے سے ہیں۔ جو ہم سب سے پہلے اندر آیا تھا۔ کسی نے کہا کہ یہ اگر عیسیٰ نہ تھے ہمارا آدمی تھا تو وہ کہاں گئے اور اگر یہ عیسیٰ تھے۔ تو ہمارا آدمی کہاں گیا۔ غرض اسی شک و شبہ کی حالت میں رہے۔ آج تک حضرت عیسیٰؑ کی بابت اپنی اپنی رائے ظاہر کر رہے ہیں۔ اصل بات کسی کو معلوم نہیں۔ فقط اٹکل اور گمان سے رائے قائم کرتے ہیں اس کے آگے آیت میں اصل واقعہ ظاہر کیا گیا ہے اور ایسے صاف لفظوں میں ظاہر کیا گیا ہے کہ سمجھنے میں غلطی ہو ہی نہیں سکتی ارشاد ہے کہ یہ یقینی بات ہے۔ کہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ ہوا یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور ان کے اپنے آدمی کی شکل ان کو حضرت عیسیٰؑ کی سی نظر آئی۔ اس کو انہوں نے قتل کر دیا۔ اللہ بڑی قدرت اور طاقت والا ہے کسی بات کے کرنے سے عاجز نہیں۔ جس وقت کسی بات کے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ظہور میں آجاتی ہے چاہے کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اور پھر فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کی بابت سارے اہل کتاب آخر میں مان کر رہیں گے۔ پھر قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ ان لوگوں کے متعلق گواہی دیں گے۔

Marfat.com

یہودیوں پر سختی

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ
ظلم کی وجہ سے ان لوگوں میں سے یہودی ہوئے حرام کیں ہم نے اُن پر

طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ
پاکیزہ چیزیں جو حلال تھیں اُن پر اور اُن کے روکنے سے

سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا
راستے اللہ بہت اور اُن کا لینا سود

وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ
اور حالانکہ منع کیے گئے تھے وہ اس سے اور اُن کے کھانے مالوں لوگوں

بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ
باطل اور تیار کیا ہے ہم نے واسطے کافروں کے ان میں سے

عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾
عذاب درد ناک

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ
سو یہود کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے ان پر حرام کیں بہت

طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ
سی پاک چیزیں جو اُن پر حلال تھیں اور اس وجہ سے کہ روکتے تھے اللہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا
کی راہ سے بہت اور اس وجہ سے کہ سود لیتے تھے

وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ
اور ان کو اس کی ممانعت ہو چکی تھی اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال

بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ
ناحق کھاتے تھے اور ہم نے تیار کر رکھا ہے واسطے کافروں کے جو

عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾
ان میں ہیں درد ناک عذاب

پچھلی آیتوں میں یہود کی شرارتیں اور بُری باتیں بیان ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے سورۂ بقرہ میں بھی بہت کچھ بیان ہو چکی ہیں جس سے ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا سمجھ لینا آسان ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان سے ہر ایک میل جول رکھنے والے نے ذاتی تجربے سے بھی ان کو ایسا ہی پایا ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہودیوں کی ہٹ دھرمی اور بے دھڑک گناہ کرنے کی وجہ سے انہیں حکم بھی سخت سے سخت دیے گئے۔ اس کے بغیر ان کے مزاج ذرا بھی درست نہیں ہو سکتے تھے۔

مثل مشہور ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ ان کو سزائیں بہت سخت دی گئیں۔ پھر بھی وُہ اتنے سخت تھے کہ تھوڑی دیر کے لیئے ٹھیک ہو جاتے۔ اور پھر ویسے کے ویسے ہی ہو جاتے پہلے پہلے جو آسانیاں شریعت نے انہیں دے رکھی تھیں۔ وُہ سخت کر دی گئیں۔ اور بہت سی حلال چیزیں حرام کر دی گئیں۔ مثلاً ان پر کھانے کی اکثر چیزیں حلال تھیں۔ اور شریعت بھی زیادہ سخت نہ تھی۔ لیکن انہوں نے ایسی شرارتیں اور زیادتیاں کیں۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لائے۔ تو اس میں ان کو سخت حکم دیے گئے اور وُہ اُن بہت سی چیزوں سے محروم کر دیے گئے جو پہلے اُن کے لیئے حلال تھیں۔

ایسی سخت شریعت اُن کو اس لیئے دی گئی۔ کہ اُن کے مزاج آسانیوں کی وجہ سے قابو سے باہر ہو چکے تھے وُہ قانون کی حد سے باہر نکل گئے تھے۔ لوگوں کو اللہ کے مقرر کیئے ہوئے راستہ سے روکنا اُن کا ایک مقرر شغل ہو گیا تھا وُہ سود کھانے میں ذرا بھی برائی نہیں سمجھتے تھے۔ حالانکہ اس سے اُن کو منع کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور غلط طریقوں سے بھی لوگوں کے مال چھینتے تھے۔ کبھی لُوٹ مار سے۔ کبھی دھوکا دے کر۔ کبھی بہلا پھسلا کر غرض جس طرح ہو سکتا۔ بے دھڑک دوسروں کا مال ہضم کر جاتے تھے۔

Marfat.com

اجرِ عظیم

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ
لیکن وُہ جو پختہ ہیں میں علم اُن میں سے اور
الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ
ایمان والے ۔ یقین رکھتے ہیں ساتھ اس کے جو نازل کیا گیا تیری طرف اور
مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ
جو نازل کیا گیا تجھ سے پہلے اور قائم رکھنے والوں نماز
وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
اور دینے والے ہیں زکوٰۃ اور ایمان لانے والے ہیں اللہ پر اور
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع
دن ۔ قیامت کے یہ لوگ ہیں کہ ہم عنقریب دیں گے انکو ثواب بڑا

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ
لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں اور
الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ
ایمان لانے والے ہیں وہ اس کو مانتے ہیں جو تجھ پر نازل ہُوا اور
مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ
جو تجھ سے پہلے نازل ہُوا (آفرین ہے) نماز پر قائم رہنے والوں کو
وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور اللہ پر یقین رکھنے والے ہیں اور
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع ۲۲ ع ۱۰ ۲
قیامت کے دن پر سو ایسوں کو ہم جلد بڑا ثواب دیں گے

الرّٰسِخُوْنَ (پختہ) راسخ کی جمع ہے۔ جو رسوخ سے بنا ہے۔ رسوخ کے معنی ہیں۔ کسی چیز کے اندر جم کر بیٹھ جانا۔ راسخ کے معنی ہیں جم جانیوالا گڑ جانے والا۔

الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (وُہ لوگ جو علم کے اندر گڑے ہوتے ہیں) یعنی علم میں پختہ اور مضبوط ہو چکے ہیں۔ علم کی گہرائی تک پہنچ چکے ہیں اور اُن کے دل شک و شُبہ سے ڈگمگاتے نہیں۔

الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ ۔ اس کے پہلے ایک اور لفظ ہے جو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن سُننے والا اُسے آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ ترجمہ میں اسی لفظ کا مطلب شاباش۔ آفرین۔ مرحبا سے ادا ہو جاتا ہے۔

اس سے پہلی آیت میں ذکر تھا کہ یہود بڑے ظالم ہیں۔ بے کھٹکے ایسی باتیں کر بیٹھتے ہیں جو قانون کے اندر گناہ ہیں اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے دل میں خُدا کا خوف نہیں۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اُن میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کی سمجھ تیز ہے۔ اور وُہ بات کی تہ کو پہنچتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دنیا کی لذتیں چند ساعت سے زیادہ کی نہیں اور اگر گھنٹوں کی بھی ہوئیں تو کیا ہے، یہ سب کچھ تندرستی اور بدن کی قوت پر موقوف ہے لیکن یہ دونوں بدلنے والی چیزیں ہیں۔ ان کے بغیر مال بھی بے کار ہے۔ اس کے مقابلہ میں مرنے کے بعد کی جو زندگی ہوگی۔ اس میں بیماری اور موت کا نام نشان نہیں۔ اور نہ لذت منٹوں یا گھنٹوں یا دنوں میں ختم ہونے والی ہے۔ بلکہ ہر وقت اور ہمیشہ لذت ہی لذت ہے اور اس کے لیئے فقط یہی تو کرنا ہے۔ کہ اللہ کو مان کر اس کے رسولوں اور کتابوں کو ماننا ہے۔ اور اسی کے حکم پر چلنا ہے۔ مال کی زکوٰۃ دینی ہے۔ آخرت پر ایمان لانا ہے۔ نماز پڑھنی ہے یہ وہ لذتوں اور نقصان دینے والی چیزوں کو چھوڑنا ہے۔ جو لوگ یہ راستہ اختیار کرتے ہیں اُن کے لیئے بہت بڑا انعام دوسری زندگی میں تیار ہے۔ عقلمند لوگ یہی راستہ اختیار کرتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ کی وحی

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ
بیشک ہمنے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی ہم نے طرف نوح اور

النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ
نبیوں کے سے بعد اس کے اور وحی بھیجی ہم نے طرف ابراہیم

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ
اور اسمعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور

عِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ
عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان

وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ
اور دی ہم نے داؤد کو زبور اور رسول کہ بیان کیا ہم نے ان کو

عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ
تجھ پر اس سے پہلے اور رسول کہ نہیں بیان کیا اُن کو

عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ ۚ
تجھ پر اور بات کی اللہ موسیٰ بول کر

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ
ہم نے تیری طرف وحی بھیجی جیسے نوح پر وحی بھیجی اور

النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ
نبیوں پر جو اس کے بعد ہوئے اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ
اسمعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اُس کی اولاد پر اور

عِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ
عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر

وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ
اور ہم نے داؤد کو زبور دی اور بھیجے ایسے رسول جن کا احوال

عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ
ہم نے تجھ کو اس سے پہلے سنایا اور ایسے رسول جن کا احوال تجھ کو نہیں

عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ ۚ
سنایا اور اللہ نے موسیٰ سے بول کر باتیں کیں

اَوْحَيْنَا (ہم نے وحی بھیجی) "ایحاء" سے ہے جو وحی سے بنا ہے۔ وحی کے معنی ہیں چھپ کر اس طرح کچھ کہنا کہ آواز آئے اور بولنے والا نہ دکھائی دے۔ دوسرے معنیٰ ہیں اشارہ کرنا یا فرشتہ کے ذریعے پیغام بھیجنا۔ اس لیئے "اوحینا" کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے اپنی آواز سنا کر یا فرشتہ بھیج کر تھوڑا تھوڑا یا ایک دم پیغام اپنے نبیوں کو بھیجا۔

اَسْبَاط : سبط کی جمع ہے اس کے اندر بیٹے۔ پوتے اور آگے اُن کی اولاد سب شامل ہے۔

كَلَّمَ (بات کی) تکلیم سے ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں بات کرنا اور یہ کلام ہی سے بنا ہے یعنی بولنا۔ بات کرنا۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشادِ الٰہی ہے کہ ہم نے تم پر وحی بھیجی۔ جیسے اس سے قبل حضرت نوحؑ ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب علیہم السلام۔ اُن کی اولاد۔ حضرت عیسیٰ۔ ایوب۔ یونس۔ ہارون اور سلیمان علیہم السلام پر وحی کی اور حضرت داؤد کو زبور کتاب دی تھی اور حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا تھا۔ اُن کے علاوہ اور بھی بے شمار نبی اور رسول آئے۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں آیا ہے۔ ان آیات سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ نبوت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی نئی بات نہیں۔ ابتدا سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ آپ اس مقدس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔ نیز یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر نبی آئے مسلمان اُن سب کو سچا مانتے ہیں۔ خواہ اُن کے نام اور حالات بھی معلوم نہ ہوں۔

Marfat.com

اللہ کی شہادت

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ
رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ نہ ہو آدمیوں کے
عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ
پر اللہ بہانہ بعد رسولوں اور ہے اللہ
عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ
زبردست حکمت والا لیکن اللہ گواہی دیتا ہے بابت اُسکے اُتارا
اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَ
تیری طرف اُس کو اُتارا اس کے علم کے ساتھ اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور
كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
کافی ہے اللہ ہی گواہ بیشک جنہوں نے کفر کیا اور
صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾
روکا سے راہ اللہ تحقیق ہٹ گئے راستہ دُور

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ
پیغمبر خوشخبری اور ڈر سنانے والے بھیجے تاکہ باقی نہ رہے لوگوں کو
عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
اللہ پر رسولوں کے بعد الزام کا موقعہ اور اللہ زبردست
عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ
حکمت والا ہے لیکن اللہ اس پر شاہد ہے جو تجھ پر
اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَ
نازل کیا کہ یہ اپنے علم کے ساتھ نازل کیا ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور
كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
اللہ حق ظاہر کرنے والا کافی ہے جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے
صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾
اللہ کی راہ سے روکا وہ بہک کر دُور جا پڑے

لِئَلَّا : اصل میں یہ تین حرف ہیں۔ لِ۔ اَنْ۔ لَا اس کے معنی ہیں (تاکہ۔ نہ) لکھنے میں لئلا لکھا جاتا ہے بیچ میں سے نون اڑ جاتا ہے۔
صَدُّوْا : (روکا) "صد" سے ہے جس کے معنی ہیں باز رکھنا اور روکنا ضَلُّوْا (راہ سے بھٹک جانا) "ضلال" سے بنا ہے جس کے معنی ہے راستہ کھو دینا ـــــ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا : ٹھیک راستہ چھوڑ کر غلط راستہ پر ہو لیے اور بہت دُور نکل گئے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے اس سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جن کا کام یہ تھا کہ نیک کام کرنے والوں کو خوشخبری دیں کہ اللہ کی طرف سے اُن کو ان نیک کاموں کا بہت اچھا بدلہ ملے گا۔ اور برے کام کرنے والوں کو ڈرا دیں کہ آفتوں میں مبتلا ہوں گے۔ رسول اس لیئے بھیجے کہ لوگ اللہ کے سامنے یہ عذر اور بہانہ نہ کر سکیں کہ ہمیں تو معلوم ہی نہیں ہوا کہ ٹھیک راستہ کون سا ہے۔ معلوم ہو جاتا تو ہم ضرور اس پر چلتے۔ رسولوں کے بھیجنے کے بعد اب وہ یہ بات نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ انہوں نے لوگوں کو صاف صاف بتا دیا کہ اس راستہ پر چلو۔ اب اگر وہ لوگ ان کی بات کو نہ مانیں تو اُن کی پکڑ ہوگی۔

اللہ چاہتا تو زبردستی سب کو سیدھے راستے پر چلاتا۔ کیونکہ وہ بڑی قدرت اور قوت والا ہے لیکن اس کی حکمت اور تدبیر نے یہ چاہا کہ انسان کو اختیار دے۔ اور اس کے کاموں کی اسے جزا سزا ملے۔ پھر فرمایا کہ قرآن مجید کو ہم نے تمام زمانوں کے لیئے پوری پوری ہدایت کرنے والا مقرر کر دیا ہے اور ہم اس کی گواہی دیتے ہیں اور تمام فرشتے بھی اس کے گواہ ہیں کہ اس میں انسان کی ضروریات کی تمام چیزیں موجود ہیں۔

Marfat.com

کفار کے لئے جہنم

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ
بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور ظلم کیا نہیں ہے اللہ

لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ طَرِیْقًا ﴿۱۶۸﴾
کہ بخشے ان کو اور نہ یہ کہ دکھائے اُن کو راہ

اِلَّا طَرِیْقَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ؕ
سوا راہ دوزخ کے رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ

وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ﴿۱۶۹﴾
اور ہے یہ اُوپر اللہ آسان

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ
جو لوگ کافر ہوئے اور جنہوں نے حق دبا رکھا۔ اللہ ہرگز

لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ طَرِیْقًا ﴿۱۶۸﴾
انہیں بخشنے والا نہیں اور نہ اُن کو سیدھی راہ دکھائے گا

اِلَّا طَرِیْقَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ؕ
مگر دوزخ کی راہ کہ اُس میں ہمیشہ رہا کریں گے

وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ﴿۱۶۹﴾
اور یہ اللہ پر آسان ہے

ظَلَمُوْا (حق دبا رکھا) ظُلم سے ہے جس کے معنی ہیں۔ نقصان پہنچانا اور دوسروں پر زیادتی کرنا۔ پہلی آیت میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو اور اُس کے دین کو نہیں مانتے۔ وہ سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ وہ غلط راستہ پر پڑ کر بہت دُور نکل گئے ہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ کفر کرنے والے اور اللہ کو نہ ماننے والے اپنے اُوپر اور دوسروں پر زیادتیاں کرنے والے ہیں۔ وہ سیدھے راستہ سے ہٹ چکے ہیں اور آخر تباہی کی طرف پہنچ کر رہیں گے۔ اُن کے لیئے اب سیدھے راستے پر آنے کا کوئی موقعہ ہی نہیں وہ اس غلط راستے پر بہت دُور نکل گئے ہیں۔ اگر اب کوئی اُنہیں صحیح راستہ بتائے گا تو وہ اُن کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ جس راستہ پر وہ چل رہے ہیں وہ انہیں اچھا خاصا معلوم ہوتا ہے۔ قدم قدم پر اُن کی دلی خواہشیں پُورا ہونے کا سامان ہے۔

اگر وہ کسی سے پُوچھتے بھی ہیں۔ تو اسی راستہ کی زیادہ آسانیاں حاصل کرنے کی تدبیریں پُوچھتے ہیں۔ صحیح راستے کا انہیں خیال بھی نہیں آتا۔ اللہ کو تو مانتے ہی نہیں اور نہ اس سے ہدایت طلب کرتے ہیں۔ اللہ کو بھی ان کی پرواہ نہیں ہے۔ وہ انہیں اسی راستہ پر چلنے دے گا جو انہوں نے اپنے لیئے پسند کیا ہے۔ اس کے ہاں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ سیدھے راستہ پر چلنے کے لیئے کسی پر زبردستی نہیں کرتا۔ یہ راستہ جو انہوں نے اختیار کیا ہے غلط ہے۔ اس لیئے وہ جہنم پر جا کر ختم ہوگا۔ اور اُسی میں لے جا کر اُنہیں جھونک دے گا۔ اس صورت میں اُن کے لیئے اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور نہ اُس میں سے کبھی نکل سکتے ہیں۔ ہمیشہ اُسی میں پڑے رہیں گے۔

اللہ کے لیئے یہ آسان ہے کہ اُن کو اُن کے کیئے کی سزا دے اگر اُن کو سزا ملے گی تو ظاہر ہے وہ انہوں نے خود ہی اپنے سر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے لیئے وہی راستہ آسان کر دیتا ہے جسے وہ انسان اختیار کرتا ہے یہ اُس کا مقرر کیا ہوا قانون ہے جس کے خلاف کبھی نہیں ہوتا مختصر یہ کہ انسان کو ارادہ میں اختیار بخشا گیا ہے اور قانون الٰہی یہ ہے کہ انسان جو ارادہ کرے اس کے لیئے اسباب و وسائل مہیا ہو جاتے ہیں اس ارادہ کی بناء پر انسان نیک و بد کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے۔

Marfat.com

آخری رسول کی آمد

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ
اے لوگو تحقیق آیا تمہارے پاس رسول

بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ
ساتھ ٹھیک بات کے تمہارا رب پس ایمان لاؤ تم بہتر تمہارے لیئے

وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
اور اگر تم کفر کرو گے پس بیشک اللہ کے لیئے جو کچھ میں آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾
اور زمین اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ
اے لوگو تمہارے پاس رسول آ چکا

بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ
تمہارے رب کی طرف سے حق بات لے کر سو مان لو تا کہ تمہارا بھلا ہو

وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
اور اگر نہ مانو گے تو سب کچھ اللہ کا ہے آسمانوں میں

وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾
اور زمین میں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

حَكِيْمٌ (حکمت والا) اللہ کی یہ صفت قرآن مجید میں بار بار آئی ہے "حکمت" سے بنا ہے حکمت کے معنی ہیں ایسی بات کرنا جس میں بہتری ہو، ظاہر ہے کہ یہ وہی کر سکتا ہے جو سب کچھ جانتا ہو اور معلومات کو اس طرح منظم کر سکتا ہو کہ آخر تک نتیجے اچھے نکلتے جائیں۔

پہلی آیت میں ایک قاعدہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اللہ کسی کو زبردستی سیدھے راستہ پر چلانا نہیں چاہتا۔ ہر انسان کو اپنا راستہ پسند کرنے کا اختیار ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق ارشاد ہوا تھا۔ کہ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ اور بُرے کام کیئے۔ اس قاعدے کے مطابق ایسے لوگوں کو اللہ جہنم کے سوا کوئی راستہ نہ دکھائے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ انسان کو اختیار دینے کے بعد۔ اللہ نے رسول بھیج کر سیدھا راستہ سب کو خوب کھول کر بتا دیا ہے رسولوں کا راستہ ایمان کا راستہ ہے۔ ایمان لانا انسان کے لیئے آخر میں بہت اچھا ثابت ہوگا۔ اتنی وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی کفر کرے۔ تو وہ یاد رکھے۔ کہ اللہ کے قبضۂ قدرت سے نکل کر وہ کہیں نہیں جا سکتا۔ اس نے انسان کو اس کی برائی بھلائی سمجھا دی ہے۔ دین کے جو قاعدے مقرر کیئے ہیں وہ سب اچھی طرح جان بوجھ کر کیئے ہیں۔ اور ان کا انجام آخر میں راحت و آرام ہوگا۔

اے لوگو! یہ رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی طرف سے ٹھیک ٹھیک باتیں لے کر تمہیں صحیح راستہ بتانے آئے ہیں ان کے کہنے کا یقین کرو۔ ان کی بات مانو۔ اور ایمان لے آؤ۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے۔ یہ تمہیں ایمان کے راستہ پر چلانا چاہتے ہیں جس میں کوئی کھٹکا نہیں۔ اب اگر ان کی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ تو یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ ذرا سوچو۔ کہ وہ تمہارے بھلے کی کہتے ہیں اور اس کا تم سے کچھ بدلہ نہیں چاہتے۔ مال و دولت جمع کرنا اُن کا مقصد نہیں۔ حکومت کا انہیں شوق نہیں۔ تمہاری خیر خواہی کے سوا ان کے دل میں اور کچھ نہیں۔ اگر تم کفر کرو گے تو اللہ کا اس میں کچھ نقصان نہیں جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے اس سب کا وہی مالک ہے۔ تمہارے کفر سے اس کی بادشاہت پر کوئی آنچ نہ آئے گی وہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

Marfat.com

اہلِ کتاب کو نصیحت

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا
اے کتاب والو مت حد سے نکلو میں اپنے دین کے اور نہ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا
اے کتاب والو اپنے دین کی بات میں حد سے نہ نکلو اور اللہ

تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ
کہو اوپر اللہ مگر ٹھیک بات سوائے اس کے نہیں مسیح

تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ
کی شان میں نہ کہو مگر پکی بات بے شک مسیح

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ
عیسیٰ بیٹا مریم رسول اللہ اور اس کا کلام

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ
مریم کا بیٹا ہے وہ اللہ کا رسول اور اس کا کلام ہے

اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا
ڈالا اس کو طرف مریم اور روح اس کی ایمان لاؤ

اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا
جس کو مریم کی طرف ڈالا اور اس کے ہاں کی روح ہے سو

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ۟ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ
اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور مت کہو تین

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ۟ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ
اللہ اور اس کے رسولوں کو مانو اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں

اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ
رک جاؤ یہی بہتر ہے تمہارے لئے اس کے سوا کچھ نہیں اللہ معبود ایک

اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ
اس بات کو چھوڑ دو۔ تمہارے لئے بہتر ہے بیشک اللہ ایک معبود ہے

سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
پاک ہے وہ اس سے کہ ہو اس کے لیے بیٹا اسی کا ہے جو میں آسمانوں

سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ اسی کیلئے ہے جو آسمانوں میں

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾
اور جو میں زمین اور کافی ہے اللہ کام بنانے والا

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾
اور زمین میں ہے اور اللہ کارساز کافی ہے

وقف لازم ع ۳ ۲۳

اِنَّمَا (اس کے سوا نہیں) یہ صرف ایسے موقعہ پر آتا ہے جہاں ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں بات یہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ سُبْحَانَ (پاکیزگی اور ہر عیب و ہر نقصان سے علیحدگی) یعنی وہ ہر عیب اور ہر نقصان سے پاک ہے اور اسی لیئے باپ ہونے سے بھی جو احتیاج کی علامت ہے کلمتہ بات۔ بول اور حکم۔ اللہ کا ارادہ لفظ کی شکل میں ظاہر ہونا۔

ارشاد ہے کہ دین کی حد سے باہر مت نکلو۔ اور اللہ کی شان میں بس اتنی ہی بات کہو جو تمہیں رسول بتائے کیونکہ حق اور پکی بات وہی ہے اور باقی سب خیالی باتیں اور ڈھکوسلے ہیں۔ عیسیٰؑ مریم کے بیٹے ہیں۔ وہ اللہ کا ایک حکم ہے۔ جو حضرت مریم کی طرف بھیجا گیا وہ اللہ کی روحوں کے خزانوں میں سے ایک روح ہے۔ جو مریم کی طرف اتاری گئی تمہیں چاہیئے کہ اللہ کو جیسے ماننا چاہیئے مانو اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اپنے دل سے ایسی باتیں نہ گھڑو۔ کہ خدا تین ہیں۔ اس سے حضرت عیسیٰ کا مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔ کہ اس میں سچائی کی ذرا بھی جھلک باقی نہیں رہتی۔ اور اللہ کا مرتبہ اتنا گھٹ جاتا ہے کہ عقل مان نہیں سکتی۔ اللہ کی بابت کان کھول کر سن لو کہ وہ اکیلا بغیر کسی شریک کے تمہارا معبود ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے اولاد ہو۔ یوں زمین و آسمان کی ہر شے اسی کی ہے اور اسی کے اختیار میں ہے۔

Marfat.com

اللہ کی بندگی کا اقرار

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا
ہرگز نہ عار سمجھے گا مسیح کہ ہووے بندہ

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا
مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہو

لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ
اللہ کا اور نہ فرشتے بلند مرتبے والے اور جو

لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ
اور نہ فرشتوں کو جو مقرب ہیں اور جس کو

يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ
ناک بھوں چڑھائے سے اس کی عبادت اور تکبر کرے

يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ
اللہ کی بندگی سے عار آئے اور تکبر کرے

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾
پس قریب ہے جمع کرے گا اُن کو اپنی طرف سب کو

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾
سو وہ ان سب کو اپنے پاس اکٹھا جمع کرے گا۔

يَسْتَنْكِفُ عار سمجھے گا "استنکاف" سے ہے جس کے معنی ہیں نفرت ظاہر کرنا ناک بھوں چڑھانا اور کسی بات کو اپنے لئے ذلت کا باعث سمجھنا۔

اَلْمُقَرَّبُوْنَ (سب سے آگے بڑھے ہوئے) یہ لفظ قُرب سے بنا ہے جس کے معنی نزدیکی کے ہیں اور مقرب کی جمع ہے یعنی وہ جو کسی کے بہت قریب ہو۔ اَلْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ (سب سے زیادہ قریب فرشتے، حضرت جبرائیل۔ میکائیل اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام اللہ کے مقرب ترین فرشتے شمار کیے جاتے ہیں۔ وہ خاص خاص کاموں پر مقرر ہیں۔

اہل کتاب سے کہا گیا ہے کہ مسیح اللہ کا بندہ بننے کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ وہ کبھی اس بات سے منہ نہ موڑیں گے۔ اور نہ بڑے بڑے مقرب فرشتے اس بات سے ناک چڑھائیں گے جو لوگ اللہ کی بندگی سے کتراتے ہیں اور عبادت میں اپنی ذلت سمجھتے ہیں وہ اس حقیقت کو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ایک دن اپنے پاس اکٹھا کرے گا۔ پھر اُن میں سے جو اُس کے بندے ایمان والے اچھے کام کرنے والے ہوں گے اور اس کا حکم ماننے والے ہوں گے ان کو اس کے بدلے بڑے بڑے انعام دے گا۔ آرام اور اطمینان عطا فرمائے گا اور ان کو خوش کر دے گا۔ لیکن جو لوگ عبادت سے بھاگتے رہے اور اللہ کے آگے سر جھکانے کو اپنی ذلت سمجھتے رہے وہ دکھ دینے والے عذاب میں مبتلا ہوں گے انہیں کوئی بھی اس عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

اس سے قبل اہل کتاب کو مخاطب کر کے واضح لفظوں میں اس امر کی ہدایت کر دی گئی تھی کہ دین میں مبالغہ سے کام نہ لیں۔ اللہ کی ذات اس کے احکام اور کتاب کے بارہ میں غلط بیانی اور غلو کو جائز نہ سمجھیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں وہ کچھ نہ کہیں جو حقیقت کے برعکس اور سچائی سے دور ہو۔ جس بات کو وہ خود اپنے لیئے باعث فخر سمجھتے ہوں تم اس کے اظہار سے کیوں گریز کرتے ہو۔ انہوں نے اللہ کی بندگی میں عار محسوس نہ کی تو تم کون ہوتے ہو کہ اس سے ناک بھوں چڑھاؤ۔

Marfat.com

ایمان و عمل کی جزا

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
پس رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کیے نیک
فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ
پورا کرے گا ثواب اُن کے اور زیادہ دے گا ان کو سے
فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ
اپنے فضل اور رہے وہ لوگ جنہوں نے ناک چڑھائی اور
اسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ
تکبر کیا پس عذاب دے گا اُن کو عذاب درد والا
وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور نہ پائیں گے وہ اپنے لیے سوا اللہ کے
وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۱۷۳﴾
دوست اور نہ مددگار

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے
فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ
تو ان کو اُن کا ثواب پورا دے گا اور زیادہ دے گا اپنے
فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ
فضل سے اور جنہوں نے عار کی اور
اسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ
تکبر کیا سو ان کو درد ناک عذاب دے گا۔
وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمائتی
وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۱۷۳﴾
اور مددگار نہ پائیں گے

فَیُوَفِّیْهِمْ (انہیں پورا دے گا) وَفٰی مادہ ہے۔ ایفا مصدر ہے۔ لفظ وفا بھی اسی سے ہے۔ اس کے معنی ہیں پورا پورا دینا۔ بجنسہٖ لوٹا دینا۔

اَجْرٌ (بدلہ۔ ثواب) اردو زبان میں اجر صرف اچھے بدلہ کو کہتے ہیں۔ لیکن عربی زبان میں یہ لفظ اچھے بُرے دونوں قسم کے بدلوں کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اچھے بدلے (ثواب) کے معنوں میں آیا ہے۔

اسْتَكْبَرُوْا (تکبر کیا) کبر مادہ ہے۔ استکبار مصدر ہے۔ تکبر بھی اس سے ہے۔ بڑائی۔ خود ستائی اور خود نمائی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو اصل حقیقت سے زیادہ سمجھنا اور ظاہر کرنا۔

وَلِیٌّ (دوست) ولایت۔ تولّی وغیرہ اسی مادہ سے بنے ہیں اس کی جمع اولیا ہے یعنی ساتھی اور دوست۔

اہل کتاب اور ان میں سے خصوصاً یہودیوں کے غلط عقائد بیان کرنے کے بعد اب ارشاد ہوتا ہے کہ اجر و ثواب کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں۔ جن کا ایمان صحیح اور اعمال درست ہیں۔ گویا پاکیزہ زندگی کے لیئے افکار کی پاکیزگی اور درست خیالات کے لیئے اعمال کی درستی لازم و ملزوم ہیں۔ یہ پاکباز اور پاک باطن بندے پورے پورے اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ کے مزید افضال و انعام کے مستحق ہوں گے۔ لیکن ان خوبیوں سے عار محسوس کرنے تکبر (بڑائی) ظاہر کرنے والے دردناک عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ نہ ان کا کوئی دوست ہوگا نہ حمائتی نہ مددگار۔

Marfat.com

اللہ کی سند

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
اے لوگو تحقیق آئی تمہارے پاس دلیل تمہارے رب سے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند پہنچ چکی ہے

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اور اتارا ہم نے تمہاری طرف نور ظاہر پس وہ لوگ

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اور ہم نے تم پر واضح روشنی اتاری سو جو لوگ

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ
جو ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور مضبوط پکڑا اس کو یا اس کے ساتھ پس جلد داخل کریگا ان کو

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ
اللہ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوط پکڑا وہ ان کو جلد اپنی رحمت

فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ
میں رحمت اپنی اور فضل اور دکھائے گا ان کو

فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ
میں داخل کرے گا اور فضل میں اور انہیں پہنچاوے گا

اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾ ط
اس کی طرف راستہ سیدھا

اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾ ط
اپنی طرف سے سیدھے راستہ پر

بُرْهَانٌ (دلیل، سند) قطعی نشانی اور ایسی یقینی دلیل جس کے بعد شبہ باقی نہ رہے عمل کرنا ضروری ہو جائے یہاں اس سے مراد قرآن مجید ہے۔
نُوْرًا مُّبِيْنًا (واضح روشنی) یہاں اس سے مراد قرآن مجید کی روشنی ہے اِعْتَصَمُوْا (مضبوطی سے پکڑ لو) اعتصام مصدر ہے جو عصمت سے ہے عصمت کے معنی ہیں بچاؤ۔ اعتصام کے معنی ہیں۔ کسی کو ہاتھ سے مضبوط پکڑ لینا جیسے ڈوبتا ہوا آدمی اپنے بچاؤ کے لیئے ہاتھ سے کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑتا ہے ـــ پہلی آیت میں وحی کی مختلف شکلیں اور سب کا حق ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کہا گیا تھا کہ یہ آخری رسول تمہارے پاس اصلی سچی بات لے کر آئے ہیں ان کے ماننے میں تمہاری بھلائی ہے اور اگر نہ مانو گے تو اللہ کا کچھ نہ بگاڑو گے اپنا ہی کچھ بگاڑ لو گے ـــ اس آیت میں ایک ضروری بات تمام انسانوں کو مخاطب کر کے کہی جاتی ہے کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسا ہدایت نامہ پہنچ گیا ہے جس میں شک و شبہ۔ تردد اور ہچکچاہٹ کی کوئی گنجائش ہی نہیں وہ ایک کھلی ہوئی روشن اور آب و تاب والی روشنی ہے جس میں اچھا برا صاف صاف۔ الگ الگ نظر آتا ہے اور وہ قرآن مجید ہے جن لوگوں کی بینائی درست اور آنکھ قوت والی ہے۔ وہ اس کی روشنی میں سچی باتیں صاف دیکھتے ہیں۔ اور ان کو فوراً پہچان کر اختیار کر لیتے ہیں جو ایسی روشنی میں حق بات کو نہیں پہچان سکتے۔ ان کی بینائی خراب ہے یا آنکھ میں کچھ نقص ہے۔

نیک بندے جو سب سے منہ موڑ کر ایک اللہ کے ہو رہے ہیں اور اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتے اور قرآن مجید کو مضبوط پکڑتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ اپنی رحمت سے مالا مال کرے گا۔ اس کی رحمت ہر طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہو گی اور اس کے فضل کی ان پر بوچھاڑ ہو رہی ہو گی۔ وہ ان کو سیدھی راہ دکھا دے گا۔

Marfat.com

میراث کے باقی حکم

يَسْتَفْتُونَكَ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ
پوچھتے ہیں حکم۔ تجھ سے کہہ دے۔ اللہ حکم دیتا ہے۔ تم کو۔ کلالہ کے بارے میں

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ
تجھ سے حکم پوچھتے ہیں۔ کہہ دے اللہ تمہیں کلالہ کا حکم بتاتا ہے

إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ
اگر کوئی مرد مرجائے نہ ہو اس کا۔ کوئی بیٹا اور ہو اس کی

إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ
اگر کوئی مرد مرگیا اور اس کے بیٹا نہیں اور اس کی ایک

أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ
ایک بہن پس اس بہن کا آدھا اُس کا جو اُس نے چھوڑا اور وُہ

أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ
بہن ہے تو اس کو اس کا آدھا پہنچے گا جو وہ چھوڑ مرا اور وُہ بھائی

يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۚ فَإِنْ
وارث ہوگا بہن کا اگر نہ ہو اس بہن کا کوئی بیٹا پھر اگر

يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۚ فَإِنْ
اس بہن کا وارث ہے۔ اگر اس کے بیٹا نہ ہو پھر اگر

كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا
ہوں بہنیں دو پس ان کے لیے دو تہائی اس کا جو

كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا
بہنیں دو ہوں۔ تو ان کو اس مال کا دو تہائی پہنچے گا۔ جو

تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً
اس نے چھوڑا اور اگر ہوں وُہ بہت مرد اور عورتیں ملے جلے

تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً
وُہ چھوڑ مرا اور اگر اس کے رشتہ کے کچھ مرد اور کچھ عورت ہوں

فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللَّهُ
پھر مرد کے لیے برابر حصے دو عورتوں کے بیان کرتا ہے اللہ

فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللَّهُ
تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے اللہ تمہارے لیے بیان کرتا ہے

لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٧٦﴾
تمہارے لیے تا نہ گمراہ ہو تم اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے

لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٧٦﴾
کہ تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

کلالہ (ضعیف اور کمزور) یہاں مراد ایسا شخص ہے جس کا باپ اور اولاد کوئی نہ ہو فقط بھائی بہن ہوں۔

تَضِلُّوا (تم گمراہ ہو) ضلالت سے بنا ہے اس کے معنی ہیں گمراہی لیکن اس عبارت کا موقع ایسا ہے کہ عربی جاننے والے اس کے ساتھ نہ کا لفظ سمجھ جاتے ہیں۔ اس لیئے اس کا مطلب ہے کہ تم گمراہ نہ ہو۔ اس آیت میں اس سوال کا جواب ہے کہ اگر میت کے باپ ہو نہ بیٹا۔ مگر سگے یا سوتیلے بہن بھائی ہوں تو انہیں کیا حصہ ملے گا۔ سگے بھائیوں کو عربی میں اعیانی کہتے ہیں اور سوتیلے بھائیوں کو یعنی جن کا باپ ایک ہو مگر ماں جُدا جُدا ہوں ملاتی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میت کا وارث بھائی بہن کے علاوہ کوئی نہ ہو تو اُن کو میراث اسی طرح ملے گی۔

(۱) اگر وارث کی فقط ایک بہن ہے تو اس کے مرنے والے بھائی کے مال میں سے آدھا مال ملے گا۔ یعنی بہن کا حصہ جب میت کا باپ اور کوئی اولاد نہ ہو بیٹی کے برابر ہے (۲) اگر بہن مرگئی اور وارث فقط بھائی ہے۔ تو بھائی کو بہن کا سارا مال مل جائے گا۔ (۳) اگر بھائی نے دو یا دو سے زیادہ بہنیں چھوڑیں تو ان دونوں کو دو تہائی مال ملے گا (۴) اگر بہت سے بھائی بہن ملے جلے وارث ہیں تو سارا مال ان میں اس حساب سے بٹ جائے گا۔ کہ مرد کا ایک حصہ اور عورت کا آدھا حصہ اللہ یہ نکتے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم وقت پر پریشان نہ ہو جاؤ اور راہ سے بھٹک نہ جاؤ

Marfat.com

سُورۃ النّساء پر ایک نظر

پچھلے سبق میں سورۃ النساء ختم ہوئی اس پر ایک سرسری نظر پھر ڈال لینی چاہیئے۔ تاکہ اس کے مضامین ایک بار نظر کے سامنے آجائیں۔

اس سورت میں زیادہ تر عورتوں کے حقوق کا بیان کیا گیا ہے۔ یتیموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا ذکر ہے منافقوں کی نامناسب حرکتیں ظاہر کی گئی ہے میراث کے بانٹنے کے قاعدے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے غلط عقیدے بتا کر اُن کو درست کرنے کی ہدایت کی گئی ہے یہ باتیں اِس سُورت میں کیوں ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے ذیل کی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

سورۃ النساء حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد ۴ھ کے آخری حصّہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ۲ھ میں بدر کی مشہور لڑائی ہو چکی تھی۔ جس میں مسلمانوں کو کافروں پر پوری فتح حاصل ہوئی تھی پھر ۳ھ میں مکّہ کے لوگ مدینہ پر چڑھ آئے اور مسلمان مدینہ سے باہر اُحد کے مقام پر آکر اُن کے مقابلے کے لیے جمع ہوئے لڑائی ہوئی اور پہلے مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس کے بعد بعض لوگوں کو غلطی سے یہ فتح شکست میں بدل گئی۔ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے" اُن کی اولاد یتیم ہو گئی۔ اس لڑائی کا ذکر اس سے پہلے سورت آلِ عمران میں آچکا ہے۔

اُحد کی اس لڑائی میں منافقوں نے بہت ستایا۔ لڑائی سے پہلے ہی اپنے آدمیوں کو لے کر مسلمانوں سے الگ ہو گئے پھر بھی مسلمانوں کی فتح ہوئی لیکن ذرا سی غلطی سے پانسہ پلٹ گیا۔ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ یہ سارا نقصان اس لیے اٹھانا پڑا کہ بعض لوگوں نے اپنی رائے کو دخل دے کر آنحضرتؐ کا حکم نہ مانا تھا۔ جب کچھ دن گزر گئے اور ہوش و حواس ٹھکانے آئے تو یہ سُورت نازل ہوئی اور لڑائی میں جو بچے یتیم ہو گئے تھے۔ اُن کی جان و مال کی حفاظت کی تاکید کی گئی۔ اور عورتوں کے حقوق کی پامالی کا علاج کیا گیا اور جو بے انصافیاں اُن کے ساتھ کی جاتی تھیں یا جن بے انصافیوں کے کیئے جانے کا خطرہ تھا۔ اُن سب سے بچنے کی ہدایت کی گئی۔ جو لوگ وفات پا چکے تھے ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے مال کو تقسیم کرنے کے قاعدے بتائے گئے۔

منافقوں کے طرزِ عمل سے لڑائی میں بہت نقصان پہنچ چکا تھا۔ اُن کی سازشوں اور چالوں کا بھانڈا پھوڑا گیا۔ اور اُن سے خبردار رہنے کی تاکید کی گئی۔

مسلمانوں کی اس لڑائی میں شکست کی وجہ سے یہود بھی کھل گئے اور مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا انہوں نے آپس کے عہد و پیمان توڑ ڈالے۔ اور یہاں تک گستاخ ہو گئے کہ مکّہ کے کافروں کے طریقے کو اسلام سے بہتر کہنے لگے۔ اس سورت میں یہود و نصاریٰ کو اُن کی شرارتوں کی بُرائی بتائی گئی ہے۔ اور مسلمانوں کو اُن سے ہشیار رہنے کے لیئے کہا گیا ہے اور یہود و نصاریٰ کے غلط عقیدوں کی اصلاح کی گئی۔ آخر میں ایمان و عمل صالح کے اجر و ثواب کا ذکر فرماتے ہوئے زکوٰۃ کے بقیہ مسائل کے ذکر پر سورہ ختم ہوئی۔

Marfat.com



Marfat.com

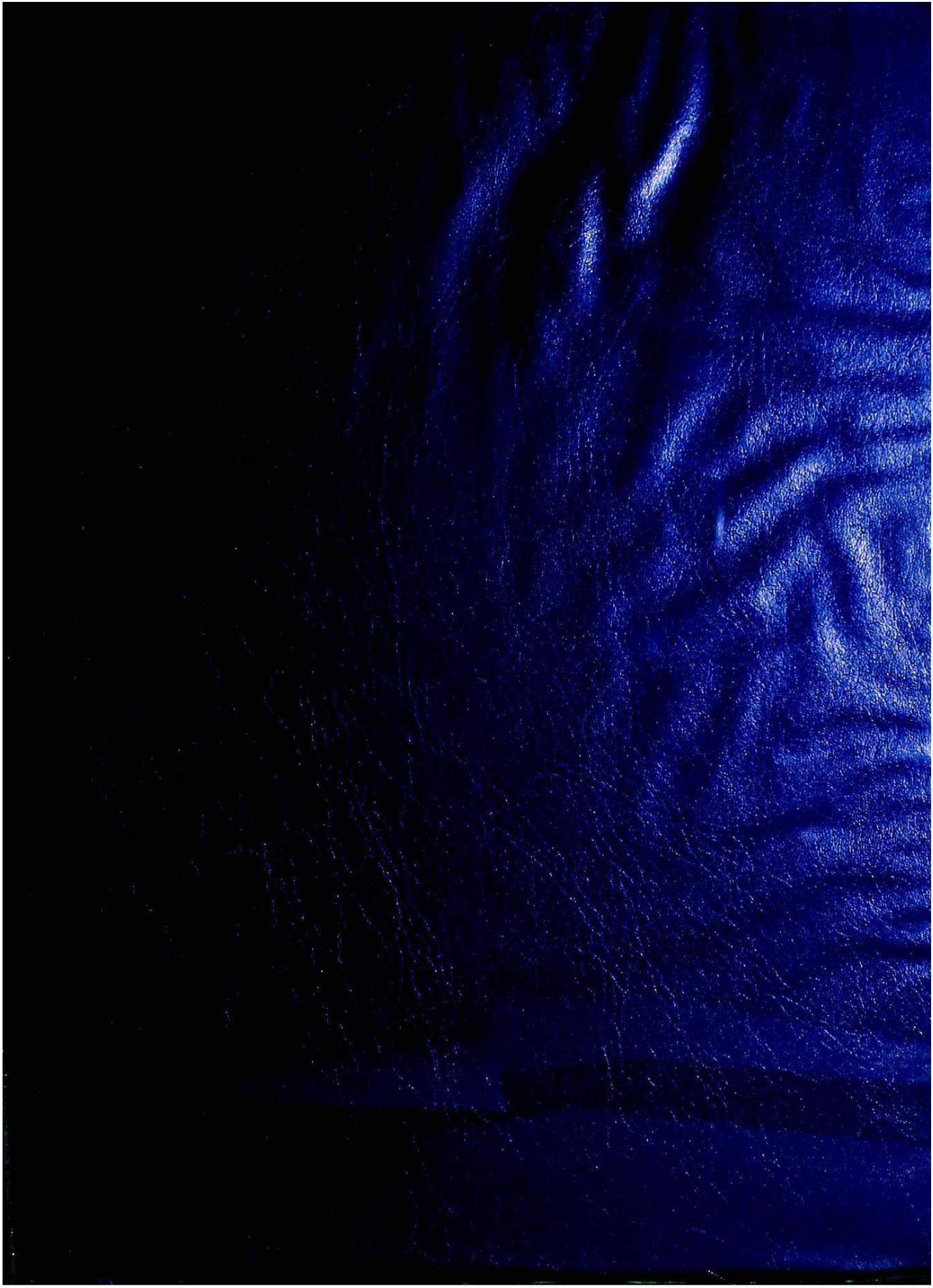

Marfat.com

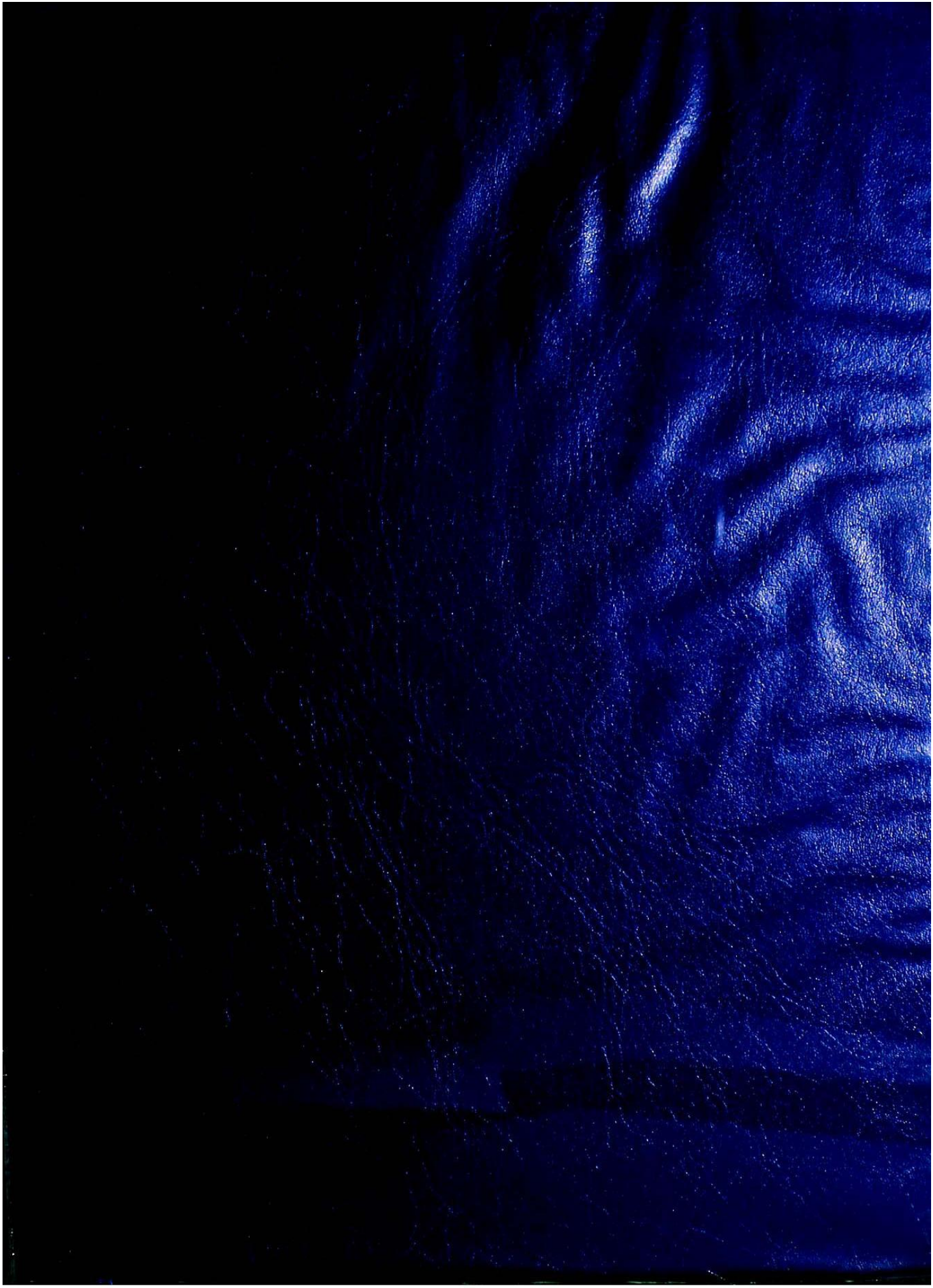

Marfat.com